WWW.AHLULHADEETH.NET

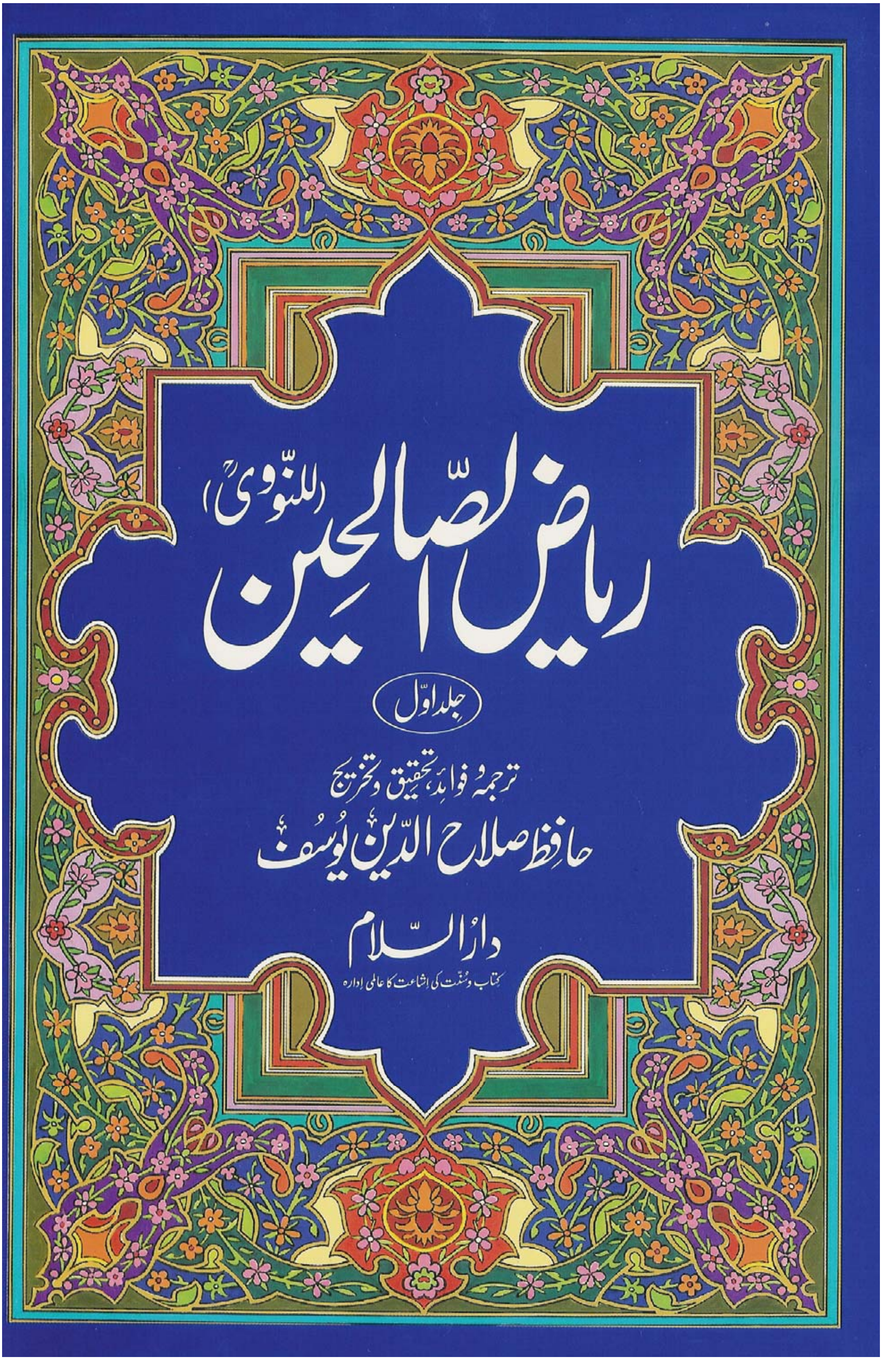

رِیاض الصّالحین

(للنّوویؒ)

جلد اوّل

ترجمہ، فوائد، تحقیق و تخریج

حافظ صلاح الدّین یوسف

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

اِس کتاب کے جملہ حقوقِ ترجمہ نقل و اشاعت محفوظ ہیں

جمادی الاوّل ۱۴۱۸ھ ستمبر ۱۹۹۷ء

دارُالسّلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
پوسٹ بکس نمبر ۲۲۷۴۳ ریاض ۱۱۴۱۶ مملکت سعودی عرب
فون نمبر ۴۰۳۳۹۶۲ فیکس ۴۰۲۱۶۵۹

(برانچ پاکستان)
دارُالسّلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
۵۰۔ لوئر مال (نزد ایم اے او کالج لاہور۔ فون: ۷۲۴۰۰۲۴ فیکس ۷۳۵۴۰۷۲
(سیل سنٹر) رحمٰن مارکیٹ (غزنی سٹریٹ) اُردُو بازار لاہور پاکستان

دلیل الطالبین

ترجمہ و فوائد

ریاض الصالحین

جلد اوّل

تالیف

ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی

(۶۳۱-۶۷۶ھ)

ترجمہ و فوائد، تحقیق و تخریج

حافظ صلاح الدین یوسف

نظر ثانی

حافظ عبد السلام بھٹوی

دار السلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
ریاض - لاہور

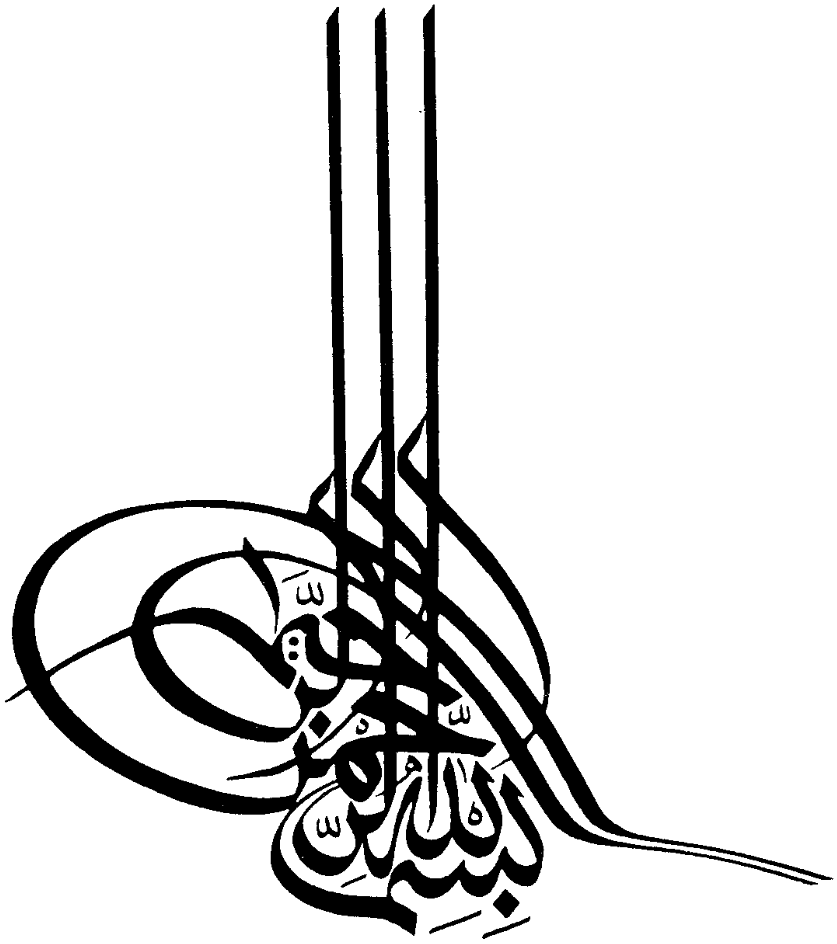
بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

ریاض الصالحین مترجم (جلد اول)

	عرض ناشر	۱۵
	مولانا حافظ عبد السلام بھٹوی کی رائے گرامی	۱۷
	عرض مترجم	۱۹
	مؤلف کتاب امام نوویؒ کے مختصر حالات	۲۳
	مقدمہ کتاب، از مؤلف	۲۷
باب:۱	تمام ظاہری اور باطنی اعمال، اقوال اور احوال میں اخلاص اور حسن نیت ضروری ہے	۳۳
باب:۲	توبہ کا بیان	۴۵
باب:۳	صبر کا بیان	۶۷
باب:۴	سچائی کا بیان	۹۳
باب:۵	مراقبے (یعنی اللہ کی طرف دھیان دینے) کا بیان	۹۷
باب:۶	تقویٰ کا بیان	۱۰۶
باب:۷	یقین اور توکل کا بیان	۱۱۰
باب:۸	استقامت کا بیان	۱۲۰
باب:۹	اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور و فکر کرنے، دنیا کے فنا ہونے، آخرت کی ہولناکیوں اور دنیا و آخرت کے تمام امور کا بیان	۱۲۱

باب:۱۰ نیکیوں کی طرف جلدی کرنے کا بیان ۱۲۲
باب:۱۱ مجاہدے کا بیان ۱۲۸
باب:۱۲ آخری عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دینے کا بیان ۱۴۰
باب:۱۳ اس بات کے بیان میں کہ نیکی اور بھلائی کے راستے بہت ہیں ۱۴۵
باب:۱۴ طاعت (نیکی اور بھلائی کے کاموں) میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان ۱۶۱
باب:۱۵ اعمال کی حفاظت کرنے کا بیان ۱۷۳
باب:۱۶ سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کرنے کا حکم ۱۷۵
باب:۱۷ اس بات کا بیان کہ اللہ کے حکم کی اطاعت ضروری ہے ۱۸۴
باب:۱۸ بدعات اور (دین میں) نئے نئے کاموں کے پیدا کرنے کی ممانعت ۱۸۷
باب:۱۹ اس شخص کا بیان جو کوئی اچھا یا برا طریقہ جاری کرے ۱۸۹
باب:۲۰ خیر کی طرف رہنمائی کرنے اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانے کا بیان ۱۹۲
باب:۲۱ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرنے کا بیان ۱۹۵
باب:۲۲ خیر خواہی کرنے کا بیان ۱۹۸
باب:۲۳ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا بیان ۱۹۹
باب:۲۴ جو شخص نیکی کا حکم دے یا برائی سے روکے لیکن خود عمل نہ کرے؟ ۲۱۰
باب:۲۵ ادائے امانت کے حکم کا بیان ۲۱۱
باب:۲۶ ظلم کے حرام ہونے کا اور مظالم کے دفع کرنے کے حکم کا بیان ۲۲۰
باب:۲۷ مسلمانوں کے حرمات کی تعظیم‘ ان کے حقوق کا بیان ۲۳۳
باب:۲۸ مسلمانوں کے عیوب چھپانے کا بیان ۲۴۳
باب:۲۹ مسلمانوں کی حاجتیں پوری کرنے کا بیان ۲۴۶
باب:۳۰ شفاعت (کسی کی سفارش) کرنے کا بیان ۲۴۸
باب:۳۱ لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کا بیان ۲۴۹
باب:۳۲ کمزور‘ فقیر اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت کا بیان ۲۵۳

باب: ۳۳	یتیموں اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم	۲۶۱
باب: ۳۴	عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کا بیان	۲۷۱
باب: ۳۵	عورت پر خاوند کے حق کا بیان	۲۷۸
باب: ۳۶	اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان	۲۸۲
باب: ۳۷	پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنے کا بیان	۲۸۶
باب: ۳۸	اپنے گھر والوں اور اپنی اولاد وغیرہ کو اللہ کی فرماں برداری کا حکم دینا	۲۸۸
باب: ۳۹	پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید	۲۹۱
باب: ۴۰	والدین کے ساتھ حسن سلوک اور رشتے داروں سے صلہ رحمی کا حکم	۲۹۶
باب: ۴۱	ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور رشتے داری توڑنا حرام ہے	۳۱۳
باب: ۴۲	ماں باپ کے دوستوں اور دیگر اہل اکرام سے حسن سلوک کا حکم	۳۱۶
باب: ۴۳	رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور ان کی فضیلت	۳۲۰
باب: ۴۴	علماء' بڑے لوگوں اور اصحاب فضل کی تعظیم کا بیان	۳۲۳
باب: ۴۵	اہل خیر کی زیارت' ان کی ہم نشینی' ان کی صحبت و محبت وغیرہ	۳۳۲
باب: ۴۶	اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب دینے کا بیان	۳۴۴
باب: ۴۷	بندے سے اللہ کے محبت کرنے کی علامات	۳۵۰
باب: ۴۸	نیک لوگوں' کمزوروں اور مسکینوں کو ایذا پہنچانا نہایت خطرناک ہے	۳۵۵
باب: ۴۹	اس بات کا بیان کہ لوگوں پر ظاہر کے اعتبار سے احکام کا اجراء ہو گا	۳۵۶
باب: ۵۰	خشیت الٰہی کا بیان	۳۶۳
باب: ۵۱	اللہ تعالیٰ سے امید و رجاء کا بیان	۳۷۵
باب: ۵۲	اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنے کی فضیلت	۴۰۳
باب: ۵۳	اللہ سے خوف اور امید (بیک وقت دونوں باتیں) رکھنے کا بیان	۴۰۶
باب: ۵۴	اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونے کی فضیلت	۴۰۸
باب: ۵۵	زہد کی فضیلت' دنیا کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت	۴۱۵

باب:۵۶ فاقہ، تنگی اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ نفسانی لذتوں میں قناعت اور مرغوب چیزیں ترک کردینے کی فضیلت ۴۳۷
باب:۵۷ قناعت، سوال سے بچنے اور معیشت و انفاق میں میانہ روی اختیار کرنے کی تاکید اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی مذمت ۴۶۵
باب:۵۸ بغیر سوال اور بغیر حرص و طمع کے جو مال ملے، اس کا لینا جائز ہے ۴۷۶
باب:۵۹ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے، اور دوسروں کو کھلانے کی تاکید ۴۷۷
باب:۶۰ کرم و سخاوت کا اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے خیر (نیکی) کے کاموں پر خرچ کرنے کا بیان ۴۷۹
باب:۶۱ بخل اور حرص کی ممانعت ۴۹۱
باب:۶۲ ایثار و قربانی اور ہمدردی و غم خواری کرنے کا بیان ۴۹۲
باب:۶۳ آخرت کے کاموں میں شوق و رغبت کا اور متبرک چیزوں کی زیادہ خواہش کرنے کا بیان ۴۹۶
باب:۶۴ شکر گزار مال دار کی فضیلت کا بیان.......... ۴۹۸
باب:۶۵ موت کو یاد کرنے اور آرزوئیں کم کرنے کا بیان ۵۰۲
باب:۶۶ مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کا استحباب اور زیارت کی دعائیں ۵۰۸
باب:۶۷ کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی آرزو کرنے کی کراہت اور دین کی بابت کسی فتنے میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی آرزو کا جواز ۵۱۰
باب:۶۸ پرہیز گاری اختیار کرنے اور شبہ والی چیزوں کو چھوڑ دینے کا بیان ۵۱۲
باب:۶۹ لوگوں اور زمانے کے بگاڑ کے وقت یا دین میں فتنے وغیرہ کے خوف سے گوشہ نشینی اختیار کرنا ۵۱۸
باب:۷۰ لوگوں سے میل جول رکھنے کی فضیلت کا بیان ۵۲۱
باب:۷۱ تواضع اور مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا بیان ۵۲۲
باب:۷۲ فخر و غرور اور خود پسندی حرام ہے ۵۲۸

باب:۷۳ حسن اخلاق کا بیان ۵۳۳
باب:۷۴ بردباری، سوچ سمجھ کر کام کرنے اور نرمی سے کام لینے کا بیان ۵۳۹
باب:۷۵ درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بیان ۵۴۴
باب:۷۶ تکلیفیں برداشت کرنے کا بیان ۵۴۸
باب:۷۷ احکام شرعیہ کی بے حرمتی کے وقت غضب ناک ہونے کا بیان ۵۴۹
باب:۷۸ ارباب اختیار کو اپنی رعیت کے ساتھ نرمی اور ان کی خیر خواہی کا حکم ۵۵۲
باب:۷۹ انصاف کرنے والے حکمران کا بیان ۵۵۷
باب:۸۰ جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے ضروری ہونے کا بیان ۵۵۹
باب:۸۱ عہدہ و منصب کا سوال کرنے کی ممانعت ۵۶۷
باب:۸۲ بادشاہ، قاضی اور دیگر حکام مجاز کو نیک وزیر مقرر کرنے کی ترغیب ۵۷۰
باب:۸۳ جو امارت و قضاء اور دیگر مناصب حکومت کا سوال یا آرزو کرے ۵۷۱

۱۔ کتاب الآداب

2

باب:۸۴ حیاء، اس کی فضیلت اور ترغیب ۵۷۳
باب:۸۵ راز کی حفاظت کرنے کا بیان ۵۷۵
باب:۸۶ عہد کے نبھانے اور وعدے کے پورا کرنے کا بیان ۵۷۹
باب:۸۷ بھلائی کے جن کاموں کی عادت ہو، ان کی پابندی کرنے کا بیان ۵۸۲
باب:۸۸ عمدہ گفتگو اور ملاقات کے وقت خندہ روئی کا مظاہرہ کرنا پسندیدہ ہے ۵۸۳
باب:۸۹ مخاطب کو سمجھانے کے لئے بات کا مکرر اور وضاحت سے کرنا..... ۵۸۵
باب:۹۰ اپنے ہم نشین کی جائز بات پر کان لگانے اور عالم و واعظ کا اپنی مجلس کے حاضرین کو چپ کرانے کا بیان ۵۸۵
باب:۹۱ وعظ و نصیحت اور اس میں میانہ روی کا بیان ۵۸۶
باب:۹۲ وقار اور سکینت کا بیان ۵۸۹
باب:۹۳ نماز، علم اور اس قسم کی دیگر عبادات کی طرف سکینت اور وقار کے

ساتھ آنا مستحب ہے۔ ۵۹۰
باب: ۹۴ مہمان کی عزت و تکریم کرنے کا بیان ۵۹۱
باب: ۹۵ خیر کی خوشخبری دینے اور مبارکباد کہنے کے استحباب کا بیان ۵۹۳
باب: ۹۶ ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت کے مسائل ۶۰۱
باب: ۹۷ استخارہ اور باہم مشورہ کرنے کا بیان ۶۰۶
باب: ۹۸ نماز عید' مریض کی عیادت' حج' جہاد اور جنازہ اور اسی قسم کے دیگر اچھے کاموں کے لئے آتے جاتے راستہ بدل لینا مستحب ہے' ۶۰۸
باب: ۹۹ ہر باعزت کام میں دائیں ہاتھ پاؤں کو مقدم کرنا مستحب ہے ۶۰۹
۲۔ کتاب ادب الطعام ۶۱۴
باب: ۱۰۰ کھانے کے آغاز میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہنا ۶۱۴
باب: ۱۰۱ کھانے کے عیب نہ نکالنے اور کھانے کی تعریف کرنے کے مستحب ہونے کا بیان ۶۱۸
باب: ۱۰۲ روزے دار کے سامنے جب کھانا آئے مگر وہ روزہ افطار نہ کرے تو؟ ۶۱۹
باب: ۱۰۳ کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی لگ جائے تو وہ اس کو کیا کہے؟ ۶۱۹
باب: ۱۰۴ اپنے سامنے کھانے کا اور نامناسب انداز سے کھانے والے کو نصیحت و تادیب کرنے کا بیان ۶۲۰
باب: ۱۰۵ جب چند افراد مل کر کھا رہے ہوں تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر... ۶۲۱
باب: ۱۰۶ جو شخص کھانا کھائے اور سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟ ۶۲۲
باب: ۱۰۷ پیالے کی ایک جانب سے کھانے اور درمیان سے نہ کھانے کی ممانعت ۶۲۲
باب: ۱۰۸ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے ۶۲۴
باب: ۱۰۹ تین انگلیوں سے کھانے' انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا بیان ۶۲۵
باب: ۱۱۰ کھانے پر زیادہ ہاتھ یعنی کھانا کم مگر کھانے والے زیادہ ہوں ۶۲۸

باب:۱۱۱ پینے کا ادب اور برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب ۶۲۹
باب:۱۱۲ مشک یا اس قسم کی کسی چیز کو منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے ۶۳۱
باب:۱۱۳ پانی (شربت چائے دودھ وغیرہ) میں پھونک مارنے کی کراہت کا بیان ۶۳۲
باب:۱۱۴ کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز اور بیٹھ کر پینے کے افضل ہونے کا بیان ۶۳۳
باب:۱۱۵ مستحب ہے کہ پلانے والا خود سب سے آخر میں پیئے ۶۳۶
باب:۱۱۶ سونے چاندی کے علاوہ تمام پاک برتنوں سے پینے اور نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور ہاتھ کے کنارے سے پینے کا جواز ۶۳۶
۳- کتاب اللباس ۶۴۰
باب:۱۱۷ سفید کپڑے کا استحباب اور دیگر رنگوں والے لباس کا جواز ۶۴۰
باب:۱۱۸ قمیص کا پہننا پسندیدہ ہے ۶۴۵
باب:۱۱۹ قمیص‘ آستین اور تہ بند (یا شلوار‘ پاجامہ) اور پگڑی کا کنارہ کتنا لمبا ہو؟ ۶۴۶
باب:۱۲۰ تواضع کے طور پر عمدہ لباس ترک کر دینا پسندیدہ ہے ۶۵۵
باب:۱۲۱ لباس میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے..... ۶۵۶
باب:۱۲۲ مردوں کے لئے ریشم کا پہننا‘ اس پر بیٹھنا اور اس کا تکیہ لگانا حرام ہے ۶۵۶
باب:۱۲۳ جس کو خارش ہو‘ اس کے لئے ریشمی لباس پہننے کا جواز ۶۵۹
باب:۱۲۴ چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت کا بیان ۶۵۹
باب:۱۲۵ نیا لباس یا جوتا وغیرہ پہنتے وقت کون سی دعا پڑھے؟ ۶۶۰
باب:۱۲۶ لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنے کا استحباب ۶۶۱
۴- کتاب آداب النوم والاضطجاع...... ۶۶۲
سونے‘ بیٹھنے‘ مجلس‘ ہم نشین اور خواب کے آداب ۶۶۲
باب:۱۲۷ سونے کے وقت کی دعائیں ۶۶۲
باب:۱۲۸ چت لیٹنے کا اور جب ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ...... ۶۶۵

باب:۱۲۹ مجلس اور ہم نشیں کے آداب ۶۶۶
باب:۱۳۰ خواب اور اس کے متعلقات کا بیان ۶۷۳
۵- کتاب السلام ۶۷۸
باب:۱۳۱ سلام کرنے کی فضیلت اور اس کے پھیلانے کا حکم ۶۷۸
باب:۱۳۲ سلام کی کیفیت کا بیان ۶۸۱
باب:۱۳۳ سلام کے آداب کا بیان ۶۸۴
باب:۱۳۴ بار بار سلام کے دہرانے کے مستحب ہونے کا بیان..... ۶۸۵
باب:۱۳۵ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے ۶۸۶
باب:۱۳۶ بچوں کو سلام کرنے کا بیان ۶۸۷
باب:۱۳۷ آدمی کا اپنی بیوی کو' اپنی محرم عورت کو اور فتنے کا خوف نہ ہو تو اجنبی عورت یا (عام) عورتوں کو سلام کرنا'..... ۶۸۷
باب:۱۳۸ کافر کو سلام میں پہل کرنے کی حرمت اور ان کو سلام کا جواب دینے کا طریقہ ۶۸۸
باب:۱۳۹ جب مجلس سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں یا ساتھی سے جدا ہو تو سلام کرنا مستحب ہے ۶۸۹
باب:۱۴۰ اجازت حاصل کرنے اور اس کے آداب کا بیان ۶۹۰
باب:۱۴۱ اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے 'تم کون ہو؟ تو..... ۶۹۲
باب:۱۴۲ چھینکنے والا جب الحمد للہ کہے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ کہنا ۶۹۳
باب:۱۴۳ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے' خندہ روئی سے پیش آنے کا بیان ۶۹۷
۶- کتاب عیادۃ المریض ۷۰۱
باب:۱۴۴ تیمارداری کرنے اور جنازے میں شرکت وغیرہ کا بیان ۷۰۱
باب:۱۴۵ بیمار کو کن الفاظ سے دعا دی جائے ۷۰۴
باب:۱۴۶ مریض کے گھر والوں سے مریض کی بابت پوچھنا مستحب ہے ۷۰۸

باب:۱۴۷ اپنی زندگی سے مایوس ہونے والا شخص کیا دعا پڑھے؟ ۷۰۹
باب:۱۴۸ مریض کے خاندان اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے‘ تکلیف اٹھانے پر صبر کرنے کی تلقین ۷۱۰
باب:۱۴۹ مریض کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف یا بخار ہے یا ہائے؟ ۷۱۱
باب:۱۵۰ قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے کا بیان ۷۱۲
باب:۱۵۱ مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟ ۷۱۳
باب:۱۵۲ میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کے گھر موت کا حادثہ ہوا ہے........ ۷۱۴
باب:۱۵۳ میت پر بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جائز ہونے کا بیان ۷۱۶
باب:۱۵۴ میت کے عیب کے بیان کرنے سے زبان کو روکنے کی تاکید ۷۱۸
باب:۱۵۵ نماز جنازہ پڑھنا‘ جنازے کے ساتھ چلنا‘ تدفین میں شریک ہونا........ ۷۱۹
باب:۱۵۶ نماز جنازہ میں نمازیوں کا زیادہ ہونا اور تین یا اس سے زیادہ صفیں بنانا ۷۲۱
باب:۱۵۷ نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان ۷۲۲
باب:۱۵۸ جنازے کے لے جانے میں جلدی کرنے کا بیان ۷۲۶
باب:۱۵۹ میت کے ذمے قرض کی ادائیگی اور اس کی تجہیز و تکفین ۷۲۷
باب:۱۶۰ قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کا بیان ۷۲۸
باب:۱۶۱ میت کو دفنانے کے بعد اس کے لئے دعا کرنے کا بیان ۷۲۸
باب:۱۶۲ میت کی طرف سے صدقہ کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے کا بیان ۷۳۰
باب:۱۶۳ میت کی تعریف کرنے کا بیان ۷۳۲
باب:۱۶۴ اس شخص کی فضیلت کا بیان جس کے چھوٹے بچے فوت ہو جائیں ۷۳۳
باب:۱۶۵ ظالموں کی قبروں اور ان کے تباہ شدہ کھنڈرات سے گزرتے وقت.... ۷۳۳
۷- کتاب السفر ۷۳۷
باب:۱۶۶ سفر کے لیے جمعرات کا انتخاب کرنا اور دن کے ابتداء میں نکلنا مستحب ہے ۷۳۷

باب:۱۶۷ سفر کے لئے ساتھی تلاش کرنا اور کسی ایک کو اپنا امیر بنانا ۷۳۸
باب:۱۶۸ سفر میں چلنے‘ ستانے‘ رات گزارنے اور سفر میں سونے کے آداب ۷۳۹
باب:۱۶۹ رفیق سفر کی مدد کرنے کا بیان ۷۴۴
باب:۱۷۰ سفر میں سواری پر سوار ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں ۷۴۶
باب:۱۷۱ مسافر کے بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر اور اترتے ہوئے تسبیح ۷۴۹
باب:۱۷۲ سفر میں دعا کرنا پسندیدہ ہے ۷۵۲
باب:۱۷۳ لوگوں سے خطرہ ہو تو اس سے بچاؤ کے لئے کون سی دعا پڑھی جائے؟ ۷۵۳
باب:۱۷۴ جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟ ۷۵۳
باب:۱۷۵ مقصد سفر پورا ہو جانے کے بعد مسافر کے لئے فوراً گھر واپس آجانا ۷۵۴
باب:۱۷۶ اپنے گھر والوں میں دن کے وقت آنا مستحب ہے ۷۵۵
باب:۱۷۷ جب واپس آئے اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا پڑھے؟ ۷۵۶
باب:۱۷۸ سفر سے آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلے وہ اپنی قریبی مسجد میں آئے اور اس میں دو رکعتیں پڑھے ۷۵۶
باب:۱۷۹ عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے ۷۵۷

* *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مکتبہ دارالسلام کی طرف سے عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں متعدد کتابیں نہایت معیاری انداز اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا دائرۂ اشاعت عالم عرب کے علاوہ امریکہ، فرانس اور دیگر یورپی ممالک، نیز انگلستان اور پاک و ہند تک وسیع ہے اور یہ بات کہتے ہوئے ہمیں مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ جس طرح اس کا حلقہ قارئین وسیع اور کئی براعظموں پر محیط ہے، اسی طرح اس کا معیار بھی بین الاقوامی ہے، باطنی و معنوی لحاظ سے بھی اور ظاہری اعتبار سے بھی۔ معنویت سے مراد کتاب میں پیش کردہ مواد ہے کہ وہ ٹھوس علم و تحقیق پر مبنی اور خالص قرآن و حدیث پر مشتمل ہوتا ہے، زیغ و ضلال سے پاک اور ہر قسم کی فکری کجی اور جدید و قدیم گمراہی سے منزہ۔ اور ظاہریت سے مراد کتاب کا ظاہری گیٹ اپ ہے، عمدہ کتابت، معیاری طباعت، بہترین کاغذ، جاذب نظر ٹائٹل اور ان میں خوش نما رنگوں کا حسین امتزاج، مضبوط اور دیدہ زیب جلد، اور ان تمام خوبیوں کے ساتھ قیمت مناسب۔

اللہ کے فضل و کرم سے اب ادارہ ریاض الصالحین کا اردو ایڈیشن بھی اپنی شاندار روایات کے مطابق شائع کر رہا ہے، اس کی تعریف، مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید، کی مصداق ہے۔ کتاب امام نوویؒ کی ہے، جو اپنے وقت کے یگانہ روزگار محدث و فقیہ تھے، مترجم حافظ صلاح الدین یوسف ہیں جن کی علمی حیثیت اور قلم کی روانی و شگفتگی پاک و ہند کے علمی حلقوں میں مسلم ہے، ترجمہ کے ساتھ فوائد کے اضافوں نے کتاب کے حسن کو دو چند اور اس کی افادیت کو دہ چند کر

دیا ہے، نظرثانی کرنے والے حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب جیسے کہنہ مشق استاذ، بالغ نظر محقق اور دیدہ ور عالم ہیں۔ اس کے بعد اس کی اہمیت اور درجہ استناد کی بابت کچھ کہنا، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

ابتک اردو زبان میں کوئی بھی مترجم ریاض الصالحین، معیار اور افادیت کے اعتبار سے اس سے بہتر منظر عام پر نہیں آئی۔ ہم نے بھی اللہ کی توفیق سے اس ایڈیشن کو اس کی معنوی خوبیوں کے ساتھ، ظاہری معیار کے لحاظ سے بھی بہتر سے بہتر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہمیں امید ہے کہ پاک و ہند کے اردو دان عوم و خواص میں تو یہ کتاب ضرور (انشاء اللہ) پذیرائی حاصل کرے گی، ہماری دعاء ہے کہ بارگاہ الٰہی میں بھی ہماری یہ کوشش شرف قبولیت سے بہرہ ور ہو، تاکہ عنداللہ ہم سرخرو ہو سکیں، کیونکہ وہاں کی سرخروئی ہی وہ فوز عظیم ہے جس کی آرزو ہر مسلمان کے دل میں ہے اور اس کا حصول ہی اس کی ساری جہد و کاوش کا محور ہوتا ہے۔

عبدالمالک مجاہد
مدیر مسئول
دارالسلام الریاض۔ لاہور۔

* * *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ و فوائد کے بارے میں

مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہ اللہ کی رائے گرامی

محترم حکیم منصور العزیز نے مجھے ریاض الصالحین کے اردو ترجمہ اور اس کے فوائد پر نظر ثانی کے لئے کہا، جو محترم حافظ صلاح الدین یوسف نے تحریر فرمائے۔ مجھے اس میں کچھ تذبذب تھا کیونکہ بعض اوقات نظر ثانی اصل لکھنے سے بھی مشکل ہو جاتی ہے، مگر جب میں نے کتاب دیکھی تو دل خوش ہو گیا۔

میں نے یہ ترجمہ اور اس کے فوائد شروع سے آخر تک پوری باریکی سے پڑھے ہیں اور جہاں جہاں اصلاح کی ضرورت سمجھی ہے اپنی رائے پیش کی ہے جسے تقریباً تمام مقامات پر مؤلف حفظہ اللہ نے نہایت کشادہ دلی سے قبول فرمایا ہے۔ فَجَزَاهُ اللهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کتاب کا ترجمہ ادبی حسن اور روانی کا شاہکار ہے اس کے ساتھ ساتھ نہایت آسان، درست اور عربی متن کے مطابق ہے اس لحاظ سے یہ عام قاری، طالب علم اور استاذ سب کے لیے مفید ہے، فوائد مختصر ہونے کے باوجود مطلب سمجھنے کے لیے کافی مددگار ہیں۔

امید ہے کہ یہ ترجمہ اشاعت حدیث کے لیے بہت مفید ثابت ہو گا اللہ تعالیٰ اسے قبول عام عطا فرمائے اور مؤلف و ناشر کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔

عبدالسلام بن محمد بھٹوی
جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مرید کے
پنجاب۔ پاکستان

◆ ◆

تفسیر
احسن البیان
ایک مختصر جامع اور سلفی تفسیر

تالیف: فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ
ترجمہ: خطیب الہند مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ
نظر ثانی: فضیلۃ الشیخ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ تعالیٰ

اپنی امتیازی خصوصیات کی بناء پر عوام وخواص اور اہل علم وتحقیق دونوں نے یکساں طور پر اس تفسیر کی پذیرائی کی ہے اور اسے اپنے وقت کی ضرورت اور ایک نہایت مفید کاوش قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلیل مدت میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

امتیازی خصوصیات

- ایک ہی جلد میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر
- خالص سلفی مسلک اور سلفی تعبیر کا عمدہ نمونہ
- تفسیر ابن کثیر، فتح القدیر، الیسر التفاسیر اور طبری وغیرہ جیسی سلفی تفاسیر کا بہترین خلاصہ
- احادیث کے مکمل حوالے اور مسائل کی تحقیق
- سلیس، شگفتہ اور معیاری زبان
- اسرائیلی اور ضعیف روایات سے پاک اور صرف صحیح احادیث کا اہتمام
- ایجاز اور جامعیت کے ساتھ ہر آیت کی توضیح وتفسیر
- احبار ورہبان اور علمائے کرام کے کردار کا تقابل اور گزشتہ امتوں کے آئینے میں امت محمدیہ کے لیے عبرت انگیز اور نصیحت آموز پہلوؤں کی وضاحت
- خوبصورت طباعت اور نہایت دیدہ زیب پائدار جلد

شائع کردہ

دار السلام پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
لاھور
الریاض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ "تفسیر احسن البیان" کے بعد "دلیل الطالبین ترجمہ و فوائد ریاض الصالحین" قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس توفیق اور فضل و کرم پر راقم کا سر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہے اور دل جذبات تشکر و ممنونیت سے لبریز اور زبان پر حمد و شکر کے ترانے۔ اس لیے کہ ؎

جو کچھ کہ ہوا، ہوا کرم سے تیرے   جو کچھ ہو گا ترے کرم سے ہو گا

اہل علم جانتے ہیں کہ "ریاض الصالحین" ساتویں صدی ہجری کے امام نوویؒ (٦٣١-٦٧٦ھ) کی ایسی تالیف ہے جسے حسن قبول حاصل ہے اور عوام و خواص اور علماء اور کم پڑھے لکھے، دونوں کے لیے افادیت و اہمیت کی حامل۔ یہی وجہ ہے کہ عربی میں بھی اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں اور اردو میں بھی اس کے کئی ترجمے موجود ہیں۔ یعنی دونوں زبانوں میں اس سے خوب خوب اعتناء کیا گیا ہے، اسے ہر طبقے میں جو پذیرائی حاصل ہے، یہ اتفاقات زمانہ کی قبیل سے نہیں ہے، بلکہ امام نووی علیہ الرحمہ نے اسے جس دیدہ ریزی سے مرتب کیا ہے اور عبادات سے لے کر معاملات تک اور معاشرت سے لے کر سیاسیات تک، زندگی کے تمام اہم شعبوں کے لیے قرآن و حدیث سے جس طرح رہنمائی مہیا فرمائی گئی ہے، اس نے اسے اسلامی لٹریچر میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام عطا کیا ہے اور اسی وجہ سے اسے ہر طبقے میں یکساں مقبولیت حاصل ہے کیونکہ ہر ایک اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اٹھا سکتا ہے۔ اس کا ایک ایک باب ایک خطبہ یا متعدد خطبوں پر مشتمل ہے، جس سے علماء و خطباء اور واعظین حضرات خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ ایک بہترین تبلیغی نصاب ہے جو قرآنی آیات

اور صحیح احادیث سے مزین ہے اور ضعیف و موضوع روایات اور من گھڑت قصے کہانیوں سے پاک' جو اس لائق ہے کہ عوام اسے حرز جاں اور آویزۂ گوش بنائیں۔ یہ ایک ضابطہ حیات ہے جس کی روشنی میں ایک مسلمان اپنے شب و روز کے معمولات مرتب کر سکتا ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر اپنے اخلاق و کردار کی کوتاہیوں کو دور کیا جا سکتا ہے اور ایسا گلدستہ ہے جس میں حسن اخلاق کی مہک بھی ہے اور حسن معاملہ کی خوشبو بھی' نیز ہدایت و نصیحت کا ایسا حسین مجموعہ ہے۔ جس میں اقتصاد و معیشت کے عقدوں کی گرہ کشائی بھی ہے اور امور سیاست و جہاں بانی کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی بھی۔

اس کی اسی اہمیت کی وجہ سے اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں جو مختلف ناشروں کی طرف سے طبع شدہ مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ان تراجم کے ہوتے ہوئے پھر ایک نیا ترجمہ کیوں کیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تک کے سارے ترجمے صرف ترجمے ہی ہیں' جن سے عوام پوری طرح فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بہت سے مقامات تو ان کے لیے الجھن اور پریشانی کا باعث بنتے ہیں' کیونکہ ان کا علم نہایت محدود ہوتا ہے اور غور و فہم کی استعداد بھی بہت کم۔ بنا بریں خالی ترجموں سے عوام کا پوری طرح فائدہ اٹھانا از بس مشکل ہے اور ان کی الجھنوں کا حل بھی ناممکن۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس عظیم الشان کتاب میں ترجمے کے ساتھ مختصر تشریح اور فوائد کا بھی اضافہ کیا جائے' جس سے ایک تو حدیث کا صحیح مفہوم واضح ہو جائے۔ دوسرے' پیدا ہو سکنے والے اشکالات کا ازالہ ہو جائے اور تیسرے' حدیث سے جو اسباق اور فوائد حاصل ہوتے ہیں' وہ نمایاں اور اجاگر ہو کر سامنے آ جائیں۔ چنانچہ ہر حدیث کے بعد فوائد کا اس میں اضافہ ہے اور اسی طرح بہت سے مقامات پر فوائد آیات بھی۔ جن سے امام صاحب ہر باب میں احادیث بیان کرنے سے پہلے استدلال کرتے ہیں۔

(۲) اس ترجمے کی دوسری امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس میں تخریج کے عنوان سے ہر حدیث کا مکمل حوالہ نقل کر دیا گیا ہے۔ مثلاً کسی حدیث کی بابت اس کے آخر میں ہے' متفق علیہ۔ تو اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث کس جگہ ہے اور صحیح مسلم میں کس جگہ ہے؟ اسی طرح کوئی روایت ابوداؤد' یا ترمذی' یا نسائی یا کسی اور حدیث کی کتاب سے نقل ہوئی ہے تو اس کا بھی مکمل حوالہ دے دیا گیا ہے۔ حوالے میں جلد اور صفحے کی بجائے کتاب اور باب درج کیا گیا ہے۔ کیونکہ الگ الگ طبعات میں جلد اور صفحے کا فرق ہو جاتا ہے اور تلاش کرنے میں مشکل پیش

آتی ہے۔ اس میں جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے، اس میں یہ فائدہ ہے کہ کسی کے پاس کسی بھی ادارے کی چھپی ہوئی کتاب ہو، وہ کتاب اور باب کے حوالے سے آسانی کے ساتھ مراجعت کر سکتا ہے۔ یہ تخریج اہل علم کے لیے خاص طور پر بہت مفید ہے، وہ کوئی حدیث اصل کتاب میں یا اس کی شرح دیکھنا چاہیں تو وہ بہ آسانی دیکھ سکیں گے۔

(۳) ریاض الصالحین میں زیادہ روایات تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ہیں، اس لیے صحت کے اعتبار سے وہ مستند ترین ہیں۔ تاہم کچھ روایات سنن اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) اور کچھ مؤطا امام مالک، مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ کی بھی ہیں۔ ان میں بعض روایات سنداً ضعیف ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ایسی روایات کے ضعف کو واضح کر دیں۔ اس میں ضعف کے اسباب و علل تو بیان نہیں کیے گئے ہیں تاہم اس کا حکم بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں زیادہ تر اعتماد شیخ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کی تحقیق پر کیا گیا ہے جن کو اللہ نے اس دور میں احادیث کی تحقیق و تخریج کی بے مثال خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ہم نے اکثر ان کی کتاب کا حوالہ دے دیا ہے تاکہ اہل علم مزید تفصیل دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں۔ یہ اس ترجمے کی تیسری امتیازی خوبی ہے۔

(۴) ترجمے کو بھی، سابقہ تراجم کے مقابلے میں زیادہ معیاری اور بہتر بنانے کی حتی المقدور سعی کی گئی ہے، اس لیے بعض سابقہ تراجم بھی ہمارے پیش نظر رہے ہیں اور ان سے ہم نے استفادہ بھی کیا ہے، کیونکہ الفضل للمتقدم کے تحت ان کی کاوشیں قابل تعریف ہیں، اور وہ سبقت و اولیت کے شرف سے بہرہ ور ہیں، جزاهم الله احسن الجزاء۔

(۵) آخر میں احادیث و آثار کا اشاریہ بھی شامل ہے، جس سے اہل علم بہت آسانی سے حدیث تلاش کر سکتے ہیں۔

اس ایڈیشن کی یہ پانچ خصوصیات ایسی ہیں جو اس سے ماقبل کسی بھی مترجم ریاض الصالحین میں نہیں ہیں۔

ہم نے اس کی شرح، تخریج اور فوائد میں جن کتابوں سے مدد لی ہے، اس میں دلیل الفالحین (ابن علان) نزھۃ المتقین اور فتح الباری نمایاں ہیں، اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتب اور شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے، لیکن زیادہ مدار مذکورہ کتابوں پر ہی رہا ہے۔

اس ترجمہ و فوائد کے محرک، مجوز اور ناشر جناب عبدالمالک مجاہد صاحب مدیر مکتبہ دارالسلام

الریاض، لاہور علمی و دینی حلقوں کی طرف سے تحسین اور شکریے کے مستحق ہیں کہ جن کے ایماء سے اس کام کا آغاز ہوا اور ان کے تعاون ہی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جزاه الله في الدنيا والآخرة وبارك في عمره وجهوده۔

راقم مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب صدر مدرس جامعة الدعوة الاسلامیہ (مریدکے) کا بھی شکر گزار ہے کہ انہوں نے ادارے کی خواہش پر ترجمہ و فوائد پر نظر ثانی فرمائی اور حسب ضرورت اصلاح و ترامیم تجویز کیں۔ یقیناً ان کے اصلاحی مشورے اور مجوزہ ترامیم سے کتاب کے درجہ استناد میں بھی اضافہ ہوا اور راقم ہیچ میرز کی حوصلہ افزائی بھی۔ جزاه الله احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو صحیح معنوں میں عوام و خواص کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ اور مترجم و ناشر اور دیگر معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہم سب کو مزید توفیق مرضیات سے نوازے۔

وفقنا الله لما يحب ويرضى

صلاح الدین یوسف
جامع اہلحدیث، مدنی روڈ، مصطفیٰ آباد۔ لاہور۔
رجب المرجب، ۱۴۱۷ھ۔ دسمبر ۱۹۹۶ء

* * *

حافظ صلاح الدین یوسف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مؤلفِ کتاب

امام نوویؒ کے مختصر حالاتِ زندگی

مولد و منشا

امام نووی کا پورا نام ہے، ابو زکریا محی الدین یحیٰی بن شرف النووی، بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام۔ نووی، نوی کی طرف نسبت ہے جو دمشق کے قریب حوران شہر کی ایک بستی کا نام ہے، ان کے جد اعلیٰ حزام یہاں آکر اقامت پذیر ہوئے تھے۔

امام نوویؒ کی ولادت اسی نوی بستی میں ٦٣١ھ میں ہوئی۔ انکے والد نے، جو ایک نیک بزرگ تھے، ان کی عمدہ تربیت کا اہتمام کیا، کیونکہ انہوں نے، بقول شیخ سعدیؒ

بالائے سرش زہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

اپنے ہونہار بیٹے کے اندر ذہانت و فطانت کے آثار دیکھ لئے تھے۔ شیخ یاسین بن یوسف مراکشی کہتے ہیں کہ میں نے امام نووی کو نوی بستی میں اس وقت دیکھا جب وہ دس سال کے بچے تھے، انہیں بچے اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کر رہے تھے اور وہ ان سے بھاگتے تھے اور ان کے مجبور کرنے پر

روتے تھے اور اس حالت میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے' ان کی یہ سمجھ داری دیکھ کر ان کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی' اور میں ان کے استاذ کے پاس گیا اور انہیں تاکید کی کہ یہ بچہ امید ہے اپنے وقت کا بڑا عالم اور عابد و زاہد ہو گا' لوگ اس سے فیض یاب ہوں گے۔ استاذ نے مجھے کہا' کیا تو نجومی ہے؟ میں نے کہا' نجومی تو نہیں ہوں' لیکن میری زبان سے یہ الفاظ اللہ نے ہی نکلوائے ہیں۔ استاذ نے اس بات کا تذکرہ امام صاحب کے والد سے کیا تو انہوں نے اسے دین کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا عزم کیا۔ تھوڑے عرصے میں ہی ان کا ناظرہ قرآن مجید ختم ہو گیا اور امام صاحب بھی بلوغت کے قریب پہنچ گئے۔ نوی بستی میں ایسے دینی مدارس اور علمی ماحول نہیں تھا کہ جہاں دینی علوم میں کمال حاصل کیا جا سکتا' اس لیے امام نوویؒ کے والد انہیں دمشق لے آئے' جو اس وقت علماء کا مرکز' فضلاء کا سرچشمہ اور طلاب علم کا محور تھا' اور وہاں ایسے مدارس کی تعداد جن میں مختلف علوم کی تعلیم دی جاتی تھی' تین سو سے زیادہ تھی۔ امام صاحب نے یہاں مدرسہ رواحیہ میں تعلیم حاصل کی' یہ مدرسہ جامع اموی سے متصل تھا' اس کا بانی ایک تاجر زکی الدین ابوالقاسم تھا جو ابن رواحہ کے نام سے معروف تھا' اس کی نسبت سے مدرسے کا نام بھی مدرسہ رواحیہ تھا اور اس میں اپنے وقت کے ممتاز اور جید علماء تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ میں یہاں دو سال مقیم رہا اور کبھی اپنا پہلو آرام کے لیے زمین پر نہیں رکھا اور اسی طرح خوراک بھی قوت لایموت کے مصداق تھی۔ یہاں جو کچھ پڑھتے' ان کتابوں پر تعلیقات و حواشی بھی چڑھاتے جاتے' ان کی اس محنت' قابلیت اور علمی استغراق و انہماک نے ان کے اساتذہ کو بھی حیرت و استعجاب میں ڈال دیا اور وہ ان سے شدید محبت کرنے لگے۔

اساتذہ و شیوخ

اقامت دمشق کے دوران امام نووی نے جن علماء سے کسب فیض کیا' ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ یہ اساتذہ اپنے وقت کے بہترین اور ممتاز علماء تھے جو مختلف علوم و معارف میں درجہ تخصص پر فائز تھے' کوئی فقہ کا ماہر تھا تو کوئی حدیث میں متبحر' کوئی علم اصول میں ممتاز تھا تو کوئی علوم عربیہ میں ماہر۔ اس کے علاوہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمہ سے بھی وہ متصف تھے۔ امام صاحب نے جہاں ان کے خوان علم سے ریزہ چینی کر کے اپنے دامن کو علمی موتیوں اور جواہر پاروں سے مزین کیا' وہاں سیرت و کردار کی خوبیوں سے بھی اپنے کو آراستہ کیا۔ ایک عالم کی شخصیت میں کمال بھی اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ علم و فضل کی فراوانیوں کے ساتھ اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ

سے بھی مالا مال ہو۔ علم و عمل کی یہ یکجائی ہی ایک عالم کا حسن اور اس کا کمال ہے اور اس سے محرومی اس کا عیب اور زوال ہے۔

شوق علم اور علمی انہماک و شغف

امام صاحب کے اندر علم حاصل کرنے کا جو شوق و شغف تھا، اس کا اندازہ ان کے علمی انہماک سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روزانہ بارہ اسباق پڑھتے اور ان کی شرح و تعلیق کا کام بھی ساتھ ساتھ کرتے جاتے، رات کو بالکل تھوڑا سوتے، نیند کا غلبہ ہوتا تو کچھ دیر کے لیے کتابوں کا سہارا لے کر اونگھ لیتے اور پھر بیدار ہو کر اپنے علمی کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے شب و روز کا یہ علمی انہماک ضرب المثل بن گیا تھا، انہوں نے اپنے تمام اوقات کو علم کے لیے وقف کر دیا تھا، کبھی مجلس درس میں بیٹھے علم حاصل کر رہے ہیں، کبھی اسے یاد کر رہے اور کبھی سبق کے مشکل مقامات و الفاظ کو حل کر رہے ہیں، کبھی مطالعہ و کتابت میں مصروف ہیں۔ حتیٰ کہ راہ چلتے ہوئے بھی سبق کی تکرار کرتے جاتے ہیں، تاکہ یاد ہو جائے یا پھر کسی کتاب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا اور غور و فکر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی۔ یہ خوبیاں بھی اللہ کا بہت بڑا انعام ہیں جس کو اللہ ان سے نواز دے اور وہ ان کا صحیح استعمال کرے تو اس کے بلوغ و کمال میں کیا شک ہو سکتا ہے، چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ نے بھی ان سے خوب کام لیا اور درجہ کمال پر فائز ہوئے۔

مزاج و طبیعت کی سادگی اور اخلاق و کردار کی خوبیاں

اس علمی کمال کے باوجود، مزاج و طبیعت میں بڑی سادگی تھی، لباس بھی معمولی زیب تن فرماتے اور خوراک بھی سادہ اور برائے نام تناول کرتے۔ خوش خوراکی اور خوش لباسی اگرچہ ممنوع نہیں ہے، لیکن اصحاب علم کے علمی انہماک کے منافی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم و فضل کی اکثریت ان چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی، ان کے ہاں اصل اہمیت درس و تدریس، تبلیغ و دعوت، مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف اور اسی قسم کی دیگر علمی مصروفیتوں کی ہوتی ہے۔ اس میں ان کو جو لذت ملتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو بعض لوگوں کو اچھا لباس پہن کر اور اچھا کھانا کھا کر یا اور دیگر دنیوی تکلفات سے آراستہ ہو کر ملتی ہے۔ بہرحال امام صاحب تقویٰ اور زہد و ورع کے لحاظ سے بھی اونچے مقام پر فائز تھے، ان کے مقاصد یقیناً جلیل تھے، لیکن ان کی امیدیں اور آرزوئیں قلیل

تھیں۔ شیخ محی الدین نے امام صاحب کی بابت بیان فرمایا ہے کہ وہ تین مراتب کے جامع تھے‘ ان میں سے ہر ایک مرتبہ ایسا ہے کہ جس شخص کے اندر بھی وہ ہو تو اکناف عالم سے لوگ کثرت سے اس کی طرف رجوع کریں۔ پہلا مرتبہ علم اور اس کی ذمے داریوں کی ادائیگی کا اہتمام۔ دوسرا مرتبہ‘ دنیا سے مکمل طور پر بے رغبتی اور تیسرا مرتبہ‘ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر۔ امام نوویؒ ان تینوں خوبیوں سے بہرہ ور تھے۔ وہ عالم باکمال بھی تھے اور زاہد بے مثال بھی اور ایک نڈر اور بے باک داعی حق بھی۔

وفات اور علمی خدمات

امام صاحب ۱۹ سال کی عمر میں دمشق آئے‘ وہاں مختلف اساتذہ سے علم حاصل کیا‘ پھر مختلف مدارس کی مسند ہائے درس کو زینت بخشی‘ تصنیف و تالیف کا نہایت وقیع کام کیا‘ جن میں صحیح مسلم کی شرح‘ تہذیب الاسماء واللغات‘ کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین جیسی نہایت اہم کتابیں ہیں جن سے ہزاروں نہیں‘ لاکھوں افراد فیض یاب ہوتے اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ۲۸ سال دمشق میں گزارنے کے بعد امام صاحب اپنے مولد نوی میں واپس تشریف لے گئے اور اسی سال ۶۷۶ھ میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ لیکن اپنی علمی خدمات کی وجہ سے علمی دنیا میں زندہ جاوید ہو گئے۔ غفراللہ لہ ورحمہ۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

* * *

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمة المؤلف

مقدمہ کتاب از امام نوویؒ

الْحَمْدُ لِلّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ، الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ، مُكَوِّرِ الليْلِ عَلَى النَّهَارِ ، تَذْكِرَةً لأُولِي الْقُلُوبِ وَالأَبْصَارِ ، وَتَبْصِرَةً لِذَوِي الأَلْبَابِ وَالاعْتِبَارِ ، الَّذِي أَيْقَظَ مِنْ خَلْقِهِ مَنِ اصْطَفَاهُ فَزَهَّدَهُمْ فِي هذِهِ الدَّارِ ، وَشَغَلَهُمْ بِمُرَاقَبَتِهِ وَإِدَامَةِ الأَفْكَارِ ، وَمُلازَمَةِ الاتِّعَاظِ والادِّكَارِ ، وَوَفَّقَهُمْ لِلدَّأَبِ في طَاعَتِهِ ، وَالتَّأَهُّبِ لِدَارِ الْقَرَارِ ، وَالْحَذَرِ مِمَّا يُسْخِطُهُ ويوجِبُ دَارَ الْبَوَارِ ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلَى ذلِكَ مَعَ تَغَايُرِ الأَحْوَالِ وَالأَطْوَار .

تمام تعریفیں اللہ واحد قہار کے لئے ہے جو غالب‘ بخشنے والا ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے والا ہے (جس سے گرمیوں میں راتیں چھوٹی اور دن بڑے اور سردیوں میں راتیں بڑی اور دن چھوٹے ہوجاتے ہیں۔ یا رات کو دن پر لپیٹنے والا ہے‘ یعنی دن ختم ہوتا تو رات آجاتی اور رات ختم ہوتی ہے تو دن آجاتا ہے۔) یہ گردش لیل و نہار اسی (اللہ کا کام ہے) اس میں دل بینا اور نظر بصیرت رکھنے والوں کے لئے یاددہانی اور اہل دانش اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے۔ جس کو اس نے مخلوق میں سے اپنے دین کے لئے چن لیا‘ اس کو اس نے بیدار (دنیا کی حقیقت سے آگاہ) اور اس دنیا میں اس کو زہد و تقویٰ سے سرفراز کر دیا‘ وہ اللہ کی یاد میں اور ہمیشہ اس کی سوچ بچار میں مصروف رہتے ہیں۔ کائنات میں پھیلی ہوئی قدرت کی نشانیوں سے نصیحت پکڑتے اور رب کو یاد کرتے ہیں۔ ان کو وہ اللہ توفیق دیتا ہے جس سے وہ اس کی فرماں برداری کرتے‘ آخرت کے دائمی گھر کے لئے تیاری کرتے اور ان چیزوں سے بچتے ہیں جو ان کے رب کو ان سے ناراض کر دیں اور انہیں جہنم کا مستحق

بنا دیں۔ ان پر کیسے بھی حالات آجائیں، زمانہ کوئی سی بھی کروٹ لے، وہ احوال و اطوار کے تغایر کے باوجود اپنی اس روش (اطاعت الٰہی اور اجتناب معاصی) پر قائم رہتے ہیں۔

أَحْمَدُهُ أَبْلَغَ حَمْدٍ وَأَزْكَاهُ ، وَأَشْمَلَه وَأَنْمَاه .

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلهَ إِلَّا اللهُ الْبَرُّ الْكَرِيمُ ، الرَّؤوفُ الرَّحِيمُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، وَحَبِيبُهُ وَخَلِيلُهُ ، الْهَادِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ، وَالدَّاعِي إِلى دِينٍ قَوِيمٍ . صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلامُهُ عَلَيْهِ ، وَعَلى سَائِرِ النَّبِيِّينَ ، وَآلِ كُلٍّ ، وَسَائِرِ الصَّالِحِينَ .

میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، بلیغ ترین اور پاکیزہ ترین حمد، جو اس کی تمام اقسام کو شامل اور زیادہ سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ نیکوکار، کریم اور رؤف رحیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و سردار حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب اور خلیل ہیں، سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے اور مضبوط دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان پر ہو اور تمام انبیاء اور تمام انبیاء کی آل پر اور تمام صالحین پر۔

أَما بعدُ : فقد قال الله تعالى : ﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴾ [الذاريات : ٥٦، ٥٧] وَهذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّهُمْ خُلِقُوا للعِبَادَةِ ، فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الاعْتِنَاءُ بِمَا خُلِقُوا لَهُ وَالإعْرَاضُ عَنْ حُظُوظِ الدُّنْيَا بالزَّهَادَةِ ، فَإِنَّهَا دَارُ نَفَادٍ لا مَحَلُّ إِخْلادٍ ، وَمَرْكَبُ عُبُورٍ لا مَنْزِلُ حُبُورٍ ، ومَشْرَعُ انْفِصَامٍ لا مَوْطِنُ دَوَامٍ . فَلِهذَا كَانَ الأَيقَاظُ مِنْ أَهْلِهَا هُمُ الْعُبَّادَ ، وَأَعْقَلُ النَّاسِ فيهَا هُم الزُّهَّادَ .

حمد و صلوۃ کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”میں نے تمام انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں“۔ یہ اس بات کی صراحت ہے کہ انس و جن صرف عبادت الٰہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد تخلیق پر توجہ دیں اور زہد و تقویٰ اختیار کر کے دنیا کے اسباب عیش و راحت سے گریز کریں، اس لئے کہ دنیا، دار فانی ہے، یہ ہمیشگی کا مقام نہیں ہے۔ عارضی سواری ہے، فرحت و سرور کی منزل نہیں۔ ایک منقطع ہو جانے والا گھاٹ ہے، دائمی قرارگاہ نہیں۔ اس لئے اہل دنیا میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہیں جو عبادت گزار بندے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہیں جو دنیا کے عیش و آرام سے بے رغبت رہتے

قال الله تعالى :

﴿ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [يونس : ٢٤] والآيات في هذا المعنى كَثِيرةٌ . ولقد أَحْسَنَ الْقَائلُ :

إِنَّ للهِ عِبَادًا فُطَنَا
طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتَنَا

نَظَرُوا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوا
أَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا

جَعَلُوْهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوا
صَالِحَ الأَعْمَالِ فِيْهَا سفُنَا

فإذا كان حالُها ما وصفْتُهُ ، وحالُنَا ومَا خُلِقْنَا لَهُ مَا قَدَّمْتُهُ ؛ فَحَقٌّ على الْمُكَلَّفِ أَنْ يَذْهَب بنَفْسِهِ مَذْهَب الأَخْيَارِ ، ويَسْلُكَ مَسْلَكَ أُولِي النُّهَى وَالأَبْصار ، وَيتَأَهَّبَ لِمَا أَشَرْتُ إِلَيْهِ ، وَيَهْتَمَّ بِمَا نَبَّهْتُ عَلَيْهِ . وَأَصْوَبُ طريقٍ له فِي ذلِكَ ، وَأَرْشَدُ مَا يَسْلُكُهُ مِنَ

ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”دنیا کی زندگی کی مثال‘ آسمان سے نازل کردہ پانی کی سی ہے‘ پس اس کے ساتھ سبزہ‘ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں‘ مل کر نکلا‘ یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور آراستہ ہو گئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور و فکر کرنے والے ہیں‘ ان کے لئے ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں“

قرآن کریم میں اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

”اللہ کے سمجھدار بندے ہیں --- انہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور دنیا کی آزمائشوں سے لرزاں و ترساں رہے۔

انہوں نے دنیا کو دیکھا‘ پس جب وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے --- کہ یہ کسی زندہ آدمی کے لئے وطن نہیں ہے۔

تو انہوں نے اس دنیا کو ایک گہرا سمندر قرار دے لیا (جسے کشتی کے بغیر عبور نہیں کیا جا سکتا) اور نیک اعمال کو انہوں نے اس میں کشتیاں بنا لیا“۔

پس جب دنیا کا یہ حال ہے‘ جسے میں نے بیان کیا اور ہمارا حال اور ہمارا مقصد تخلیق وہ ہے‘ جسے میں نے پیش کیا ہے‘ تو ہر مکلف (بالغ عاقل) کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیک لوگوں کا مذہب اختیار کرے‘ اہل دانش و بصیرت کے راستے پر چلے‘ اور جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کی تیاری کرے اور جس سے میں نے خبردار کیا ہے‘ اس کی فکر کرے اور اس کے لئے سب سے درست راستہ اور منزل مقصود کی طرف سب سے

الْمَسَالكِ : التَّأَدُّبُ بِمَا صَحَّ عَنْ نَبِيِّنَا سَيِّدِ الأَوَّلِينَ وَالآخرِينَ ، وَأَكْرَمِ السَّابقينَ وَاللاَّحقينَ . صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَى سَائِرِ النَّبِيينَ . وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى : ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾ [المائدة : ٢] وَقَدْ صَحَّ عَنْ رسول الله ﷺ أَنَّهُ قَالَ : « واللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ » وَأَنَّهُ قَالَ : « مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ » وَأَنَّهُ قَالَ : « مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لا يَنْقُصُ ذلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً » وَأَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : « فَوَاللهِ لأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ » .

فَرَأَيْتُ أَنْ أَجْمَعَ مُخْتَصَراً مِنَ الأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ ، مُشْتَمِلاً عَلَى مَا يَكُونُ طَرِيقاً لِصَاحِبِهِ إِلَى الآخِرَةِ ، ومُحَصِّلاً لآدَابِهِ الْبَاطِنَةِ وَالظَّاهِرَةِ ، جَامِعاً لِلتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ وَسَائِرِ أَنْوَاعِ آدَابِ السَّالِكِينَ : مِنْ أَحَادِيثِ الزُّهْدِ ، ورِيَاضَاتِ النُّفُوسِ ، وَتَهْذِيبِ الأَخْلاَقِ ، وطَهَارَاتِ الْقُلُوبِ وَعِلاَجِهَا ، وَصِيَانَةِ الْجَوَارِحِ وَإِزَالَةِ اعْوِجَاجِهَا ، وَغَيْرِ ذلِكَ مِنْ مَقَاصِدِ الْعَارِفِينَ .

زیادہ رہنمائی کرنے والی شاہراہ، ان احادیث کا اخذ و اختیار کرنا ہے جو ہمارے پیغمبر سے صحیح سند سے ثابت ہیں، جو اولین و آخرین کے سردار اور تمام اگلے پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام نازل ہو ان پر اور تمام انبیاء پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو“ (المائدۃ ۲) اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے، آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے“ (دیکھئے حدیث نمبر ۲۴۵) مزید فرمایا ”جو کسی ہدایت (نیکی) کی طرف بلائے گا تو اس کے لئے ان لوگوں کی مثل اجر ہو گا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا، یہ چیز ان میں سے کسی کے اجر کو کم نہیں کرے گی“ (دیکھئے حدیث نمبر ۱۷۴، باب ۲۰) اور آپ ؐ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا تھا ”اللہ کی قسم، تیرے ذریعے سے کسی ایک شخص کو اللہ ہدایت یاب کر دے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے“ (رقم الحدیث ۱۷۵، باب ۲۰)۔ پس ان احادیث کے پیش نظر میں نے دیکھا کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک مختصر مجموعہ مرتب کروں جو ایسی باتوں پر مشتمل ہو جو اس کے پڑھنے والے کے لئے آخرت کا توشہ بن جائے اور جس سے اسے ظاہری و باطنی آداب حاصل ہو جائیں اور ترغیب و ترہیب اور آداب سالکین کی تمام قسموں کا جامع ہو۔ ان احادیث میں زہد کا سبق بھی ہو اور نفسوں کی ریاضتوں کا سامان بھی۔ اخلاق و کردار کے گیسو بھی جن سے سنوریں اور وہ دلوں کی طہارت کا ذریعہ اور ان کی بیماریوں کا علاج بھی ہو۔ انسانی اعضاء کی سلامتی اور ان کی کجی کا ازالہ بھی ہو اور ان کے علاوہ بھی، اللہ کی معرفت رکھنے والوں کے مقاصد اس کتاب کی احادیث سے پورے

ہوں۔

وَأَلْتَزِمُ فِيهِ أَنْ لا أَذْكُرَ إِلَّا حَدِيثاً صَحِيحاً مِنَ الْوَاضِحَاتِ ، مُضَافاً إِلَى الْكُتُبِ الصَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَاتِ ، وَأُصَدِّرَ الأَبْوَابَ مِنَ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ بِآيَاتٍ كَرِيمَاتٍ ، وَأُوَشِّحَ مَا يَحْتَاجُ إِلَى ضَبْطٍ أَوْ شَرْحِ مَعْنًى خَفِيٍّ بِنَفَائِسَ مِنَ التَّنْبِيهَاتِ . وَإِذَا قُلْتُ فِي آخِرِ حَدِيثٍ : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، فَمَعْنَاهُ : رواه البخاري ومسلم .

میں نے التزام کیا ہے کہ میں اس میں صرف صحیح اور واضح روایات ذکر کروں گا جو مشہور صحیح کتابوں کی طرف منسوب ہوں گی اور ابواب کا آغاز میں قرآن عزیز کی آیات کریمہ سے کروں گا اور جو لفظ ضبط (اعراب کی وضاحت) کا یا پوشیدہ معنی کی شرح کا محتاج ہو گا، وہاں میں انہیں نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا اور جب میں کسی حدیث کے آخر میں کہوں۔ "متفق علیہ"۔ تو اس کا مطلب ہو گا کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

وَأَرْجُو إِنْ تَمَّ هذَا الْكِتَابُ أَنْ يَكُونَ سَائِقاً لِلْمُعْتَنِي بِهِ إِلَى الْخَيْرَاتِ ، حَاجِزاً لَهُ عَنْ أَنْوَاعِ الْقَبَائِحِ وَالْمُهْلِكَاتِ . وَأَنَا سَائِلٌ أَخاً انْتَفَعَ بِشَيْءٍ مِنْهُ أَنْ يَدْعُوَ لِي ، وَلِوَالِدَيَّ ، وَمَشَايِخِي ، وَسَائِرِ أَحْبَابِنَا ، وَالْمُسْلِمِينَ أَجْمَعِينَ ، وَعَلَى اللهِ الْكَرِيمِ اعْتِمَادِي ، وَإِلَيْهِ تَفْوِيضِي وَاسْتِنَادِي ، وَحَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ، وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ .

میں امید کرتا ہوں اگر یہ کتاب مکمل ہو گئی تو توجہ سے پڑھنے والے کے لئے یہ نیکیوں کی طرف رہنمائی کرے گی اور اس کو مختلف برائیوں اور تباہ کن گناہوں سے روکے گی اور میں اپنے اس بھائی سے، جو اس سے کچھ بھی فائدہ اٹھائے، یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے، میرے والدین کے لئے اور میرے مشائخ (اساتذہ)، تمام احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، اور اللہ کریم پر ہی میرا اعتماد ہے اور اسی کی طرف میرے کاموں کی سپردگی اور استناد (بھروسہ) ہے اور مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ گناہوں سے بچنا بھی اس کی توفیق سے ہے اور نیکی کا اختیار کرنا بھی اس کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی اللہ غالب اور حکیم ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

١ - بَابُ الإخْلَاصِ وَإِحْضَارِ النِّيَّةِ فِيْ جَمِيْعِ الأَعْمَالِ وَالأَقْوَالِ وَالأَحْوَالِ البَارِزَةِ وَالْخَفِيَّةِ

١۔ تمام ظاہری اور باطنی اعمال' اقوال اور احوال میں اخلاص اور حسن نیت ضروری ہے

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝٥ ﴾ [البينة: ٥]، وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْۚ ﴾ [الحج: ٣٧]، وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ قُلْ إِن تُخْفُواْ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُۗ ﴾ [آل عمران: ٢٩].

١ - وَعَنْ أَمِيرِ المُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ بنِ نُفَيْلِ بنِ عَبْدِ العُزَّى بنِ رِيَاحِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ قُرْطِ بنِ رَزَاحِ بنِ عَدِيِّ بنِ كَعْبِ بنِ لُؤَيِّ بنِ غَالِبٍ القُرَشِيِّ العَدَوِيِّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ» مُتَّفَقٌ عَلَى صِحَّتِهِ. رَوَاهُ إِمَامَا المُحَدِّثِيْنَ أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں' یکسو ہو کر۔ اور نماز پڑھیں' زکوۃ دیں اور یہی سچا دین ہے“

اور فرمایا ”اللہ کو جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا' البتہ تمہارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے“

اور فرمایا ”آپ ؐ کہہ دیجئے' اگر تم اپنے سینوں میں کوئی بات چھپاؤ یا اس کو ظاہر کر دو' اللہ سب کو جانتا ہے“

١/١۔ امیرالمومنین حضرت ابو حفص عمرؓ بن خطاب (بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب) قرشی عدوی سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ پس جس کی ہجرت' اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو گی' اس کی ہجرت انہی کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے ہو گی“ اس روایت کی صحت متفقہ ہے۔ اسے امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جعفی بخاری اور امام

الْمُغِيْرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَهْ الْجُعْفِيُّ الْبُخَارِيُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُشَيْرِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا فِي صَحِيحَيْهِمَا اللَّذَيْنِ هُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ.

المحدثین ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیسابوری نے اپنی ان دو کتابوں میں روایت کیا ہے جو حدیث کی تمام مصنفہ کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔

تخريج: صحيح بخارى، كتاب بدء الوحى، وكتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة. . . ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ إنما الأعمال بالنية.

۱۔ **فوائد**: بعض روایات میں اس حدیث کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا' اس نے اس وقت تک نکاح کرنے سے انکار کر دیا' جب تک وہ ہجرت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اس کی اس شرط کی وجہ سے ہجرت کر لی اور وہاں جا کر دونوں کا باہم نکاح ہو گیا' چنانچہ صحابہ میں اس کا نام ہی مہاجر ام قیس مشہور ہو گیا۔

اس حدیث کی بنیاد پر علماء کا اتفاق ہے کہ اعمال میں نیت ضروری ہے اور نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔ تاہم نیت کا محل دل ہے' یعنی دل میں نیت کرنا ضروری ہے۔ زبان سے اس کا اظہار ضروری نہیں۔ بلکہ یہ بدعت ہے' جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ جیسے نماز پڑھتے وقت پاک و ہند میں زبان سے نیت کے اظہار کا عام رواج ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر کام کے لئے اخلاص ضروری ہے۔ یعنی ہر نیک عمل میں صرف اللہ کی رضا پیش نظر ہو۔ اگر کسی نیک عمل میں اخلاص کی بجائے کسی اور جذبے کی آمیزش ہو جائے گی تو عنداللہ وہ عمل مقبول نہیں ہو گا۔

٢ ـ وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَغْزُو جَيْشٌ الكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ». قَالَتْ: قُلْتُ: يا رسولَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُم!؟ قَالَ: «يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِم». مُتَّفَقٌ عَلَيهِ. هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

۲ / ۲۔ ام المومنین ام عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے نکلے گا' جب وہ بیداء (کسی چٹیل میدان) میں پہنچے گا تو اس کے اول و آخر (سب کے سب) زمین دھنسا دیئے جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' میں نے پوچھا' یا رسول اللہؐ! ان کے اول و آخر یعنی سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا؟ جب کہ ان میں بازاری لوگ ہوں گے (یعنی حکام کے علاوہ عام افراد یا مراد ہیں اہل اسواق یعنی منڈی کے لوگ اور مطلب ہے کہ وہ جنگجو نہیں ہوں گے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے اول اور آخر سب دھنسا دیئے جائیں

گے‘ پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت والے دن ان سے معاملہ ان کی نیتوں کے مطابق کیا جائے گا)۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، كتاب البيوع، باب ما ذكر في الأسواق ـ وصحيح مسلم، كتاب الفتن، باب الخسف بالجيش الذي يؤم البيت.

۲۔ **فوائد:** انسان کے ساتھ اچھا یا برا معاملہ اس کے قصد و ارادے کے مطابق کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظلم و فجور کے مرتکبین کی مصاحبت اور ہم نشینی نہایت خطرناک ہے۔ یہ کون سا لشکر ہے؟ اور اس کا وقوع کب ہو گا؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ یہ پیش گوئیاں امور غیب سے ہیں جو نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہیں‘ جن کے وقوع اور صداقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے‘ اس لئے کہ اس قسم کی پیش گوئیاں وحی الٰہی پر مبنی ہیں۔

٣ ـ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لا هِجْرَةَ بَعْدَ الفَتْحِ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا» مُتَّفَقٌ عَلَيهِ. وَمَعْنَاهُ: لا هِجْرَةَ مِنْ مَكَّةَ لأَنَّهَا صَارَتْ دَارَ إِسْلامٍ.

۳ / ۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ فتح کے بعد ہجرت نہیں‘ البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں۔ جب تمہیں جہاد پر نکلنے کے لئے طلب کیا جائے‘ تو (بلا تامل) نکل کھڑے ہو۔ (بخاری و مسلم)

اس کا مطلب ہے‘ مکہ فتح ہو جانے کے بعد (جو ۸ ہجری میں ہوا) مکے سے ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی‘ کیونکہ وہ دارالاسلام بن گیا ہے۔

تخریج: صحیح بخاری، كتاب الجهاد، باب وجوب التنفير، وباب فضل الجهاد، وغيره من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة.

۳۔ **فوائد:** جب کوئی ملک یا علاقہ دارالسلام قرار پا جائے تو وہاں سے کسی اور علاقے کی طرف ہجرت کرنی ضروری نہیں۔ البتہ وہ علاقے جو دارالکفر ہیں اور وہاں دین پر عمل کرنا یا اس پر قائم رہنا مشکل ہے تو ایسے علاقوں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی اسلامی ملک سے‘ کسی دوسرے اسلامی ملک میں ہجرت کر کے جانا ضروری نہیں ہے تو پھر ایک اسلامی ملک کو چھوڑ کر بلاد کفر میں جا کر اس لئے مستقل رہائش اختیار کرنا کہ وہاں دولت کی ریل پیل اور تمدنی سہولتوں کی فراوانی ہے‘ شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے‘ جس میں بدقسمتی سے اس زمانے کے مسلمان مبتلا ہیں۔ بالخصوص ان کے سرمائے کا انتقال اور مفکرین کی ہجرت بہت ہی تشویش ناک ہے جس سے بلاد کفر کی معیشت کو بھی سہارا مل رہا ہے اور ان کی حیا باختہ تہذیب کو فروغ و عروج بھی۔ علاوہ ازیں ایک مسلمان کے دل میں جہاد کا جذبہ اور ارادہ موجود رہنا چاہئے اور اس کے لئے ہر ممکن تیاری بھی۔ تاکہ جب بھی اسے جہاد کے لئے بلایا جائے تو فوراً اس پر لبیک کہہ سکے۔

٤ ـ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَابِرِ بْنِ

۴ / ۴۔ حضرت ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری

عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: «إِنَّ بِالمَدِيْنَةِ لَرِجَالاً مَا سِرْتُمْ مَسِيْراً وَلاَ قَطَعْتُمْ وَادِياً إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ المَرَضُ»، وَفِي رِوَايَةٍ: «إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الأَجْرِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَاهُ البُخَارِيُّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّ أَقْوَاماً خَلْفَنَا بِالمَدِيْنَةِ مَا سَلَكْنَا شِعْباً وَلاَ وَادِياً إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا، حَبَسَهُمُ العُذْرُ».

رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوے (جہاد) میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا "یقیناً مدینے میں کچھ لوگ ہیں کہ تم نے جتنا بھی سفر کیا ہے اور جو بھی وادی طے کی ہے، وہ تمہارے ساتھ رہے ہیں، ان کو (مدینے میں) بیماری نے روکے رکھا" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک رہے ہیں" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری کی روایت، جو حضرت انسؓ سے ہے، وہ اس طرح ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے، تو آپ نے فرمایا کہ "ہمارے پیچھے کچھ لوگ مدینے میں رہے، ہم جس گھاٹی یا وادی میں چلے، وہ (اجر و ثواب میں) ہمارے ساتھ تھے، (کیونکہ) عذر نے ان کو وہاں روکے رکھا"۔

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب من حبسه العذر عن الغزو، وكتاب المغازی، باب نزول النبی ﷺ الحجر - وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أوغيره.

۴۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں جہاد کی نیت اور جذبہ موجود ہو، لیکن کسی عذر شرعی کی بنا پر شرکت سے معذور رہا، تو اللہ تعالیٰ اسے گھر بیٹھے ہی جہاد کا اجر و ثواب عطا فرما دے گا۔

٥ - وَعَنْ أَبِي يَزِيْدَ مَعْنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الأَخْنَسِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُم، وَهُوَ وَأَبُوهُ وَجَدُّهُ صَحَابِيُّونَ، قَالَ: كَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي المَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: وَاللهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ، وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ» رَوَاهُ البُخَارِيُّ.

۵ / ۵ ۔ حضرت ابو یزید معن بن یزید بن اخنس رضی اللہ عنہم (یہ معن خود، اس کے باپ یزید اور دادا، اخنس تینوں صحابی ہیں) نے بیان کیا کہ میرے باپ یزید نے کچھ دینار صدقے کے لئے نکالے اور وہ انہیں مسجد (نبویؐ) میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے (تاکہ وہ کسی ضرورت مند کو دے دے) میں مسجد میں آیا تو میں نے وہ دینار اس سے لے لئے (کیونکہ میں ضرورت مند تھا) اور گھر لے آیا۔ جب والد کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا "واللہ! تجھ کو تو دینے کا میں نے ارادہ نہیں کیا تھا" چنانچہ میں اپنے والد کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور یہ جھگڑا آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا

”اے یزید! تیرے لئے تیری نیت کا ثواب ہے اور اے معن! تونے جو لیا ہے، وہ تیرے لئے (جائز)“۔

(بخاری)

تخریج: صحیح بخاری، كتاب الزكوة، باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر.

۵۔ **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ غیر ارادی طور پر محتاج بیٹے کے ہاتھ میں آگیا تو اسے واپس لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ باپ نے تو کسی مستحق کو دینے کی نیت کی تھی، اسے اس کی نیت کے مطابق صدقے کا اجر مل گیا۔ تاہم یہ بات بعض علماء کے نزدیک نفلی صدقے پر محمول ہو گی، کیونکہ صدقہ واجبہ (زکوٰۃ) کی رقم ان کو نہیں دی جا سکتی، جن کا خرچ انسان کے ذمے واجب ہے۔ (۲) صدقے کے لئے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے۔ (۳) شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے باپ کو حاکم مجاز یا عالم دین کے پاس لے جانا، باپ کی نافرمانی نہیں ہے، جیسے شرعی مسائل میں باہم بحث و تکرار گستاخی نہیں ہے۔

(فتح الباری۔ باب مذکور، و باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

٦ ـ وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاص مَالِك بْنِ أُهَيْب بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ القُرَشِيِّ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَحَدِ العَشَرَةِ المَشْهُودِ لَهُمْ بِالجَنَّةِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُم، قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الوَجَعِ مَا تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَي مَالِي؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: « الثُّلُثُ والثُّلُثُ كَثِيرٌ ـ أَوْ كَبِيرٌ ـ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ» قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: «

۶/ ۶۔ ابو اسحاق سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص (مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی القرشی الزہری) جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی خوش خبری دنیا میں ہی دے دی گئی تھی، وہ فرماتے ہیں کہ میری بیمار پرسی کے لئے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، مجھے اس وقت شدید درد تھا۔ میں نے آپ سے کہا ”آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرا درد کیسی شدت اختیار کر گیا ہے، میں صاحب مال ہوں لیکن میری وارث صرف میری ایک ہی بیٹی ہے۔ کیا میں اپنے مال کا دو تہائی (۳/ ۲) حصہ خیرات کر دوں؟“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے کہا ”آدھا مال؟“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے کہا ”پھر یا رسول اللہ! ایک تہائی ۳/ ۱ مال صدقہ کر دوں؟“ آپ نے فرمایا ”تیسرا حصہ (تم خیرات کر سکتے ہو) اور تیسرا حصہ بھی زیادہ یا بڑا ہے، اس لئے کہ تم اپنے وارثوں کو صاحب حیثیت چھوڑ کر جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں کنگال کر کے جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، (یاد رکھو!) تم جو بھی اللہ کی

إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، وَلَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ. اللَّهُمَّ أَمْضِ لأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ» يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

رضا کے لئے خرچ کرو گے تو اس پر تمہیں اجر ملے گا' حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (اس پر بھی ثواب ہو گا)" میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے ساتھیوں کے بعد پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا؟" (یعنی میرے ساتھی مجھ سے پہلے فوت ہو جائیں گے اور میں دنیا میں اکیلا رہ جاؤں گا؟) آپ نے فرمایا (کہ اگر ایسا ہوا بھی تو کیا؟' یہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہے) اس لئے کہ ساتھیوں کی وفات کے بعد' جب تم ان کے پیچھے رہ جاؤ گے' تو جو بھی عمل اللہ کی رضا کے لئے کرو گے' اس سے تمہارے درجے میں زیادتی اور بلندی ہی ہو گی۔ نیز شاید تمہیں مزید زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے' حتیٰ کہ کچھ لوگ (اہل ایمان) تم سے فائدہ اٹھائیں اور کچھ دوسرے لوگوں (کافروں) کو تم سے نقصان پہنچے (پھر آپ نے دعاء فرمائی) اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت کو جاری (پورا) فرما دے اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا۔ لیکن قابل رحم سعد بن خولہ ہیں' ان کے لئے رسول اللہ ﷺ رحمت کی دعاء فرماتے تھے اس لئے کہ وہ مکے میں فوت ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب رثاء النبى صلى الله عليه وسلم سعد بن خولة، وكتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء . . . - وصحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث .

توضیح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شہر میں اقامت پذیر ہونا پسند نہیں کرتے تھے' جس سے انہوں نے' اس کی محبت کے باوجود محض اللہ کی رضا کے لئے' ہجرت کی تھی' اس لئے حضرت سعد ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی موت مکے میں نہ آئے۔ چنانچہ ان کے لئے آپ نے ہجرت کے اتمام کی دعاء فرمائی اور سعد بن خولہ کی حالت زار پر آپ نے دکھ کا اظہار فرمایا' کیونکہ ان کی وفات مکے میں ہوئی' جس کی وجہ سے وہ ہجرت کے پورے ثواب سے محروم رہے۔

۶- **فوائد:** یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مرض الموت میں انسان ایک تہائی مال (۳/۱) سے زیادہ صدقہ یا وصیت نہیں کر سکتا۔

(۲) انسان کی اگر نیت صحیح ہو تو بیوی بچوں پر جو کچھ خرچ کرتا ہے' اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے۔ (۳) کسی صحیح

غرض کی خاطر اپنی بیماری یا تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے' تاکہ اس کا علاج یا دعاء کی جا سکے' یہ اللہ کے خلاف شکوہ نہیں ہے۔ (۴) انفاق و صدقات میں اپنے قریب ترین رشتے داروں کو اولیت اور فوقیت دی جائے۔

۷ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَامِكُمْ، وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُم» رَوَاهُ مُسْلِم.

۷ / ۷۔ حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن؄ بن صخر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا' بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے"

(مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله.

۷۔ **فوائد:** اس حدیث سے بھی اخلاص اور تصحیح نیت کی اہمیت واضح ہے' اس لئے ہر نیک عمل میں اس کا اہتمام ضروری ہے اور دل کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا چاہئے جس سے وہ عمل برباد ہو سکتا ہے۔ جیسے ریا کاری اور نمود و نمائش کا جذبہ یا دنیا کا لالچ یا اور اسی قسم کے گھٹیا مفادات۔ تاہم دلوں کا حال چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' اس لئے اعمال کی اصل حقیقت قیامت والے دن ہی واضح ہو گی جب کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اچھا یا برا بدلہ ملے گا' دنیا میں انسان کے ساتھ اس کے ظاہری اعمال کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کی باطنی کیفیت کو اللہ کی سپرد کر دیا جائے گا۔

نوٹ: ریاض الصالحین کے بعض نسخوں میں اس حدیث کو ۔ واعما لکم ۔ کے بغیر نقل کیا گیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں قلوبکم کے ساتھ واعمالکم بھی ہے۔ یہ زیادتی اس لئے نہایت اہم ہے کہ اس کے بغیر لوگ حدیث کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتے ہیں' مثلاً جب کسی سے کہا جائے کہ پوری داڑھی رکھنا اور کفار کی مشابہت سے بچنا ضروری ہے یا پردے کی اہمیت یا دیگر احکام شرعیہ کی وضاحت کی جائے تو کہتے ہیں کہ اصل بات تو دل کی ہے (یعنی احکام پر عمل ضروری نہیں) اور استدلال اس حدیث سے کرتے ہیں کہ "اللہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے" حالانکہ اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں کہ "اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے" جن سے عمل کی افادیت یعنی اسے بھی سنت کے مطابق کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بیک وقت دل اور عمل دونوں کی اصلاح ضروری ہے' کیونکہ ایک کی اصلاح دوسرے کی اصلاح پر منحصر ہے۔ دل صحیح ہو گا تو عمل بھی صحیح ہو گا اور عمل صحیح ہو گا تو دل بھی صحیح ہو گا۔ اصلاح اعمال کے بغیر' دلوں کی اصلاح اور دلوں کی اصلاح کے بغیر اعمال کی اصلاح ممکن نہیں۔ اسے دوسری حدیث میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ "جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' اور وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے" (دیکھئے حدیث نمبر ۵۸۸' باب ۶۸) دیگر متعدد احادیث سے بھی عمل کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکل درجات مما عملوا "اعمال کے مطابق ہر ایک کے درجے ہوں گے" یعنی عملوں کی وجہ سے اہل جنت کے درجات میں کمی بیشی ہو گی اور فرمایا ادخلوا الجنة

بما کنتم تعملون "اپنے عملوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ" جب عمل کی یہ اہمیت ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور صورت کی طرح، عمل نہیں دیکھتا، جب کہ ایمان کے بعد یہ عمل ہی جنت میں جانے کی اساس ہے۔ (افادہ الالبانی فی تعلیقاتہ علی ریاض الصالحین)

٨ ـ وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، أَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ العُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

٨/٨۔ حضرت ابو موسی عبداللہ بن قیس اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے، دوسرا (خاندانی، قبائلی) حمیت کے لئے اور ایک تیسرا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص صرف اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ (دین) بلند ہو، وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا ـ وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا.

٨۔ **فوائد**: اللہ کے ہاں اعمال کا اعتبار چونکہ نیات صالحہ کے مطابق ہو گا، اس لئے عنداللہ مجاہد فی سبیل اللہ بھی صرف وہی ہو گا جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑے گا۔ تاہم اس کا تعلق چونکہ دل سے ہے جس کو انسان دیکھنے پر قادر نہیں ہے۔ اس لئے میدان جہاد میں ہر مسلمان مقتول کے ساتھ شہید والا معاملہ کیا جائے گا اور اس کی نیت اور ارادے کا مسئلہ اللہ کے سپرد ہو گا، کیونکہ دلوں کے بھید وہی جانتا ہے۔

٩ ـ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا التَقَى المُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالقَاتِلُ وَالمَقْتُولُ فِي النَّارِ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، هٰذَا القَاتِلُ فَمَا بَالُ المَقْتُولِ؟ قَالَ: «إِنَّهُ كَانَ حَرِيصاً عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

٩/٩۔ حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں سونت کر ایک دوسرے کو (مارنے کی نیت سے) ملتے ہیں (ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہوتے ہیں) تو یہ قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، مقتول جہنمی کیوں ہو گا؟ آپ نے فرمایا "اس لئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی (دوسرے مسلمان) کے قتل کا حریص تھا"۔ (بخاری و مسلم۔)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب إذا التقی المسلمان بسیفیهما، وکتاب الإیمان وکتاب الدیات ـ وصحیح مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفیهما برقم٢٨٨٨.

۹۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ اس ارادۂ معصیت پر انسان مستحق عتاب الٰہی ہو گا جس کا اس نے اپنے دل میں پختہ عزم کیا ہو گا اور اس کے ارتکاب کے لئے اسباب و وسائل بھی اختیار کئے گئے ہوں گے' گو وہ اس میں کسی رکاوٹ کی وجہ سے کامیاب نہ ہوا ہو۔ گویا عزم' وسوسے سے مختلف ہے۔ وسوسہ معاف ہے' جب کہ عزم (پختہ ارادہ) قابل مواخذہ ہے۔ تاہم حدیث میں جو وعید مذکور ہے اس کا مصداق باہم لڑنے والے مسلمان اس وقت ہوں گے' جب وہ دنیاوی حمیت و عصبیت کی بنا پر لڑ رہے ہوں۔ کوئی شرعی معاملہ ان کے باہمی قتال کی بنیاد نہ ہو' کیونکہ اس صورت میں ممکن ہے کہ دونوں ہی کا مبنی اپنا اپنا اجتہاد ہو' جس میں وہ عنداللہ معذور سمجھے جائیں۔

١٠ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «صَلاَةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلَى صَلاَتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعاً وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى المَسْجِدَ لا يُرِيْدُ إِلا الصَّلاةَ، لا يَنْهَزُهُ إِلا الصَّلاةُ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتَّى يَدْخُلَ المَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ المَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلاةِ مَا كَانَتِ الصَّلاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالمَلائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الذي صَلَّى فِيْهِ يَقُولُونَ: «اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَا لَم يُحْدِثْ فِيْهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَقَوْلُهُ ﷺ: «يَنْهَزُهُ» هُوَ بِفَتْحِ اليَاءِ وَالهَاءِ وَبِالزَّايِ: أَيْ يُخْرِجُهُ وَيُنْهِضُهُ.

۱۰ / ۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز' اس نماز سے کچھ اوپر ۲۰ درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے جو وہ اپنے بازار یا گھر میں پڑھتا ہے۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص اچھے طریقے سے وضوء کرتا' پھر نماز کے ارادے سے مسجد میں آتا ہے' اسے نماز ہی مسجد کی طرف لے جاتی ہے' تو ایسے شخص کے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ بلند اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے تاآنکہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے' تو جب تک نماز اس کو وہاں روکے رکھتی ہے' وہ نماز میں ہی شمار ہو گا (یعنی جماعت کے انتظار میں یا ذکر الٰہی میں مصروف' جب تک مسجد میں رہے گا' وہ اللہ کے ہاں نماز کی حالت میں سمجھا جائے گا) اور فرشتے تمہارے ایک آدمی کے بارے میں رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی اس مجلس میں بیٹھا رہے جس میں اس نے نماز پڑھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں' اے اللہ! اس پر رحم فرما' اے اللہ! اس کو بخش دے' اے اللہ! اس پر رجوع فرما' (یہ دعائیں اس کے حق میں اس وقت تک جاری رہتی ہیں) جب تک وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے' جب تک بے وضوء نہ ہو۔ (متفق علیہ۔) مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں اور ینھزہ (یاء ہا کے فتح اور زا کے ساتھ) کے معنی ہیں' اس

کو نکالتی اور اٹھاتی ہے۔

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی مسجد السوق، وکتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، وکتاب البیوع ۔ وصحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة.

۱۰۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ بازاروں اور گھروں میں اکیلے نماز پڑھنی جائز تو ہے' تاہم جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ۲۵' ۲۶ یا ۲۷ درجے زیادہ فضیلت ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے۔ (۲) نماز' دیگر اعمال خیر سے افضل ہے کیونکہ فرشتے نمازی کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔

١١ ـ وَعَنْ أَبِي العَبَّاسِ عَبدِ الله بْنِ عَبَّاس بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ رَضِيَ الله عَنْهُمَا، عَنْ رَسُولِ الله ﷺ، فِيْمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ، تَبَارَكَ وَتعَالَى قَالَ: «إِنَّ الله كَتَبَ الحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبهَا اللهُ تَبَارَكَ وَتعَالَى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلى سَبْعِمائَةِ ضِعْفٍ إِلى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَإِنْ هَمَّ بسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبهَا اللهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۱ / ۱۱۔ **ابو العباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی ہیں' پھر اس کی توضیح فرمائی' پس جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا' لیکن اسے کر نہیں سکا' اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر ارادے کے مطابق اسے کر بھی لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا' بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیوں کا ثواب اس کے لئے لکھ دیتا ہے اور اگر کسی نے کسی برائی کا ارادہ کیا' لیکن اسے کیا نہیں' تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر ارادے کے مطابق اس برائی کو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو سیئة، وکتاب التوحید ۔ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب إذا هم العبد بحسنة کتبت، وإذا هم بسئیة لم تکتب.

۱۱۔ **فوائد:** جو بات نبی ﷺ' اللہ تبارک وتعالیٰ کے حوالے سے بیان فرمائیں' اسے حدیث قدسی کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو الہام کے ذریعے سے آگاہ فرماتا ہے۔ اس میں اللہ کی اس وسعت فضل و کرم کا بیان ہے جو وہ اپنے بندوں کے ساتھ فرماتا ہے اور قیامت والے دن بھی فرمائے گا۔

١٢ ـ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ:

۱۲ / ۱۲۔ **حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب** رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ "تم سے پہلی امتوں میں سے تین شخص

«انْطَلَقَ ثَلاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى آوَاهُمُ المَبِيْتُ إلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ. قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلاً وَلا مَالاً. فَنَأَى بِي طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْماً فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَين، فَكَرِهتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُما أَهْلاً أو مَالاً، فَلَبِثْتُ - والقَدَحُ على يَدي - أَنْتَظِرُ استِيْقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغُونَ عِنْدَ قَدَمِي فاستَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُما، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلك ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا ما نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَت شَيْئاً لا يَسْتَطِيعُونَ الخُرُوجَ مِنْهُ. قَالَ الآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ - وَفِي رِوَايَةٍ: كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ - فَأَرَدْتُهَا عَلَى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ على أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ، حَتَّى إذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا - وفي رِوَايَةٍ: فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا - قَالَتْ: اتَّقِ اللهَ وَلا تَفُضَّ الخَاتَمَ إلا بِحَقِّهِ، فَانْصَرَفْتُ عَنهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الذِي أَعْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلكَ

تھے جو ایک ساتھ سفر پر نکلے' حتیٰ کہ رات ہو گئی' چنانچہ رات گزارنے کے لئے وہ ایک غار میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پہاڑ سے ایک بڑا سا پتھر لڑھک کر نیچے آیا جس نے غار کے دھانے کو بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا' ان کی سمجھ میں یہی بات آئی کہ اس ابتلاء سے نجات کی یہی صورت ہے کہ تم اپنے اعمال صالحہ کے واسطے سے اللہ سے دعاء کرو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے عمل کے حوالے سے دعائیں کیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: یا اللہ! تو جانتا ہے' میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور شام کو میں سب سے پہلے انہی کو دودھ پلاتا تھا' ان سے پہلے میں اہل و عیال کو اور خادم و غلام کو نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن درختوں کی تلاش میں میں دور نکل گیا اور جب واپس لوٹ کر آیا تو والدین سو چکے تھے' میں نے شام کا دودھ دوہا اور ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں' میں نے ان کو جگانا بھی پسند نہیں کیا اور ان سے قبل اپنے اہل اور غلاموں کو دودھ پلانا بھی گوارا نہیں کیا۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے' ان کے سرہانے کھڑا' ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا' جب کہ بچے بھوک کے مارے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے' حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور وہ بیدار ہوئے' میں نے انہیں ان کے شام کے حصے کا دودھ پلایا اور انہوں نے پیا۔ یااللہ اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا' تو ہم اس چٹان کی وجہ سے' جس نے غار کا منہ بند کر دیا ہے' جس مصیبت میں پھنس گئے ہیں' اس سے ہمیں نجات عطا فرما دے۔ اس دعاء کے نتیجے میں وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی' لیکن ابھی اس سے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔ دوسرے شخص نے دعاء کی' یا اللہ! میری چچا زاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ

ابْتِغَـاءَ وَجْهِـكَ فَـافْـرُج عَنَّـا مـا نَحـنُ فِيـهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لا يَسْتَطِيعُونَ الخُـرُوجَ مِنهَـا. وَقَـالَ الثَّـالِـثُ: اللَّهُـمَّ اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُم أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الذي لَهُ وَذَهَبَ، فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِيـنٍ فَقَـالَ: يَـا عبْـدَ اللهِ أَدِّ إِلَـيَّ أَجْـرِي، فَقُلْتُ: كُلُّ ما تَرَى مِنْ أَجْرِكَ: مِنَ الإِبِلِ وَالبَقَرِ وَالغَنَمِ وَالرَّقِيقِ. فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ لا تَسْتَهْزِىءْ بِي! فَقُلْتُ: لا أَسْتَهْزِىءُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئاً، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا ما نَحْنُ فِيْهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

محبوب تھی (دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں) میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا جتنی کہ زیادہ سے زیادہ محبت مردوں کو عورتوں سے ہو سکتی ہے۔ پس میں نے (ایک مرتبہ) اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی اور اس نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ قحط سالی نے اسے میرے پاس آنے پر مجبور کر دیا، میں نے اسے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ میرے ساتھ خلوت اختیار کرے، چنانچہ وہ آمادہ ہو گئی۔ جب میں اس پر قادر ہو گیا (اور وہ میرے قابو میں آگئی) دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔ جب میں (اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے) اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا، تو اس نے کہا "اللہ سے ڈر! اور اس مہر کو ناحق مت توڑ" (اس کے ان الفاظ نے یا اللہ تیرا خوف مجھ پر طاری کر دیا) اور میں اس سے دور ہو گیا (اسے چھوڑ دیا) حالانکہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھے پیاری تھی اور میں نے سونے کے وہ دینار بھی چھوڑ دیئے جو میں نے اسے دیئے تھے۔ یااللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو یہ نازل شدہ مصیبت ہم سے دور فرما دے! چنانچہ وہ چٹان کچھ اور سرک گئی، لیکن باہر نکلنے کا راستہ اب بھی نہیں بنا۔ تیسرے نے دعاء کی۔ یا اللہ! میں نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا، سب کو میں نے ان کی اجرت عطا کر دی، صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دیا، حتیٰ کہ اس سے بہت سا مال بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ ایک دن آیا اور آکر کہا "اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت ادا کر دے" میں نے کہا "یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام جو تجھے نظر آرہے ہیں، یہ سب تیری اجرت کا ثمر ہے" اس نے کہا "اللہ کے

بندے! مجھ سے مذاق نہ کر“ میں نے کہا ”میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا“ (حقیقت بیان کر رہا ہوں) چنانچہ (میری وضاحت پر) وہ سارا مال لے گیا' اس میں سے اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو یہ مصیبت جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں' دور کر دے! پس وہ چٹان بالکل سرک گئی اور غار کا منہ کھل گیا اور سب باہر نکل آئے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الأنبیاء، باب ﴿أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم﴾ حديث الغار، وكتاب الإجارة - وصحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة، والتوسل بصالح الأعمال.

۱۲۔ **فوائد**: معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے وسیلے سے دعاء کرنی جائز ہے تاہم توسل بالذات' ایک بدعی عمل ہے جس سے اجتناب کیا جائے' کیونکہ ایک تو اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ دوسرے' یہ خیرالقرون کے تعامل کے خلاف ہے۔ (۲) والدین کی خدمت کو اولیت دی جائے' حتیٰ کہ بیوی بچوں سے بھی۔ (۳) اللہ کے ڈر سے گناہ سے رک جانا' نہایت فضیلت والا عمل ہے۔ (۴) مزدوروں کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے' جس کا حق رہ گیا ہو' اسے بہتر طریقے سے ادا کیا جائے۔ (۵) اخلاص' خشوع و خضوع اور الحاح و زاری سے کی گئی دعاء قبول ہوتی ہے۔ (۶) اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی خرق عادت کے طور پر بھی مدد فرماتا ہے' جسے کرامت کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کے معجزوں کی طرح اولیاء اللہ کی کرامات بھی برحق ہیں۔ تاہم معجزات اور کرامات' دونوں صرف اللہ کی مشیت سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ انبیاء و اولیاء جب چاہیں معجزات اور کرامات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

٢ - بَابُ التَّوبَةِ

قال العلماءُ: التَّوْبَةُ وَاجِبَةٌ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ، فَإِنْ كَانَتِ المَعْصِيَةُ بَيْنَ العَبْدِ وَبَيْنَ اللهِ تَعَالَى لا تَتَعَلَّقُ بحَقِّ آدمِيٍّ؛ فَلَهَا ثَلاثَةُ شُرُوطٍ:

أَحَدُهَا: أَنْ يُقْلِعَ عَنِ المَعْصِيَةِ.

وَالثَّانِي: أَنْ يَنْدَمَ عَلَى فِعْلِهَا.

وَالثَّالِثُ: أَنْ يَعْزِمَ أَنْ لا يَعُودَ إِلَيْهَا أَبداً. فَإِنْ فُقِدَ أَحَدُ الثَّلاثَةِ لَمْ تَصِحَّ تَوْبَتُهُ.

وَإِنْ كَانَتِ المَعْصِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِآدَمِيٍّ

۲۔ توبہ کا بیان

علماء نے کہا ہے کہ توبہ ہر گناہ سے واجب ہے۔ اگر گناہ کا تعلق اللہ سے ہے' کسی آدمی کا حق اس سے متعلق نہیں ہے تو ایسے گناہ سے توبہ (کی قبولیت کے لئے) تین شرطیں ہیں' پہلی یہ کہ اس گناہ کو چھوڑ دے' جس سے وہ توبہ کر رہا ہے دوسری' یہ کہ اس پر ندامت (پشیمانی) کا اظہار کرے۔ تیسری' یہ کہ وہ پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کرے گا۔ اگر تین شرطوں میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو گی' تو توبہ صحیح نہیں ہو گی۔ اور اگر اس گناہ کا تعلق دوسرے

فَشُرُوطُهَا أَرْبَعَةٌ: هٰذِهِ الثَّلاثَةُ، وَأَنْ يَبْرَأَ مِنْ حَقِّ صَاحِبِهَا؛ فَإِنْ كَانَتْ مَالًا أَو نَحْوَهُ رَدَّهُ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَتْ حَدَّ قَذْفٍ وَنَحْوَهُ مَكَّنَهُ مِنْهُ أَو طَلَبَ عَفْوَهُ، وَإِنْ كَانَتْ غِيبَةً اسْتَحَلَّهُ مِنْهَا. وَيَجِبُ أَنْ يَتُوبَ مِنْ جَمِيعِ الذُّنُوبِ، فَإِنْ تَابَ مِنْ بَعْضِهَا صَحَّتْ تَوْبَتُهُ عِنْدَ أَهْلِ الحَقِّ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ، وَبَقِيَ عَلَيْهِ البَاقِي. وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلائِلُ الكِتَابِ، وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعُ الأُمَّةِ عَلَى وُجُوبِ التَّوْبَةِ:

آدمیوں سے ہے تو اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔ تین وہی جو ابھی مذکور ہوئیں اور چوتھی ہے کہ وہ صاحب حق کا حق ادا کرے۔ اگر کسی کا مال یا اسی قسم کی کوئی چیز ناجائز طریقے سے لی ہو تو اسے واپس کرے' کسی پر تہمت وغیرہ لگائی ہو تو اس کی حد اپنے نفس پر لگوائے یا اس سے معافی طلب کر کے اس کو راضی کرے' اگر کسی ایک یا چند ایک گناہ سے توبہ کرے گا تو اہل سنت کے نزدیک توبہ تو صحیح ہے۔ لیکن یہ توبہ صرف اسی گناہ سے ہو گی' دوسرے گناہ اس کے ذمے باقی رہیں گے۔ (جب تک ان سے بھی بشرائط مذکورہ توبہ نہیں کرے گا) توبہ کے وجوب پر کتاب و سنت کے بکثرت دلائل اور امت کا اجماع ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النور: ٣١]، وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ٱسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓاْ إِلَيْهِ﴾ [هود: ٣]، وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ [التحريم: ٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع (توبہ) کرو! شاید تم کامیاب ہو جاؤ"

اور فرمایا "اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو"

نیز فرمایا "اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو"۔

١٣ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «وَاللهِ إِنِّي لأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي اليَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً» رَوَاهُ البُخَارِيُّ.

۱ / ۱۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "اللہ کی قسم! میں دن میں ۷۰ مرتبہ سے زیادہ اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلۃ.

۱۳۔ **فوائد:** اس میں توبہ و استغفار کی ترغیب ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم' جو مغفور تھے' اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے تھے' جو دراصل گناہ بھی نہیں تھے بلکہ حسنات الابرار سئیات المقربین کے مطابق خلاف اولیٰ کام تھے' جنہیں گناہ سے تعبیر کر دیا گیا۔ تو پھر ہم عام لوگ کس طرح توبہ و استغفار سے بے نیاز رہ سکتے ہیں جب کہ از فرق تابہ قدم (سر سے لے کر پاؤں تک) ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ (۲) توبہ کی کثرت اور اس کا استمرار ضروری ہے تاکہ غیر شعوری گناہ بھی معاف ہوتے رہیں۔ اگلی حدیث میں بھی توبہ کی تاکید ہے۔

١٤ ـ وَعَنِ الأَغَرِّ بْنِ يَسَارٍ المُزَنِيِّ

۲ / ۱۴۔ حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ (رجوع) کرو! میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه.

١٥ - وَعَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الأَنْصَارِيِّ خَادِمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَلَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلَى بَعِيرِهِ وَقَدْ أَضَلَّهُ فِي أَرْضِ فَلَاةٍ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحاً بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، وَقَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ: اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الفَرَحِ».

۳ / ۱۵۔ حضرت ابو حمزہ انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ’رسول اللہ ﷺ کے خادم‘ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پالیا ہو۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے‘ اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو‘ اسی پر اس کے کھانے‘ پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے۔ (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آکر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو۔ کہ اتنے میں اچانک وہ سواری اس کے سامنے آکھڑی ہو‘ وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے ”اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب“ فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة - وصحیح مسلم، کتاب التوبة، باب الحض علی التوبة.

۱۵۔ **فوائد:** اس میں بھی توبہ کی ترغیب اور فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ سے بڑا خوش ہوتا ہے۔ (۲) جو غلطی بغیر قصد و ارادہ کے ہو جائے اس پر مواخذہ نہیں۔ (۳) تاکید کے لئے قسم کھانا جائز ہے۔ (۴) تفہیم و توضیح کے لئے مثال بیان کی جا سکتی ہے۔

١٦ - وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ

۴ / ۱۶۔ حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا

لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(رات کو) توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کا ارتکاب کرنے والا (دن کو) توبہ کر لے۔ (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (جو قرب قیامت کی ایک بڑی نشانی ہے، اس نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا) (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى.

۱۶۔ **فوائد:** اس میں اللہ کی ایک صفت، اس کا ہاتھ ہے، بیان کی گئی ہے۔ یہ ہاتھ کس طرح ہے اور اسے وہ کس طرح پھیلاتا ہے؟ اس کی حقیقت و کیفیت کو ہم جان سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں۔ البتہ اس کی حقیقت و کیفیت کے علم اور تاویل و تشبیہ کے بغیر اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ رات یا دن کی جس گھڑی میں بھی کوئی گناہ ہو جائے انسان بلا تاخیر توبہ کے لئے بارگاہ الٰہی میں جھک جائے۔

١٧ - وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللهُ عَلَيْهِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۵ / ۱۷ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل، توبہ کر لے گا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار.

۱۷۔ **فوائد:** توبہ کے لغوی معنی، رجوع کرنا ہیں۔ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ سے دور ہو جاتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو گویا اس دوری سے اللہ کی طرف رجوع کر کے اس کے قرب اور مغفرت کی خواہش کرتا ہے۔ اسی رجوع الی اللہ کا نام توبہ ہے۔ اور تاب اللہ علیہ (اللہ اس پر رجوع فرماتا ہے) کا مطلب ہے، اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

١٨ - وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ»

۶ / ۱۸ - ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اسے غرغرہ شروع نہ ہو (یعنی عالم نزع اس پر طاری نہ ہو)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

(اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

تخریج: سنن ترمذی، أبواب الدعوات، باب التوبة مقبولة قبل الغرغرة.

۱۸۔ **فوائد:** غرغرہ کا مطلب، روح کا جسم سے نکل کر گلے تک آجانا ہے، یعنی نزع (جان کنی) کا وقت۔ حدیث کے حسن ہونے کا مطلب ہے کہ اس کی سند، بغیر کسی شذوذ اور علت کے متصل ہے۔ تاہم اس کے راوی صحیح

حدیث کے راویوں سے کم تر ہیں۔ محدثین کے نزدیک حدیث حسن بھی‘ حدیث صحیح کی طرح‘ قابل عمل ہے۔

١٩ ـ وَعَنْ زِرِّ بْن حُبَيْشٍ قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَسْأَلُهُ عَنِ الْمَسْحِ على الْخُفَّيْنِ فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا زِرُّ؟ فَقُلْتُ: ابْتِغَاءُ العِلْمِ، فَقَالَ: إِنَّ المَلائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ العِلْمِ رِضًا بِمَا يَطْلُبُ، فَقُلْتُ: إِنَّهُ قَدْ حَكَّ فِي صَدْرِي المَسْحُ على الخُفَّيْنِ بَعْدَ الغَائِطِ وَالبَوْلِ، وَكُنْتَ امْرَءاً من أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَجِئْتُ أَسْأَلُكَ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي ذٰلك شَيْئاً؟ قَالَ: نَعَمْ، كَانَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْراً ـ أو مُسَافِرِينَ ـ أَنْ لا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إلا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ. فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَهُ يَذْكُرُ فِي الهَوَى شَيْئاً؟ قَالَ: نَعَمْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَبَيْنَا نحنُ عِنْدَهُ إِذْ نَادَاهُ أَعْرَابِيٌّ بِصَوْتٍ لَهُ جَهْوَرِيٍّ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَجَابَهُ رسولُ اللهِ ﷺ نَحْواً مِنْ صَوْتِهِ: «هَاؤُمُ»، فَقُلْتُ لَهُ: وَيْحَكَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ فَإِنَّكَ عِنْدَ النَّبِي ﷺ، وَقَدْ نُهِيتَ عَنْ هٰذَا! فَقَالَ: واللهِ لا أَغْضُضُ. قَالَ الأَعْرَابِيُّ: المَرْءُ يُحِبُّ القَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «المَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ يَوْمَ القِيَامَةِ» فَمَا زَالَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى ذَكَرَ بَاباً مِنَ المَغْرِبِ «مَسيرَةُ عَرْضِهِ أَو يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِي عَرْضِهِ أَرْبَعِينَ أَو سَبْعِينَ عَاماً». قَالَ سُفْيَانُ أَحَدُ الرُّوَاةِ: «قِبَلَ الشَّام خَلَقَهُ اللهُ تَعَالَى يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ

۷/ ۱۹۔ زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھنے کے لئے حضرت صفوانؓ بن عسال کے پاس آیا‘ انہوں نے پوچھا‘ اے زر! کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا‘ علم طلب کرنے کے لئے‘ آپ نے فرمایا: فرشتے اپنے پر طالب علم کے لئے بچھا دیتے ہیں‘ اس علم (دین) سے خوش ہو کر جو وہ حاصل کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے سینے میں پیشاب پاخانے کے بعد موزوں پر مسح کرنے کی بابت اشتباہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں‘ اس لئے میں آپ سے پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ کیا آپ نے اس کی بابت نبی ﷺ کو کچھ بیان کرتے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا "ہاں"۔ ‘ آپ‘ جب ہم مسافر ہوتے‘ حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور تین راتیں نہ اتاریں (یعنی اتنی مدت تک ان پر مسح کرتے رہیں) مگر جنابت سے (یعنی اگر انسان جنبی ہو جائے تو پھر اس کے لئے غسل ضروری ہے‘ اس لئے موزے اتارنے ضروری ہوں گے) لیکن پیشاب‘ پاخانے اور نیند سے (یعنی ان چیزوں سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے‘ ان کے بعد بدستور مسح جائز ہے) میں نے کہا: کیا آپ نے نبی ﷺ کو محبت کے بارے میں بھی کچھ بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں"۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے‘ ہم ایک وقت آپ کے پاس تھے کہ ایک اعرابی (بدو) نے آپ کو نہایت اونچی آواز سے پکارا۔ یا محمدؐ !۔ نبی ﷺ نے بھی اونچی آواز میں اسے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں۔ میں نے اس سے کہا‘ افسوس ہے‘ تجھ پر! اپنی آواز پست کر‘ تو نبی ﷺ کے پاس ہے اور اس طرح اونچی آواز سے بولنا تیرے لئے ممنوع ہے۔ اس نے کہا‘ اللہ کی قسم! میں تو آواز پست

مَفْتُوحاً للتَّوبَةِ لا يُغْلَقُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْهُ» رواه الترمذي وغيره وقال: حديث حسن صحيح.

نہیں کروں گا' اعرابی نے (مزید) کہا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے دراں حالیکہ وہ ان سے نہیں ملا؟ (یہ گویا اس کا سوال تھا جو اس نے کیا) نبی ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''آدمی' قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہو گی'' پھر آپ ہم سے گفتگو فرماتے رہے' حتیٰ کہ آپ نے مغرب کی جانب ایک دروازے کا ذکر فرمایا جس کی چوڑائی کی مسافت ۴۰ یا ۷۰ سال ہے یا یوں فرمایا کہ اس کی چوڑائی میں ایک سوار ۴۰ یا ۷۰ سال چلتا رہے۔ حضرت سفیان۔ یکے از راویان حدیث۔ فرماتے ہیں کہ یہ دروازہ شام کی طرف ہے' اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو اس وقت پیدا فرمایا جب اس نے آسمان و زمین کی تخلیق کی اور اسی وقت سے یہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے' یہ اس وقت تک بند نہیں ہو گا جب تک سورج اس (مغرب) کی طرف سے طلوع نہیں ہو گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی وغیرہ نے' اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج: سنن ترمذی، أبواب الدعوات، باب ما جاء فی فضل التوبة والاستغفار، وما ذكر من رحمة الله لعباده ـ وسنن نسائی، كتاب الطهارة، باب التوقيت فی المسح علی الخفين للمسافر ـ وسنن ابن ماجة، كتاب الطهارة وكتاب الفتن.

۱۹۔ **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔ جواز مسح کے لئے یہ شرط ہے کہ موزے پاک ہوں اور کامل طہارت کے بعد پہنے گئے ہوں' علاوہ ازیں ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں۔ حدث اصغر (یعنی وضوء ٹوٹ جانے) کی صورت میں پیروں کو دھونے کی بجائے' موزوں پر مسح کر لینا کافی ہو گا۔ اور وضوء' سونے سے' پیشاب پاخانہ کرنے سے یا ہوا خارج ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ حدث اکبر (مثلاً جنابت' حیض اور نفاس) کی صورت میں موزے اتار کر غسل کرنا ضروری ہے۔ گویا حدث اکبر سے مسح کا جواز ختم ہو جائے گا' جیسے مدت گزرنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بے وضو ہونے کی حالت میں موزے اتارنے سے بھی یہ جواز ختم ہو جائے گا۔ تاہم اگر مدت ختم ہو جائے' یا موزے اتار دیئے جائیں جب کہ ابھی وضوء برقرار ہو تو ان دونوں صورتوں میں مکمل وضوء کرنے کی بجائے' صرف پیروں کا دھو لینا کافی ہو گا (فقہ السنہ۔ للسید سابق)۔ (۲) باوضوء ہونے کی حالت میں موزے اتار دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں' کیونکہ پاؤں طاہر ہیں۔ دیکھئے المسح علی الجوربین للقاسمی کے

آخر میں شیخ البانی کا رسالہ (۳) انسان کو نیک لوگوں سے محبت رکھنی چاہئے تاکہ قیامت والے دن اس کا شمار زمرہ صالحین میں ہو۔ اس حدیث سے اور بھی متعدد مسائل معلوم ہوتے ہیں' جنہیں بہ ادنیٰ تامل ہر صاحب شعور سمجھ سکتا ہے۔

٢٠ ـ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْن مَالِك بْنِ سِنَانٍ الخُدرِيِّ رضي الله عنه أنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْساً، فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَم أَهْلِ الأَرْضِ، فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وتِسْعِينَ نَفْساً، فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوبَةٍ؟ فَقَالَ: لا، فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً، ثُمَّ سَأَلَ عَن أَعْلَم أَهْلِ الأَرْضِ، فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ: إنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ له مِنْ تَوبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوبَةِ؟ انطَلِقْ إلى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنَّ بِهَا أُنَاساً يَعْبُدُونَ اللهَ تَعَالَى فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ، وَلا تَرْجِعْ إلى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ، فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ المَوتُ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلائِكَةُ العَذَابِ. فَقَالَتْ مَلائِكَةُ الرَّحْمَةِ: جَاءَ تَائِباً مُقْبِلاً بِقَلبِهِ إلى اللهِ تَعَالَى، وَقَالَتْ مَلائِكَةُ العَذَابِ: إِنَّه لَمْ يَعْمَلْ خَيْراً قَطُّ، فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ ـ أيْ حَكَماً ـ فَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَ الأَرْضَيْنِ فإلى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ، فَقَاسُوا فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إلى الأَرضِ الَّتِي أَرَادَ، فَقَبَضَتْهُ مَلائِكَةُ الرَّحْمَةِ» متفقٌ عليه. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: «فَكَانَ إلى القَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ، فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا»، وفي

۸ / ۲۰ ۔ **حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان الخدری** رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے** کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں **ایک شخص** تھا' اس نے ننانوے (۹۹) قتل کئے' اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کی **بابت** لوگوں سے پوچھا' تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتلایا گیا' اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کئے ہیں' کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا "نہیں" اس نے اس پادری کو بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کر لی' اس نے پھر پوچھا کہ **مجھے** سب سے بڑا عالم بتلاؤ؟ اسے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی' اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے سو آدمی قتل کئے ہیں' کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟' اس عالم نے کہا "ہاں' کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو؟ جا' فلاں زمین پر چلا جا! وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں' تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا' یہ برائی کی زمین ہے۔ چنانچہ اس نے نیکوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کر دیا' ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا' کہ اسے موت آگئی (اس کی روح کو لینے کے لئے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں ہی آگئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا' وہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے وہ اللہ کی طرف آنے والا ہے۔ **عذاب** کے فرشتے بولے' اس نے کبھی بھلائی کا کام نہیں کیا (اس لئے وہ **عذاب** کا مستحق ہے) ان فرشتوں کے مابین یہ جھگڑا جاری تھا کہ ایک فرشتہ' آدمی کی شکل

رِوَايَةٍ فِي الصَّحيحِ: «فَأَوحَى اللهُ تعَالى إلى هَذِهِ أَنْ تبَاعَدِي، وَإلى هَذِهِ أَنْ تقَرَّبِي، وَقَالَ: قِيسُوا ما بينَهُما، فَوَجَدُوهُ إلى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغَفِرَ لَهُ»، وفي روايةٍ: «فنَأَى بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا».

میں آیا' اسے انہوں نے اپنا حکم بنالیا' اس نے فیصلہ دیا' دونوں زمینوں کے مابین مسافت کو ناپو (یعنی جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکوں کے علاقے کا فاصلہ' دونوں کی پیائش کرو) ان دونوں میں سے وہ جس کے زیادہ قریب ہو' وہی اس کا حکم ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے پیائش کی تو انہوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ارادہ کئے جا رہا تھا' پس اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ (متفق علیہ)

اور صحیح کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے' پس پیائش میں وہ نیکوں کی بستی کی طرف ایک بالشت زیادہ قریب نکلا' چنانچہ اسے اس بستی کے نیک لوگوں میں سے کر دیا گیا۔

نیز "صحیح" ہی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ نے اس زمین کو (جہاں سے وہ آ رہا تھا) حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور ارض صالحین کو (جس کی طرف جا رہا تھا) حکم دیا کہ تو قریب ہو جا اور فرمایا کہ ان دونوں کے مابین فاصلہ ناپو' جب انہوں نے ناپا تو ارض صالحین کی طرف اسے ایک بالشت زیادہ قریب پایا' پس اسے بخش دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے سینے کے سہارے (بطور کرامت) سرک کر پہلی زمین سے دور ہو کر (تھوڑا سا) دوسری طرف ہو گیا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل.

۲۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار سے گناہ گار ترین شخص کے لئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی توبہ قبول فرماتا ہے' بشرطیکہ خالص توبہ ہو (جس کی شرائط پہلے گزر چکی ہیں)۔ (۲) علماء کی ذمے داری ہے کہ وہ مسئلہ بتلاتے وقت' سائل کی نفسیات اور اس کی مشکلات کو سامنے رکھیں اور ایسی حکمت عملی اختیار کریں کہ جس سے اللہ کے حکم میں بھی تبدیلی نہ آئے اور سائل بھی اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر گناہوں پر مزید دلیر نہ ہو۔ (۳) نیک لوگوں کے ساتھ رہنا بہتر اور بدوں کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔ (۴) بوقت

ضرورت فرشتے اللہ کے حکم سے انسانی صورت میں آتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

٢١ ـ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ رضي الله عنه مِنْ بَنِيهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْن مَالِكٍ رضي الله عنه يُحَدِّثُ بحَدِيثِهِ حِيْنَ تَخَلَّفَ عن رسولِ الله ﷺ في غَزْوَةِ تَبُوكَ. قَالَ كَعْبٌ: لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رسولِ الله ﷺ، في غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ إلا فِي غَزوَةِ تَبُوكَ، غَيْرَ أَنِّي قَدْ تَخَلَّفْتُ في غَزوةِ بَدْرٍ، وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهُ، إنَّمَا خَرَجَ رسولُ الله ﷺ والمُسْلِمُونَ يُرِيدُونَ عيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللهُ تَعَالَى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيْعَادٍ. وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ الله ﷺ لَيْلَةَ العَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا على الإسْلام، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ، وإنْ كانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاس مِنْهَا. وَكَانَ مِن خَبَرِي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رسولِ الله ﷺ، في غَزْوَةِ تَبُوكَ أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلا أَيْسَرَ مِنِّي حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الغَزْوَةِ، وَاللهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الغَزْوَةِ، وَلَمْ يَكُنْ رسولُ الله ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إلا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الغَزْوَةُ، فَغَزَاهَا رسولُ الله ﷺ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، واسْتَقْبَلَ سَفَراً بَعِيداً وَمَفَازاً، واسْتَقْبَلَ عَدَداً كَثِيراً، فَجَلَّى لِلْمُسلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الذي يُرِيدُ، وَالمُسلِمُونَ مَعَ رسولِ الله كَثِيرٌ وَلا يَجْمَعُهُم كِتَابٌ حَافِظٌ

٩/ ٢١۔ عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے۔ یہ عبداللہ، حضرت کعب کے بیٹوں میں سے ان کا رہبر تھا، جب وہ آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے، یہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے باپ) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے جب وہ غزوہ تبوک میں نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت کعبؓ نے بیان فرمایا۔ جب بھی نبی ﷺ نے کوئی غزوہ (جہاد) کیا، میں آپ سے پیچھے نہیں رہا، سوائے غزوۂ تبوک کے (اس غزوہ میں میں آپ کے ساتھ نہیں گیا) البتہ غزوۂ بدر میں بھی میں پیچھے رہا تھا، لیکن غزوۂ بدر میں پیچھے رہنے والوں پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اس غزوہ میں تو دراصل رسول اللہ ﷺ اور مسلمان قافلہ قریش کے تعاقب میں نکلے تھے (یعنی ابتداءً جہاد کی نیت نہیں تھی) یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر وعدے (بغیر ارادہ و اعلان قتال) کے ایک دوسرے کے مقابل جمع (صف آرا) کر دیا اور عقبہ کی رات (منیٰ میں) میں حاضر تھا جب ہم نے اسلام پر نبی ﷺ سے عہد وفا باندھا تھا۔ اگرچہ واقعہ بدر کا چرچا لوگوں میں، عقبہ کی رات سے زیادہ ہے، لیکن مجھے بدر کی حاضری سے، اس رات کی حاضری زیادہ محبوب ہے (کیونکہ اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے) اور میرے غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں اتنا زیادہ قوی اور اتنا زیادہ خوش حال کبھی نہیں تھا جتنا اس وقت تھا جب میں غزوۂ تبوک میں آپ سے پیچھے رہا۔ اللہ کی قسم میرے پاس کبھی اکٹھی دو سواریاں نہیں ہوئی تھیں، جب کہ اس موقع پر مجھے بیک وقت دو سواریاں میسر تھیں (مطلب یہ ہے کہ اسباب و وسائل کے اعتبار سے میرے پیچھے رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا) اور رسول

-يريدُ بذلِكَ الدِّيوانَ- قَالَ كَعْبٌ: فَقَلَّ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إلا ظَنَّ أَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفَى بِهِ مَا لَمْ يَنْزِل فِيه وَحْيٌ مِنَ اللهِ، وَغَزَا رسولُ الله ﷺ تِلْكَ الغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلالُ فَأَنَا إِلَيْهَا أَصْعَرُ فَتَجَهَّزَ رسولُ الله ﷺ والمُسْلِمُونَ مَعَهُ، وَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَي أَتَجَهَّزَ مَعَه، فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئاً، وَأَقُولُ في نَفْسِي: أَنَا قَادِرٌ عَلَى ذٰلِك إِذَا أَرَدْتُ، فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الجِدُّ، فَأَصْبَحَ رسولُ الله ﷺ غَادِياً وَالمُسْلِمُونَ مَعَهُ، وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جِهَازِي شَيْئاً، ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئاً فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الغَزْوُ، فَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ، فَيَا لَيْتَنِي فَعَلْتُ، ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِك لِي، فَطَفِقْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رسولِ الله ﷺ يَحْزُنُنِي أَنِّي لا أَرَى لِي أُسْوَةً، إلا رَجُلاً مَغْمُوصاً عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ، أو رَجُلاً مِمَّنْ عَذَرَ اللهُ تعالَى مِنَ الضُّعَفَاءِ، وَلَمْ يَذْكُرْنِي رسولُ الله ﷺ حَتَّى بَلَغَ تَبوكَ، فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي القَوم بِتَبُوكَ: «مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ: يَا رسولَ الله حَبَسَهُ بُرْدَاهُ، وَالنَّظَرُ فِي عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْن جَبَلٍ رضِيَ الله عنه: بِئْسَ مَا قُلْتَ! وَاللهِ يَا رسولَ الله ما عَلِمْنَا عَلَيْهِ إلا خَيْراً، فَسَكَتَ رسولُ الله ﷺ. فَبَيْنَا هو عَلَى ذٰلِكَ رَأَى رَجُلاً مُبْيِضاً يَزُولُ بِهِ

اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو آپ اس کے غیر کے ساتھ توریہ فرماتے (یعنی سفر کی اصل سمت چھوڑ کر عام طور پر دوسری سمت کا ذکر یا اسے اختیار فرماتے' تاکہ دشمن سے اصل حقیقت مخفی رہے) حتیٰ کہ یہ غزوۂ تبوک ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت یہ غزوہ فرمایا' سخت گرمی کا موسم تھا' سفر بھی دور کا اور جنگل بیابانوں کا تھا اور جس دشمن سے مقابلہ تھا' وہ بھی بہت بڑی تعداد میں تھا' اس لئے آپ نے (توریے کی بجائے) اپنے معاملے (یعنی اس محاذ جنگ) کو مسلمانوں کے سامنے کھول کر بیان فرما دیا تاکہ وہ اس کے مطابق بھرپور تیاری کرلیں' پس آپ نے انہیں وہ سمت بھی بتلا دی جس کا آپ ارادہ فرما رہے تھے۔ مسلمان' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑی تعداد میں تھے اور کوئی یادداشت کی کتاب ایسی نہیں تھی جس میں ان کے نام درج ہوتے (اس سے ان کی مراد رجسٹر تھا) حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں' اس لئے اگر کوئی شخص جنگ سے غیر حاضر رہتا تو وہ یہی گمان کرتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مخفی رہے گا اور وحی الٰہی کے بغیر اس کی غیر حاضری آپ کے علم میں نہیں آئے گی اور یہ غزوہ بھی رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب پھل پک چکے تھے اور ان کا سایہ عمدہ اور خوشگوار تھا اور میں انہی (پھلوں اور سایوں) کی طرف میلان رکھتا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کی۔ (اور میرا حال یہ تھا کہ) صبح کو آتا تاکہ آپ کے ساتھ تیاری کروں' لیکن بغیر کوئی فیصلہ کئے لوٹ جاتا اور اپنے دل میں کہتا کہ میں جب چاہوں گا (شریک جنگ ہو جاؤں گا) میں پوری طرح وسائل سے بہرہ ور ہوں۔ میری یہی (گومگو کی) حالت رہی اور لوگ جہاد کی تیاری میں لگے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمان ایک صبح

السَّرَابُ، فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ»، فَإِذَا هُوَ أَبُو خَيْثَمَةَ الأَنْصَارِيُّ وَهُوَ الذي تَصَدَّقَ بصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ المُنَافِقُونَ، قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّ رسولَ الله ﷺ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلاً من تَبُوكَ حَضَرَني بَثِّي، فَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الكَذِبَ وَأَقُولُ: بِمَ أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَداً، وَأَسْتَعِينُ عَلَى ذٰلكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي، فَلَمَّا قِيْلَ: إنَّ رسولَ الله ﷺ قَدْ أَظَلَّ قَادِماً زَاحَ عَنِّي البَاطِلُ حَتَّى عَرَفْتُ أَنِّي لَمْ أَنْجُ مِنْهُ بِشَيءٍ أَبَداً، فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ، وَأَصْبَحَ رسولُ الله ﷺ قَادِماً، وَكَانَ إذا قَدِمَ مِن سَفَرٍ بَدَأَ بِالمَسْجِدِ فَرَكَعَ فيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ للنَّاس، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلكَ جَاءَه المُخَلَّفُونَ يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيَحلِفُونَ لَهُ، وكَانُوا بِضْعاً وَثمانِينَ رَجُلاً فَقَبِلَ مِنْهُمْ عَلانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إلى اللهِ تعالَى حَتَّى جِئْتُ.

فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ المُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ، فَجِئْتُ أَمْشِي حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِي: ما خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ! قَالَ: قُلْتُ: يَا رسولَ الله إنِّي واللهِ لَو جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ من أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ؛ لَقَدْ أُعْطِيْتُ جَدَلًا، وَلٰكِنَّنِي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ اليَومَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضَى به عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللهُ [أن] يُسْخِطَكَ عَلَيَّ، وَإنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إنِّي لأَرْجُو فِيهِ عُقْبَى اللهِ عَزَّ

کو جہاد پر روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے سلسلے میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کر پایا' میں پھر صبح آیا اور لوٹ گیا اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ پس میری کیفیت یہی رہی' حتیٰ کہ مجاہدین تیزی سے آگے جا رہے تھے اور جہاد کا معاملہ بھی آگے بڑھ گیا' میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی سفر پر روانہ ہو جاؤں اور ان کو جا ملوں' اے کاش! کہ میں ایسا کر لیتا۔ لیکن یہ میرے مقدر میں نہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد' جب میں لوگوں میں نکلتا تو یہ بات میرے لئے حزن و ملال کا باعث بنتی کہ میرے سامنے اب کوئی نمونہ ہے تو صرف ایسے شخص کا جو نفاق سے مطعون ہے (یا نفاق کی وجہ سے لوگوں میں حقیر ہے) یا ایسے کمزور لوگوں کا' جن کو اللہ نے معذور قرار دیا۔ سارے راستے رسول اللہ ﷺ کو میں یاد نہیں آیا' یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے' تبوک میں جب آپ لوگوں میں تشریف فرما تھے' آپ کو میرا خیال آیا' پوچھا "کعب بن مالک نے کیا کیا؟" بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا "اس کو اس کی دو چادروں اور اپنے دونوں پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا ہے (یعنی دولت اور اس کے عجب اور کبر نے اسے نہیں آنے دیا) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا "تو نے ٹھیک نہیں کہا۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم نے اس کے اندر خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانا" رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ نے ایک سفید پوش آدمی کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابو خیثمہ ہو" اور واقعی وہ ابو خیثمہ انصاری تھے اور یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے (ایک مرتبہ) ایک صاع کھجور (ڈھائی کلو' تقریباً) کھجور کا صدقہ کیا تو منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا (یعنی اس کے تھوڑے ہونے کا) حضرت کعبؓ نے کہا۔ جب مجھے یہ خبر پہنچی

وَجَلَّ، واللهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ، وَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلا أَيْسَرَ مِنِّي حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ. قَالَ: فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ فِيْكَ»، وَسَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي، فَقَالُوا لِي: واللهِ مَا عَلِمْنَاكَ أَذْنَبْتَ ذَنْباً قَبْلَ هٰذَا، لَقَدْ عَجَزْتَ في أَنْ لا تَكُونَ اعْتَذَرتَ إلى رسولِ الله ﷺ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ المُخَلَّفُونَ فَقَدْ كان كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رسولِ الله ﷺ لَكَ. قَالَ: فَواللهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونَنِي حَتَّى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ إلى رسولِ الله ﷺ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ: هَلْ لَقِيَ هٰذا مَعِي مِنْ أَحَدٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ لَقِيَهُ مَعَكَ رَجُلانِ قَالا مِثْلَ مَا قُلْتَ، وَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ ما قِيلَ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ: مَن هُمَا؟ قَالُوا: مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ العَمْرِيُّ، وَهِلالُ بْنُ أُمَيَّةَ الوَاقِفِيُّ؟ قَالَ: فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْراً فِيْهِمَا أُسْوَةٌ. قالَ: فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوهُمَا لِي. وَنَهَى رسولُ الله ﷺ عَنْ كَلامِنَا أَيُّهَا الثَّلاثَةُ مِنْ بينِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ، قَالَ: فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ - أَو قالَ: تَغَيَّرُوا لَنَا - حَتَّى تنكَّرَتْ لِي في نَفْسِي الأَرْضُ،

فَمَا هيَ بالأَرْضِ الَّتي أَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا على ذلكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً. فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ، وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ القَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلاةَ معَ المُسْلِمِينَ، وَأَطُوفُ في الأَسْوَاقِ وَلا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ،

کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی کا سفر شروع فرما دیا ہے تو مجھ پر غم کی کیفیت چھا گئی اور جھوٹے بہانے گھڑنے کا سوچنے لگا اور (دل میں) کہتا کہ کل (جب آپ واپس تشریف لائیں گے تو) آپ کی ناراضی سے میں کیسے بچوں گا؟ اور اس معاملے میں میں اپنے گھر کے ہر سمجھ دار آدمی سے بھی مدد طلب کرتا رہا۔ جب مجھے بتلایا گیا کہ اب رسول اللہ ﷺ آنے ہی والے ہیں تو (جھوٹے بہانے گھڑنے کا) باطل خیال میرے دل سے دور ہو گیا اور میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ میں جھوٹ سے کبھی بچاؤ حاصل نہیں کر سکوں گا' چنانچہ میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا فرماتے' پھر لوگوں کے سامنے بیٹھ جاتے۔ اس سفر سے بھی واپسی پر جب آپ نے ایسا ہی کیا' تو منافقین نے آ آ کر عذر پیش کرنے اور حلف اٹھانے شروع کر دیئے اور یہ کچھ اوپر اسی (۸۰) آدمی تھے۔ آپ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرما لیا' ان سے بیعت لی' ان کے لئے مغفرت کی دعاء فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا' جب میں نے سلام کیا تو ایسے مسکرائے جس سے ناراضی کا اظہار ہوتا تھا' پھر فرمایا' آگے آجاؤ! میں آگے آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا' آپ نے مجھ سے پوچھا "تمہیں کس چیز نے (جہاد سے) پیچھے رکھا؟" کیا تم نے اپنی سواری نہیں خرید لی تھی؟" میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو یقیناً میں کوئی (جھوٹ موٹ) عذر کر کے اس کی ناراضی سے بچ جاتا' مجھے بحث و تکرار کا بڑا ملکہ حاصل ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں

وَآتِي رسولَ الله ﷺ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ، وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلاةِ، فَأَقُولُ في نَفْسِي: هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلام أَمْ لا؟ ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيْباً مِنْهُ وَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ، فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلاتِي نَظَرَ إِلَيَّ، وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي، حَتَّى إذا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمينَ مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلامَ، فَقُلْت لَه: يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ؟ فَسَكَتَ، فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُه فَسَكَتَ، فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُه فَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. فَفَاضَتْ عَيْنَايَ، وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الجِدَارَ. فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي في سُوقِ المَدِينَة إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ نَبَطِ أَهْلِ الشَّام مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُه بِالمَدِينَةِ يَقُولُ: مَنْ يَدُلُّ عَلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ؟ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ إِلَيَّ حَتَّى جَاءَنِي فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَاباً مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ، وَكُنْتُ كَاتِباً. فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيْهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ، وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللهُ بِدَارِ هَوَانٍ ولا مَضْيَعَةٍ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ حِيْنَ قَرَأْتُهَا: وَهٰذِهِ أَيْضاً مِنْ البَلاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا، حَتَّى إذا مَضَتْ أَرْبَعُونَ مِنَ الخَمْسِينَ واسْتَلْبَثَ الوَحْيُ إذَا رسُولُ رَسولِ الله ﷺ يَأْتِيْنِي، فَقَالَ: إِنَّ رسُولَ الله ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا، أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟

آپ کے سامنے جھوٹ بول کر سرخ رو ہو جاؤں اور آپ مجھ سے راضی ہو جائیں' تو عنقریب اللہ تعالیٰ (وحی کے ذریعے سے مطلع فرما کر) آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ سے سچی بات عرض کر دوں تو اس کی وجہ سے آپ مجھ پر ناراض ہوں گے لیکن اس میں مجھے اللہ سے اچھے انجام کی امید ہے۔ (اس لئے سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ) اللہ کی قسم! (جہاد میں آپ کے ساتھ جانے میں) مجھے کوئی عذر نہیں تھا' اللہ کی قسم! میں اتنا طاقت ور اتنا خوش حال کبھی نہیں رہا جتنا میں اس وقت تھا جب آپ سے پیچھے رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس شخص نے یقیناً سچ کہا ہے' پس تم یہاں سے کھڑے ہو جاؤ' یہاں تک کہ تمہاری بابت اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے" میرے پیچھے بنو سلمہ کے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے کہا "اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم' کہ اس سے قبل تم نے کوئی گناہ کیا ہے' تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسا کوئی عذر پیش کرنے سے کیوں قاصر رہے' جیسا دوسرے پیچھے رہنے والوں نے پیش کیا' تمہارے گناہ (کی معافی) کے لئے یہی کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے مغفرت کی دعاء فرماتے" حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! مجھے وہ (میری سچائی پر) ملامت کرتے اور ڈانٹتے رہے' یہاں تک کہ میرے جی میں آیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں (اور کوئی جھوٹا عذر پیش کر دوں) لیکن پھر میں نے ان سے پوچھا کہ میرے ساتھ والا معاملہ کسی اور کو بھی پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ تمہارے جیسا معاملہ دو اور آدمیوں کو بھی پیش آیا ہے اور انہوں نے بھی وہی بات کہی ہے جو تم نے کہی ہے اور انہیں بھی (بارگاہ رسالت سے) وہی کچھ کہا گیا ہے جو تمہیں کہا گیا ہے۔ میں نے ان سے

قَالَ: لا بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلاَ تَقْرَبَنَّهَا، وَأَرْسَلَ إِلى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ. فَقُلْتُ لاِمْرَأَتِي: الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ فِي هذا الأَمْرِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلاَلِ بْنِ أُمَيَّةَ رسولَ الله ﷺ فَقَالَتْ لَهُ: يا رسولَ الله إنَّ هِلالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ؟ قَالَ: «لا، ولٰكِنْ لا يَقْرَبَنَّكِ» فَقَالَتْ: إِنَّهُ واللهِ ما بِهِ مِنْ حَرَكَةٍ إِلى شَيءٍ، وواللهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلى يَومِهِ هٰذَا. فَقَالَ لي بَعْضُ أَهْلِي: لَو اسْتَأْذَنْتَ رسولَ الله ﷺ في امْرَأَتِكَ، فَقَدْ أَذِنَ لاِمْرَأَةِ هِلالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ؟ فَقُلْتُ: لا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رسولَ الله ﷺ، وَمَا يُدْرِيْنِي مَاذَا يقولُ رسولُ الله ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ! فَلَبِثْتُ بذلكَ عَشْرَ لَيَالٍ، فَكَمُلَ لَنَا خَمْسونَ لَيْلَةً مِنْ حينَ نُهِيَ عَنْ كَلاَمِنَا.

ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلاةَ الفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللهُ تَعالَى مِنَّا، قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفَى عَلَى سَلْعٍ يَقُولُ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِر، فَخَرَرْتُ سَاجِداً، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ. فَآذَنَ رسولُ الله ﷺ النَّاسَ بِتَوبَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلَّى صَلاةَ الفَجْرِ فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ، وَرَكَضَ رَجُلٌ إِلَيَّ فَرَساً

پوچھا‘ وہ دو شخص کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ایک مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ الواقفی‘ یہ دونوں آدمی‘ جن کا انہوں نے میرے سامنے ذکر کیا‘ نیک تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ان میں میرے لئے نمونہ تھا۔ جس وقت انہوں نے ان دونوں آدمیوں کا میرے سامنے ذکر کیا تو میں اپنے سابقہ موقف پر جم گیا (اور میرا وہ تذبذب دور ہو گیا جس میں میں ان کی زجر و توبیخ سے مبتلا ہو گیا تھا)۔

رسول اللہ ﷺ نے‘ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں سے لوگوں کو گفتگو کرنے سے روک دیا۔ حضرت کعبؓ نے بیان کیا‘ لوگ ہم سے کنارہ کش ہو گئے‘ یا یہ کہا کہ لوگ ہمارے لئے بدل گئے‘ حتیٰ کہ زمین بھی میرے لئے‘ میرے جی میں‘ اوپری بن گئی۔ یہ زمین میرے لئے وہ نہ رہی جو میری جانی پہچانی تھی۔ اس طرح پچاس راتیں ہم نے گزاریں۔ میرے دوسرے اور دو ساتھی جو تھے وہ عاجز ہو گئے اور گھروں میں بیٹھے روتے رہے۔ لیکن میں بالکل جوان اور نہایت قوی و توانا تھا‘ پس میں گھر سے باہر نکلتا‘ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا۔ لیکن مجھ سے کلام کوئی نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا اور آپ جب نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے‘ تو آپ کو سلام بھی عرض کرتا اور اپنے دل میں کہتا کہ سلام کے جواب میں آپ اپنے مبارک لبوں کو جنبش دیتے ہیں یا نہیں؟ پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور دزدیدہ نظروں سے آپ کو دیکھتا‘ (تو میں نے دیکھا کہ) جب میں نماز پر متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف نظر فرماتے اور جب میں آپ کی طرف رخ کرتا تو آپ مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ یہاں تک کہ جب مسلمانوں کی (میرے ساتھ) سختی اور بے رخی زیادہ

وَسَعَى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ قِبَلِي وَأَوْفَى عَلَى الْجَبَلِ، وَكَانَ الصَّوتُ أَسْرَعَ مِنَ الفَرَسِ، فَلَمَّا جَاءَنِي الذي سَمِعْتُ صَوتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوتُهُمَا إِيَّاهُ بِبِشَارَتِهِ، وَاللهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَومَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رسولَ الله ﷺ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوجاً فَوجاً يُهَنِّئُونَنِي بالتَّوبَةِ وَيَقُولُونَ لِي: لِتَهْنِكَ توبةُ اللهِ عليكَ، حَتَّى دَخَلْتُ المَسْجِدَ فإذا رسولُ الله ﷺ جَالِسٌ حَولَهُ النَّاسُ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ الله رضي الله عنه يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي، وَاللهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ المُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ، فَكَانَ كَعْبٌ لا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ. قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رسولِ الله ﷺ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرورِ: أَبْشِرْ بِخَيْرِ يومٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ، فَقُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يا رسولَ الله أَمْ مِنْ عِنْدِ اللهِ؟ قَالَ: لا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَانَ رسولُ الله ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذلكَ مِنْهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيهِ قُلْتُ: يا رسولَ الله إِنَّ مِنْ تَوبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلى اللهِ وإلى رسولِهِ. فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الذي بِخَيْبَرَ. وَقُلْتُ: يا رسولَ الله إِنَّ اللهَ تَعَالَى إِنَّمَا أَنْجَانِي بالصِّدْقِ، وإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقاً مَا بَقِيتُ،

دراز ہو گئی تو ایک روز میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر اندر چلا گیا اور وہ میرا چچا زاد بھائی اور لوگوں میں مجھے محبوب ترین تھا۔ میں نے اسے سلام کیا' لیکن اللہ کی قسم! اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اس سے کہا' ابو قتادہ! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا تو میری بابت جانتا ہے کہ میں اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہا' میں نے دوبارہ قسم دے کر پوچھا' وہ خاموش رہا' حتیٰ کہ تیسری مرتبہ قسم دے کر بھی سوال دہرایا' تو اس نے یہ کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ جس پر میری آنکھوں سے (بے اختیار) آنسو جاری ہو گئے اور میں (جیسے گیا تھا ویسے ہی) دیوار پھاند کر واپس آگیا۔

اسی اثناء میں ایک روز مدینے کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک اہل شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی کو میں نے کہتے (سنا) کہ کون ہے جو کعب بن مالک کی طرف میری رہنمائی کرے؟ لوگ اسے میری طرف اشارہ کرنے لگے' یہاں تک کہ وہ میرے پاس آگیا اور اس نے مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا' میں پڑھا لکھا تو تھا ہی' میں نے اسے پڑھا اس میں اس نے لکھا تھا۔

"امابعد! ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تم پر ظلم کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کے گھر میں رہنے یا ضائع کرنے کے لئے نہیں بنایا ہے' ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ' ہم تم سے پوری ہمدردی کریں گے"۔

جس وقت میں نے یہ پڑھا تو میں نے کہا' یہ بھی ایک آزمائش ہے' میں نے اسے تنور میں ڈال کر جلا ڈالا۔ حتیٰ کہ جب پچاس دنوں میں سے چالیس دن گزر گئے اور (میرے بارے میں) وحی کا سلسلہ بھی (ابھی

فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ أَحَداً مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلاهُ اللهُ تعالى، في صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلانِي اللهُ تعالى، وَاللهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً منذُ قلتُ ذلك لِرسولِ اللهِ ﷺ إلَى يَوْمِي هٰذا، وإنِّي لأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللهُ تعالى فيمَا بَقِيَ، قال: فأَنْزَلَ الله تعالى: ﴿لَقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ ٱلْعُسْرَةِ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿إِنَّهُۥ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝١١٧ وَعَلَى ٱلثَّلَٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُوا۟ حَتَّىٰٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝١١٩﴾ [التوبة: ١١٧-١١٩]، قالَ كَعْبٌ: واللهِ ما أَنْعَمَ الله عَلَيَّ مِن نِعمَةٍ قَطُّ بَعْدَ إذْ هَدانِي اللهُ للإسْلام أَعظَمَ في نَفْسي مِنْ صِدْقِي رسولَ اللهِ ﷺ أَنْ لا أَكُونَ كَذَبْتُهُ، فَأَهْلِكَ كما هلكَ الَّذينَ كَذَبُوا؛ إنَّ اللهَ تعالى قال لِلَّذينَ كَذَبُوا حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قالَ لأَحَدٍ، فقالَ اللهُ تعالى: ﴿سَيَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ إِذَا ٱنقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا۟ عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ۝٩٥ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا۟ عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا۟ عَنْهُمْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ ٱلْقَوْمِ ٱلْفَٰسِقِينَ﴾ [التوبة: ٩٥، ٩٦].

قالَ كَعْبٌ: كُنَّا خُلِّفْنَا أَيُّهَا الثَّلاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولئِكَ الَّذِينَ قَبِلَ منْهُمْ رسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ حَلَفُوا لَهُ، فَبايَعَهُمْ واسْتَغْفَرَ لهم، وأَرجأَ رسولُ اللهِ ﷺ أَمْرَنَا

تک) موقوف ہی تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک قاصد کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا، اس نے آکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے (بھی) علیحدگی اختیار کر لو! میں نے پوچھا، کیا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا، طلاق نہیں، اس سے علیحدگی اختیار کرو پس اس کے قریب مت جاؤ! اور میرے دوسرے دو ساتھیوں کو بھی آپ نے یہی پیغام بھجوایا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور انہیں کے پاس رہو! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کا فیصلہ فرما دے۔ (میرے دو ساتھیوں میں سے ایک ساتھی) ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے کہا کہ ہلال بہت بوڑھے ہیں اور ان کے لئے کوئی خادم بھی نہیں ہیں، کیا اگر میں ان کی خدمت کروں تو آپ کو ناپسند ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں" لیکن وہ تم سے قربت (صحبت) نہ کریں" بیوی نے کہا، اللہ کی قسم، اب ان میں کسی چیز کی طرف حرکت کی طاقت ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں، اللہ کی قسم! جب سے یہ معاملہ ہوا ہے، اس وقت سے اب تک، ان کا سارا وقت روتے ہوئے گزرتا ہے۔ (حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں) مجھ سے (بھی) میرے بعض گھر والوں نے کہا کہ اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کر لو (تو اچھا ہے) آپ نے (اجازت طلب کرنے پر) ہلال بن امیہ کی بیوی کو بھی تو ان کی خدمت کرنے کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ میں نے کہا، میں اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں مانگوں گا، مجھے نہیں معلوم، جب میں آپ سے اجازت مانگوں گا تو آپ کیا جواب دیں گے، کیونکہ میں تو نوجوان آدمی ہوں (جب کہ ہلال بالکل بوڑھے ہیں) پس اس طرح دس

حَتَّى قَضَى الله تعالَى فيه بذلِكَ؛ قال الله تعالى: ﴿وَعَلَى ٱلثَّلَـٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُواْ﴾ وَلَيْسَ الَّذي ذكَرَ مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفُنَا عن الغَزْوِ، وإنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إيَّانا وإرْجاؤُهُ أمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ له واعْتَذَرَ إلَيْهِ فقبلَ مِنْهُ. متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: أنَّ النَّبيَّ ﷺ خَرَجَ في غَزْوَةِ تبُوكَ يَوْمَ الخمِيسِ، وكانَ يُحِبُّ أنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الخمِيسِ، وفي رواية: وكانَ لا يَقْدَمُ مِن سَفَرٍ إلَّا نَهاراً في الضُّحَى، فإذَا قَدِمَ بَدَأَ بالمسْجِدِ فَصَلَّى فيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ.

راتیں (مزید) گزر گئیں اور جب سے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے روکا گیا تھا' اب تک ہماری پچاس راتیں مکمل ہو گئی تھیں۔ میں نے پچاسویں رات کو صبح کو اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر فجر کی نماز پڑھی' پس میں (نماز پڑھ کر) ابھی اسی افسردگی کی حالت میں بیٹھا تھا جس کا ذکر اللہ نے ہماری بابت فرمایا ہے کہ میرا دل مجھ پر تنگ ہو گیا اور زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی' کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑی پر چڑھا ہوا تھا' وہ بہ آواز بلند کہہ رہا تھا "اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ!" میں اسی وقت (فرط خوشی میں) سجدے میں گر پڑا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ (اللہ کی طرف سے) کشادگی (معافی) آگئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھ لی' لوگوں کو بتلایا کہ اللہ عز و جل نے ہماری (تینوں کی) توبہ قبول فرما لی ہے۔ پس لوگ ہمیں خوش خبری دینے کے لئے آنے شروع ہو گئے' میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوش خبری دینے والے گئے' ایک شخص نے نہایت تیزی سے میری طرف گھوڑا دوڑایا اور اسلم قبیلے کا ایک آدمی میری طرف دوڑا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا' پس اس کی آواز گھوڑے سے بھی تیز رفتار تھی۔ پس جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی خوش خبری کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس کی خوش خبری کے بدلے میں اپنے جسم کے دونوں کپڑے اتار کر اسے پہنا دیئے۔ اللہ کی قسم! اس روز ان کے علاوہ میں کسی اور چیز کا مالک بھی نہیں تھا اور میں نے خود دو کپڑے عاریۃً لے کر پہنے۔ (پھر) میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا قصد کر کے چلا' (راستے میں) لوگ مجھے گروہ کے گروہ ملتے اور قبول توبہ کی مبارک باد دیتے اور مجھ سے کہتے کہ تمہیں مبارک ہو کہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرما لی۔ حتیٰ کہ

میں مسجد نبوی میں داخل ہو گیا۔ (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرد لوگ ہیں، پس طلحہ بن عبیداللہ لپکتے ہوئے کھڑے ہوئے، حتیٰ کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد پیش کی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی اور کھڑا نہیں ہوا۔ پس کعب، طلحہ کی اس بات کو کبھی فراموش نہ کرتے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا، تو آپ نے فرمایا، اور آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا، "تمہیں یہ دن مبارک ہو، جو تمہاری زندگی کا، جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے، سب سے بہترین دن ہے" میں نے پوچھا "یا رسول اللہ! یہ خوش خبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟" آپ نے فرمایا۔ "نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے" اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح گلنار ہوتا گویا کہ وہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور اس سے ہم آپ کی (خوشی کو) پہچان لیتے۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا "یا رسول اللہ! میری توبہ کا یہ جزء ہے کہ میں اپنا (سارا) مال اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں" آپ نے فرمایا۔ "اپنا کچھ مال، اپنے لئے رکھ لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے" میں نے کہا "اچھا، میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے" اور میں نے (یہ بھی) کہا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نجات سچائی کی بدولت عطا فرمائی ہے، اس لئے یہ بھی میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ (میں عہد کرتا ہوں کہ) جب تک میری زندگی ہے، میں ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔ پس اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اس عہد صدق کا) ذکر کیا میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کے

صلے میں وہ بہتر انعام فرمایا ہو جس سے اللہ نے مجھے نوازا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا ہے، اب تک میں نے جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ باقی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں: ہمارے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پر اور ان مہاجرین و انصار پر رجوع فرمایا جنہوں نے تنگی کے وقت میں اس پیغمبر کی پیروی کی، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں، پھر رجوع کیا اللہ نے ان پر، بے شک وہ بہت شفیق اور نہایت مہربان ہے اور ان تین شخصوں پر بھی رجوع فرمایا (یعنی ان کی توبہ قبول فرمائی) جو پیچھے رہ گئے، یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور خود ان کے اپنے نفس بھی ان پر تنگ ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ان کو اللہ سے بچانے والا، اللہ کے سوا کوئی نہیں، پھر اللہ نے ان پر رجوع فرمایا، تاکہ وہ توبہ کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ“

حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت سے نوازا، اس کے بعد اللہ نے جو انعامات مجھ پر فرمائے، ان میں سب سے بڑا انعام میرے نزدیک یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولا اور جھوٹ بولنے سے گریز کیا۔ اگر میں بھی جھوٹ بول دیتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے، جب وحی نازل فرمائی تو جھوٹ بولنے والوں کو جس طرح برا بھلا کہا، اس طرح کسی کو

بھی نہیں کہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا:

"جب تم ان کی طرف لوٹ کر آؤ گے، تو یہ تمہارے لئے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے اعراض کر لو، پس (واقعی) ان سے اعراض فرماؤ، یہ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، بہ سبب اس کے جو یہ کمائی کرتے رہے۔ یہ تمہارے لئے قسمیں کھائیں گے، تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو بیشک اللہ نافرمانوں سے (کبھی) راضی نہیں ہو گا۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: ہم تینوں پیچھے رکھے گئے، ان لوگوں کے معاملے سے، جن کی (جھوٹی) قسموں کو رسول اللہ ﷺ نے (لاعلمی کی وجہ سے) قبول فرما لیا تھا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لئے مغفرت کی دعاء بھی فرمائی اور ہمارے معاملے کو رسول اللہ ﷺ نے مؤخر فرما دیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کا فیصلہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اور ان تین شخصوں پر رجوع فرمایا جو پیچھے رکھے گئے تھے)۔ یہ جو پیچھے رکھے جانے کا ذکر ہے تو اس سے مراد ہمارا غزوے میں پیچھے رہنا نہیں بلکہ اس کا مطلب ہمیں پیچھے چھوڑ دینا اور ہمارے معاملے کو ان لوگوں کے معاملے سے موخر کر دینا ہے، جنہوں نے آپ کے سامنے حلف اٹھایا اور عذر پیش کیا جسے آپ نے ان کی طرف سے قبول فرما لیا۔ (متفق علیہ۔)

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ نبی ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے اور آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ آپ سفر سے واپس آتے تو چاشت کے وقت آتے (یعنی رات کو نہ آتے) اور آکر سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے اور پھر وہاں

بیٹھ جاتے (اور کچھ دیر کے بعد گھر تشریف لے جاتے)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك، وكتاب التفسير، وسورة برآءة، باب ﴿لقد تاب الله على النبى﴾ وباب ﴿وعلى الثلٰثة الذين خلّفوا﴾ وغيرها ۔ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب توبة كعب بن مالك رضي الله عنه.

۲۱۔ **فوائد:** اس حدیث میں عبرت و موعظت کے بہت سے پہلو ہیں' جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:
(۱) مسلمان کو ہر حال میں سچ بولنا چاہئے' چاہے اس کی وجہ سے وقتی طور پر تکلیفوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے۔ کیونکہ بالآخر اللہ کی رضا سچائی ہی میں ہے۔ (۲) منافقین والے رویے سے اجتناب کیا جائے کہ اس کا انجام بہرحال ہلاکت و بربادی ہے۔ (۳) سختی اور تنگی کے باوجود بہ رضا و رغبت جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا جائے۔ (۴) دوسروں کی عبرت و موعظت کے لئے غلطی کا ارتکاب کرنے والے مخلص مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ جائز ہے۔ تاکہ معاشرے میں معصیت اور غلطی کی حوصلہ شکنی ہو۔ (۵) دین کے معاملے میں جو تکلیفیں آئیں' صبر و استقلال سے انہیں برداشت کیا جائے۔

(۶) تمام مال کا صدقہ کرنا پسندیدہ نہیں ہے' اپنی ضروریات کے لئے بھی اپنے پاس مال رکھنا ضروری ہے۔ (۷) خوشی کے موقعے پر مبارک باد دینا اور مبارک باد دینے والے کو ہدیہ اور انعام دینا جائز ہے۔ (۸) توبہ کی توفیق بھی اللہ کا انعام ہے جس پر اس کا شکر واجب ہے۔ (۹) عہد کو پورا کیا جائے۔۔

٢٢ ـ وَعَنْ أَبي نُجَيْدٍ ـ بضَمِّ النُّونِ وفتح الجِيم ـ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزاعِيِّ رضِيَ الله عنهما أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ رسُولَ اللهِ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَا، فقالَتْ: يا رسولَ اللهِ أَصَبْتُ حَدّاً فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعا نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَلِيَّهَا فقالَ: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِني»، فَفَعَلَ فأَمَرَ بهَا نَبِيُّ الله ﷺ، فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ؟ ثُمَّ امَرَ بهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا. فقالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يا رسولَ الله وقَدْ زَنَتْ؟ قالَ: «لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لو قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ المدينَةِ لَوَسِعَتْهُم، وَهَلْ وَجَدْتَ أَفضَلَ مَنْ أَنْ جَادَتْ بنَفْسِهَا للهِ عزَّ وجل؟!» رواه مسلم.

۱۰ / ۲۲۔ حضرت ابو نجید (نون پر پیش اور جیم پر زبر) عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' وہ ارتکاب زنا سے حاملہ تھی' اس نے آکر کہا۔ یا رسول اللہ! مجھ سے حد والے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے' آپ مجھ پر حد قائم فرما دیجئے! نبی ﷺ نے اس کے ولی (وارث' قریبی رشتے دار) کو بلایا اور فرمایا "اس کو اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو اور جب یہ بچہ جن لے تو اس کے بعد اس کو لے کر آنا" چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا' اللہ کے پیغمبر نے حکم دیا' اس کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیئے گئے' پھر آپ کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' اس بدکاری کرنے والی عورت پر آپ نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا (عمرؓ! تمہیں نہیں معلوم) اس عورت

نے ایسی (خالص) توبہ کی ہے کہ اگر اسے اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔ کیا اس سے بھی افضل کوئی بات ہے کہ اللہ عز و جل کی رضا کے لئے اس نے اپنی جان تک قربان کر دی؟

(مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنٰي.

۲۲۔ **فوائد**: اس میں ایک تو حد رجم کا اثبات ہے۔ دوسرے' خالص توبہ کی فضیلت ہے۔ تیسرے' صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کے جذبہ خوف الٰہی اور محاسبہ آخرت کا بیان اور ان کا اخروی سزا کے مقابلے میں دنیا کی سزا کو ترجیح دینا ہے۔ چوتھے' مرتکب کبیرہ کی نماز جنازہ جائز ہے' بشرطیکہ وہ اسے حلال سمجھ کر نہ کرے' کیونکہ اس صورت میں اندیشہ کفر ہے۔ پنجم' حاملہ عورت کو اس وقت تک سزائے رجم نہیں دی جائے گی جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور بچہ اس کے دودھ سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

٢٣ ـ وَعَن ابْن عَبَّاسٍ رضي الله عَنهما أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «لَوْ أَنَّ لاِبْن آدمَ وَادِياً مَنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلأَ فَاهُ إلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ» متفقٌ عليه.

۱۱ / ۲۳۔ حضرت ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر انسان کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ (اس پر قناعت نہیں کرے گا بلکہ) چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں' اس کا منہ تو (قبر کی) مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے (یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے بشرطیکہ وہ توبہ شرائط و آداب توبہ کی جامع ہو)۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال... - وصحیح مسلم، کتاب الزكٰوة، باب لو أن لابن آدم واديين لابتغى ثالثا.

۲۳۔ **فوائد**: اس میں انسان کی حرص اور مال سے اس کی شدید محبت کا ذکر ہے جس سے صرف وہی بچ سکتا ہے جو ایمان میں کامل ہو۔

٢٤ ـ وَعَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أن رسولَ الله ﷺ قال: «يَضْحَكُ اللهُ سُبْحَانهُ وَتَعَالَى إلَى رَجُلَيْن يَقْتُلُ أحدُهُمَا الآخَرَ يَدْخُلانِ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هٰذَا في سَبِيلِ اللهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يَتُوبُ اللهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمُ

۱۲ / ۲۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنسے گا' جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا ہو گا' وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ قتل ہونے والا اللہ کے راستے میں لڑتا لڑتا قتل (شہید) کیا گیا تھا' پھر

فَيُسْتَشْهَدُ» متفقٌ عليه.

اللہ تعالیٰ نے اس کافر قاتل کو توبہ کی توفیق دے دی اور وہ مسلمان ہو کر اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الکافر یقتل المسلم ثم یسلم فیسدد بعد ویقتل - وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الرجلین یقتل أحدهماالآخر یدخلان الجنة.

۲۴۔ **فوائد:** توبہ سے بڑا سے بڑا گناہ اور قبول اسلام سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہنسنا بھی اللہ کی صفت ہے، جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے، گو اس کی کیفیت سے ہم آگاہ ہیں نہ آگاہ ہو ہی سکتے ہیں۔

٣ - بَابُ الصَّبْر

۳۔ صبر کا بیان

قال الله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ﴾ [آل عمران: ٢٠٠]، وقال تعالى: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ [البقرة: ١٥٥]، وقال تعالى: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر: ١٠]،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! صبر کرو! اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے جمے رہو اور محاذ جنگ پر مورچے سنبھالے رہو۔ اور فرمایا کہ ”ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے، کچھ خوف میں مبتلا کر کے، بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے“۔ اور فرمایا ”صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر دیا جائے گا بغیر حساب کے“

وقال تعالى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴿٤٣﴾﴾ [الشورى: ٤٣]، وقال تعالى: ﴿ٱسْتَعِينُواْ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾ [البقرة: ١٥٣]، وقال تعالى: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ ٱلْمُجَٰهِدِينَ مِنكُمْ وَٱلصَّٰبِرِينَ﴾ [محمد: ٣١]؛ وَالآياتُ في الأَمْرِ بالصَّبْرِ وَبَيَانِ فَضْلِهِ كَثيرَةٌ مَعْرُوفَةٌ.

اور فرمایا ”البتہ جس شخص نے صبر کیا اور معاف کر دیا بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے“ اور فرمایا ”صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے، یہاں تک کہ ہم جان لیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کون ہیں“ اور وہ آیات، جن میں صبر کرنے کا حکم اور اس کی فضیلت کا بیان ہے، بہت ہیں اور معروف ہیں۔

٢٥ - وَعَنْ أبي مَالِكٍ الحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رسول الله ﷺ: «الطُّهُورُ شَطْرُ الإِيمَانِ،

۱/ ۲۵ - ابو مالک، حارث بن عاصم اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزگی، نصف ایمان ہے (یعنی اجر و ثواب میں آدھے ایمان کے

وَالحمدُ للهِ تَمْلأُ الميزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ للهِ تَمْلآنِ ـ أَوْ تَمْلأُ ـ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرضِ، وَالصَّلاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ. كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُها، أَوْ مُوبِقُهَا» رواه مسلم.

برابر ہے) اور الحمدللہ، کہنا میزان کو بھر دیتا ہے (یعنی بہت وزنی عمل ہے جس کے اجر و ثواب سے میزان اعمال بھاری ہو جائے گی) اور سبحان اللہ اور الحمدللہ کہنا، یہ آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو بھر دیتا ہے اور نماز روشنی ہے (جس سے اسے دنیا میں حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور آخرت میں پل صراط سے گزرتے وقت بھی یہ روشنی مومن کے کام آئے گی) اور صدقہ دلیل ہے (اس بات پر کہ اس کا ادا کرنے والا مومن ہے) صبر روشنی ہے، قرآن تیرے لئے حجت (دلیل) ہے (اگر اس پر عمل کیا جائے بصورت دیگر) تیرے خلاف دلیل ہے ہر ایک صبح صبح اپنے کاموں میں نکلنے والا ہے اور وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے، پس اسے (عذاب سے) آزاد کرنے والا ہے یا اس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الطهور.

۲۵- **فوائد:** پاکیزگی کی فضیلت۔ اس سے ہر قسم کی پاکیزگی و طہارت مراد ہے اور ایمان سے مراد، ایمان ہی کی حقیقت ہے۔ بعض کے نزدیک یہاں ایمان سے مراد نماز ہے، طہارت، نماز کے لئے ضروری ہے، اس لئے اسے آدھی نماز کہا گیا ہے۔ (۲) ذکر الٰہی کی فضیلت۔ (۳) کثرت نماز کی ترغیب۔ اس لئے کہ یہ ایسی روشنی ہے جس سے مسلمان کو قدم قدم پر رہنمائی ملتی، نیز بے حیائی اور منکر کاموں سے روکتی ہے۔ (۴) صدقہ ایک مومن کے صدق اور اخلاص کی دلیل ہے۔ (۵) صبر کی فضیلت، یہ بھی مومن کا ایک بڑا ہتھیار ہے جس سے اسے استقامت نصیب ہوتی ہے۔ (٦) قرآن کریم، انسان کے لئے نجات کا ذریعہ بھی ہے اور ہلاکت کا سبب بھی۔ اس پر عمل کرنے میں نجات ہے اور اس سے اعراض ہلاکت ہے۔ (۷) انسان اپنے نفس کو بے کار نہ چھوڑے، بلکہ اسے عمل میں لگائے رکھے، عمل بھی عمل صالح۔ ورنہ برے عملوں کا ارتکاب اس کی تباہی کا باعث ہے۔ (۸) انسان اپنی حیات مستعار کو اطاعت پر صرف کرے۔

٢٦ ـ وَعَنْ أَبي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنهما: أَنَّ نَاساً مِنَ الأَنْصارِ سَأَلُوا رسول الله ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ أَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ

۲ / ۲٦ ۔ حضرت ابو سعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ طلب کیا، آپ نے انہیں کچھ دیا، انہوں نے پھر سوال کیا، آپ نے انہیں پھر دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا، ختم ہو گیا۔ آپ نے، جس وقت ہر

بِيَدِهِ: «مَا يَكُنْ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ. وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْراً وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ» متفقٌ عليه.

چیز جو آپ کے ہاتھ میں تھی، خرچ کر دی، تو ان سے فرمایا۔ میرے پاس جو کچھ بھی آتا، میں وہ تم سے بچا کر نہیں رکھتا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ اسے بچا لیتا ہے، جو بے نیازی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الزکٰوۃ، باب الاستعفاف عن المسألة - وصحیح مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب فضل التعفف والصبر.

۲۶۔ **فوائد**: اس میں نبی کریم ﷺ کے جود و کرم، سماحت اور مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ صبر و قناعت اور استغناء اختیار کرنے، دست سوال دراز کرنے سے بچنے اور خودداری کو برقرار رکھنے کی ترغیب و تلقین ہے۔

٢٧ - وَعَنْ أَبِي يَحْيَى صُهَيْبِ بْنِ سِنَانٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «عَجَباً لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْه ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْراً لَه» رواه مسلم.

۳ / ۲۷۔ حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے، تو یہ شکر کرنا بھی اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے، تو صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے) (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير.

۲۷۔ **فوائد**: مومن کا معاملہ تو عسر و یسر، خوش حالی و تنگی دونوں میں وہ ہے جو حدیث میں مذکور ہوا۔ اس کا مطلب ہے کہ خوش حالی میں اللہ کو بھول جانا، اس کی نعمتوں کا شکر کرنے کی بجائے، اس کی نافرمانی کرنا، اسی طرح تکلیف اور مصیبت کے وقت صبر کی بجائے جزع و فزع، اللہ کی قضاء و قدر پر برہمی کا اظہار اور گلے شکوے کرنا، مومنانہ شیوہ اور کردار نہیں ہے۔

٢٨ - وَعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ الله عنها: وَاكَرْبَ

۴ / ۲۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے اور اضطراب اور بے چینی آپ پر چھا گئی تو (آپ کی صاجزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

أَبَتاه. فَقَالَ: «لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ» فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يا أَبَتَاه أَجَابَ رَبّاً دَعَاهَ، يَا أَبَتَاه جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاه، يَا أَبَتَاه إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاه؛ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ رضي الله عنها: أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رسولِ الله ﷺ التُّرَابَ؟ رواه البخاري.

منہ سے نکلا، ہائے ابا جان کی تکلیف! آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ "تمہارے باپ پر آج کے بعد بے چینی نہیں ہو گی" جب وفات پا گئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا، ہائے ابا جان، رب نے انہیں بلایا تو انہوں نے رب کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان! جنت الفردوس ان کا ٹھکانا ہے، ہائے ابا جان! جبریل کو ہم آپ کی موت کی خبر دیں گے۔ جب آپ کو دفنایا گیا، تو صاحبزادی نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) پوچھا، کیا تمہارے نفسوں نے یہ گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ ﷺ (کے جسد اطہر) پر مٹی ڈالو؟ (بخاری)

تخریج: صحيح بخارى ، كتاب المغازى، باب مرض النبي ﷺ ووفاته.

۲۸۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت جو تکلیف اور بے چینی ہوتی ہے، اس کا اظہار جائز ہے، اسی طرح موت پر فطری طریقے سے درد و غم کا اظہار، جس میں نالہ و شیون اور نوحہ و ماتم، بال نوچنا اور جیب و داماں کو چاک کرنا وغیرہ نہ ہو، درست ہے اور میت کے اوصاف بیان کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آخری قول بھی حزن و غم کے اظہار کا ایک انداز ہی ہے، ورنہ نبی ﷺ کے دفن کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو شریعت کا حکم ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

٢٩ - وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بنِ حَارِثَةَ مَوْلَى رسولِ الله ﷺ وَحِبِّهِ وَابْنِ حِبِّهِ، رضي الله عنهما، أَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ ابْنِي قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلامَ وَيَقُول: «إِنَّ للهِ مَا أَخَذَ، وَلَه مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَه بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ» فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِم عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا. فَقَامَ وَمَعَه سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابتٍ، وَرِجَالٌ رضي الله عنهم، فَرُفِعَ إِلَى رسولِ الله ﷺ الصَّبِيُّ، فَأَقْعَدَهُ في حَجْرِهِ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ؛ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يا رسولَ الله مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: «هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ

۵ / ۲۹ ۔ حضرت ابو زید، اسامہ بن زید بن حارثہ۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام، آپ کے محبوب اور محبوب کے بیٹےؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹی نے آپؐ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت (دم واپسیں) ہے، آپ تشریف لائیں۔ آپ نے پیغام بھیجا کہ وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "جو اللہ تعالیٰ لے، وہ بھی اسی کا ہے اور جو دے، وہ بھی اسی کا ہے، اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اس لئے انہیں چاہئے کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں" صاحبزادی نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دیتے ہوئے کہا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ، سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کچھ اور آدمیوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے

تَعَالَی في قُلُوبِ عِبَادِہِ»، وفي روايةٍ: «في قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِہِ وإنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ» متفق عليه. ومَعْنَی «تَقَعْقَعُ»: تَتَحَرَّكُ وَتَضْطَرِبُ.

اسے اپنی گود میں بٹھا لیا جب کہ اس کی جان بے چین اور مضطرب تھی' (اس کی یہ حالت دیکھ کر) آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جس پر حضرت سعدؓ نے کہا' یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "یہ جذبہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے" اور ایک روایت میں ہے "جن بندوں کے دلوں میں چاہا" اور اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو رحیم (شفقت و مہربانی کرنے والے) ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اور تقعقع کے معنی ہیں' حرکت کرتا اور مضطرب ہوتا۔

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ "یعذب المیّت ببکاء أهله علیه" وکتاب المرضی وکتاب الإیمان وغیرها من کتب الصحیح ۔ وصحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیّت.

۲۹- **فوائد:** عندالمرگ' تمام رشتے داروں کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔ تاہم جنازے میں شرکت بطور کفایہ مستحب ہے۔ (۲) البتہ گھر والوں کی یہ خواہش جائز ہے کہ دم واپسیں نیک لوگ قریب الموت کے قریب ہوں تاکہ اس کی دعاء و برکت سے یہ مرحلہ جان کنی آسانی سے طے ہو جائے۔ (۳) جس پر اعتماد ہو' اس کو قسم دلانا اور قسم دلانے والے کا اس قسم کا پورا کرنا جائز ہے' اس سے باہمی اعتماد اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۴) میت پر فطری رونا اور اہل میت کو صبر و احتساب کی تلقین کرنا جائز ہے۔ (۵) شفقت و محبت کا جذبہ' اللہ کا انعام اور اس کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس سے محرومی' شقاوت ہے۔

٣٠ ـ وَعَنْ صُهَيْبٍ رضي الله عنه أن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «كَانَ مَلِكٌ فيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبِرَ قَالَ لِلْمَلِكِ: إنِّي قَدْ كَبِرْتُ فابْعَثْ إلَيَّ غُلاماً أُعَلِّمْهُ السِّحْرَ فَبَعَثَ إلَيْهِ غُلاماً يُعَلِّمُهُ، وَكَانَ في طَرِيقِهِ إذَا سَلَكَ رَاهِبٌ فَقَعَدَ إلَيْهِ وَسَمِعَ كَلامَهُ فَأَعْجَبَهُ، وَكَانَ إذَا أَتَی السَّاحِرَ مَرَّ بالرَّاهِبِ وَقَعَدَ إلَيْهِ، فإذَا أَتَی السَّاحِرَ ضَرَبَهُ، فَشَكَا ذلكَ إلَی الرَّاهِبِ

۶ / ۳۰ ۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا (مشیر) ایک جادوگر تھا' جب جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا' میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں' ایک لڑکا میرے سپرد کرو تاکہ میں اسے یہ جادو کا علم سکھا دوں' چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا اس کی طرف بھیجنا شروع کر دیا جس کو وہ جادو سکھاتا۔ راستے میں ایک پادری کا بھی ٹھکانا تھا' وہ لڑکا جب بھی جادوگر کے پاس جاتا' تو پادری کے پاس بھی (تھوڑی دیر

فَقَالَ: إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ: حَبَسَنِي أَهْلِي، وإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِي السَّاحِرُ. فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذلِكَ إِذْ أَتَى عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ: الْيَوْمَ أَعْلَمُ آلسَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ؟ فَأَخَذَ حَجَراً فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ، فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ، فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ: أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي، قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى، وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى، فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلا تَدُلَّ عَلَيَّ؛ وَكَانَ الْغُلامُ يُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ، وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الأَدْوَاءِ. فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ: مَا هٰهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي، فَقَالَ: إِنِّي لا أَشْفِي أَحَداً، إِنَّمَا يَشْفِي اللهُ تَعَالَى، فَإِنْ آمَنْتَ بِاللهِ تَعَالَى دَعَوْتُ اللهَ فَشَفَاكَ، فَآمَنَ بِاللهِ تَعَالَى فَشَفَاهُ اللهُ تَعَالَى، فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ فقالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ قَالَ: رَبِّي. قالَ: وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي؟! قالَ: رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الْغُلامِ، فَجِيْءَ بِالْغُلامِ فقالَ لَهُ الْمَلِكُ: أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فقالَ: إِنِّي لا أَشْفِي أَحَداً، إِنَّما يَشْفِي اللهُ تعالَى، فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ

کے لئے) بیٹھ جاتا' اسے اس کی باتیں اچھی لگیں' پس وہ جب بھی جادوگر کے پاس جاتا تو گزرتے ہوئے راہب (پادری) کے پاس بھی بیٹھ جاتا۔ جب وہ جادوگر کے پاس آتا تو (دیر سے آنے کی وجہ سے) جادوگر اسے مارتا' اس نے راہب کو بتلایا۔ راہب نے اس سے کہا کہ جب تمہیں جادوگر سے (مار کا) ڈر ہو تو یہ کہہ دیا کرو کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دیا کرو کہ جادوگر نے مجھے روک لیا تھا۔ چنانچہ اسی طرح دن گزرتے رہے کہ ایک دن لڑکے نے اپنے راستے میں ایک بہت بڑا جانور دیکھا' جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ لڑکے نے (دل میں) کہا' آج پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ اس نے ایک پتھر پکڑ کر کہا' اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ تیرے نزدیک' جادوگر کے معاملے سے زیادہ پسندیدہ ہے' تو اس جانور کو (اس پتھر کے ذریعے سے) مار دے' تاکہ (راستہ کھل جائے اور) لوگ گزر جائیں۔ یہ دعا کر کے اس نے پتھر اس جانور کو مارا' جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور لوگ گزر گئے۔ وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے یہ واقعہ بتلایا' راہب نے اسے کہا' بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہو' تمہارے (علم و تقویٰ کا) معاملہ جہاں تک پہنچ گیا ہے' میں وہ دیکھ رہا ہوں اور عنقریب تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے' پس جب آزمائش کا یہ مرحلہ آئے تو تم (میرا بھانڈا مت پھوڑنا) اور میری بابت لوگوں کو مت بتلانا اور یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو (اللہ کے حکم سے) درست کر دیتا تھا اور دیگر تمام بیماریوں کا علاج کرتا۔ بادشاہ کا ایک درباری (ہم نشیں) اندھا ہو گیا' اس نے جب سنا تو وہ بہت سے ہدیے لے کر لڑکے کے پاس آیا اور اس سے کہا' اگر تم مجھے ٹھیک کر دو' تو یہ سارے ہدیے' جو

عَلَى الرَّاهِبِ؛ فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ فَقِيلَ لَهُ: ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ، فَأَبَى، فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوُضِعَ الْمِنْشَارُ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ فقيلَ لَهُ: ارْجِعْ عنْ دِينِكَ فَأَبَى، فَوُضِعَ المِنْشَارُ في مَفْرِقِ رَأْسِهِ، فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ، ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلامِ فَقِيلَ لَهُ: ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى، فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذا فَاصْعَدُوا بِهِ الجَبَلَ، فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فاطْرَحُوهُ، فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ فقالَ: اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ، فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فُعِلَ بِأَصْحَابِكَ؟ فقالَ: كَفَانِيهِمُ اللهُ تعالى، فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فقالَ: اذْهَبُوا به فاحْمِلُوهُ في قُرْقُورٍ وَتَوَسَّطُوا به الْبَحْرَ، فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فاقْذِفُوهُ، فَذَهَبُوا به فقالَ: اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بمَا شِئْتَ، فانْكَفَأَتْ بهِمُ السَّفِينَةُ فغَرِقُوا، وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ. فقالَ لَهُ الْمَلِكُ: مَا فُعِلَ بِأَصْحَابِكَ؟ فقَالَ: كَفَانِيهِمُ اللهُ تعالى. فقالَ لِلْمَلِكِ: إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ. قالَ: مَا هُوَ؟ قالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ في صَعِيدٍ وَاحِدٍ، وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْماً مِنْ كِنَانَتِي، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ في كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ: بِسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلامِ، ثُمَّ ارْمِنِي، فإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذلكَ قَتَلْتَنِي. فَجَمَعَ النَّاسَ

یہاں میں ساتھ لایا ہوں، تمہارے ہیں۔ لڑکے نے کہا، میں کسی کو شفاء نہیں دیتا، شفا صرف اللہ دیتا ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ، تو میں اللہ سے دعاء کروں گا، پس وہ تمہیں شفاء عطا فرما دے گا۔ چنانچہ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اسے شفاء عطا فرما دی۔ وہ (ٹھیک ہونے کے بعد) بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس اس طرح بیٹھ گیا، جیسے وہ بیٹھا کرتا تھا، بادشاہ نے اسے دیکھا تو پوچھا، تیری بینائی کس نے بحال کر دی؟ اس نے کہا، میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور رب ہے؟ اس نے کہا، میرا اور تیرا رب (صرف ایک) اللہ ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کو سزا دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتلا دیا، چنانچہ لڑکے کو (بادشاہ کی خدمت میں) لایا گیا، بادشاہ نے اس سے کہا، تیرے جادو کا کمال اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو درست کر دیتا ہے اور بھی فلاں فلاں کام کر لیتا ہے! لڑکے نے کہا، میں کسی کو شفاء نہیں دیتا، شفا دینے والا صرف اللہ ہے۔ بادشاہ نے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اسے سزا دیتا رہا، حتیٰ کہ اس نے راہب کا پتہ بتلا دیا۔ پس راہب کو پیش کیا گیا، راہب سے کہا گیا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ! اس نے انکار کر دیا، بادشاہ نے آرہ منگوایا اور اس آرے کو اس کے سر کے عین درمیان (مانگ والے مقام پر) رکھ دیا گیا اور اس کے سر کو چیر دیا، یہاں تک کہ اس کے سر کے دو حصے ہو گئے۔ پھر بادشاہ کے ہم نشیں (درباری) کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا! اس نے بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ آرہ اس کے سر کے مانگ والے مقام پر رکھ دیا گیا اور اس کے سر کو چیر دیا، جس سے اس کے سر کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر لڑکے کو پکڑ کر لایا گیا، اس سے کہا گیا، اپنے دین سے پھر جا، اس

فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ، ثُمَّ أَخَذَ سَهْماً مِنْ كِنَانَتِهِ، ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلامِ، ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فَمَاتَ. فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلامِ، فَأُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيلَ لَهُ: أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ. قَدْ آمَنَ النَّاسُ. فَأَمَرَ بِالأُخْدُودِ بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَأُضْرِمَ فِيهَا النِّيرَانُ وَقَالَ: مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِينِهِ فَأَقْحِمُوهُ فيها، أَوْ قِيلَ لَهُ: اقْتَحِمْ، فَفَعَلُوا حَتَّى جَاءَتِ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا، فَتَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِيهَا، فَقَالَ لَهَا الْغُلامُ: يَا أُمَّاهُ اصْبِرِي فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ» رواه مسلم. «ذِرْوَةُ الْجَبَلِ»: أَعْلاهُ، وَهِيَ بِكَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَضَمِّهَا، وَ«الْقُرْقُورُ» بِضَمِّ الْقَافَيْنِ: نَوْعٌ مِنَ السُّفُنِ، وَ«الصَّعِيدُ» هُنَا: الأَرْضُ الْبَارِزَةُ، وَ«الأُخْدُودُ»: الشُّقُوقُ فِي الأَرْضِ كَالنَّهْرِ الصَّغِيرِ، وَ«أُضْرِمَ»: أُوقِدَ، وَ«انْكَفَأَتْ» أي: انْقَلَبَتْ، وَ«تَقَاعَسَتْ»: تَوَقَّفَتْ وَجَبُنَتْ.

نے انکار کر دیا' بادشاہ نے اسے اپنے چند خاص آدمیوں کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ' اس پر اسے چڑھاؤ' جب تم اس کی چوٹی پر پہنچ جاؤ (تو اس سے اس کے دین کی بابت پوچھو) اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ہے' ورنہ اسے وہاں سے نیچے پھینک دو! چنانچہ وہ اسے لے گئے اور اسے پہاڑ پر لے کر چڑھے' تو لڑکے نے دعاء کی' اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں' جیسے تو چاہے' مجھے کافی ہو جا! چنانچہ پہاڑ لرزا' جس سے سب نیچے گر گئے۔ لڑکا بادشاہ کے پاس آگیا' بادشاہ نے اس سے پوچھا' تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (یعنی کیا انہوں نے تجھے پہاڑ کی چوٹی سے نہیں گرایا؟) لڑکے نے کہا' ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے پھر اپنے چند خاص آدمیوں کے سپرد کیا اور ان سے کہا کہ اسے لے جاؤ اور کشتی میں سوار کراؤ اور سمندر کے درمیان لے جا کر (اس سے پوچھو) اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ہے' ورنہ اسے سمندر میں پھینک دو! چنانچہ وہ اسے لے گئے' اس نے کشتی میں بیٹھ کر دعاء کی' اے اللہ! ان کے مقابلے میں' جیسے تو چاہے' مجھے کافی ہو جا! چنانچہ کشتی الٹ گئی اور سب پانی میں ڈوب گئے۔ یہ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آگیا' بادشاہ نے اس سے پوچھا۔ تیرے ساتھیوں نے کیا کیا" (یعنی انہوں نے تجھے سمندر میں نہیں پھینکا؟) لڑکے نے کہا' اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھے کافی ہو گیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا' تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا' جب تک تو وہ طریقہ اختیار نہ کرے جو میں تجھے بتلاؤں؟ بادشاہ نے کہا' وہ کیا ہے؟ اس نے کہا' تو ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے سولی دینے کے لئے ایک تنے پر چڑھا' پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر اسے کمان کے چلے پر رکھ'

پھر یہ الفاظ پڑھ کر (اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے) مجھے تیر مار۔ جب تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا‘ اسے سولی دینے کے لئے لکڑی کے ایک تنے پر چڑھا دیا‘ پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لے کر اسے کمان کے چلے پر رکھا اور کہا بسم اللہ رب الغلام‘ اللہ کے نام سے‘ جو اس لڑکے کا رب ہے‘ اور تیر پھینکا‘ تیر اس کی کنپٹی پر لگا‘ لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھا اور مر گیا۔ (لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو رب کائنات کی حقیقت اور الہ واحد کی توحید ان کی سمجھ میں آگئی اور بے اختیار) پکار اٹھے ”ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے“ لوگوں نے بادشاہ سے کہا‘ بادشاہ سلامت آپ جس چیز سے ڈرتے تھے‘ اللہ کی قسم وہی ہوا اور آپ کا خطرہ سامنے آگیا‘ سب لوگ (اللہ پر) ایمان لے آئے ہیں۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ سڑکوں کے کنارے خندقیں کھودی جائیں‘ پس وہ کھودی گئیں اور ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا‘ جو اپنے دین سے نہ پھرے‘ اسے اس آگ میں جھونک دو! یا اس سے کہا جائے‘ آگ میں داخل ہو جا! انہوں نے ایسا ہی کیا‘ حتیٰ کہ ایک عورت آئی‘ جس کے ساتھ بچہ تھا‘ وہ آگ میں گرنے سے جھجکی‘ تو اس کو بچے نے کہا اماں! صبر کر‘ یقیناً تو حق پر ہے۔

ذروۃ الجبل‘ پہاڑ کا بالائی حصہ (چوٹی) اور اس کی ذال (معجمہ‘ نقطے والی) زیر اور پیش کے ساتھ ہے‘ یعنی دونوں طرح صحیح ہے۔ قرقور (دونوں قافوں پر پیش) یہ کشتیوں کی ایک قسم ہے۔ صعید‘ یہاں کھلی جگہ کے معنی میں ہے۔ اخدود‘ زمین کی کھائیاں‘ یا خندقیں۔ جیسے چھوٹی نہر۔ اضرم‘ بھڑکائی گئی۔ انکفأت‘ الٹ گئی۔ تقاعست‘ توقف کیا۔ کمزوری دکھائی۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب قصة أصحاب الأخدود والراهب والغلام.

۳۰۔ **فوائد**: اس حدیث میں سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ دین کی راہ میں جو بھی مشکلات آئیں' انہیں صبر و عزیمت سے انگیز کیا جائے اور دین کی مصلحت کا تقاضا ہو تو جان تک قربان کر دی جائے۔ (۲) اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں' اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت جب اس کی مقتضی ہوتی ہے' وہ انہیں اپنے بندوں کے ہاتھوں سے ظاہر کرواتا ہے۔ (۳) قرآن کریم کی صداقت کا اظہار کہ اس نے اصحاب الاخدود جیسے نہایت مہتم بالشان تاریخی واقعات کو بیان فرمایا جن پر لیل و نہار کی دبیز تہیں پڑ چکی تھیں اور زمانہ انہیں فراموش کر چکا تھا۔ (۴) حدیث کے بغیر قرآن کی تفسیر و توضیح ممکن نہیں۔ اگر حدیث میں کھائی والوں کا یہ واقعہ بیان نہ ہوتا تو اصحاب الاخدود کی صحیح حقیقت سے آگاہی ممکن نہ ہوتی۔ حدیث نے قرآن کے اس اجمال کی تفصیل اور اس ابہام کی توضیح کی۔ (۵) داعیان حق کے لئے اس قسم کے واقعات استقامت کا باعث ہیں۔

٣١ - وَعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: مَرَّ النَّبيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: «اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي»، فَقَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي؛ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي! وَلَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فقالت: لَمْ أَعْرِفْكَ، فقالَ: «إِنَّما الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى» متفق عليه. وفي رواية لِمُسْلِمٍ: تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا.

۷ / ۳۱۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی' آپ نے اس سے فرمایا "اللہ سے ڈر اور صبر اختیار کر" اس نے کہا۔ مجھ سے دور ہو جا! تجھے وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہچانا (اس لئے فرط غم میں اس نے نازیبا انداز اختیار کیا)۔ بعد میں اس کو بتلایا گیا کہ وہ تو نبی ﷺ تھے۔ چنانچہ (یہ سن کر) وہ آپ کے دروازے پر آئی' وہاں دربانوں کو نہیں پایا' آکر اس نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ آپ نے اسے (پھر وعظ کرتے ہوئے) فرمایا "صبر تو یہی ہے کہ صدمے کے آغاز میں کیا جائے" (بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے) مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ کہ یہ قبر اس کے بچے کی تھی جس پر وہ رو رہی تھی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى.

۳۱۔ **فوائد**: اس کے فوائد واضح ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں نبی ﷺ کے اخلاق عالیہ کا بھی بیان ہے کہ عورت نے آپ کی شان کے شایان انداز اختیار نہیں کیا' لیکن آپ نے برہمی کا اظہار نہیں فرمایا' نہ اسے سخت سست کہا' بلکہ دوبارہ وہ سامنے آئی تو پھر بھی آپ نے اسے نصیحت ہی فرمائی۔ داعیان حق کے لئے اس میں بہت بڑا سبق ہے۔

کاش علماء اور اصحاب دعوت و تبلیغ بھی کردار کی اس رفعت کو اپنا سکیں۔

٣٢ ـ وَعَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قالَ: «يَقُولُ اللهُ تعالى: مَا لِعَبْدِي المُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الجَنَّةَ» رواه البخاري.

٨ / ٣٢ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں' لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبرو رضاء کا مظاہرہ کرے) اس کے لئے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخارى، كتاب الرقاق، باب العمل الذى يبتغي به وجه الله تعالى.

٣٢۔ فوائد: بچہ' بیوی' والدین وغیرہ' یہ سب انسان کے لئے محبوب ترین چیزیں ہیں' ان کی وفات پر اللہ کا حکم سمجھ کر صبر کرنا' کمال ایمان کی علامت ہے اور بے صبری' جزع فزع اور اول فول بکنا ضعف ایمان کی دلیل۔ پہلی بات کا صلہ جنت ہے اور دوسری بات' اللہ کی ناراضی کا باعث۔

٣٣ ـ وَعَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا سَأَلَتْ رسولَ الله ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ، فَأَخْبَرَهَا أَنَّهُ كَانَ عَذَاباً يَبْعَثُهُ اللهُ تعالى عَلَى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهُ اللهُ تعالى رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُونِ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِراً مُحْتَسِباً يَعْلَمُ أَنَّهُ لا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ» رواه البخاري.

٩ / ٣٣ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا' آپ نے انہیں بتلایا کہ یہ عذاب تھا' جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا' اسے نازل فرماتا۔ اب اللہ نے اسے مومنوں کے لئے رحمت (کا ذریعہ) بنا دیا ہے۔ اب جو بندہ بھی اس طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو جائے اور وہ اپنے (طاعون زدہ) شہر میں ہی صبر کرتا ہوا' ثواب آخرت کی نیت سے ٹھہرا رہے' اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے' تو ایسے شخص کے لئے شہید کی مثل اجر ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخارى، كتاب الطب، باب أجر الصابر فى الطاعون.

٣٣۔ فوائد: طاعون یا اور اسی قسم کی وبائی بیماری میں اللہ کی تقدیر و مشیت پر ایمان رکھتے ہوئے' اسی شہر میں ٹھہرے رہنا اور اس میں مبتلا ہونے کی صورت میں جزع فزع اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا' ایک مومن کو شہادت کے رتبے سے ہمکنار کر سکتا ہے' جیسے اور بھی بعض لوگوں کو یہ اجر ملے گا۔ جیسے غرق ہو کر مرنے والے کو' حالت زچگی میں فوت ہونے والی عورت کو' وغیرہ وغیرہ۔ یہ حکم اس لئے ہے تاکہ یہ وبائی مرض دوسرے شہروں میں نہ پھیلے۔ علاوہ ازیں دوسرے شہروں کے رہنے والوں کے لئے حکم ہے کہ وہ طاعون زدہ شہر میں جانے سے اجتناب کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت اور علاج کے اسباب اختیار کرنا' تقدیر الٰہی پر ایمان رکھنے کے منافی نہیں ہے' اسی طرح مرض پر صبر' اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر رضامندی کی دلیل ہے جو کمال ایمان ہے۔

٣٤ ـ وَعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال:

١٠ / ٣٤ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُولُ: «إنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: إذَا ابْتَلَيْتُ عَبدِي بحَبِيبتَيهِ فَصَبرَ عَوَّضْتُهُ مِنهُمَا الجَنَّةَ» يُرِيدُ عَيْنَيْه، رواه البخاري.

نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے (یعنی آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں' پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب المرضٰی، باب فضل من ذهب بصره.

۳۴۔ **فوائد**: عدم بصارت (آنکھوں کا نہ ہونا) دنیا میں' بہت بڑی محرومی ہے اور اللہ تعالیٰ جزاء بھی بقدر مشقت عطا فرماتا ہے' اس لئے اس محرومی پر صبر بہت بڑا عمل ہے' جس کی جزاء جنت ہے۔ بشرطیکہ نابینا ایمان کی دولت سے مالا مال ہو۔

٣٥ ـ وَعَنْ عَطَاءِ بْن أَبي رَبَاحٍ قالَ: قالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما: أَلا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّة؟ فَقُلْتُ: بَلَى، قالَ: هٰذِهِ المرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النبيَّ ﷺ فقَالَتْ: إنِّي أُصْرَعُ، وَإنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ الله تعالى لِي قَالَ: «إنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإنْ شِئْتِ دَعَوْتُ الله تعالى أنْ يُعَافِيَكِ»، فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فقَالَت: إنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ ألا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا. متفق عليه.

۱۱/ ۳۵ ۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا' کیوں نہیں' (ضرور دکھلائیے!) فرمایا کہ یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا' مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں' آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے) آپ نے فرمایا۔ ''اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر' اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعاء کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے'' اس نے کہا (اچھا ٹھیک ہے' پھر) میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں' آپ اللہ سے یہ دعاء فرما دیں' میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے یہ دعاء فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب المرضٰی، باب فضل من یصرع من الریح - وصحیح مسلم، کتاب البر، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه.

۳۵۔ **فوائد**: رخصت کے مقابلے میں عزیمت کو اختیار کرنا' بشرطیکہ انسان اسے استقلال کے ساتھ برداشت کر سکے' بہت اجر و ثواب کا کام ہے۔ اسی طرح علاج معالجے کے ساتھ' بارگاہ الٰہی میں دعاء سے بھی اجتناب نہ کیا جائے۔ دونوں کی اپنی اپنی اہمیت و افادیت ہے۔

٣٦ ـ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمنِ عَبْدِ الله بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قال: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رسولِ الله ﷺ يَحْكِي نَبِيّاً مِنَ الأَنْبِياءِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، يَقُولُ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ» متفق عليه.

۱۲ / ۳۶ ـ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، گویا میں رسول اللہ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جس کو اس کی قوم نے مار کر لہولہان کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتا ہوا، کہہ رہا ہے، یا اللہ میری قوم کو معاف فرما دے، اس لئے کہ وہ بے علم ہے۔ (متفق علیہ)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، وكتاب المرتدّين ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد.

۳۶۔ **فوائد:** بعض کے نزدیک یہ پیغمبر حضرت نوح اور بعض کے نزدیک خود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس میں پیغمبرانہ اخلاق و کرم کا بیان ہے، جس میں داعیان دین کے لئے بڑا سبق ہے کہ تبلیغ و دعوت کی راہ میں تکلیفیں برداشت کی جائیں، لوگوں کی بداخلاقی اور بدسلوکی کے مقابلے میں عفو و درگزر سے کام لیا جائے اور اللہ سے ان کے لئے معافی اور ہدایت کی دعاء مانگی جائے۔ نیز جاہلوں سے جاہلوں والا معاملہ نہ کیا جائے۔ یہ اخلاقی خوبی اور کردار کی بلندی، ایک داعی دین کے لئے نہایت ضروری ہے۔

٣٧ ـ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وأَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنهما عن النَّبِيِّ ﷺ قالَ: «مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَاوَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلا حَزَنٍ وَلا أَذًى وَلا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بها مِنْ خَطَايَاهُ» متفق عليه. وَ«الْوَصَبُ»: الْمَرَضُ.

۱۳ / ۳۷ ـ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی تکان، بیماری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے، حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وصب کے معنی ہیں، بیماری

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضٰى، باب في ما جاء في كفارة المرض، وقول الله تعالى ﴿من يعمل سوءا يجز به﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب البر، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها.

۳۷۔ **فوائد:** مومن کے ساتھ اللہ کے فضل و کرم کا جو خاص معاملہ ہے، اس میں اس کا بیان ہے کہ دنیا میں پہنچنے والے آلام و مصائب کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب مومن صبر کرے۔ اگر وہ صبر کی بجائے جزع و فزع اور تقدیر الٰہی کا شکوہ کرے گا تو اس دنیاوی تکلیف کے ساتھ ایک دوسری مصیبت اس کے لئے یہ ہوگی کہ وہ اجر سے محروم رہے گا، بلکہ مزید گناہوں کا بوجھ بھی اسے اٹھانا پڑے گا۔

٣٨ - وَعَن ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قال: دَخَلْتُ عَلَى النبيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ الله إنَّكَ تُوعَكُ وَعْكاً شَدِيداً قال: «أَجَلْ إنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلانِ مِنْكُمْ»، قُلْتُ: ذلكَ أنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ؟ قال: «أَجَلْ ذلكَ كَذلكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى؛ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إلَّا كفَّرَ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا» متفقٌ عليه. و«الْوَعْكُ»: مَغْثُ الْحُمَّى، وَقِيلَ: الْحُمَّى.

۱۴/ ۳۸- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' جب کہ آپ کو بخار تھا' میں نے کہا' یا رسول اللہ! آپ کو شدید بخار ہوتا ہے' آپ نے فرمایا "ہاں' مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو ہوتا ہے" میں نے کہا' آپ کے لئے اجر بھی دوگنا ہے' آپ نے فرمایا "ہاں یہ ایسا ہی ہے۔ جو بھی مسلمان' اسے کوئی تکلیف پہنچے' کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے-- اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں' جیسے درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔ (جس کا مشاہدہ پت جھڑ کے موسم میں ہوتا ہے) (بخاری و مسلم)

وعک' بخار سے معدے اور آنتوں میں ہونے والی تکلیف' یا خالی بخار۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المرضٰى، باب شدة المرض - وصحيح مسلم، كتاب البر، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه. . . .

۳۸- **فوائد:** انبیاء علیہم السلام کو زیادہ تکلیفیں آتی ہیں' جن سے ان کے اجر و ثواب میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ گویا آلام و مصائب کی زیادتی کمال ایمان کی علامت ہے نہ کہ اللہ کی ناراضی کی دلیل۔

٣٩ - وَعَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْراً يُصِبْ مِنْهُ»، رواه البخاري. وضَبَطُوا «يُصِبْ»: بفَتْحِ الصَّادِ وكَسْرِهَا.

۱۵/ ۳۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے' اس کو مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے۔ (بخاری)

یصب' صاد پر زبر یا زیر کے ساتھ دونوں طرح صحیح ہے' دونوں صورتوں میں مفہوم بھی وہی رہتا ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المرضٰى، باب ما جاء في كفارة المرض.

۳۹- **فوائد:** دنیا کی تکلیفیں' مصائب و آلام' بیماری' غربت' جان و مال کا نقصان وغیرہ' ان میں مومن کے لئے بھلائی کا پہلو اس طرح ہے کہ دنیا میں وہ ان کی وجہ سے اللہ کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دعاء و التجاء کرتا ہے اور ان کی وجہ سے اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں' اس لئے آخرت کے نقطہ نظر سے بھی اس میں ایک مومن کے لئے خیر ہے۔

٤٠ ـ وَعَن أَنَسٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لا بُدَّ فَاعلاً فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْيِني مَا كَانَت الْحَيَاةُ خَيْراً لِي وَتَوَفَّني إذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْراً لِي» متفقٌ عليه.

۱۶ / ۴۰ ـ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو' موت کی آرزو نہ کرے اور اگر (تکلیف کی نوعیت ایسی ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس طرح دعاء کرے' اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ' جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور اس وقت مجھے فوت کر دے جب وفات میرے لئے بہتر ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمنّي المريض الموت ـ وصحيح مسلم، كتاب الذكر، باب كراهة تمنّى الموت لضر نزل به.

۴۰۔ **فوائد**: انسان کو چونکہ مستقبل کا علم نہیں کہ آئندہ زندگی اس کے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟ اس لئے مطلقاً' کسی تکلیف اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنا' ایک تو بے صبری ہے۔ دوسرے اندھیرے میں تیر چلانا ہے کیونکہ ممکن ہے زندگی کا باقی ماندہ حصہ اس کے دین و دنیا کے لئے بہتر ہو۔ اس لئے موت کی آرزو کرنا منع ہے۔ البتہ شہادت کی یا کسی مقدس جگہ میں مرنے کی آرزو کرنا جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ زیر بحث سے مختلف چیز ہے۔ اگر ویسے ہی موت کی آرزو کرنی ہو تو حدیث میں مذکور الفاظ کے ساتھ دعاء کی جائے۔

٤١ ـ وَعَنْ أبي عبدِ اللهِ خَبَّابِ بْن الأرَتِّ رضي الله عنه قال: شَكَوْنَا إلَى رسول الله ﷺ وَهُوَ مُتوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ في ظلِّ الْكَعْبَةِ، فَقُلْنَا: أَلا تَسْتَنْصرُ لنَا أَلا تَدْعُو لَنَا؟ فَقَالَ: «قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ في الأَرْضِ فَيُجْعَلُ فيهَا، ثُمَّ يُؤْتَى بالْمنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ نصْفَيْن، وَيُمْشَطُ بأَمْشَاطِ الْحَديدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ وَعَظْمِهِ، مَا يَصُدُّهُ ذلكَ عَنْ دِينهِ، وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ اللهُ هٰذَا الأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إلَى حَضْرَمَوْتَ لا يَخَافُ إلَّا اللهَ وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ» رواه البخاري. وفي رواية: وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَقَدْ لَقِينَا مِنَ

۱۷ / ۴۱ ـ حضرت ابو عبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی' جب کہ آپ خانہ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے استراحت فرما تھے' ہم نے کہا' آپ ہمارے لئے اللہ سے مدد طلب کیوں نہیں فرماتے' ہمارے لئے دعاء کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا (تمہیں معلوم ہونا چاہئے) کہ تم سے پہلے لوگوں کا (یہ حال ہوتا تھا کہ) آدمی پکڑ کر لایا جاتا' اس کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر اس کو اس میں کھڑا کر دیا جاتا' پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر پھیری جاتیں' جس سے اس کا گوشت اور ہڈیاں تک متاثر ہوتیں۔ لیکن یہ آزمائشیں اسے اس کے دین سے نہ پھیرتیں۔ (اس لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس

الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً.

معاملے کو ضرور مکمل فرمائے گا (دین اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار (مسافر) صنعاء سے حضرموت تک (اکیلا) سفر کرے گا لیکن اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر اور اسی طرح اسے اپنی بکریوں پر، بھیڑیے کے سوا کسی کا خوف نہیں ہو گا۔ لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں، کہ آپ چادر کا تکیہ بنائے آرام فرما تھے اور ہم مشرکین کی طرف سے سختیوں سے دوچار تھے (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب علامات النبوة، باب علامات النبوة في الإسلام، وباب ما لقي النبي ﷺ وأصحابه من المشركين بمكة.

۴۱- **فوائد:** دین کی راہ میں تکلیفوں کا آنا، یہ کسی ایک دور کے ساتھ خاص نہیں ہے، ہر جگہ اور ہر دور میں اہل دین آزمائش کی بھٹیوں سے گزرے اور کندن بن کر نکلے، اس لئے آزمائشوں سے گھبرانا کسی مومن کا شیوہ نہیں۔ (۲) دین اسلام کے غلبے کی نوید اور امن و سلامتی کی خوش خبری، دور خیر القرون میں یہ پیش گوئیاں ظہور پذیر ہوئیں جس کا لوگوں نے مشاہدہ کیا اور اب بھی جہاں اسلام کا نفاذ ہے، امن و سلامتی، اس معاشرے کا امتیاز ہے، جیسے سعودی عرب ہے۔

٤٢ - وعن ابن مَسْعُودٍ رضي الله عنه قال: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ رسولُ الله ﷺ نَاساً في الْقِسْمَةِ: فَأَعْطَى الأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الإِبلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذلكَ، وَأَعْطَى نَاساً مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ في الْقِسْمَةِ. فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ إِنَّ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيهَا، وَمَا أُرِيدَ فِيهَا وَجْهُ الله، فَقُلْتُ: وَاللهِ لأُخْبِرَنَّ رَسُولَ الله ﷺ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قال: فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتَّى كَانَ كَالصِّرْفِ. ثُمَّ قال: «فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللهُ وَرَسُولُهُ؟» ثُمَّ قال: «يَرْحَمُ اللهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ».

۱۸/۴۲- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حنین کا دن ہوا (یعنی جنگ حنین کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم میں کچھ لوگوں کو (تالیف قلب کے طور پر) ترجیح دی (یعنی انہیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ یا اچھا مال عطا کیا) پس آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ بن حصن کو بھی اس کے مثل دیئے اور بعض اشراف عرب کو آپ نے عطیے دیئے اور انہیں بھی اس روز تقسیم میں ترجیح دی۔ ایک شخص نے (یہ دیکھ کر) کہا، اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل کے تقاضے پورے نہیں کئے گئے اور اللہ کی رضا مندی اس میں پیش نظر نہیں رکھی گئی (حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے یہ الفاظ سنے) اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں رسول

فَقُلْتُ: لا جَرَمَ لا أَرْفَعُ إِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيثاً. متفقٌ عليه. وَقَوْلُهُ: «كَالصِّرْفِ» هُوَ بِكَسْرِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ: وَهُوَ صِبْغٌ أَحْمَرُ.

اللہ ﷺ کو ضرور ان سے آگاہ کروں گا' چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شخص نے جو کچھ کہا تھا' عرض کیا' پس رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ وہ ایسے ہو گیا جیسے سرخ رنگ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ”پھر کون انصاف کرے گا جب اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرے گا؟“ پھر مزید فرمایا ”اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذائیں پہنچائی گئیں' لیکن انہوں نے صبر کیا“ پس میں نے (اپنے دل میں) کہا' یقیناً میں آئندہ آپ تک کوئی بات نہیں پہنچاؤں گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، وكتاب الأنبياء، وكتاب الدعوات، وكتاب الأدب، باب من أخبر صاحبه بما يقال فيه ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكٰوة، باب إعطاء المؤلّفة قلوبهم على الإسلام وتصبر من قوى إيمانه.

۴۲۔ **فوائد:** امام اور خلیفہ وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حالات و ضروریات اور تقاضائے وقت کے مطابق نومسلموں کو یا دیگر ذی وجاہت اور صاحب اثر و رسوخ کو' تالیف قلب کے طور پر دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ دے۔ یہ اعتراض کرنے والا ایک منافق تھا۔ مخلص مسلمانوں کے تو حاشیہ خیال میں بھی نبی ﷺ کی بابت بے انصافی کی بات کبھی نہیں آئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر انسانوں کی طرح نبی ﷺ بھی ایسی باتوں سے متاثر ہوتے تھے جن سے انسان غضب ناک ہوتا یا خوشی محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ آپ بھی ایک انسان ہی تھے' ماورائے انسان نہیں تھے۔

٤٣ ـ وَعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ خَيْراً عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ تعالى إِذَا أَحَبَّ قَوْماً ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ» رواه الترمذي وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

۱۹ / ۴۳ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو (اس کے گناہوں کی سزا) جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے سے اس کے گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر دیتا ہے) اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے' یہاں تک کہ قیامت والے دن اس کو پوری سزا دے گا۔ نبی ﷺ نے مزید فرمایا' بدلے میں بڑائی (اضافہ۔ زیادتی) آزمائش میں بڑائی

کے ساتھ ہے (یعنی آزمائش جتنی عظیم ہو گی، اس کا بدلہ بھی اسی حساب سے عظیم ہو گا) اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو ان کو آزمائش سے دو چار فرما دیتا ہے، پس جو اس میں صبر و رضا کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کے لئے (اللہ کی) رضا ہے اور جو اس کی وجہ سے اللہ سے ناراضی اور برہمی کا اظہار کرتا ہے، اس کے لئے (اللہ کی) ناراضی ہے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا، اس کی سند حسن ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء.

۴۳۔ **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ آزمائشیں بھی اس دنیا میں مومن کے لئے ایک نعمت ہے، جن سے بقدر آزمائش، اس کے گناہ معاف ہوتے اور عنداللہ اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر آزمائش اور تکلیف میں صبر و رضا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ شرف و فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ بے صبری سے گناہوں میں مزید اضافہ ہو گا۔

٤٤ ـ وَعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: كَانَ ابْنٌ لأَبي طَلْحَةَ رضي الله عنه يَشْتَكِي، فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ، فَقُبِضَ الصَّبيُّ، فَلَمَّا رَجَعَ أَبو طَلْحَةَ قال: مَا فَعَلَ ابْنِي؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْم ـ وَهِي أُمُّ الصَّبيِّ ـ: هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى، ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارُوا الصَّبيَّ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبو طَلْحَةَ أَتَى رسولَ الله ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: «أَعَرَّسْتُمُ اللَّيْلَةَ»، قال: نَعَمْ، قال: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا» فَوَلَدَتْ غُلاماً، فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: احْمِلْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النبيَّ ﷺ، وَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ، فَقَالَ: «أَمَعَهُ شَيْءٌ؟» قال: نَعَمْ، تَمَرَاتٌ، فَأَخَذَهَا النَّبيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا في فِي الصَّبيِّ، ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ الله. متفقٌ عليه.

۲۰ / ۴۴ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا، ابو طلحہ (جب اپنے کام کاج کے لئے) باہر چلے گئے تو لڑکا فوت ہو گیا۔ جب واپس آئے تو پوچھا، میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ تو (ان کی بیوی) ام سلیم نے کہا جو بچے کی ماں تھیں، وہ پہلے سے کہیں زیادہ سکون میں ہے۔ پس بیوی نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا، جو انہوں نے تناول کیا، پھر بیوی سے ہم بستری کی، جب ابو طلحہ فارغ ہو گئے (تو بیوی نے بتلایا کہ بچہ تو تمہارے جانے کے بعد فوت ہو گیا تھا) اب اسے دفنا دو! چنانچہ جب انہوں نے صبح کی تو ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا ماجرا بیان کیا، آپ نے پوچھا "کیا تم نے رات کو ہم بستری کی تھی؟" انہوں نے جواب دیا "ہاں" آپ ؐ نے دعاء فرمائی "اے اللہ! ان دونوں کے لئے برکت عطا فرما" (چنانچہ اس دعاء کے نتیجے میں، مدت مقررہ کے بعد) ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، (حضرت انس ؓ فرماتے

وفي روايةٍ للبُخاريِّ: قال ابنُ عُيَيْنَةَ: فَقالَ رَجُلٌ منَ الأنْصار: فَرَأيْتُ تِسْعَةَ أوْلادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ، يَعْنِي مِنْ أوْلادِ عَبْدِ الله الْمَوْلُودِ. وفي روايةٍ لمسلِمٍ: مَاتَ ابنٌ لأَبي طَلْحَةَ مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقالَتْ لأهْلِهَا: لا تُحَدِّثُوا أَبَا طَلْحَةَ بِابنِه حَتَّى أَكُونَ أَنَا أُحَدِّثُهُ، فَجاء فقَرَّبَتْ إلَيْه عَشاءً فَأَكَلَ وَشَرِبَ، ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهُ أحْسَنَ مَا كانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذلِكَ، فَوَقَعَ بها فَلَمَّا أنْ رَأَتْ أنَّهُ قَدْ شَبعَ وَأَصابَ مِنْهَا قَالَتْ: يَا أَبَا طَلْحَةَ، أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ قَوْماً أَعارُوا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوا عارِيَتَهُمْ، أَلَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوهُم؟ قَالَ: لا، فَقَالَتْ: فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ. قالَ: فَغَضِبَ، ثُمَّ قال: تَرَكْتِنِي حَتَّى إذَا تَلَطَّخْتُ ثُمَّ أَخْبَرْتِني بِابْني؛ فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى رسولَ الله ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ، فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «بَارَكَ اللهُ لَكُمَا في لَيْلَتِكُمَا»، قَالَ: فَحَمَلَتْ، قال: وَكَانَ رسولُ الله ﷺ في سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهُ، وَكَانَ رسولُ الله ﷺ إذَا أَتَى الْمَدِينَةَ مِنْ سَفَرٍ لا يَطْرُقُهَا طُرُوقاً فَدَنَوا مِنَ الْمَدِينَةِ، فَضَرَبَها الْمَخَاضُ، فَاحْتَبَسَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ، وَانْطَلَقَ رسولُ الله ﷺ. قَالَ: يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: إنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ أَنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رسولِ الله ﷺ إذَا خَرَجَ، وَأَدْخُلَ مَعَهُ إذَا دَخَلَ، وَقَد احْتَبَسْتُ بِمَا تَرَى، تَقُولُ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا أَبَا طَلْحَةَ مَا أَجِدُ الذي كُنْتُ أَجِدُ، انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ

ہیں کہ) مجھ سے ابو طلحہ نے کہا (ابو طلحہ حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم کے دوسرے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ تھے' ان کے پہلے خاوند مالک بن نضر تھے' جو اسلام لانے کی بجائے شام چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے۔ ان کی والدہ نے اس کے بعد ابو طلحہ سے نکاح کر لیا) اس بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور کچھ کھجوریں بھی ساتھ دے دیں۔ آپؐ نے پوچھا "کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟" انہوں نے کہا "ہاں' کچھ کھجوریں ہیں" نبی ﷺ نے وہ کھجوریں لے لیں اور ان کو منہ میں چبایا' پھر وہ اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال دیں اور اس کو یوں گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ انصار کے ایک آدمی نے انہیں بتایا کہ میں نے (عبداللہ کے) نو لڑکے دیکھے' سب کے سب قرآن کے قاری تھے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ کا ایک بیٹا' جو ام سلیم کے بطن سے تھا' فوت ہو گیا' تو ام سلیم نے اپنے گھر والوں سے کہا' تم ابو طلحہ کو ان کے بیٹے کی بابت مت بتلانا میں خود ہی ان کو یہ بات بتلاؤں گی۔ چنانچہ ابو طلحہ آئے' ام سلیم نے رات کا کھانا ان کے سامنے رکھا' انہوں نے کھایا پیا' پھر پہلے سے کہیں زیادہ بن سنور کے ان کے پاس آئیں' انہوں نے ان سے ہم بستری کی' جب انہوں نے دیکھا کہ وہ خوب سیر ہو گئے اور ہم بستری کر لی ہے' تو کہا' اے ابو طلحہ! ذرا بتلاؤ! کہ اگر کچھ لوگ کسی گھر والوں کو کوئی چیز عاریۃً (عارضی طور پر) دیں' پھر وہ اپنی عاریت کے طور پر دی ہوئی چیز واپس مانگیں' تو کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ دینے سے انکار کر دیں؟ ابو طلحہ نے جواب دیا' نہیں۔ پس ام سلیم نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ

حِينَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلاماً. فقالَتْ لِي أُمِّي: يَا أَنَسُ لا يُرْضِعُهُ أَحَدٌ حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ عَلَى رَسُولِ الله ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحَ احْتَمَلْتُهُ فانْطَلَقْتُ بِهِ إلَى رسولِ الله ﷺ. وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيث.

سے ثواب کی امید رکھو (یعنی تمہارا بیٹا بھی، جو اللہ ہی کا دیا ہوا تھا، اس نے اپنی امانت واپس لے لی ہے) یہ سن کر وہ غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ (جب میں گھر آیا تو کچھ بتلائے بغیر) تو نے مجھے یوں ہی چھوڑے رکھا، حتیٰ کہ میں ہم بستری تک سے آلودہ ہو گیا اور اس کے بعد تو نے مجھے میرے بیٹے کی (وفات کی) خبر دی۔ (اس کے بعد) وہ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ ہوا وہ بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے سن کر دعاء فرمائی ”اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لئے تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے“ چنانچہ ام سلیم کو حمل قرار پا گیا۔ (راوی حدیث حضرت انس ؓ نے بیان کیا کہ) رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، حضرت ام سلیم بھی (اپنے خاوند، ابو طلحہ کے ہمراہ) آپ ؐ کے ساتھ تھیں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر سے مدینہ واپس تشریف لاتے، تو رات کو تشریف نہ لاتے۔ جب یہ قافلہ مدینے کے قریب پہنچا تو ام سلیم کو دردِ زِہ (زچگی کے عین وقت جو درد ہوتا ہے) شروع ہو گیا، چنانچہ ابو طلحہ ان کی خدمت کے لئے رک گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ حضرت انس ؓ نے کہا، ابو طلحہ کہتے تھے، اے رب! تو جانتا ہے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے سے باہر جائیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور جب آپ مدینے میں داخل ہوں تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی داخل ہوں اور تو دیکھ رہا ہے کہ میں رُک گیا ہوں (جب کہ رسُول اللہ ﷺ آگے تشریف لے گئے ہیں) ام سلیم نے (یہ سن کر) کہا، ابو طلحہ! اب مجھے وہ درد محسوس نہیں ہو رہا جو پہلے مجھے ہو رہا تھا، اس لئے چلو۔ چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے۔ جب وہ دونوں مدینے پہنچ گئے تو انہیں پھر دردِ زِہ شروع ہو گیا (جو پہلے ابو طلحہ کی دعاء سے وقتی طور

پر ختم ہو گیا تھا) پس ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پس میری والدہ (ام سلیم) نے مجھے کہا' اس کو اس وقت تک کوئی دودھ نہ پلائے' جب تک تم صبح صبح اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش نہیں کر دیتے۔ پس صبح ہوتے ہی میں اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آگے باقی حدیث بیان کی (جو پہلے گزر چکی ہے)۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب من لم يظهر حزنه عند المصيبة، وكتاب العقيقة، باب تسمية المولود ـ وصحيح مسلم، كتاب الأدب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته، وكتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي طلحة الأنصاري رضي الله عنه .

۴۴۔ **فوائد**: اس حدیث سے ہمیں معاشرتی زندگی کے لئے بہت سی ہدایات ملتی ہیں۔ مثلاً ایک صابر و شاکر عورت کا کردار۔ کہ بچہ فوت ہو گیا' لیکن کوئی جزع فزع' واویلا' بین اور نوحہ و ماتم نہیں کیا۔ حتیٰ کہ خاوند جب گھر آتا ہے تو پہلے ایک خدمت گزار بیوی کی طرح خاوند کی تمام ضروریات کا اہتمام کرتی ہیں اور اس کے بعد خاوند کو نہایت اچھوتے انداز سے بچے کی وفات کی اطلاع دیتی ہیں۔ جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ خاوند کی خدمت اور اسے آرام و سکون پہنچانا ایک مسلمان عورت کا اولین فرض ہے۔ (۲) گھر میں خاوند کے لئے سولہ سنگھار اور زیب و زینت کا اہتمام کرنا مستحسن ہے۔ (۳) ولادت کے بعد بچے کو کسی نیک آدمی کے پاس لے جا کر اس سے تحنیک کروانا (گھٹی دلوانا)۔ (۴) مصیبت میں جو اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ (۵) مجاہدین کے ساتھ' خواتین بھی جہاد میں شریک ہو سکتی ہیں اور اپنی حدود میں رہ کر مجاہدین کی جو خدمت وہ بجا لا سکتی ہیں' بجا لائیں۔ مثلاً زخمیوں کی مرہم پٹی' بیماروں کی تیمار داری' پانی روٹی وغیرہ کا انتظام۔ (۶) ایسا تعریض و کنایہ (توریہ) جائز ہے جس سے دوسرا شخص مغالطے میں پڑ جائے' تاہم وہ جھوٹ نہ ہو۔

٤٥ ـ وَعَنْ أَبي هُرَيْـرَةَ رَضِي الله عنه أن رسولَ الله ﷺ قال: «لَيْسَ الشدِيدُ بالصُّرَعَةِ، إنَّمَا الشَّديدُ الَّذي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ» متفقٌ عليه.

وَ«الصُّـرَعَـةُ» بضَـمِّ الصَّـادِ وَفَتْـحِ الرَّاءِ، وَأَصْلُهُ عِنْدَ الْعَرَبِ مَنْ يَصْرَعُ النَّاسَ كَثِيراً.

۲۱ / ۴۵ ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' طاقت ور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے' اصل طاقت ور (پہلوان) وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (بخاری و مسلم)

الصرعہ' صاد پر پیش اور راء پر زبر کے ساتھ۔ اس کی اصل عربوں میں یہ ہے کہ جو اکثر لوگوں کو پچھاڑ دے۔

تخریج: بخاری، الأدب، باب الحذر من الغضب - مسلم، البر، باب فضل من يملك نفسه...

۴۵- **فوائد:** اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ غصے میں انسان کو بے قابو نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

٤٦ - وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رضي الله عنه قال: كُنْتُ جَالِساً مَعَ النَّبيِّ ﷺ وَرَجُلان يَسْتَبَّانِ، وَأَحَدُهُمَا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وانْتَفَخَتْ أوْدَاجُهُ. فقال رسولُ الله ﷺ: «إنِّي لأعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، ذَهَبَ مِنْهُ مَا يَجِدُ». فَقَالُوا لَهُ: إنَّ النَّبيَّ ﷺ قَالَ: «تَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» متفق عليه.

۲۲/۴۶۔ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی ایک دوسرے کو گالی گلوچ کر رہے تھے' ان میں سے ایک کا چہرہ (مارے غصے کے) سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا "میں ایک کلمہ جانتا ہوں' اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے' اگر یہ شخص یہ کہہ لے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) تو اس کا جوش و غضب ختم ہو جائے گا" لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، وباب الحذر من الغضب - وصحيح مسلم، كتاب البر، باب، من يملك نفسه عند الغضب وبأيّ شيء يذهب الغضب.

۴۶- **فوائد:** غصے کے وقت یہ شعوری احساس کہ یہ غصہ شیطانی وسوسہ ہے' مجھے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے' یقیناً غصے کے ازالے کے لئے بہترین نسخہ ہے۔ کاش مغلوب الغضب قسم کے لوگ اس نسخے پر عمل کر کے دیکھیں۔

٤٧ - وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَظَمَ غَيْظاً، وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللهُ سُبْحَانَهُ وتَعَالَى عَلَى رُؤُوسِ الْخَلائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ» رواهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۳/۴۷۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' جو شخص غصے کو پی جائے' جب کہ وہ اسے نافذ کرنے پر قادر بھی ہو' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اسے تمام مخلوقات کے ساتھ بلائے گا اور اسے کہے گا کہ وہ جس حور عین کو چاہے' اپنے لئے پسند کر لے۔ (ابو داوٗد' ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

تخریج : أبوداود، الأدب، باب من كظم غيظا - والترمذي، صفة القيامة، باب فضل الرفق. . . .

۴۷۔ **فوائد** : حور' حوراء کی جمع ہے' نہایت سفید رنگ کی خوبصورت عورت' عین' عیناء کی جمع ہے' موٹی آنکھوں والی۔ مراد دونوں سے' خوب صورت ترین عورت ہے' جو مومنوں کو جنت میں ملیں گی۔ اس میں اس شخص کی فضیلت اور ضبط نفس کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے جو قدرت و طاقت اور وسائل سے بہرہ ور ہونے کے باوجود' محض اللہ کا حکم سمجھ کر غصے کو پی جاتا ہے اور غصے سے بے قابو ہو کر اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

٤٨ - وَعَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبيِّ ﷺ: أَوْصِني، قَالَ: «لا تَغْضَبْ»، فَرَدَّدَ مِراراً، قَالَ: «لا تَغْضَبْ» رواه البخاري.

۲۴ / ۴۸۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیے! آپ نے فرمایا "غضب ناک نہ ہوا کرو" اس نے کئی مرتبہ اپنی درخواست دہرائی' آپ نے (ہر مرتبہ) اسے یہی وصیت کی "غصہ مت کیا کرو!" (بخاری)

تخریج : صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب.

۴۸۔ **فوائد** : غصہ جو مذموم ہے اور جس سے روکا گیا ہے' یہ وہ غصہ ہے جو دنیاوی معاملات میں ہو۔ لیکن جو غصہ اللہ اور اس کے دین کے لئے ہو۔ یعنی اللہ کی حرمتیں پامال کرنے پر انسان کو غصہ آئے' تو یہ غصہ محمود و مطلوب ہے۔ (۲) جس کے مزاج میں تیزی اور غصہ ہو' اسے بار بار غصہ نہ کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ اسے اپنی اس کمزوری کا احساس ہو اور اس سے وہ بچنے کی کوشش کرے۔ (۳) غصے سے شیطانی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے' اس لئے یہ بہت ہی بری چیز ہے' اسی لئے اس موقعے پر شیطان سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

٤٩ - وَعَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَا يَزَالُ الْبَلاءُ بالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ في نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى الله تعالى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ» رواه التِّرْمِذيُّ وقال: حدِيثٌ حسنٌ صحِيحٌ.

۲۵ / ۴۹۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان' اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں (جن سے ان کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے مومن ویسے ہی اجتناب کرتے ہیں) یہاں تک کہ جب وہ اللہ کو ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا اس کی سند حسن صحیح ہے)

تخریج : سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء.

۴۹۔ **فوائد** : اس سے معلوم ہوا کہ مومن' بطور خاص' آزمائشوں کا ہدف رہتا ہے اور اس میں اس کے لئے بھلائی کا پہلو یہ ہے کہ ان سے اس کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں' بشرطیکہ وہ صبر کا دامن پکڑے رکھے اور

ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔

٥٠ - وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قال: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رضي الله عنه؛ وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ رضي الله عنه وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّاناً فَقَالَ عُيَيْنَةُ لابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ الأَمِيرِ فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ وَلا تَحْكُمُ فِينَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رضي الله عنه حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ اللهَ تعالى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]، وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ، وَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلاهَا، وَكَانَ وَقَّافاً عِنْدَ كِتَابِ اللهِ تعالى. رواه البخاري.

٢٦/ ٥٠۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے۔ یہ حر ان لوگوں میں سے تھے جن کو عمرؓ کا (جب کہ وہ خلیفہ تھے) قرب خاص حاصل تھا اور حضرت عمرؓ کے ہم نشیں اور مشیر قراء (اہل علم) ہوتے تھے' چاہے وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان۔ پس عیینہ نے اپنے برادر زاد (بھتیجے) سے کہا' اے بھتیجے! تجھے اس خلیفہ کے ہاں خاص مرتبہ حاصل ہے' پس میرے لئے بھی اس سے ملاقات کی اجازت طلب کر' چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی' جب عیینہ اندر آئے تو حضرت عمرؓ سے کہنے لگے' اے ابن خطاب! اللہ کی قسم! تو ہمیں زیادہ عطیے دیتا ہے اور نہ ہمارے بارے میں عدل کے ساتھ فیصلے کرتا ہے۔ یہ (سن کر) عمرؓ غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا۔ حر بن قیس نے ان سے کہا۔ امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے کہا ہے کہ ' عفو و درگزر اختیار کریں' نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں (الاعراف ۱۹۹) اور یہ (میرا چچا بھی) جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! جس وقت حر نے اس آیت کی تلاوت کی' عمرؓ (اسے سن کر) ذرا آگے نہ بڑھے اور عمرؓ اللہ کی کتاب کے پاس (یعنی اس کا حکم سن کر) ٹھہر جانے والے تھے (یعنی اس پر عمل کرتے تھے اور اس سے تجاوز نہ کرتے تھے) (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الأعراف، وكتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ.

۵۰۔ فوائد: حدیث میں قراء سے مراد آج کل کے قراء نہیں ہیں جو صرف فن تجوید کے ماہر اور خوش الحانی سے قرآن پڑھنے والے ہیں' بلکہ اس سے مراد قرآن کے عالم' اس کے معانی و مفاہیم سے آگاہ اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز کو سمجھنے والے فقہاء ہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دربار میں ہم نشیں اور ان کے مشیران خاص

یہی لوگ ہوا کرتے تھے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حکمرانوں کو اپنا مشیر دین کا علم اور اس کا شعور رکھنے والوں کو بنانا چاہئے نہ کہ دنیا داروں کو' جن کا مقصد صرف دنیا کمانا اور اس کو جمع کرنا ہوتا ہے' کیونکہ اہل دنیا کے مشورے اخلاص اور خیر خواہی کی بجائے' مخصوص مفادات اور خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں۔ (۲) اصحاب مجلس اور اہل مشاورت ہونے کے لئے علم و تقویٰ ضروری ہے' اس میں سن و سال کی کوئی قید نہیں۔ (۳) حاکم کو نہایت متحمل اور بردبار ہونا چاہئے۔ (۴) اسی طرح قبول حق میں بھی اسے کسی تامل کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

٥١ ـ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ الله عنه أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا! قَالُوا: يَا رَسُولَ الله فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قال: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللهَ الذي لَكُمْ» متفقٌ عليه. «وَالأَثَرَةُ»: الانْفرادُ بالشَّيْءِ عَمَّنْ لَهُ فيهِ حَقٌّ.

۲۷/ ۵۱۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد (ناروا) ترجیح دینے کا عمل ہو گا اور ایسے کام ہوں گے جنہیں تم برا سمجھو گے۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا' یا رسول اللہ! (ان حالات میں) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ (یعنی ہم کیا کریں؟) آپ نے فرمایا کہ "تم وہ حق ادا کرو' جو تمہارے ذمے ہوں اور جو تمہارے حق (دوسروں کے ذمے ہوں) ان کا سوال اللہ سے کرو! (بخاری و مسلم)

الاثرۃ (ترجیح دینا) کا مطلب ہے' جس میں دوسروں کا بھی حق ہو' اس کا اکیلے حق دار بن جانا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب علامات النبوة في الإسلام، وكتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ "سترون بعدي أمورا تنكرونها"۔ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول.

۵۱۔ فوائد: اس حدیث کا مطلب ہے کہ جب حکمران ایسے ہوں جو تمہارے حقوق ادا نہ کریں اور تم پر اپنے کو اور اپنے اقرباء وغیرہ کو ترجیح دیں تو تم صبر سے کام لو اور ان سے بغاوت کرنے کی بجائے' بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار اور ان کے شر اور مظالم سے بچنے کی دعاء کرو' بشرطیکہ ان سے کفر صریح کا اظہار نہ ہو۔

٥٢ ـ وَعَنْ أَبِي يَحْيَى أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ: يَا رسولَ الله أَلا تَسْتَعْمِلُني كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلاناً فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً، فاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوني عَلَى الْحَوْضِ» متفقٌ عليه. وَ«أُسَيْدٌ»: بضَمِّ الْهَمْزَةِ. وَ«حُضَيْرٌ»: بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ مَضْمُومَةٍ وَضَادٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ، واللهُ أَعْلَمُ.

۲۸ / ۵۲ ۔ حضرت ابو یحیٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے کہا' یا رسول اللہ! آپ مجھے عامل کیوں نہیں بناتے (کسی سرکاری کام پر مقرر نہیں فرماتے) جس طرح فلاں شخص کو آپ نے عامل بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "تم میرے بعد اس صورت حال سے دو چار ہو گے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' پس تم صبر کرنا' یہاں تک کہ مجھے (قیامت والے دن) حوض پر ملو۔ (بخاری و مسلم)

اسید' ہمزہ پر پیش کے ساتھ۔ اور حضیر' حاء (مہملہ' یعنی بغیر نقطے کے) پر پیش اور ضاد (معجمہ' نقطے کے ساتھ) پر زبر۔ واللہ اعلم۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ "سترون بعدي أمورا تنكرونها"، وكتاب الجنائز، وكتاب الخمس، وكتاب المناقب، وكتاب المغازي، وكتاب الرقاق ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بالصبر عند ظلم الولاة واستئثارهم.

۵۲- فوائد: نبی ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی' وہ پوری ہو گئی' جو نبی ﷺ کا معجزہ اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ (۲) حوض' وہ حوض کوثر ہے جو آپ ؐ کو جنت میں یا میدان محشر میں عطا کیا جائے گا' جہاں آپ اپنے دست مبارک سے اپنے متبع اور موحد مسلمانوں کو شراب طہور کے جام پلائیں گے' جس سے پینے والا پھر پیاسا نہ ہو گا۔ (۳) عہدوں کی طلب' اچھی بات نہیں ہے۔ ایسے طلب گاران عہدہ و منصب کو عہدے دینے سے روکا گیا ہے۔ البتہ صرف اس صورت میں عہدہ طلب کرنا جائز ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کو اس کا اہل تر سمجھے اور کوئی دوسرا اس جیسا سمجھ دار' معاملہ فہم اور صاحب زہد و تقویٰ نہ ہو۔

٥٣ ـ وَعَنْ أَبي إبْرَاهيمَ عَبْدِ الله بْنِ أَبي أَوْفَى رضي الله عنهما أَنَّ رسولَ الله ﷺ في بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فيهَا الْعَدُوَّ، انْتَظَرَ حَتَّى إذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ لا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللهَ العَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلالِ السُّيُوفِ»، ثُم قال النَّبيُّ ﷺ: «اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ» متفقٌ عَلَيه وَبالله التَّوْفيقُ.

۲۹ / ۵۳ ۔ ابو ابراہیم حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ان ایام میں' جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا' انتظار فرمایا' (یعنی لڑائی کو موخر فرمایا) یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب ایسا موقع آجائے کہ تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو! اور یہ بات جان لو! کہ جنت' تلواروں کے سائے تلے ہے" پھر نبی ﷺ نے دعاء فرمائی "اے کتاب (قرآن مجید اور دیگر کتب) کے اتارنے والے' بادلوں کو چلانے والے' (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست فاش سے دو چار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما" (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيف، وباب "لا تتمنّوا لقاء العدو" ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمنّي لقاء العدو والأمر بالصبر

عند اللقاء.

۵۳۔ **فوائد**: جہاد اور اس کے لئے بھرپور تیاری اور ہمہ وقت مستعد رہنے کی اگرچہ بڑی تاکید کی گئی ہے، تاہم اس کے باوجود دشمن سے مقابلے کی آرزو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (۲) صبر، مومن کا بہت بڑا ہتھیار ہے، میدان جہاد میں صبر کا مطلب استقلال، پامردی اور موت سے بے خوف ہو کر لڑنا ہے۔ (۳) سارا اعتماد ہتھیاروں، مادی ساز و سامان اور اپنی قوت و اکثریت پر نہ ہو، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اللہ سے فتح و نصرت کی دعاء بھی کی جائے۔

٤ ـ بَابُ الصِّدْقِ

قال الله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ١١٩﴾ [التوبة: ١١٩]، وقال تعالى: ﴿وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ﴾ [الأحزاب: ٣٥]، وقال تعالى: ﴿فَلَوْ صَدَقُواْ ٱللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ٢١﴾ [محمد: ٢١].

وَأَمَّا الأَحَادِيثُ:

٥٤ ـ فَالأَوَّلُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقاً، وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّاباً» متفق عليه.

۴۔ سچائی کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور سچوں کے ساتھی بنو"

اور فرمایا "سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں"

مزید فرمایا "اگر وہ اللہ سے سچ بولتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا"

۱/ ۵۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! یقیناً سچائی، نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے اللہ کے ہاں بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى ﴿يأيهاالذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾ وما ينهى عن الكذب ـ وصحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم النميمة، وباب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله.

۵۴۔ **فوائد**: صدیق اور کذاب، دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ مطلب ہے کہ سچائی جس کی طبیعت ثانیہ بن جائے اور جھوٹ جس کی پختہ عادت بن جائے۔ جس طرح انسان دنیا میں اپنے اچھے یا برے اعمال کے ساتھ مشہور ہوتا ہے، اسی طرح اللہ کے ہاں بھی ہے۔ وہاں صدیق لکھے جانے کا مطلب، سچائی کے اجر و ثواب کا اور کذاب لکھے جانے کا مطلب جھوٹ کی سزا کا مستحق قرار پانا ہے۔ حدیث میں سچائی کی ترغیب ہے، کیونکہ یہ خیر کا سبب ہے اور جھوٹ سے اجتناب کی تاکید ہے کیونکہ یہ منبع شر ہے۔

٥٥ ـ الثَّانِي: عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ

۲/ ۵۵۔ حضرت ابو محمد حسن بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

الحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رضي الله عَنهما، قال: حَفِظْتُ مِنْ رسولِ الله ﷺ: «دَعْ مَا يَرِيبُكَ إلَى مَا لا يَرِيبُك؛ فَإنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ، وَالكَذِبَ رِيبَةٌ» رواه التِّرْمذي وقال: حديثٌ صحيحٌ. قَوْلُهُ: «يُرِيبُكَ» هُوَ بِفَتْحِ اليَاءِ وَضمِّها؛ وَمَعنَاهُ: اتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِي حِلِّهِ، وَاعْدِلْ إلَى مَا لا تَشُكُّ فيهِ.

بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے ہوئے یہ الفاظ یاد ہیں وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اور اس کو اختیار کر' جس کی بابت تجھے شک و شبہ نہ ہو۔ اس لئے کہ سچ' اطمینان (کا باعث) ہے اور جھوٹ شک اور بے چینی ہے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

یریبک' یا پر زبر اور پیش' دونوں طرح صحیح ہے (یعنی راب یریب یا اراب یریب) اس کے معنی ہیں' جس چیز کے حلال ہونے میں شک ہو' اسے چھوڑ دو اور ایسی چیز کو اختیار کرو جس میں تمہیں شک نہ ہو۔

تخريج: سنن الترمذي برقم٢٥٢٠ وقال: حديث صحيح ومسند أحمد ج١ ص٢٠٠، وإسناده صحيح، والمستدرك للحاكم ج٢ص١٣ ووافقه الذهبي.

۵۵- **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ شبہات سے بچنا ضروری ہے تاکہ حرام کا ارتکاب نہ ہو۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص شبہات سے بچ گیا' اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا۔

٥٦ ـ الثَّالِثُ: عَنْ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ، رضي الله عنه، في حديثه الطَّويلِ في قِصَّةِ هِرَقْلَ، قالَ هِرَقْلُ: فَمَاذَا يَأمُرُكُمْ؟ ـ يَعني النَّبيَّ ﷺ ـ قالَ أبو سُفْيَانَ: قُلْتُ: يقولُ: «اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ لا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، واتْرُكُوا مَا يَقُولُ آباؤُكُمْ» وَيَأمُرُنَا بِالصَّلاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالعَفَافِ، وَالصِّلَةِ. متفقٌ عليه.

۳ / ۵۶ ۔ حضرت ابو سفیانؓ بن صخر بن حرب وہ لمبی حدیث روایت کرتے ہیں' جس میں (بادشاہ روم) ہرقل کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ہرقل نے ابو سفیان سے (جب کہ وہ ابھی کافر تھے) پوچھا "وہ پیغمبر۔ یعنی نبی ﷺ۔ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟" ابو سفیان کہتے ہیں' میں نے کہا' وہ کہتا ہے' صرف ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمہارے باپ دادے کہتے (اور کرتے) رہے اور وہ پیغمبر ہمیں نماز پڑھنے کا' سچ بولنے کا' پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدءالوحي، وكتاب الصلوة وغيرهما ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب كتاب النبي ﷺ إلى هرقل يدعوه إلى الإسلام.

۵۶- **فوائد**: اس میں ایک دشمن کی زبان سے نبی ﷺ اور آپ کی تعلیمات کی سچائی کا اعتراف ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے یہ اعتراف اس وقت کیا تھا جب وہ مسلمان نہیں تھے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں پوری تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔

٥٧ ـ الـرَّابـعُ: عَـنْ أَبـي ثَـابـتٍ، وَقيلَ: أَبي سَعيدٍ، وَقيلَ: أَبي الْوَليدِ، سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، وَهُوَ بَدْرِيٌّ، رضي الله عنه، أَنَ النبيَّ ﷺ قال: «مَنْ سَأَلَ اللهَ تعالى، الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ» رواه مسلم.

۴ / ۵۷ ۔ حضرت ابو ثابت، بعض کہتے ہیں، ابو سعید اور بعض کے نزدیک ابو الولید سھل بن حنیف (جو بدری صحابی ہیں) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا، جو شخص سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے، (لیکن اسے کافروں سے لڑنے کا موقع نصیب نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبوں تک پہنچا دے گا، اگرچہ اسے اپنے بستر پر موت آئے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب استحباب الشهادة في سبيل الله تعالى.

۵۷۔ **فوائد:** اس میں خالص نیت کی فضیلت و اہمیت کا بیان ہے کہ دل میں نیت کر لینے سے ہی اللہ تعالیٰ لوگوں کو شہداء کے مرتبوں پر فائز کر دیتا ہے اور اسی نیت کی خرابی سے میدان جہاد میں مرنے والوں کو جہنم میں ڈال دے گا۔

٥٨ ـ الخامِسُ: عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ، رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: «غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ صَلَواتُ اللهِ وسَلامُهُ عَلَيْهِمْ فقَالَ لِقَومِهِ: لَا يَتْبَعَنِّي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بها وَلَمَّا يَبْنِ بهَا، وَلا أَحَدٌ بَنَى بُيُوتاً لَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا، وَلا أَحَدٌ اشْتَرَى غَنَماً أو خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْـتَظِرُ أولادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ القَرْيَةِ صَلاةَ العَصْرِ أو قَرِيْباً مِنْ ذٰلكَ، فقَالَ للشَّمْسِ: إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ، اللَّهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا، فَحُبِسَت حَتَّى فتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الغَنَائِمَ، فَجَاءَت ـ يَعْنِي النَّارَ ـ لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: إنَّ فِيكُمْ غُلُولًا، فَلْيُبَايِعنِي مِنْ كُلِّ قَبيلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بيَدِهِ فقَالَ: فِيكُمُ الغُلُولُ، فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَينِ أو ثَلاثَةٍ بيَدِهِ فقَالَ: فيكُمُ الغُلُولُ. فَجَاؤُوا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ،

۵ / ۵۸ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد (کے لئے نکلنے کا ارادہ) کیا تو اس پیغمبر نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ نکلے جس نے کسی عورت سے (نیا نیا) نکاح کیا ہے اور وہ اس سے ہم بستری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن ابھی اس نے یہ کام نہیں کیا، نہ وہ شخص نکلے جس نے گھر بنایا ہو، لیکن اس نے ابھی اس کی چھت نہیں ڈالی اور نہ وہ شخص، جس نے (حاملہ) بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہیں اور وہ ان کے بچے جننے کے انتظار میں ہو۔ پس اس پیغمبر نے (اس کے بعد) جہاد کے لئے اپنا سفر شروع کر دیا، پس وہ اس (جہاد والی) بستی میں عصر کی نماز کے وقت یا عصر کے قریب پہنچا، اس نے سورج سے (خطاب کرتے ہوئے) کہا، تو بھی اللہ کی طرف سے مامور (مقرر کردہ) ہے اور میں بھی اللہ کی طرف سے مامور ہوں، اے اللہ! اس سورج کو ہم پر روک لے (یعنی لڑائی اور اس کا نتیجہ برآمد ہونے تک اسے غروب نہ فرما) چنانچہ سورج کو روک لیا گیا، یہاں تک کہ اللہ نے اس بستی کو ان کے ہاتھوں پر فتح کر دیا،

فَوَضَعَهَا فَجاءَتِ النَّارُ فأكلتها، فَلَمْ تَحِلَّ الغَنَائِمُ لأَحَدٍ قَبْلَنَا، ثُمَّ أَحَلَّ اللهُ لَنَا الغَنَائمَ لَمَّا رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا» متفقٌ عليه.

«الخَلِفَاتُ» بفتح الخاءِ المعجمةِ وكسرِ اللامِ: جَمْعُ خَلِفَةٍ، وَهِيَ النَّاقَةُ الحَامِلُ.

پس اس نے غنیمتیں جمع کیں اور (آسمان سے) اسے کھانے کے لئے آگ آئی لیکن اس نے اسے نہیں کھایا یہ دیکھ کر اس پیغمبر نے کہا' بے شک تمہارے اندر خیانت کا عمل ہے' پس تم میں سے ہر قبیلے کا ایک آدمی مجھ سے آکر بیعت کرے۔ پس اس طرح بیعت کرتے ہوئے ایک آدمی کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا' اس نے کہا' بس تمہارے قبیلے کے اندر ہی خیانت کا عمل ہے' پس تیرا (پورا) قبیلہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے' پس ان میں سے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گئے' پیغمبر نے کہا تمہارے اندر خیانت ہے۔ چنانچہ ایک سونے کا سر گائے کے سر کی مثل' لے کر آئے' اور اسے (کھلے میدان میں) رکھ دیا اور آگ نے آکر اسے کھا لیا (جو اس بات کی علامت تھی کہ جہاد کا یہ عمل مقبول ہے) (نبی ﷺ نے فرمایا) پس ہم سے پہلے یہ غنیمتیں کسی کے لئے حلال نہیں تھیں' جب اللہ نے ہماری عاجزی اور کمزوری کو دیکھا تو اسے ہمارے لئے حلال فرما دیا۔ (بخاری و مسلم)

خلفات' خائے معجمہ پر زبر اور لام پر زیر کے ساتھ۔ خَلِفَة کی جمع ہے' گابھن اونٹنی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ "أحلت لكم الغنائم"، وكتاب النكاح، باب من أحب البناء قبل الغزو ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب تحليل الغنائم لهذه الأمة خاصة.

۵۸- **فوائد:** امام سیوطی کے نزدیک یہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون تھے۔ ان کے طرز عمل سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے دنیاوی معاملات کا معقول انتظام ضروری ہے تاکہ وہ پوری دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ مصروف جہاد رہیں۔ (۲) مال غنیمت کی حلت' امت محمدیہ کی خصوصیت ہے' ورنہ اس سے قبل اسے آگ کھا جاتی تھی۔ اس میں پیغمبر کے معجزے کا اثبات ہے کہ اس کے لئے سورج کی رفتار کو روک دیا گیا تاآنکہ اس نے فتح حاصل کرلی۔

٥٩ ـ السادِسُ: عن أَبي خالدِ حكيمِ بنِ حزامٍ، رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: «البيِّعانِ بالخِيارِ ما لم

۶ / ۵۹ - حضرت ابو خالد حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں سودا کرنے والوں کو' اس وقت تک اختیار ہے' جب تک وہ جدا نہ

يَتفرَّقا، فإن صَدقا وبيَّنا بُورِكَ لهُما في بيعهِما، وإن كتَما وكَذَبا مُحِقتْ بركةُ بَيْعِهِما» متفقٌ عليه.

ہوں۔ پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور چیز کی حقیقت صحیح صحیح بیان کر دیں (یعنی کوئی عیب وغیرہ ہو تو بتلا دیں) تو ان کے اس سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب إذا بيّن البيّعان ولم يكتما ونصحا - وصحيح مسلم، كتاب البيوع، باب ثبوت خيار المجلس للمتبايعين.

۵۹- **فوائد:** دو سودا کرنے والوں سے مراد بائع اور مشتری (بیچنے اور خریدنے والا) ہیں۔ اختیار کا مطلب ہے کہ جب تک دونوں مجلس میں موجود رہیں، انہیں سودا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ لوگ بالعموم بات چیت کے اختتام کے بعد، سودا فسخ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے گو فریقین مجلس میں موجود رہیں (جیسا کہ احناف کا بھی مسلک ہے) لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث سے ایسا سمجھنے والوں کی تردید ہوتی ہے۔ (۲) سودے میں سچائی برکت کا اور جھوٹ اور اخفاء (عیب کا چھپانا) بے برکتی کا باعث ہے۔

٥ - بَابُ المُرَاقَبَةِ

۵۔ مراقبے (یعنی اللہ کی طرف دھیان دینے) کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ٱلَّذِى يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ۝٢١٨ وَتَقَلُّبَكَ فِى ٱلسَّٰجِدِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٨ - ٢١٩]، وقال تعالى: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ [الحديد: ٤]، وقال تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَىْءٌ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ﴾ [آل عمران: ٥]، وقال تعالى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِٱلْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤]، وقال تعالى: ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ ٱلْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى ٱلصُّدُورُ ۝١٩﴾ [غافر: ١٩] والآياتُ في البابِ كثيرةٌ معلومةٌ. وأمَّا الأحاديثُ:

٦٠ - فالأوَّل: عَنْ عُمَرَ بْنِ الخطاب، رضي الله عنه، قال: بَيْنَما نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ ذاتَ يَوْمٍ إذْ طَلَعَ عَلَيْنا رَجُلٌ شَديدُ بَياضِ الثِّيَابِ،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وہ جو تجھے دیکھتا ہے، جب تو کھڑا ہوتا اور رکوع و سجدے کے لئے پھرتا ہے"

اور فرمایا "وہ تمہارے ساتھ ہے، (اپنے علم کے لحاظ سے) جہاں بھی تم ہو" (الحدید ۴)

فرمایا "بے شک اللہ پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے"

اور فرمایا "بے شک تیرا رب البتہ گھات میں ہے"

اور فرمایا "وہ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینوں میں مخفی باتوں کو جانتا ہے"

اس باب میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

۱/ ۶۰۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران اچانک ایک آدمی ہمارے پاس آدھمکا، شدید سفید کپڑوں میں ملبوس اور سخت سیاہ بالوں والا،

شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، ولا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يا مُحَمَّد أَخْبِرْنِي عَنِ الإِسْلام، فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «الإِسْلامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لا إِلٰه إِلَّا اللهُ، وأَنَّ مُحَمَّداً رسولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلاةَ، وتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلاً». قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ! قالَ: فَأَخْبِرْنِي عنِ الإِيمَانِ. قالَ: «أَنْ تُؤمِنَ بِاللهِ، وَمَلائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَومِ الآخِرِ، وَتُؤمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ». قالَ: صَدَقْتَ. قالَ: فَأَخْبِرْنِي عنِ الإِحسَانِ. قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ؛ فَإِنْ لم تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قالَ: فَأَخْبِرْنِي عنِ السَّاعَةِ. قالَ: «مَا المَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ». قالَ: فَأَخْبِرْنِي عنْ أَمَارَاتِهَا. قالَ: أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وأَنْ تَرَى الحُفَاةَ العُرَاةَ العَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ في الْبُنْيَانِ». ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيّاً، ثُمَّ قَالَ: «يا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرسولُهُ أَعْلَمُ. قالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ أَمرَ دِينِكُمْ» رواه مسلم. وَمَعْنَى: «تلد الأَمَةُ رَبَّتَهَا» أَيْ: سَيِّدَتَهَا؛ ومعناهُ أَنْ تَكْثُرَ السَّرَارِيُّ حَتَّى تَلِدَ الأَمَةُ السُّرِّيَّةُ بِنْتاً لِسَيِّدِها، وَبِنْتُ السَّيِّدِ في مَعْنَى السَّيِّدِ، وقِيْلَ غَيْرُ ذلكَ. وَ«العَالَةُ»: الفُقَرَاءُ. وَقَوْلُهُ: «مَلِيّاً» أي:

اس پر سفر کا نشان نظر آتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بیٹھ گیا' اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیئے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنی رانوں پر رکھ لیا (یعنی نہایت مودب ہو کر بیٹھ گیا) اور کہا' اے محمد '! **مجھے اسلام کی بابت بتلاؤ!** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرو' زکوۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور اگر تمہیں راستے (سفر حج) کی طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو' اس نے کہا' آپ نے سچ کہا۔ ہم نے اس کی بات پر تعجب کیا کہ یہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے (پھر) کہا' **مجھے ایمان کی بابت بتلایئے!** آپؐ نے فرمایا' ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھو۔ اس نے (پھر) کہا' آپ نے سچ کہا۔ اس نے (تیسرا) سوال کیا' **مجھے احسان کی بابت بتلایئے!** آپؐ نے ارشاد فرمایا' احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی ایسے عبادت کرو' گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو' پس اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا' **مجھے قیامت کی بابت خبر دیجئے** (کہ وہ کب آئے گی؟) آپ نے فرمایا "اس کی بابت' جس سے سوال کیا گیا ہے' وہ سائل سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں" (یعنی مجھے تم سے زیادہ علم نہیں) اس نے کہا (اچھا) اس کی (بڑی بڑی) **نشانیاں بیان فرمایئے!** آپؐ نے فرمایا کہ "لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور یہ کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے کہ جن کے جسم پر کپڑے' پیروں میں جوتیاں اور کھانے کو خوراک نہیں ہو گی (لیکن پھر ان فقیروں کے پاس

زَمَناً طَوِيلاً، وَكَانَ ذلكَ ثَلاَثاً.

اتنی دولت آجائے گی کہ وہ) عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے"۔ پھر وہ (نووارد سائل) چلا گیا۔ (راوی حدیث حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ) میں کافی دیر تک (نبی ﷺ کی خدمت میں) ٹھہرا رہا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا "عمر! جانتے ہو' یہ سائل کون تھا؟" میں نے کہا' اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا' یہ جبرئیل تھے' جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ (مسلم)

"لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی" کا مطلب ہے کہ لونڈیوں کی کثرت ہو جائے گی' یہاں تک کہ ہم خوابی کے لئے مخصوص لونڈی اپنے آقا کے لئے بیٹی جنے گی اور یہ آقا کی بیٹی' آقا ہی کے معنی میں ہے۔ اس کے اس کے علاوہ اور کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں-عَالَةً، بمعنی فقراء ہے۔مَلِيًّا کا مطلب ہے' زمانہ طویل اور حدیث میں اس سے مراد تین دن ہیں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، حديث رقم١ ـ وسنن أبى داود، برقم٤٦٩٥ ـ وسنن ترمذي، برقم٢٦١٣ ـ وسنن النسائى.

۶۰- **فوائد:** یہ حدیث' حدیث جبریل کے نام سے مشہور ہے' اس میں اساسیات اسلام کا بیان ہے' جن کی تفصیلات ہر مسلمان جانتا ہے۔ تقدیر کا مطلب ہے' ہر چیز جو ابد تک ہو گی' اس کا علم پہلے سے ہی اللہ کو ہے اور اس نے اس کو لکھ دیا ہے' اب جو کچھ ہوتا ہے' اس کے اسی علم کے مطابق ہوتا ہے جو اس نے لکھ رکھا ہے۔ اس کے اچھے برے ہونے کا مطلب ہے کہ مثلاً فراغت' خوش حالی' پیداوار کی کثرت اور فراوانی' یہ خیر ہے اور قحط سالی' آلام و مصائب وغیرہ' یہ شر ہے اور یہ خیر اور شر ہمارے اعتبار سے ہے' ورنہ اللہ کے تو ہر کام میں ہی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے جس کو صرف وہی جانتا ہے۔

٦١ ـ الثَّاني: عَنْ أبي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْن جُنَادَةَ، وَأَبي عَبْدِ الرَّحْمٰن مُعَاذِ بْن جَبَل، رضي الله عنهما، عَنْ رسولِ الله ﷺ، قال: «اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ» رواه التِّرْمذيُّ وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲/ ۶۱ ـ حضرت ابو ذر جندب بن جنادۃ اور حضرت ابو عبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تو جہاں کہیں بھی ہو' اللہ سے ڈر! اور برائی کے پیچھے نیکی کر۔ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا' یہ حدیث حسن ہے۔)

تخریج: ترمذی، البر والصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس ـ ودارمی۲/ ۳۲۳ ـ ومسند أحمد.

۶۱۔ **فوائد:** نیکی، برائی کو مٹا دے گی، کا مطلب ہے کہ نیکی، برائی کا کفارہ بن جاتی ہے یعنی چھوٹی برائیوں کا، ورنہ کبیرہ گناہ خالص توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ اسی طرح حقوق العباد بھی، ان کا ازالہ و تلافی کئے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔

٦٢ ـ الثَّالثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رضي الله عنهما، قالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبيِّ ﷺ، يَوماً فَقَالَ: «يَا غُلامُ إنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإذَا اسْتَعَنْتَ فاسْتَعِنْ باللهِ، واعْلَمْ: أَنَّ الأُمَّةَ لَو اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إلا بشيءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وإنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بشَيْءٍ؛ لَمْ يَضُرُّوكَ إلا بشيءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ؛ رُفِعَتِ الأَقْلامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ» رواهُ التِّرمذيُّ وَقالَ: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وفي روايةِ غَيْرِ التِّرمذيِّ: «احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إلى اللهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ في الشِّدَّةِ، واعْلَمْ أنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، واعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وأَنَّ الفَرَجَ مَعَ الكَرْبِ، وأَنَّ مَعَ العُسْرِ يُسْراً».

۳/ ۶۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا، آپ نے فرمایا، اے لڑکے! میں تجھے چند اہم باتیں بتلاتا ہوں (انہیں یاد رکھ) تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر! اللہ تیری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت اور مدد تیرے ہم رکاب رہے گی) جب تو سوال کرے تو صرف اللہ سے کر، جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر وہ تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اور ترمذی کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ تو اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا، تو خوش حالی میں اللہ کو پہچان اور اس کی طرف توجہ رکھ، وہ تجھے تنگی اور مصیبت میں پہچانے گا (یعنی تیری دست گیری فرمائے گا) اور جان لے کہ جو تجھ سے چوک جائے، وہ تجھے ملنے والا نہیں ہے اور جو تجھے پہنچنے والا ہے وہ تجھ سے چوک نہیں سکتا اور یہ (بھی) جان لے! کہ (اللہ کی) مدد صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی،

تکلیف کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب ولكن يا حنظلة ساعة وساعة ـ ومسند أحمد، ج١ ص٢٩٣، ٣٠٣، ٣٠٧.

٦٢۔ فوائد: اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی بدلنے پر قادر نہیں ہے۔ (٢) دنیا میں جو بھی تکلیف آتی ہے، وہ ہمیشہ نہیں رہتی، اس کے بعد کشادگی اور فرحت و انبساط کا موقع آجاتا ہے۔ (٣) مافوق الاسباب طریقے سے، اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگی جائے کیونکہ یہ شرک ہے۔ (٤) اللہ تعالیٰ کے حقوق کا انسان خیال رکھے، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس بندے کا خیال رکھتا اور مدد فرماتا ہے۔

٦٣ ـ الرَّابِعُ: عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالاً هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ، كُنَّا نَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ رسولِ الله ﷺ مِنَ الْمُوبِقَاتِ» رواه البخاري. وقال: «الْمُوبِقَاتُ»: المُهْلِكَاتُ.

٤ / ٦٣ ـ **حضرت انس** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے (اپنے دور کے لوگوں سے خطاب کر کے) فرمایا: تم بہت سے ایسے کام کرتے ہو، جو تمہاری آنکھوں میں بال سے زیادہ باریک ہوتے ہیں (یعنی حقیر اور معمولی ہوتے ہیں لیکن) ہم انہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سخت تباہ کن چیزوں میں شمار کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے اور کہا کہ موبقات کے معنی ہیں ہلاک کرنے والے۔)

تخریج: صحيح بخاري ، كتاب الرقاق، باب ما يتقي من محقرات الذنوب.

٦٣۔ فوائد: اللہ کا خوف دلوں میں جتنا زیادہ ہوتا ہے، اتنا ہی انسان اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے، یہ خوف جتنا کم ہوتا جاتا ہے، انسان کی گناہوں پر دلیری بڑھتی جاتی ہے۔ صحابہ کرام کے دلوں میں اللہ کا شدید خوف تھا، اس لئے وہ معمولی سے معمولی گناہ کرتے ہوئے بھی ڈر محسوس کرتے تھے، عہد رسالت کے بعد کے ساتھ ساتھ یہ خوف بتدریج کم ہوتا گیا، حتیٰ کہ سخت تباہ کن گناہ بھی لوگوں کی نظروں میں حقیر معلوم ہونے لگ گئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کی عظمت و جلالت کا تصور کرتے ہوئے اس کا خوف دلوں میں پیدا کیا جائے۔

٦٤ ـ الْخَامِسُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رضي الله عنه، عن النبيِّ ﷺ، قال: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ تَعَالَى أَنْ يَأْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ» متفقٌ عَلَيْه. وَ«الغَيْرَةُ» بفتح الغين: وَأَصْلُهَا الأَنَفَةُ.

٥ / ٦٤ ـ **حضرت ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو (بھی) غیرت آتی ہے اور یہ غیرت اس کو اس وقت آتی ہے جب آدمی ایسے کام کا ارتکاب کرتا ہے جس کو اس نے اس پر حرام کیا ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور غیرت، غین کے زبر کے ساتھ ہے، معنی ہیں خودداری اور حمیت۔

تخریج: بخاری، النكاح، باب الغيرة - ومسلم، التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش.

۶۴۔ فوائد: محرمات کا ارتکاب' اللہ کے غضب اور اس کی ناراضی کا باعث ہے۔

٦٥ - السَّادِسُ: عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أنَّهُ سَمعَ النَّبيَّ ﷺ يَقُولُ: «إنَّ ثَلاثَةً مِنْ بَنِي إسْرَائِيْلَ: أَبْرَصَ، وَأَقْرَعَ، وَأَعْمَى، أَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إلَيْهِمْ مَلَكاً، فَأَتَى الأَبْرَصَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حسنٌ، وَجِلْدٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عنِّي الَّذي قَدْ قَذِرَني النَّاسُ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْناً حسَناً. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إلَيْكَ؟ قَالَ: الإبلُ - أَوْ قَالَ البقَرُ؛ شَكَّ الرَّاوي - فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، فقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا.

فَأَتَى الأَقْرَعَ فقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إلَيْكَ؟ قال: شَعْرٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الذي قَذِرَني النَّاسُ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ، وَأُعْطِيَ شَعْراً حَسَناً. قال: فَأَيُّ المَالِ أَحَبُّ إلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلاً، وقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا.

فَأَتَى الأَعْمَى فقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إلَيْكَ؟ قال: أَنْ يَرُدَّ اللهُ إلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ النَّاسَ، فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ إلَيْه بَصَرَهُ. قال: فَأَيُّ المَالِ أَحَبُّ إلَيْكَ؟ قال: الغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِداً. فَأَنْتَجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا، فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الإبِلِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ.

ثُمَّ إنَّهُ أَتَى الأَبْرَصَ في صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ

۶ / ۶۵ - حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے' انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے' ایک برص (سفید داغوں) کے مرض میں مبتلا' دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ اللہ نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا' پس ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا' فرشتہ (پہلے) برص والے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا' تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اس نے جواب دیا' اچھا رنگ' خوبصورت جسم' نیز یہ کہ مجھ سے (برص کی یہ بیماری) دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا' جس سے (اللہ کے حکم سے) اس کی گھن کھانے والی بیماری دور ہو گئی اور اسے خوبصورت رنگ دے دیا گیا' فرشتے نے اس سے پھر پوچھا' تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا' اونٹ' یا کہا' گائے (اس کی بابت) راوی نے شک کیا ہے۔ چنانچہ اسے آٹھ دس مہینے کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور فرشتے نے اسے دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس میں برکت عطا فرمائے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا' اس نے اس سے پوچھا' تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا' اچھے بال' نیز یہ کہ میرا یہ (گنجا پن) ختم ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں' فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا جس سے اس کا گنجا پن دور ہو گیا اور اسے (اللہ کی طرف سے) خوبصورت بال عطا کر دیئے گئے۔ فرشتے نے اس سے پوچھا' تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا' گائے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی اور دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس میں برکت عطا فرمائے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے

بيَ الْحِبَالُ في سَفَرِي، فَلا بَلاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا باللهِ ثُمَّ بكَ، أَسْأَلُكَ بالَّذي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الحَسَنَ وَالْمَالَ، بَعِيراً أَتَبَلَّغُ بِهِ في سَفَرِي، فقالَ: الحُقُوقُ كَثِيرَةٌ. فقالَ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذُرُكَ النَّاسُ فَقيراً فَأَعْطَاكَ اللهُ!؟ فقالَ: إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا المالَ كَابِراً عَنْ كَابِر، فقالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى ما كُنْتَ.

وَأَتَى الأَقْرَعَ في صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فقالَ لَهُ مِثْلَ ما قَالَ لِهٰذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هٰذَا، فقالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ. وَأَتَى الأَعْمَى في صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فقالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ في سَفَرِي، فَلا بَلاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا باللهِ ثُمَّ بكَ، أَسْأَلُكَ بالَّذي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بهَا في سَفَرِي؟ فقالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي، فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ، فَوَاللهِ مَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ للهِ عَزَّ وَجَلَّ. فقالَ: أَمْسِكْ مالَكَ فإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ، فَقَدْ رضِيَ الله عنك، وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ» متفقٌ عليه. وَ«النَّاقَةُ العُشَرَاءُ» بِضم العينِ وفتح الشينِ وبالمدِّ: هِيَ الحامِلُ. قولُهُ: «أَنْتَجَ»، وفي روايةٍ: «فَنَتَجَ» معْنَاهُ: تَوَلَّى نِتَاجَهَا، وَالنَّاتِجُ لِلنَّاقَةِ كَالقَابِلَةِ للمَرْأَةِ. وقولُهُ: «وَلَّد هذا» هُوَ بِتَشْدِيدِ اللاَّم: أيْ: تَوَلَّى وِلاَدَتَهَا، وهُوَ بمَعْنَى نَتَجَ في النَّاقَةِ. فالمُوَلِّدُ،

کے پاس آیا' اس سے پوچھا' تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا' یہ کہ اللہ مجھے میری بینائی لوٹا دے' پس میں لوگوں کو دیکھوں' فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا' پس اللہ نے اس کی بینائی بحال کر دی' فرشتے نے اس سے پوچھا' تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں۔ پس اسے ایک بچہ جننے والی بکری دے دی گئی۔ پس سابقہ دونوں (ابرص اور گنجے) کے ہاں بھی دونوں جانوروں (اونٹنی اور گائے) کی نسل خوب بڑھی اور اس نابینا کے ہاں بھی بکری نے بچے دیئے۔ پس (مرض برص والے کے ہاں) ایک وادی اونٹوں کی' گنجے کے ہاں ایک وادی گایوں کی اور اس اندھے کے ہاں ایک وادی بکریوں کی ہو گئی۔

اب پھر فرشتہ مرض برص والے کے پاس' اس کی صورت و ہیئت میں آیا اور کہا میں مسکین آدمی ہوں' سفر میں میرے وسائل ختم ہو گئے ہیں' آج میرے وطن پہنچنے کا کوئی وسیلہ' اللہ کے اور پھر تیرے علاوہ کوئی نہیں' اس لئے میں تجھ سے اس ذات کے نام سے جس نے تجھے اچھا رنگ' خوب صورت جسم اور مال عطا کیا ہے' ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے سے میں اپنے سفر میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اس نے جواب دیا' (میرے ذمے پہلے ہی) بہت سے حقوق ہیں۔ یہ سن کر فرشتے نے اس سے کہا' گویا کہ میں تجھے پہچانتا ہوں' کیا تو وہی نہیں ہے جس کے جسموں پر سفید داغ تھے' لوگ تجھ سے گِھن (نفرت) کھاتے تھے' تو فقیر تھا' اللہ نے تجھے مال سے نواز دیا۔ اس نے کہا' یہ مال تو مجھے باپ دادا سے ورثے میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا' اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو تھا۔ اب فرشتہ گنجے کے پاس اس کی پہلی شکل و صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو (ابرص) کو کہا تھا اور اس

والناتِجُ، والقَابِلَةُ بمَعْنَى؛ لٰكِنْ هٰذَا لِلْحَيَوَانِ وذاكَ لِغَيْرِه. وقولُهُ: «انْقَطَعَتْ بي الحِبالُ» هُوَ بالحاءِ المهملةِ والباءِ المُوحدةِ: أَيِ الأَسْبَابُ. وقولُهُ: «لا أَجْهَدُكَ» معناه: لا أشقُّ عليْكَ في رَدِّ شَيْءٍ تَأْخُذُهُ أَوْ تَطْلُبُهُ مِنْ مَالِي. وَفي رِوَايَةِ البُخَارِيِّ: «لا أَحْمَدُكَ» بالحاءِ المهملةِ والميم، ومعناهُ: لا أَحْمَدُكَ بتَرْكِ شَيْءٍ تَحْتَاجُ إِلَيْه، كما قالُوا: لَيْسَ عَلَى طُولِ الحياةِ نَدَمٌ، أَيْ عَلَى فَوَاتِ طُولِهَا.

گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا' جس پر فرشتے نے اسے بھی بددعاء دی کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا۔ فرشتہ (پھر) اندھے کے پاس آیا کہ میں مسکین اور مسافر آدمی ہوں' میرے وسائل سفر میں ختم ہو گئے ہیں' اب آج میرے لئے وطن پہنچنا' اللہ کی مدد' پھر تیری مالی اعانت کے بغیر ممکن نہیں' اس لئے میں تجھ سے اس ذات کے نام سے' جس نے تیری بینائی تجھ پر لوٹا دی' ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے سے میں اپنے سفر میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اندھے نے کہا' بلاشبہ میں اندھا تھا' اللہ نے میری بینائی بحال کر دی (تیرے سامنے بکریوں کا ریوڑ ہے' ان میں سے) جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے' اللہ کی قسم! آج میں' جو تو اللہ کے لئے لے گا' اس میں تجھ سے جھگڑا نہیں کروں گا۔ یہ سن کر فرشتے نے اسے کہا' اپنا مال اپنے پاس ہی رکھ! بے شک تمہیں آزمایا گیا تھا (جس میں تو کامیاب رہا) پس اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا (اور تیرے دونوں ساتھی ناکام رہے) ان پر تیرا رب ناراض ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

النـاقـۃ العشـراء' عین پر پیش' شین پر زبر اور الف ممدودہ کے ساتھ' حاملہ اونٹنی۔ انتج اور دوسری روایت میں فنتج' معنی ہیں' اس کی پیداوار کا وہ مالک ہوا۔ ناتج' وہ آدمی جو اونٹنی سے بچہ جنوائے' جیسے عورت کے لئے دایہ (قابلہ) ہوتی ہے۔ ولد هذا' لام پر شد' یعنی بکری سے پیدا ہونے والے بچوں کا مالک ہوا اور یہ انتج فی الناقۃ کے ہم معنی ہے پس مولد' ناتج اور قابلہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن اول الذکر الفاظ حیوان کے لئے ہیں اور قابلہ انسان کے لئے ہے۔ حبال یہ حاء مہملہ اور بائے موحدہ (ایک

نقطے والی باء) کے ساتھ، بمعنی اسباب ہے لا اجھدك، اس کے معنی ہیں، تو جو لے گا یا میرے مال میں سے طلب کرے گا، میں وہ تجھ سے واپس لے کر تجھے گرانی میں نہیں ڈالوں گا اور بخاری کی روایت میں الفاظ ہیں لا احمدك (حائے مہملہ (بغیر نقطے کی حاء) اور میم کے ساتھ) اس کے معنی ہیں، اس چیز کے چھوڑ دینے پر، جس کا تو حاجت مند ہے، میں تیری تعریف نہیں کروں گا (بلکہ تجھے برا سمجھوں گا، یہ گویا اس بات کی ترغیب ہے کہ تو اپنی حاجت پوری کر لے، میری خوشی اسی میں ہے) جیسے عربوں میں محاورہ ہے، عمر دراز پر کوئی ندامت نہیں۔ مطلب ہے کہ لمبی عمر کے نہ ہونے پر ندامت نہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل - وصحيح مسلم، كتاب الزهد، رقم حديث٢٩٦٤.

۶۵- **فوائد:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی فراوانی بھی ایک آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں کامیاب وہی ہوتا ہے جو مال کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر، اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہیں بھولتا۔ بلکہ وہ اس دولت کو اللہ کی ضرورت مند مخلوق پر خرچ کر کے خوش ہوتا اور اللہ کی نعمت کا عملی شکر ادا کرتا ہے اور اس کے برعکس رویہ اختیار کرنے والے ناکام قرار پاتے ہیں، کیونکہ اس رویے کی وجہ سے وہ جھوٹ، بخل اور تکبر کا ارتکاب کرتے ہیں، جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہیں۔

٦٦ - السَّابِعُ: عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضي الله عنه، عن النبيِّ ﷺ قال: «الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ المَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ». رواه التِّرْمذيُّ وقال: حديثٌ حَسَنٌ.

قال التِّرْمذيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ: مَعْنَى «دَانَ نَفْسَهُ»: حَاسَبَهَا.

۷ / ٦٦ - حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (دوسرے معنی ہیں جو اپنے نفس کو اللہ کے لئے عاجز اور پست کر لے) اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے تیاری (عمل) کرے اور بے وقوف وہ ہے جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ سے (بڑی بڑی) آرزوئیں وابستہ کرے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

امام ترمذی اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ دان

نفسہ کے معنی ہیں، اپنا محاسبہ کرے۔

تخریج: جامع ترمذي، أبواب القيامة، باب الكيّس من دان نفسه.

٦٦۔ **فوائد:** اس سے محاسبہ نفس اور عمل کی اہمیت واضح ہے۔ عمل کے بغیر محض آرزوؤں سے کچھ نہیں ہو گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عمل (یعنی عمل صالح) پر جزاء دے گا، نہ کہ اعمال صالحہ کے بغیر محض آرزوؤں اور تمناؤں پر۔

٦٧ ـ الثَّامِنُ: عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ رضِيَ الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مِنْ حُسْنِ إسْلامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لا يَعْنِيهِ» حديثٌ حسنٌ رواه التِّرْمذيُّ وَغَيْرُهُ.

٨ / ٦٧ ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کا بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دینا اس کے حسن اسلام کی علامت (یعنی اچھے مسلمان ہونے کی دلیل) میں سے ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ماجاء فيمن تكلم فيما لا يعنيه.

اس حدیث کو دوسرے شواہد کی بنا پر صحیح قرار دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو فیض القدیر للمناوی ٦ / ١٢ و مجمع الزوائد ٨ / ١٨

٦٧۔ **فوائد:** اس میں انسان کے لئے ایک نہایت اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ بے فائدہ اور لایعنی باتوں اور کاموں سے اجتناب کیا جائے۔ انسان اگر اس اصول کو اپنا لے تو بہت سے گناہوں اور قباحتوں سے بچ جائے۔ اسی لئے بعض علماء نے اسے اسلام کا چوتھا، بعض نے نصف حصہ اور بعض نے کل اسلام قرار دیا ہے۔

٦٨ ـ التَّاسِعُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ الله عنه، عَنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «لا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَ ضَرَبَ امْرَأَتَهُ» رواه أَبو داود وغيره.

٩ / ٦٨ ـ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس نے کس وجہ سے اپنی بیوی کو مارا؟ روایت کیا اس کو ابو داؤد وغیرہ نے

تخریج: سنن أبى داود، كتاب النكاح، باب فى ضرب النساء.

فوائد: یہ حدیث ابن ماجہ (رقم ١٩٨٦) اور مسند احمد ١ / ٢٠١ میں بھی ہے۔ اس کی سند میں داؤد بن یزید اودی ضعیف ہے اور اس کا استاد عبدالرحمٰن المسلی غیر معروف ہے۔ شیخ البانی نے بھی ارواء الغلیل (رقم ٢٠٣٤) میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ یہ روایت چونکہ صحیح نہیں ہے، اس لئے اس میں بیان کردہ بات بھی صحیح نہیں۔ خاوندوں کو اسلام نے قطعاً یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو بلا وجہ ماریں پیٹیں اور ان کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں، ان سے باز پرس نہیں ہو گی یا دنیا میں ان سے باز پرس نہ کی جائے۔ بلکہ اسلام نے تو بڑی تاکید کے ساتھ عورتوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے، جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مرد اگر عورت پر ظلم کرے گا، ناجائز مارے پیٹے گا اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو وہ عنداللہ مجرم ہو گا اور اس سے باز پرس ہو گی۔

٦ ـ بَابٌ فِي التَّقْوَى

٦۔ تقویٰ کا بیان

قال الله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا

اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ﴾ [آل عمران: ١٠٢]، وقال تعالى: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ١٦] وهذه الآية مبينة للمراد من الأولى. وقال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ [الأحزاب: ٧٠] وَالآيَاتُ فِي الأَمْرِ بالتَّقْوى كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ، وقال تعالى: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ﴿٢﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: ٢، ٣]، وقال تعالى: ﴿إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ [الأنفال: ٢٩] والآيَاتُ في البَاب كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

وَأَمَّا الأَحَادِيثُ:

٦٩ ـ فَالأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قِيلَ: يا رسولَ اللهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قال: «أَتْقَاهُمْ». فقَالُوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: «فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ» قالوا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قال: «فَعَنْ مَعَادِنِ العَرَبِ تَسْأَلُونِي؟ خِيَارُهُمْ في الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ في الإِسْلامِ إِذَا فَقُهُوا» متفقٌ عليه. و«فَقُهُوا» بضمِّ القَافِ عَلَى المَشْهُورِ، وحُكِيَ كَسْرُهَا، أَيْ: عَلِمُوا أَحْكَامَ الشَّرْعِ.

کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اور فرمایا پس ڈرو اللہ سے جتنی تم طاقت رکھو۔

یہ دوسری آیت پہلی آیت کے مفہوم و مراد کو واضح کر رہی ہے۔ یعنی کماحقہ ڈرنے کا مطلب مقدور بھر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی اور درست بات کہو۔

اور تقویٰ کے حکم کے بارے میں کثرت کے ساتھ آیات ہیں اور معلوم ہیں۔

نیز فرمایا: جو اللہ سے ڈرتا ہے' اللہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے' جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اور فرمایا: اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والی (بصیرت) عطا فرما دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔

اور اس باب میں بکثرت آیات ہیں اور اس موضوع سے متعلق احادیث درج ذیل ہیں۔

۱/ ۶۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا' جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا' اس کی بابت ہم آپ سے نہیں پوچھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا' پھر یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی اللہ کے پیغمبر ہیں' نیز باپ بھی پیغمبر' دادا بھی پیغمبر اور پردادا بھی پیغمبر اور اللہ کے خلیل ہیں۔ انہوں نے کہا' ہم اس کی بابت (بھی) نہیں پوچھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا' تو کیا تم مجھ سے پھر عرب کے خاندانوں کی بابت پوچھ رہے ہو؟ (تو سنو!) ان کے جو افراد جاہلیت میں بہتر تھے' وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں' (یعنی اسلام نے کسی کی دنیوی جاہ و مرتبت میں کمی

نہیں کی ہے) بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ (بخاری و مسلم)

فـقـهـوا' مشہور استعمال کے مطابق قاف کی پیش کے ساتھ' قاف کی زیر بھی منقول ہے۔ یعنی احکام شریعت کا علم رکھیں۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأنبیاء، باب ﴿واتخذ الله إبراهیم خلیلا﴾ - وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیه السلام.

۶۹۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ جو خاندان' اسلام سے قبل دنیوی شرف و فضل اور اپنی امتیازی خصوصیات (مثلاً سخاوت' شجاعت' صداقت وغیرہ) میں ممتاز تھے' قبول اسلام کے بعد ان کے اعزاز و اکرام کو نظرانداز نہیں کیا گیا' بلکہ اسے دین کے علم اور عمل کے ساتھ مشروط کر دیا گیا اور ان کی صلاحیتوں اور خود داری وغیرہ اوصاف حمیدہ کا رخ بدل دیا گیا' پہلے یہ صلاحیتیں کفر کے لئے استعمال ہوتی تھیں' اب اسلام کے لئے وقف کر دی گئیں۔

٧٠ ـ الثَّانِي: عَنْ أبي سَعيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه، عن النبيِّ ﷺ قال: «إنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ؛ فَإنَّ أوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إسْرَائِيلَ كَانَتْ في النِّسَاءِ» رواه مسلم.

۲/ ۷۰۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بے شک دنیا شیریں اور شاداب (سرسبز) ہے' اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بنانے والا ہے' پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟ پس (اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو) دنیا (کے دھوکے) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بچو' کیونکہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں ہی کے بارے میں تھی' (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء، وأکثر أهل النار النساء...

۷۰۔ **فوائد:** جس طرح تر و تازہ پھل' ذائقے میں میٹھا اور دیکھنے میں خوش رنگ اور دلوں کو لبھانے والا ہوتا ہے' یہی حال دنیا کے مال و اسباب کا ہے' انسان کو یہ بہت مرغوب ہیں اور ان کے دل ان کی طرف کھنچتے ہیں اور دنیا کا سب سے لذیز ترین پھل عورت ہے' جو خطرناک ترین بھی ہے۔ جو شخص احکام شریعت سے بے پروا ہو کر دنیا کا طالب اور عورت کی طرف مائل ہو گا' سمجھ لو کہ اس کا دین و ایمان خطرے میں ہے اور جو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ان سے استفادہ و استمتاع کرے گا' وہ ان کی حشر سامانیوں اور غارت گری سے محفوظ رہے گا۔

٧١ ـ الثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إنِّي أسْألُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ

۳/ ۷۱۔ حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا' پرہیزگاری (تقویٰ) کا' پاک دامنی کا اور

وَالْغِنَى» رواه مسلم.

(لوگوں سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الذكر، باب التعوذ من شر ما عمل وشر مالم يعمل.

۷۱۔ **فوائد:** ہدایت کا مطلب' زندگی کے ہر موڑ پر صحیح رہنمائی اور دین ہدیٰ پر استقامت' تقویٰ' اللہ کا ڈر' جو نیکی کا سب سے اہم سبب اور گناہوں سے بچنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ عفاف (پاک دامنی) کا مطلب ہے' جو چیزیں حلال نہیں ہیں' ان سے دامن بچا کر رکھنا۔ غنیٰ' فقر کی ضد ہے۔ مراد غنائے نفس ہے۔ یعنی لوگوں سے اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے' ان سے بے نیاز رہنا۔ اس لحاظ سے یہ بڑی جامع اور نہایت مفید دعاء ہے۔

٧٢ ـ الرَّابعُ: عَنْ أَبي طَرِيفٍ عَدِيِّ بْنِ حَاتمٍ الطَّائيِّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقُولُ: «مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ رَأَى أَتْقَى للهِ مِنْهَا فَلْيَأْتِ التَّقْوَى» رواه مسلم.

۴ / ۷۲ ۔ **حضرت ابو طریف عدی**ؓ **بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ میں نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے' جو شخص کسی بات پر قسم کھالے' پھر اس سے زیادہ پرہیزگاری والی بات دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ پرہیزگاری والا عمل اختیار کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔**(کتاب الایمان' باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا.....)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأي غيرها خيرا منها.

۷۲۔ **فوائد:** اس میں تقویٰ کے التزام کی تاکید ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے کسی معصیت پر قسم بھی کھالی ہے' تو قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے اور معصیت کا یا خلاف تقویٰ کام کا ارتکاب نہ کرے۔

٧٣ ـ الْخَامِسُ: عَنْ أَبي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلانَ الْبَاهِلِيِّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَخْطُبُ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: «اتَّقُوا اللهَ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوا أُمَرَاءَكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ» رواه التِّرمذيُّ، في آخر كتابِ الصَّلاة وَقال: حديثٌ حسنٌ صحيح.

۵ / ۷۳ ۔ **حضرت ابو امامہ صدی**ؓ **بن عجلان باہلی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو' اپنی پانچوں (فرض) نمازیں ادا کرو' اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو' اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو! تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (اس کو ترمذی نے کتاب الصلوۃ کے آخر میں روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)**

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الصلاة، باب صلوة الجمعة.

۷۳۔ **فوائد:** وداع' تودیع (الوداع کہنا) سے ہے۔ یہ نبی ﷺ کا آخری حج تھا' اس میں آپ نے لوگوں کو الوداع کیا تھا' اس لئے اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ حکام وقت کی اطاعت کی یقیناً تاکید ہے لیکن وہ مشروط ہے' یعنی جب

تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں۔ اسی طرح ان سے کفر صریح کا اظہار نہ ہو۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی ہو گی تو ان کی اطاعت ضروری نہیں ہو گی۔

٧ ـ بَابٌ فِي الْيَقِينِ وَالتَّوَكُّلِ

قال الله تعالى: ﴿وَلَمَّا رَءَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْأَحْزَابَ قَالُوا۟ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَٰنًا وَتَسْلِيمًا﴾ [الأحزاب: ٢٢]، وقال تعالى: ﴿ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ [آل عمران: ١٧٣، ١٧٤]، وقال تعالى: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَىِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ﴾ [الفرقان: ٥٨]، وقال تعالى: ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ﴾ [إبراهيم: ١١]، وقال تعالى: ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ﴾ [آل عمران: ١٥٩]، وَالآيَات فِي الأَمْرِ بِالتَّوَكُّلِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ. وقال تعالى: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ﴾ [الطلاق: ٣] أيْ: كَافِيهِ، وَقال تعالى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [الأنفال: ٢] وَالآيَات فِي فَضْلِ التَّوَكُّلِ كَثِيرَةٌ مَعْرُوفَةٌ.

۷۔ یقین اور توکل کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب مومنوں نے کافروں کے لشکر دیکھے تو کہا' یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے کیا' اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور اس چیز نے ان کو ایمان و تسلیم میں ہی زیادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اور فرمایا: وہ لوگ' جب ان سے لوگوں نے کہا کہ لوگ تم سے (مقابلہ کرنے کے لئے) جمع ہو گئے ہیں' ان سے ڈرو! تو اس بات نے ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور انہوں نے کہا' ہمیں اللہ کافی ہے اور اچھا کارساز ہے۔ پس وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ اس حال میں واپس لوٹے کہ انہیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا مندی کا اتباع کیا اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اور فرمایا اللہ بلند و برتر نے: اور بھروسہ کر اس زندہ ذات پر جسے موت نہیں آئے گی۔

اور فرمایا: اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

اور فرمایا: جب تو (اے پیغمبر! کسی کام کا) پختہ ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر۔

اور توکل کے حکم کے بارے میں بہ کثرت آیات ہیں اور معلوم ہیں اور فرمایا: اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے' پس وہ اس کو کافی ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: مومن تو وہی ہیں جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل (اس کی عظمت و جلالت اور خشیت سے) کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر اس (کے کلام) کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ

وَأَمَّا الأَحَادِيثُ:

٧٤ ـ فَالأَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ، وَالنَّبيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ والرَّجُلانِ، وَالنَّبيَّ وَلَيسَ مَعَهُ أَحَدٌ إذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هٰذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظرْ إلَى الأُفُقِ، فَنَظَرْتُ فإذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي: انْظُرْ إلَى الأُفُقِ الآخَرِ، فإذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِي: هٰذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفاً يَدْخُلُونَ الجَنَّة بغَيْرِ حِسَابٍ وَلا عَذَابٍ» ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَخَاضَ النَّاسُ في أُولٰئِكَ الَّذينَ يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بَغَيْرِ حِسَابٍ وَلا عَذَابٍ، فَقَالَ بَعْضهُمْ: فَلَعَلَّهُم الَّذينَ صَحِبُوا رسولَ الله ﷺ، وَقَالَ بَعْضهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذينَ وُلِدُوا في الإسْلام، فَلَمْ يُشْرِكُوا بالله شَيْئاً ـ وَذَكَروا أَشْيَاءَ ـ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رسولُ الله ﷺ فَقَالَ: «مَا الَّذي تَخُوضُونَ فِيهِ؟» فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: «هُمُ الَّذينَ لا يَرْقُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ» فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: «أَنْتَ مِنْهُمْ» ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فقال: «سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ» متفقٌ عليه.

ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں

اور توکل کی فضیلت میں کثرت سے آیات ہیں اور معلوم ہیں۔ اب ملاحظہ فرمائیے احادیث مبارکہ۔

۱/ ۷۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر (بطور کشف و مشاہدہ کے) امتیں پیش کی گئیں (یعنی دکھلائی گئیں) تو میں نے دیکھا کہ ایک نبی ہے' اس کے ساتھ چند آدمی ہیں۔ ایک اور نبی ہے' اس کے ساتھ صرف ایک دو آدمی ہی ہیں۔ ایک اور نبی ہے' اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اتنے میں اچانک ایک بڑا گروہ میرے سامنے ظاہر ہو گیا' میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے۔ لیکن مجھے بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ اور اس کی قوم (بنی اسرائیل) ہے۔ لیکن تو دوسرے کنارے کی طرف دیکھ! (میں نے اس طرف دیکھا تو) تو ایک بڑا گروہ تھا' مجھ سے کہا گیا' یہ تیری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے آدمی ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔ آپؐ (یہ بیان کرنے کے بعد اپنی مجلس سے) اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے ان لوگوں کے بارے میں بحث کرنی شروع کر دی جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے (کہ یہ کون ہوں گے؟) بعض نے کہا' شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو گا۔ بعض نے کہا' شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ انہوں نے کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ اس طرح انہوں نے (اپنے اپنے گمان کے مطابق) کئی چیزوں کا ذکر کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا "تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟" انہوں نے آپ کو ساری بات

«الـرُّهَيْـطُ» بِضَـمِّ الـرَّاءِ: تَصْغِيـرُ رَهْـطٍ، وَهُـمْ دُونَ عَشَـرَةِ أَنْفُـسٍ. «والأُفُقُ»: النَّاحِيَةُ وَالْجَانِبُ. «وَعُكَّاشَةُ» بِضَمِّ الْعَيْنِ وَتَشْدِيدِ الكَافِ وَبِتَخْفِيفِهَا، وَالتَّشْدِيدُ أَفْصَحُ.

بتلائی (جو آپ کی غیر موجودگی میں ہوئی تھی) آپ ؐ نے فرمایا "یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ خود جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ کسی اور سے کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں" (یہ سن کر) عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہا' اللہ کے رسول! میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا "تو ان میں سے ہے" پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا' میرے لیے بھی دعاء فرمائیں' اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا "عکاشہ اس میں تجھ سے سبقت لے گیا ہے"
(بخاری و مسلم)

الرھیط ' راء پر پیش کے ساتھ۔ رھط کی تصغیر ہے۔ دس سے کم افراد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے' افق کے معنی' کنارا' رخ اور عکاشہ' عین پر پیش اور کاف تشدید کے ساتھ یا بغیر تشدید کے۔ (یعنی کاف مشدد اور غیر مشدد دونوں طرح جائز ہے) لیکن تشدید کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب من اكتوي أو كوي غيره - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب.

۷۴- **فوائد**: اللہ پر اعتماد اور توکل کی ترغیب اور اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کی فضیلت۔ مسنون دعاؤں کے ساتھ دم کرنا (جھاڑ پھونک) اور علاج معالجہ اگرچہ جائز ہے۔ تاہم جو اللہ کے بھروسے پر ان سے بھی اجتناب کرتے ہیں نیز بدشگونی وغیرہ سے بھی بچتے ہیں' حدیث میں ان کی فضیلت کا بیان ہے۔ امتوں کے یہ حالات آپ ؐ کو خواب میں یا کشف کے ذریعے سے دکھائے گئے یا معراج کے موقعے پر مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ ؐ کی امت سب سے زیادہ ہے۔

۷۵ - الثَّانِي: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهما أَيْضاً أَنَّ رسولَ الله ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ. اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ؛

۲ / ۷۵ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے' اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا' اے اللہ! تیرے غلبے کے ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں' تیرے سوا کوئی معبود نہیں' اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا

لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي، أَنْتَ الحَيُّ الَّذي لا يَمُوتُ، والْجِنُّ وَالإِنْسُ يَمُوتُونَ» متفقٌ عليه. وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَاخْتَصَرَهُ البُخَارِيُّ.

دے، تو زندہ اور قیوم ہے جسے موت نہیں آئے گی اور تمام انس و جن موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ (جو نقل ہوئے) مسلم کے ہیں۔ بخاری نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قوله تعالى ﴿وهو العزيز الحكيم﴾ ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ ﴿ولله العزة ولرسوله﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل.

٧٦ - الثَّالِثُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أيضاً قال: «حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ ﷺ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا: إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُوا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ» رواه البخاري. وفي روايةٍ له عن ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قال: «كَانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ ﷺ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ».

۳ / ۷۶ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسبنا اللہ ونعم الوکیل (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) اس وقت کہا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور حضرت محمد ﷺ نے بھی یہ کلمہ اس وقت کہا جب کافر لوگوں نے کہا کہ بے شک لوگ تمہارے مقابلے کے لئے جمع ہو گئے ہیں، ان سے ڈرو! پس اس بات نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور انہوں نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں، جو ابن عباسؓ ہی سے ہے، اس میں انہوں نے کہا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کی آخری بات یہ تھی، حسبی اللہ ونعم الوکیل

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة آل عمران، باب ﴿إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم﴾.

۷۶- **فوائد**: سخت سے سخت ترین حالات میں بھی اللہ پر ہی اعتماد اور توکل کرنا چاہئے، انبیاء علیہم السلام کا اسوہ بھی یہی ہے۔

٧٧ - الرَّابِعُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عن النبيِّ ﷺ قال: «يَدْخُلُ الجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيرِ» رواه مسلم. قِيلَ: مَعْنَاهُ مُتَوَكِّلُونَ، وَقِيلَ: قُلُوبُهُمْ رَقِيقَةٌ.

۴ / ۷۷ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جن کے دل، پرندوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔

(روایت کیا اس کو مسلم نے۔) بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ (پرندوں کی طرح اللہ پر) بھروسہ

کرنے والے ہوں گے اور بعض کے نزدیک مطلب ہے کہ ان کے دل نرم ہوں گے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب یدخل الجنة أقوام...

۷۷۔ **فوائد**: **توکل علی اللہ اور رقت قلب کی فضیلت**' کہ یہ دونوں باتیں جنت میں لے جانے کا سبب ہیں۔ (۲) مومن کے دل میں رزق و معیشت کی زیادہ فکر نہیں ہونی چاہئے' بلکہ ان کے دل پرندوں کی طرح ہونے چاہئیں' جو اپنے لئے کچھ جمع کر کے نہیں رکھتے بلکہ ہر روز صبح تلاش رزق میں نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ جیسے دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ تغدو خماصا وتروح بطانا' صبح جب گھونسلوں سے نکلتے ہیں تو بھوکے ہوتے ہیں اور شام کو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

۷۸ ـ الْخَامِسُ: عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبيِّ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رسولُ الله ﷺ قَفَلَ مَعَهُمْ، فَأَدْرَكَتْهُم الْقَائِلَةُ في وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رسولُ الله ﷺ، وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رسولُ الله ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ، فَعَلَّقَ بِهَا سَيفَهُ، وَنِمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رسولُ الله ﷺ يَدْعُونَا، وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابيٌّ فَقَالَ: «إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ في يَدِهِ صَلْتاً، قَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلتُ: اللهُ ـ ثَلاثاً» وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: قَالَ جَابرٌ: كُنَّا مَعَ رسولِ الله ﷺ بذَاتِ الرِّقَاعِ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لرسولِ الله ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، وَسَيْفُ رسولِ الله ﷺ مُعَلَّقٌ بالشَّجَرَةِ، فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ: تَخَافُنِي؟ قَالَ: «لا»، قَالَ: فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: «الله». وَفي رواية أبي بكرِ الإسماعِيلي في صحيحِهِ: قال: مَنْ يَمْنَعُكَ منِّي؟ قَالَ: «اللهُ»، قال: فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ،

۵ / ۷۸۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کے لئے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ واپس آگئے (راستے میں) صحابہ کرام ؓ کو گھنے خاردار درختوں کی ایک وادی میں دوپہر کو نیند نے آلیا (نیند کا غلبہ ہو گیا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ (آرام کرنے کے لئے) یہاں اتر پڑے (صحابہ بھی اتر گئے) اور درختوں کے سائے کی تلاش میں متفرق ہو گئے' رسول اللہ ﷺ کیکر کے ایک درخت کے نیچے اتر گئے اور اس کے ساتھ اپنی تلوار لٹکا دی اور ہم سب تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ پس اچانک (ہم نے سنا کہ) رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں' جب (ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ) ایک اعرابی (بدو) آپ کے پاس ہے' آپ نے فرمایا' اس نے میری تلوار (درخت سے پکڑ کر) مجھ پر سونت لی جب کہ میں سویا ہوا تھا' میں بیدار ہوا تو یہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' مجھ سے اس نے کہا' آج تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے (بے اختیار) کہا' اللہ! (تین مرتبہ کہا کہ اللہ بچائے گا) اور آپ نے اس دیہاتی کو کوئی سرزنش نہیں کی اور بیٹھ گئے۔ (بخاری و مسلم۔) ایک اور روایت میں ہے' حضرت جابر ؓ نے کہا' ہم غزوۂ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' پس

فَأَخَذَ رسولُ الله ﷺ السَّيْفَ فقَالَ: «مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟»، فقَالَ: كُنْ خَيْرَ آخِذٍ، فَقَالَ: «تَشْهَدُ أنْ لا إلٰه إلَّا اللهُ، وَأَنِّي رسولُ الله؟» قال: لا، وَلٰكِنِّي أُعَاهِدُكَ أنْ لا أُقَاتِلَكَ، وَلَا أَكُونَ مَعَ قَومٍ يُقَاتِلُونَكَ، فَخَلَّى سَبيلَهُ، فَأَتَى أَصْحَابَهُ فَقَالَ: جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ. قَوْلُهُ: «قَفَلَ» أَيْ: رَجَعَ. وَ«الْعِضَاهُ»: الشَّجَرُ الَّذي لَهُ شَوْكٌ. وَ«السَّمُرَةُ» بفَتْحِ السِّينِ وَضَمِّ الْميمِ: الشَّجَرَةُ مِنَ الطَّلْحِ، وَهِيَ العِظَامُ مِنْ شَجَرِ الْعِضَاهِ. وَ«اخْتَرَطَ السَّيْفَ» أَيْ: سَلَّهُ وَهُوَ في يَدِهِ. «صَلْتاً» أَيْ: مَسْلُولًا، وَهُوَ بِفَتْحِ الصَّادِ وَضَمِّهَا.

جب ہم ایک گھنے سائے والے درخت کے پاس آئے تو اسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیا (چنانچہ آپ وہاں استراحت فرما ہو گئے) پس مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور رسول اللہ ﷺ کی تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی' وہ تلوار (اس نے لے لی اور) آپؐ پر سونت لی اور کہا' تو مجھ سے ڈرتا ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں" اس نے پھر کہا' تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا "اللہ" اور "صحیح ابی بکر اسمٰعیلی" کی روایت میں اس طرح ہے' اس نے کہا تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ' پس تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی' اسے رسول اللہ ﷺ نے پکڑ لیا اور فرمایا (تو بتلا) تجھے' مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا' آپ بہتر تلوار پکڑنے والے ہیں! آپ نے اس سے پوچھا' تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب میں کہا "نہیں' البتہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے لڑوں گا نہیں' نہ آپ سے لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا"۔ چنانچہ آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا' میں ایسے شخص کے پاس سے (ہو کر) آیا ہوں' جو تمام لوگوں میں بہتر ہے۔

قفل کے معنی ہیں' واپس ہوا۔ عضاہ' کانٹوں والا درخت۔ السمرۃ' سین پر زبر اور میم پر پیش' کیکر کا درخت' یہ کانٹے دار درخت کی بڑی قسم ہے۔ اخترط السیف تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر سونتا (لہرایا) صلتا صاد کے زبر اور پیش کے ساتھ (دونوں طرح صحیح ہے) معنی ہیں مسلولاً (بمعنی مفعول) سونتی ہوئی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب من علّق سيفه بالشجر في السفر، وكتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب توكله ﷺ على الله

تعالى وعصمة الله تعالى له من الناس.

۷۸- **فوائد**: اس میں نبی کریم ﷺ کے عفو و درگزر اور اخلاق کریمانہ کے علاوہ آپ کے توکل علی اللہ کا بھی بیان ہے۔ نیز اس چیز کا کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ بھی اس کی چارہ سازی فرماتا ہے۔ یہ اعرابی بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ غزوۂ ذات الرقاع، چھ ہجری میں ہوا، گرمی کی شدت اور جوتوں کے فقدان کی وجہ سے اس غزوے میں صحابہ نے اپنے پیروں میں کپڑوں کی لیریں لپیٹ لی تھیں، اس لئے اس کا نام ہی لیروں (ٹاکیوں) والا جہاد پڑ گیا۔ بعض نے اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور بھی بیان کی ہیں۔

٧٩ - السَّادِسُ: عَنْ عُمَرَ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُولُ: «لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُو خِمَاصاً وَتَرُوحُ بِطَاناً» رواه الترمذي، وقال: حديثٌ حسنٌ.

مَعْنَاهُ: تَذْهَبُ أَوَّلَ النَّهَارِ خِمَاصاً، أَيْ: ضَامِرَةَ الْبُطُونِ مِنَ الْجُوعِ، وَتَرْجِعُ آخِرَ النَّهَارِ بِطَاناً، أَيْ: مُمْتَلِئَةَ الْبُطُونِ.

۶/۷۹- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے، وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔

(اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

اس کے معنی ہیں کہ دن کے آغاز میں (پرندے) بھوکے نکلتے ہیں یعنی ان کے پیٹ پچکے ہوتے ہیں اور دن کے آخر میں لوٹتے ہیں تو پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب في التوكل على الله.

۷۹- **فوائد**: توکل کا مطلب ہے کہ تمام اعتماد اسباب ظاہری پر ہی نہ ہو، بلکہ ان کے ساتھ اصل اعتماد اللہ پر ہو۔ کیونکہ اللہ کی مشیت کے بغیر اسباب بھی کچھ نہیں کرتے۔ تاہم اسباب ظاہری کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کا حکم بھی اللہ ہی نے دیا ہے، جیسے پرندے گھونسلوں کے اندر ہی نہیں بیٹھے رہتے، بلکہ تلاش رزق میں باہر نکلتے اور گھومتے پھرتے ہیں۔

٨٠ - السَّابِعُ: عَنْ أَبِي عِمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يَا فُلانُ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لا مَلْجَأَ وَلا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ،

۷/۸۰- حضرت ابو عمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے فلاں! جب تو اپنے بستر کی طرف جگہ پکڑے (یعنی لیٹ جائے) تو یہ پڑھ لیا کر، اے اللہ! میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا ہے اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر لیا ہے اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا ہے اور اپنی پیٹھ تیری طرف لگا لی ہے، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔

آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذي أَرْسَلْتَ؛ فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الفِطْرَةِ، وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْراً» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ في الصَّحيحين عَن الْبَرَاءِ قال: قال لِي رسول الله ﷺ: «إِذَا أَتَيْتَ مَضْجعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ للصَّلاة، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ وَقُلْ ـ وذَكَرَ نَحْوَهُ، ثُمَّ قالَ ـ: وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ».

تیری گرفت کے مقابلے میں، تیرے سوا، کوئی جائے پناہ اور مقام نجات نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تونے نازل کی اور اس پیغمبر کو مانا جسے تونے بھیجا۔ (پھر آپ ؐ نے فرمایا) پس اگر تجھے تیری اس رات میں موت آگئی تو تجھے فطرت (اسلام) پر موت آئے گی اور اگر تونے صبح کی (یعنی موت نہ آئی) تو تو بھلائی کو پہنچ گیا۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت براء ؓ ہی سے صحیحین (بخاری و مسلم) کی ایک اور روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تو اپنی خواب گاہ پر آنے لگے، تو نماز کے وضوء کی طرح، وضوء کر، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جا اور یہ پڑھ اور اس دعاء کا ذکر کیا، جو ابھی گزری۔ پھر آپ نے فرمایا، ان کلمات کو اپنی آخری گفتگو بنا (یعنی مذکورہ کلمات کے بعد سونے کے علاوہ کوئی گفتگو نہ کرنا)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا نام، وباب إذا بات طاهرا، وباب النوم على الشق الأيمن، وكتاب التوحيد ـ وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب ما يقول عند النوم وأخذ المضجع.

۸۰- **فوائد:** رات کو سوتے وقت وضوء کر کے سونا بہتر ہے، اسی طرح اس دعاء کا پڑھ لینا بھی بہت اچھا ہے کیونکہ اس میں اسلام و ایمان کی تجدید اور اللہ کی بارگاہ میں امن و عافیت اور سلامتی کی التجاء ہے۔

٨١ ـ الثَّامِنُ: عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيق رضي الله عنه عبدِ اللهِ بنِ عثمانَ بنِ عامِرِ بنِ عُمَرَ بْنِ كَعْبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ القُرَشِيِّ التَّيْمِيِّ رضي الله عنه ـ وَهُوَ وَأَبُوهُ وَأُمُّهُ صَحَابَةٌ، رضي الله عنهم ـ قال: نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ المُشْرِكِينَ وَنَحْنُ فِي الغَارِ وَهُمْ عَلَى رُؤُوسِنَا فقلتُ: يَا رسولَ اللهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لأَبْصَرَنَا فقالَ:

۸ / ۸۱ ۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ عبداللہ بن عثمان (بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب) قرشی تیمی سے روایت ہے (اور یہ ابو بکر، ان کے والد عثمان اور ان کی والدہ تینوں صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہم) انہوں نے فرمایا، میں نے مشرکوں کے قدموں کی طرف دیکھا، جب ہم غار (ثور) میں تھے اور وہ ہمارے سروں پر تھے۔ پس میں نے کہا، یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے، تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا، اے ابو بکر! ان دو کے ساتھ تمہارا کیا گمان ہے کہ جن کا تیسرا اللہ ہو

«مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ باثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا» متفقٌ عليه.

(یعنی ہم دو ہی نہیں بلکہ تیسرا ہمارے ساتھ اللہ ہے اور جن کے ساتھ اللہ ہو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب قوله ﴿ثاني اثنين إذهما في الغار﴾ وكتاب فضائل الصحابة، باب مناقب المهاجرين وفضلهم - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبى بكر الصديق رضي الله عنه.

۸۱- **فوائد:** یہ اس وقت کا واقعہ ہے' جب نبی کریم ﷺ ابو بکر صدیق ؓ کی معیت میں مکے سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جا رہے تھے اور مشرکین مکہ نے آپ کی گرفتاری پر گراں قدر انعام مقرر کر دیا تھا' جس کے لالچ میں لوگ آپ کی تلاش میں سرگردان تھے' حتیٰ کہ یہ مشرکین اس غار ثور کے دہانے تک پہنچ گئے جہاں آپ دونوں نے آرام کرنے کے لئے پناہ لی ہوئی تھی۔ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی شجاعت و بے خوفی اور آپ کا اللہ پر بے پناہ اعتماد و توکل کا اور اللہ کی اپنے خاص بندوں کی مدد اور دست گیری کا بیان ہے۔ جیسے فرمایا' انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد "یقیناً ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں اور ایمان داروں کی' دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے"۔

۸۲ ـ التَّاسِعُ: عَنْ أُمِّ المُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ، واسْمُهَا هِنْدُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ حُذَيْفَة المَخْزُومِيَّة، رضي الله عنها، أَنَّ النبيَّ ﷺ كانَ إذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قالَ: «بِسْمِ اللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ» حديثٌ صَحيحٌ رواه أبو داود والتِّرْمذيُّ وَغَيْرُهُمَا بِأَسانِيدَ صَحيحةٍ. قالَ التِّرمذيُّ: حَديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وهذا لفظ أَبي داود.

۹ / ۸۲ ۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ ؓ سے روایت ہے (ان کا نام ہند بنت ابی امیہ حذیفہ مخزومیہ ہے) کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تو پڑھتے۔ "اللہ کے نام سے' اللہ ہی پر میں نے بھروسہ کیا' اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا کر دیا جاؤں' یا میں پھسل جاؤں یا پھسلا دیا جاؤں' یا میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کیا جائے یا میں جہالت کا ارتکاب کروں یا میرے ساتھ جاہلانہ معاملہ کیا جائے"۔ یہ صحیح حدیث ہے' اسے ابو داؤد اور ترمذی وغیرہما نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب التعوذ من أن نجهل أو يجهل علينا۔ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب مايقول إذا خرج من بيته.

۸۳ ـ العَاشِرُ: عَنْ أَنَسٍ رضِيَ الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ قَالَ ـ يَعْنِي إذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ ـ: بِسْمِ اللهِ

۱۰ / ۸۳ ۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھ لے "اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں' میں

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، وَلا حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، يُقَالُ لَهُ: هُدِيتَ وَكُفِيتَ وَوُقِيتَ، وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ». رواه أبو داود والترمذي، والنسائي وغيرهم. وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ، زاد أبُو داود: «فيقول - يَعْنِي الشَّيْطَانَ -: لشَيْطَانٍ آخَرَ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟».

نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت کا میسر آجانا، اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں" تو اس کو کہا جاتا ہے، تو ہدایت دیا گیا، تیری کفایت کی گئی اور تو بچالیا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کو ابوداوٗد، ترمذی نسائی وغیرہم نے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داوٗد نے یہ الفاظ مزید روایت کئے ہیں۔ شیطان، دوسرے شیطان کو کہتا ہے، تیرا اس آدمی پر کیسے بس چلے گا، جس کو ہدایت سے نواز دیا گیا، وہ کفایت کیا گیا اور اس کو بچا لیا گیا (یا مکروہات سے اس کی حفاظت کی گئی)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء ما يقول إذا خرج من بيته - وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا خرج من بيته.

۸۳- فوائد: ان دعاؤں میں اللہ پر اعتماد و توکل کا اظہار بھی ہے اور شیطان کی کارستانیوں سے بچاؤ کی التجاء و دعاء بھی۔

٨٤ - وعَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِي ﷺ، وَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النبيَّ ﷺ، والآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا المُحْتَرِفُ أَخَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فقال: «لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ» رواه التِّرمذي بإسنادٍ صحيحٍ على شرطِ مسلمٍ. «يَحْتَرِفُ»: يَكْتَسِبُ وَيَتَسَبَّبُ.

۱۱/ ۸۴ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک ان میں سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا (اور آپ سے دین کا علم سیکھتا) دوسرا کاروبار کرتا اور کماتا۔ کاروباری بھائی نے اپنے بھائی کی شکایت نبی ﷺ سے کی (کہ وہ کاروبار کرنے کی بجائے زیادہ تر آپ کے پاس رہتا ہے) آپ نے فرمایا (تمھیں کیا معلوم) شاید تمھیں روزی اس کی وجہ سے ہی ملتی ہو۔ (اسے ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے) یحترف کے معنی کمانا اور اسباب و وسائل اختیار کرنا ہیں۔

(ترمذی، ابواب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب في التوكل على الله.

۸۴- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دین کا علم حاصل کرنے کے لئے، اس طرح کسی کو وقف کر دینا یا کسی کا وقف ہو جانا، جائز اور مستحب ہے۔ ایسے طلبائے علوم دینیہ کو بوجھ نہیں تصور کرنا چاہئے، اسی طرح ان کی اور علماء کی امداد سے گریز نہیں کرنا چاہئے، ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ (۲) انسان کو بے

وسیلہ لوگوں کی امداد سے رزق مہیا ہوتا ہے۔

٨ ـ بَابُ الاِسْتِقَامَةِ

قال الله تعالى: ﴿ فَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ﴾ [هود: ١١٢]، وقال تعالى: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحْزَنُواْ وَأَبْشِرُواْ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ ﴾ [فصلت: ٣٠، ٣٢]، وقال تعالى: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُواْ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ أُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ خَٰلِدِينَ فِيهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ ﴾ [الأحقاف: ١٣، ١٤].

٨٥ ـ وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو، وقيل: أبي عَمْرَةَ سُفْيَانَ بنِ عبدِ اللهِ رضي الله عنه قال: قُلْتُ: يَا رسول اللهِ قُلْ لِي في الإسْلامِ قَوْلًا لا أَسْأَلُ عَنْه أَحَداً غَيْرَكَ. قال: «قُلْ: آمَنْتُ باللهِ؛ ثُمَّ اسْتَقِمْ» رواه مسلم.

۸۔ استقامت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو ثابت قدم رہ' جیسا تجھ کو حکم ہوا۔

اور فرمایا: تحقیق جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس پر قائم رہے' ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں' یہ کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش خبری سنو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ تھا' ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے وہاں وہ ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے وہاں وہ ہے جو تم مانگو' مہمانی ہے اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر ثابت قدم رہے' ان پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے' وہ لوگ ہیں بہشت والے' ہمیشہ رہیں گے' بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے

۸۵ / ۱ ۔ حضرت ابو عمرو' بعض کے نزدیک ابو عمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلا دیں کہ اس کی بابت آپ کے علاوہ میں کسی سے سوال نہ کروں۔ آپ نے فرمایا۔ "تم کہو' میں اللہ پر ایمان لایا' پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

(کتاب الایمان' باب جامع اوصاف الاسلام)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلام.

۸۵۔ **فوائد:** استقامت کا مطلب ہے کہ اسلام کے اوامر و نواہی پر نہایت ثابت قدمی سے عمل کرنا۔ احکام فرائض و سنن اور مستحبات کو بجا لانا اور محرمات و منہیات سے اجتناب کرنا۔ ایمان محض زبان سے ظاہر کر دینے کا نام نہیں ہے' بلکہ اصل ایمان وہی ہے جس کے ساتھ عمل بھی ہو' اس لئے کہ عمل ایمان کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ جس طرح بے ثمر درخت کی کوئی اہمیت نہیں اسی طرح عمل کے بغیر ایمان کی حیثیت نہیں اور استقامت کمال

ایمان کی علامت ہے۔

٨٦ ـ وَعَنْ أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَال: قَال رسولُ الله ﷺ: «قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، واعْلَمُوا أنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِنكُمْ بعَمَلِهِ»، قَالُوا: ولا أنْتَ يَا رسولَ الله؟ قَالَ: «ولا أَنَا إلَّا أنْ يَتَغَمَّدَنِي اللهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ» رواه مسلم.

وَ«المُقَارَبَةُ»: القَصْدُ الَّذِي لا غُلُوَّ فيهِ ولا تَقْصيرَ. وَ«السَّدَادُ»: الاسْتِقَامَةُ وَالإصَابَةُ، وَ«يَتَغَمَّدَنِي»: يُلْبِسُنِي وَيَسْتُرُني.

قَالَ العُلَمَاءُ: مَعْنَى الاسْتِقَامَةِ: لُزوم طَاعَةِ الله تَعَالَى؛ قَالُوا: وَهِيَ مِنْ جَوَامعِ الْكَلِم، وَهِيَ نِظَامُ الأُمُورِ، وبِاللهِ التَّوفيق.

٢ / ٨٦ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعتدال کی راہ اختیار کرو اور سیدھے سیدھے رہو اور یہ بات جان لو کہ تم میں سے کوئی شخص صرف اپنے عمل سے نجات نہیں پائے گا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا' ہاں میں بھی نہیں' مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے۔ (مسلم)

مقاربہ کے معنی ہیں' اعتدال کی راہ (میانہ روی) جس میں غلو (افراط) ہو نہ تقصیر (تفریط' کوتاہی) اور سداد کے معنی ہیں استقامت اور درستی۔ یتغمدنی' مجھے پہنائے اور ڈھانپ لے۔ علماء نے کہا ہے' استقامت کے معنی ہیں' اللہ کی طاعت و فرماں برداری کا اہتمام کرنا۔ انہوں نے کہا یہ جوامع الکلم میں سے ہے (یعنی ان جامع کلمات میں سے جن میں الفاظ کم سے کم ہیں اور معانی و مطالب بہت زیادہ) اور معاملات کا نظم ان سے وابستہ ہے۔ وباللہ التوفیق

تخریج: صحیح مسلم، کتاب المنافقین، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله.

٨٦۔ **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ اگرچہ عمل کی اہمیت اپنی جگہ مسلم (تسلیم شدہ) ہے' کیونکہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل حاصل کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے' تاہم تمام اعتماد صرف عمل پر ہی نہیں ہونا چاہئے' کیونکہ عمل کسی کوتاہی کی وجہ سے (جس کا ہمیں علم بھی نہ ہو) برباد بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے عمل کے ساتھ یہ دعاء بھی کی جائے کہ ہمارا عمل بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جائے اور وہ ہمیں اپنے دامان رحمت میں ڈھانپ لے اور ہر عمل میں اخلاص نصیب ہو' کہ اخلاص کے بغیر بڑا سے بڑا عمل بھی مردود ہے۔

٩ ـ بَابٌ فِي التَّفَكُّرِ فِي عَظِيمِ مَخْلُوقَاتِ اللهِ تَعَالَى وَفَنَاءِ الدُّنْيَا وَأَهْوَالِ الآخِرَةِ وَسَائِرِ أُمُورِهِمَا وَتَقْصِيرِ النَّفْسِ

٩۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوقات میں غور و فکر کرنے کا دنیا کے فنا ہونے' آخرت کی ہولناکیوں اور دنیا و آخرت کے تمام امور کا' نفس کی کوتاہی اور اس کی اصلاح و تہذیب

وَتَهْذِيبِهَا وَحَمْلِهَا عَلَى الاسْتِقَامَةِ

قال الله تعالى: ﴿ ۞ قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ أَن تَقُومُوا۟ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا۟ ﴾ [سبأ: ٤٦]، وقال تعالى: ﴿ إِنَّ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿١٩٠﴾ ٱلَّذِينَ يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ ﴾ الآيات [آل عمران: ١٩٠، ١٩١]، وقال تعالى: ﴿ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى ٱلْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى ٱلْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ ﴾ [الغاشية: ١٧، ٢١]، وقال تعالى: ﴿ ۞ أَفَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُوا۟ ﴾ الآية [محمد: ١٠].

والآيات في الباب كثيرةٌ.

وَمِنَ الأحاديث الحديث السَّابق: «الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَه».

اور اس کو استقامت پر آمادہ کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم کو ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دو دو، ایک ایک، پھر غور و فکر کرو۔

اور فرمایا: بے شک آسمان و زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں، وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور غور و فکر کرتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش میں، کہتے ہیں ہمارے رب! تو نے یہ عبث نہیں بنایا، تو پاک ہے۔ الآیۃ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ بنائے گئے؟ اور آسمان کی طرف کہ کیسے وہ بلند کئے گئے؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ کھڑے کئے گئے؟ اور زمین کی طرف کہ کیسے وہ بچھائی گئی؟ پس تو سمجھائے جا کہ تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے۔

اور فرمایا: کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھیں؟

اور اس باب میں بہت آیات ہیں اور احادیث میں سے سابقہ حدیث ہے، الكيس من دان نفسه (دیکھئے باب المراقبہ، رقم ۷/ ۶۲)

١٠- بَابٌ فِي الْمُبَادَرَةِ إِلَى الْخَيْرَاتِ، وَحَثِّ مَنْ تَوَجَّهَ لِخَيْرٍ عَلَى الإِقْبَالِ عَلَيْهِ بِالْجِدِّ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

قال الله تعالى: ﴿ فَٱسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ ﴾ [البقرة: ١٤٨]، وقال تعالى: ﴿ ۞ وَسَارِعُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ ﴾ [آل عمران: ١٣٣].

۱۰۔ نیکیوں کی طرف جلدی کرنے اور طالب خیر کو اس بات پر آمادہ کرنے کا بیان کہ وہ نیکی کو بغیر کسی تردد کے پوری توجہ اور محنت کے ساتھ اختیار کرے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس نیکیوں کی طرف جلدی کرو!

اور فرمایا: اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان و زمین ہے، تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

وَأَمَّا الأَحَادِيث:

٨٧ ـ فَالأَوَّل: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «بَادِروا بالأَعْمَالِ فِتَناً كَقِطَعِ اللَّيْلِ المُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمناً وَيُمْسِي كَافراً أو يُمْسِي مُؤْمِناً وَيُصْبِح كَافراً، يَبِيعُ دِينَهُ بعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا» رواه مسلم.

اس موضوع سے متعلقہ احادیث درج ذیل ہیں۔

۱ / ۸۷ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک اعمال کرنے میں جلدی کر لو ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے جو شب تاریک کے مختلف ٹکڑوں کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے۔ صبح کو آدمی مومن ہو گا اور شام کو کافر۔ شام کو مومن ہو گا تو صبح کو کافر۔ وہ (اس طرح کہ) اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتنة.

۸۷۔ **فوائد:** اس میں خبر دی گئی ہے کہ قیامت کے قریب پے در پے فتنوں کا ظہور ہو گا۔ فتنوں کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں دین و ایمان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی' دنیا حاصل کرنے کی دوڑ لگی ہو گی' حتیٰ کہ دنیوی مفادات کے لئے اپنے دین و ایمان کا سودا کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں ہو گا' بلکہ صبح و شام ان کے روپ بدلیں گے۔ چنانچہ ان بہروپیوں کی آج کثرت ہے جو صبح کچھ ہوتے ہیں' شام کو کچھ۔ کسی کو دین و ایمان پر استقامت نصیب نہیں الا ماشاء اللہ۔ ایسے حالات میں اہل ایمان کو استقامت کی اور بلا تاخیر اعمال صالحہ بجا لانے کی تلقین کی گئی ہے۔

٨٨ ـ الثَّاني: عَنْ أَبِي سِرْوَعَةَ ـ بكسرِ السينِ المهملةِ وفتحها ـ عقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رضي الله عنه قال: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بالمَدِينَةِ العَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعاً فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَته، قَالَ: «ذَكَرْتُ شَيْئاً منْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بقِسْمَته» رواه البخاري. وفي روايةٍ له: «كُنْتُ خَلَّفْتُ في البَيْتِ تِبْراً منَ الصَّدَقَةِ؛ فَكَرِهْتُ أن أُبَيِّتَهُ». «التِّبْرُ» قطع ذَهَبٍ أوْ فضَّةٍ.

۲ / ۸۸ ۔ حضرت ابو سروعہ (سین کی زیر اور زبر کے ساتھ) عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے مدینے میں عصر کی نماز پڑھی' پس آپ نے سلام پھیرا اور نہایت تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے' لوگ آپ کی اس تیز رفتاری سے گھبرا گئے۔ (تھوڑی دیر کے بعد) آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی اس تیز رفتاری پر تعجب کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی) کی ڈلی کا کچھ حصہ ہے' مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ ڈلی مجھے (اللہ کی یاد سے) روک دے (اور کسی اور طرف مشغول کر دے) اس لئے (میں

نے جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔
(بخاری)

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے، میں پیچھے گھر میں صدقے کی ایک ڈلی چھوڑ آیا تھا، تو میں نے اسے رات کو اپنے گھر رکھنا پسند نہیں کیا۔

التبر سونے یا چاندی کے ٹکڑے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من صلّى بالناس فذكر حاجة فتخطّاهم.

۸۸- **فوائد:** انسان کو اپنے پاس ایسی چیز نہیں رکھنی چاہئے کہ جس کی وجہ سے اس کی توجہ اللہ سے ہٹ کر اس کی طرف ہو جائے۔ (۲) عام حالات میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آنا جانا اگرچہ ناپسندیدہ ہے، لیکن خاص حالات میں، جب کہ کوئی ضرورت اس کی داعی ہو، تو ایسا کرنا جائز ہے۔

٨٩ ـ الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قال: قال رجلٌ للنبيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: «في الجَنَّةِ» فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ كُنَّ في يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ. متفقٌ عليه.

۳ / ۸۹ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد والے دن، ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، یہ بتلائیے! اگر میں کافروں کے ہاتھوں مارا جاؤں (شہید ہو جاؤں) تو میں کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا "جنت میں" پس اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں، پھر (نہایت بے جگری سے) لڑا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المغازى، باب غزوة أحد - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد.

۸۹- **فوائد:** اس میں صحابہ کرامؓ کے شوق شہادت اور شہادت کا بدلہ جنت ہونے کا بیان ہے نیز یہ کہ جو صدق دل سے شہادت کا طالب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس شرف و فضل سے سرفراز فرماتا ہے۔

٩٠ ـ الرَّابع: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جَاءَ رجلٌ إلى النَّبيِّ ﷺ، فقال: يا رسولَ الله! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجراً؟ قَالَ: «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الفَقْرَ، وَتَأْمَلُ الغِنَى، وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الحُلْقُومَ. قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا ولِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ» متفقٌ عليه.

۴ / ۹۰ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا، تیرا اس وقت صدقہ کرنا جب کہ تو صحیح (تندرست و توانا) ہو، مال کی حرص دل میں ہو (خرچ کرنے سے) تجھے فقر کا اندیشہ (اور اپنے پاس جمع رکھنے سے) تونگری کی امید ہو اور تو صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کر، یہاں تک کہ جب روح گلے تک پہنچ جائے تو

«الحُلْقُومُ»: مَجْرَى النَّفَسِ. و«المَرِيْءُ»: مَجْرَى الطَّعامِ وَالشَّرابِ.

کہے' فلاں کے لئے اتنا' فلاں کے لئے اتنا' جب کہ وہ فلاں (وارث) کا ہو چکا۔ (بخاری و مسلم)

حلقوم' سانس کی گزرگاہ' المرئ' کھانے پینے کی گزرگاہ۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكوة، باب أيّ الصدقة أفضل، وكتاب الوصايا، باب الصدقة عند الموت - وصحيح مسلم، كتاب الزكٰوة، باب بيان أن أفضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح.

۹۰۔ فوائد: صحیح صدقہ وہی ہے جو انسان صحت کی حالت میں کرے۔ موت کے آثار شروع ہونے کے بعد کے صدقے کی اللہ کے ہاں خاص اہمیت نہیں' علاوہ ازیں اس وقت انسان ایک تہائی مال سے زیادہ صدقہ کر ہی نہیں سکتا' کیونکہ اس وقت مال وارثوں کا حق بن جاتا ہے جسے اللہ کی راہ میں بھی خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے اللہ نے حد مقرر فرما دی ہے کہ مرض الموت میں کوئی اپنا مال وقف یا صدقہ کرنا چاہے تو وہ ایک تہائی مال (۳/۱) سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو نیکی کے کاموں بالخصوص صدقہ و خیرات میں تاخیر نہیں بلکہ عجلت سے کام لینا چاہیے۔

٩١ - الخامس: عن أنسٍ رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ الله ﷺ أَخَذَ سَيْفاً يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: «مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هٰذَا؟» فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُمْ، كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُولُ: أَنَا، أَنَا. قَالَ: «فَمَنْ يَأْخُذُهُ بِحَقِّهِ؟»، فَأَحْجَمَ القَوْمُ، فَقَالَ أَبو دُجَانَةَ رضي الله عنه: أَنَا آخُذُهُ بِحَقِّهِ، فَأَخَذَهُ فَفَلَقَ بِهِ هَامَ المُشْرِكِينَ. رواه مسلم. اسمُ أَبي دُجَانَةَ: سِمَاكُ بْنُ خَرشَةَ. قَوْلُهُ: «أَحْجَمَ القَوْمُ»: أَيْ تَوَقَّفُوا. و«فَلَقَ بِهِ»: أي شَقَّ، «هَامَ المُشْرِكِينَ»: أي رُؤُوسَهُم.

۵ / ۹۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد والے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا "یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟ صحابہ نے اپنے ہاتھ آپ کی طرف دراز کئے' ان میں سے ہر ایک کی زبان پر تھا' میں' میں۔ آپ نے فرمایا "کون ہے جو اسے اس کے حق کے ساتھ لے گا؟" (یہ سن کر) سب لوگ پیچھے ہٹ گئے اور توقف کیا' پس ابودجانہ ؓ آگے بڑھے اور کہا' میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا' پس انہوں نے تلوار آپ سے لے لی اور اس سے مشرکوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں۔ (مسلم)

احجم القوم کا مطلب ہے' انہوں نے توقف کیا۔ فلق' پھاڑا چیرا' ھام المشرکین' مشرکوں کے سر یعنی کھوپڑیاں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي دجانة سماك بن خرشة رضي الله عنه.

۹۱۔ فوائد: اس میں حضرت ابودجانہ ؓ کی بہادری اور فضیلت کا بیان ہے۔ تاہم اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ دیگر

صحابہؓ نے اس وقت بزدلی دکھائی، بلکہ ان کا توقف اس اندیشے کی وجہ سے تھا کہ کہیں اس کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے ورنہ اس سے قبل جب نبی ﷺ نے غیر مشروط طور پر تلوار لینے کا اعلان فرمایا، تو ہر صحابی اسے لینے کے لئے لپکا۔ ظاہر بات ہے، تلوار لینے کا مقصد اس سے جہاد کرنا ہی تھا نہ کہ کچھ اور۔ اس جذبے میں کوئی صحابی بھی پیچھے نہیں رہا۔

٩٢ ـ السَّادس: عن الزُّبَيْرِ بْنِ عديٍّ قال: أَتَيْنَا أَنَسَ بْن مَالِكٍ رضي الله عنه فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى منَ الحَجَّاجِ. فَقَالَ: «اصْبروا فَإنَّه لا يَأْتِي زَمَانٌ إلَّا والَّذي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوا رَبَّكُمْ» سَمِعْتُهُ من نَبِيِّكُمْ ﷺ. رواه البخاري.

۹۲/۶۔ حضرت زبیر بن عدیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ بن مالک کے پاس آئے اور ان سے ہم نے حجاج کے اس ظلم و ستم کی شکایت کی جس سے ہم دوچار تھے۔ آپ نے فرمایا، اس پر صبر کرو! اس لئے کہ اب جو بھی وقت آئے گا، وہ پہلے سے بدتر ہی ہو گا، یہاں تک کہ تم اپنے رب کو جا ملو۔ میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب لا يأتي زمان إلا الذي بعده شر منه.

۹۲۔ **فوائد**: اس میں پیش گوئی ہے کہ حالات دن بدن خراب سے خراب تر اور اسی حساب سے حکمران بھی ظالم اور بد سے بدتر ہوں گے۔ ایسے حالات میں حکمرانوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ہر شخص اپنی اصلاح کرے اور اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کرے اور حکمرانوں کی طرف سے ظلم و ستم کا ارتکاب ہو تو اسے برداشت کرے اور صبر سے کام لے۔

٩٣ ـ السَّابع: عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسولَ الله ﷺ قال: «بادِروا بالأعْمَالِ سَبْعاً، هَلْ تَنْتَظِرُونَ إلَّا فَقْراً مُنْسِياً، أو غِنًى مُطْغِياً، أَوْ مَرَضاً مُفْسِداً، أَوْ هَرَماً مُفْنِداً أَوْ مَوْتاً مُجْهِزاً أَوْ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةَ فالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ!؟» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۹۳/۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو۔ کیا تمہیں ایسے فقر کا انتظار ہے جو بھلا دینے والا ہے؟ یا ایسی تونگری کا جو تمہیں حد سے تجاوز کر دینے والا بنانے والی ہے؟ یا ایسی بیماری کا جو بگاڑ دینے والی ہے؟ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل و ہوش کو زائل کر دینے والا ہے؟ یا ایسی موت کا جو نہایت تیزی سے اپنا کام تمام کر دینے والی ہے؟ (یعنی اچانک آجائے) یا دجال کا، جو ہر اس غائب برائی سے بدتر ہے جس کا انتظار کیا جائے؟ یا قیامت کا، پس قیامت تو بہت ہی ہولناک اور نہایت تلخ تر ہے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

تخريج: ترمذی، الزهد، باب ما جاء فی المبادرة بالعمل سنده ضعيف، الضعيفة، ١٦٦٦.

۹۳۔ **فوائد:** حدیث کا مطلب واضح ہے کہ موانع (رکاوٹ بننے والی چیزوں) سے پہلے انسان کو نیک اعمال کے ذریعے سے اپنی آخرت سنوار لینی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مذکورہ موانع میں سے کوئی مانع انسان کو لاحق ہو جائے اور اعمال صالحہ سے وہ محروم ہی رہ جائے۔

٩٤ ـ الثامن: عنه أن رسولَ الله ﷺ قال يومَ خَيْبَرَ: «لأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ»، قال عُمَرُ رضي الله عنه: مَا أَحْبَبْتُ الإِمَارَةَ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ أَنْ أُدْعَى لَهَا، فَدَعَا رسولُ الله ﷺ عليَّ بنَ أَبي طَالب، رضي الله عنه، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا، وَقَالَ: «امْشِ وَلا تَلْتَفِتْ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْكَ» فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئاً ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ، فَصَرَخَ: يَا رسولَ الله، على ماذَا أُقاتِل النَّاسَ؟ قالَ: «قَاتِلْهُمْ حَتَّى يَشْهَدوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّداً رسولُ الله، فَإِذَا فَعَلُوا ذلكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنْكَ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى الله» رواه مسلم.

«فَتَسَاوَرْتُ» هُوَ بالسِّين المهملة: أَيْ وَثَبْتُ مُتَطَلِّعاً.

۸/ ۹۴۔ ان ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن فرمایا "میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا" حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا، میں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، لیکن اس روز یہ خواہش کی (تاکہ یہ اعزاز، جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، مجھے حاصل ہو جائے) چنانچہ میں اس کے لئے اٹھ اٹھ کر بلند ہوتا، اس امید پر کہ (شاید) مجھے (اس جنگ کی) امارت (قیادت) کے لئے بلا لیا جائے۔ راوی حدیث بیان کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو طلب فرمایا اور وہ جھنڈا ان کو عطا فرما دیا اور فرمایا، (جھنڈا لے کر) چل اور کسی کی طرف توجہ نہ کرنا، یہاں تک کہ اللہ تجھے فتح سے ہمکنار فرما دے۔ حضرت علیؓ کچھ چلے، پھر ٹھہر گئے اور کسی طرف توجہ نہیں کی اور بہ آواز بلند کہا، اے اللہ کے رسول! میں کس چیز پر لوگوں سے جہاد کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا "ان سے جہاد کر! یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ ایسا کر لیں (یعنی مسلمان ہو جائیں) تو بلاشبہ انہوں نے تجھ سے اپنی جانیں اور اپنے مال محفوظ کر لئے، البتہ جان و مال کے حق کے ساتھ (ان کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ کسی مسلمان کو ناجائز قتل کر دیں تو قصاص میں ان کو قتل کرنا اور کسی کا مال غصب کیا ہو یا زکوۃ ادا نہ کی ہو تو وہ مال ان سے وصول کرنا ضروری ہے زبان سے اسلام کی شہادت دینے پر ان کے خون اور

اموال محفوظ ہو جائیں گے (تاہم اگر وہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے (یعنی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ خود ہی ان سے حساب لے لے گا) (مسلم)

فتساورت (سین مہملہ کے ساتھ) میں نبی ﷺ کی طرف جھانکتے ہوئے اٹھ اٹھ کر دیکھنا۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی رضی الله عنه.

۹۴۔ **فوائد:** اس میں حضرت علیؓ کے خاص شرف و فضل کا بیان ہے۔ (۲) نبی ﷺ کے معجزے کا ذکر ہے کہ آپ نے پہلے ہی فتح خیبر کی اطلاع دی اور آپؐ کی خبر کے مطابق وہ فتح ہو گیا۔ (۳) ظاہری حالات کے مطابق احکام اسلام کا اجراء ہو گا' چنانچہ جو زبان سے اسلام کا اظہار کرے گا' اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا' اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا' البتہ قتل ناحق کے ارتکاب پر قصاصاً اور ارتداد پر حداً قتل کیا جائے گا۔

١١ ـ بَابٌ فِي الْمُجَاهَدَةِ

۱۱۔ مجاہدے کا بیان

یعنی نفس و شیطان کے وسوسوں اور اعدائے دین کی کوششوں کے خلاف جدوجہد کرنا

قال الله تعالى: ﴿ وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴾ [العنكبوت: ٦٩]، وقال تعالى: ﴿ وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ﴾ [الحجر: ٩٩]، وقال تعالى: ﴿ وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ تَبۡتِيلٗا ﴾ [المزمل: ٨] أي: انْقَطِعْ إلَيْه. وقال تعالى: ﴿ فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ﴾ [الزلزلة: ٧]، وقال تعالى: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُم مِّنۡ خَيۡرٖ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ هُوَ خَيۡرٗا وَأَعۡظَمَ أَجۡرٗاۚ وَٱسۡتَغۡفِرُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمُۢ ﴾ [المزمل: ٢٠]، وقال تعالى: ﴿ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستوں کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا: اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔

اور فرمایا: اپنے رب کا نام یاد کر اور اس کی طرف یکسو ہو جا (سورۃ المزمل ۸) یعنی ہر طرف سے تعلق توڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا' وہ اسے (قیامت والے دن اپنے نامہ اعمال میں درج) دیکھ لے گا۔

اور فرمایا: تم جو کچھ بھی بھلائی اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو گے' اسے تم اللہ کے پاس پا لو گے' وہ بہتر اور صلے میں بہت زیادہ ہو گی۔

[البقرة: ٢٧٣] والآيات في الباب كَثِيرَةٌ معلومة.

وَأَما الأحاديث:

٩٥ ـ فالأول: عن أبي هريرة رضي اللهُ عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: «إنَّ الله تعالى قال: مَنْ عَادَى لِي وَلِيّاً فَقَدْ آذَنْتُهُ بالْحَرْب. وَمَا تَقَرَّبَ إلَيَّ عَبْدِي بشَيْءٍ أَحَبَّ إلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ. وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إلَيَّ بالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّه، فإذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذي يَسْمَعُ به، وَبَصَرَهُ الَّذي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتي يَبْطِشُ بهَا، وَرِجْلَهُ الَّتي يَمْشي بِهَا، وَإنْ سَأَلَني أَعْطَيْتُهُ؛ وَلَئِن اسْتَعَاذَني لأُعِيذَنَّهُ» رواه البخاري. «آذَنْتُهُ»: أعْلَمْتُهُ بأنِّي مُحارِبٌ لَهُ «اسْتَعَاذَني» رُوي بالنون وبالباءِ.

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو مال بھی خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے۔

اس باب میں بہت سی آیات ہیں جو معلوم ہیں۔

۱/ ۹۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی، میرا اس سے اعلان جنگ ہے، میں نے بندے پر جو چیزیں فرض کی ہیں، ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں جس سے وہ میرا قرب حاصل کرے (یعنی فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے (بھی) میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے (اس کے ذوق عبادت، فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام کی وجہ سے) محبت کرتا ہوں تو (اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اسے وہ ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور اس سے پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنتہ، کے معنی ہیں، میں اس کو بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ استعاذنی، نون اور باء کے ساتھ (یعنی استعاذنی اور استعاذبی) دونوں طرح مروی ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع.

۹۵۔ فوائد: اس حدیث سے اہل بدعت و اہل شرک (حلولی، وجودی اور غیر اللہ کے پجاری) اپنے مزعومات و اباطیل پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ حدیث کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے جو وہ بیان کرتے ہیں اور پھر اس سے بنائے

فاسد علی الفاسد کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حدیث کا سیدھا اور واضح مفہوم یہ ہے کہ جب انسان فرائض کی ادائیگی کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے' تو وہ اللہ کا خاص محبوب بندہ بن جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہو جاتی ہے' اللہ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے' اس کے اعضاء کی نگرانی فرماتا ہے' چنانچہ وہ ان سے اللہ کی نافرمانی کرنے سے بچ جاتا ہے اور کانوں سے وہی کچھ سنتا' آنکھوں سے وہی کچھ دیکھتا' ہاتھوں سے وہی کچھ پکڑتا ہے جو اللہ کو پسند ہے' اس کے قدم اسی چیز کی طرف اٹھتے ہیں جس میں اس کی رضا مضمر ہوتی ہے اور جب وہ محبوبیت اور اطاعت کے اس مقام رفیع پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو بھی بالعموم قبول فرماتا ہے۔ (۲) ولی' کسی مخصوص وضع و ہیئت کے حامل کو یا کسی گدی نشین کو' مجذوب یا نیم پاگل کو یا ذکر و عبادت کے مخصوص خود ساختہ اطوار اختیار کرنے والے کو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اللہ کا ولی وہ ہے جو فرائض اسلام کا پابند' نوافل کا شوقین اور زندگی کے ہر شعبے میں اطاعت الٰہی کا خوگر ہے۔ (۳) ایسے اولیاء اللہ کی محبت' اللہ کی رضاء کا اور ان سے دشمنی (ان سے نفرت و کراہت) اللہ کی شدید ناراضی اور غضب کا باعث ہے۔ (۴) نوافل کا اہتمام' یقیناً اللہ کے قرب کا باعث ہے' لیکن فرائض و سنن کی پابندی کے ساتھ۔ اگر پہلے فرائض و سنن کی پابندی نہیں ہے' تو اس کے بغیر نوافل کی کوئی حیثیت نہیں۔ فرائض و سنن کی ادائیگی کے بغیر اللہ کے قرب کی خواہش' ایک خام خیالی اور باطل محض ہے۔

٩٦ ـ الثاني: عن أنس رضي الله عنه، عن النَّبيِّ ﷺ فيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجلَّ قال: «إذَا تقَرَّبَ العَبْدُ إلَيَّ شِبْراً تقَرَّبْتُ إلَيْه ذِرَاعاً، وَإذَا تقَرَّبَ إلَيَّ ذِرَاعاً تقَرَّبْتُ منهُ بَاعاً، وَإذَا أتَانِي يَمْشِي أتَيْتُهُ هَرْوَلَةً» رواه البخاري.

۲/۹۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ذراع (ایک بازو یا ہاتھ) قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ذكر النبي ﷺ وروايته عن ربه.

۹۶۔ فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کی جود و عطاء' بخشش و مہربانی اور اس کی قدردانی کا ذکر ہے کہ تھوڑے پر وہ بہت زیادہ اجر دیتا ہے۔

٩٧ ـ الثالث: عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ، والْفَرَاغُ» رواه البخاري.

۳/۹۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ہیں' اکثر لوگ (ان کے غلط استعمال کی وجہ سے) خسارے اور گھاٹے میں رہیں گے' صحت اور فراغت۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري كتاب الرقاق، باب ما جاء في الرقاق وأن لا عيش إلا عيش

الآخرة.

۹۷۔ **فوائد:** غبن کے معنی ہیں گھاٹا، یعنی اپنی چیز کو کم قیمت پر فروخت کر دینا یا کسی چیز کو اس کی اصل قیمت سے دگنی تگنی قیمت پر خریدنا۔ دونوں صورتوں میں انسان کا گھاٹا ہے اور معلوم ہونے پر اسے حسرت و ندامت ہوتی ہے۔ اسی گھاٹے اور حسرت کو غبن کہتے ہیں۔ حدیث میں انسان کو تاجر کے ساتھ اور صحت و فراغت کو راس المال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جو انسان اپنے راس المال (صحت و فراغت) کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرتا ہے، وہ فائدے میں رہتا ہے اور جو اسے ضائع کر دیتا ہے، یعنی ان کا غلط استعمال کرتا ہے، وہ قیامت والے دن خسارے میں رہے گا اور نادم ہو گا۔ (۲) انسانوں کی اکثریت ان دونوں نعمتوں کی صحیح قدر نہیں کرتی۔ چنانچہ وہ اپنے اوقات بھی بے فائدہ اور فضول کاموں میں صرف کرتی ہے اور اپنی جسمانی قوت و توانائی بھی اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرتی ہے اس کا سخت خمیازہ اس کو قیامت والے دن بھگتنا پڑے گا، جب ہر چیز کا حساب اور وزن ہو گا۔

٩٨ ـ الرابع: عن عائشةَ رضي الله عنها، أَنَّ النَّبيَّ ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟! قَالَ: «أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْداً شَكُوراً؟» متفقٌ عليه. هذا لفظ البخاري، ونحوه في الصحيحين من رواية المُغيرة بن شُعْبَةَ.

۴ / ۹۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم رات کو (اتنا لمبا) قیام فرماتے کہ آپ کے پیر مبارک پھٹ جاتے، میں نے آپؐ سے کہا، آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ”کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اس کا شکر گزار بندہ بنوں؟؟“

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة.

۹۸۔ **فوائد:** انبیاء علیہم السلام بالاتفاق، کبائر سے اور ان صغیرہ گناہوں سے جو رذائل (بدعادات) کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں پاک ہوتے ہیں، تاہم ایسے صغیرہ گناہوں کا صدور، جن میں رذائل کا پہلو نہیں ہوتا، ان کی بابت بعض علماء جواز کے قائل ہیں۔ تاہم اکثریت اس سے بھی پاک ہونے کی قائل ہے۔ پھر جب یہ بات ہے تو آپ کے گناہوں کی معافی کا کیا مطلب ہے؟ دراصل آپ کے خلاف اولیٰ کاموں کو، حسنات الابرار سئیات المقربین (عام نیک لوگوں کی نیکیاں، مقربین کے حق میں برائیاں شمار ہوتی ہیں) کے مصداق، گناہ شمار کر لیا گیا ہے، جن کی معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ (۲) جتنا کسی پر اللہ کا انعام زیادہ ہو، اس کا شکر بھی اسی حساب سے زیادہ کیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ فرائض و طاعات کے ساتھ نوافل کا اہتمام بھی زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔

٩٩ ـ الخامس: عن عائشةَ رضي الله عنها أنها قالت: «كان رسولُ الله ﷺ إذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ،

۵ / ۹۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب (رمضان المبارک کا آخری) عشرہ شروع ہوتا تو شب بیداری فرماتے، اپنے گھر والوں

وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ المِئْزَرَ» متفقٌ عليه. والمراد: الْعَشْرُ الأَوَاخِرُ مِنْ شهر رمضانَ. وَ«الْمِئْزَرُ»: الإِزَارُ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنِ اعتِزَالِ النِّسَاءِ، وَقِيلَ: المُرَادُ تَشْمِيْرُهُ للعِبَادَةِ. يُقَالُ: شَدَدْتُ لِهَذَا الأَمْرِ مِئْزَرِي، أَيْ: تَشَمَّرْتُ، وَتَفَرَّغْتُ لَهُ.

کو بھی (رات کے آخری حصے میں) جگاتے اور خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔ (بخاری و مسلم)

العشر الاواخر سے مراد رمضان کے آخری دس دن ہیں۔ مئزر' ازار کے معنی میں ہے یعنی تہ بند یا چادر۔ یہاں کنایہ ہے اس بات سے کہ آپ بیویوں سے کنارہ کشی اختیار فرما لیتے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد عبادت کے لئے مستعد اور تیار ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے' میں نے اس کام کے لئے اپنا مئزر کس لیا ہے' یعنی اس کے لئے میں نے اپنے کو تیار اور فارغ کر لیا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب صلاة التراويح، باب العمل في العشر الأواخر من رمضان ـ وصحيح مسلم، كتاب الاعتكاف، باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان.

۹۹۔ **فوائد:** فضیلت والے اوقات میں نیکیاں زیادہ سے زیادہ کمانی چاہئیں' جیسا کہ نبی ﷺ کا آخری عشرۂ رمضان میں معمول ہوتا تھا۔

١٠٠ ـ السادس: عن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «المُؤْمِنُ القَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إلَى اللهِ مِنَ المُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفي كُلٍّ خَيْرٌ. احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، واسْتَعِنْ باللهِ وَلَا تَعْجَزْ. وَإنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللهِ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ؛ فَإِنَّ (لَوْ) تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ». رواه مسلم.

۶ / ۱۰۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقتور مومن زیادہ بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے' کمزور مومن سے۔ اور ہر ایک (قوی اور ضعیف) میں بہتری ہے' اس چیز کی حرص کرو' جو تمہیں نفع دے' اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو' اور اگر تمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو' اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا۔ البتہ یہ کہو' اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا کیا۔ کیونکہ "اگر" کا لفظ شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض المقادير لله.

۱۰۰۔ **فوائد:** حدیث میں کمزور اور طاقت ور دونوں ایمانداروں میں خیر کو تسلیم کیا گیا ہے' کیونکہ اصل ایمان میں دونوں مشترک ہیں۔ تاہم قوی مومن کو زیادہ بہتر اور عنداللہ زیادہ محبوب قرار دیا گیا ہے' کیونکہ وہ ادائے عبادات اور قیام فرائض و سنن اور جہاد وغیرہ میں' کمزور مومن سے زیادہ مستعد اور توانا ہو گا۔ (۲) نقصان سے دوچار ہونے کی صورت میں صبر اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کیا جائے اور انسان اگر مگر کے چکر میں نہ پڑے' اس سے

شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

١٠١ - السابع: عنه أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «حُجِبَتِ النَّارُ بالشَّهَوَاتِ، وحُجِبَتِ الجَنَّةُ بالمَكَارِهِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلم: «حُفَّتْ» بَدَلَ «حُجِبَتْ» وَهُوَ بمَعْنَاهُ؛ أَيْ: بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا هٰذا الحِجَابُ؛ فَإذا فَعَلَهُ دَخَلَهَا.

۷ / ۱۰۱ - انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم کو شہوات نفسانی کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے اور جنت کو گراں گزرنے والے ناگوار کاموں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں حجبت کی جگہ‘ حفت ہے‘ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ مطلب ہے کہ انسان کے درمیان اور جنت دوزخ کے درمیان یہ پردہ ہے‘ جب وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے تو اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

تخریج: صحیح بخاري، كتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشهوات - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها

۱۰۱- **فوائد:** مطلب یہ ہے کہ انسان اور جہنم کے درمیان انسانی شہوات اور لذات‘ آڑ اور رکاوٹ ہیں‘ جب انسان شہوتوں اور لذتوں میں پھنس جائے تو اس کے معنی ہیں کہ اس نے اس آڑ کو عبور کر لیا اور جہنم میں داخل ہو گیا اور جنت اور انسان کے درمیان آلام و مصائب یا احکام و فرائض اسلام (جن کی ادائیگی بھی بعض دفعہ نفس انسانی پر گراں گزرتی ہے) آڑ اور رکاوٹ ہیں‘ جب انسان ان کو برداشت کر لیتا ہے تو گویا اس نے اس رکاوٹ کو دور کر دیا اور جنت میں جانے کا مستحق قرار پا گیا۔

١٠٢ - الثامن: عن أبي عبدِ الله حُذَيْفَةَ بْنِ اليَمَانِ، رضي الله عنهما، قال: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ البَقَرَةَ، فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ المِائَةِ، ثُمَّ مَضَى؛ فَقُلْتُ يُصَلِّي بهَا فِي رَكْعَةٍ، فَمَضَى؛ فَقُلْتُ يَرْكَعُ بهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ؛ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً إذَا مَرَّ بآيَةٍ فِيها تَسْبيحٌ سَبَّحَ، وَإذَا مَرَّ بسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإذَا مَرَّ بتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ» فَكَانَ رُكُوعُه نَحْواً مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ،

۸ / ۱۰۲ - حضرت ابو عبداللہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی‘ پس آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع فرما دی‘ میں نے (دل میں) کہا‘ آپ سو آیتوں پر رکوع کریں گے‘ (لیکن سو آیتیں پوری ہونے پر بھی) آپ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے (دل میں) کہا کہ آپ ایک رکعت اس کے ساتھ پڑھیں گے۔ لیکن آپ بدستور پڑھتے رہے‘ میں نے کہا‘ اسے ختم کر کے آپ رکوع فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع فرما دی اور وہ مکمل پڑھ لی پھر آپ نے آل عمران شروع کر دی اور اسے پورا پڑھا۔ آپ آہستہ آہستہ پڑھتے رہے‘ جب کسی ایسی آیت سے گزرتے‘

رَبَّنَا لَكَ الحَمْدُ» ثمَّ قَامَ قِيَاماً طَوِيلاً قَرِيباً مِمَّا رَكَعَ، ثمَّ سَجَدَ فَقَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى» فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيباً مِنْ قِيَامِهِ. رواه مسلم.

جس میں اللہ کی تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ تسبیح بیان فرماتے، جب کسی سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب کسی پناہ والی آیت سے گزرتے تو اللہ سے پناہ طلب فرماتے (اس طرح آل عمران کے ختم ہونے کے بعد) آپ نے رکوع فرمایا، پس آپ رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھتے رہے اور آپ کا رکوع (بھی) آپ کے قیام کے قریب تھا، پھر آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور اتنا لمبا قومہ فرمایا، جتنا تقریباً آپ نے رکوع فرمایا تھا۔ پھر آپ نے سجدہ فرمایا اور (سجدے میں) پڑھا سبحان ربی الاعلیٰ، پس آپ کا سجدہ بھی آپؐ کے قیام کے برابر تھا، (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل.

۱۰۲۔ **فوائد:** اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ نفلی نماز کی بھی جماعت ہو سکتی ہے۔ (۲) نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت سورتوں کی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری نہیں ہے (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں) بلکہ تلاوت میں تقدیم و تاخیر جائز ہے۔ (۳) نفلی نماز میں طوالت مستحسن ہے۔

١٠٣ - التاسع: عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَأَطَالَ القِيَامَ حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوءٍ! قِيلَ: وَمَا هَمَمْتَ بِهِ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ. متفقٌ عليه.

۹/ ۱۰۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے لمبا قیام فرمایا۔ حتیٰ کہ میں نے برے کام کا ارادہ کیا، ان سے پوچھا گیا، آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا، انہوں نے فرمایا، میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور (آپ کی اقتداء) چھوڑ دوں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب طول القيام في صلاة الليل - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل.

۱۰۳۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ امام کی مخالفت برا کام ہے، کیونکہ نماز میں اس کی اقتداء کا حکم ہے۔ (۲) ابہام کی وضاحت کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔

١٠٤ - العاشر: عن أنس رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال: «يَتْبَعُ المَيِّتَ

۱۰/ ۱۰۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں،

ثَلاثَةٌ: أَهْلُهُ وَمَالُه وَعَمَلُه؛ فَيَرْجع اثْنَانِ وَيَبقَى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقَى عَمَلُهُ» متفقٌ عليه.

اس کے گھر والے' اس کا مال (غلام' نوکر چاکر) اور اس کا عمل۔ پس دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور ایک (اس کے ساتھ) باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال (غلام وغیرہ) واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ) باقی رہ جاتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت ـ وصحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق في أوله.

۱۰۴۔ فوائد: اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو زیادہ سے زیادہ ایسے کام کرنے چاہئیں' جو اس کے ساتھ رہیں اور قبر میں بھی انسان کا ساتھ نہ چھوڑیں' جہاں سب اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور قبر کی تنہائیوں میں وہ اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ ہیں اعمال صالحہ۔ جو قبر میں انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کی مشکلات اور تنہائیوں میں اس کا سہارا اور نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

١٠٥ ـ الحادي عشر: عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: «الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إلى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذلِكَ» رواه البخاري.

۱۱ / ۱۰۵ ۔ حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت تمہارے' جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح جہنم بھی اتنی ہی قریب ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب الجنة أقرب إلي أحدكم . . .

۱۰۵۔ فوائد: جنت یا دوزخ' چونکہ انسان کے اپنے عملوں کا نتیجہ ہے' اس لئے یہ دونوں چیزیں انسان کے قریب اور اس کی دسترس میں ہے' نیکی کرے گا تو جنت میں اور بدی کرے گا تو جہنم میں جائے گا۔ ان کے درمیان صرف موت کا پردہ حائل ہے۔ اس کے ہٹتے ہی انسان جنت میں یا دوزخ میں جانے کا مستحق قرار دے دیا جائے گا۔

١٠٦ ـ الثاني عشر: عن أبي فِراسِ رَبيعَةَ بْنِ كَعْبِ الأَسْلَمِيِّ خَادِمِ رسول الله ﷺ، وَمِنْ أَهْلِ الصفَّةِ رضي الله عنه قال: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رسول الله ﷺ، فآتِيهِ بِوَضوئِهِ وحَاجَتِهِ، فَقَالَ: «سَلْني»، فقُلْت: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ في الجَنَّةِ. فقَالَ: «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟»، قُلْت: هُوَ ذٰاكَ، قال: «فَأَعِنِّي عَلى نَفْسِكَ بكَثْرَةِ السُّجُودِ» رواه مسلم.

۱۲ / ۱۰۶ ۔ حضرت ابو فراس ربیعہ بن کعب اسلمی ؓ سے روایت ہے' جو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور اہل صفہ میں سے ہیں۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزارتا تھا' پس میں آپ کو وضوء کے لئے پانی اور ضرورت کی کوئی اور چیز لا دیتا۔ (ایک دن آپؐ نے خوش ہو کر) فرمایا' مجھ سے کچھ مانگ لے' میں نے کہا' میں آپ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے' آپ نے فرمایا' اس کے علاوہ کچھ اور؟ میں نے کہا' بس وہی۔

آپ نے فرمایا "پس تم سجدوں کی کثرت کے ساتھ، اپنے لئے میری مدد کرو" (یعنی کثرت سے نوافل پڑھو اور اس طرح اپنی اس خواہش کی تکمیل میں میری مدد کرو، کیونکہ میری دعاء کے ساتھ تمہارا عمل مل جائے گا، تو اسے بڑی تقویت پہنچے گی) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه.

۱۰۶۔ **فوائد:** مسجد نبوی کے آخر میں ایک چبوترہ تھا، اسے عربی میں صفہ کہتے ہیں۔ یہ اسلام کی ابتدائی اور اولین درس گاہ تھی، جس کے استاذ، معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ فقراء و مساکین جو آپ سے علم دین حاصل کرتے تھے، اسی چبوترے میں اپنا وقت گزارتے تھے۔ اس حدیث نے عمل اور اتباع سنت کی اہمیت واضح کر دی ہے کہ اس کے بغیر تو ان لوگوں کو بھی جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب نہیں ہوگی جو شب و روز آپؑ کے ساتھ رہتے تھے، چہ جائیکہ وہ لوگ اس کے مستحق قرار پاجائیں جن کی زندگی عمل صالح اور اتباع سنت سے یکسر خالی ہے۔

١٠٧ - الثالث عشر: عن أبي عبدِ الله - ويُقَال: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - ثَوْبَانَ مَوْلَى رسولِ الله ﷺ قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ؛ فَإِنَّكَ لَنْ تَسْجُدَ لله سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَكَ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً». رواه مسلم.

۱۳ / ۱۰۷ ۔ حضرت ابو عبداللہ اور کہا جاتا ہے ابو عبدالرحمٰن، ثوبان، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، فرماتے تھے، ثوبان! تم کثرت سجود کو لازم پکڑ لو، اس لئے کہ تم جو بھی سجدہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارا ایک گناہ اس کی وجہ سے معاف کر دے گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلٰوة، باب فضل السجود والحث عليه.

۱۰۷۔ **فوائد:** سجدوں کی کثرت سے مراد ہے نمازوں کا اہتمام، فرائض کے علاوہ نوافل کی ادائیگی کہ یہ رفع درجات کا ذریعہ اور کفارۂ سیئات ہیں۔

١٠٨ - الرابع عشر: عن أبي صَفْوَانَ عبدِ الله بنِ بُسْرٍ الأَسْلَمِيِّ رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: «خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمُرُه وحَسُنَ عَمَلُه» رواه الترمذي، وقال: حديثٌ حسنٌ.

«بُسْر»: بضم الباءِ وبالسين المهملة.

۱۴ / ۱۰۸ ۔ حضرت ابو صفوان عبداللہ بن بسر اسلمیؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل اچھا ہو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

بسر، باء اور سین مہملہ پر پیش کے ساتھ۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في طول العمر للمؤمن.

۱۰۸۔ **فوائد:** عمر دراز' ایک نعمت ہے بشرطیکہ ایمان و عمل صالح کی توفیق کے ساتھ ہو۔ بصورت دیگر جتنی زیادہ عمر ہو گی' اتنا ہی گناہوں میں اضافہ ہو گا' عمر کی ایسی طوالت انسان کے لئے سخت تباہ کن ہے۔ (۲) اس نعمت کا احساس نہ کرنے والے خسارے میں رہیں گے۔

۱۰۹ ـ الخامس عشر: عن أنسٍ رضي الله عنه، قال: غَابَ عَمِّي أَنَسُ بنُ النَّضْرِ رضي الله عنه، عن قِتالِ بَدْرٍ، فقال: يا رسولَ الله غِبْتُ عَن أَوَّل قِتَالٍ قَاتَلْتَ المُشْرِكينَ، لَئِنِ اللهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ المُشْرِكينَ لَيُرِيَنَّ اللهُ مَا أَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْكَشَفَ المُسْلِمُونَ، فَقَالَ؛ اللَّهُمَّ أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ ـ يَعْنِي أَصْحَابَه ـ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ ـ يَعْنِي المُشْرِكِينَ ـ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ الجَنَّةُ وَرَبِّ الكَعْبَةِ، إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يا رَسولَ اللهِ مَا صَنَعَ! قال أنسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعاً وَثَمَانِينَ ضَرْبَةً بالسَّيْفِ، أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ، أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ المُشْرِكُونَ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ. قال أنسٌ: كُنَّا نَرَى أَوْ نَظُنُّ أَنَّ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فيهِ وَفي أَشْبَاهِهِ: ﴿مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ﴾ [الأحزاب: ۲۳] إلى آخرها، متفقٌ عليه.

قوله: «لَيُرِيَنَّ اللهُ» رُوِي بضم الياء وكسر الراء؛ أيْ: لَيُظْهِرَنَّ اللهُ ذٰلِكَ للنَّاسِ ورُوِي بفتحهما، ومعناه ظاهر والله أعلم.

۱۵ / ۱۰۹ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں غیر حاضر رہے تھے (جس کا انہیں شدید قلق تھا) انہوں نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' اللہ کے رسول! پہلی جنگ' جو آپ نے مشرکوں سے لڑی' میں اس میں غیر حاضر رہا' البتہ آئندہ اگر اللہ نے مشرکین سے لڑائی کا موقعہ مجھے عطا فرمایا (اس میں حاضری کی سعادت حاصل ہو گئی) تو میں جو کچھ کروں گا اللہ اسے دیکھے گا (یا دکھائے گا) پس جب احد والا دن ہوا تو مسلمانوں نے (ابتداء میں) اپنے مورچے چھوڑ دیئے اور شکست کھا گئے۔ تو انہوں نے کہا' اے اللہ! ان (پیچھے ہٹنے والے مسلمان) ساتھیوں نے جو کیا ہے' اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت اور ان مشرکین نے جو کچھ کیا ہے' اس سے اظہار براءت کرتا ہوں۔ (یہ کہہ کر) پھر آگے بڑھے' پس ان کا سامنا سعد بن معاذ سے ہوا' تو ان سے کہا' اے سعد بن معاذ! جنت' رب کعبہ کی قسم! میں اس کی خوشبو احد پہاڑ سے بھی زیادہ قریب محسوس کر رہا ہوں۔ (یہ کہا اور دشمنوں کی صف میں گھس گئے' حتیٰ کہ عروس شہادت سے ہم کنار ہو گئے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا' اے اللہ کے رسول! انہوں نے جو کیا' مجھ سے وہ نہیں ہو سکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار کی چوٹیں' نیزے کے نشان یا تیروں کے زخم پائے اور ہم نے انہیں دیکھا کہ وہ قتل ہوئے پڑے ہیں اور مشرکوں نے ان کا مثلہ کر دیا تھا (یعنی آتش غیظ و غضب میں ان کے اعضاء الگ الگ کاٹ دیئے اور ان کا چہرہ بگاڑ دیا تھا) پس (ان کی اس حالت کی وجہ سے)

انہیں کسی نے نہیں پہچانا' صرف ان کی بہن نے انہیں ان کی (انگلیوں) کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس ؓ نے کہا' ہم دیکھتے یا گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے دیگر حضرات کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے "مومنوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں' جنھوں نے وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا" آخر آیت تک (بخاری و مسلم)

لیرین اللہ یا پر پیش اور راء کے زیر کے ساتھ بھی مروی ہے جس کے معنی ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادے گا اور پہلی قراءت (یعنی دونوں پر زبر) کے معنی واضح ہیں (اللہ دیکھ لے گا)۔ واللہ اعلم۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ﴿من المؤمنين رجال صدقوا﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد.

۱۰۹۔ **فوائد:** اس میں صحابہ کرام ؓ کے بے مثال شوق شہادت اور ان کے اشتیاق جنت کا بیان ہے۔ (۲) علاوہ ازیں اس میں اپنے طور پر خیر کے کاموں کا اپنے آپ کو پابند کرنے اور پھر اسے پورا کرنے کا استحباب ہے۔

١١٠ ـ السادس عشر: عن أبي مسعودِ عُقْبَةَ بنِ عَمْرٍو الأنصاريِّ البدريِّ رضي الله عنه قال: لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ على ظُهُورِنَا. فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ فَقَالُوا: مُرَاءٍ، وجاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فقالُوا: إنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صاعِ هَذَا! فَنَزَلَتْ ﴿ٱلَّذِينَ يَلْمِزُونَ ٱلْمُطَّوِّعِينَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ فِى ٱلصَّدَقَٰتِ وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ [التوبة: ٧٩]. متفقٌ عليه [هذا لفظ البخاري]. و«نُحَامِلُ» بضم النون، وبالحاءِ المهملة: أيْ يَحْمِلُ أَحَدُنَا عَلَى ظَهْرِهِ بالأُجْرَةِ، وَيَتَصَدَّقُ بها.

۱۶ / ۱۱۰۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صدقے کی آیت نازل ہوئی (تو ہماری غربت کا یہ حال تھا کہ) ہم اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھاتے (یعنی محنت مزدوری کرتے تھے) پس ایک آدمی آیا اور بہت ساری چیز کا صدقہ کیا' تو منافقین نے کہا یہ ریاکار ہے۔ ایک اور شخص آیا' اس نے ایک صاع (چار مد یعنی ڈھائی کلو تقریباً) صدقہ کیا' تو انہوں نے کہا' اللہ تعالیٰ اس کے صاع سے بے نیاز ہے (یعنی اتنے سے صدقے کی اللہ کے ہاں کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟) چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی "وہ لوگ جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں پر عیب لگاتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی طعنہ زنی کرتے ہیں جو اپنی طاقت کے مطابق پاتے ہیں" (یعنی محنت مزدوری کر کے تھوڑا بہت صدقہ کرتے ہیں) (بخاری و مسلم)

نحامل، نون پر پیش اور حائے مہملہ کے ساتھ۔ یعنی ہمارا ایک آدمی اپنی پشت پر بوجھ اٹھاتا اور اس سے جو اجرت حاصل ہوتی اسے صدقہ کرتا۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكٰوة، باب «اتقواالنار ولو بشق تمرة» - وصحيح مسلم، كتاب الزكٰوة، باب الحمل أجرة يتصدق بها، والنهى الشديد عن تنقيص المتصدق بقليل.

۱۱۰۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنی طاقت کے مطابق صدقہ کر سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بھی اور تھوڑا سے تھوڑا بھی۔ زیادہ صدقہ کرنے والوں کو ریا کار بتلا کر اور تھوڑا صدقہ کرنے والوں کی تنقیص کر کے انہیں صدقے سے روکنے کی کوشش کرنا، منافقین کا شیوہ ہے۔ اہل ایمان کو منافقین کی ان باتوں کو نظر انداز اور آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

١١١ - السابع عشر: عن سعيدِ بنِ عبدِ العزيزِ، عن رَبيعةَ بنِ يزيدَ، عن أبي إدريسَ الخَوْلَانِي، عن أبي ذَرٍّ جُنْدُبِ بنِ جُنَادَةَ، رضي الله عنه، عن النَّبيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِي عَنِ الله تبارك وتعالى أنه قال: «يا عِبَادِي إنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً فَلاَ تَظَالَمُوا، يا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إلَّا من هَدَيْتُهُ؛ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُم جَائعٌ إلَّا منْ أَطْعَمْتُهُ؛ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُم، يَا عِبَادِي إنكم تُخطِئُونَ بالليلِ والنَّهارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَميعاً، فاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإنْسَكُمْ وجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ منكُمْ مَا زَادَ ذٰلكَ فِي مُلْكِي شَيْئاً، يا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا

۱۷/ ۱۱۱۔ سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے، وہ ابو ادریس خولانی سے، وہ حضرت ابو ذر جندب رضی اللہ عنہ بن جنادہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو! اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کر دوں، پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو، سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں، پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پس تم مجھ سے ہی مغفرت (بخشش) طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو (یعنی تم مجھے نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں) اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس

عَلى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ منكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلكَ مِنْ مُلكِي شَيْئاً، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذٰلك مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ المِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ البَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُم، ثُمَّ أُوَفِّيكُم إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْراً فَلْيَحْمَدِ الله، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلكَ فَلا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ». قال سعيدٌ: كان أبو إدريسَ إذا حَدَّثَ بهذا الحديثِ جَثَا عَلى رُكبتيه. رواه مسلم. وروينا عن الإمام أحمدَ بنِ حنبلٍ رحمه الله قال: ليس لأهل الشامِ حديثٌ أشرفَ من هذا الحديث.

کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ کا ڈر ہے، تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات، اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انس و جن سب ایک کھلے میدان میں جمع ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہو گی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یقیناً تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لئے گن کر رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں، پس جو بھلائی پائے، وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے، پس وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔ سعید بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے اور ہم نے امام احمدؒ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا، اہل شام کے پاس اس سے زیادہ فضیلت والی حدیث نہیں ہے۔)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الظلم.

۱۱۱- **فوائد:** اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کا بیان ہے۔ اس لئے ہر چیز صرف اسی سے مانگی جائے۔ ہدایت سے لے کر رزق تک، ہر چیز کے خزانے اسی کے پاس ہیں اور خزانے بھی ایسے بے پایاں کہ جن میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس کی بادشاہی اور حکمرانی بھی اتنی مضبوط ہے کہ تمام کائنات کی مخالفت یا حمایت، اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس لئے انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اللہ کا ہو کر رہے اور اسی سے دعا و استغفار اور طلب حاجات کرے۔

۱۲- بَابُ الحَثِّ عَلَى الازْدِيَادِ مِنَ الخَيْرِ فِي أَوَاخِرِ العُمُرِ

۱۲- آخری عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دینے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ﴾ [فاطر: ٣٧] قال ابنُ عباسٍ، والمُحقِّقُونَ: مَعْناهُ: أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم سِتِّينَ سَنَةً؟ وَيُؤَيِّدُهُ الحَدِيثُ الَّذي سَنَذْكُرُهُ إنْ شاءَ الله تعالى، وقيل: معناه: ثمانيَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَقِيلَ: أَرْبَعِينَ سَنَةً. قالهُ الحسن والكلْبي ومَسْرُوقٌ، ونقِلَ عن ابن عباس أيضاً. ونَقَلوا أنَّ أَهْلَ المدينةِ كانوا إذا بلَغَ أَحَدُهُمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً تَفرَّغَ للعِبَادَةِ. وقيل: هو البُلُوغُ.

وقوله تعالى: ﴿وَجَآءَكُمُ ٱلنَّذِيرُ﴾ قال ابنُ عباسٍ والجمهورُ: هو النبيُّ ﷺ، وقيل: الشَّيْب. قاله عِكْرِمَةُ وابنُ عُيَيْنَةَ وغيرُهما. والله أعلم.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں نصیحت پکڑ لے جس نے نصیحت پکڑنی ہو؟ اور تمہارے پاس (یاددہانی کے لئے) ڈرانے والا (الگ) آیا۔

حضرت ابن عباس ؓ اور محققین کے نزدیک اس کے معنی ہیں، کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی تھی؟ اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ہم آگے ذکر کریں گے۔ بعض نے اس کے معنی اٹھارہ سال اور بعض نے چالیس سال کئے ہیں۔ یہ قول حضرت حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کلبی (محمد بن سائب متوفی ۱۴۶ھ) اور امام مسروق (متوفی ۶۳ھ) کا ہے اور یہ قول ابن عباس ؓ سے بھی منقول ہے اور انہوں نے نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے جب کوئی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا تو وہ اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتا اور بعض کے نزدیک اس سے مراد بلوغت کی عمر ہے (عمر بلوغت اکثر ائمہ کے نزدیک ۱۵ سال ہے اور بعض کے نزدیک، جب احتلام آنا شروع ہو جائے)۔

اور اللہ کا قول ”اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جمہور نے کہا ہے کہ اس سے مراد نبی ﷺ ہیں اور عکرمہ ؒ (متوفی ۱۰۵ھ) اور ابن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ) وغیرھما کے نزدیک اس کے معنی بڑھاپے کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَأَمَّا الأحاديث:

١١٢ - فالأوَّل: عن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «أَعْذَرَ اللهُ إلى امْرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَه حتى بَلَغَ سِتِّينَ سَنَةً» رواه البخاري. قال العلماء معناه:

۱/ ۱۱۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا، جس کی موت کو اس نے اتنا موخر کر دیا کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا۔ (بخاری)

لَمْ يَتْرُكْ لَه عُذْراً إِذْ أَمْهَلَهُ هٰذِهِ المُدَّةَ. يُقالُ: أَعْذَرَ الرَّجُل إذا بَلَغَ الغَايَةَ في الْعُذْرِ.

علماء نے کہا ہے' اس کے معنی ہیں' جب اس کو اتنی مدت تک مہلت دے دی تو اس کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا۔

اعذر الرجل' اس وقت کہا جاتا ہے' جب وہ عذر میں انتہا کو پہنچ جائے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد أعذر الله إليه في العمر.

۱۱۲۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر کسی فرد یا قوم کو سزا نہیں دیتا۔ دوسرا' یہ معلوم ہوا کہ جس کو ساٹھ سال کی عمر ملی' لیکن ایمان کے تقاضے پورے کرنے سے وہ غافل رہا' تو اللہ کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہو گا' جسے وہ پیش کر سکے۔ (۳) ساٹھ سال کی عمر کے بعد انسان کو غفلت شعاری سے باز آجانا چاہئے' کیونکہ اس کے بعد موت کا وقت قریب آجاتا ہے' موت تو اگرچہ جوانی میں بھی آسکتی ہے' تاہم جوانی میں انسان کو پھر بھی زندگی کی امید ہوتی ہے۔ لیکن ساٹھ سال کے بعد امید زندگی اور پھر بدستور فسق و فجور اور اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب' تو نہایت ہی خطرناک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

۱۱۳ ـ الثاني: عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: كانَ عمرُ رضي الله عنه يُدْخِلُني مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ في نَفْسِهِ فقال: لِمَ يَدْخُلُ هٰذَا معنا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُه؟! فقال عمرُ: إنَّه مِنْ حَيْثُ عَلِمتُمْ! فَدَعاني ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَني مَعَهُمْ، فما رَأَيْتُ أَنَّه دعاني يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ قال: ما تقولون في قول الله تعالى: ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١﴾ [النصر: ١]، فقال بعضهم: أُمِرْنَا نَحْمَدُ اللهَ وَنَسْتَغْفِره إِذَا نَصَرَنَا وَفَتَحَ عَلَيْنَا. وَسَكَتَ بعضهُمْ فلم يَقُلْ شَيْئاً. فقال لي: أَكَذلك تقولُ يا ابنَ عباسٍ؟ فقلت: لا، قال: فما تقول؟ قلت: هُوَ أَجَلُ رسولِ الله ﷺ، أَعْلَمَه له قال: ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١﴾ وذلك علامة أَجَلِك

۲ / ۱۱۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھے بدر میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہ کے ساتھ' اپنی مجلس میں شریک فرماتے' ان میں سے بعض نے گویا اس بات پر ناگواری محسوس کی اور کہا کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں شریک مجلس ہوتا ہے' جب اس جیسے (یعنی اس کے ہم عمر) ہمارے بیٹے بھی ہیں؟ (جن کو بارگاہ خلافت میں بازیابی کا موقعہ نہیں دیا جاتا) حضرت عمرؓ نے فرمایا' ابن عباسؓ کی حیثیت و مرتبہ کو تم جانتے ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک دن مجھے بلایا اور مجھے ان شیوخ بدر کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک کیا اور میرا خیال ہے کہ اس دن مجھے بلانے کا مقصد ہی ان کو (میری حیثیت) دکھلانا تھا۔ حضرت عمرؓ نے (بطور امتحان) شرکاء مجلس سے کہا' تم اللہ کے اس قول کے۔ جب اللہ کی مدد اور اس کی فتح آجائے--- معنی و مطلب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا' اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ﴿٣﴾﴾ [النصر: ٣]، فقال عمر رضي الله عنه: ما أَعْلَم منها إلَّا ما تقُول. رواه البخاري.

فتح سے سرفراز کر دے تو ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے بخشش مانگیں۔ اور بعض ان میں سے خاموش رہے' کچھ جواب نہیں دیا۔ پس حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا' ابن عباس! تو بھی اسی طرح کہتا ہے؟ میں نے کہا' نہیں۔ آپ نے فرمایا' پھر تو کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا' اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی موت ہے جس کی اطلاع اللہ نے آپؐ کو دی ہے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح' یہ آپ کی موت کی علامت ہے' اللہ نے فرمایا' جب یہ فتح و نصرت آجائے' تو اے پیغمبر! اپنے رب کی تسبیح اس کی خوبیوں کے ساتھ بیان کر اور اس سے اپنی لغزشوں کی معافی مانگ' یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اس کی بابت میرا علم بھی وہی ہے جو تو بیان کر رہا ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿إذا جاء نصر الله﴾ وكتاب الأنبياء، باب علامات النبوة في الإسلام - وسنن الترمذي، أبواب التفسير، تفسير سورة الفتح.

۱۱۳- فوائد: انسان کی قدر و قیمت' محض عمر کی زیادتی سے نہیں' بلکہ عقل و فہم اور علم و شعور سے ہوتی ہے۔ اس لئے ایک خورد سال بچہ بھی اپنے حسن فہم اور وسعت علم کی وجہ سے اپنے زمانے کے بزرگوں کے مقابلے میں سبقت و فضیلت حاصل کر سکتا ہے۔ (۲) انسان کی موت کا وقت جب قریب آجائے تو انسان کو چاہئے کہ اللہ کی تسبیح و تحمید اور استغفار کی کثرت کرے۔

١١٤ - الثالث: عن عائشة رضي الله عنها قالت: ما صَلَّى رسولُ الله ﷺ صلاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴿١﴾﴾ إلَّا يقولُ فيها: «سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لي» متفق عليه.

۳ / ۱۱۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اذا جاء نصراللہ والفتح کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی ہر نماز میں یہ ضرور پڑھتے تھے' سبحانک ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی (پاک ہے تو اے ہمارے رب' اپنی خوبیوں کے ساتھ' اے اللہ! مجھے بخش دے) (بخاری و مسلم)

وفي رواية في الصحيحين عنها: كان رسولُ الله ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ في رُكُوعِه وسُجُودِهِ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا

اور صحیحین (بخاری و مسلم) کی ایک اور روایت عائشہؓ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ قرآن کی تاویل کرتے ہوئے اپنے رکوع اور سجدوں میں اکثر سبحانک

وَبحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لي» يَتَأَوَّلُ القُرآنَ.

معنى: «يَتَأَوَّلُ القُرآنَ» أيْ: يَعْمَلُ مَا أُمِرَ بِهِ في القُرآنِ في قولِهِ تعالى: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ﴾.

وفي رواية لمسلم: كان رسولُ الله ﷺ يُكثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبلَ أَنْ يَمُوتَ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إلَيْكَ». قالت عائشةُ: قلتُ: يا رسُولَ الله! ماهٰذِهِ الكَلِمَاتُ الَّتي أَرَاكَ أَحْدَثْتَها تقولها؟ قال: «جُعِلَتْ لي علامةٌ في أُمَّتي إذَا رَأَيْتُها قُلْتُها ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ﴾ إلى آخر السورة».

وفي رواية له: كان رسولُ الله ﷺ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: «سُبْحَانَ اللهِ وبِحَمْدِهِ. أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إلَيْه». قالت: قلتُ: يا رسولَ الله! أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إلَيْهِ؟ فقال: «أَخْبَرَني رَبِّي أَنِّي سَأَرَى عَلامَةً في أُمَّتي فَإذَا رَأَيْتُها أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ: سُبْحَانَ اللهِ وبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إلَيْهِ؛ فَقَدْ رَأَيْتُها: ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١﴾ فَتْحُ مَكَّةَ، ﴿وَرَأَيۡتَ ٱلنَّاسَ يَدۡخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفۡوَاجٗا ۝٢ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابَۢا ۝٣﴾».

اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی پڑھتے تھے۔

قرآن کی تاویل کرتے ہوئے کا مطلب ہے' قرآن کے حکم پر عمل کرتے ہوئے' جو اس آیت میں ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ اپنی موت سے قبل اکثر یہ پڑھا کرتے تھے' سُبحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ استَغفِرُکَ وَاتُوبُ اِلَیکَ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' میں نے کہا' یا رسول اللہ! یہ کیا کلمات ہیں جن کو پڑھتے ہوئے میں آپ کو دیکھتی ہوں؟ آپ نے فرمایا' میرے لئے میری امت میں ایک علامت مقرر کی گئی ہے' جب میں اسے دیکھوں تو میں وہ کلمات پڑھوں اذا جاء نصراللہ والفتح آخر سورت تک۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفراللہ واتوب الیہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' میں نے کہا' یا رسول اللہ! آپ کو اکثر میں یہ دعاء پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں' سبحان اللہ وبحمدہ.....؟ آپؐ نے فرمایا' مجھے میرے رب نے خبر دی ہے کہ میں اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا' جب میں وہ دیکھوں' تو کثرت سے یہ پڑھوں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ' پس تحقیق وہ علامت میں نے دیکھ لی ہے۔ اذا جاء نصراللہ والفتح ۔ یعنی فتح مکہ اور ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا یعنی لوگوں کا فوج در فوج اسلام میں داخل ہونا (اس لئے فسبح بحمد ربک کے مطابق میں کثرت سے تسبیح و تحمید اور استغفار کرتا ہوں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب تفسير سورة﴿إذا جاء نصر الله﴾ وكتاب الأذان، باب الدعاء في الركوع، وباب التسبيح والدعاء في السجود، وكتاب المغازي، باب منزل النبي ﷺ يوم الفتح ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلوة، باب ما يقال في الركوع والسجود.

۱۱۴- **فوائد:** رکوع اور سجدے میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کی بجائے‘ سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی‘ پڑھنے کا استحباب و استحسان۔ (۲) اللہ کی طرف سے نعمت حاصل ہونے پر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

١١٥ ـ الرابع: عن أَنسٍ رضي الله عنه قال: إنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ تَابَعَ الوَحْيَ عَلى رسولِ الله ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ، حَتَّى تُوُفِّيَ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ. متفقٌ عليه.

۴/ ۱۱۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے (کچھ عرصہ) قبل پے در پے وحی نازل فرمائی‘ یہاں تک کہ آپ کی وفات کے وقت آپ پر پہلے سے کہیں زیادہ وحی نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كيف نزول الوحي وأول ما نزل ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب التفسير.

۱۱۵- **فوائد:** نبی ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں نزول وحی کی کثرت‘ اس بات کی علامت تھی کہ اب آپ دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں۔

١١٦ ـ الخامس: عن جابرٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلى مَا مَاتَ عَلَيْهِ» رواه مسلم.

۵/ ۱۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر بندے کو (قیامت والے دن) اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی ہو گی‘ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب إثبات الحساب.

۱۱۶- **فوائد:** اس کا وہی مفہوم ہے جو انما الاعمال بالخواتیم کا ہے۔ یعنی اگر انسان کی موت‘ نیکیاں کرتے ہوئے آئے گی تو اس کا انجام بھی نیک ہو گا اور اگر اس کے برعکس موت برائیاں کرتے ہوئے آئے گی تو انجام بھی برا ہو گا۔ اس لئے انسان کو ہر وقت‘ بالخصوص بڑھاپے اور بیماری میں اللہ کی نافرمانیوں سے بچ کر رہنا چاہئے۔ کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت وہ انسان کو اپنے شکنجے میں کس لے۔

١٣ ـ بَابُ فِي بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ

۱۳۔ اس بات کے بیان میں کہ نیکی اور بھلائی کے راستے بہت ہیں

قال الله تعالى: ﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝٢١٥﴾ [البقرة: ٢١٥]،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم جو بھلائی بھی کرو گے‘ اللہ اسے جاننے والا ہے۔

وقال تعالى: ﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ

اور فرمایا: اور تم جو بھلائی بھی کرتے ہو‘ اللہ اسے جانتا

ٱللَّهُ﴾ [البقرة: ١٩٧]، وقال تعالى: ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ۝٧﴾ [الزلزلة: ٧]، وقال تعالى: ﴿مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا فَلِنَفْسِهِۦ﴾ [الجاثية: ١٥]

ہے۔
اور فرمایا: جو شخص ایک ذرے کے برابر بھی کوئی بھلائی کرے گا' وہ اسے (قیامت والے دن) دیکھ لے گا۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے نیک عمل کیا' پس اس کے اپنے نفس کے لئے ہے۔

والآيات في الباب كثيرةٌ.

اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں۔

وأمّا الأحاديث فكثيرة جداً، وهي غير منحصرة، فنذكر طرفاً منها:

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے' تو وہ بھی بہت ہیں' جن کا شمار ہی نہیں' ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے۔

١١٧ ـ الأوّل: عن أبي ذرٍّ جُنْدُبِ بنِ جُنَادَةَ رضي الله عنه قال: قلتُ: يا رسولَ الله! أَيُّ الأعمالِ أفضَلُ؟ قال: «الإيمانُ باللهِ، والجهادُ في سبيلِه» قلتُ: أيُّ الرِّقابِ أفضلُ؟ قَالَ: «أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، وَأَكْثَرُهَا ثَمناً»، قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ. قال: «تُعِينُ صَانِعاً أَوْ تَصْنَعُ لأَخْرَقَ»، قُلْتُ: يا رَسولَ الله! أَرَأَيْتَ إنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قال: تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّها صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلى نَفْسِكَ». متفقٌ عليه. «الصَّانِعُ» بالصَّاد المهملة هذا هو المشهور، وَرُوِيَ «ضَائعاً» بالمعجمة: أَيْ ذَا ضَيَاعٍ مِنْ فَقْرٍ أَوْ عِيَالٍ، ونحْو ذلكَ، وَ«الأَخْرَقُ»: الَّذي لا يُتقنُ مَا يُحاوِلُ فِعْلَهُ.

۱۱۷/۱۔ حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' میں نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا' اللہ پر ایمان رکھنا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے کہا' کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا' جو اپنے مالک کی نظروں میں سب سے زیادہ عمدہ اور زیادہ قیمتی ہو۔ میں نے کہا' اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا' کسی کاریگر کی مدد کر دو یا بے ہنر کا کام کر دو۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ! یہ بتلائیں' اگر میں یہ بعض عمل کرنے سے بھی عاجز رہوں؟ فرمایا' تم لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھو' یہ بھی تمہارا اپنے نفس پر صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

الصانع' یہ صاد مہملہ کے ساتھ ہی مشہور ہے اور یہ ضاد معجمہ کے ساتھ بھی مروی ہے یعنی ضائعا' جو غربت یا عیال داری اور اسی قسم کی دیگر کسی وجہ سے پریشان حال ہو اور اخرق (بے ہنر یا بے سلیقہ) وہ شخص ہے جو اپنے مطلوبہ فعل کو اچھے طریقے سے نہ کر سکے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العتق، باب أيّ الرقاب أفضل؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله أفضل الأعمال.

۱۱۷۔ **فوائد:** حدیث سے جہاد اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت' اسی طرح دوسروں کے ساتھ ہمدردی و تعاون

کی اہمیت واضح ہے۔ علاوہ ازیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے اجتناب بھی اجر میں صدقہ و احسان سے کم نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان باللہ، قبولیت اور صحت اعمال کے لئے بنیاد ہے اور عمل ایمان کا پھل ہے۔ ایمان کے بغیر عنداللہ کوئی عمل مقبول نہیں۔

١١٨ - الثاني: عن أَبي ذَرٍّ أَيضاً رضي اللهُ عنه أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ قال: «يُصْبِحُ عَلى كُلِّ سُلاَمَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بالمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ المُنْكَرِ صَدَقَةٌ. وَيُجْزِىءُ مِنْ ذٰلكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُما مِنَ الضُّحَى» رواه مسلم. «السُّلاَمَى» بضم السين المهملة وتخفيف اللام وفتح الميم: المَفصِلُ.

۲/۱۱۸ - یہ بھی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صبح کو ایک صدقہ (ضروری) ہے۔ پس ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمدللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کاموں سے وہ دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں جو انسان چاشت کے وقت پڑھے۔ (مسلم)

السلامی، سین مہملہ کے پیش اور تخفیف لام اور میم کے فتحہ کے ساتھ معنی ہیں، جوڑ۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

۱۱۸- **فوائد:** انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ ان جوڑوں کی وجہ سے ہی انسان ہر طرح کی حرکت اور ہر قسم کا کام کرنے پر قادر ہے۔ اگر یہ جسم بے جوڑ ہوتا تو انسان کے لئے اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا، حرکت کرنا اور مختلف کاموں کے لئے اعضاء کا استعمال ناممکن ہوتا۔ اس لحاظ سے ہر جوڑ، اللہ کی ایک نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا انسان پر واجب ہے۔ یہ اللہ کا دوسرا فضل ہے کہ اس نے ان نعمتوں پر شکر کی ادائیگی کا نہایت آسان طریقہ بھی بتلا دیا، جو غریب سے غریب انسان بھی اختیار کر سکتا ہے اور وہ تسبیح و تحمید اور تکبیر تہلیل کا کہنا اور نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا وغیرہ ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو طلوع شمس کے بعد سے زوال شمس تک کے درمیانی وقفے میں کسی وقت بھی دو رکعت پڑھ لے۔ زیادہ پڑھنا چاہے تو آٹھ رکعت تک (دو دو کر کے) پڑھ سکتا ہے۔

١١٩ - الثَّالِثُ عَنْهُ قالَ: قالَ النبيُّ ﷺ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُها، فَوَجَدْتُ في مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ،

۳/۱۱۹ - انہی ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے عمل پیش کئے گئے، پس میں نے اس کے اچھے اعمال میں، راستے سے تکلیف دہ چیز (پتھر، کانٹا وغیرہ) کا ہٹانا بھی پایا اور اس کے برے اعمال میں وہ تھوک پایا جو مسجد میں (تھوکا گیا) ہو اور اس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو (یہ اس اعتبار

وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِيءِ أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي المَسْجِدِ لا تُدْفَنُ» رواه مسلم.

سے فرمایا کہ اس وقت فرش کچے ہی ہوتے تھے' اس کو مٹی میں دبا دینے سے اس کا وجود ختم ہو جاتا تھا' آج کل کے اعتبار سے اسے کپڑے یا پانی سے صاف کرنا ضروری ہے) (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلوة وغيرها.

۱۱۹۔ فوائد: اللہ تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی' جس میں لوگوں کا فائدہ یا نقصان سے بچاؤ ہو' اعمال خیر میں شمار کیا ہے اور جو اس کے برعکس ہو' چاہے کتنا بھی معمولی ہو' اسے شر میں شمار کیا ہے۔ جس سے یہ ترغیب ملتی ہے کہ انسان کو ہمیشہ بھلے کام کرنے چاہئیں تا کہ اسے اللہ کی رضا مندی حاصل ہو اور برے کاموں سے اجتناب ضروری ہے تا کہ وہ اللہ کے غضب و عتاب سے محفوظ رہے۔ (۲) مسجد کی صفائی کا اہتمام اور اس کے ادب کے منافی کاموں سے گریز کیا جائے' جیسے تھوکنا وغیرہ اور یہ پڑا ہو تو اس کو صاف کر دینے کا حکم ہے۔

۱۲۰ ـ الرابع عنه: أَنَّ ناساً قالوا: يا رسُولَ الله! ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُور بالأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قال: أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصدَّقُونَ بِهِ: إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بالمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ المُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ»، قالوا: يا رسُولَ الله! أَيَأْتي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟! قال: «أَرَأَيْتُم لَوْ وَضَعَهَا في حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَها في الحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ». رواه مسلم. «الدُّثُورُ» بالثاء المثلثة: الأموالُ، واحِدُها: دَثْرٌ.

۴ / ۱۲۰۔ انہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں آکر عرض کیا' یا رسول اللہ! مال دار لوگ ہی زیادہ اجر لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں (اور ہم سے زائد کام یہ کرتے ہیں کہ) اپنے فاضل مالوں سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں (اور یوں ہم سے زیادہ اجر حاصل کر لیتے ہیں) آپؐ نے ارشاد فرمایا' کیا اللہ نے تمہارے لئے ایسی چیزیں نہیں بنائیں کہ تم ان کا صدقہ کرو؟ بے شک ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے' ہر اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے' ہر الحمدللہ کہنا صدقہ ہے' ہر لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے' نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے' برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہاری اپنی شرم گاہ (کی حفاظت) بھی صدقہ ہے۔ انہوں نے سوال کیا' ہم میں سے ایک شخص (شرم گاہ کے ذریعے سے) اپنی جنسی شہوت پوری کرے' کیا اس میں بھی اس کے لئے اجر ہے؟ آپ نے فرمایا' بھلا بتلاؤ! اگر وہ اپنی شہوت حرام جگہ سے پوری (بدکاری) کرے' تو اسے گناہ ہو گا؟ (یقیناً ہو گا) پس اسی طرح وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت

پوری کرے گا تو اسے اجر ملے گا۔ (مسلم)
الدثور' ثائے مثلثہ (تین نقطوں والی ثاء) کے ساتھ'
اس کے معنی اموال کے ہیں اس کا واحد دثر ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

۱۲۰۔ **فوائد:** اس میں ایک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جذبے کا بیان ہے جو نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر کرنے کا ان کے اندر موجود تھا اور اسی حساب سے نیکی میں تقصیر سے انہیں رنج و ملال محسوس ہوتا تھا۔ دوسرا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں نیکی کا مفہوم بڑا وسیع ہے اور اس میں ہر وہ عمل آجاتا ہے (بشرطیکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو) جو اچھی نیت اور اچھے ارادے سے کیا جائے' حتیٰ کہ فطری عادات کی تکمیل پر بھی (جو مباح کے دائرے میں ہوں) اجر ملتا ہے' بلکہ اگر مقصود اللہ کی اطاعت اور امتثال امر (احکام کی تعمیل) ہو تو ترک معصیت بھی' فعل طاعت کی طرح' باعث اجر ہے۔

١٢١ ـ الخامس: عنه قال: قال لي النبيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: «لا تَحْقِرَنَّ مِنَ المَعْرُوفِ شَيْئاً وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ» رواه مسلم.

۵ / ۱۲۱ ۔ انہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی کے کسی بھی کام کو حقیر مت سمجھنا' اگرچہ تو اپنے (مسلمان) بھائی کو خندہ روئی کے ساتھ ملے (یعنی مسکراتے ہوئے ملنا بھی نیکی ہے) (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء.

۱۲۱۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ خندہ روئی سے ملنا بھی نیکی ہے' کیونکہ ایک تو یہ انسان کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔ دوسرے' اس سے مسلمانوں کے درمیان محبت و الفت پیدا ہوتی ہے جو مطلوب و محبوب عمل ہے۔

١٢٢ ـ السادس: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسُولُ الله ﷺ: «كُلُّ سُلاَمَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وتُعِينُ الرَّجُلَ في دَابَّتِهِ، فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صدقةٌ، والكلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيها إلى الصَّلاَةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الأذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ» متفق عليه. ورواه مسلم أيضاً من روايةِ عائشةَ رضي الله عنها

۶/ ۱۲۲ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' لوگوں کے ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرنا (واجب) ہے۔ (اور صدقہ صرف مال کا خرچ کرنا ہی نہیں ہے بلکہ) تیرا دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دینا بھی صدقہ ہے' کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے میں یا اس کا سامان اٹھا کر اس پر رکھوانے میں اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے' اچھی بات کرنا صدقہ ہے' ہر اس قدم میں' جس سے چل کر تو نماز کی طرف جائے صدقہ ہے' راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے'

قالت: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إنْسَانٍ مِنْ بَني آدمَ على سِتِّينَ وَثَلاثِمائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللهَ، وَحَمِدَ اللهَ، وَهَلَّلَ اللهَ، وَسَبَّحَ اللهَ، واسْتَغْفَرَ اللهَ، وَعَزَلَ حَجَراً عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْماً عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ، عَدَدَ السِّتِّينَ والثَّلاثِمائَةِ، فَإنَّهُ يُمْسِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ».

(بخاری و مسلم)

اور اس کو امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کیا ہے' اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بنی آدم میں سے ہر انسان کی تخلیق تین سو ساٹھ جوڑوں پر ہوئی ہے' پس جس نے اللہ اکبر کہا' الحمدللہ کہا لا الہ الا اللہ کہا' سبحان اللہ کہا' استغفر اللہ کہا' راستے سے کوئی پتھر ہٹایا' یا کوئی کانٹا یا ہڈی راستے سے دور کر دی' یا کسی نیکی کا حکم دیا' یا کسی برائی سے روکا' تین سو ساٹھ کی تعداد میں وہ مذکورہ کام کرے' تو وہ اس دن اس حالت میں شام کرتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے دور کر لیا ہوتا ہے۔ (بعض نسخوں میں یمسی کی بجائے یمشی ہے' جس کے معنی ہیں' زمین پر چلتا ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الصلح، باب فضل الإصلاح بين الناس والعدل بينهم، وكتاب الجهاد، باب فضل من حمل متاع صاحبه في السفر - وصحيح مسلم، كتاب الزكٰوة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

۱۲۲- فوائد: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جس کے پاس صدقہ و خیرات کی استطاعت نہ ہو تو وہ مذکورہ افعال کے ذریعے سے صدقہ و خیرات کا ثواب حاصل کر سکتا ہے نیز اپنے جوڑوں کا صدقہ دے سکتا ہے۔

١٢٣ - السابع: عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَنْ غَدَا إلى المَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللهُ لَهُ في الجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ» متفق عليه. «النُّزُلُ»: القُوتُ والرِّزْقُ وَمَا يُهَيَّأُ للضَّيْفِ.

۷/ ۱۲۳ - انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں' جب بھی وہ صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے' مہمانی تیار کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

النزل' کے معنی ہیں' خوراک' روزی اور وہ چیز جو مہمان کے لئے تیار کی جاتی ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب فضل من غدا إلى المسجد ومن راح - وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المشي إلى الصلٰوة تمحي به الخطايا...

۱۲۳- فوائد: اس میں مسجد میں جانے کی اور نماز باجماعت پڑھنے کی ترغیب ہے۔

١٢٤ - الثامن: عنه قال: قال

۸/ ۱۲۴ - انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسولُ الله ﷺ: «يَـانِسَـاءَ المُسْلِمَـاتِ! لا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ» متفق عليه. قال الجوهريُّ: الفِرْسِنُ مِنَ الْبَعِيرِ: كالحافِرِ مِنَ الدَّابَّةِ، قال: ورُبَّما اسْتُعِيرَ في الشَّاةِ.

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی عورتو! کوئی پڑوسن، اپنی پڑوسن (کے ہدیے) کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ بکری کا کھر ہی ہو (یعنی نہایت معمولی سے ہدیے پر بھی ناک بھوں نہ چڑھائے) (بخاری و مسلم)

جوہری نے کہا ہے کہ فرسن، اصل میں اونٹ کے کھر کو کہا جاتا ہے، جیسے جانور کے کھر کو حافر کہتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ یہ (فرسن) بکری کے کھر کے لئے بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، أوائل كتاب الهبة، وكتاب الأدب، باب "لا تحقرنّ جارة لجارتها" - وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة ولو بالقليل، ولا تمنع من القليل لاحتقاره.

۱۲۴۔ **فوائد:** کسی کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھا جائے، کیونکہ اگر وہ اخلاص سے بھیجا گیا ہو گا تو تھوڑا ہونے کے باوجود، وہ عنداللہ بڑا ہو گا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے ہدیہ بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کی کھری ہی ہو۔ یعنی اس کے ہدیہ بھیجنے کو بھی معمولی خیال نہ کرے۔

١٢٥ ـ التاسع: عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «الإيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ، أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً: فَـأَفْضَـلُهَـا قَـوْلُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإيمَانِ» متفقٌ عليه.

۹ / ۱۲۵ ۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل، لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ، راستے سے تکلیف دہ چیز (پتھر، کانٹا وغیرہ) کا ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

«البِضْعُ» من ثلاثةٍ إلى تسعةٍ، بكسر الباء وقد تُفْتَحُ. وَ«الشُّعْبَةُ»: القِطْعة.

بضع، کا لفظ تین سے نو تک کے عدد کے لئے بولا جاتا ہے اور یہ باء کے زیر کے ساتھ ہے اور کبھی زبر سے بھی پڑھ لیا جاتا ہے۔ شعبہ، بمعنی حصہ اور ٹکڑا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان.

۱۲۵۔ **فوائد:** ایمان کے، عمل کے حساب سے مختلف مراتب ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔ (۲) حیاء کی فضیلت و اہمیت بھی اس سے واضح ہے، کیونکہ حیاء انسان کو گناہوں سے روکتی اور نیکیوں پر آمادہ کرتی ہے۔

١٢٦ ـ العاشر: عنه، أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْراً فَنَزَلَ فيها فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فقال الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذي كَانَ قَدْ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلأَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيْهِ، حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ»، قَالُوا: يا رسولَ الله! إنَّ لَنَا في الْبَهَائِمِ أَجْراً؟ فَقَالَ: «في كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ» متفقٌ عليه. وفي رواية للبخاري: «فشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ». وفي روايةٍ لَهُما: «بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُه الْعَطَشُ إذْ رَأَتْه بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائيلَ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهِ، فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ». «الْمُوقُ»: الْخُفُّ. وَ«يُطِيْفُ»: يَدُورُ حَوْلَ «رَكِيَّةٍ» وَهِيَ الْبِئْرُ.

۱۰/ ۱۲۶۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک وقت آدمی راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنواں پایا، پس اس میں اتر کر اس نے پانی پیا، پھر باہر نکل آیا، وہیں ایک کتا تھا جو پیاس کے مارے زبان باہر نکالے (ہانپتے ہوئے) کیچڑ چاٹ رہا تھا پس اس آدمی نے (دل میں) کہا، اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس نے ستایا ہے جس طرح میں اس کی شدت سے بے حال ہو گیا تھا، چنانچہ وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑے اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل اور جذبے کی قدر کی اور اسے معاف فرما دیا۔ (یہ سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے چوپایوں (پر ترس کھانے) میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا، (ہاں) ہر تر جگر والے (جاندار کی خدمت اور دیکھ بھال) میں اجر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عمل کی قدر کی، پس اسے بخش دیا اور جنت میں داخل کر دیا۔

اور ان دونوں کی ایک روایت میں ہے۔ ایک وقت ایک کتا کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا، اسے پیاس مارے دے رہی تھی، کہ اچانک اسے بنی اسرائیل کی فاحشہ عورتوں میں سے ایک بدکار عورت نے دیکھا، بس اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے سے اس نے اس کے لئے (کنویں سے) پانی کھینچا اور اسے پلا دیا، پس اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔

الموق، موزہ، یطیف، کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ رکیہ، کنواں

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشرب، باب فضل سقى الماء، وكتاب المظالم، باب

الآبار علی الطرق - وصحیح مسلم، کتاب السلام، باب فضل ساقي البهائم المحترمة وإطعامها.

۱۲۶۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ہر مخلوق کے ساتھ، حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بھی احسان کرنا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت بڑی وسیع ہے، وہ اگر چاہے تو تھوڑے سے عمل کو بھی قبول فرما کر بندے کی مغفرت فرما دے۔

۱۲۷ ـ الْحَادِيَ عَشَرَ: عَنْهُ عن النبيِّ ﷺ قال: «لَقَد رَأَيْتُ رَجُلاً يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِينَ» رواه مسلم. وفي رواية: «مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فقَالَ: وَاللهِ! لأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ لا يُؤْذِيهِمْ، فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ». وفي رواية لهما: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ، فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ».

۱۱/ ۱۲۷۔ انہی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا، اس نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو راستے کے درمیان میں تھا اور مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا (یعنی اس کے اس عمل کو قبول فرمالیا گیا) (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے، ایک آدمی ایک درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستے کے درمیان میں تھی، اس نے کہا، اللہ کی قسم! میں اس کو مسلمانوں سے دور کر دوں گا (تاکہ) انہیں تکلیف نہ پہنچائے، پس اسے (اس کے اس عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل کر دیا گیا۔

اور ان دونوں کی ایک روایت میں ہے۔ ایک وقت ایک آدمی راستے پر چل رہا تھا، اس نے راستے پر ایک کانٹے دار شاخ دیکھی اس نے اسے پیچھے کر دیا، اللہ نے اس کے اس عمل کی قدر فرمائی اور اس کو بخش دیا۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأذان، باب فضل التهجیر إلی الظهر، - وصحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل إزالة الأذی عن الطریق.

۱۲۷۔ **فوائد:** لوگوں کو تکلیف اور نقصان سے بچانا، اللہ کو بہت پسند ہے، حتیٰ کہ راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا بھی اللہ کو بڑا محبوب ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس راستوں کو تنگ یا بند کر دینا، جس سے لوگوں کو تکلیف ہو، جیسے شادی بیاہ کے موقعوں پر لوگ نہایت دیدہ دلیری سے ایسی مذموم حرکتیں کرتے ہیں یا بعض دکاندار اور اہل مکان تجاوزات کھڑی کر کے لوگوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں، یہ کام اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کا باعث ہیں۔ لیکن قوم کی اخلاقی پستی کا یہ حال ہے کہ وہ یہ کام بڑے فخر سے اور اتراتے ہوئے کرتی ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی اپنے دین کی تعلیمات کے برعکس اور اللہ کی ناراضی کا باعث بننے والے کاموں پر اتراتی اور تکبر کا اظہار کرتی ہے، اس سے بڑھ کر اللہ سے بغاوت اور اخلاقی پستی اور کیا ہو گی؟

١٢٨ ـ الثَّاني عَشرَ: عَنْهُ قالَ: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا» رواه مسلم.

۱۲ / ۱۲۸ـ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے اچھے طریقے سے وضوء کیا، پھر جمعہ پڑھنے آیا اور نہایت توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنا تو اس کے (گزشتہ) اور اس جمعہ کے دوران کے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بلکہ مزید تین دن کے اور۔ اور جس شخص نے کنکریوں کو چھوا (یعنی دوران خطبہ ان سے کھیلتا رہا) تو اس نے بے کار حرکت کی (یعنی اپنا ثواب جمعہ ضائع کرلیا) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة.

۱۲۸ـ فوائد: اس میں ایک تو اچھے طریقے سے یعنی سنت کے مطابق وضوء کرنے کی ترغیب ہے۔ دوسرے، جمعے کی فضیلت کا بیان ہے جو ہر عاقل، بالغ، صحت مند اور مقیم مسلمان پر فرض ہے۔ چاہے وہ شہری ہو یا دیہاتی۔ اور یہ جمعہ مسجد میں باجماعت ہی ادا ہوتا ہے، گھر میں انفرادی طور پر نہیں۔ تیسرے، ہر نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے، اس اصول سے ایک جمعہ پڑھ لینے سے دس دنوں کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ چوتھے، خطبہ جمعہ کے دوران خاموشی ضروری ہے، ورنہ جمعہ کا ثواب ضائع ہو سکتا ہے۔ پانچویں، جمعہ کا خطبہ بھی ضرور سننا چاہیئے، کیونکہ یہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ خطیب کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مختصر خطبہ دے۔

١٢٩ ـ الثَّالثَ عَشَرَ: عَنْهُ، أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إِذَا تَوَضَّأَ العَبْدُ المُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْها بعَيْنِهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيّاً مِنَ الذُّنُوبِ» رواه مسلم.

۱۳ / ۱۲۹ـ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مسلمان یا مومن بندہ وضوء کرتا ہے، پس اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے پانی کے استعمال کے ساتھ ہی یا آخری قطرۂ آب کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے (معاف ہو جاتے) ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے تھے۔ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے پانی کے استعمال کے ساتھ ہی یا آخری قطرۂ آب کے ساتھ، وہ سب گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں کو استعمال کر کے کئے تھے۔ پھر جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے استعمال کے ساتھ ہی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ، اس کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نے پیروں سے چل کر کئے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک

صاف ہو جاتا ہے، (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء.

۱۲۹۔ **فوائد:** اس میں وضوء کی فضیلت کا بیان ہے، ظاہر ہے جو شخص پابندی سے روزانہ پانچ مرتبہ وضوء کرے گا، کس طرح گناہوں سے پاک ہو گا؟ گویا وضوء سے ظاہری جسمانی پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے اور باطنی پاکیزگی بھی، کہ اللہ اس سے صغیرہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

١٣٠ ـ الرَّابعَ عَشَرَ: عنه عن رسولِ الله ﷺ قال: «الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ إذَا اجْتُنِبَتِ الكَبَائِرُ» رواه مسلم.

۱۴/ ۱۳۰۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں، جمعہ دوسرے جمعہ تک، رمضان دوسرے رمضان تک، درمیان کے تمام گناہوں کو دور کر دینے والا ہے، (لیکن) جب کبیرہ گناہوں سے بچ کر رہا جائے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان مكفرات.

۱۳۰۔ **فوائد:** ایک مومن اگر کبیرہ گناہوں سے اپنا دامن بچا کر رکھے، اسی طرح حقوق العباد میں بھی کوتاہی نہ کرے، تو پھر مذکورہ عبادات کے ذریعے سے وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف رہتا ہے۔

١٣١ ـ الْخَامِسَ عَشَرَ: عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أَلا أَدُلُّكُم عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجاتِ؟»، قالوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ! قال: «إسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلاةِ بَعْدَ الصَّلاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ» رواه مسلم.

۱۵/ ۱۳۱۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے اعمال نہ بتلاؤں جن کے کرنے سے اللہ گناہ مٹا دے اور درجے بلند فرما دے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ضرور، کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: گرانی اور ناگواری کے باوجود کامل طریقے سے وضوء کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا (یعنی دور سے آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہ (اجر و ثواب میں) سرحد پر مورچہ زن رہنے (کی طرح ہی) ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره.

۱۳۱۔ **فوائد:** رباط، سرحد پر مورچہ زن رہ کر سرحدوں کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں، یعنی یہ جہاد کا مسلسل عمل ہے۔ اعمال صالحہ اور عبادت پر مواظبت (ہیشگی) کو رباط کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مکارہ پر (ناگواری اور مشقت کے باوجود) مکمل وضوء کرنے کا مطلب ہے، مثلاً سخت سردی میں تمام اعضاء کا صحیح طریقے سے دھونا نہایت گراں ہوتا ہے، لیکن ایک مسلمان اللہ کی رضا کے لئے ایسا کرتا ہے، اس لئے اس کا اجر بھی بقدر مشقت زیادہ ہو گا۔

اسی طرح مسجد کا قرب بھی اگرچہ بعض اعتبار سے نہایت مفید ہے۔ لیکن گھر کا مسجد سے دور ہونا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ جتنے قدم مسجد کی طرف اٹھیں گے' اتنا ہی اجر و ثواب اس کو زیادہ ملے گا۔ اس فضیلت سے قریب رہنے والے محروم رہیں گے۔

١٣٢ ـ السَّادسَ عَشَرَ: عن أبي موسى الأَشْعَرِيِّ رضي اللهُ عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ» متفقٌ عليه. «الْبَرْدَانِ»: الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

۱۶ / ۱۳۲ ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

البردان (دو ٹھنڈی نمازوں) سے مراد صبح اور عصر کی نماز ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب فضل صلاة الفجر ـ وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما.

۱۳۲- **فوائد:** ان دونوں نمازوں کی خصوصی حفاظت کے لئے یہ فضیلت اور ترغیب اس لئے بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں تساہل اور تغافل کا زیادہ امکان ہے۔ فجر کی نماز میں اٹھ کر آنا نہایت مشکل ہے۔ اسی طرح عصر کا وقت' دن بھر کے کاموں کو نمٹانے کے لئے نہایت مشغولیت کا وقت ہے' جس میں نماز کے فوت ہونے کا بڑا امکان ہے۔ جو شخص ان دو نمازوں کی حفاظت کر لیتا ہے' وہ دوسری نمازوں کی حفاظت بطریق اولیٰ کر لیتا ہے اور یہ نمازوں کی حفاظت' اسے جنت میں لے جانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو گی۔

١٣٣ ـ السَّابعَ عَشَرَ: عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيماً صَحِيحاً» رواه البخاري.

۱۷ / ۱۳۳ ۔ انہی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہوتا یا سفر اختیار کرتا ہے' تو اس کے لئے اس کے مثل عمل لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب يكتب للمسافر.

۱۳۳- **فوائد:** اس سے مراد ایسے اعمال ہیں جو استحباب اور نفل کے طور پر ایک مومن کرتا ہے' ورنہ فرائض کی ادائیگی تو ہر حالت میں ضروری ہے۔

١٣٤ ـ الثَّامنَ عَشَرَ: عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ» رواه البخاري، ورواه مسلم من رواية حُذَيْفَةَ رضي الله عنه.

۱۸ / ۱۳۴ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہر نیکی صدقہ ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اور مسلم نے اسے حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب كل معروف صدقة ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

۱۳۴۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ مومن جو بھی نیکی اور بھلائی کا کام کرتا ہے، اسے اس پر صدقے کی طرح اجر ملتا ہے اور معروف سے مراد ہر قسم کی نیکی اور بھلائی ہے، علاوہ ازیں معصیتوں (جرائم و گناہ) کا ترک بھی ایک معروف (نیکی) ہے۔

١٣٥ ـ التَّاسعَ عشَرَ: عَنْهُ قال: قال رسـولُ الله ﷺ: «مَـا مِـنْ مُسْلِـمٍ يَغْـرِسُ غَرْساً إلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَة، ولا يَرْزَؤه أَحَدٌ إلَّا كَانَ لَه صَدَقَةً» رواه مسلم. وفي رواية له: «فَلا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْساً، فَيَأكُلَ مِنْهُ إِنسَانٌ وَلا دَابَّةٌ وَلا طَيْرٌ إلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً إلى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

وفي رواية له: «لا يَغْرِسُ مُسلِمٌ غَرْساً، وَلا يَزْرَعُ زَرْعاً، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إنْسَانٌ وَلا دَابَّةٌ وَلا شَيْءٌ إلَّا كَانَت لَهُ صَدَقَةً» وَرَوَيَاهُ جَمِيعاً مِنْ رواية أَنَسٍ رضي الله عنه. قولُهُ: «يَرْزَؤُهُ» أي: يَنْقُصُهُ.

۱۹ / ۱۳۵ ۔ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، تو اس سے جتنا حصہ کھالیا جاتا ہے، وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ جو اس سے چرالیا جائے، وہ صدقہ ہے، جو کوئی اسے نقصان پہنچائے، وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: مسلمان جو درخت لگاتا ہے، تو اس سے کوئی انسان، کوئی جانور اور کوئی پرندہ جو کھاتا ہے، وہ قیامت والے دن تک اس کے لئے صدقہ ہو گا اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے، مسلمان جو درخت لگاتا اور کوئی کھیتی بوتا ہے، پس اس سے کوئی انسان، کوئی جانور یا کوئی اور چیز کھائے، تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے

(بخاری و مسلم نے اس کو حضرت انس ؓ سے بھی روایت کیا ہے۔)

یَرْزَؤُہُ، کے معنی ہیں، اسے نقصان پہنچائے اس کو کم کردے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحرث والمزارعة، باب فضل الزرع والغرس - وصحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع.

۱۳۵۔ **فوائد:** اس میں زراعت و باغبانی کی فضیلت کا بیان ہے۔ علاوہ ازیں اس کی فضیلت ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کاشت کی ہوئی چیزوں میں سے جو چوری یا غصب یا تلف ہو جائے اور مسلمان اس پر صبر کرے، تو اسے اس پر اجر دیا جائے گا۔

١٣٦ ـ الْعِشْرُونَ: عَنْهُ قالَ: أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذلكَ رسولَ الله ﷺ، فَقَالَ لَهُمْ: «إنَّهُ قَدْ

۲۰ / ۱۳۶ ۔ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی، آپ نے ان سے

بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟»، فَقَالُوا: نَعَمْ يَا رسولَ الله! قَدْ أَرَدْنَا ذلكَ، فَقَالَ: «بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ؛ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ؛ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ» رواه مسلم. وفي روايةٍ: «إنَّ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةً» رواه مسلم. ورواه البخاري أيضاً بِمَعْنَاهُ مِنْ رواية أَنَسٍ رضي الله عنه. و«بَنُو سَلِمَةَ» بكسر اللام: قبيلة معروفة من الأنصار رضي الله عنهم، و«آثَارُهُمْ» خُطَاهُمْ.

فرمایا' مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں' یا رسول اللہ! ہم نے یقیناً یہ ارادہ کیا ہے' آپ نے ارشاد فرمایا' بنو سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ تم اپنے گھروں میں ہی رہو' تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے۔ بے شک تمہارے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔ اسی کے ہم معنی اسے بخاری نے بھی حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے اور بنو سلمہ' لام کے زیر کے ساتھ' انصار کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ آثارھم' ان کے قدم اور قدموں کے نشانات۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب احتساب الآثار - وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد.

۱۳۶- **فوائد:** عمل میں جتنی محنت و مشقت ہو گی' جزاء بھی اسی حساب سے زیادہ ہو گی۔ (۲) گھر کتنا ہی دور ہو' نماز مسجد میں آکر باجماعت پڑھنی چاہیے۔

١٣٧ ـ الْحَادي وَالْعِشْرُونَ: عَنْ أبي الْمُنْذِرِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه قال: كَانَ رَجُلٌ لا أَعْلَمُ رَجُلاً أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَ لا تُخْطِئُهُ صَلاةٌ فَقِيلَ لَه، أَوْ فَقُلْتُ لَه: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَاراً تَرْكَبُهُ في الظَّلْمَاءِ، وفي الرَّمْضَاءِ؟ فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إلى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوعِي إذَا رَجَعْتُ إلَى أَهْلِي، فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذلكَ كُلَّهُ» رواه مسلم. وفي روايةٍ: «إنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ». «الرَّمْضَاءُ»: الأَرْضُ الَّتِي أَصَابَهَا الْحَرُّ الشَّدِيدُ.

۲۱ / ۱۳۷ ۔ حضرت ابو منذر ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے' ایک آدمی تھا' میں نہیں جانتا کہ کسی اور شخص کا گھر اس سے زیادہ دور ہو' اس سے کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی' اس سے کہا گیا یا میں نے اس سے کہا' اگر تو ایک گدھا خرید لے جس پر تو اندھیرے میں اور گرمی کی شدت میں سوار ہو کر آیا کر۔ اس نے جواب دیا' مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو' (اس لئے کہ) میں تو یہ چاہتا ہوں کہ (دور سے) میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور پھر وہاں سے میرا لوٹنا' جب میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹوں' یہ سب کچھ میرے حساب میں لکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس کی یہ بات سن کر) فرمایا' اللہ تعالیٰ نے یہ سب تیرے لئے جمع فرما دیا ہے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے۔ تیرے لئے وہ ثواب

ہے جس کا تو نے ارادہ کیا۔

الرمضاء، تپتی ہوئی زمین۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد.

۱۳۷۔ **فوائد:** صحابہ کرامؓ کے اندر ثواب اخروی حاصل کرنے کا جو جذبہ بے پایاں تھا، اس میں اس کا بیان ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجر و ثواب انسان کی نیت کے مطابق ملتا ہے اور اس لحاظ سے گھر کا مسجد سے دور ہونا بھی انسان کے لئے فضیلت کا باعث ہے۔

١٣٨ ـ الثَّاني وَالعِشْرُونَ: عَنْ أبي محمدِ عبدِ اللهِ بنِ عمرِو بنِ العاصِ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلاَهَا مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوعُودِهَا إلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ» رواه البخاري. «الْمَنِيحَةُ»: أَنْ يُعْطِيَهُ إيَّاهَا لِيَأْكُلَ لَبَنَهَا ثُمَّ يَرُدُّهَا إلَيْهِ.

۲۲/ ۱۳۸۔ حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، چالیس خصلتیں ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ، بکری کا دودھ پینے کے لئے دے دینا ہے۔ جو عامل بھی ان میں سے کسی ایک خصلت پر، ثواب کی امید پر اور اللہ کی طرف سے کئے گئے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے، عمل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرماتا ہے۔ (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔)

منیحہ اس جانور کو کہا جاتا ہے کہ ایک شخص وہ کسی کو بطور عطیہ اس لئے دے دیتا ہے کہ وہ اس کا دودھ دوہ کر پی لے اور پھر اسے واپس کر دے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب فضل المنيحة.

۱۳۸۔ **فوائد:** اس طرح، کسی چیز کو اپنی ملکیت میں رکھتے ہوئے، وقتی اور عارضی فائدے کے لئے، کسی کو دے دینا بھی باعث اجر ہے۔

١٣٩ ـ الثَّالثُ وَالعِشْرُونَ: عَنْ عَدِيِّ بن حَاتِمٍ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يقول: «اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» متفقٌ عليه.

وفي روايةٍ لهما عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلا يَرَى إلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلا يَرَى إلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ

۲۳/ ۱۳۹۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، تم آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔ (بخاری و مسلم)

اور انہی دونوں کی ایک اور روایت عدیؓ سے ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص سے (براہ راست) اس کا رب ہم کلام ہو گا، اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی اور ترجمان نہیں ہو گا، پس انسان اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے

يَدَيْهِ فَلا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ».

اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے، بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے کرتوت ہی دیکھے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اس کے چہرے کے سامنے ہو گی، پس تم آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی ہو (یعنی اس کا صدقہ کرکے)، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعے سے (دوزخ سے بچو)۔

تخريج: الرواية الأولي: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب طيب الكلام، وكتاب الزكوة وغيرهما.

الرواية الثانية: صحيح بخارى، كتاب التوحيد وغيره - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو بكلمة طيبة، وأنها حجاب من النار.

۱۳۹۔ **فوائد**: اس میں سخت ترہیب کا پہلو یہ ہے کہ ہر شخص کو براہ راست اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر، جب کہ اس کے دائیں بائیں، اس کے اعمال ہوں گے، اپنے عملوں کی جواب دہی کرنی ہو گی۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اسی طرح خصال حمیدہ (خوش گفتاری وغیرہ) کا اختیار کرنا بھی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ (۳) قیامت والے دن، صرف انسان کا عمل صالح ہی اس کے کام آئے گا۔

١٤٠ - الرَّابِعُ وَالْعِشْرونَ: عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأكُلَ الأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا» رواه مسلم. وَ«الأَكْلَة» بفتح الهمزة: وَهِيَ الْغَدْوَة أَوِ الْعَشْوَة.

۲۴/ ۱۴۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے سے بڑا خوش ہوتا ہے جو کھانا کھائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور پانی پیئے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

الاکلۃ، ہمزہ کے زبر کے ساتھ، صبح یا شام کا کھانا

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الذكر، باب استحباب حمد الله تعالى بعد الأكل والشرب.

۱۴۰۔ **فوائد**: کھانا پینا، جس میں انسان کے کام و دہن کی لذت کا سامان ہے، اس پر انسان اللہ کا شکر ادا کرے تو اس میں بھی اجر و ثواب ملتا ہے اور کھانا پینا بھی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

١٤١ - الْخَامِسُ وَالْعِشْرُونَ: عن أبي موسى رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ»، قالَ:

۲۵/ ۱۴۱۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہر مسلمان کے لئے صدقہ کرنا (ضروری) ہے۔ ابو موسیٰ نے پوچھا، اگر وہ صدقہ کرنے

أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قالَ: «يَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ»، قالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟ قالَ: «يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ»، قالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟ قالَ: «يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ»، قالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قالَ: «يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ» متفقٌ عليه.

کے لئے کچھ نہ پائے؟ آپ نے فرمایا' اپنے ہاتھوں سے کام (محنت' مزدوری) کرے اور (اجرت حاصل کر کے) اپنے نفس کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے' انہوں نے پوچھا' اگر اسے اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا وہ کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کر دے' انہوں نے کہا' اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے؟ آپؐ نے فرمایا' وہ نیکی یا بھلائی کا حکم کرے۔ انہوں نے پوچھا' اگر وہ یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا' وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے سے باز رہے' یقیناً یہ بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكٰوة، باب على كل مسلم صدقة، وكتاب الأدب - وصحيح مسلم، كتاب الزكٰوة، باب بيان أن اسم الصدقة. . .

۱۴۱۔ **فوائد:** محنت مزدوری کی ترغیب' تاکہ انسان کما کر اپنی ضروریات بھی پوری کرے اور اللہ کی راہ میں بھی صدقہ کرے۔ (۲) صدقے کا مفہوم بڑا وسیع ہے' اس میں نیکی اور بھلائی کی بہت سی انواع آجاتی ہیں' حتیٰ کہ برائی سے رک جانا بھی صدقہ ہے۔

١٤ ـ بَابٌ فِي الاقْتِصَادِ فِي العِبَادَةِ

۱۴۔ طاعت (نیکی اور بھلائی کے کاموں) میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

قال الله تعالىٰ: ﴿طٰهٰ ۝١ مَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡقُرۡءَانَ لِتَشۡقَىٰٓ ۝٢﴾ [طٰهٰ: ١، ٢]، وقال تعالىٰ: ﴿يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلۡعُسۡرَ﴾ [البقرة: ١٨٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے' وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔

١٤٢ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، أَنَّ النبيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قال: «مَنْ هٰذِهِ؟» قالت: هَذِهِ فُلاَنَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَلاَتِها، قالَ: «مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ، فَوَاللهِ! لا يَمَلُّ اللهُ حَتَّى تَمَلُّوا» وَكَانَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. متفقٌ عليه.

۱ / ۱۴۲ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے' ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی' آپ نے پوچھا' یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا' یہ فلاں عورت ہے جو (نفلی) نمازیں کثرت سے پڑھتی ہے۔ آپ نے فرمایا' ٹھہرو! تم اسی چیز کو لازم پکڑو جس کی تم طاقت رکھو' اللہ کی قسم! اللہ نہیں اکتاتا' یہاں تک کہ تم خود اکتا جاؤ

وَ«مَهْ» كَلِمَةُ نَهْيٍ وَزَجْرٍ. وَمَعْنى «لا يَمَلُّ اللهُ» أَيْ: لا يَقْطَعُ ثَوَابَهُ عَنْكُمْ وَجَزاءَ أَعْمالِكُمْ، وَيُعَامِلُكُمْ مُعَامَلَةَ الْمَالِّ حَتَّى تَمَلُّوا فَتَتْرُكُوا، فَيَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مَا تُطِيقُونَ الدَّوَامَ عَلَيْهِ لِيَدُومَ ثَوَابُهُ لَكُمْ وَفَضْلُهُ عَلَيْكُمْ.

(یعنی تم زیادہ عبادت کرنے کی صورت میں اکتا سکتے ہو، اللہ تعالیٰ اجر دینے میں نہیں اکتاتا) اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عبادت و اطاعت وہ ہے، جس پر، اس کو اختیار کرنے والا، ہمیشگی کرے۔

(بخاری و مسلم)

مہ، یہ نہی اور زجر (روکنے اور ڈانٹنے) کا کلمہ ہے۔ لا یمل اللہ، اس کا ثواب اور اجر ختم نہیں ہو گا اور تم سے اکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں فرمائے گا، کہ تم اکتا جاؤ اور عمل چھوڑ دو۔ اس لئے تمہارے شایان یہی بات ہے کہ تم وہ عمل اختیار کرو، جس پر تم ہمیشگی کر سکو، تاکہ اس کا ثواب تمہاے لئے اور اس کا فضل تم پر ہمیشہ رہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من التشدد في العبادة - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب أمر من نعس في صلاته.

۱۴۲- **فوائد:** اس میں طاقت سے زیادہ عبادت کرنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ چند روز کے بعد انسان اکتا جائے اور عبادت بالکل ہی چھوڑ بیٹھے، اس لئے عبادت و طاعت میں بھی میانہ روی ضروری ہے۔ (۲) اللہ کو وہ عمل بہت پسند ہے جو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کیا جائے، چاہے تھوڑا ہی ہو۔ کیونکہ ہمیشگی والے عمل کا اجر بھی ہمیشہ ملے گا، بخلاف چند روزہ عمل کے کہ اس کا اجر بھی چند روزہ ہی ہو گا۔

١٤٣ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: جَاءَ ثَلاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا وَقَالُوا: أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبي ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ. قالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي اللَّيْلَ أبداً، وقال الآخرُ: وأَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلا أُفْطِرُ، وقالَ الآخرُ: وَأَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلا أَتَزَوَّجُ أَبَداً، فَجَاءَ رسولُ الله ﷺ إِلَيْهِم فقال: «أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟! أَمَا واللهِ! إِنِّي لأَخْشَاكُمْ

۲/ ۱۴۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی، نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر آئے، ان سے نبی ﷺ کی عبادت سے متعلق پوچھتے تھے۔ جب ان کو (اس کی تفصیل) بتلائی گئی تو گویا انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا اور نبی ﷺ کا کیا مقابلہ؟ آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں (اس لئے ہمیں تو آپ سے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا، میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، کبھی روزے کا ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا، میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور

لله وَأَتْقَاكُمْ لَه لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي» متفقٌ عليه.

کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (رسول اللہ ﷺ کو جب یہ باتیں پہنچیں تو) آپ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا، تم نے اس اس طرح کہا ہے؟ (جب اس کا جواب انہوں نے اثبات میں دیا تو) آپ نے فرمایا، خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا سب سے زیادہ خوف دل میں رکھنے والا ہوں۔ لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ دیتا بھی ہوں، (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے میں شادی بھی کرتا ہوں (پس یہ سارے کام ہی میری سنت ہیں) اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا، پس وہ مجھ میں سے نہیں (یعنی مجھ سے اس کا تعلق نہیں) (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب النکاح، باب الترغیب في النکاح - وصحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه...

۱۴۳- **فوائد:** اس میں عبادات میں میانہ روی کی، نکاح کی اور نبی ﷺ کے اقتداء کی ترغیب اور ہمیشہ روزہ رکھنے یا ساری ساری رات (بغیر سوئے) عبادت کرنے کی ممانعت و کراہت ہے۔ (۲) بدعات، میں خیر اور اجر نہیں ہے۔ تمام تر خیر و برکت اور ثواب صرف اور صرف نبی ﷺ کی اطاعت اور اتباع میں ہے۔

١٤٤ - وعن ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه، أن النبيَّ ﷺ قال: «هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ» قالَهَا ثلاثاً، رواه مسلم.

«الْمُتَنَطِّعُونَ»: الْمُتَعَمِّقُونَ الْمُشَدِّدُونَ في غَيرِ مَوْضِعِ التَّشْدِيدِ.

۳ / ۱۴۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی طرف سے دین میں سختی کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ (مسلم)

المتنطعون، کا مطلب ہے، جہاں شریعت میں سختی نہیں ہے، وہاں سختی کرنے والے اور کھود کرید کرنے والے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب العلم، باب هلك المتنطّعون.

۱۴۴- **فوائد:** اس سے ان ریاضتوں اور مشقوں کی کراہت واضح ہے جو بہت سے اہل تصوف نے اپنے طور پر گھڑ رکھی ہیں جن میں بے جا تشدد اور سنت نبویؐ سے انحراف پایا جاتا ہے اسی طرح مسائل میں کھود کرید کرنے اور بال کی کھال نکالنے والے بھی اس میں آجاتے ہیں کہ اس قسم کی موشگافیوں کا ارتکاب بھی بالعموم وہی لوگ کرتے ہیں جو سنت اور اتباع رسولؐ سے تہی دامن ہوتے ہیں۔

١٤٥ ـ عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينُ إلَّا غَلَبَه، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ» رواه البخاري.

وفي رواية له: «سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَاغْدُوا وَرُوحُوا، وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ، الْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوا».

قوله: «الدِّينُ» هُو مَرْفُوعٌ عَلَى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ. وَرُوِيَ مَنْصُوباً، وَرُوِيَ: «لَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ». وقوله ﷺ: «إلَّا غَلَبَهُ»، أَيْ: غَلَبَه الدِّينُ وَعَجَز ذلكَ الْمُشَادُّ عَنْ مُقَاوَمَةِ الدِّين لِكَثْرَةِ طُرُقِهِ. وَ«الْغَدْوَةُ»: سَيْرُ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَ«الرَّوْحَةُ»: آخِرُ النَّهَارِ. وَ«الدُّلْجَةُ»: آخِرُ اللَّيْلِ. وَهٰذَا اسْتِعَارَةٌ وَتَمْثِيلٌ، وَمَعْنَاهُ: اسْتَعِينُوا عَلَى طَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بالأَعْمَالِ في وَقْتِ نَشَاطِكُمْ، وَفَرَاغِ قُلُوبِكُمْ بِحَيْثُ تَسْتَلِذُّونَ الْعِبَادَةَ وَلَا تَسْأَمُونَ، وَتَبْلُغُونَ مَقْصُودَكُمْ، كَمَا أَنَّ الْمُسَافِرَ الحَاذِقَ يَسِيرُ في هٰذِهِ الأَوْقَاتِ وَيَسْتَرِيحُ هُوَ وَدَابَّتُهُ فِي غَيْرِهَا، فَيَصِلُ المَقْصُودَ بِغَيْرِ تَعَبٍ، واللهُ أَعْلَمُ.

۴ / ۱۴۵ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے (یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے) پس تم سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور اپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پر خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے کی (عبادت) سے مدد حاصل کرو۔ (بخاری)

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے۔ سیدھے راستے پر رہو‘ میانہ روی اختیار کرو اور صبح اور شام اور کچھ حصہ رات کو (عبادت کے لئے) چلو! میانہ روی اختیار کرو! تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔

الدینُ ‘ یہاں مرفوع ہے‘ مفعول مالم یسم فاعلہ کی بنا پر‘ اور یہ منصوب (الدینَ) بھی مروی ہے الا غلبہ کا مطلب ہے‘ دین اس پر غالب آجائے گا اور دین میں بے جا سختی کرنے والا‘ دین میں زیادہ شاخیں اور راستے ہونے کی وجہ سے‘ دین کے تقاضوں پر عمل کرنے سے عاجز رہے گا۔ غدوۃ کے معنی ہیں‘ صبح صبح (دن کے آغاز میں) چلنا اور روحۃ کے معنی ہیں دن کے آخری پہر میں چلنا اور دلجۃ ‘ رات کا آخری حصہ۔ یہ استعارہ اور تمثیل ہے اور اس کا مطلب ہے‘ تم اللہ کی طاعت میں عملوں کے ذریعے سے اس وقت مدد حاصل کرو جب تم تازہ دم ہو اور تمہارے دل (دوسرے ہم و غم سے) فارغ ہوں‘ اس طرح تم عبادت میں لذت حاصل کرو گے اور اکتاؤ گے نہیں اور اپنے مقصود کو حاصل کر لو گے۔ جیسے تجربہ کار مسافر انہی اوقات میں اپنا سفر طے کرتا ہے اور خود بھی ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں آرام کرتا ہے اور اپنے جانور کو بھی آرام کرواتا

ہے' پس وہ بغیر تکان کے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت، وكتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل.

۱۴۵۔ **فوائد:** اس میں میانہ روی کے علاوہ اس امر کی ترغیب ہے کہ عبادت کے لئے ایسے اوقات مقرر کئے جائیں جن میں انسان تازہ دم ہو تاکہ اسے اللہ کی عبادت میں لذت و حلاوت محسوس ہو۔ تاہم یہ نفلی عبادات کے لئے ہے۔ فرضی عبادات کی ادائیگی تو اپنے مقررہ اوقات میں ہی ضروری ہے۔

١٤٦ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فقالَ: «مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟» قالُوا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فإِذا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ. فقالَ النَّبِيُّ ﷺ: «حُلُّوهُ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَرْقُدْ» متفقٌ عليه.

۵ / ۱۴۶ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو (دیکھا) کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا یہ رسی کیا ہے؟ (یعنی کس مقصد کے لئے بندھی ہے؟) لوگوں نے بتلایا کہ یہ (حضرت ام المومنین) زینب ؓ کی رسی ہے۔ جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں (تاکہ سستی دور ہو جائے) نبی ﷺ نے فرمایا' اس کو کھول دو! تم میں سے ایک شخص کو چاہئے کہ وہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے' جب ست ہو جائے (تھک جائے) تو وہ سو جائے۔

[بخاری و مسلم]

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد فى العبادة - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب أمر من نعس فى صلاته.

۱۴۶۔ **فوائد:** اس میں بھی بے جا سختی اور اثنائے نماز کسی چیز کا سہارا لینے سے روکا گیا ہے۔ (۲) کسی منکر کا ازالہ ہاتھ سے ممکن ہو تو فوراً ہی اس کو بند کر دیا جائے۔ (۳) عبادات میں میانہ روی اور اوقات نشاط کا اہتمام کیا جائے۔

١٤٧ - وعن عائشةَ رضي الله عنها، أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي، فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فإِنَّ أَحَدَكم إِذَا صَلَّى وهُوَ نَاعِسٌ لا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ»

۶ / ۱۴۷ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آئے' تو اس کو چاہئے کہ وہ سو جائے' یہاں تک کہ اس کی نیند دور ہو جائے' اس لئے کہ جب وہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھے گا تو اس کو یہ علم

متفقٌ عليه.

نہیں ہو گا کہ شاید وہ اپنے طور پر تو مغفرت کی دعا مانگنے لگے لیکن (درحقیقت) وہ اپنے نفس کے لئے بددعاء کر رہا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب أمر من نعس في صلاته.

۱۴۷- فوائد: اونگھتے ہوئے نماز پڑھنے کی حالت میں، انسان کہنا یہ چاہتا ہو، اے اللہ مجھے بخش دے۔ لیکن نیند کے غلبے میں اس کے برعکس کہہ دے، مجھے نہ بخش۔ یہ حکم عام طور پر نفلی نمازوں کے لئے ہے، کیونکہ فرض نمازوں کی تو تعداد مختصر ہے اور اس میں بھی امام کو تخفیف کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس کا مطلب بھی وہی ہے جو گزشتہ احادیث کا ہے کہ نشاط و راحت کے اوقات میں عبادت کی جائے۔

١٤٨ - وعن أَبي عبدِ الله جابر بن سَمُرَةَ رضي الله عنهما قال: كُنْتُ أُصَلِّي مَعَ النَّبيِّ ﷺ الصَّلَوَاتِ، فَكَانَتْ صَلاتُهُ قَصْداً وَخُطْبَتُهُ قَصْداً. رواه مسلم.

۷ / ۱۴۸ - حضرت ابو عبداللہ جابر بن سمرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ (آپ کی اقتداء میں) نمازیں پڑھتا تھا، پس آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ۔ (مسلم)

قولُهُ: «قَصْداً» أَيْ: بَيْنَ الطُّولِ وَالْقِصَرِ.

قصداً کا مطلب ہے، نہ لمبا نہ مختصر، بلکہ دونوں کے درمیان۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

۱۴۸- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ امام کا جماعت کی حالت میں لمبی نماز پڑھانا، اسی طرح جمعہ و عیدین وغیرہ میں لمبا خطبہ دینا سنت کے خلاف ہے۔

١٤٩ - وعن أبي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عبدِ الله رضي اللهُ عنه قال: آخَى النَّبيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وأَبي الدَّرْدَاءِ، فَزارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فقالَ: ما شَأْنُكِ؟ قالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَه حَاجَةٌ في الدُّنْيَا، فَجاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَه طعَاماً، فقالَ لَهُ: كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ، قالَ: ما أَنا بآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، فَأَكَلَ، فَلَمَّا كانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوم فقالَ لَهُ: نَمْ فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فقالَ لَهُ: نَمْ، فَلَمَّا كانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قالَ

۸ / ۱۴۹ - حضرت ابو جحیفہ وہبؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرما دیا تھا (یعنی ہجرت کے بعد) پس سلمانؓ (ایک روز اپنے اسلامی بھائی) ابو الدرداؓ کی ملاقات کے لئے (ان کے گھر) گئے، تو انہوں نے دیکھا کہ (ان کی اہلیہ) ام درداءؓ میلے کچیلے کپڑے پہنی ہوئی ہیں۔ انہوں نے پوچھا (یہ) تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا، تمہارے بھائی ابو الدرداءؓ کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ (اتنے میں) ابو الدرداءؓ بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے اپنے بھائی سلمانؓ کے لئے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا، تم

سَلْمَانُ: قُم الآنَ، فَصَلَّيَا جَمِيعاً، فقالَ لَه سَلْمَانُ: إنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وإنَّ لَنْفسكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلأَهْلِكَ عَلَيْكَ حقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النبيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذلكَ لَه، فقالَ النبيُّ ﷺ: «صَدَقَ سَلْمَانُ» رواه البخاري.

کھاؤ' میرا تو روزہ ہے۔ انہوں نے فرمایا' میں تو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم بھی (میرے ساتھ) نہیں کھاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے بھی (نفلی روزہ توڑ کر ان کے ساتھ) کھایا۔ پھر جب رات ہوئی تو وہ نوافل پڑھنے لگے۔ سلمانؓ نے ان سے کہا' (ابھی) سو جاؤ' چنانچہ وہ سو گئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر نوافل پڑھنے لگے۔ سلمانؓ نے انہیں (پھر روک دیا اور) کہا' سو جاؤ! جب رات کا آخری پہر ہوا تو سلمانؓ نے ان سے کہا' اب اٹھ کر قیام کرو۔ چنانچہ دونوں نے اکٹھے نوافل پڑھے' پھر سلمانؓ نے ابو الدرداءؓ سے خطاب کر کے کہا' یقیناً تمہارے رب کا تم پر حق ہے۔ (لیکن) تمہارے اپنے نفس کا (بھی) تم پر حق ہے۔ اور تمہارے گھر والوں (بیوی بچوں) کا (بھی) تم پر حق ہے' اس لئے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو! پھر سلمانؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا واقعہ آپ کو سنایا' نبی ﷺ نے فرمایا' سلمان نے سچ کہا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع، وكتاب الأدب، باب صنع الطعام والتكلف للضيف.

۱۴۹۔ **فوائد**: رات کو اٹھ کر قیام کرنا' اگرچہ نہایت پسندیدہ عمل ہے لیکن اگر مطلوبہ حقوق کو نظرانداز کر کے ایسا کیا جائے گا تو یہ ناپسندیدہ قرار پائے گا۔ (۲) قیام اللیل (تہجد) کا صحیح وقت رات کا آخری (تیسرا) حصہ ہے تاکہ انسان رات کے پہلے دو حصوں میں آرام اور حقوق زوجیت وغیرہ ادا کر لے۔ (۳) نفلی روزہ توڑنا جائز ہے' اس کی قضا ضروری نہیں۔ (۴) دین کی بنیاد پر بھائی چارہ قائم کرنا اور پھر ایک دوسرے سے میل ملاقات کے لئے گھر پر آنا جانا جائز ہے۔ (۵) ایک دوسرے کی صحیح رہنمائی کرنا ضروری ہے۔ (٦) بوقت ضرورت اجنبی عورت سے بات کرنا جائز ہے۔

١٥٠ ـ وعن أبي محمدِ عبدِ اللهِ بنِ عَمْرو بنِ العاص رضي الله عنهما قال: أُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنِّي أَقُول: وَاللهِ لأَصومَنَّ النَّهَارَ، وَلأَقُومَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ، فَقَالَ رسُولُ الله ﷺ: «أَنْتَ الَّذي تَقُولُ ذلكَ؟»

۹ / ۱۵۰۔ حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ کو میری بابت بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! میں دن کو روزہ رکھوں گا اور جب تک زندہ رہوں گا' رات کو قیام کروں گا' رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا' تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ میں

فَقُلْتُ لَه: قَدْ قُلْتُهُ بأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَارسولَ الله! قَالَ: «فإنَّك لاتَسْتَطيعُ ذلكَ؛ فصُمْ وَأَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذلكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ»، قُلْتُ: فَإنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذلكَ، قَالَ: «فَصُمْ يَوْماً وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ»، قُلْتُ: فَإنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذلكَ، قالَ: «فَصُمْ يَوْماً وَأَفْطِرْ يَوْماً، فَذلكَ صِيَامُ دَاودَ ﷺ، وهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ». وفي روايَة: «هُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ»، فَقُلْتُ: فَإنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذلكَ. فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «لا أَفْضَلَ مِنْ ذلكَ»، وَلأَنْ أَكُونَ قَبلْتُ الثَّلاثَةَ الأَيَّامَ الَّتي قال رسولُ الله ﷺ أَحَبُّ إلَيَّ مِنْ أَهْلي وَمَالي. وفي رواية: «أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصومُ النَّهارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟»، قلتُ: بَلَى يَا رسولَ الله! قال: «فَلا تَفْعَلْ: صُمْ وَأَفْطِرْ، وَنَمْ وَقُمْ فَإنَّ لجَسَدكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإنَّ لعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وإنَّ لزَوْجكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإنَّ لِزَوْركَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإنَّ بحَسْبكَ أَنْ تَصُومَ في كلِّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، فَإنَّ لَكَ بكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإنَّ ذلكَ صِيَامُ الدَّهْرِ»، فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يارسولَ الله! إنِّي أَجدُ قُوَّةً، قال: «صُمْ صِيَامَ نَبيِّ الله دَاوُدَ وَلا تَزِدْ عَلَيْه»، قلتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوُدَ؟ قال: «نِصْفُ الدَّهْرِ» فَكَان عَبْدُ الله يقولُ بَعْد مَا كبِرَ: يَا لَيْتَني قَبلْتُ رُخْصَةَ رسولِ الله ﷺ. وفي رواية: «أَلَمْ أُخْبَرْ

نے آپؐ سے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یقیناً یہ باتیں میں نے کی ہیں، آپؐ نے فرمایا، تم ان کی طاقت نہیں رکھو گے، اس لئے تم روزہ رکھو (بھی) اور (کبھی) چھوڑ بھی دو۔ اسی طرح (رات کا کچھ حصہ) سو جاؤ اور (کچھ حصہ) قیام کرو اور مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو، اس لئے کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے، تمہارا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی مثل ہو جائے گا۔ میں نے کہا، میں اس سے زیادہ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا، تم ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن روزے کا ناغہ کیا کرو! میں نے کہا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو، ایک دن چھوڑ دو! یہ حضرت داوٗد (علیہ السلام) کا روزہ ہے اور یہ روزوں میں سب سے معتدل اور مناسب طریقہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے، یہ سب سے افضل روزہ ہے۔ میں نے کہا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس سے زیادہ فضیلت والا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ (حضرت عبداللہ بن عمروؓ راوی حدیث، بیان فرماتے ہیں کہ بڑھاپے میں مجھے احساس ہوا کہ) اگر میں (ہر مہینے) وہ تین روزے رکھنے قبول کر لیتا جن کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب ہوتا۔

ایک اور روایت میں ہے (نبی ﷺ نے فرمایا) کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نوافل پڑھتے ہو؟ میں نے کہا، بالکل صحیح ہے یا رسول اللہ! لیکن اس سے میرا مقصد سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا، پس تم اللہ کے پیغمبر حضرت داوٗدؑ والا روزہ رکھو، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر مہینے میں (ایک) قرآن پڑھو، میں نے

أنَّك تَصُومُ الدَّهْر، وَتَقْرَأُ القُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ؟»، فَقُلْتُ: بَلَى يا رسولَ اللهِ! وَلَمْ أُرِدْ بذلِكَ إلَّا الْخَيْرَ، قَالَ: «فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللهِ دَاوُدَ، فَإِنَّهُ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَاقْرَأ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ»، قُلْت: يَا نَبيَّ اللهِ! إنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ منْ ذلكَ؟ قالَ: «فَاقْرَأْهُ في كُلِّ عِشْرِينَ»، قُلْت: يَا نبيَّ اللهِ! إنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ منْ ذلكَ؟ قَالَ: «فاقْرَأه في كُلِّ عَشْرٍ»، قُلْت: يَانَبيَّ اللهِ! إنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ منْ ذلكَ؟ قالَ: «فَاقْرَأْه في كُلِّ سَبْعٍ وَلا تَزِدْ عَلَى ذلِكَ»، فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ، وَقَالَ لي النَّبيُّ ﷺ: «إنَّكَ لا تَدْري لَعَلَّكَ يَطُول بكَ عُمُرٌ»، قَالَ: فَصِرْتُ إلَى الَّذِي قَالَ لي النَّبيُّ ﷺ، فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللهِ ﷺ. وفي رِوَاية: «وَإنَّ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا»، وفي رِوايةٍ: «لا صَامَ مَنْ صَامَ الأَبَدَ» ثَلاثاً. وفي رِوايةٍ: «أَحَبُّ الصِّيَام إلَى الله تَعَالَى صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصَّلاةِ إلى اللهِ تَعَالَى صَلاةُ دَاوُدَ: كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْماً وَيُفْطِرُ يَوْماً، وَلا يَفِرُّ إِذَا لاقَى». وفي رِوايةٍ قَالَ: أَنْكَحَنِي أَبي امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ، وَكَانَ يَتَعَاهَدُ كَنَّتَهُ ـ أَيْ: امْرَأَةَ وَلَدِهِ ـ فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا، فَتَقُولُ لَهُ: نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشاً وَلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفاً مُنْذُ أَتَيْنَاهُ. فَلَمَّا طَالَ ذلِكَ عليه ذَكَرَ ذلِكَ للنَّبيِّ ﷺ. فَقَالَ: «الْقَني به» فَلَقيتُهُ بَعْدَ ذلك فَقَالَ: «كَيْفَ تَصُومُ؟»، قُلْتُ: كُلَّ يَوْم،

کہا' اے اللہ کے پیغمبر! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا' پس ہر بیس دن میں اسے پڑھو! میں نے کہا' اللہ کے پیغمبر! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا' پس تم اسے دس دن میں پڑھو' میں نے کہا' میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا' پس تم اسے سات دن میں پڑھو (یعنی ختم کرو)' اس سے زیادہ مت کرنا۔ پس میں نے سختی کی تو مجھ پر بھی سختی کر دی گئی اور مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تمہیں نہیں معلوم شاید تمہاری عمر دراز ہو۔ حضرت عبداللہ (راوی حدیث) نے کہا' چنانچہ میں اس حال کو پہنچ گیا جو میری بابت نبی ﷺ نے فرمایا تھا' پس جب میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے چاہا کہ کاش میں وہ رخصت قبول کر لیتا جو اللہ کے پیغمبر مجھے دے رہے تھے۔

اور ایک اور روایت میں ہے (آپؐ نے فرمایا) اور تمہاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے۔

ایک اور روایت میں ہے (آپؐ نے فرمایا) اس کا روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ تین مرتبہ آپ نے یہ فرمایا۔

ایک اور روایت میں ہے' اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزہ حضرت داوٗدؑ کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ محبوب نماز اللہ کے نزدیک داوٗدؑ کی نماز ہے۔ وہ آدھی رات سوتے اور اس کا تیسرا حصہ نماز پڑھتے اور پھر اس کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ نہ رکھتے اور جب دشمن سے ان کی مڈھ بھیڑ ہوتی تو بھاگتے نہیں تھے۔

ایک اور روایت میں ہے (حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں) میرے باپ نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کرا دیا' وہ اپنی بہو کا بہت خیال رکھتے تھے

قالَ: «وَكَيْفَ تَخْتِمُ؟»، قلتُ: كُلَّ لَيْلَةٍ، وَذَكَرَ نَحْوَ ما سَبَقَ، وَكَانَ يَقْرَأُ عَلَى بَعْضِ أَهْلِه السُّبُعَ الَّذي يَقْرَؤُهُ، يَعْرِضُهُ مِنَ النَّهارِ لِيَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَقَوَّى أَفْطَرَ أَيَّاماً وَأَحْصَى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتْرُكَ شَيْئاً فَارَقَ عَلَيْهِ النَّبِيَّ ﷺ.

كُلُّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ صَحِيحَةٌ مُعْظَمُهَا في الصَّحيحَيْنِ وَقَليلٌ مِنْهَا في أَحَدِهِمَا.

(یعنی اپنے بیٹے کی بیوی کا) پس وہ اس سے اس کے خاوند کی بابت پوچھتے تو وہ ان سے کہتی' آدمیوں میں سے اچھے آدمی ہیں' انہوں نے کبھی ہمارا بستر نہیں روندا (یعنی میرے ساتھ نہیں لیٹے) اور ہماری پردے والی چیز کو نہیں ٹٹولا (یعنی ہم بستری نہیں کی) جب اس طرح کی حالت کو لمبا عرصہ ہو گیا تو انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے (میرے والد سے' میری بابت) کہا کہ اس کو مجھ سے ملواؤ' چنانچہ اس کے بعد میں آپ سے ملا تو آپ نے پوچھا' تم روزہ کیسے رکھتے ہو؟ میں نے کہا' روزانہ۔ آپؐ نے پوچھا' تم قرآن کیسے ختم کرتے ہو؟ میں نے کہا' ہر رات کو۔ اس کے بعد ان باتوں کا ذکر کیا جو پہلے گزریں اور (عبداللہ بن عمروؓ) اپنے بعض گھر والوں کو (قرآن مجید کا) وہ ساتواں حصہ سناتے جو وہ (رات کو نوافل میں) پڑھتے۔ دن کو اس کا دور فرما لیتے' تا کہ رات کو (اس کا پڑھنا) ان کے لئے آسان ہو جائے اور جب وہ قوت حاصل کرنا چاہتے' تو کچھ دن روزے چھوڑ دیتے اور ان کو گن لیتے اور اتنے روزے بعد میں رکھ لیتے' (کیونکہ) وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسی چیز چھوڑ دیں جس پر انہوں نے نبی ﷺ سے جدائی اختیار کی۔ (یہ تمام روایات (جو ذکر کی گئی ہیں) صحیح ہیں' ان کا بیشتر حصہ بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور تھوڑا حصہ ایسا ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک میں ہی ہے۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب صوم الدهر، وباب حق الضيف في الصوم، وباب حق الجسم في الصوم، وكتاب الأنبياء ـ وصحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر.

۱۵۰۔ **فوائد**: اس میں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و ورع اور شوق عبادت کا بیان ہے' وہیں نبی ﷺ کی ان تعلیمات و ہدایات کا تذکرہ بھی ہے جن میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے اور دین و دنیا' دونوں کے تقاضے پورا کرنے کی تلقین ہے۔ (۲) صحابیاتؓ کی عفت اور ان کی شرم و حیاء کا بھی ایک نمونہ اس میں ہے کہ وہ اپنے

خاوند کی بے رغبتی نہایت خاموشی سے برداشت کرتی رہیں اور جب ان کے سسر نے ان سے پوچھا تو نہایت مہذب اور کنائے کے انداز میں اس کا اظہار فرمایا۔

١٥١ ـ وعن أبي رِبْعِيٍّ حَنْظَلَةَ بنِ الرَّبِيعِ الأُسَيِّدِيِّ الْكَاتِب أَحَدِ كُتَّابِ رسولِ الله ﷺ قال: لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه فقال: كَيْفَ أَنْتَ يا حَنْظَلَةُ؟ قُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! قالَ: سُبْحَانَ الله مَا تَقُولُ؟! قُلْتُ: نَكُونُ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ يُذَكِّرُنَا بالْجَنَّةِ وَالنَّارِ كأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رسولِ الله ﷺ عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيراً. قالَ أَبُو بَكْر رضي الله عنه: فَوَاللهِ إنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رسولِ الله ﷺ. فقُلْتُ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يا رسولَ الله! فقالَ رسولُ الله ﷺ: «وَمَا ذَاكَ؟»، قُلْتُ: يا رسولَ الله! نكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بالنَّارِ والْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالأَوْلادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيراً. فقال رسولُ الله ﷺ: «والَّذي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وفي طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ يا حَنْظَلَةُ! سَاعَةً وَسَاعَةً» ثَلاثَ مَرَّاتٍ، رواه مسلم.

قَوْلُهُ: «رِبْعِيٌّ» بِكَسْرِ الرَّاءِ. «وَالأُسَيِّدِيّ» بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مَكْسُوْرَةٌ مُشَدَّدَةٌ. وَقَوْلُهُ: «عَافَسْنَا» هُوَ بِالْعَيْنِ وَالسِّيْنِ الْمُهْمَلَتَيْنِ،

۱۰/ ۱۵۱۔ حضرت ابو ربعی حنظلہ بن ربیع اسیدیؓ سے روایت ہے، یہ نبی کریم ﷺ کے کاتبوں میں سے ایک کاتب تھے، یہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکرؓ ملے، انہوں نے پوچھا، حنظلہ کیسے ہو؟ میں نے کہا، حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ ابو بکرؓ نے فرمایا، سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا (بات یہ ہے کہ جب) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں، آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں گویا کہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نکل آتے ہیں تو بیوی بچوں میں اور دنیا کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی چیزیں بھول جاتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ان جیسی باتوں سے تو ہم بھی دوچار ہوتے ہیں (یعنی اگر یہ نفاق ہے تو ہم بھی اس نفاق میں مبتلا ہیں اور اس اعتبار سے یہ نہایت تشویش ناک معاملہ ہے) چنانچہ میں اور ابو بکرؓ (دونوں) چلے حتیٰ کہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے پس میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ کیسے؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ! (جب) ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں، آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو (ایسے معلوم ہوتا ہے کہ) گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکل آتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم ہمیشہ اسی حالت و کیفیت میں رہو جس میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور (ہر وقت) اللہ کی یاد

أَىْ: عَـالَجْنَـاَ وَلاَعَبْنَـا. «وَالضَّيْعَـاتُ»: الْمَعَايِشُ.

میں رہو، تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحے کریں۔ لیکن اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے۔ تین مرتبہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا (یعنی ہر لمحے، انسان کی ایک ہی کیفیت نہیں رہتی، بلکہ حالات و ظروف کے اعتبار سے کیفیت بدلتی رہتی ہے)

(مسلم)

ربعی، راء کے زیر کے ساتھ۔ اسیدی، ہمزہ کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ اور اس کے بعد یاء پر تشدید اور زیر۔ عافسنا، عین اور سین (بغیر نقطوں) کے ساتھ۔ معنی ہیں، ہم کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کھیل کود میں۔ ضیعات، گزر اوقات کے ذرائع۔ مثلاً دست کاری، کھیتی باڑی، تجارت و صنعت اور مال و دولت وغیرہ۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب فضل دوام الذكر.

۱۵۱۔ فوائد: اس میں بھی صحابہ کرامؓ کے زہد و ورع اور تقویٰ کے ذکر کے علاوہ انسانی سرشت کے حوالے سے انسان کی تغیر پذیر حالت و کیفیت کا بیان ہے۔ اس کا تعلق نفاق سے نہیں ہے، دل کی غفلت سے ہے جس کو انسان بدلنے پر تو قادر نہیں ہے تاہم ذکر الٰہی کی کثرت سے اس کا ازالہ کر سکتا ہے۔

١٥٢ ـ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ، فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا: أَبُوإِسْرَائِيْلَ نَذَرَ أَنْ يَقُوْمَ فِي الشَّمْسِ وَلاَ يَقْعُدَ، وَلاَ يَسْتَظِلَّ وَلاَ يَتَكَلَّمَ، وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدَ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ» رواه البخاري.

۱۱/ ۱۵۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک وقت نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر ایک (دھوپ میں) کھڑے ہوئے آدمی پر پڑی۔ آپ نے اس کی بابت پوچھا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس کا نام ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ حاصل کرے گا اور نہ گفتگو کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، اس سے کہو کہ وہ گفتگو کرے، سایہ حاصل کرے اور بیٹھ جائے، البتہ اپنا روزہ پورا کر لے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك وفي معصية.

۱۵۲- **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا قرب خود ساختہ طریقوں سے نہیں، بلکہ قرآن و حدیث کے مطابق عمل اور عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ (۲) ایسی نذر پوری نہیں کرنی چاہئے جس میں معصیت ہو یا جس کا حکم شریعت میں نہ ہو۔ جس کی بعض مثالیں اس حدیث میں ہے۔ (۳) یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے جو نذر معصیت کے پورا نہ کرنے پر کفارہ ضروری قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

١٥ - بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى الأَعْمَالِ

قال الله تعالى: ﴿ ۞ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ [الحديد: ١٦]، وقال تعالى: ﴿ وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ٱبْنِ مَرْيَمَ وَءَاتَيْنَـٰهُ ٱلْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِى قُلُوبِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَـٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ رِضْوَٰنِ ٱللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾ [الحديد: ٢٧]، وقال تعالى: ﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَـٰثًا ﴾ [النحل: ٩٢]، وقال تعالى: ﴿ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ﴾ [الحجر: ٩٩].

وَأَمَّا الأَحَادِيثُ؛ فَمِنْهَا:

۱۵۔ اعمال کی حفاظت کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے اور جو حق کی باتیں اتری ہیں، ان کے لئے جھک جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتابیں دی گئیں، پس ان پر مدت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے (رسولوں کے) پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے انہیں انجیل دی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت و رحمت رکھ دی اور دنیا کا ترک کرنا، جو انہوں نے گھڑ لیا تھا، ہم نے اسے ان پر نہیں لکھا تھا، مگر اللہ کی رضامندی تلاش کرنے کو (ہم نے ان کے لئے ضروری قرار دیا تھا۔ یا انہوں نے رہبانیت اس غرض سے گھڑی تھی) پس انہوں نے اس کا اس طرح خیال نہیں رکھا، جس طرح اس کا خیال رکھنے کا حق تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس عورت کی طرح مت ہو جاؤ جس نے نہایت محنت سے کاتتے ہوئے سوت کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اور فرمایا: اور اپنے رب کی عبادت کر! یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔

اس موضوع سے متعلقہ احادیث ملاحظہ ہوں۔

١٥٣- حَدِيثُ عَائِشَةَ: وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ

۱/ ۱۵۳- ان میں سے حدیث عائشہؓ ہے جو اس سے

إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ صَاحِبُهُ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ في الْبَابِ قَبْلَهُ.

ماقبل کے باب (۱۴) میں گزر چکی ہے (ملاحظہ ہو، رقم ۱/ ۱۴۲) اس میں ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اللہ کو وہ عمل سب سے زیادہ محبوب ہے جسے اس کا کرنے والا ہمیشہ کرے۔

١٥٤ ـ وعن عمرَ بنِ الخَطابِ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَه مَا بَيْنَ صَلاةِ الْفَجْرِ وَصَلاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ» رواه مسلم.

۲/ ۱۵۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص اپنے رات کے وظیفے سے یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے، اور وہ اسے فجر کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے، گویا اس نے اس رات کو ہی پڑھا ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل ومن نام عنه أو مرض.

۱۵۴۔ **فوائد:** حزب، اصل میں گھاٹ پر پانی لینے کی باری کو کہا جاتا ہے۔ پھر یہ اس وظیفے کے لئے استعمال کئے جانے لگا جو انسان اپنے طور پر (بطور نفلی عبادت کے) مقرر کرلیتا ہے۔ مثلاً میں اتنے نوافل، یا قرآن کا اتنا حصہ یا فلاں عمل روزانہ کروں گا۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ اپنے اوراد کی حفاظت کی جائے۔ نیز کسی سے اس کا ورد رہ جائے اور وہ اسے قریب ترین وقت میں ادا کرلے تو اسے اس کے ورد کا پورا اجر ملے گا، اس کے بے وقت ہونے سے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔

١٥٥ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العاص رضي الله عنهما قال: قال لي رسولُ الله ﷺ: «يَاعَبْدَ اللهِ! لاتَكُنْ مِثْلَ فُلانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ» متفقٌ عليه.

۳/ ۱۵۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا، وہ رات کو قیام کرتا (نوافل وغیرہ پڑھتا) تھا (یعنی طاقت سے زیادہ) پھر اس نے (اکتا کر) رات کا قیام چھوڑ دیا۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب التهجد، باب ما یکره من ترك قیام اللیل - وصحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوّت به حقا.

۱۵۵۔ **فوائد:** حسن اخلاق کا تقاضا ہے کہ جس شخص کے اندر کوئی قابل مذمت چیز ہے، تو اس شخص کا نام تو نہ لیا جائے، البتہ اس فعل کا تذکرہ کر دیا جائے تاکہ لوگ اس فعل سے اجتناب کریں۔ دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ انسان جس عمل خیر کو شروع کرے تو اس پر ہیشگی کرنا پسندیدہ ہے۔ (۳) نفلی عبادات اور اعمال خیر میں طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے۔ اس کا نتیجہ بالعموم یہ ہوتا ہے کہ انسان اکتا کر اسے چھوڑ بیٹھتا ہے۔

١٥٦ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها

۴/ ۱۵۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب

قالت: كان رسولُ الله ﷺ إذا فاتَتْهُ الصَّلاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ، صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً» رواه مسلم.

رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز، کسی تکلیف یا اور کسی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کو بارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه...

۱۵۶۔ **فوائد:** نوافل کی قضاء اگرچہ ضروری نہیں۔ تاہم اگر اس کا اہتمام کر لیا جائے تو مستحب ہے، جیسے نبی ﷺ نے کیا۔

١٦ - بَابٌ فِي الأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَآدَابِهَا

۱۶۔ سنت اور اس کے آداب کی حفاظت کرنے کے حکم کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ [الحشر: ٧]، وقال تعالى: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ۝٤﴾ [النجم: ٣، ٤]، وقال تعالى: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [آل عمران: ٣١]، وقال تعالى: ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ﴾ [الأحزاب: ٢١]، وقال تعالى: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ٦٥]، وقال تعالى: ﴿فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء: ٥٩]، قال الْعُلَمَاءُ: مَعْنَاهُ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ. وقال تعالى: ﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ٨٠]، وقال تعالى: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [الشورى: ٥٢]، وقال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول تمہیں جو دے، اسے لے لو اور جس سے تمہیں روک دے، اس سے رک جاؤ!

اور فرمایا: (وہ پیغمبر) اپنی خواہش سے نہیں بولتا، وہ تو وحی ہی ہے جو اس کی طرف نازل کی جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! ان سے کہہ دیں، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو پس تم میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اور فرمایا: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے۔

اور فرمایا: تیرے رب کی قسم ہے، لوگ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے اپنا حکم (ثالث) نہ مان لیں، پھر تیرے فیصلے پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور (نہایت خوش دلی سے) اسے تسلیم کر لیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کسی چیز کی بابت تمہارا آپس میں جھگڑا ہو جائے (کہ جائز ہے یا ناجائز؟) تو تم اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

تعالى: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]، وقال تعالى: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الأحزاب: ٣٤]؛

علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں، کتاب و سنت کی طرف لوٹا دو، یعنی اس کی روشنی میں جائز و ناجائز کا فیصلہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی، یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً تو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو اللہ کا راستہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو اس امر سے ڈر جانا چاہئے کہ وہ کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو جائیں یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آپہنچے۔

اور فرمایا: اور یاد رکھو، اللہ کی آیتوں اور حکمت (سنت) کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی (تلاوت کی جاتی) ہیں۔

والآيات في الباب كثيرة. وأمَّا الأحاديثُ:

اس باب میں اور بہت سی آیات ہیں۔ اس باب سے متعلقہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

١٥٧ ـ فالأوَّلُ: عَنْ أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «دَعُوني ما تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِم، وَاخْتِلافُهُمْ عَلَى أَنْبيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ» متفقٌ عليه.

۱/۱۵۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو باتیں میں تمہیں بیان کرنے سے چھوڑ دوں تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو (یعنی ان کی بابت کرید کرید کر مت پوچھو)، اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ وہ کثرت سے سوال کرتے اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرتے تھے۔ اس لئے جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے اجتناب کرو اور جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه.

۱۵۷۔ **فوائد**: کسی واقعی ضرورت اور وجہ کے بغیر سوال کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں اختلاف و نزاع پیدا کرنا، یہ ہلاکت کا سبب ہے۔ سلامتی کا راستہ صرف یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر بلا

چون و چرا عمل کیا جائے۔ مذاہب کی فقہی موشگافیاں بھی اسی ذیل میں آتی ہیں جن سے جدل و اختلاف کا دروازہ کھلتا اور افتراق و تشتت کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ کاش امت محمدیہ اس تباہ کن راستے سے ہٹ کر اس صراط مستقیم پر آجائے جو امن و سلامتی کا ضامن ہے اور وہ صراط مستقیم ایک اور صرف ایک ہے' چار یا پانچ نہیں۔ حق صرف ایک ہے' متعدد نہیں۔ فماذا بعد الحق الا الضلال حق کے بعد گمراہی ہی گمراہی ہے۔

١٥٨ ـ الثَّانِي: عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضي الله عنه قال: «وَعَظَنَا رسولُ الله ﷺ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقُلْنَا: يا رَسولَ اللهِ! كأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا. قال: «أُوصِيكُمْ بتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وإنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُم عَبْدٌ [حبشي]، وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلافاً كَثِيراً. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ» رواه أَبو داود، والترمِذي وقال: حديث حسن صحيح.

«النَّواجِذُ» بالذالِ المعجمةِ: الأنْيَابُ، وقيلَ: الأضْرَاسُ.

۲ / ۱۵۸ ـ حضرت ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایک مرتبہ) نہایت مؤثر وعظ ارشاد فرمایا' جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ ہم نے کہا' یا رسول اللہ! یہ تو گویا آخری الوداع کہنے والے کا وعظ ہے' پس آپ ہمیں وصیت فرما دیجئے! آپ نے فرمایا' میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی اور سمع و طاعت (یعنی امیر کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے) کی وصیت کرتا ہوں' اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر مقرر ہو جائے۔ (یاد رکھو!) تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا' وہ بہت اختلاف دیکھے گا' پس تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا' ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا' دین میں نئے نئے کام (بدعات) ایجاد کرنے سے بچنا' اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نواجذ (ذال معجمہ۔ نقطے والی ذال کے ساتھ) مخصوص دانت یا بعض کے نزدیک داڑھیں۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب السنة، باب لزوم السنة ـ وجامع ترمذي، كتاب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة.

۱۵۸۔ فوائد: اس میں تقویٰ اور اطاعت امیر اختیار کرنے کے علاوہ سنت نبوی اور سنت خلفائے راشدین کے اتباع کی تاکید اور بدعات سے اجتناب کی تلقین ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نبی ﷺ نے اس امر کی خبر دی کہ یہ امت اختلافات کا شکار ہو جائے گی اور ساتھ ہی صحیح راستے کی نشاندہی بھی فرما دی اور وہ یہ کہ نبی ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے تعامل سے تجاوز نہ کیا جائے۔ یہ کثرت اختلافات میں حق کو پہچاننے کی ایک کسوٹی اور معیار ہے۔ کاش مسلمان اس معیار نبوی ؐ کو ہی واحد معیار حق تسلیم کر لیں۔

١٥٩ ـ الثَّالثُ: عَنْ أَبي هريرةَ رضي الله عنه، أن رسولَ الله ﷺ قال: «كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى». قِيلَ: وَمَنْ يَأْبَى يا رسولَ الله؟ قالَ: «مَنْ أَطَاعَنِي دَخلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى» رواه البخاري.

۳ / ۱۵۹ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت، سب کی سب جنت میں جائے گی، سوائے ان افراد کے جو انکار کر دیں، پوچھا گیا، یا رسول اللہ! (جنت میں جانے) سے کون انکار کرے گا؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ.

۱۵۹۔ فوائد: امت سے مراد یہاں امت اجابت ہے، یعنی وہ لوگ جو نبی ﷺ کی دعوت قبول کر کے آپ پر ایمان لائے اور اس امت اجابت میں سے بھی جنت میں وہی جائیں گے جو آپ کے سچے پیروکار ہوں گے۔ نافرمان جنت میں جانے سے محروم رہیں گے۔

١٦٠ ـ الرَّابعُ: عَنْ أَبي مسلمٍ، وقِيلَ: أبي إِيَاسٍ سَلَمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الأَكْوَعِ رضي الله عنه، أَنَّ رَجُلاً أَكَلَ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ بِشِمَالِهِ فقالَ: «كُلْ بِيَمِينِكَ» قالَ: لا أَسْتَطِيعُ. قالَ: «لا اسْتَطَعْتَ» مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ. رواه مسلم.

۴ / ۱۶۰ ۔ حضرت ابو مسلم اور بعض کے نزدیک ابو ایاس سلمہ بن عمرو بن اکوع ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا، آپ نے اس سے فرمایا، اپنے دائنے ہاتھ سے کھاؤ! اس نے کہا، اس کی میں طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا، تو اس کی طاقت نہ ہی رکھے۔ اس کو دائنے ہاتھ کے ساتھ کھانے سے صرف کبر نے روکا تھا، پس (اس کے بعد) اس نے اپنے دائنے ہاتھ کو اپنے منہ تک نہیں اٹھایا (یعنی اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا) (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشرب وأحكامهما.

۱۶۰۔ فوائد: بغیر عذر کے بائیں ہاتھ سے کھانا پینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ بلکہ کھانے پینے کے علاوہ ہر اہم اور اچھے کام کا آغاز نبی ﷺ دائیں ہاتھ سے ہی فرماتے تھے۔

(۲) نبی ﷺ کی سنت اور حکم کو محض تکبر اور سرکشی سے نظر انداز کرنا نہایت خطرناک ہے، اس سے انسان کا ایمان خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

١٦١ ـ الْخَامِسُ: عَنْ أَبي عبدِ اللهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضي الله عنهما، قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقولُ: «لَتُسَوُّنَّ

۵ / ۱۶۱ ۔ حضرت ابو عبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، تم اپنی صفیں ضرور سیدھی اور درست کر لو

صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلم: كَانَ رسولُ الله ﷺ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتَّى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتَّى إِذَا رَأَى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ. ثُمَّ خَرَجَ يَوْماً، فقامَ حَتَّى كَادَ أَنْ يُكَبِّرَ، فَرَأَى رَجُلاً بَادِياً صَدْرُهُ فَقَالَ: «عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ».

ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے تھے' گویا ان کے ساتھ آپ تیروں کو سیدھا فرما رہے ہیں' یہاں تک کہ جب آپ محسوس فرماتے کہ ہم آپ کی طرف سے اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھ گئے ہیں (تب آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کا آغاز فرماتے) پھر ایک دن آپ (نماز پڑھانے کے لئے) تشریف لائے اور (مصلیٰ پر) کھڑے ہو گئے' حتیٰ کہ آپ اللہ اکبر کہنے ہی والے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ (صف سے) باہر نکلا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! تم اپنی صفیں ضرور سیدھی کر لو' ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا (یا تمہارے چہروں کو بدل دے گا)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها - وصحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب تسوية الصفوف وإقامتها.

١٦١- **فوائد:** اولیخالفن اللہ بین وجوھکم اگر اس کے حقیقی معنی مراد ہوں تو مطلب ہو گا کہ اللہ تمہارے چہروں کو گدی کی طرف پھیر کر انہیں بدل اور بگاڑ دے گا اور مجازی معنی کی صورت میں مطلب ہو گا باہم اختلاف و عناد پیدا کر دے گا۔ بہرحال اس سے صفوں کی درستی کی اہمیت واضح ہے جس سے آج کل مسلمان بالکل غافل ہیں اور فقہی جمود کی وجہ سے عام مسجدوں میں سنت کے مطابق صف بندی کا قطعاً کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ فالی اللہ المشتکی

١٦٢ ـ السَّادِسُ: عن أَبي موسىٰ رضي الله عنه قال: احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رسولُ الله ﷺ بِشَأْنِهِمْ قال: «إِنَّ هَذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ» متفقٌ عليه.

٦ / ١٦٢ ـ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رات کو مدینے میں ایک گھر' گھر والوں سمیت' جل گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی بابت بتلایا گیا تو آپ نے فرمایا' یہ آگ تمہاری دشمن ہے' جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب لا تترك النار في البيت عند النوم - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء وإغلاق الأبواب

وذكر اسم الله وإطفاء السراج والنار عند النوم.

۱۶۲- **فوائد:** یہ حکم تیل بتی سے جلنے والے چراغوں اور موم بتی وغیرہ کے لئے ہے جن سے آگ لگنے کا اندیشہ ہے، نبی ﷺ کے زمانے میں یہی چراغ ہوتے تھے۔ آج کل بجلی کے بلبوں میں یہ خطرہ نہیں ہے۔ تاہم ان کو بھی بند کر کے سونا بہتر ہے۔

١٦٣ ـ السَّابعُ: عَنْهُ قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِي الله بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضاً فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا. وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لا تُمْسِكُ مَاءً وَلا تُنْبِتُ كَلأً. فَذلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ الله، وَنَفَعَه بِمَا بَعَثَنِي اللهُ بِه، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذلِكَ رَأْساً، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ» متفقٌ عليه.

«فقُهَ» بضم الْقَافِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَقيلَ: بِكَسْرِهَا، أيْ: صَارَ فَقِيهاً.

۷/ ۱۶۳- انہی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے، اس بارش کی مانند ہے جو زمین کو پہنچے۔ پس اس زمین کا کچھ حصہ تو اچھا تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا اور گھاس نیز بہت سی سبزیاں اگائیں اور ایک حصہ اس کا غیر آباد (بنجر) تھا، جس نے پانی (جذب تو نہیں کیا) روک لیا، پس اس پانی سے اللہ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، لوگوں نے اس سے پانی پیا اور پلایا اور کھیتیوں کو سیراب کیا اور وہ بارش زمین کے ایک اور حصے کو بھی پہنچی جو چٹیل میدان تھا، جو پانی روکتا اور نہ گھاس اگاتا۔ پس یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اس علم و ہدایت سے اللہ نے اسے نفع پہنچایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا، پس اس نے (خود بھی) دین سیکھا اور (دوسروں کو بھی) سکھلایا اور (یہ دوسری) مثال اس شخص کی ہے جس نے اس (علم و ہدایت الٰہی) کی طرف اپنا سر بھی نہیں اٹھایا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔ (بخاری و مسلم)

فَقُہَ مشہور قاف پر پیش ہے، بعض کے نزدیک زیر ہے۔ معنی ہیں وہ فقیہہ (شریعت کا عالم) ہو گیا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب فضل من عَلِمَ وعَلَّمَ - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب بيان مثل ما بعث النبي ﷺ من الهدي والعلم.

۱۶۳- **فوائد:** اس میں اس ہدایت و علم الٰہی کو، جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھیجا گیا تھا، نفع پہنچانے والی بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اس لئے کہ یہ علم اسی طرح مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے، جس طرح بارش مردہ زمین کو شاداب کر دیتی ہے۔ اس علم نبوی و الٰہی سے فائدہ اٹھانے والے کو اچھی زمین سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس شخص کو جو، علم حاصل کرتا ہے، دوسروں کو بھی سکھلاتا ہے لیکن خود (اس پر عمل کر کے) فائدہ نہیں اٹھاتا،

سخت زمین کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پانی روک لیتی ہے جس سے دوسرے لوگ نفع یاب ہوتے ہیں اور اس شخص کو' جو نہ علم دین سیکھتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے' ایسی چٹیل زمین کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو نہ پانی روکتی ہے نہ گھاس سبزہ اگاتی ہے۔ یہ سب سے بدتر آدمی ہے جو نہ خود نفع اٹھاتا ہے اور نہ دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے۔ اس میں علم دین کے سیکھنے' سکھانے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب اور اس سے اعراض و غفلت سے اجتناب کرنے کی تلقین ہے۔

١٦٤ ـ الثَّامِنُ: عن جابرٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَاراً فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُونَ مِنْ يَدَيَّ» رواه مسلم.

«الْجَنَادِبُ»: نَحْوُ الْجَرَادِ وَالْفَرَاشِ، هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ الَّذي يَقَعُ فِي النَّارِ. وَ«الْحُجَزُ»: جَمْعُ حُجْزَةٍ، وَهِيَ مَعْقِدُ الإِزَارِ وَالسَّرَاوِيلِ.

۸ / ۱۶۴ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے' رسول اللہ** ﷺ **نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹاتا رہے۔ میں بھی تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نار جہنم میں گرتے جاتے) ہو۔ (مسلم)**

جنادب۔ ٹڈی اور پروانے کی مثل اڑنے والا کیڑا (مچھر وغیرہ) یہ وہی مشہور کیڑا (یا مچھر) ہے جو آگ میں گرتا ہے۔ حجز' حجزۃ کی جمع ہے' تہ بند اور شلوار باندھنے کی جگہ' یعنی کمر۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته.

۱۶۴۔ **فوائد: اس میں نبی** ﷺ **کی اس غایت درجے کی شفقت اور حرص کا بیان ہے جو اپنی امت کے ایمان لانے کے بارے میں آپ کے دل میں تھی اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کی بدبختی کا ذکر بھی ہے کہ آپ کی مخلصانہ کوشش' شفقت اور شدید حرص کے باوجود لوگ ایمان سے محروم رہنے کی وجہ سے کثرت سے جہنم کا ایندھن بنیں گے جس طرح پروانے کود کود کر آگ میں گرتے ہیں۔**

١٦٥ ـ التَّاسِعُ: عَنْهُ أَنَّ رسول الله ﷺ، أَمَرَ بِلَعْقِ الأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: «إِنَّكُمْ لا تَدْرُونَ في أَيِّهَا الْبَرَكَةُ» رواه مسلم. وفي رواية لَهُ: «إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذًى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ؛ فَإِنَّهُ لا يَدْرِي في أَيِّ طَعَامِهِ

۹ / ۱۶۵ ۔ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے' رسول اللہ** ﷺ **نے (کھانے کے بعد) انگلیاں اور پیالہ چاٹ لینے کا حکم دیا اور فرمایا' تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس میں برکت ہے؟ اس کو مسلم نے روایت کیا اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے' فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا لقمہ (ہاتھ سے زمین پر) گر جائے' تو اس کو چاہئے کہ اسے پکڑ لے (زمین سے اٹھا لے) اور اس میں لگی ہوئی گندگی (مٹی وغیرہ) کو صاف کر کے کھا لے**

الْبَرَكَةُ». وفي رواية له: «إنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأنِهِ حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذىً، فَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا للشَّيْطَانِ».

اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ رومال (تولیے' کپڑے) کے ساتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ (پہلے) اپنی انگلیاں چاٹ لے' اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے اور اسی مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان تمہارے پاس تمہاری ہر چیز میں حاضر ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی۔ پس جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اسے (اٹھا کر) اس میں لگی ہوئی گندگی (اگر ممکن ہو) صاف کر لے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۱۶۵۔ **فوائد**: اس میں انگلیاں چاٹنے اور برتن صاف کرنے' اسی طرح گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینے کا جو حکم ہے' اس کے متعدد فوائد ہیں' ایک تو یہی کہ ممکن ہے کہ برکت اسی حصے میں ہو جسے انسان انگلیوں یا برتن کے ساتھ لگا چھوڑ دیتا ہے۔ دوسرے' اس میں تواضع کا اظہار اور متکبرین و مترفین کے طرز عمل سے اجتناب ہے۔ تیسرے' اللہ کے نعمت کی ناقدری اور اس کی اہانت سے گریز ہے۔ چوتھے' شیطان کی تذلیل اور اس کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنانا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج کل دعوتوں میں جس طرح کھانا ضائع کیا جاتا اور سڑکوں اور کوڑھوں کے ڈھیروں پر پھینک دیا جاتا ہے' وہ کس طرح اللہ کی نعمت کی ناقدری اور اسلامی تعلیمات کی بے توقیری ہے؟ اعاذنا اللہ منہ

١٦٦ ـ الْعَاشِرُ: عن ابنِ عباسٍ، رضيَ الله عنهما، قال: قَامَ فِينَا رسولُ الله ﷺ بمَوْعِظَةٍ فقال: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ إنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إلَى اللهِ تَعَالَى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ وَعْدًا عَلَيْنَآ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٤]، أَلَا وَإنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إبْرَاهِيمُ ﷺ، أَلَا وَإنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ؛ فَأَقُولُ: يَا رَبِّ! أَصْحَابِي؛ فَيُقَالُ: إنَّكَ لا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ،

۱۰/ ۱۶۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں وعظ و نصیحت فرمانے کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم (سب) اللہ کی طرف ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون (جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے) اکٹھے کئے جاؤ گے (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) "جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا' ہم اسے دوبارہ لوٹائیں گے' یہ ہمارا وعدہ ہے' ہم یقیناً پورا کرنے والے ہیں" (الانبیا' ۱۰۴) سنو! قیامت والے دن سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا' ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ اور سنو! (اس روز) میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے' انہیں بائیں طرف پکڑ لیا جائے

فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ إلى قوله: ﴿الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدة: ١١٧، ١١٨]، فَيُقَالُ لِي: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ» متفقٌ عليه.

«غُرْلًا» أَيْ: غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

گا، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ چنانچہ آپ کو کہا جائے گا۔ اے پیغمبر! تجھے نہیں معلوم، انہوں نے تیرے بعد (دین میں) کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کی تھیں (یہ سن کر) میں کہوں گا، جس طرح عبد صالح (حضرت عیسیٰؑ) نے کہا کہ "میں ان پر گواہ رہا جب تک ان کے اندر موجود رہا....." العزیز الحکیم تک (المائدہ ۱۱۷، ۱۱۸) پس مجھ سے کہا جائے گا یہ لوگ اپنی ایڑیوں پر (دین اسلام سے) پھر گئے تھے جب سے تو ان سے جدا ہو گیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

غرلاً کے معنی ہیں غیر مختون۔ جس کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالي ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلا﴾ وتفسير سورة المائدة، باب ﴿وكنت عليهم شهيدا...﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنّة، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

۱۶۶- **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد کی سزا جہنم ہے۔ کیونکہ یہ کفر کی بدترین قسم ہے، اسی لئے شریعت اسلامیہ میں اس کی دنیوی سزا قتل ہے۔ دوسرا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں۔ جیسا کہ ایک گروہ کے یہ باطل عقائد ہیں اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا یا آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ ان مرتدین کو اپنا ساتھی اور امتی قرار نہ دیتے۔ چنانچہ جب آپ کو بتلایا گیا تو آپ نے ان سے اسی طرح براءت کا اظہار فرما دیا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنی ماں کو معبود ماننے والوں سے فرمایا۔

١٦٧ ـ الْحَادِيَ عَشَرَ: عَنْ أَبِي سَعِيدِ عبدِ اللهِ بنِ مُغَفَّلٍ، رضي الله عَنْه، قَالَ: نَهَى رسولُ الله ﷺ عَنِ الخَذْفِ وقَالَ: «إِنَّهُ لا يَقْتُلُ الصَّيْدَ، وَلا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ، وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ» متفقٌ عليه.

۱۱ / ۱۶۷۔ حضرت ابو سعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی انگلی یا انگوٹھے پر کنکری رکھ کر مارنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ (کنکری) نہ شکار کو قتل کرتی ہے اور نہ دشمن کو زخمی۔ البتہ یہ آنکھ کو پھوڑ دیتی اور دانت کو توڑ دیتی ہے (اگر کسی کی آنکھ یا دانت میں لگ جائے)

(بخاری و مسلم)

وفي رواية: أَنَّ قَرِيباً لابْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ؛ فَنَهَاهُ وقَالَ: إِنَّ رسولَ الله ﷺ نَهَى عَنِ الخَذْفِ وَقَالَ: «إِنَّهَا لا تَصِيدُ

ایک اور روایت میں ہے کہ عبداللہ بن مغفل کے ایک رشتے دار نے انگلی پر کنکری رکھ کر ماری، تو انہوں نے اسے اس سے روکا اور کہا، کہ رسول اللہ ﷺ نے

«صَيْداً» ثُمَّ عادَ فقالَ: أُحَدِّثُكَ أَنَّ رسولَ الله ﷺ نَهَى عَنْهُ، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ!؟ لا أُكَلِّمُكَ أَبَداً.

اس طرح کنکری مارنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ یہ کسی شکار کا شکار نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود قرابت دار نے دوبارہ یہی کام کیا' تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے کہا' میں تجھ سے بیان کر رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو دوبارہ انگلی پر رکھ کر کنکری مار رہا ہے! میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب النهي عن الخذف، وكتاب التفسير، تفسير سورة الفتح، باب ﴿إذ يبايعونك تحت الشجرة﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الصيد، باب إباحة ما يستعان به على الاصطياد والعدو وكراهية الخذف.

۱۶۷۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی اور ضد کرنے والوں سے بات چیت بند کر دینا اور ان سے تعلق منقطع کر لینا جائز ہے جیسا کہ صحابہ کا عمل اوپر بیان ہوا۔

١٦٨ ـ وعن عابسِ بْنِ ربيعةَ قال: رَأَيْتُ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ، رضي الله عنه، يُقَبِّلُ الْحَجَرَ ـ يَعْنِي الأَسْوَدَ ـ ويَقُولُ: إنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ ولا تَضُرُّ، ولَوْلا أَنِّي رَأَيْتُ رسولَ الله ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. متفقٌ عليه.

۱۲ / ۱۶۸۔ عابس بن ربیعہ کہتے ہیں' میں نے عمر بن الخطاب ؓ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے' میں جانتا ہوں' تو ایک پتھر ہے' نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے' اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا' تو میں تجھے (کبھی) بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب تقبيل الحجر الأسود في الطواف ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب تقبيل الحجر الأسود فى الطواف.

۱۶۸۔ **فوائد:** حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے فرمایا تاکہ جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ حجر اسود کو اس لئے چوما جاتا ہے کہ اسلام میں بھی پتھر تعظیم کے قابل ہیں جیسے لوگ زمانہ جاہلیت میں یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ اس چومنے سے مقصد صرف اتباع رسولؐ ہے۔ (۲) ہر معاملے اور حکم میں اتباع نبوی ضروری ہے چاہے اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہیں۔ بعض لوگ اس کی بنیاد پر بزرگوں کی قبروں کو چومنا اور ان کی تعظیم بجالانا جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حجر اسود کو چومنا تو ایک عبادت اور عبادت کا ایک حصہ ہے اور عبادات توقیفی ہیں (یعنی اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے مقرر ہیں) اس میں کمی بیشی نہیں کی جا سکتی نہ ان پر کسی اور چیز کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

١٧ ـ بَابُ فِي وُجُوبِ الانْقِيَادِ

۱۷۔ اس بات کا بیان کہ اللہ کے حکم کی

لِحُكْمِ اللهِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ دُعِيَ إِلَى ذٰلِكَ، وَأُمِرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نُهِيَ عَنْ مُنْكَرٍ

اطاعت ضروری ہے اور اس بات کا بیان کہ جس کو اس کی طرف بلایا جائے اور اسے نیکی کا حکم دیا جائے یا برائی سے روکا جائے، تو وہ کیا کہے؟

قال الله تعالى: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾﴾ [النساء: ٦٥]، وقال تعالى: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾﴾ [النور: ٥١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے پیغمبر!) تیرے رب کی قسم ہے وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے اپنا ثالث نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے دل سے تسلیم کر لیں۔

اور فرمایا: مومنوں کا قول تو، جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وَفِيهِ مِنَ الأَحَادِيثِ حَدِيثُ أَبي هُرَيْرَةَ الْمَذكُورُ في أَوَّلِ الْبَابِ قَبْلَهُ، وَغَيْرُهُ مِنَ الأَحَادِيثِ فيهِ.

باب سے متعلقہ احادیث میں سے ایک وہ حدیث ابی ہریرہؓ ہے جو ماقبل کے باب کے شروع میں گزری اور اس کے علاوہ متعدد احادیث ہیں۔ انہی میں سے ایک درج ذیل ہے:

١٦٩ - عن أَبي هريرة رضي الله عنه، قال: لَمَّا نَزَلَتْ عَلَى رسولِ الله ﷺ ﴿لِّلَّهِ مَا فِي السَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ ۖ﴾ الآية [البقرة: ٢٨٤]، اشْتَدَّ ذٰلكَ عَلَى أَصْحَابِ رسولِ الله ﷺ، فَأَتَوْا رسولَ الله ﷺ، ثُمَّ بَرَكُوا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوا: أَيْ رسولَ اللهِ! كُلِّفْنَا مِنَ الأَعْمَالِ مَا نُطِيقُ: الصَّلاةَ وَالْجِهَادَ وَالصِّيَامَ وَالصَّدَقَةَ، وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الآيَةُ

۱/ ۱۶۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی "اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو وہ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا" (البقرۃ، ۲۸۴)

تو یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑی گراں گزری، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا، اے اللہ کے رسول! ہمیں بہت سے اعمال کا مکلف (پابند) کیا گیا جن کی (ادائیگی کی) ہم طاقت رکھتے ہیں، (جیسے) نماز ہے، جہاد ہے، روزہ اور صدقہ ہے اور

وَلا نُطِيقُهَا. قَالَ رسولُ الله ﷺ: «أَتُرِيدُونَ أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؟ بَلْ قُولُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفرَانَكَ رَبَّنَا وإلَيْكَ الْمَصِيرُ» فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ، وَذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ؛ أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِي إِثْرِهَا: ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَاۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ﴾ فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللهُ تَعَالَى؛ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَاۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَاۚ﴾، قَالَ: «نَعَمْ ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَاۚ﴾، قَالَ: نَعَمْ ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦۖ﴾، قَالَ: نَعَمْ ﴿وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾، قَالَ: نَعَمْ» رواه مسلم.

(اب) آپ پر یہ آیت (مذکورہ) نازل ہوئی ہے، یہ ہماری طاقت سے باہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کیا تم اس طرح کہنا چاہتے ہو جس طرح تم سے پہلے دو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا، کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی؟ بلکہ تم کہو، ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف ہی پھرنا ہے"۔ جب لوگوں نے (آپ کے بتلائے ہوئے کلمات) پڑھے اور ان کے ساتھ ان کی زبانیں رواں ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ نازل فرما دیا۔ آمن الرّسُول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون الآیۃ "رسول اللہ ﷺ اور مومنین اس پر ایمان لائے جو رسول کی طرف نازل کی گئی، سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا، ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے" جب انہوں نے ایسا کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے حصے کو (جو ان پر گراں گزر رہا تھا) منسوخ فرما دیا اور (اس کی جگہ) یہ نازل فرما دیا "اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو اچھے کام کرے گا، اس کا فائدہ اسی کو ہو گا اور جو برے کام کرے گا اس کا وبال اسی پر ہو گا، اے ہمارے رب! ہماری بھول اور خطاؤں پر ہماری گرفت نہ فرما" اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اچھا "اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈالنا جس طرح تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں۔ "اور ہمیں معاف فرما دے، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس تو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما" اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں۔

(مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه سبحانه وتعالى لم يكلّف إلا ما يطاق.

۱۶۹۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ پہلے انسان کے دل میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں پر بھی مواخذے کا حکم نازل ہوا تھا' جن کے روکنے پر کوئی انسان قادر نہیں تھا۔ اس لئے صحابہ بجا طور پر سخت پریشان ہوئے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر جب انہوں نے سمع و طاعت کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرما دیا اور وضاحت فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف مالایطاق میں مبتلا نہیں کرتا۔ اس لئے اب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے تمام حکموں کو بجا لائے' کیونکہ اب اس کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو انسان کی طاقت سے بالا ہو۔

١٨ - بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبِدَعِ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ

قال الله تعالى: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ﴾ [يونس: ٣٢]، وقال تعالى: ﴿مَّا فَرَّطْنَا فِى ٱلْكِتَٰبِ مِن شَىْءٍ﴾ [الأنعام: ٣٨]، وقال تعالى: ﴿فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء: ٥٩] أي: الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ. وَقَالَ تَعَالَى: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِى مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ﴾ [الأنعام: ١٥٣]، وقال تعالى: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ [آل عمران: ٣١] وَالآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

وَأَمَّا الأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدّاً، وَهِيَ مَشْهُورَةٌ، فَنَقْتَصِرُ عَلَى طَرَفٍ مِنْهَا:

١٧٠ - عن عائشة رضي الله عنها،

۱۸۔ بدعات اور (دین میں) نئے نئے کاموں کے پیدا کرنے کی ممانعت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' پس نہیں ہے حق کے بعد مگر گمراہی۔
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ہم نے کتاب میں کسی چیز (کے بیان کرنے) میں کوتاہی سے کام نہیں لیا۔
اور فرمایا: اگر تم کسی چیز کی بابت آپس میں اختلاف و نزاع کرو' تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔
اور فرمایا: اور یہ ہے میرا راستہ سیدھا' پس تم اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو ورنہ وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جدا کر دیں گے۔
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے پیغمبر کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔

اور اس باب میں اور بہت سی آیات ہیں اور معلوم ہیں اور احادیث بھی بہت زیادہ ہیں اور وہ بھی مشہور ہیں' ہم ان میں سے چند ایک کے بیان پر ہی کفایت کریں گے:

۱/ ۱۷۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول

قالت: قال رسولُ الله ﷺ: « مَنْ أَحْدَثَ في أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ» متفقٌ عليه.

وفي رواية لمسلمٍ: «مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ».

اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے ہمارے اس دین میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی بابت ہمارا حکم نہیں ہے، تو وہ مردود ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود - وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور.

۱۷۰۔ **فوائد**: اس میں ایک نہایت اہم ضابطہ اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس حدیث کو اور اس میں بیان کردہ اصول اور ضابطے کو کوئی اہمیت نہیں دی، جس کا نتیجہ ہے کہ بدعات عام ہیں، بلکہ اصل دین ہی بدعات و رسومات کو سمجھ لیا گیا ہے اور نہایت شد و مد سے ان پر عمل کیا اور کرایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو جہالت اور دین سے بے خبری ہے۔ دوسری وجہ اس ضابطے کا عدم فہم ہے۔ حالانکہ یہ ضابطہ نہایت واضح ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ کام جسے نیکی اور ذریعہ تقرب سمجھ کر کیا جائے درآں حالیکہ اس پر کتاب و سنت کی کوئی دلیل نہ ہو یا نصوص شریعت کی اس تعبیر سے وہ مختلف ہو جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے کی جو اسلام کا بہترین دور ہے اور خیرالقرون کے تعامل کی تائید سے بھی وہ محروم ہو۔ ایسے تمام کام بدعت ہوں گے۔

١٧١ - وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: كـان رسـولُ الله ﷺ، إذا خَطَـبَ احْمَـرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلا صَوْتُهُ، واشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ: «صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ» ويَقُولُ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ» وَيَقْرِنُ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ؛ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَيَقُولُ: «أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهَـدْيِ هَـدْيُ مُحَمَّـدٍ ﷺ وَشَـرَّ الأُمُـورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ» ثُمَّ يَقُولُ: «أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْناً أَوْ ضَيَاعاً فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ» رواه مسلم.

۲/ ۱۷۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی اور آپ کا غضب شدید ہو جاتا، حتیٰ کہ ایسا ہو جاتے گویا آپ (دشمن کے) کسی لشکر سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ فرماتے، وہ تم پر صبح یا شام کو حملہ کرنے والا ہے اور فرماتے کہ میں اور قیامت ایسے معبوث کئے گئے ہیں، جیسے یہ دو انگلیاں ہیں اور آپ اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی دونوں کو ملا لیتے (یعنی جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے متصل ہیں، درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں، اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں) اور فرماتے، اما بعد، یقیناً بہترین بات، اللہ کی کتاب ہے

اور بہترین راستہ محمد (ﷺ) کا راستہ ہے، اور بدترین کام (دین میں) نئے پیدا کردہ کام ہیں اور (ایسا) ہر نیا کام (بدعت) گمراہی ہے۔ پھر فرماتے، میں ہر مومن پر اس کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں (یعنی اس کے معاملات میں اس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں) جو شخص مال چھوڑ جائے، پس وہ اس کے ورثاء کے لئے ہے جو قرض یا محتاج اہل و عیال چھوڑ کر مرجائے تو (قرض کی ادائیگی) میری ذمے داری اور (بچوں کی نگرانی کا فریضہ) مجھ پر ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة.

۱۷۱۔ **فوائد:** اس میں نبی ﷺ کے انداز خطابت کا ذکر ہے اور آپ کے وجود گرامی کو قرب قیامت کی علامت بتلایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کتاب و سنت کی اہمیت اور بدعات کی ہلاکت خیزی کے ساتھ یتیموں اور ضرورت مندوں کی کفالت کو حکومت وقت (بیت المال) کی ذمہ داری بتلایا گیا ہے۔ کیونکہ خلفاء ہی رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں اور جو کام آپ اپنی زندگی میں کرتے تھے، اب وہی کام ان کے ذمے ہیں۔ نیز لوگوں کے چھوڑے ہوئے مال کے حق دار، میت کے ورثاء ہی ہیں نہ کہ کوئی اور۔

۱۷۲- وعن الْعِرْبَاضِ بن سَارِيَةَ، رضي الله عنه، حَدِيثُهُ السَّابِقُ في بَابِ الْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ.

۳ / ۱۷۲ حضرت عرباضؓ بن ساریہ کی حدیث جو اس حدیث سے ملتی جلتی ہے وہ اس سے پہلے باب "سنت کی حفاظت" میں گزر چکی ہے۔

۱۹ ـ بَابٌ فِي مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً

۱۹۔ اس شخص کا بیان جو کوئی اچھا یا برا طریقہ جاری کرے

قال اللهُ تعالى: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ [الفرقان: ۷٤]، وقال تعالى: ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ [الأنبياء: ۷۳].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ (اللہ کے بندے ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا کر جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقیوں کے لئے پیشوا بنا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور بنایا ہم نے ان کو پیشوا، وہ ہمارے حکم کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

۱۷۳ ـ عَنْ أَبِي عَمْرٍو، جَرِيرِ بن عبدِ الله، رضي الله عنه، قال: كُنَّا في

۱/ ۱۷۳۔ حضرت ابو عمرو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم دن کے شروع میں رسول اللہ ﷺ

صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ، فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ، أَو الْعَبَاءِ، مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ، عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ؛ فتمعَّرَ رسولُ الله ﷺ، لِمَا رَأى بهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ؛ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَأَمَرَ بلالًا فأذَّنَ وَأقَامَ، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ؛ فَقَالَ: «﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ﴾ إلَى آخِرِ الآية: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا﴾، وَالآيَةَ الأُخْرى الَّتِي في آخِرِ الْحَشْرِ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٞ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٖ﴾ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ» حَتَّى قَالَ: «وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ»، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ، حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رسولِ الله ﷺ، يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ؛ فقال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ سَنَّ فِي الإسْلامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ» رواه مسلم.

قَوْلُهُ «مُجْتَابِي النِّمَارِ» هُوَ بالجِيمِ وبعد الأَلِفِ باءٌ مُوَحَّدَةٌ. والنِّمَارُ: جَمْعُ نَمِرَةٍ، وَهِيَ: كِسَاءٌ مِنْ صُوفٍ مُخَطَّطٌ. وَمَعْنَى «مُجْتَابِيهَا» أي: لابِسِيهَا قَدْ خَرَقُوهَا في رُؤُوسِهِم. وَ«الْجَوْبُ»: الْقَطْعُ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَثَمُودَ ٱلَّذِينَ جَابُواْ ٱلصَّخۡرَ

کے پاس تھے کہ آپ کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جو ننگے بدن تھے، اون کی دھاری دار چادریں یا کمبل ڈالے ہوئے تھے اور گردنوں میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، ان کی اکثریت مضر قبیلے سے، بلکہ سارے ہی مضر سے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی فاقہ زدگی کا مشاہدہ فرمایا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، آپ (گھر کے) اندر تشریف لے گئے اور پھر باہر آگئے، بلال ؓ کو حکم دیا، انہوں نے اذان دی، پھر (جب لوگ نماز کے لئے جمع ہو گئے تو) تکبیر کہی اور آپ ؐ نے نماز پڑھائی، پھر لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اس میں آپ نے فرمایا، لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا.... (سورۂ نساء، ا) آخر یعنی رقیبا تک۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد سورۂ حشر کی آیت پڑھی ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور نفس کو چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے جو آگے بھیجا ہے، اسے دیکھے“ (اس کے بعد آپ نے صدقہ و خیرات کی ترغیب دی) فرمایا ہر آدمی کو چاہئے کہ صدقہ کرے، دینار و درہم کا، کپڑے کا، گندم کے صاع کا، کھجور کے صاع کا (صاع ایک پیمانہ تھا، ڈھائی کلو کا) حتیٰ کہ فرمایا، گو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ (یعنی تھوڑا یا زیادہ، جس کو جتنی توفیق ہو، صدقہ کرے) چنانچہ انصار میں سے ایک آدمی ایک تھیلی لے کر آیا (جو اتنی بھاری تھی کہ) اس کی ہتھیلی اس کو اٹھانے سے عاجز آرہی تھی بلکہ عاجز ہو چکی تھی، پھر لوگ (لے لے کر) پے در پے آتے رہے، یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر دیکھے، ایک سامان خوراک کا اور دوسرا کپڑوں کا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ کا چہرۂ انور اس طرح چمک رہا تھا گویا کہ وہ سونے کا ٹکڑا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے

بِالْوَادِ ﴾ أَيْ: نَحتُوهُ وَقَطَعُوهُ. وَقَولُهُ: «تَمَعَّرَ» هو بالعين المهملة، أَيْ تَغَيَّرَ، وَقَوْلُهُ: «رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ» بفتح الكاف وضمّها؛ أَيْ: صُبْرَتَيْنِ. وَقَوْلُهُ: «كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ» هو بالذالِ المعجمةِ، وفتحِ الهاءِ والباءِ الموحدة. قَالَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ. وَصَحَّفَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالَ: «مُدْهُنَةٌ» بدَالٍ مهملةٍ وضم الهاءِ وبالنونِ، وَكَذَا ضَبَطَهُ الْحُمَيْدِيُّ، وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الأَوَّلُ. وَالْمُرَادُ بِهِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ: الصَّفَاءُ وَالاسْتِنَارَة.

لئے اس کا اپنا اجر اور ان تمام لوگوں کا اجر ہو گا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے اجروں میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس کے اپنے گناہ کا بوجھ اور ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہو گا جو اس پر اس کے بعد عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں کے بوجھ میں کوئی کمی کی جائے۔ (مسلم)

مجتابی النمار۔ جیم کے ساتھ اور الف کے بعد باء موحدہ (ایک نقطے والی باء) اور نمار، نمر کی جمع ہے، اون کی دھاری دار چادریں۔ **مجتابیھا** کے معنی ہیں، انہیں پہننے والے۔ انہوں نے وہ چادریں یا کھالیں درمیان سے پھاڑ کر سر سے گزار کر پہن رکھی تھیں یعنی اتنی چھوٹی تھیں کہ نہ قمیض بن سکتی تھی نہ لپیٹی جا سکتی تھیں۔ **جوب** کے معنی ہیں کاٹنا، ٹکڑے کرنا۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وثمود الذین جابوا الصخر بالواد (اور وہ ثمود، جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو تراشا اور کاٹا) **تمعر**، عین مہملہ کے ساتھ، متغیر ہو گیا۔ **کومین**، کاف پر زبر اور پیش (دونوں طرح صحیح ہے) دو ڈھیر۔ مذھبۃ، ذال معجمہ اور ہاء اور بائے موحدہ پر زبر کے ساتھ، قاضی عیاض وغیرہ نے اسے اس طرح ضبط کیا ہے۔ بعض نے اس میں تبدیلی کی ہے، انہوں نے اسے مدھنۃ بنایا ہے، دال مہملہ اور ہاء اور نون پر پیش کے ساتھ۔ اسی طرح امام حمیدیؒ نے بھی ضبط کیا ہے اور صحیح اور مشہور پہلا ہے۔ دونوں صورتوں میں مراد چہرۂ مبارک کی صفائی اور چمک دمک ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو بکلمۃ طیبۃ.

۱۷۳۔ **فوائد**: بعض لوگ من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ کے الفاظ سے **بدعت حسنہ** کا جواز کشید کرتے ہیں اور یوں **بدعت** کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں، حسنہ اور سیئہ۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ **بدعت** کوئی بھی

ہو، وہ حسنہ نہیں ہو سکتی۔ بدعت، ہمیشہ بری ہی ہو گی۔ اس لئے کہ بدعت سازی دراصل شریعت سازی ہے جس کا حق کسی انسان کو نہیں ہے۔ شریعت سازی کا تمام تر اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے۔ وہی اصل شارع ہے اور اسی کے حکم اور اجازت سے پیغمبر لوگوں کو احکام شریعت بتلاتا ہے۔ یہ حق اللہ نے پیغمبروں کو بھی نہیں دیا ہے، چہ جائیکہ کسی صاحب قبہ و جبہ کو یہ حق حاصل ہو۔ اس لئے اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو چیز اسلام میں مشروع اور جائز ہے، اس پر عمل کرنے اور اسے فروغ دینے کے لئے جو شخص کوئی نیا طریقہ اختیار کرے گا، جسے بعد میں دوسرے لوگ بھی اختیار کرلیں، تو اسے اپنے عملِ حَسَن کا ثواب تو ملے گا ہی، ان لوگوں کا ثواب بھی ملے گا جو اس طریقے کو اختیار کر کے وہ عمل صالح کریں گے۔ لیکن جس چیز کا سرے سے کوئی ثبوت ہی شریعت میں نہ ہو، اس کا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے، وہ ہر صورت میں سیئہ ہے، وہ حسنہ نہیں ہو سکتا۔ حدیث کے جو دیگر فوائد ہیں، وہ واضح ہیں۔

١٧٤ ـ وعن ابن مسعودٍ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «ليس مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْماً إلَّا كَان عَلَى ابْنِ آدم الأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لأنَّهُ كَان أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ» متفقٌ عليه.

۲/ ۱۷۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو جان بھی ظلم سے قتل کی جاتی ہے، تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر اس کے خون ناحق کا ایک حصہ ہو گا، اس لئے کہ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ناحق کا طریقہ جاری کیا۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب يعذّب الميّت ببعض بكاء أهله، وكتاب الاعتصام، باب إثم من دعا إلي ضلالة، وغيرهما من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب القسامة، باب بيان إثم من سنّ القتل.

۱۷۴۔ **فوائد**: اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خلاف شریعت اور برے کاموں کو پہلے پہل کرنا، جس کی بعد میں لوگ تقلید کریں، کتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت تک اس کام کے کرنے کا گناہ اسے بھی ملتا رہے گا اس لئے امن و سلامتی اسی میں ہے کہ انسان صرف اتباع کرے اور ابتداع سے اجتناب کرے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے بدعات ایجاد نہ کرے۔

٢٠ ـ بَابٌ فِي الدَّلاَلَةِ عَلَى خَيْرٍ وَالدُّعَاءِ إِلَى هُدىً أَوْ ضَلاَلَةٍ

۲۰۔ خیر کی طرف رہنمائی کرنے اور ہدایت یا گمراہی کی طرف بلانے کا بیان

قال تعالى: ﴿وَٱدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ﴾ [القصص: ٨٧]، وقالَ تعالى: ﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥]، وقال تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ٢]، وقال تعالى: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ﴾ [آل عمران: ١٠٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اپنے رب کی طرف بلاؤ۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے سے بلاؤ۔

اور فرمایا، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

اور فرمایا: تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔

١٧٥ - وعن أَبي مسعودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرو الأَنْصاريِّ الْبَدْرِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرِ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ» رواه مسلم.

۱/ ۱۷۵۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی بھلائی پر رہنمائی کی، تو اس کے لئے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره.

۱۷۵۔ **فوائد**: نبی ﷺ نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا، جب ایک شخص نے آپ سے سفر کے لئے سواری مانگی، آپ نے فرمایا، میرے پاس تو سواری نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا، میں اسے ایسا آدمی بتلاتا ہوں جو اسے سواری مہیا کر دے گا۔ چنانچہ آپ نے بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے کا مذکورہ اجر بیان فرمایا۔ جس سے دلالت علی الخیر کی ترغیب ملتی ہے۔ یعنی خیر کی طرف رہنمائی کرنا بھی باعث اجر ہے۔

١٧٦ - وعن أبي هريرة رضي الله عنه، أَن رسولَ الله ﷺ قال: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأجرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لا يَنْقُصُ ذلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لا يَنْقُصُ ذلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئاً» رواه مسلم.

۲/ ۱۷۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا۔ یہ ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا اور جو کسی کو کسی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا اتنا وبال بھی ہو گا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو گناہ کرنے کا ہو گا۔ یہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنة حسنة أو سيئة، ومن دعا. . .

۱۷۶۔ **فوائد**: دعوت دے، بلائے، کا مطلب ہے اپنے عمل یا قول سے دوسروں کو نیکی یا برائی کی ترغیب دے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نیکی یا برائی کا سبب اور ذریعہ بننے والا، عنداللہ ماجور یا ماخوذ ہو گا یعنی اللہ کے ہاں اسے اجر ملے گا یا سزا پائے گا۔ بلکہ نیکی کی ترغیب پر اضعافا مضاعفہ (کئی گنا زیادہ) اجر و ثواب کا مستحق اور برائی کی ترغیب پر متعدد لوگوں کے گناہوں کا بھی ذمے دار ہو گا۔

١٧٧ - وعن أَبي العباسِ سَهْلِ بنِ سعدِ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال يَوْمَ خَيْبَرَ: «لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلاً يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ»، فَبَاتَ

۳/ ۱۷۷۔ حضرت ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن ارشاد فرمایا۔ میں یہ جھنڈا کل ایسے آدمی کو دوں گا، جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے

النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رسولِ الله ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بن أَبِي طالبٍ؟»، فَقِيلَ: يا رسولَ الله! هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قال: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ»، فَأُتِيَ بِهِ، فَبَصَقَ رسولُ الله ﷺ في عَيْنَيْهِ، ودَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ. فقال عَلِيٌّ رضي الله عنه: يارسولَ الله! أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلامِ، وأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ تَعَالَى فِيهِ، فَوَاللهِ لأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ» متفقٌ عليه. قوله «يَدُوكُونَ»: أَيْ يَخُوضُونَ وَيَتَحَدَّثُونَ، قَوْلُهُ: «رِسْلِكَ» بكسر الراءِ وَبِفَتْحِهَا لُغَتَانِ، والْكَسْرُ أَفْصَحُ.

محبت کرتا ہے۔ پس لوگوں نے رات یہ بحث کرتے ہوئے گزاری کہ کون وہ (خوش نصیب) ہو گا جسے ان میں سے جھنڈا دیا جائے گا؟ جب لوگوں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' سب کے سب امید رکھتے تھے کہ انہیں جھنڈا دیا جائے گا' آپ نے پوچھا' علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ اللہ کے رسول کو بتلایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں' آپ نے فرمایا' ان کی طرف پیغام بھیجو' چنانچہ وہ لائے گئے' رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی' پس وہ اس طرح ٹھیک ہوئے' جیسے ان کو کوئی درد ہی نہیں تھا۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ! میں ان سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ہم جیسے (مسلمان) ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا (ہاں) آرام و سکون کے ساتھ چلو' یہاں تک کہ تم ان کے میدان میں پڑاؤ ڈالو! پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتلاؤ کہ تم پر اللہ کے یہ یہ حق واجب ہیں۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے سے کسی ایک آدمی کا ہدایت یافتہ ہو جانا' تمہارے لئے (بیش قیمت) سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

یدوکون' کے معنی ہیں غور و خوض اور بحث کرتے رہے۔ رسلک' راء کے زیر اور زبر کے ساتھ' دونوں لغتیں ہیں۔ زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، وكتاب الجهاد، باب فضل من أسلم على يديه رجل، وغيرهما من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي رضى الله عنه.

۱۷۷۔ **فوائد:** اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور نبی ﷺ کے معجزے کے علاوہ' جہاد کے طریقے کا بیان ہے کہ پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دی جائے' اگر وہ اسے رد کر دیں تو پھر جہاد کیا جائے۔ جہاد بھی ایسا عمل ہے کہ اگر اس کے ذریعہ سے یا اس کے آغاز میں دعوت دینے سے کچھ لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے تو جہاد میں شریک لوگوں کو نو مسلموں کے اعمال خیر کا اجر بھی ملے گا۔

١٧٨ ـ وعن أنس رضي الله عنه، أنَّ فتًى مِنْ أسْلَمَ قال: يا رسُولَ اللهِ! إنِّي أُريد الْغَزْوَ وليْس مَعِي مَا أتجهَّزُ بِهِ؟ قَالَ: «ائْتِ فُلاناً فإنهُ قَـدْ كانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ» فَـأَتَـاهُ فقـال: إنَّ رسـولَ الله ﷺ يُقْرِئُـكَ السَّلامَ ويقُولُ: أَعْطِني الَّذي تجهَّزْتَ بِهِ، فقال: يَافُلانَةُ! أَعْطِيهِ الَّذي تجهزْتُ بِهِ، ولا تحْبِسي مِنه شَيْئاً، فَواللهِ لا تحْبِسين مِنْه شَيْئاً فَيُبَارَكَ لَكِ فِيهِ. رواه مسلم.

۴/ ۱۷۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے کہا، یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، لیکن میرے پاس وہ سامان نہیں جس کے ساتھ میں جہاد کی تیاری کروں۔ آپ نے فرمایا، فلاں شخص کے پاس جاؤ، اس نے جہاد کی تیاری کی تھی لیکن وہ بیمار ہو گیا۔ (یعنی اس سے سامان جہاد لے لو) چنانچہ وہ (نوجوان) اس کے پاس گیا اور جا کر کہا، رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم مجھے وہ سامان دے دو جس کے ساتھ تم نے جہاد کی تیاری کی ہے، اس شخص نے (اپنی بیوی سے کہا) اے فلانی! اس کو وہ سامان دے دے جس کے ساتھ میں نے جہاد کی تیاری کی تھی اور اس میں سے کوئی چیز مت روکنا اللہ کی قسم، تو اس میں سے کوئی چیز روک کر نہیں رکھے گی کہ پھر تمہارے لئے اس میں برکت ہو (یعنی سامان کا روکنا بے برکتی کا باعث ہو گا) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره وخلافته في أهله بخير.

۱۷۸۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیکی کے کام کے لئے انسان نے تیاری کی ہو لیکن بیماری اور عذر کی وجہ سے اس پر عمل کرنے سے وہ قاصر رہے تو وہی ساز و سامان اگر وہ کسی اور کو دے دے گا تو وہ بھی اس کے ساتھ عمل خیر یا اجر جہاد میں برابر کا شریک رہے گا۔

(۲) اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بجائے، مال کو اپنے پاس روکے رکھنا، بے برکتی اور اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔

٢١ ـ بَـابٌ فِـي التَّعَـاوُنِ عَلَـى الْبِـرِّ وَالتَّقْوَى

۲۱۔ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرنے کا بیان

قال اللهُ تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ [المائدة: ٢]، وقال تعالى: ﴿وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [العصر: ١ـ٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

اور فرمایا: قسم ہے زمانے کی، یقیناً انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، جنہوں نے عمل صالح کئے، ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

قال الإمامُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَه الله كَلاَماً مَعْنَاهُ: إنَّ النَّاسَ أَوْ أَكْثَرَهُمْ في غَفْلَةٍ عَنْ تَدَبُّرِ هٰذِهِ السُّورَةِ.

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ یا ان میں سے اکثر اس سورت میں غور و فکر اور تدبر کرنے میں غفلت کرتے ہیں۔

١٧٩ - عن أبي عبدِ الرحمٰنِ زيدِ بنِ خالدِ الْجُهَنيِّ رَضيَ الله عنه قالَ: قالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ جَهَّزَ غَازِياً في سَبيلِ اللهِ فقَدْ غزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِياً في أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غزَا» متفقٌ عليه.

۱ / ۱۷۹- ابو عبدالرحمٰن زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے اللہ کے راستے میں کسی جہاد کرنے والے کو جہاد کا سامان تیار کر کے دیا' بلاشبہ اس نے خود جہاد کیا اور جو کبھی جہاد کرنے والے کا' اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ اس کا جانشین (نگرانی اور خبر گیری کرنے والا) بنا' یقیناً اس نے (بھی) جہاد کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب من جهّز غازیا أو خَلَفَه - وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازی . . .

۱۷۹- **فوائد:** اس حدیث میں ایسا طریق کار بتلایا گیا ہے جس پر عمل کر کے جہاد کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنایا جا سکتا ہے اور جہاد کے اجر و ثواب میں سب لوگ برابر کے شریک ہو سکتے ہیں۔ معاشرے میں بہت سے تومند' قوی اور جوان ہوتے ہیں' لیکن ان کے پاس وسائل نہیں ہوتے' اس لئے وہ جہاد میں حصہ لینے سے محروم رہ سکتے ہیں اور یوں ایک نہایت کار آمد عنصر عضو معطل بنا رہ سکتا ہے۔ دوسری طرف ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس وسائل کی فراوانی ہے لیکن ان کے پاس صحت' قوت اور جوانی نہیں ہے جو جہاد کے لئے ضروری ہے۔ اس حدیث میں بیان کردہ طریق کار پر عمل کرنے سے رجال کار اور وسائل دونوں بہم جمع بھی ہو جاتے ہیں اور جہاد کے اجر میں بھی سب برابر کے شریک۔ خیال رہے' کہ قرون اولیٰ میں جہاد میں حصہ لینے والے مجاہدین' مستقل باقاعدہ تنخواہ دار نہیں ہوتے تھے' جیسے آجکل فوج کا ایک نہایت وسیع ادارہ ہے۔ بلکہ رضا کارانہ طور پر حصہ لیتے تھے' جیسے آج کل بھی بعض تنظیموں کے تحت لوگ جہاد میں رضاکارانہ حصہ لے رہے ہیں یہ حدیث ایسے ہی رضا کار مجاہدین کے بارے میں ہے۔ تاہم باقاعدہ فوجی بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں اور ان کی امداد اور ان کے گھر والوں کی خبر گیری بھی اس اجر کا مستحق بنا سکتی ہے۔ واللہ ذوالفضل العظیم

١٨٠ - وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي اللهُ عَنْهُ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، بَعَثَ بَعْثاً إلى بَني لَحْيانَ مِنْ هُذَيْلٍ فقالَ: «لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُما وَالأَجْرُ بَيْنَهُمَا» رواه مسلم.

۲ / ۱۸۰- حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے ہذیل قبیلے کی شاخ بنو لحیان کی طرف (جب کہ وہ مشرک تھے) ایک لشکر (ان سے جہاد کرنے کے لئے) بھیجا' اور فرمایا۔ ہر دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے اور ثواب دونوں کے درمیان ہو گا (یعنی دونوں اجر کے مستحق ہوں گے' جہاد میں جانے والا

اور دوسرا' اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرنے والا)
(مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره۔ ۔ ۔

۱۸۰۔ **فوائد:** اس میں بھی وہی مذکورہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ سب لوگ تو جہاد میں نہیں جا سکتے۔ تاہم نہ جانے والے اگر مجاہدین کے بال بچوں کی حفاظت اور ان کی ضروریات کی فراہمی کا کام سرانجام دیں گے تو ان کو بھی جہاد کا اجر مل جائے گا۔

١٨١ - وعن ابن عباسٍ رضي الله عنهما: أنَّ رسُولَ الله ﷺ لَقِيَ رَكْباً بالرَّوْحَاءِ فقال: «مَنِ الْقَوْمُ؟»، قَالُوا: المُسْلِمُونَ، فَقَالُوا: مَنْ أَنْتَ؟ قال: «رسولُ الله»، فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِياً فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قال: «نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ» رواه مسلم.

۳ / ۱۸۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ روحاء جگہ پر ایک قافلے کو ملے' آپ نے پوچھا' کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا' مسلمان۔ انہوں نے پوچھا' آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا' رسول اللہ۔ تو ایک عورت نے آپ کی طرف ایک بچہ اٹھا کر پوچھا' کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں اور اس کا اجر تجھے ملے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صحة حج الصبيّ وأجر من حجَّ به.

۱۸۱۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا لباس اور وضع و ہیئت اتنی سادہ تھی کہ عام صحابہ کے درمیان لوگوں کا آپ کو پہچاننا آسان نہیں ہوتا تھا۔ (۲) والدین کے ساتھ اگر بچہ حج کرے گا تو اس کا اجر والدین کو ملے گا' کیونکہ ابھی وہ خود حج کا مکلف نہیں ہے۔ اسی لئے بلوغت کے بعد' اگر یہ بچہ صاحب استطاعت ہوا' تو اس پر حج کرنا فرض ہو گا۔ صغر سنی میں کیا ہوا حج کافی نہیں ہو گا۔

١٨٢ - وعَنْ أَبِي موسى الأشْعَرِيِّ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ أَنَّهُ قال: «الخَازِنُ المُسْلِمُ الأَمِينُ الَّذي يُنْفِذُ ما أُمِرَ بِهِ، فَيُعْطِيهِ كامِلاً مُوَفَّراً، طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلى الَّذي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ المُتَصَدِّقِينَ» متفقٌ عليه.

۴ / ۱۸۲۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مسلمان امانت دار خزانچی' جو اس پر عمل کرے جس کا اس کو حکم دیا جائے اور پوری خوش دلی سے اس کو کامل اور پورا پورا (مال) دے جس کی بابت اسے حکم دیا گیا ہے' تو وہ بھی دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک (شمار) ہو گا۔

(بخاری و مسلم)

وفي رواية: «الَّذي يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ» وضبطُوا «المُتَصَدِّقَيْنِ» بفتح القاف مع

ایک اور روایت میں ہے "وہ جو دے' وہ چیز جس کا اس کو حکم دیا گیا ہو" اور متصدقین کو محدثین نے قاف کے زبر اور نون کے زیر کے ساتھ' تثنیہ بھی ضبط

كسر النون على التَّثْنِيَةِ، وَعَكْسُهُ عَلَى الجَمْعِ وكِلاهُمَا صَحِيحٌ.

کیا ہے اور اس کے برعکس جمع بھی (قاف کے زیر اور نون کے زبر کے ساتھ) اور دونوں طرح صحیح ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكوٰة، باب أجر الخادم - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب أجر الخازن الأمين والمرأة إذا تصدّقت.

۱۸۲۔ **فوائد:** اس میں بھی ایک نہایت ہی اہم اصول کا بیان ہے کہ جس شخص کو جس کام کا ذمے دار یا بیت المال کا امین بنایا جائے، تو وہ اپنی ذمے داری خوش دلی سے نبھائے، کسی پر حسد نہ کرے، ایذا نہ دے اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرے تو اسے بھی اس شخص کی طرح برابر کا اجر ملے گا، جس نے اس کے ذمے کوئی کام لگایا، یا اسے خزانچی بنایا۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ ہر شخص کو اپنی مفوضہ (سپرد کی گئی) ذمہ داری پوری خوش دلی اور رغبت سے ادا کرنی چاہیے۔

٢٢ - بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

۲۲۔ خیر خواہی کرنے کا بیان

قال تعالى: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ١٠]، وقال تعالى إخباراً عن نُوحٍ ﷺ: ﴿وَأَنصَحُ لَكُمْ﴾ [الأعراف: ٦٢]، وعَنْ هُودٍ ﷺ: ﴿وَأَنَا۠ لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝٦٨﴾ [الأعراف: ٦٨].

وَأَمَّا الأَحَادِيْث

١٨٣ - فَالأَوَّلُ: عن أبي رُقَيَّةَ تميم بنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ»، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «للهِ وَلِكتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ المُسْلِمينَ وَعَامَّتِهِمْ» رواه مسلم.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مومن تو سب بھائی بھائی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا: اور میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔

اور حضرت ہود علیہ السلام کا قول نقل فرمایا: اور میں تمہارے لئے خیر خواہ اور امانت دار ہوں۔

۱/ ۱۸۳۔ حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دین خیر خواہی کرنے (کا نام) ہے، ہم نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا، اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة.

۱۸۳۔ **فوائد:** اس میں خیر خواہی کی اہمیت و فضیلت اور اس کی عمومیت کا بیان ہے۔ اللہ کی خیر خواہی کا مطلب ہے، اس پر صحیح طور پر ایمان رکھا جائے اور اس کی عبادت اخلاص سے کی جائے، کتاب اللہ کی خیر خواہی، اس کی تصدیق، تلاوت کا التزام، اس کی تحریف سے اجتناب اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کی سنتوں کی پابندی کی جائے۔ مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی کا مطلب ہے، حق میں ان کی اعانت، غیر معصیت میں ان کی اطاعت کی جائے، وہ سیدھے راستے سے انحراف کریں تو انہیں معروف کا حکم دیا جائے اور ان کے خلاف خروج و بغاوت سے گریز کیا جائے الاّ یہ کہ ان سے کفر صریح کا اظہار ہو اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی دنیا و آخرت کی اصلاح کے

لئے' ان کی صحیح رہنمائی کی جائے' انہیں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔

١٨٤ ـ الثَّانِي: عَنْ جَرِيرِ بْنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: بَايَعْتُ رَسولَ الله ﷺ عَلَى إقَامِ الصَّلاةِ، وإيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. متفقٌ عليه.

۲/ ۱۸۴۔ حضرت جریر بن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے' نماز کے قائم کرنے' زکوٰۃ کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ "الدين النصيحة لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم" وغيره ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة.

۱۸۴۔ فوائد: اس سے بھی باہم خیر خواہی کی اہمیت واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز اور زکوٰۃ جیسے اہم ترین فرائض کی طرح صحابہ ؓ سے' ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنے کی بیعت لیتے تھے۔

١٨٥ ـ الثَّالِثُ: عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ» متفق عليه.

۳/ ۱۸۵۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا' جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه.... ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه من الخير.

۱۸۵۔ فوائد: یہ حدیث بھی مسلمانوں کی باہمی خیر خواہی کی فضیلت اور اس کی ترغیب کے بیان میں ہے۔ اگر مسلمان اس حدیث کے مقتضیٰ پر عمل کریں تو مسلمان معاشروں میں جو لوٹ کھسوٹ' رشوت' بددیانتی' جھوٹ' فریب اور جعل سازی وغیرہ اخلاقی بیماریاں عام ہیں' یک لخت ختم ہو جائیں۔ مسلمانوں کو تو ان کے دین نے بڑے سنہری اصول بتلائے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان ان سب سے غافل ہیں اور یوں ذلت اور بداخلاقی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے ہیں۔ هداهم الله تعالى

٢٣ ـ بَابٌ فِي الأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

۲۳۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا بیان

قال اللهُ تعالى: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾﴾ [آل عمران: ١٠٤]، وقال تعالى: ﴿كُنتُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اور فرمایا: تم بہترین امت ہو' جنہیں لوگوں کی (ہدایت)

خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [آل عمران: ١١٠]، وقال تعالى: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ ﴾ [الأعراف: ١٩٩]، وقال تعالى: ﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [التوبة: ٧١]، وقال تعالى: ﴿ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾ [المائدة: ٧٨، ٧٩]، وقال تعالى: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الكهف: ٢٩]، وقال تعالى: ﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾ [الحجر: ٩٤]، وقال تعالى: ﴿ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴾ [الأعراف: ١٦٥] وَالآياتُ في الباب كَثيرةٌ مَعلومةٌ.

وَأَمَّا الأَحاديثُ:

١٨٦ ـ فالأَوَّلُ: عن أبي سعيدٍ الخُدريِّ رضيَ الله عنه قالَ: سَمِعْتُ رسُولَ الله ﷺ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيمانِ» رواه مسلم.

کے لئے نکالا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔

اور فرمایا: اے پیغمبر! عفو و درگزر اختیار کر، نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

اور فرمایا: مومن مرد اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داوٗدؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرنے والے تھے، وہ ایک دوسرے کو ان برائیوں سے نہیں روکتے تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے، البتہ برا ہے، جو وہ کرتے تھے۔

اور فرمایا: کہہ دے! حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، بس جو چاہے، ایمان لائے اور جو چاہے، کفر کرے۔

اور فرمایا: جس چیز کا تجھے حکم دیا جاتا ہے، اسے کھول کر بیان کر دے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کی سخت عذاب کے ساتھ گرفت کی، بہ سبب اس کے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔

اس باب میں اور بہت سی آیات ہیں اور معلوم ہیں۔ اب متعلقہ احادیث ملاحظہ ہوں:

۱/۱۸۶۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، جو شخص تم میں سے کسی برائی کو (ہوتے) دیکھے، تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل (روک) دے۔ اگر (ہاتھ سے روکنے کی) طاقت نہیں ہے تو زبان سے (اس کی برائی کو واضح کرے) اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (اسے برا جانے) اور

یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان.

۱۸۶۔ **فوائد:** دیکھنے سے مطلب ہے، علم میں آنا، چاہے آنکھوں سے دیکھے یا نہ دیکھے۔ اس میں اسلامی معاشرے کو منکرات سے روکنے کے لئے ایک نہایت اہم حکم دیا گیا ہے۔ مسلمان جب تک اس پر عمل کرتے رہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بلا خوف لومتہ لائم اور بغیر کسی مفاد کے ادا کرتے رہے، مسلمان معاشرہ بہت سی قباحتوں، برائیوں اور گناہوں سے محفوظ رہا اور جب مسلمانوں نے اس فریضے کو فراموش کر دیا، تو ان کا معاشرہ منکرات کے سیلاب بے پناہ کی زد میں آگیا۔ کاش مسلمان پھر اس فریضے کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں تاکہ اس سیلاب کے آگے بند باندھا جاسکے۔

۱۸۷ ـ الثاني: عنِ ابن مسْعُودٍ رضي الله عنه، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا مِنْ نَبيٍّ بَعَثَهُ الله في أُمَّةٍ قَبْلي إلَّا كان لَه مِنْ أُمَّتِهِ حَوارِيُّون وَأَصْحابٌ يَأخُذُون بسُنَّتِهِ ويَقْتَدُون بأمْرِهِ، ثُمَّ إنها تخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يقُولُون مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لا يُؤْمَرُون، فَمَنْ جَاهَدَهُم بيَدِهِ فَهُو مُؤْمِنٌ، ومَنْ جَاهَدَهُمْ بقَلْبِهِ فَهُو مُؤْمِنٌ، ومَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُو مُؤْمِنٌ، وليس وراء ذلِك مِن الإيمانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ» رواه مسلم.

۲ / ۱۸۷۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے اللہ نے جو نبی بھی بھیجا، اس کے اس کی امت میں سے حواری اور ساتھی ہوتے، جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے دل کے ساتھ جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا (درجہ) نہیں۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون بیان النھی عن المنکر من الإیمان.

۱۸۷۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ منکرات کے ازالے کا، حسب طاقت، ہر مسلمان ذمے دار ہے، بلکہ یہ اس کے ایمان کی کسوٹی ہے۔ اگر ایک مسلمان منکر کے ازالے اور خاتمے کے لئے سعی کرتا یا کم از کم اسے برا سمجھتا ہے تو یہ اس کے ایمان کی دلیل ہے اور اگر برائی کو دل میں بھی برائی نہیں سمجھتا تو سمجھ لو کہ اس کا دل ایمان کے کمزور ترین درجے سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

۱۸۸ ـ الثالثُ: عن أبي الوليدِ عُبَادَةَ بنِ الصَّامتِ رضي الله عنه قال: بَايَعْنَا رسولَ الله ﷺ عَلى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ في العُسْرِ وَاليُسْرِ وَالمَنْشَطِ وَالمَكْرَهِ، وَعَلى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَعَلى أنْ لَا نُنَازِعَ الأمْرَ أَهْلَهُ إلَّا

۳ / ۱۸۸۔ حضرت ابو الولید عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور آسانی میں، خوشی اور ناگواری میں (ہر حالت میں) سمع و طاعت کریں گے اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور اس بات پر کہ ہم اقتدار

أَنْ تَرَوْا كُفراً بَوَاحاً عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ تَعَالَى فِيهِ بُرْهَانٌ، وَعَلى أَنْ نَقُولَ بالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخافُ في اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. متفقٌ عليه.

کے معاملے میں مسلمان حکمرانوں سے نہ لڑیں۔ مگر یہ کہ تم ان میں کفر صریح دیکھو، جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو اور اس بات پر کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، حق بات کہیں، اللہ کے (دین کے) بارے میں ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں۔ (بخاری و مسلم)

«المَنْشَط والمَكْره» بفَتْحِ ميميهما، أَيْ: في السَّهْلِ والصَّعْبِ. و«الأَثَرةُ»: الاخْتِصاصُ بالمُشْتَرَكِ وقد سَبَقَ بَيَانُها. «بَوَاحاً»: بِفَتْحِ الْبَاءِ المُوَحَّدَةِ بَعْدَهَا وَاوٌ ثُمَّ أَلِفٌ ثمّ حَاءٌ مُهْمَلَةٌ: أي ظاهِراً لَا يَحْتَمِلُ تَأويلاً.

منشط اور مکرہ، دونوں کی میم پر زبر۔ یعنی آسانی (سہولت) اور سختی (صعوبت) میں۔ الاثرۃ کا مطلب ہے، مشترک چیزوں میں خود ہی مالک بن جانا یا چند مخصوص افراد کو ترجیح دینا اور دوسروں کو ان سے محروم رکھنا، اس کا بیان پہلے (بھی) گزر چکا ہے۔ بواحا بائے موحدہ کی زبر کے ساتھ، اس کے بعد واؤ، پھر الف، پھر حائے مہملہ، معنی ہیں، ظاہر اور واضح، جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب "سترون بعدى أمورا تنكرونها"، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية.

۱۸۸۔ **فوائد:** اس میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ مسلم حکمران، فاسق اور ظالم بھی ہوں، تب بھی ان کی اطاعت سے انحراف نہ کیا جائے، اِلّا یہ کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں۔ اس میں اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح، جب تک ان سے کفر صریح کا اظہار نہ ہو، ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے، کیونکہ خروج و بغاوت میں نقصان کا زیادہ امکان ہے۔ نیز ہر موقعے پر حق کا اظہار ضروری اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنا امر لازم ہے، چاہے دنیا کچھ بھی کہے اور سمجھے۔

١٨٩ ـ الرَّابع: عن النُّعْمانِ بنِ بَشيرٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «مَثَلُ القَائمِ في حُدودِ اللهِ، وَالْوَاقعِ فيها كَمَثَلِ قَوم اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، وَكَانَ الَّذِينَ في أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الماءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا في نَصِيبِنا خَرْقاً وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنا، فَإِنْ

۴/ ۱۸۹۔ **حضرت نعمان بن بشیر** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود کو قائم کرنے والا ہے اور اس کی جو ان حدوں میں مبتلا ہونے والا ہے، ان لوگوں کی طرح ہے (جو ایک کشتی پر سوار ہوئے) انہوں نے کشتی کے (اوپر اور نیچے والے حصوں کے لئے) قرعہ اندازی کی، پس ان میں سے بعض اس کی بالائی منزل پر اور بعض نچلی منزل پر بیٹھ گئے۔ نچلی منزل والوں کو جب پانی لینے کی طلب ہوتی تو وہ اوپر

تَرَكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعاً، وإنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نجَوْا ونجَوْا جَمِيعاً» رواه البخاري. «القَائِمُ في حُدُودِ اللهِ تَعالى» مَعْنَاهُ: المُنْكِرُ لَهَا، القَائِمُ في دفْعِهَا وإزالَتِهَا، والمُرادُ بالحُدُودِ: مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ. «اسْتَهَمُوا»: اقترَعُوا.

آتے اور بالا نشینوں پر سے گزرتے (جو انہیں ناگوار گزرتا) چنانچہ نچلی منزل والوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے (نچلے) حصے میں سوراخ کر لیں (تاکہ اوپر جانے کی بجائے' سوراخ سے ہی پانی لے لیں) اور اپنے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں (تو کیا اچھا ہو)۔ پس اوپر والے' نیچے والوں کو ان کے اس ارادے سمیت' چھوڑ دیں' (انہیں سوراخ کرنے سے نہ روکیں اور وہ سوراخ کر لیں) تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے (کیونکہ سوراخ کے ہوتے ہی ساری کشتی میں پانی جمع ہو جائے گا' جس سے کشتی تمام مسافروں سمیت غرق آب ہو جائے گی) اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں گے (سوراخ نہیں کرنے دیں گے) تو وہ خود بھی اور دوسرے تمام مسافر بھی بچ جائیں گے۔ (بخاری)

اللہ کی حدوں کو قائم کرنے والے کا مطلب ہے' اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کا انکار کرنے والا اور ان کے ازالہ و رفع کی کوشش کرنے والا۔ استھموا' کے معنی ہیں' انہوں نے قرعہ اندازی کی۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الشركة، باب هل يقرع في القسمة؟ وكتاب الشهادات، باب القرعة فى المشكلات.

۱۸۹- **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں منکرات کے ارتکاب کے نتائج' مرتکبین کی ذات تک محدود نہیں رہتے۔ بلکہ ان کے اثرات بد پورے معاشرے کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ اس لئے معاشرے کو تباہی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ فسق و فجور کا ارتکاب کرنے والوں کو اللہ کی نافرمانی کرنے سے روکا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو سارا معاشرہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آسکتا ہے۔

١٩٠ ـ الخامسُ: عَنْ أُمِّ المُؤْمِنِين أُمِّ سَلَمَة هِنْدِ بنتِ أَبي أُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رضي الله عنها عن النبيِّ ﷺ أنه قال: «إنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِىءَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، ولَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ» قالوا: يَا رَسُولَ

۵ / ۱۹۰ - حضرت ام المومنین ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ حذیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یقیناً تم پر عنقریب ایسے لوگ حکمران بنائے جائیں گے' جن کے (کچھ کاموں کو) تم پسند کرو گے اور کچھ کو ناپسند۔ پس جس نے (ان کے برے کاموں کو) برا سمجھا' وہ بری ہوگیا' جس نے انکار کیا (نقد کیا) وہ بچ گیا' لیکن جو راضی

اللهِ! أَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ» رواه مسلم.

ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم ایسے حکمرانوں سے قتال نہ کریں؟ آپ ؐ نے فرمایا' نہیں' جب تک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم رکھیں۔ (مسلم)

مَعْنَاهُ: مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَسْتَطِعْ إِنْكَاراً بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الإِثْمِ، وَأَدَّى وَظِيفَتَهُ، وَمَنْ أَنْكَرَ بِحَسَبِ طَاقَتِهِ فَقَدْ سَلِمَ مِنْ هٰذِهِ المَعْصِيَةِ، وَمَنْ رَضِيَ بِفِعْلِهِمْ وَتَابَعَهُمْ، فَهُوَ العَاصِي.

اس کے معنی ہیں' جس نے دل سے برا سمجھا اور اس کے پاس ہاتھ یا زبان سے انکار کی طاقت نہیں تھی' پس وہ گناہ سے بری ہو گیا اور اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے اپنی طاقت کے مطابق انکار کیا' وہ اس معصیت سے بچ گیا اور جو ان کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی متابعت کی' پس وہ گناہ گار ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب الإنکار علی الأمراء فیما یخالف الشرع.

۱۹۰- **فوائد:** مسلم حکمرانوں کی اطاعت کو نماز کے ساتھ مشروط کر کے اس امر کی وضاحت فرما دی کہ نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ (۲) اگر طاقت ہو تو حکمرانوں کو برائی سے ضرور روکے' بصورت دیگر دل سے برا جانے۔ برائی میں ان کے ساتھ شرکت و رضا مندی' نہایت خطرناک ہے۔ اس لحاظ سے آج کل سیاسی پارٹیوں میں شرکت بہت خطرناک معاملہ ہے' کیونکہ یہ پارٹیاں جب اقتدار میں آتی ہیں تو پارٹی ممبران کو ان کے ہر اچھے برے کام میں ان کی ہمنوائی اور متابعت کرنی پڑتی ہے۔

١٩١ - السَّادِسُ: عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ الْحَكَمِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعاً يَقُولُ: «لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِن رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ» وَحَلَّقَ بِأُصْبُعَيْهِ الإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟ قال: «نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ» متفقٌ عليه.

۶/ ۱۹۱- ام المومنین ام حکم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (ایک روز) ان کے پاس بڑے گھبرائے ہوئے تشریف لائے' آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' عربوں کے لئے اس شر کی وجہ سے ہلاکت ہے' جو قریب آگئی ہے' آج یاجوج وماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کھول دیا گیا ہے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں (انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی) سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' جب کہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا' ہاں جب برائی عام ہو جائے۔ (تو پھر نیک بھی بدوں کی صف میں شمار کر لئے جاتے ہیں)۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، وكتاب الفتن، باب قصة يأجوج ومأجوج وغيرهما من الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب الفتن، باب اقتراب الفتن وفتح ردم يأجوج ومأجوج.

۱۹۱- **فوائد:** اس میں بھی فسق و فجور اور معصیت کی نحوست کا بیان ہے کہ جب برائی اور معصیت عام ہو جائے تو پھر بعض نیک لوگوں کے باوجود اس قوم کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ تاہم نیک لوگوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا ہو گا تو قیامت والے دن' یہ برائی کا ارتکاب کرنے والوں سے الگ ہوں گے۔ اس میں انکار علی المعاصی کی ترغیب ہے۔

١٩٢ ـ السَّابِعُ: عَنْ أبي سَعيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي اللهُ عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «إيّاكُمْ وَالْجُلُوسَ في الطرُقَاتِ» فَقَالُوا: يَا رَسولَ الله! مَا لنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ؛ نَتَحَدَّثُ فِيهَا! فقال رسول الله ﷺ: «فَإِذَا أَبَيْتُمْ إلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ» قالوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رسولَ الله؟! قال: «غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الأَذَى، وَرَدُّ السَّلامِ، وَالأَمْرُ بالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ» متفقٌ عليه.

۷ / ۱۹۲ - **حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو! صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہمارے لئے ان مجلسوں کے بغیر چارہ نہیں' ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر تم نے وہاں ضرور بیٹھنا ہی ہے تو تم راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا' یا رسول اللہ' راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' نگاہوں کو پست رکھنا' تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹا دینا (یا خود تکلیف پہنچانے سے باز رہنا) سلام کا جواب دینا' نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا۔**

(بخاری و مسلم)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب أفنية الدور والجلوس فيها على الصعدات و كتاب الاستئذان ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب النهي عن الجلوس فى الطرقات.

۱۹۲- **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ عام راستے اور سڑکیں' جو لوگوں کی گزر گاہیں ہوں' ان پر ایسے انداز سے بیٹھنا کہ جن سے آنے جانے والے مردوں اور عورتوں کو تکلیف ہو' جائز نہیں ہے اور جب صرف بیٹھنا ہی جائز نہیں ہے تو پھر ان پر تجاوزات قائم کر کے یا شادی بیاہ کے موقعوں پر ان کو بند کر کے ہزاروں لوگوں کو پریشان کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ جو بد قسمتی سے ہمارے ملک میں عام ہے۔ (۲) تاہم اگر ایسا کرنا ناگزیر ہو تو پھر مذکورہ آداب و شرائط کے ساتھ اس کا جواز ہو گا۔ اس کے مزید کچھ اور آداب دیگر احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً' اچھی گفتگو کرنا' کوئی زیادہ بوجھ لادے ہوئے جا رہا ہو تو اس کی مدد کرنا' مظلوم اور مصیبت زدہ کے ساتھ تعاون کرنا' بھٹکے ہوئے کی رہنمائی کرنا' چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا وغیرہ۔

١٩٣ ـ الثَّامِنُ: عن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما أن رسولَ الله ﷺ رَأَى

۸ / ۱۹۳ - **حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی**

خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ في يَدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ وَقَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُها في يَدِهِ!» فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رسولُ الله ﷺ خُذْ خَاتَمَكَ؛ انْتَفِعْ بِهِ. قَالَ: لا وَاللهِ! لا آخُذُهُ أَبَداً وَقَدْ طَرَحَهُ رسولُ الله ﷺ. رواه مسلم.

انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا' تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے! (آپ نے اس انگوٹھی کو انگارہ قرار دیا جو ہاتھ میں رکھا گیا) رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا' اپنی انگوٹھی پکڑ لو اور اس (کو بیچ کر یا ہبہ کر کے اس) سے فائدہ اٹھا لو! اس نے جواب دیا' نہیں' اللہ کی قسم! میں اس چیز کو کبھی نہیں لوں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم خاتم الذهب على الرجل.

۱۹۳۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے جس طرح سونے کا زیور حرام ہے' اسی طرح ایک انگوٹھی پہننا بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل منگنی کی خود ساختہ رسم میں مردوں کو سونے کی انگوٹھی دینے کا عام رواج ہے اور مرد اسے بڑے فخر سے پہنتے ہیں۔ یہ رواج نہایت خطرناک ہے' اسے بالکل ختم کر دینا چاہئے۔ اول تو منگنی کے موقع پر لینے دینے اور بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام' خواہ مخواہ کا بوجھ اور تکلف ہے' جو شرعاً محل نظر ہے' پھر حرام چیزوں کا لینا دینا تو اس پر مزید ظلم اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسلمان قوم کو ہدایت نصیب فرمائے۔ (۲) اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ اطاعتِ رسول کا جو نمونہ ہے' وہ بھی بے مثال ہے۔

١٩٤ ـ التَّاسِعُ: عَنْ أَبي سَعِيدٍ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّ عَائِذَ بنَ عَمْرٍو رضي الله عنه دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللهِ بن زِيَادٍ فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ، إِنِّي سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ» فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ فَقَالَ لَهُ: اجْلِسْ فَإِنَّمَا أَنتَ مِنْ نُخَالَةِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ، فقال: وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ، إِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفي غَيْرِهِمْ! رواه مسلم.

۹ / ۱۹۴۔ حضرت ابو سعید حسن بصری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ' عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے' اور فرمایا' اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ حکمران سب سے بدتر ہیں جو اپنی رعایا پر سختی کرتے ہیں' تو ان میں سے ہونے سے بچ! اس نے ان سے کہا' آپ بیٹھئے' آپ تو اصحاب رسول کا بھوسا (چھان بورا) ہیں' انہوں نے فرمایا' کیا اصحاب رسول میں بھی ایسے لوگ ہیں جنہیں بوسا کہا جا سکے؟ (نہیں' بلکہ) بھوسا تو وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد ہوں گے اور ان کے علاوہ ہیں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل.

۱۹۴۔ **فوائد:** اس میں صحابی رسول حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کی جرات و حق گوئی کا ایک نمونہ ہے جس کا اظہار انہوں

نے بصرے کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے کیا جو ظالم قسم کا حاکم تھا۔ اس نے ان کی صاف گوئی سے ناراض ہو کر ان کا استخفاف کیا‘ جس پر انہوں نے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان اور ان کی عظمت و فضیلت بیان فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا کم تر نہیں جسے بھوسا کہا جا سکے۔

١٩٥ ـ الْعَاشِرُ: عَنْ حُذَيْفَةَ رضيَ اللهُ عنهُ عَنِ النبيِّ ﷺ قال: «وَالَّذي نَفْسي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ المُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلا يُسْتَجَابُ لَكُمْ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۱۰/ ۱۹۵۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے‘ تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو‘ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دے‘ پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر.

۱۹۵- **فوائد:** امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے سے ایک تو اللہ کے عذاب کا اندیشہ ہے اور دوسرا دعاؤں کی عدم قبولیت کا۔

١٩٦ ـ الْحَادِيَ عَشَرَ: عَنْ أَبي سَعِيدٍ الْخُدرِيِّ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۱۱/ ۱۹۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد‘ ظالم بادشاہ کے سامنے‘ کلمہ حق کہنا ہے۔ (اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا‘ یہ حدیث حسن ہے۔)

تخريج: جامع ترمذى، أبواب الفتن، باب ما جاء في أفضل الجهاد. . . ـ وسنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي.

۱۹۶- **فوائد:** جہاد کے مراتب ہیں‘ نیکی کا حکم دینا بھی جہاد ہے اور افضل الجہاد ظالم حکمرانوں کو اللہ کا پیغام سنانا ہے اور اسی طرح اگر کوئی سماج‘ یا معاشرہ کسی برائی میں اس طرح ڈوب جائے کہ اس کے خلاف لب کشائی کی کسی کو ہمت نہ ہو تو اس برائی کے خلاف آواز بلند کرنا بھی افضل الجہاد ہو سکتا ہے۔

١٩٧ ـ الثَّانيَ عَشَرَ: عَنْ أبي عبدِ الله طَارِقِ بنِ شِهَابٍ الْبَجَليِّ الأَحْمَسيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبيَّ ﷺ، وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَه في الْغَرْزِ: أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ

۱۲/ ۱۹۷۔ ابو عبداللہ طارق بن شہاب بجلی احمسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے اس وقت سوال کیا جب آپ اپنا قدم مبارک (اپنی سواری کے) رکاب پر رکھ چکے تھے‘ کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا‘ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔ (اس

سُلْطَانٍ جَائِرٍ» رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. «الْغَرز» بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ زَايٍ، وَهُوَ رِكَابُ كَوْرِ الْجَمَلِ إِذَا كَانَ مِنْ جِلْدٍ أَوْ خَشَبٍ، وَقِيلَ: لَا يَخْتَصُّ بِجِلْدٍ وَخَشَبٍ.

کو نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔)

الغرز، غین معجمہ پر زبر، پھر راء ساکن، پھر زاء۔ معنی ہیں اونٹ کے پیچ کی رکاب، جب وہ چمڑے یا لکڑی کی ہو اور بعض کے نزدیک (یہ عام ہے) چمڑے اور لکڑی کے ساتھ خاص نہیں۔

تخریج: سنن نسائی، کتاب البیعة، باب فضل من تكلّم بالحق عند إمام جائر.

١٩٨ - الثَّالِثَ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ: يَا هٰذَا! اتَّقِ اللهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ، فَلَا يَمْنَعُهُ ذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ» ثُمَّ قَالَ: ﴿لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَن مُّنكَرٖ فَعَلُوهُۚ لَبِئۡسَ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ﴿٧٩﴾ تَرَىٰ كَثِيرٗا مِّنۡهُمۡ يَتَوَلَّوۡنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْۚ لَبِئۡسَ مَا قَدَّمَتۡ لَهُمۡ أَنفُسُهُمۡ﴾ إلى قوله: ﴿فَٰسِقُونَ ﴿٨١﴾﴾ [المائدة: ٧٨- ٨١] ثُمَّ قَالَ: «كَلَّا، وَاللهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْراً، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْراً، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ» رواه أبو داود

۱۳ / ۱۹۸۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سب سے پہلی (دین میں) کوتاہی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی، وہ یہ تھی کہ آدمی، دوسرے آدمی سے ملتا اور اس سے کہتا، اے شخص اللہ سے ڈر اور جو کام تو کرتا ہے، اسے چھوڑ دے، اس لئے کہ وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے۔ پھر جب کل کو (دوبارہ) اس سے ملتا جب کہ وہ اسی حال پر ہوتا تو اس کا یہ (گناہ پر اصرار) اسے اس کا ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ہم مجلس بننے سے نہ روکتا (جب کہ گناہ پر اصرار کا تقاضا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور ہم نشینی سے گریز کرتا) پس جب انہوں نے ایسا کیا (یعنی یہ کوتاہی عام ہو گئی) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو یکساں کر دیا۔ پھر نبی ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں "بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داوٗدؑ اور عیسیٰؑ کی زبانی لعنت کی گئی۔ یہ اس سبب سے، جو انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرنے والے تھے، وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے جس کا ارتکاب وہ کرتے، یقیناً برا ہے جو وہ کرتے تھے، تو ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ یہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، البتہ برا ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لئے آگے بھیجا"۔ فاسقون تک۔ پھر فرمایا، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو اور ضرور ظالم کے ہاتھ کو پکڑو اور ان کو زبردستی (خوب

والترمذي وقال: حديث حسن. هذا لفظ أَبي داود، وَلفظ الترمذي: قال رسول الله ﷺ: «لمَّا وَقَعَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ في الْمَعَاصِي نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَجَالَسُوهُمْ في مَجَالِسِهِمْ وَوَاكَلُوهُمْ وَشَارَبُوهُمْ، فَضَرَبَ الله قُلُوبَ بَعْضِهِمْ ببَعْضٍ، وَلَعَنَهُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابن مَرْيَمَ ذلِكَ بمَا عَصَوْا وكَانُوا يَعْتَدُونَ» فَجَلَسَ رسولُ الله ﷺ، وَكَان مُتَّكِئاً فقَالَ: «لا وَالَّذي نَفْسِي بيَدِهِ! حَتَّى تَأْطِرُوْهُمْ عَلَى الحَقِّ أطْراً». قَوْلُهُ: «تَأْطِرُوهم» أَيْ: تَعْطِفُوهُمْ. و«لَتَقْصُرُنَّهُ» أَيْ: لَتَحْبِسُنَّهُ.

کوشش کر کے) حق کی طرف موڑو اور ان کو حق پر مجبور کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کے دلوں کو یکساں کر دے گا‘ پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے ان پر لعنت کی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ الفاظ روایت ابوداؤد کے ہیں۔)

اور ترمذی کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کو ان کے علماء نے روکا‘ لیکن وہ باز نہیں آئے۔ پس وہ علماء بھی ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگ گئے اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں انہوں نے کوئی حجاب محسوس نہیں کیا۔ پس اللہ نے ان کے دلوں کو یکساں کر دیا اور ان پر حضرت داؤدؑ اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت فرمائی‘ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرنے والے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے جب کہ (اس سے پہلے) آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور فرمایا‘ نہیں‘ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (تمہاری نجات نہیں) یہاں تک کہ تم انہیں (کوشش کر کے) حق کی طرف موڑو۔

تاطروھم کے معنی ہیں‘ انہیں موڑو اور ولتقصرنہ کا مطلب ہے انہیں روکو‘ مجبور کرو۔

تخريج: سنن أبي داؤد، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي ـ وسنن ترمذي، أبواب التفسير، تفسير سورة المائدة.

۱۹۸۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ علماء کا منصب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو برائیوں سے روکتے رہیں اور اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے گریز کریں کہ یہ دینی اور ایمانی غیرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ اس غیرت کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو وہ بھی نافرمانوں کی طرح ملعون قرار پائیں گے۔ اعاذنا اللہ منہ

١٩٩ ـ الرَّابعَ عَشَرَ: عن أبي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، رضي الله عنه، قال: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ لَتَقْرَؤُونَ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا

۱۴ / ۱۹۹ ۔ **حضرت ابوبکر صدیق** ؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو ”اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کو لازم پکڑو‘ جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ لوگ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے“ اور میں نے رسول

ٱهۡتَدَيۡتُمۡۚ﴾ [المائدة: ١٠٥] وإني سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقُولُ: «إنَّ النَّاسَ إذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ الله بِعِقَابٍ مِنْهُ» رواه أبو داود، والترمذي، والنسائي بأسانيد صحيحة.

اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں (یعنی ظلم سے نہ روکیں) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔ (اس کو ابو داؤد' ترمذی اور نسائی نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي - وسنن ترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في نزول العذاب إذا لم يغيّر المنكر.

۱۹۹۔ **فوائد:** حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ تم آیت کا مفہوم یہ سمجھتے ہو کہ جب انسان خود راہ راست پر ہو تو اس کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ دوسروں کی گمراہی اور معصیت کاری سے اسے کوئی اندیشہ ہے نہ اس سے اس کی بابت باز پرس ہو گی۔ یوں گویا امت مسلمہ زمین میں شریعت الٰہیہ کے نفاذ کی ذمے دار نہیں ہے' صرف اپنی ذات کی اصلاح کی مکلف ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث مذکور بیان فرما کر اس مفہوم کی تردید فرمائی جس سے یہ واضح ہوا کہ حتی الامکان برائی کو روکنا امت کی ذمے داری اور ہر ہر فرد کا منصب ہے' حتیٰ کہ قدرت رکھتے ہوئے ہاتھ سے یا زبان سے نہ روکنا اللہ کے عتاب و غضب کا باعث ہے۔ آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو کہیں گمراہ لوگوں کی گمراہی کا تم پر بھی اثر نہ ہو جائے اور تم ہدایت کے بعد دوبارہ گمراہ نہ ہو جاؤ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ گمراہ لوگوں کو مسلسل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ تم خود ان سے متاثر ہو جاؤ گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کر کے اس آیت کا اصل مفہوم واضح فرما دیا۔

٢٤ - بَابُ تَغْلِيظِ عُقُوبَةِ مَنْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ وَخَالَفَ قَوْلُهُ فِعْلَهُ

۲۴۔ اس بات کا بیان کہ جو شخص نیکی کا حکم دے یا برائی سے روکے لیکن اس کا اپنا فعل اس کے قول کے مخالف ہو تو اس کی بڑی سخت سزا ہے

قال اللهُ تعالى: ﴿۞ أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ وَأَنتُمۡ تَتۡلُونَ ٱلۡكِتَٰبَۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ۝٤٤﴾ [البقرة: ٤٤] وقال تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٢ كَبُرَ مَقۡتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُواْ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٣﴾ [الصف: ٢، ٣] وقال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو' حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو' کیا پس تم نہیں سمجھتے؟

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو' اللہ کے ہاں یہ بات بڑی ناراضی والی ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم نہ کرو۔

تعالى إخباراً عَنْ شُعَيْبَ ﷺ: ﴿وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهَىٰكُمْ عَنْهُ﴾ [هود: ٨٨].

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا کہ ”میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں جس چیز سے روکتا ہوں، میں خود وہ کر کے تمہاری مخالفت کروں“

اب احادیث ملاحظہ ہوں:

٢٠٠ - وعن أبي زيدٍ أُسامَةَ بن زيدِ بن حَارِثَةَ، رضي الله عنهما قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ، يَقُولُ: «يُؤْتَى بالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى في النَّار، فَتَنْدلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ، فَيَدُورُ بهَا كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ في الرَّحَا، فَيَجْتَمعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّار فَيَقُولُونَ: يَا فُلانُ! مَا لكَ؟ أَلَمْ تَكُ تَأْمُرُ بالمَعْرُوفِ وَتَنْهى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُولُ: بَلَى، كُنْتُ آمُرُ بالمَعْروفِ وَلا آتِيه، وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ» متفق عليه.

۱/ ۲۰۰ ۔ حضرت ابو زید اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ’ قیامت والے دن آدمی لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا‘ پس اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی‘ وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا‘ چکی میں گھومتا ہے‘ پس اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے‘ اے فلان‘ تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا‘ ہاں یقیناً (میں وہی ہوں) لیکن (میرا حال یہ رہا) کہ میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا‘ لیکن خود نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

قولُهُ: «تَنْدلِقُ» هُوَ بالدَّالِ المهملةِ، ومَعْنَاهُ تَخْرُجُ. وَ«الأَقْتَابُ» الأَمْعَاءُ، وَاحِدُهَا قِتْبٌ.

تندلق‘ دال مہملہ کے ساتھ۔ معنی ہیں‘ نکل آئیں گی۔ اقتاب‘ قتب کی جمع ہے‘ بمعنی انتڑیاں

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار، وغيره - وصحيح مسلم، كتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله. . .

۲۰۰۔ فوائد: اس میں علماء و داعیان حق اور مصلحین امت کے لئے سخت تنبیہ ہے جن کا اپنا عمل اس وعظ و نصیحت کے خلاف ہوتا ہے جو اسٹیج پر اور منبر و محراب پر وہ لوگوں کو کرتے ہیں۔ اس حدیث میں والدین‘ اساتذہ‘ پیروں فقیروں اور مذہبی و سیاسی لیڈروں کے لئے بھی انتباہ ہے جو دوسروں کو اچھی باتیں کہتے ہیں مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے۔

٢٥ - بَابُ الأَمْرِ بِأَدَاءِ الأَمَانَةِ

۲۵۔ ادائے امانت کے حکم کا بیان

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں‘ امانت والوں کو ادا کرو۔

وقال تعالى: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا ٱلْإِنسَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾﴾ [الأحزاب: ٧٢].

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ہم نے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا' پس انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور سخت نادان ہے۔

فائدۂ آیات: اس آیت میں امانت سے مراد' اللہ تعالیٰ کے احکامات امر و نہی ہیں' اس لحاظ سے شریعت تمام کی تمام امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں میں خاص شعور و ادراک پیدا کیا ہے جس کی بنا پر وہ پیش کردہ امر کو اٹھانے سے ڈر گئے۔ جس طرح حدیث میں اس تنے کے رونے کا واقعہ آتا ہے جس پر ٹیک لگا کر رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٢٠١ - عن أَبي هريرة رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ» متفقٌ عليه.

۱/ ۲۰۱ - **حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب وہ بات کرے' جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے' اس کے خلاف کرے' جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔** (بخاری و مسلم)

وفي رواية: «وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

اور ایک اور روایت میں ہے۔ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ (پھر بھی وہ منافق ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصال المنافق.

۲۰۱- فوائد: منافق وہ ہے جو زبان سے اہل اسلام کے سامنے' اسلام کا اظہار کرے لیکن دل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد رکھے۔ یہ نفاق' کفر بلکہ کفر سے بھی بڑھ کر ہے' اسی لئے قرآن میں کہا گیا ہے۔ ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار (النساء' ۱۴۵) "منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے" یہ منافقین نبی ﷺ کے زمانے میں تھے جن کا علم آپ کو بذریعہ وحی دیا گیا تھا۔ اب ایسے منافقین کا پہچاننا نہایت مشکل ہے۔ اس لئے اب کسی کو منافق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس اعتقادی نفاق کا علم اب تقریباً ناممکن ہے۔ البتہ نفاق عملی' مسلمانوں میں عام ہے یعنی منافقین کے طور طریقے' جو حدیث میں بیان کئے گئے' مسلمانوں نے اپنا لئے ہیں۔ ان اطوار کو منافقین کی صفات اس لئے بتلایا گیا ہے کہ عام طور پر یہ صفات انہی میں پائی جاتی تھیں' تاہم یہ عملی نفاق' کفر نہیں ہے' جیسا کہ اعتقادی نفاق کفر ہے۔ لیکن یہ بھی بہت خطرناک ہے جس سے بچنا چاہئے۔

٢٠٢ - وعن حُذَيْفَةَ بنِ الْيَمَانِ

۲/ ۲۰۲- **حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے**

رضي الله عنه، قال: حدثنا رسولُ الله ﷺ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحدَهُمَا، وَأَنَا أَنْتَظِرُ الآخَرَ: حَدَّثَنَا أَنَّ الأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ، ثُمَّ نَزَلَ الْقُرآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ، وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الأَمَانَةِ فَقَالَ: «يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّومَةَ فَتُقْبَضُ الأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ، كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ، فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِراً وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ» ثُمَّ أَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ «فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ، فَلا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلانٍ رَجُلاً أَمِيناً، حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ، مَا أَظْرَفَهُ، مَا أَعْقَلَهُ، وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ» وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ؛ لَئِنْ كَانَ مُسْلِماً لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِينُهُ، وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِياً أَوْ يَهُودِياً لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ، وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ مِنْكُمْ إِلَّا فُلاناً وَفُلاناً. متفقٌ عليه.

کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں (باتیں) بیان فرمائیں۔ ان میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے ہم سے بیان فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ (گہرائی) میں اتری (یعنی اسے فطرت کا حصہ بنایا) پھر قرآن نازل ہوا اور انہوں نے اسے قرآن اور سنت سے جانا (یعنی فطرت کا یہ سبق قرآن و حدیث کے علم سے تازہ ہوا) پھر آپ نے ہم سے بیان کیا کہ امانت اٹھ جائے گی' آپ نے فرمایا (اس طرح کہ) آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے قبض کر لی (اٹھالی) جائے گی' پس اس کا اثر ایک معمولی نشان کی طرح باقی رہ جائے گا' پھر وہ سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی' پس اس کا اثر آبلے کی مانند باقی رہ جائے گا۔ جیسے ایک انگارہ ہو' جسے تو اپنے پیر پر لڑھکائے تو اس سے چھالہ نمودار ہو جائے' پس تو اسے ابھرا ہوا تو دیکھتا ہے لیکن اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے ایک کنکری لی (اور مثال سمجھانے کے لئے) اسے پیر پر لڑھکایا۔ پس لوگ صبح کے وقت باہم خرید و فروخت کرتے ہوں گے' ان میں سے کوئی امانت ادا کرنے کے قریب بھی نہ پھٹکتا ہو گا۔ حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص کی اولاد میں ایک امانت دار آدمی تھا (یعنی امانت دار بالکل کمیاب ہو جائیں گے)۔ (اور ایمان بھی اس طرح عنقا ہو جائے گا) حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ (فلاں شخص) کس قدر مضبوط' کس قدر ہشیار اور کس قدر عقل مند ہے حالانکہ اس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہو گا (راوی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) بلاشبہ مجھ پر ایک وقت ایسا گزر چکا ہے کہ مجھے یہ پروا نہیں ہوتی تھی کہ میں کس سے خرید و فروخت کروں' اس لئے کہ (مجھے یقین ہوتا تھا کہ) اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین مجھ پر میری چیز

لوٹا دے گا اور اگر عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا ذمے دار نگران مجھے میری چیز واپس کر دے گا (یعنی امانت و دیانت عام ہونے کی وجہ سے کسی سے بھی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا) لیکن آج (اس کے برعکس معاملہ ہو جانے کی وجہ سے) میں تم میں سے صرف فلاں فلاں آدمی سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔

(بخاری و مسلم)

قوله: «جَذْر» بفتح الجيم وَإسْكَانِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ: وَهُوَ أَصْلُ الشيْءِ. و«الْوَكْتُ» بالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقُ: الأَثَرُ الْيَسِيْرُ. وَ«الْمَجْلُ» بفتح الميم وإسكانِ الجيم، وَهُوَ تَنَفُّطٌ في الْيَدِ وَنَحْوِها مِنْ أَثَرِ عَمَلٍ وَغَيْرِهِ. قوله: «منتبراً»: مرتفعاً. قوله: «سَاعِيهِ»: الْوَالي عَلَيْهِ.

جذر' جیم پر زبر اور ذال معجمہ ساکن۔ کسی چیز کی اصل اور جڑ۔ وکت (تاء کے ساتھ) معمولی سا اثر۔ مجل' میم پر زبر اور جیم ساکن' کام وغیرہ کرنے سے ہاتھوں پیروں میں چھالے پڑ جانا ہے۔ منتبرا کے معنی ہیں بلند' ابھرا ہوا' ساعیہ اس کا ذمے دار اور نگران۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب رفع الإمانة، وكتاب الفتن، باب رفع الأمانة والإيمان ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب رفع الأمانة.

۲۰۲۔ فوائد: امانت کا لفظ بڑا جامع ہے' اس میں' احکام شرعیہ کی حفاظت' معاملات میں راست بازی اور اصحاب حقوق کو ان کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ سب شامل ہیں۔ حدیث کے مطابق اخلاق و کردار کے روز افزوں زوال کی وجہ سے یہ امانت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جائے گی' حتیٰ کہ اس کا اس حد تک فقدان ہو جائے گا جس کی صراحت حدیث میں کی گئی ہے۔ ہمارے اس زمانے میں بھی امانت نہایت ہی کمیاب ہے اور دن بدن اس میں مزید کمی ہی واقع ہو رہی ہے۔ جس سے نبی ﷺ کی پیش گوئی کی صداقت واضح تر ہو رہی ہے۔

۲۰۳ ـ وعن حُذَيْفَةَ، وأَبي هريرة، رضي الله عنهما قالا: قال رسولُ الله ﷺ: «يَجْمَعُ الله، تَبَارَكَ وَتعَالَى، النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، صَلَوَاتُ الله عَلَيْهِ، فَيَقُولُونَ: يَاأَبَانَا! اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ: وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ! لَسْتُ بِصَاحِب ذٰلِكَ، اذْهَبُوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الله، قال: فَيَأْتُونَ إبْراهِيمَ، فَيَقُولُ إبْراهِيمُ: لَسْتُ بِصَاحِب ذلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلاً مِنْ

۳ / ۲۰۳ ـ حضرت حذیفہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما **سے روایت ہے' رسول اللہ** ﷺ **نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت والے دن) لوگوں کو جمع فرمائے گا' پس مومن کھڑے ہوں گے حتیٰ کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔** (جس سے ان کی خواہش جنت تیز تر ہو جائے گی) پس وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے' ابا جان! ہمارے لئے جنت کھلوا دیجئے! وہ فرمائیں گے' (تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ) تمہیں تمہارے باپ کی غلطی نے ہی جنت سے نکلوایا تھا' اس لئے میں اس (سفارش کرنے کا) اہل نہیں ہوں' تم

وَرَاءَ وَرَاءَ، اعْمِدُوا إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيماً، فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذلكَ؛ اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوحِهِ. فَيَقُولُ عيسَى: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذلكَ. فَيَأْتُونَ مُحَمَّداً ﷺ، فَيَقُومُ فَيُؤْذَنُ لَهُ، وَتُرْسَلُ الأَمَانَةُ والرَّحِمُ فَيَقُومَانِ جَنْبَتَي الصِّرَاطِ يَمِيناً وَشِمَالاً، فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ» قُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي، أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قال: «أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمرُّ وَيَرْجِعُ في طَرْفَةِ عَيْنٍ؟ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيحِ، ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ، وشدِّ الرِّجال تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ، وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى تَعْجزَ أعْمَالُ الْعِبَادِ، حَتَّى يَجيءَ الرَّجُلُ لا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفاً، وَفي حَافَتَي الصِّرَاطِ كَلالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ، فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ، وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ» والَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّم لَسَبْعُونَ خَرِيفاً.

رواه مسلم.

میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ (اور ان سے درخواست کرو) پس وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' وہ بھی کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں یقیناً اللہ کا خلیل تھا' لیکن یہ منصب اس سے ماوراء ہے۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ نے کلام فرمایا' پس وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' آپ بھی معذرت کر دیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں' تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' وہ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں' عیسیٰ علیہ السلام بھی فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ پس لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے' چنانچہ آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو اجازت دی جائے گی اور امانت اور صلہ رحمی' ان دونوں کو چھوڑا جائے گا پس وہ دونوں پل صراط کے دونوں طرف' دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی (پھر لوگ پل صراط سے گزرنے شروع ہوں گے) پس تمہارا پہلا گروہ بجلی کی طرح (نہایت تیز رفتاری سے) گزر جائے گا (راوی حدیث کہتے ہیں) میں نے کہا' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' بجلی کی طرح گزرنے کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بجلی کس طرح پلک جھپکتے میں گزر جاتی اور واپس آجاتی ہے' پھر (دوسرا گروہ) ہوا کے گزرنے کی طرح' پھر پرندے کے گزرنے کی طرح (لوگ گزر جائیں گے) اور پیادہ تیز دوڑنے والے مضبوط ترین آدمیوں کو ان کے اعمال لے جائیں گے اور تمہارے پیغمبر (ﷺ) پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور فرماتے ہوں گے' اے میرے رب بچا' بچا! یہاں تک کہ بندوں کے (نیک) اعمال (انہیں تیز رفتاری کے ساتھ لے جانے سے) عاجز آجائیں گے' یہاں تک کہ آدمی آئے گا جو چلنے کی طاقت ہی نہیں رکھے گا' وہ صرف گھسٹ کر چلے گا اور پل صراط کے

دونوں کناروں پر کانٹے (آگے سے مڑے ہوئے سریے جن پر گوشت لٹکایا جاتا ہے) لٹکے ہوئے ہوں گے جنہیں اس بات کا حکم دیا ہوا ہے' کہ جن کی بابت حکم دیا جائے ان کو وہ پکڑ لیں' پس بعض (گزرنے والے) زخمی ہوں گے لیکن نجات پا جائیں گے اور بعض کو اندھا کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان ہے' یقیناً جہنم کی گہرائی ستر سال (کی مسافت کے برابر) ہے۔ (مسلم)

قـولـه: «وَرَاءَ وَرَاءَ» هُـو بـالْفَتْـحِ فِيهِمَا. وَقيلَ: بِالضَّمِّ بِلا تَنْوينٍ، وَمَعْنَاهُ: لَسْتُ بتِلْكَ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ، وَهِي كَلِمَةٌ تُذْكَرُ عَلَى سَبِيل التَّواضُعِ. وَقَدْ بسَطْتُ مَعْنَاهَا في شَرْحِ صحيحِ مسلمٍ، والله أَعلم.

وراء وراء' دونوں میں زبر۔ اور بعض کے نزدیک یہ پیش کے ساتھ ہے بغیر تنوین کے اور معنی اس کے ہیں کہ میں اس بلند درجے کا اہل نہیں ہوں۔ یہ کلمہ بطور تواضع ذکر کیا جاتا ہے' میں نے اس کے معنی شرح مسلم میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها.

۲۰۳۔ **فوائد:** اس میں ایک تو میدان محشر کی ہولناکیوں کا بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے اور کچھ عرض کرنے سے خوف زدہ ہوں گے' حتیٰ کہ انبیاء کے سردار حضرت نبی کریم ﷺ بھی رب سلم سلم فرما رہے ہوں گے۔ دوسرے' نبی ﷺ کی شان کا تذکرہ ہے کہ آپ شفاعت عامہ فرمائیں گے نیز پل صراط سے گزرنے کا اور امانت و رحم کی فضیلت کا بیان ہے۔

٢٠٤ ـ وعـن أبـي خُبَيْـبٍ ـ بضـم الخـاءِ المعجمـة ـ عبـدِ الله بـنِ الـزُّبَيْـرِ، رضيَ الله عنهما، قال: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: يَابُنَيَّ! إنَّهُ لا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ، وَإِنِّي لا أُرَانِي إلّا سَأُقْتَلُ اليَوْمَ مَظْلُوماً، وَإِنَّ مِنْ أَكْبَر هَمِّي لَدَيْنِي، أَفتَرَى دَيْنَنَا يُبْقي مِنْ مَالِنَا شَيْئاً؟ ثُمَّ قَالَ: يَابُنَيَّ! بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْني، وَأَوْصَى بالثُّلُثِ، وثُلُثِهِ لِبَنِيهِ ـيعْنِي لِبَنِي عَبْدِ الله بنِ الزُّبيرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ ـ قَالَ: فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ

۴ / ۲۰۴۔ حضرت ابو خبیب (خائے معجمہ کے پیش کے ساتھ) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (میرے والد' زبیر رضی اللہ عنہ) جنگ جمل والے دن کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا' چنانچہ میں آکر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' آپ نے فرمایا' بیٹے! آج جو لوگ قتل ہوں گے' وہ ظالم ہوں گے یا مظلوم۔ میرا اپنی بابت بھی گمان ہے کہ آج میں مظلومانہ قتل ہو جاؤں گا' میرے لئے سب سے زیادہ فکر والی بات میرا قرض ہے (جو میرے ذمے ہے) تیرا کیا خیال ہے کہ ہمارا قرض ہمارے مال کو کچھ باقی چھوڑے گا؟ (یعنی ادائیگی قرض کے بعد کچھ مال بچے گا؟) پھر فرمایا' اے بیٹے' ہمارے مال کو بیچ کر میرا قرض

قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهُ لِبَنِيكَ، قال هِشَامٌ: وكانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ الله قَدْ وازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٍ وَعَبَّادٍ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُ الله: فَجَعَلَ يُوصِينِي بِدَيْنِهِ وَيَقُولُ: يَا بُنَيَّ! إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِمَوْلَايَ. قَالَ: فَوَالله مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتَّى قُلْتُ: يَاأَبَتِ! مَنْ مَوْلَاكَ؟ قَالَ: الله. قَالَ: فَوَالله مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ! اقْضِ عَنْه دَيْنَهُ، فَيَقْضِيه. قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً إِلَّا أَرَضِينَ، مِنْهَا الْغَابَةُ وَإِحْدَى عَشَرَةَ دَاراً بِالْمَدِينَة، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَاراً بِالْكُوفَة، وَدَاراً بِمِصْرَ. قال: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالمالِ، فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ، فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ: لَا وَلكِنْ هُوَ سَلَفٌ إِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ. وَمَا وَلِيَ إِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةً وَلَا خَرَاجاً وَلَا شَيْئاً إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غَزْوٍ مَعَ رسولِ الله ﷺ، أَوْ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رضي الله عنهم، قَالَ عَبْدُ الله: فَحَسَبْتُ مَا كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ! فَلَقِيَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ الله بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: يَاابْنَ أَخِي! كَمْ عَلَى أَخِي مِنَ الدَّيْنِ؟ فَكَتَمْتُهُ وَقُلْتُ: مِائَةُ أَلْفٍ. فَقَالَ حَكِيمٌ: وَالله! مَا أَرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ هٰذِه! فَقَالَ عَبْدُ الله: أَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ؟ قَالَ: مَا أَرَاكُمْ تُطِيقُونَ هٰذَا، فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ

ادا کر دینا اور تہائی مال (۳/۱) کی وصیت فرمائی اور تہائی میں سے تہائی مال کی وصیت (اپنے بیٹے) عبداللہ کے بیٹوں کے لئے فرمائی۔ پھر کہا، اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچ جائے تو اس میں سے ثلث (تہائی حصہ ۳/۱) تیرے بیٹوں کے لئے ہے۔ ہشام (حدیث کے ایک راوی) نے کہا کہ عبداللہ کے لڑکے خبیب اور عباد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں کے ہم عمر تھے۔ (یا حصوں میں مساوی ہوئے) اور اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نو لڑکے اور نو لڑکیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ آپ نے مجھے اپنے قرض کی بابت وصیت کرنی شروع کی اور فرماتے تھے، بیٹے! اگر تو اس ادائیگی قرض سے کچھ عاجز آجائے تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا (حضرت عبداللہ نے) کہا، اللہ کی قسم، میں نہیں سمجھا کہ مولیٰ سے آپ کی مراد کیا ہے؟ حتیٰ کہ میں نے پوچھا، ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا، "اللہ!" عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پس اللہ کی قسم! آپ کے قرض کے بارے میں میں جب بھی کسی پریشانی سے دوچار ہوتا تو میں کہتا، اے زبیر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ! اس کا قرض اس کے ذمے سے ادا فرما دے! پس وہ ادا فرما دیتا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا (میرے والد) زبیر قتل ہو گئے اور (نقدی کی صورت میں) کوئی دینار و درہم نہیں چھوڑا، سوائے زمینوں کے۔ ان ہی میں سے غابہ کی زمین تھی اور گیارہ گھر مدینے میں، دو گھر بصرے میں، ایک گھر کوفے میں اور ایک گھر مصر میں چھوڑا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اور آپ پر جو قرض تھا، اس کی شکل (دراصل) یہ تھی کہ آدمی اپنا مال آپ کے پاس لاتا اور اسے امانت کے طور پر آپ کے سپرد کر دیتا۔ آپ فرماتے، نہیں۔ یہ امانت کے طور پر نہیں، بلکہ یہ (میرے ذمے) قرض ہے۔ اس لئے کہ مجھے اس کے

شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي. قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِينَ ومِائَة أَلْفٍ، فَبَاعَهَا عَبْدُ اللهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَستمائَة أَلْف، ثُمَّ قَامَ فقال: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَيْءٌ فَلْيُوافِنَا بِالْغَابَةِ، فَأَتَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُمِائَةِ أَلْفٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ: إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: لا، قال: فَإِنْ شِئْتُم جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ، فقال عَبْدُ اللهِ: لا، قال: فَاقْطَعُوا لي قِطْعَةً، قال عَبْدُ اللهِ: لَكَ مِنْ ههُنا إلى ههُنَا. فَبَاعَ عبدُ اللهِ مِنْهَا، فَقَضَى عَنْه دَيْنَهُ، وَأَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْن عُثْمَانَ، وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ زَمْعَةَ. فقال لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ قال: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ مِنها سَهْماً بِمِائَةِ أَلْفٍ. قالَ عَمْرُو بن عُثْمانَ: قَدْ أَخَذْتُ مِنْهَا سَهْماً بِمِائَةِ أَلْفٍ. وَقالَ زَمْعَةُ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْماً بِمِائَةِ أَلْفٍ، فَقالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ مِنْهَا؟ قالَ: سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ، قالَ: قَدْ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ. قالَ: وَبَاعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِستِّمائَةِ أَلْفٍ. فَلَمَّا فرغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اقْسِمْ بَيْنَنَا ميراثَنَا. قالَ: وَاللهِ! لا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتَّى أُنَادِيَ بالمَوسمِ أَرْبَعَ سِنِينَ: أَلا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِه.

ضائع ہونے کا اندیشہ ہے (اور امانت کے ضائع ہونے کی صورت میں، اس کی ادائیگی ضروری نہیں، جب کہ قرض کی ادائیگی ہر صورت میں ضروری ہے) اور آپ کبھی کسی امارت (گورنری وغیرہ) پر فائز نہیں ہوئے، نہ کوئی ٹیکس یا کچھ اور وصول کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ (جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہو کہ شاید یہ مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو) البتہ نبی ﷺ کے ساتھ اور حضرات ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ (گویا یہ مال غنیمت سے حاصل شدہ تھا) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ان پر جو قرض تھا، اسے میں نے شمار کیا تو وہ بائیس لاکھ تھا۔ پس حکیم بن حزام، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملے اور ان سے کہا، اے بھتیجے! میرے بھائی (زبیر رضی اللہ عنہ) کے ذمے کتنا قرضہ ہے؟ میں نے اسے چھپایا اور کہا، ایک لاکھ۔ حضرت حکیم نے کہا، اللہ کی قسم، میری رائے میں تو تمہارا مال (متروکہ) اس قرض (کی ادائیگی) کی گنجائش نہیں رکھتا۔ عبداللہ نے کہا، ذرا بتلاؤ، اگر یہ ۲۲ لاکھ ہو؟ انہوں نے کہا، میری رائے میں تو (اتنے بڑے قرضے کی ادائیگی) کی تم طاقت نہیں رکھتے۔ پس اگر تم اس سے عاجز ہو تو مجھ سے مدد طلب کرنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی، پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے ۱۶ لاکھ میں بیچا، پھر وہ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ جس کا (میرے والد) زبیر پر کچھ قرض ہو تو ہمیں غابہ کی زمین پر ملے اور اپنا قرض وصول کر لے۔ پس ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے، ان کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر چار لاکھ قرضہ تھا، انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا، اگر تم چاہو تو یہ قرضہ تمہارے لئے معاف کر دوں؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں۔ انہوں نے کہا اگر تم

فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِي فِي الْمَوسِمِ، فَلَمَّا مَضَى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسم بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ. وكَانَ للزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ، فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفِ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ، رواه البخاري.

چاہو تو اس قرضے کو (فوری ادائیگی کی بجائے) بعد میں ادا کرنے والوں میں شمار کر لو، اگر تم مہلت کے خواستگار ہو۔ عبداللہ نے کہا، نہیں۔ انہوں نے کہا (اچھا تو پھر) مجھے اس زمین میں سے ایک حصہ دے دو، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، یہاں سے یہاں تک زمین کا حصہ تمہارے لئے ہے۔ پس عبداللہ نے اس زمین کا کچھ حصہ بیچ دیا اور اس سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کر دیا اور اسے دے دیا اور اس میں سے ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے۔ پس عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ بیٹھے ہوئے تھے، عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، غابہ (زمین) کی کتنی قیمت لگی؟ انہوں نے جواب دیا، ہر حصہ ایک لاکھ کا۔ انہوں نے پوچھا، اس کے کتنے حصے باقی رہ گئے ہیں؟ انہوں نے کہا، ساڑھے چار حصے۔ پس منذر بن زبیر نے کہا، اس کا ایک حصہ ایک لاکھ کے عوض میں لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا، ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا، اسی طرح ایک حصہ ایک لاکھ میں ابن زمعہ نے لینے کا اعلان کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اب کتنے حصے باقی رہ گئے؟ انہوں نے کہا ڈیڑھ حصہ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لے لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ زمین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کرو، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (اپنے بھائیوں کو) جواب دیا، اللہ کی قسم! میں (ابھی) تمہارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا، یہاں تک کہ میں موسم حج میں (مسلسل) چار سال اعلان کروں گا کہ

جس شخص کا بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے، ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔ چنانچہ وہ ہر سال حج کے موسم میں اعلان فرماتے۔ جب چار سال گزر گئے تو (بقیہ مال) ان کے درمیان تقسیم کر دیا اور تہائی (۳ / ۱) مال بھی (حسب وصیت) متعلقہ لوگوں کے سپرد کر دیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں، پس ہر بیوی کو بارہ بارہ لاکھ ملے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تمام مال متروکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، باب بركة الغازي في ماله.

۲۰۴۔ **فوائد**: جہاد کے موقعے پر یا اس قسم کے دیگر حالات میں جب کہ زندگی یکسر غیر یقینی ہو وصیت کرنے کا استحباب۔ (۲) انفاذ وصیت اور تقسیم میراث سے قبل، میت کے ذمے قرض کی ادائیگی ضروری ہے۔ (۳) حسب ضرورت و اقتضاء پوتوں کے لئے وصیت کرنا جائز ہے، جب کہ آباء کی صورت میں حاجب موجود ہوں۔ (۴) جو قرض کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو، اس کے لئے قرض لینے کا جواز۔ (۵) زمینیں، مکانات اور مال و دولت کا جمع کر کے رکھنا جائز ہے، چاہے یہ جائیداد کتنی بھی ہو، بشرطیکہ حلال ذرائع سے حاصل کردہ ہو۔ (۶) مومن کو اللہ کی ذات پر اعتماد اور وثوق رکھنا چاہئے، جیسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ پر اعتماد کیا۔ (۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکارم اخلاق کا بیان، بعض نے معاونت کی، بعض نے قرض معاف یا موخر کر دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی زیادہ بلندی اخلاق کا ثبوت پیش کیا کہ کسی کی بھی پیش کش قبول نہیں فرمائی۔ (۸) غازی اور متوکل علی اللہ شخص کے مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جیسے حضرت زبیر کی زمین کئی گنا زیادہ قیمت پر فروخت ہوئی۔ اور سارا قرض اتر کر بھی کافی دولت بچ رہی (۹) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کمال اخلاق و اخلاص اور خیر خواہی کا جذبہ بے مثال کہ لوگوں کی امانتوں کو بطور قرض اپنے پاس رکھتے، تاکہ نقصان ہو تو ان کا اپنا ہو، امانت رکھوانے والا نقصان سے محفوظ رہے۔ (۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا کردار کس قدر قابل رشک ہے کہ پہلے والد کا قرض اتارا پھر ترکہ ورثاء میں تقسیم فرمایا اور امانت و دیانت کا شاندار مظاہرہ فرمایا۔ (۱۱) ورثاء نے چار سال تک انتظار کیا تاکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بوجھ ہلکا ہو جائے اور بار بار وراثت کا مطالبہ نہ کیا۔

٢٦ ـ بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ وَالأَمْرِ بِرَدِّ الْمَظَالِمِ

۲۶۔ ظلم کے حرام ہونے کا اور مظالم کے دفع کرنے کے حکم کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ مَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾ [غافر: ١٨]. وقال تعـالـى: ﴿ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ظالموں کا کوئی دوست ہو گا اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔

[الحج: ٧١].

وأَمَّا الأَحَادِيثُ فَمِنْهَا حَدِيثُ أَبي ذَرٍّ رضي الله عنه الْمُتَقَدِّمُ في آخِرِ بَابِ الْمُجَاهَدَةِ.

لیکن احادیث ‘ان میں سے ایک حدیث ابو ذر ؓ ہے جو باب المجاہدۃ کے آخر میں گزر چکی ہے (ملاحظہ ہو رقم ۱۷/۱۱۱)

کچھ اور احادیث درج ذیل ہیں:

٢٠٥ - وعن جابرٍ رضي الله عنه أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «اتَّقُوا الظُّلْمَ؛ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ؛ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُم وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ» رواه مسلم.

۱/ ۲۰۵۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو! اس لئے کہ ظلم قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہو گا اور بخل سے بچو! اس لئے کہ بخل نے ہی ان لوگوں کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے تھے۔ اس بخل نے انہیں اپنوں کا خون بہانے پر اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے پر آمادہ کیا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم.

۲۰۵۔ **فوائد:** شح‘ مال کی شدید محبت کو کہتے ہیں‘ جب انسان کے دل میں دنیا اور دنیا کے مال و اسباب کی محبت حد سے تجاوز کر کے شدید ہو جائے تو پھر انسان حرام حلال کے درمیان تمیز بھی نہیں کرتا اور دوسرے انسانوں کا خون بہانے سے گریز بھی نہیں کرتا۔ جیسے آج ہمارے معاشرے کا حال ہے اور یہ حالت اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس معاشرے کی بقاء کی کوئی ضمانت نہیں ہے‘ یہ دیر یا سویر ہلاکت سے دو چار ہو کر ہی رہے گا۔

٢٠٦ - وعن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ» رواه مسلم.

۲/ ۲۰۶۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں قیامت والے دن حق والوں کے حق ضرور ادا کرنے ہوں گے حتیٰ کی سینگ والی بکری سے‘ بغیر سینگوں والی بکری کو بدلہ دلوایا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم.

۲۰۶۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ قیامت والے دن بے لاگ عدل ہو گا‘ حتیٰ کہ جانوروں نے بھی ایک دوسرے پر ظلم کیا ہو گا تو اللہ تعالیٰ مظلوم جانور کی داد رسی فرمائے گا۔ اس میں انسانوں کے لئے سخت تنبیہہ ہے کہ جب بے شعور جانوروں کو معاف نہیں کیا جائے گا تو عقل و شعور سے بہرہ ور ظالم انسانوں کی کس طرح معافی ہو سکتی ہے؟ اگر انہوں نے دنیا میں ظلم سے توبہ کر کے اس کی تلافی نہ کی ہو گی۔

٢٠٧ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: كُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، وَلا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ، حَتَّى حَمِدَ اللهَ رسولُ الله ﷺ وَأَثْنَى

۳/ ۲۰۷۔ حضرت ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں گفتگو کرتے تھے جب کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کیا ہے؟ یہاں تک کہ رسول

عَلَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ في ذِكْرِهِ، وقالَ: «مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ إلَّا أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ: أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنَّهُ إِنْ يَخْرُجْ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ، إنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. أَلَا إنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُم، كَحُرْمَةِ يَومِكُمْ هٰذَا، في بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، ألا هَلْ بَلَّغْتُ؟» قالُوا: نَعَمْ، قالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ ـ ثَلاثاً ـ وَيْلَكُمْ، أَوْ: وَيْحَكُمْ، انْظُرُوا: لا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»(رواه البخاري وروى مسلم بعضه)

اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی‘ پھر مسیح دجال کا ذکر فرمایا اور اس میں تفصیل سے کام لیا‘ آپ نے فرمایا‘ جس نبی کو بھی اللہ نے بھیجا‘ اس نے اپنی امت کو اس (دجال) سے ضرور ڈرایا‘ نوح علیہ السلام نے اس سے ڈرایا اور ان کے بعد آنے والے نبیوں نے ڈرایا اور اگر وہ تم میں نکلے تو تم پر اس کا حال پوشیدہ نہ رہے (تاکہ اسے آسانی سے پہچان لو) پس تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے (جب کہ) اس (دجال) کی دائیں آنکھ کانی ہو گی‘ گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ خبردار‘ یقیناً اللہ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام کر دیئے ہیں‘ فرمایا‘ اے اللہ تو گواہ ہو جا‘ تین مرتبہ فرمایا‘ (پھر فرمایا) تمہارے لئے ہلاکت ہے یا تم پر افسوس ہے‘ دیکھو‘ تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ (اس کو بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع، وغيره ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب "لا ترجعوا بعدي كفارا. . . " .

۲۰۷۔ **فوائد**: اس میں قرب قیامت کی ایک بڑی علامت‘ مسیح دجال کی بعض علامات کا بیان ہے تاکہ اہل ایمان اس کے مکر و فریب سے بچ کر رہیں۔ یہ مسیح بمعنی ممسوح العین (کانی آنکھ والا) ہے اور دجال‘ دجل (فریب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے‘ کیونکہ یہ بہت سے لوگوں کو اپنے دجل و فریب سے گمراہ کر لے گا۔ (۲) مسلمانوں کی جان و مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں‘ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان‘ دوسرے مسلمان کی جان‘ مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہے نہ کہ ان کا دشمن۔ (۳) مسلمانوں کے درمیان باہمی خون ریزی نہایت قبیح جرم ہے اور اس سے کفر تک کا اندیشہ ہے۔ فنعوذ باللہ من ھذا

٢٠٨ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ» متفقٌ عليه.

۴/ ۲۰۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ جس نے ایک بالشت کے برابر زمین ہتھیا کر کسی پر ظلم کیا‘ تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت والے دن) اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شیئا من الأرض - وصحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الظلم وغصب الأرض. . .

۲۰۸۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تھوڑا سا ظلم بھی اور کسی کا معمولی سا حق بھی مار لینا قیامت والے دن عذاب شدید کا باعث ہو گا۔

٢٠٩ - وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّ اللهَ لَيُمْلِي للظَّالِم فإذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ» ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِيَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾﴾ [هود: ١٠٢] متفقٌ عليه.

۵ / ۲۰۹ ۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، لیکن پھر جب اس کی گرفت فرماتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جب کہ وہ ظلم کا ارتکاب کرتی ہیں۔ یقیناً اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے“ (سورۂ ہود، ۱۰۲) (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة هود، باب قوله: ﴿وكذلك أخذ ربك﴾ الآية - وصحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم.

۲۰۹۔ فوائد: اللہ تعالیٰ اپنی حسب مشیت و مصلحت، ظالم اور گناہ گار کو مہلت دیتا ہے۔ لیکن جب مواخذہ فرماتا ہے تو پھر اس کی گرفت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہر شخص کو ظلم و معصیت سے اپنا دامن بچا کر رکھنا چاہئے۔ اسی طرح اس کی مہلت سے دھوکے کا شکار نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ پتہ نہیں کب اس کی مدت مہلت ختم اور گرفت کا آغاز ہو جائے۔

٢١٠ - وعن مُعَاذٍ رضي الله عنه قال: بَعَثَنِي رسولُ الله ﷺ فقال: «إنَّكَ تَأتِي قَوْماً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إلَى شَهَادَةِ أَنْ لا إلٰهَ إلَّا الله، وَأنِّي رسولُ الله، فإنْ هُمْ أطَاعُوا لذٰلكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ الله قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإنْ هُمْ أَطَاعُوا لذٰلكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ الله قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإنْ هُمْ أَطَاعُوا لذٰلكَ، فَإيّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ. وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ» متفقٌ عليه.

۶ / ۲۱۰ ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یمن کے علاقے میں) بھیجا تو فرمایا، تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہیں۔ پس تم (سب سے پہلے) ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کر لیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں، تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے گی، پس اگر وہ اس کو مان لیں تو (زکوٰۃ وصول کرتے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی

بددعاء سے بچنا' اس لئے کہ اس کی بددعاء اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (یعنی وہ فوراً مقبول ہو جاتی ہے' رد نہیں ہوتی) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكوٰة، باب وجوب الزكوة، وكتاب المغازي، باب بعث أبي موسى ومعاذ إلي اليمن، وكتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلي توحيد الله - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله ورسوله وشرائع الدين. . . .

۲۱۰۔ **فوائد**: کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے اگر جہاد کی نوبت آئے تو قتال سے پہلے انہیں قبول اسلام کی دعوت دی جائے اور پھر انہیں نماز' زکٰوۃ اور دیگر احکام و فرائض کی تعلیم دی جائے۔ (۲) زکٰوۃ' جس علاقے کے اغنیاء سے وصول کی جائے' اسی علاقے کے فقراء پر تقسیم کی جائے۔ اگر بچ جائے تو پھر دوسرے علاقوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ (۳) عاملین زکٰوۃ کے لئے ضروری ہے کہ وہ زکٰوۃ کی وصولی میں ظلم کرنے سے گریز کریں اور لوگوں کی بددعاء کے مستحق بن کر اللہ کے غضب و عتاب کے اہل نہ بنیں۔

٢١١ - وعن أبي حُمَيْدٍ عبد الرَّحْمٰنِ بْن سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبيُّ ﷺ رَجُلاً مِنَ الأزْدِ يقالُ لَهُ: ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قال: هٰذَا لَكُم، وَهٰذَا أُهْدِيَ إلَيَّ، فَقَامَ رسولُ الله ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قالَ: «أَمَّا بَعْدُ فَإنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللهُ، فَيَأتِي فيَقُولُ: هٰذَا لَكُمْ، وَهٰذَا هَدِيَّةٌ أُهْدِيَتْ إلَيَّ، أَفَلا جَلَسَ في بَيْتِ أَبيْهِ أَوْ أُمِّهِ حَتَّى تَأتِيَه هَدِيَّتُهُ إنْ كَانَ صَادِقاً، واللهِ لا يَأخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئاً بغَيْرِ حَقِّهِ إلَّا لَقِيَ اللهَ تَعَالَى، يَحْمِلُهُ يَوْم الْقِيَامَةِ، فَلا أَعْرِفَنَّ أَحَداً مِنْكُم لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُ بَعِيراً لَهُ رغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ» ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رُؤِيَ بَيَاضُ إبْطَيْهِ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ» ثَلاثاً. متفقٌ عليه.

۷ / ۲۱۱۔ حضرت ابو حمید عبدالرحمٰن بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازد قبیلے کے ایک آدمی کو' جسے ابن لتبیہ کہا جاتا تھا' زکٰوۃ کی وصولی کے لئے عامل مقرر فرمایا' پس جب وہ (زکٰوۃ وصول کر کے واپس) آیا تو کہنے لگا' یہ تمہارے لئے ہے (یعنی بیت المال کا حق ہے) اور یہ مجھے ہدیے میں ملی ہوئی چیزیں ہیں۔ پس (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی' پھر فرمایا۔ اما بعد! میں تم میں سے کسی آدمی کو کسی کام کے لئے عامل مقرر کرتا ہوں جن کا والی و سرپرست اللہ نے مجھے بنایا ہے' پس وہ (واپس) آتا ہے اور کہتا ہے' یہ تمہارے لئے ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے لوگوں کی طرف سے دیا گیا ہے۔ پس یہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا' حتیٰ کہ اس کا ہدیہ آئے اگر وہ سچا ہے (مطلب یہ تھا کہ جس کو یہ ہدیہ کہہ رہا ہے' وہ ہدیہ نہیں' یہ اس سرکاری منصب کا نتیجہ ہے جس پر اسے مقرر کیا گیا تھا' اگر یہ ہدیہ ہوتا تو اسے گھر میں بھی ملتا) اللہ کی قسم! تم

میں سے کوئی شخص کوئی چیز اس کے حق کے بغیر لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ قیامت والے دن وہ اسے اٹھائے ہوئے ہو گا' پس میں تم میں سے کسی شخص کو نہ دیکھوں کہ وہ اللہ سے ملاقات کے وقت (ناجائز طریقے سے حاصل کردہ) اونٹ کو اٹھائے ہوئے ہو' جو بلبلا رہا ہو' یا گائے کو' جس کی آواز ہو' یا بکری کو جو ممیا رہی ہو۔ پھر آپ ؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے' یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی' پھر آپ نے فرمایا' اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟' تین مرتبہ آپ نے یہ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب من لم يقبل الهدية لعلة، وكتاب الحيل، باب احتيال العامل ليهدي له، وكتاب الزكوٰة، باب قوله تعالى ﴿والعاملين عليها﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الأمانة، باب تحريم هدايا العمّال.

۲۱۱- **فوائد:** اس حدیث میں سرکاری اہل کاروں اور منصب داروں کے لئے بڑی تنبیہہ ہے۔ آج کل سرکاری عہدوں سے بڑا فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور لوگ ان عہدوں کی وجہ سے ان اہل کاروں اور عہدے داروں کو کثرت سے ہدیے اور تحفے پیش کرتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے یہ تمام مال جو سرکاری عہدوں کی وجہ سے حاصل ہو یا حاصل کیا جائے' حرام ہے اور رشوت کے زمرے میں آتا ہے' جس کا لینا اور دینا' دونوں ناجائز ہے۔

٢١٢ - وعن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لأخِيهِ؛ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ مِنْ شَيْءٍ، فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ؛ إنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ» رواه البخاري.

۸ / ۲۱۲ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس آدمی پر بھی اپنے (دوسرے مسلمان) بھائی کا' اس کی عزت و آبرو سے متعلق یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہو (یعنی اس کی بے عزتی کر کے یا کوئی اور زیادتی کر کے اس پر ظلم کیا ہو) تو اس کو چاہئے کہ آج ہی (دنیا میں) اس کا ازالہ کر کے اس حق سے عہدہ برآ ہو جائے' قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں (ازالے کے لئے) کسی کے پاس دینار و درہم نہیں ہوں گے۔ (اور وہاں ازالے کی صورت پھر یہ ہو گی کہ) اگر اس کے پاس عمل صالح ہوں گے تو وہ اس کے ظلم کے بہ قدر لے لئے جائیں گے (اور مظلومین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے) اور اگر اس کے پاس

نیکیاں نہیں ہوں گی‘ تو اس کے ساتھی (صاحب حق) کو برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة.

۲۱۲۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کی گئیں دست درازیاں‘ اگر انہیں دنیا میں معاف نہیں کروا لیا گیا یا ان کی تلافی نہ کی گئی تو آخرت میں اس کا معاملہ نہایت خطرناک ہو گا‘ جیسا کہ اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ اس لئے حقوق العباد میں کوتاہی‘ جس کی انسان پروا نہیں کرتا‘ سخت ہلاکت کا باعث ہے۔

٢١٣ ـ وعن عبدِ الله بنِ عَمْرو بنِ الْعَاص رضي الله عنهما عن النَّبيِّ ﷺ قال: «الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ» متفقٌ عليه.

۹ / ۲۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" ـ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل؟.

۲۱۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ کامل مسلمان وہ ہے جو دوسروں کو (ظاہری یا باطنی) کسی بھی قسم کی اذیت نہ پہنچائے اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی نافرمانیوں سے باز رہے۔ اس لئے کہ اگر کسی نے ہجرت (ترک وطن) کے باوجود اللہ کی معصیت سے اجتناب نہ کیا تو ایسی ہجرت کا کیا فائدہ؟ ہجرت تو نام ہی اس چیز کا ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر ہر چیز کو چھوڑ دیا جائے۔ اب انسان اپنا وطن مالوف‘ خویش و اقارب اور جائیداد و کاروبار تو چھوڑ دے‘ لیکن ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب سے وہ باز نہ آئے تو عنداللہ اس کی ہجرت‘ ایک مذاق ہی سمجھی جائے گی۔

٢١٤ ـ وعنه رضي الله عنه قال: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ، فقال رسول الله ﷺ: «هُوَ فِي النَّارِ» فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. رواه البخاري.

۱۰ / ۲۱۴۔ انہی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان پر ایک آدمی مقرر تھا جس کو کرکرہ کہا جاتا تھا‘ وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ وہ جہنم میں ہے۔ پس (یہ سن کر) لوگ اسے دیکھنے لگے (کہ آخر کیا بات ہے؟) پس صحابہ ؓ نے اس کے پاس ایک عبا (سیاہ دھاریوں والی چادر) پائی جسے اس نے (مال غنیمت سے) چرا لیا تھا۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب القليل من الغلول ـ وسنن ابن ماجة، كتاب الجهاد، باب الغلول حديث رقم٢٨٤٩.

۲۱۴۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ خیانت اور چوری کبیرہ گناہ ہے جس کی وجہ سے انسان مستحق جہنم قرار پا سکتا ہے۔

٢١٥ ـ وعن أبي بَكْرَةَ نُفَيْع بْنِ الحارثِ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قَال: «إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالأرضَ: السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ثَلاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَة، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، أيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُه أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّه سَيُسَمِّيه بغَيْرِ اسْمِهِ، قالَ: «أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟» قُلْنَا: بَلَى. قال: «فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُه أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّه سَيُسَمِّيهِ بغَيْرِ اسْمِهِ. قال: «أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟» قُلْنَا: بَلَى. قال: «فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُه أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّه سَيُسَمِّيه بغَيْرِ اسْمِهِ. قال: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قُلْنَا: بَلَى. قال: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا في بَلَدِكُمْ هٰذَا في شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلا فَلا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَن يَبْلُغُه أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَه مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ» ثُمَّ قال: «أَلا هَلْ بَلَّغْتُ، أَلا هَلْ بَلَّغْتُ؟» قُلْنَا: نَعَمْ. قال: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ» متفقٌ عليه.

١١ / ٢١٥ ـ حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، بے شک زمانہ گھوم گیا ہے، اپنی اسی حالت پر جس میں اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا (یعنی روز آفرینش سے جس طرح سال اور مہینے تھے، اب پھر وہی ہیئت قدیمہ لوٹ آئی ہے اور مشرکین عرب اپنی طرف سے جو مہینوں میں تقدیم و تاخیر کر لیا کرتے تھے، جسے وہ نسئی کہا کرتے تھے، اب اسے ختم کر دیا گیا ہے) سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین پے در پے، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور (چوتھا) مضر قبیلے کا رجب جو جمادی (الثانیہ) اور شعبان کے درمیان ہے۔ (پھر آپ نے پوچھا) یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے علاوہ اور نام سے اسے پکاریں گے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ نے پوچھا، یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، پس آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کے نام کے علاوہ کسی اور نام سے اسے پکاریں گے، آپ نے فرمایا، کیا یہ شہر (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ نے (پھر) پوچھا، یہ دن کون سا ہے؟ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پس آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے نام کے علاوہ کسی اور نام سے اسے پکاریں گے۔ پس آپ نے پوچھا، کیا یہ قربانی کا دن (١٠ ذوالحجہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا، بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں (تمہارے درمیان آپس میں) اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت

تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں ہے اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے' پس وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت باز پرس کرے گا۔ خبردار! تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو! سن لو! جو یہاں حاضر ہے' وہ غائب کو (یہ باتیں) پہنچا دے۔ اس لئے کہ شاید وہ شخص جس کو یہ باتیں پہنچائی جائیں' ان سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو جنہوں نے (براہ راست مجھ سے) سنا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا' خبردار (میری بات سنو اور بتاؤ) کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ ہم نے کہا' ہاں حضور' آپ نے فرمایا' اے اللہ! گواہ ہو جا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع أرضين، وكتاب العلم، وكتاب الحج وغيرها من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال.

۲۱۵۔ **فوائد:** سالوں اور مہینوں کی یہ تعیین (کہ مہینہ ۳۰ یا ۲۹ دن کا اور سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے وغیرہ) اس دن سے ہے جب آسمان و زمین کی تخلیق کی گئی اور اس کی وضاحت سے مقصد اہل جاہلیت کے طریقہ نسئ کا بطلان ہے۔ (۲) آپس میں ایک دوسرے کی جان' مال' عزت و آبرو کی حفاظت کی تاکید اور ان کی حرمت کا بیان۔ (۳) قیامت والے دن بارگاہ الٰہی میں باز پرس کی یاددہانی۔ (۴) اس امر کی تاکید کہ اللہ رسول کی جو بات سنی جائے' اسے سننے والا اپنی ذات تک محدود نہ رکھے' بلکہ اسے دوسرے لوگوں تک پہنچائے' ممکن ہے' وہ اسے زیادہ یاد رکھنے والا اور اس پر زیادہ عمل کرنے والا ہو۔

٢١٦ ـ وعن أبي أُمَامَةَ إِيَاسِ بن ثَعْلَبَةَ الحارثيِّ رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ بيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَه النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» فقال رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئاً يَسِيراً يَا رَسُولَ اللهِ؟! فقال: «وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ» رواه مسلم.

۱۲ / ۲۱۶۔ حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق (جھوٹی) قسم کے ذریعے سے قطع کر لیا (ناحق لے لیا) یقیناً اللہ نے اس پر جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام فرما دی۔ ایک شخص نے کہا' اے اللہ کے رسول! چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا' اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة

بالنار.

٢١٦۔ فوائد: حقوق العباد غصب کرنے پر اتنی سخت وعید سے، اس مسئلے کی اہمیت واضح ہے اور جو شخص غصب حقوق کو جائز اور حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے گا، وہ تو یقیناً دائمی جہنمی ہے۔ البتہ جو محض اخلاقی کمزوری اور نفس کی کوتاہی کی وجہ سے ایسا کرے گا، وہ اگرچہ دائمی جہنمی نہیں، تاہم اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر ہو گا، چاہے تو ابتداء میں ہی یا پھر سزا دینے کے بعد معاف فرما دے گا۔

٢١٧ - وعن عَدِيِّ بنِ عُمَيْرَةَ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقُول: «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطاً فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ غُلُولاً يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مِنَ الأَنْصَارِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فقال: يا رسولَ اللهِ! اقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ، قال: «وَمَا لَكَ؟» قال: سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا، قال: «وَأَنَا أَقُولُهُ الآنَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَجِيءْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ، فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَ، وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى» رواه مسلم.

١٣ / ٢١٧ ۔ حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، جس کو ہم تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر عامل مقرر کریں، پس وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے زائد (یا کم) کوئی چیز چھپائے، تو یہ غلول (خیانت اور چوری) ہو گی، جس کے ساتھ وہ قیامت والے دن (بارگاہ الٰہی میں) حاضر ہو گا، پس انصار میں سے ایک سیاہ فام آدمی کھڑا ہوا۔ گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! آپ نے مجھے جو اپنی ذمے داری سونپی ہے، وہ مجھ سے واپس لے لیجئے! آپ نے پوچھا، تمہیں کیا ہے؟ اس نے کہا، میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے (جس سے میں ڈر گیا ہوں) آپ نے فرمایا، میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم جس کو کسی کام پر مقرر کریں، تو اس کو چاہئے کہ جو بھی کم یا زیادہ اسے ملے، وہ (ہمارے پاس) لائے۔ پس اس میں سے جو اسے دیا جائے، وہ لے لے اور جس سے اس کو روک دیا جائے، اس سے وہ باز رہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب تحريم هدايا العمّال.

٢١٧۔ فوائد: اس میں بھی سرکاری اہل کاروں کو تنبیہہ ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی امانت و دیانت کے ساتھ ادا کریں، اگر اس میں انہوں نے ذرا سی بھی خیانت کی یا منصب سے ناجائز فائدہ اٹھایا، تو وہ عنداللہ مجرم ہوں گے۔ جیسے حدیث نمبر ٢١١ میں گزرا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے افسروں کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اپنے ماتحت عملے پر کڑی نظر رکھیں اور انہیں خیانت کا ارتکاب نہ کرنے دیں، ورنہ ان کا تغافل و تساہل یا اغماض و اعراض بھی جرم ہو گا۔ چہ جائیکہ وہ اس سرکاری لوٹ کھسوٹ میں برابر کے حصے دار ہوں۔ جیسے بدقسمتی سے آج کل ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے رشوت، لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری عام ہے۔ اللهم اهد قومي فانهم

لا يعلمون

٢١٨ ـ وعن عمرَ بنِ الخطَّابِ رضي الله عنه قال: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبيِّ ﷺ فقَالُوا: فُلانٌ شَهيدٌ، وَفُلانٌ شَهيدٌ، حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فقالوا: فُلانٌ شَهيدٌ. فقال النَّبيُّ ﷺ: «كَلاَّ إِنِّي رَأَيْتُهُ في النَّارِ في بُرْدَةٍ غَلَّهَا ـ أَوْ عَبَاءَةٍ ـ» رواه مسلم.

۱۴ / ۲۱۸ ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب خیبر والا دن ہوا (یعنی جنگ خیبر ہوئی) تو اصحاب رسول ؐ میں سے کچھ آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ فلاں شخص شہید ہے اور فلاں شہید ہے، حتیٰ کہ ایک آدمی کے پاس سے وہ گزرے تو کہا، فلاں (بھی) شہید ہے پس نبی ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، میں نے ایک چادر کی وجہ سے، جو اس نے چرائی تھی، اسے جہنم میں دیکھا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب غلظ تحريم الغلول وأنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون.

۲۱۸۔ فوائد: معلوم ہوا کہ حقوق العباد، شہادت سے بھی معاف نہیں ہوں گے۔ نیز مسلمانوں کے مشترکہ مال (قومی خزانے) میں خیانت بہت بڑا جرم ہے۔

٢١٩ ـ وعن أبي قَتَادَةَ الْحارِثِ بن رِبْعِيٍّ رضي الله عنه عن رسولِ الله ﷺ أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ، فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ في سَبِيلِ الله، وَالإيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ فقال: يارسولَ الله! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ في سَبيلِ الله، تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رسولُ الله ﷺ: «نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ في سَبيلِ الله وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ» ثُمَّ قَالَ رسولُ الله ﷺ: «كَيْفَ قُلْتَ؟» قال: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ في سَبيلِ الله، أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فقال رسولُ الله ﷺ: «نَعَمْ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ قال لِي ذٰلِكَ» رواه مسلم.

۱۵ / ۲۱۹ ۔ حضرت ابو قتادہ، حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور ان کے لئے ذکر فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا، سب عملوں سے افضل ہے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا، یا رسول اللہ! یہ فرمایئے! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں، تو کیا میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ ہاں، اگر تو اس حال میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے کہ تو صبر کرنے والا، ثواب کی نیت رکھنے والا، دشمن کی طرف رخ کر کے لڑنے والا ہو، نہ کہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تو نے کیسے کہا تھا؟ اس نے کہا، یہ بتلایئے! اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا مجھ سے میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں، اگر تو قتل کر دیا جائے، جب کہ تو صبر کرنے والا، اللہ سے ثواب کی امید رکھنے والا، دشمن کی طرف رخ کر

کے لڑنے والا اور پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا نہیں تھا۔ سوائے قرض کے (کہ وہ معاف نہیں ہو گا) اس لئے کہ جبریل نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفّرت خطاياه إلا الدَّين.

۲۱۹۔ فوائد: اس سے بھی حقوق العباد اور قرض کی اہمیت واضح ہے کہ یہ کسی صورت معاف نہیں ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان حقوق العباد میں کوتاہی سے اور قرضوں کی ادائیگی میں تساہل سے گریز کرے۔

۲۲۰ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟» قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فقال: «إنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يَقْضِيَ مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ» رواه مسلم.

۱۶ / ۲۲۰ ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا‘ ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس (نقد) درہم ہوں اور نہ سامان۔ آپ نے فرمایا (نہیں‘ بلکہ) میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت والے دن نماز‘ روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) وہ اس حال میں آئے گا‘ کسی کو اس نے گالی دی ہو گی‘ کسی پر بہتان تراشی کی ہو گی‘ کسی کا مال کھایا ہو گا‘ کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا پیٹا ہو گا۔ پس ان (تمام مظلومین) کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی (تا کہ ان پر کئے گئے ظلم کی تلافی ہو جائے) پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق باقی ہوں‘ تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے‘ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (کیونکہ نیکیوں سے اس کا دامن بالکل خالی ہو جائے گا) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البرِّ، باب تحريم الظلم.

۲۲۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نماز‘ روزوں کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ جیسے فرائض کا التزام‘ یقیناً ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کا اہتمام اور معاملات کی درستی بھی نہایت ضروری ہے۔ نجات اسی شخص کی ہو گی جو بیک وقت ان تمام چیزوں کا خیال رکھے گا اور ان کے تقاضوں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ ورنہ اخلاقیات و معاملات سے بے نیازی برت کر صرف عبادات کی ادائیگی یا عبادات سے

غفلت و اعراض کر کے صرف اخلاقیات اور حسن معاملہ کا اہتمام نجات کے لئے کافی نہ ہو گا۔

٢٢١ ـ وعن أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إنَّمَا أنَا بَشَرٌ، وَإنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أنْ يَكُونَ ألْحَنَ بحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأقْضِيَ لَهُ بنَحْوِ مَا أسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بحَقِّ أخِيهِ فَإنَّمَا أقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ» متفقٌ عليه. «ألْحَنَ» أيْ: أعْلَمَ.

۱۷ / ۲۲۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک میں ایک انسان ہی ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو (تاکہ میں فیصلہ کروں) اور شاید تم میں سے بعض آدمی، اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے (فریق) سے زیادہ تیز اور چرب زبان ہو، پس میں جو کچھ سنوں (اور اس سے جس نتیجے پر پہنچوں)، اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (درآں حالیکہ وہ حق پر نہ ہو) پس جس شخص کے لئے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو (دراصل) یہ میں اس کے لئے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

الحن کے معنی ہیں، زیادہ عالم، ہشیار اور چرب زبان

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب موعظة الإمام للخصوم ـ وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب الحكم بالظاهر واللحن بالحجة.

۲۲۱۔ فوائد: اس میں آپ نے وضاحت فرما دی کہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور جس طرح دوسرے انسان کسی کی چرب زبانی، تیزی اور طراری سے متاثر ہو کر خلاف واقعہ بات کو حقیقت سمجھ لیتے ہیں، مجھ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ تاہم یہ عصمت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق تبلیغ اور فریضہ رسالت کی ادائیگی سے نہیں ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔ (۲) قاضی پیش کئے گئے دلائل کی بنیاد پر ہی فیصلہ دے گا، جن کو وہ راجح اور صحیح سمجھے گا اپنے علم اور گمان کے مطابق نہیں۔ (۳) قاضی کا فیصلہ اگرچہ ظاہر میں نافذ ہو گا۔ لیکن اس سے حرام، حلال اور حلال، حرام نہیں ہو گا (یعنی وہ باطناً نافذ نہیں ہو گا، جیسا کہ احناف کا مسلک ہے) اور کسی نے غلط فیصلہ حاصل کیا ہے تو وہ عنداللہ مجرم ہو گا اور اس کا خمیازہ اسے جہنم کی آگ کی صورت میں بھگتنا ہو گا اِلَّا یہ کہ اللہ اسے معاف فرما دے۔

٢٢٢ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ في فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَماً حَرَاماً» رواه البخاري.

۱۸ / ۲۲۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مومن ہمیشہ اپنے دین کے بارے میں کشادگی میں رہتا ہے جب تک وہ حرام خون (بہانے کا ارتکاب) نہ کرے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، أوائل كتاب الديات.

۲۲۲۔ فوائد: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مومن جب تک کسی کا ناحق خون نہیں بہاتا، اسے دین پر عمل

کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے اور دوسرا مفہوم ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے لئے کشادہ رہتی ہے۔ تاہم مآل (انجام) دونوں کا ایک ہی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کا زیادہ مستحق اور امیدوار ہوتا ہے اور جوں ہی وہ قتل ناحق کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ کی رحمت کی امید کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے اور وہ ناامیدوں میں سے ہو جاتا ہے۔

٢٢٣ - وعن خَوْلَةَ بنْتِ عَامِرٍ الأنْصَارِيَّةِ، وَهِيَ امْرَأَةُ حَمْزَةَ رضي الله عنه وعنها، قالت: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُولُ: «إنَّ رِجالًا يَتَخَوَّضُونَ في مَالِ الله بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» رواه البخاري.

۱۹/ ۲۲۳۔ حضرت خولہ بنت عامر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اور یہ حضرت حمزہؓ کی اہلیہ ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال (بیت المال) میں ناجائز تصرف کرتے ہیں‘ پس ایسے لوگوں کے لئے قیامت والے دن جہنم کی آگ ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، وكتاب الجهاد، كتاب فرض الخمس، باب ﴿فأن لله خمسه﴾.

۲۲۳۔ **فوائد:** قومی خزانے میں ناجائز تصرف اور اسے مصالح عامہ کی بجائے مصالح خاصہ کے لئے استعمال کرنا‘ کبیرہ گناہ ہے۔ جس پر اسے جہنم کی سزا ہو سکتی ہے‘ اگر اس نے مرنے سے قبل خالص توبہ نہ کی۔

٢٧ - بَابُ تَعْظِيمِ حُرُمَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَبَيَانِ حُقُوقِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتِهِمْ

۲۷۔ مسلمانوں کی حرمات کی تعظیم‘ ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحمت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ﴾ [الحج: ٣٠] وقال تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾﴾ [الحج: ٣٢] وقال تعالى: ﴿وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾﴾ [الحجر: ٨٨] وقال تعالى: ﴿مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدة: ٣٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا‘ جو اللہ تعالیٰ کی (ٹھہرائی ہوئی) حرمتوں کی تعظیم کرے گا؟ پس وہ اس کے لئے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے‘ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا‘ پس یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے‘ جس نے بغیر کسی جان یا زمین میں فساد کے کسی جان کو (ناجائز) قتل کیا‘ پس اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (بچا کر) زندہ کر دیا‘ اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٢٢٤ - وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «الْمُؤْمِنُ

۱/ ۲۲۴۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک مومن دوسرے مومن

لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. متفقٌ عليه.

کے حق میں‘ عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے اور آپ نے (مزید سمجھانے کے لئے) اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھائیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب فضل تعاون المؤمنين - وصحيح مسلم، كتاب البرّ والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم.

۲۲۴- فوائد: اس میں مسلمانوں کو اجتماعیت کا درس دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اسلامی معاشرے کی ایک اینٹ ہے۔ جس طرح اینٹیں باہم مل کر ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کے معاون اور دست و بازو ہوتے اور باہم دگر پیوست رہتے ہیں۔

٢٢٥ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ مَرَّ في شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا، أَوْ أَسْوَاقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ، أَوْ لِيَقْبِضْ عَلَى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَداً مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا بِشَيْءٍ» متفقٌ عليه.

۲/ ۲۲۵- انہی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ جو ہماری مسجدوں میں سے کسی مسجد سے یا بازاروں میں سے کسی بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو اسے اچھی طرح روک کر رکھے یا اس کا اگلا (دھار والا) حصہ مضبوط پکڑ لے‘ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب المرور في المسجد - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب أمر من مرَّ بسلاح في مسجد أو سوق أو غيرهما.... برقم٢٦١٥.

۲۲۵- فوائد: اسلام نے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت کا کتنا اہتمام فرمایا ہے۔ لیکن آج اسلحے کی فراوانی کے اس دور میں معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے اور مسلمان بے محابا اسلحے کا استعمال کر رہے اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں‘ کچھ اور نہیں تو خوشی کے موقعوں پر ہوائی فائرنگ کر کے دہشت پھیلاتے اور لوگوں کو ناگہانی موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں خوف ناک آتش بازی کے دھماکوں سے بھی لوگوں کا آرام و سکون برباد کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آج کا مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات سے کس طرح بے بہرہ یا اس سے بے پروا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

٢٢٦ - وعن النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ في تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ

۳/ ۲۲۶- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ مومنوں کی مثال‘ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و نرمی کرنے میں جسم کی طرح ہے۔

وَالْحُمَّى» متفقٌ عليه.

جب اس کا کوئی ایک عضو درد کرتا ہے تو اس کا سارا جسم اس کی وجہ سے بیداری اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم.

۲۲۶۔ **فوائد:** اسی کے ہم معنی یہ حدیث بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے۔ مومن ایک آدمی کی طرح ہیں، جب اس کی آنکھ دکھتی ہے، تو سارا جسم دکھتا ہے اور جب اس کے سر کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

۲۲۷ - وعن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قَبَّلَ النَّبيُّ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضي الله عنهما، وَعِنْدَهُ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فقال الأَقْرَعُ: إنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَداً. فَنَظَرَ إلَيْهِ رسولُ الله ﷺ فقال: «مَنْ لا يَرْحَمْ لا يُرْحَمْ» متفقٌ عليه.

۴/ ۲۲۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا، آپ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اقرع رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال.

۲۲۷۔ **فوائد:** چھوٹے بچوں کو پیار و شفقت سے چومنا، انہیں بوسہ دینا نہ صرف جائز بلکہ اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

۲۲۸ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الأَعْرَابِ عَلَى رسولِ الله ﷺ، فقالوا: أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ فقال: «نَعَمْ» قالوا: لٰكِنَّا والله مَا نُقَبِّلُ! فقال رسولُ الله ﷺ: «أَوَأَمْلِكُ إنْ كَانَ اللهُ نَزَعَ مِنْ قُلُوبِكُمُ الرَّحْمَةَ!» متفقٌ عليه.

۵/ ۲۲۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ انہوں نے کہا، لیکن اللہ کی قسم! ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر اللہ تم لوگوں کے دلوں سے رحمت و شفقت کا جذبہ نکال دے تو اس میں میرا کیا اختیار؟ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله - صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال.

۲۲۸۔ **فوائد:** بچوں سے پیار و شفقت کا اظہار، اس رحمت و رافت کا نتیجہ ہے جو اللہ کی طرف سے دلوں میں

ودیعت کی گئی ہے۔

٢٢٩ ـ وعن جريرِ بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «مَنْ لا يَرْحَمِ النَّاسَ لا يَرْحَمْهُ اللهُ» متفقٌ عليه.

۶ / ۲۲۹ ـ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قوله تعالي ﴿قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن﴾، وكتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال.

۲۲۹۔ فوائد: اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرنا، اللہ کو بہت پسند ہے، حتیٰ کہ جانوروں اور پرندوں کے ساتھ بھی۔ اس سے انسان اللہ کی رحمت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس حدیث میں انسانوں کا ذکر اس کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے، ورنہ جانوروں پر رحم کرنا بھی مطلوب ہے۔

٢٣٠ ـ وعن أبي هُريرة رضي الله عَنهُ، أنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ. وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ» متفقٌ عليه.
وفي رواية: «وَذَا الْحَاجَةِ».

۷ / ۲۳۰ ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے، تو اسے چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے، اس لئے کہ ان (نمازیوں) میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اور جب خود تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے نماز طویل کرلے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں اور حاجت مند (بھی ہوتے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب إذا صلّي لنفسه فليطوّل ما شاء ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام.

۲۳۰۔ فوائد: اس میں امام کو مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے تخفیف صلوٰۃ کی تاکید کی گئی ہے تاکہ مذکورہ افراد کو تکلیف نہ ہو۔ اس تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ قراءت زیادہ لمبی نہ کی جائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ استراحت وغیرہ کا صحیح طریقے سے اہتمام ہی نہ کیا جائے، جیسا کہ عام طور پر لوگ اس کا یہی مطلب لیتے ہیں اور تعدیل ارکان کا بالکل خیال نہیں رکھتے، جو سنت ہے اور جس کی بابت نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو“۔ اس لئے تعدیل ارکان کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے۔

٢٣١ ـ وعن عَائشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: إنْ كَانَ رسولُ الله ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ، وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ

۸ / ۲۳۱ ـ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (بعض دفعہ) ایسا (نفلی) عمل چھوڑ دیتے تھے جس کا کرنا آپ پسند فرماتے، صرف اس اندیشے سے

النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ. متفقٌ عليه.

کہ کہیں (آپ کو دیکھ کر) لوگ بھی اسے (پابندی سے) کرنے لگیں اور وہ ان پر فرض کردیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب تحريض النبي ﷺ علي صلاة الليل والنوافل ـ وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحٰى وأن أقلها ركعتان.

۲۳۱۔ **فوائد:** اس میں نبی ﷺ کی اس شفقت کا بیان ہے جو امت کے لئے آپ کے دل میں تھی۔ اس لئے چاہنے کے باوجود بعض دفعہ آپ نفلی عبادت و طاعت سے گریز فرماتے' کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور پھر امت کے لئے اس کی ادائیگی مشکل ہو۔

۲۳۲ ـ وَعَنْهَا رضي الله عنها قَالَتْ: نَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ، فقالوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قال: «إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي» متفقٌ عليه. مَعْنَاهُ يَجْعَلُ فِيَّ قُوَّةَ مَنْ أَكَلَ وَشَرِبَ.

۹/ ۲۳۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے' نبی ﷺ نے صحابہ ؓ کو ان پر شفقت و مہربانی فرماتے ہوئے وصال (بغیر افطار کئے' مسلسل روزے رکھنے) سے منع فرمایا' تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ خود تو وصال کرتے ہیں' آپ نے فرمایا' میں تم جیسا نہیں ہوں (اس لئے تم مجھے اپنے پر قیاس مت کرو) میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اس کا مطلب ہے کہ اللہ میرے اندر کھانے پینے والے جیسے شخص کی قوت پیدا فرما دیتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب الوصال ـ وصحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن الوصال في الصوم .

۲۳۲۔ **فوائد:** "میں تم جیسا نہیں ہوں" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح انسان نہیں ہوں۔ بلکہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ میرا جو خصوصی ربط و تعلق ہے' وہ تم میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اس تعلق خصوصی کی وجہ سے میرا رب میرے اندر کھائے پیئے بغیر ہی وہ قوت پیدا فرما دیتا ہے جو تمہیں کھانے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے بلا ناغہ مسلسل روزے رکھنا' آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے جن کی اقتداء امت کے لئے نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں' بلکہ ممنوع اور حرام ہے۔ ایسے خصوصی معاملات میں' چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت وغیرہ سے' آپ کے فرمان پر عمل ضروری ہو گا' آپ کے عمل پر نہیں۔ البتہ جہاں خصوصیت کی صراحت یا اس کی واضح دلیل نہیں ہو گی وہاں آپ کا عمل بھی واجب الاتباع ہو گا۔

۲۳۳ ـ وعن أَبِي قَتَادَةَ الْحَارِثِ بنِ رِبْعِيٍّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إِنِّي لأَقُومُ إِلَى الصَّلاةِ،

۱۰/ ۲۳۳۔ حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ اسے لمبا کرنے کا ہوتا

وَأُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ» رواه البخاري.

ہے کہ میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، پس میں اپنی نماز میں اختصار سے کام لیتا ہوں، اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ میں اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبيّ.

۲۳۳- **فوائد:** یہاں بھی نماز میں اختصار سے مراد، قراءت کا مختصر کرنا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں اس کی صراحت بھی ہے۔ فيقرأ بالسورة القصيرة، بچے کی آواز سننے پر چھوٹی سورت پڑھتے۔ بہرحال اس میں بھی آپ کی اس شفقت کا بیان ہے جو امت کے بارے میں آپ کے اندر تھی، حتیٰ کہ نماز کی حالت میں بھی آپ نے اس کا اظہار فرمایا۔ ﷺ

٢٣٤ - وعن جُنْدُبِ بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ الله فَلا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ» رواه مسلم.

۱۱/ ۲۳۴- حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی حفاظت اور عہد میں ہے، پس (تم اس بات کا خیال رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تم سے اپنے عہد میں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے، اس لئے کہ جس سے بھی وہ اس کا مطالبہ (باز پرس) کرے گا، اسے پکڑ لے گا اور پھر اسے اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة.

۲۳۴- **فوائد:** جو شخص صبح کی نماز پڑھے وہ اللہ کے عہد میں آگیا کہ اب وہ مسلم ہے اب کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس کے مال یا جان کا نقصان کرے اگر کوئی شخص یہ کام کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے اس مسلمان کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑنے کا ارتکاب کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اس عہد شکنی کے متعلق باز پرس فرمائے گا صبح کی نماز سے مراد پانچ وقت کا نمازی ہونا ہے کیونکہ صبح کی نماز مشکل ترین نماز ہے۔

٢٣٥ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لا يَظْلِمُه، وَلا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» متفقٌ عليه.

۱۲/ ۲۳۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر زیادتی کرتا ہے، نہ اسے (بے یار و مددگار چھوڑ کر دشمن کے) سپرد کرتا ہے۔ جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے، جو کسی مسلمان سے کوئی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی

پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی‘ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب "لا يظلم المسلم المسلم ولا يُسْلِمُه" وكتاب الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف عليه القتل - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم.

۲۳۵۔ فوائد: یہ حدیث اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس میں مسلمانوں کو ایک خاندان کے افراد کی طرح رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں کہ جس طرح ایک شخص اپنے بیٹے‘ بھائی وغیرہ پر کوئی ظلم کرنا‘ مدد کے وقت اسے بے یار و مددگار چھوڑنا پسند نہیں کرتا‘ اسے کوئی حاجت ہو تو اسے پوری کرنے کی‘ کسی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہو تو اسے دور کرنے کی اور اس سے کوئی کوتاہی غلطی ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کی سعی کرتا ہے‘ یہی معاملہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اس کا بہترین صلہ اسے دنیا و آخرت میں عطا فرماتا ہے۔ گویا یہ اجتماعی کفالت کا ایک بہترین نظام ہے‘ جس پر اگر مسلمان عمل کریں تو آخرت کی بھلائی کے ساتھ ان کی دنیا بھی جنت نظیر بن سکتی ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی ان روشن تعلیمات کو اپنا سکیں۔

۲۳۶ - وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لا يَخُونُهُ وَلا يَكْذِبُهُ وَلا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، التَّقْوَى هٰهُنَا، بِحَسْبِ امْرِىءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ». رواه الترمذيُّ وقال: حديث حسن.

۱۳ / ۲۳۶ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے‘ وہ اس کی خیانت کرتا ہے‘ نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے (یا نہ اسے جھوٹا قرار دیتا ہے) نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان کی عزت‘ اس کا مال اور اس کا خون‘ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

تخریج: جامع ترمذي، أبواب البر، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم.

۲۳۶۔ فوائد: یہ حدیث بھی اسی مفہوم کی ہے جو گزشتہ حدیث تھی‘ بلکہ اس میں اس مفہوم کی مزید تشریح اور وسعت ہے۔ اس میں مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی باہم حفاظت کرنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ‘ ایک اور نہایت اہم بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ تقویٰ کا معاملہ‘ یہ مسلمان کا اندرونی معاملہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے جس میں کوئی جھانک کر نہیں دیکھ سکتا‘ اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جان سکتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص اپنے بارے میں یہ گمان نہ کرے کہ میں تو بہت نیک اور زہد و تقویٰ کے اونچے مقام پر فائز ہوں اور فلاں مسلمان ایسا

ویسا ہے اور اپنے اس زعم پارسائی میں اسے اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھے۔ کیونکہ ظاہری اعمال اور نیکیوں سے قطع نظر' کوئی شخص فی الواقع ایمان' اخلاص اور تقویٰ کے کس مقام پر فائز ہے؟ اس کا صحیح علم اللہ کے سوا کسی کو ہے نہ ہو ہی سکتا ہے۔ تاہم جو فسق و فجور کے علانیہ مرتکب ہوں' ان کی بات اور ہے اور ان سے ان کے فسق و فجور کی وجہ سے نفرت و کراہت کا اظہار' عین ایمان کا تقاضا ہے' تاہم ان کی بھی تحقیر پسندیدہ نہیں۔ گویا نفرت و کراہت اور چیز ہے اور حقیر گرداننا شئی دیگر۔

۲۳۷ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَحَاسَدُوا وَلا تَنَاجَشُوا وَلا تَبَاغَضُوا وَلا تَدَابَرُوا ولا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ الله إِخْوَاناً. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ: لا يَظْلِمُهُ وَلا يَحْقِرُهُ وَلا يَخْذُلُهُ. التَّقْوَى هٰهُنَا ـ وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ـ بِحَسْبِ امْرِىءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُه» رواه مسلم.

۱۴ / ۲۳۷۔ انہی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم ایک دوسرے پر حسد مت کرو' نہ خرید و فروخت میں بولی بڑھا کر ایک دوسرے کو دھوکہ دو' نہ باہم بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو (یعنی اعراض اور بے رخی مت کرو) اور نہ تمہارا ایک' دوسرے کے سودے پر سودا کرے اور اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ! مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر ظلم کرے' نہ اسے حقیر گردانے اور نہ اس کو (مدد کے وقت) بے سہارا چھوڑے' تقویٰ یہاں ہے اور آپ اپنے سینے کی طرف اشارہ فرماتے' تین مرتبہ آپ نے یہ فرمایا۔ ایک شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر تصور کرے۔ ہر مسلمان کا خون' اس کا مال اور اس کی عزت' دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

«النَّجَشُ»: أَنْ يَزِيدَ فِي ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادِيَ عَلَيْهَا فِي السُّوقِ وَنَحْوِهِ، وَلا رَغْبَةَ لَهُ فِي شِرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ أَنْ يَغُرَّ غَيْرَهُ، وَهٰذَا حَرَامٌ. «وَالتَّدَابُرُ»: أَنْ يُعْرِضَ عَنِ الإِنْسَانِ وَيَهْجُرَهُ وَيَجْعَلَهُ كَالشَّيْءِ الَّذِي وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ.

نجش کا مطلب ہے' بازار یا اسی قسم کی اور جگہ میں نیلام کئے جانے والے سامان کی بڑھ کر قیمت لگانا' جب کہ اس کو خود خریدنے میں رغبت نہ ہو' بلکہ زیادہ بولی لگانے سے مقصد دوسرے کو دھوکے میں ڈالنا ہو اور یہ حرام ہے۔ اور تدابر کے معنی ہیں کہ انسان سے بے رخی برتی جائے اور اسے چھوڑ دے اور اسے اس طرح کر دے جیسے کسی چیز کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس.

۲۳۷۔ **فوائد:** اس میں مسلمانوں کی باہم خیر خواہی اور بھائی چارے کے مفہوم کو مزید وسعت دی گئی ہے۔ ایک

حسد سے روکا گیا ہے' جو ایک نہایت قبیح اخلاقی بیماری ہے جس میں انسان دوسرے انسانوں کو اچھی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا اور آرزو کرتا ہے کہ جو نعمتیں اسے حاصل ہیں' وہ ان سے محروم ہو جائے۔ آپس میں بغض و عداوت اور اعراض و بے رخی سے منع کیا گیا ہے' کیونکہ یہ بھی اسلامی اخوت کے منافی ہے۔ "نجش" سے روکا گیا ہے جو سراسر دھوکہ اور فریب کا نام ہے اور یہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کے بالکل خلاف ہے جب کہ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کا خیر خواہ ہونا چاہئے نہ کہ بدخواہ۔ سودے پر سودا کرنے سے بھی آپس میں بغض و عناد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے' اس لئے اس کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔

٢٣٨ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ» متفقٌ عليه.

١٦/ ٢٣٨ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں تاآنکہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه.... وصحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه من الخير.

٢٣٨۔ فوائد: یہ حدیث بھی گزشتہ مفہوم کی وضاحت کے لئے نہایت جامع ہے۔ کیونکہ جب ایک مسلمان' دوسرے مسلمان کے لئے وہی کچھ پسند کرے گا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے' تو وہ ہر معاملے میں دوسرے مسلمان کے ساتھ خیر خواہی ہی کرے گا' اس کی بدخواہی کبھی نہیں کرے گا اور جب ہر مسلمان اس کردار کو اپنا لے گا تو کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا دشمن اور بدخواہ نہیں رہے گا' بلکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا ہمدرد' اس کا معاون اور خیر خواہ ہو گا اور جس معاشرے کا یہ حال ہو' اس کے خوشگوار اور پرسکون ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے؟ کاش مسلمان معاشرے اس سانچے میں ڈھل سکیں۔

٢٣٩ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً» فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رسولَ الله! أَنْصُرُهُ إذا كَانَ مَظْلُوماً أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ظَالِماً فَكَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قال: «تَحْجُزُهُ ـ أَوْ تَمْنَعُهُ ـ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ» رواه البخاري.

١٦/ ٢٣٩ ۔ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم اپنے بھائی کی مدد کرو' وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں (یہ تو ٹھیک ہے) لیکن یہ بتلائیے! اگر وہ ظالم ہو تو میں کیسے اس کی مدد کروں؟ آپ نے فرمایا' اس کو تم ظلم کرنے سے روک دو' یہی اس کی مدد کرنا ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب "أَعِنْ أخاك ظالما أو مظلوما".

٢٣٩۔ فوائد: یہ بھی معاشرے سے ظلم و فساد کے روکنے کے لئے کتنا جامع ارشاد ہے' یعنی مظلوم ہی کی مدد نہ کرو' بلکہ اخلاقی جرأت سے کام لے کر ظالم کو بھی ظلم کرنے سے روکو۔ یہ بڑے دل گردے کا کام ہے۔ لیکن

مسلمان کی خیر خواہی کا حق بھی تب ہی ادا ہو گا جب مسلمانوں میں یہ اخلاقی جرأت پیدا ہو گی کہ وہ ظالم کے ہاتھ کو بھی پکڑ سکیں' یا کم از کم زبان سے اس کے خلاف کلمۂ حق بلند کر دیں۔

٢٤٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «حَقُّ الْمُسْلِم عَلَى الْمُسْلِم خَمْسٌ: رَدُّ السَّلام، وَعِيَادَةُ الْمَرِيض، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِز وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِس» متفقٌ عليه. وفي رواية لمسلم: «حَقُّ الْمُسْلِم ستٌّ: إذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ، وَإذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ».

۱۷ / ۲۴۰ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا' بیمار کی بیمار پرسی کرنا' جنازوں کے پیچھے چلنا (ان میں شرکت کرنا)' دعوت کا قبول کرنا اور چھینکنے والے کو چھینک کا (یرحمك الله سے) جواب دینا۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ جب تیری اس سے ملاقات ہو تو اسے سلام کر۔ جب وہ تیری دعوت کرے تو اسے قبول کر۔ جب وہ تجھ سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس سے خیر خواہی کر' جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو اسے (یرحمک اللہ کہہ کر) جواب دے۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کر اور جب وہ مر جائے تو اس کے پیچھے چل (یعنی اس کے جنازے میں شریک ہو)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، وكتاب النكاح، وكتاب الأشربة، وغيرهامن الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب "من حق المسلم على المسلم ردّ السلام".

۲۴۰۔ فوائد: حقوق مذکورہ کو مسلمانوں کے باہمی حقوق قرار دے کر مسلمانوں کے مابین اخوت و محبت کے تعلق کو مضبوط تر کر دیا گیا ہے۔ یہ باتیں بظاہر اتنی بڑی نہیں ہیں لیکن انجام اور نتیجے کے اعتبار سے بہت بڑی ہیں۔ بیشک ان کی ادائیگی سے معاشرہ روبہ اصلاح ہو سکتا ہے۔

٢٤١ ـ وعن أبي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ رضي الله عنهما قال: أَمَرَنَا رسولُ الله ﷺ بسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوم، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ

۱۸ / ۲۴۱ ۔ حضرت ابو عمارہ' براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا' ہمیں حکم فرمایا' مریض کی مزاج پرسی کرنے کا' جنازوں کے پیچھے چلنے کا' چھینک کا جواب دینے کا' قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا' مظلوم کی مدد کرنے کا' دعوت

السَّلام. وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمَ أَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ، وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ، وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ، وَعَنِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالإِسْتَبْرَقِ وَالدِّيبَاجِ. متفق عليه.

وفي روايةٍ: وَإِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي السَّبْعِ الأُوَلِ. «الْمَيَاثِر» بياءٍ مثنّاةٍ قَبْلَ الألِفِ، وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا، وَهِيَ جَمْعُ مِيْثَرَةٍ، وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيرٍ وَيُحْشَى قُطْناً أَوْ غَيْرَهُ، وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُورِ الْبَعِيرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ. «الْقَسِّيُّ» بفتح القاف وكسر السين المهملة المشدّدة: وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيرٍ وَكَتَّانٍ مُخْتَلِطَيْنِ. و«إِنْشَادُ الضَّالَّةِ»: تَعْرِيفُهَا.

کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کا اور سلام کو پھیلانے کا (یعنی بکثرت السلام علیکم کہنے کا) اور ہمیں منع فرمایا، سونے کی انگوٹھیاں پہننے سے، چاندی کے برتنوں میں (کھانے) پینے سے، سرخ ریشمی گدوں کے استعمال سے اور قسی کے کپڑے پہننے سے، حریر، استبرق اور دیباج کے استعمال سے۔ (یہ تینوں ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں)۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ پہلی سات باتوں میں گم شدہ چیز کی تشہیر کرنے کا حکم دیا (تاکہ مالک کا پتہ چل جائے)

میاثر (یا، پھر الف اور پھر ثاء) یہ میثرہ کی جمع ہے۔ یہ ایسی چیز (گدی) ہے جسے ریشم سے بنا کر، اسے روئی وغیرہ سے بھر دیا جاتا ہے اور اس کو گھوڑوں کی کاٹھیوں اور اونٹوں کے کجاووں پر رکھا جاتا ہے، جس پر گھوڑے اور اونٹ پر سواری کرنے والا بیٹھتا ہے۔ قَسِّیّ (قاف پر زبر اور سین مشدد پر زیر) ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ إِنْشَادُ الضَّالَّةِ کا مطلب ہے، گم شدہ چیز کا اعلان اور تشہیر کرنا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، وكتاب الأشربة، باب آنية الفضة، وغيرها من الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء.

۲۴۱ فوائد: قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کر دینے کا مطلب ہے کہ کوئی شخص تم پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ اللہ کی قسم، تم فلاں کام ضرور کرو۔ تو تم اس کے اعتماد کو مجروح مت کرو اور اس کام کو کر کے اس کی قسم پوری کر دو۔ بشرطیکہ وہ کام حرام نہ ہو، اس کا تعلق مباحات اور مکارم اخلاق سے ہو۔ سونا اور ہر قسم کا ریشمی لباس صرف مردوں کے لیے حرام ہے، کیونکہ اسلام میں مردوں میں نسوانیت اور سہل انگاری کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ البتہ عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں جائز ہیں۔

٢٨ ـ بَابُ سَتْرِ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّهْيِ

۲۸۔ مسلمانوں کے عیوب کے چھپانے اور بغیر ضرورت کے ان کی اشاعت کے ممنوع

عَنْ إِشَاعَتِهَا لِغَيْرِ ضَرُورَةٍ

ہونے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ﴾ [النور: ١٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' بلا شبہ وہ لوگ جو اہل ایمان میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں' ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (سورۂ نور' ۱۹)

٢٤٢ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «لا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْداً فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» رواه مسلم.

۱ / ۲۴۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو بندہ کسی بندے کی دنیا میں ستر پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب بشارة من ستر الله تعالي عيبه في الدنيا بأن يستر عليه في الآخرة.

۲۴۲۔ **فوائد:** لوگوں کے عیوب اور ان کی کوتاہیوں کی پردہ پوشی' مکارم اخلاق میں سے اور اللہ کی صفت ستاری کی مظہر ہے' اس لیے اللہ کو یہ خوبی بہت پسند ہے اور قیامت والے دن وہ بھی اس شخص کو اسی قسم کی جزا دے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اس سے باز پرس ہی نہیں فرمائے گا۔ یا اگر باز پرس کرے گا تو علی روس الاشہاد نہیں' بلکہ تنہائی میں کرے گا' تا کہ کسی اور کے سامنے اسے شرمندگی نہ ہو' پھر چاہے گا تو معاف فرما دے گا یا کچھ عرصے کے لیے اسے بطور سزا جہنم میں بھیج دے گا۔

٢٤٣ ـ وعنه قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: يَا فُلانُ! عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سَتْرَ اللهِ عنه» متفق عليه.

۲ / ۲۴۳۔ انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا' آپ فرماتے تھے میری امت کا ہر فرد درگزر کے قابل ہو گا' سوائے ان لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرنے والے ہوں گے اور یہ بھی علانیہ گناہ میں سے ہے کہ آدمی رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے' پھر صبح کو' باوجود اس بات کے کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا (اسے لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا) وہ کہے' اے فلاں شخص! گزشتہ رات میں نے اس اس طرح (کام) کیا حالانکہ اس نے وہ رات اس طرح گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کی پردہ پوشی کر دی تھی اور یہ صبح کو وہ پردہ چاک کر رہا ہے جو اللہ نے اس پر ڈال دیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه ـ وصحيح مسلم، كتاب الزهد، باب النهي عن هتك الإنسان ستر نفسه.

۲۴۳۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ بتقاضائے بشریت کسی گناہ کا ہو جانا' جس پر انسان کو ندامت بھی ہو اور اس کا وہ اظہار بھی نہ کرے اور بات ہے' اللہ کے ہاں اس کی معافی کی امید ہے اور بصورت توبہ تو معافی یقینی ہے۔ لیکن علانیہ گناہ کرنا اور بات ہے' اس کے مرتکب کا دل ایک تو اللہ کے خوف سے' دوسرے اللہ کے احکام کی توقیر اور وقعت سے خالی ہے۔ تیسرے' ایسا شخص بالعموم توبہ کی توفیق سے بھی محروم ہی رہتا ہے۔ چوتھے' اللہ کی نافرمانی کا فخریہ طور پر اظہار' اللہ کے غضب و انتقام کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ایسا شخص پھر اللہ کے ہاں کیوں کر قابل معافی ہو سکتا ہے؟

٢٤٤ ـ وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إذَا زَنَتِ الأَمَةُ فَتبَيَّنَ زِناهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ، وَلا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إنْ زَنَتِ الثَّانِيَةَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ» متفق عليه.

۳ / ۲۴۴۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' جب لونڈی بدکاری کا ارتکاب کرے اور اس کا یہ گناہ ظاہر ہو جائے تو اس پر حد جاری کرے اور اس کو ملامت (ڈانٹ ڈپٹ) نہ کرے۔ پھر اگر دوبارہ بدکاری کرے تو اس پر حد جاری کرے اور اسے ملامت نہ کرے' پھر اگر تیسری مرتبہ یہ کام (زنا) کرے تو اسے بیچ دے اگرچہ بالوں کی رسی کے عوض ہی (اسے بیچنا پڑے) (بخاری و مسلم)

«التَّثرِيبُ»: التَّوبِيخُ.

تثریب کے معنی ہیں' توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق، وكتاب المحاربين، باب إذا زنت الأمة ـ وصحيح مسلم، كتاب الحدود، باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنى.

۲۴۴۔ **فوائد:** لونڈی کی حد زنا پچاس کوڑے ہیں۔ یہ سزا خود مالک بھی دے سکتا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں مالک ہی سے خطاب ہے۔ توبیخ و ملامت نہ کرنے سے یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ شاید آئندہ اس گناہ سے باز رہے' کیونکہ بعض دفعہ پیار اور نرمی بھی بہت موثر ثابت ہوتی ہے۔ اگر اس صنف نازک پر کلام نرم و نازک بے اثر ہو تو سہ بارہ یہ کام کرنے پر اسے بیچ ڈالے' چاہے اسے برائے نام ہی قیمت وصول ہو۔

٢٤٥ ـ وعنه قال: أُتِيَ النَّبيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْراً قال: «اضْرِبُوهُ» قال أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ الله قال: «لا تَقُولُوا هٰكَذَا لا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ» رواه البخاري.

۴ / ۲۴۵۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی' آپ نے فرمایا' اسے زد و کوب کرو' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' پس ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے' کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا' پھر جب وہ (آدمی) چلا گیا تو بعض نے کہا' اللہ تجھے رسوا کرے' آپ نے فرمایا اس طرح مت کہو' اس کے

مقابلے میں شیطان کی **مدد مت کرو۔** (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الحدود، بُاب ما یکره من لعن شارب الخمر، باب الضرب بالجرید والنعال.

۲۴۵۔ **فوائد:** یعنی ایک مسلمان کے حق میں بد دعاء کرنا‘ شیطان کی مدد کرنا ہے‘ کیونکہ شیطان کا مشن بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور انہیں دنیا و آخرت کی رسوائیوں کا مستحق قرار دلوانا ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جن کے نزدیک شراب نوشی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اس کے لیے تعزیری سزا ہے جو حالات کے مطابق کم و بیش ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسرے علماء‘ جو اس کی حد۔ چالیس کوڑے۔ کے قائل ہیں‘ وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ اس کی حد مقرر نہیں ہوئی تھی۔ جب نبی ﷺ نے بعد میں چالیس کوڑوں کی سزا دی‘ تو اب یہی اس کی متعین حد ہے‘ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں اسی پر عمل کیا۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے چالیس کوڑوں میں مزید اضافہ کر کے اس کی سزا اسی (۸۰) کوڑے کر دی۔ اس کی بابت یہ علماء کہتے ہیں کہ اصل حد تو چالیس کوڑے ہی ہیں۔ مزید چالیس کوڑے تعزیری سزا تھی‘ جس کا حق امام وقت کو حاصل ہے کہ اگر وہ ضرورت محسوس کرے تو اصل حد کے ساتھ تعزیری سزا بھی‘ جو وہ مناسب سمجھے‘ دے سکتا ہے۔ یہی دوسرا قول راجح ہے کہ شراب نوشی کی حد مقرر ہے (اس کی سزا تعزیری نہیں) اور وہ ہے چالیس کوڑے۔ جس میں بطور تعزیر اضافے کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو‘ اسلام کا نظام تعزیرات۔ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز الداوٗد‘ اردو ترجمہ)

٢٩ ـ بَابُ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِينَ

قَالَ اللهُ تعالى: ﴿وَٱفۡعَلُواْ ٱلۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ۩﴾ [الحج: ٧٧].

٢٤٦ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لا يَظْلِمُهُ وَلايُسْلِمهُ. مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» متفق عليه.

۲۹۔ مسلمانوں کی حاجتیں پوری کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا‘ تم بھلائی کرو‘ تا کہ فلاح پاؤ۔ (سورۂ حج‘ ۷۷)

۱/ ۲۴۶۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ **مسلمان مسلمان کا بھائی ہے‘ نہ اس پر ظلم کرتا‘ نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے‘ جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو‘ اللہ اس کی حاجت پوری فرمانے میں لگا ہوتا ہے اور جو کسی مسلمان** کی پریشانی دور کرتا ہے‘ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی‘ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ **متفق علیہ (یہ حدیث باب تعظیم حرمات المسلمین‘ حدیث نمبر ۲۳۵ میں گزر چکی ہے)**

تخریج: سبق تخریجه في باب تعظیم حرمات المسلمین حدیث رقم۲۳۵.

۲۴۶۔ **فوائد:** اس میں اس امر کی ترغیب دی گئی ہے کہ بغیر کسی دنیوی مفاد یا مقصد کے، محض رضائے الٰہی کے لیے، مسلمانوں کی حاجات و ضروریات پوری کی جائیں، یہ نہایت فضیلت والا عمل ہے۔ ایسے شخص کی حاجات خود اللہ تعالیٰ پوری فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا جو اجر عظیم ملے گا، وہ الگ ہے۔

٢٤٧ ـ وعن أبي هُريرَةَ رضي الله عنهُ عن النبيِّ ﷺ قال: «مَن نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، واللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْماً سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ. وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ تَعَالَى، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ. وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ» رواه مسلم.

۲ / ۲۴۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی بڑی تکلیف دور فرما دے گا۔ جس نے کسی تنگ دست اور عسیر الحال (بدحال) پر آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا، جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ جو ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم (دین) تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور جو لوگ بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور آپس میں اس کی تدریس (سیکھتے یا سکھلاتے بحث و تکرار) کرتے ہیں، تو ان پر (اللہ کی طرف سے) سکینت نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں اور جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن...

۲۴۷۔ **فوائد:** اس میں مذکورہ فوائد کے علاوہ اور بہت سی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً تنگ دست پر آسانی کرنے کی فضیلت، علم شریعت حاصل کرنے کی سعی و کاوش کی فضیلت، قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے درس و تدریس اور افہام و تفہیم کے لیے اجتماع کی ترغیب و فضیلت اور یہ جو گھروں میں ختم قرآن کی محفلیں منعقد کر

کے ان سے فوت شدگان کی بخشش و مغفرت کی امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں یہ الگ صورت ہیں جو ایک رسم و رواج سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، کوئی کام خلاف سنت نہیں ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں نسبت پر اعتماد کرنے کی بجائے، اعمال صالحہ اختیار کرنے کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔ یہ حدیث ان لوگوں کے لیے باعث عبرت ہے جو اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور صرف خاندانی عزت و شرافت پر اتراتے ہیں۔

٣٠ ـ بَابُ الشَّفَاعَةِ

قال الله تعالى: ﴿مَّن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُۥ نَصِيبٌ مِّنْهَا﴾ [النساء: ٨٥].

٢٤٨ ـ وعن أبي موسى الأشعريِّ رضي الله عنه قال: كان النَّبيُّ ﷺ إذَا أَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ أَقْبَلَ عَلَى جُلَسَائِهِ فقال: «اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا أَحَبَّ» متفقٌ عليه. وفي رواية: «مَا شَاءَ».

۳۰۔ شفاعت کا بیان (کسی کی سفارش کرنا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے کوئی اچھی سفارش کی، اس کے لیے بھی اس میں سے حصہ ہو گا۔ (النساء، ۸۵)

۱/ ۲۴۸۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ اپنے شرکائے مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے، (اس کے لیے) سفارش کرو، تمہیں (بھی) اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو پسند فرماتا ہے، فیصلہ فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے، جو چاہتا ہے (فیصلہ فرما دیتا ہے)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكٰوة، باب التحريض على الصدقة ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام.

۲۴۸۔ فوائد: اس میں جس سفارش کی ترغیب دی گئی ہے، وہ حلال و مباح امور میں ہے۔ حرام کام یا اسقاط حد (مقررہ شرعی سزا کی معافی) کے لیے سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

٢٤٩ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما في قِصَّةِ بَرِيرَةَ وَزَوْجِهَا قال: قال لَهَا النَّبيُّ ﷺ: «لَوْ رَاجَعْتِهِ؟» قَالَتْ: يَا رَسُولَ الله! تَأْمُرُنِي؟ قال: «إِنَّمَا أَشْفَعُ» قَالَتْ: لا حَاجَةَ لِي فِيهِ. رواه البخاري.

۲ / ۲۴۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہؓ اور اس کے خاوند کے قصے میں منقول ہے کہ اس (بریرہؓ) سے نبی ﷺ نے فرمایا، اگر تو اس (مغیث، خاوند) سے رجوع کر لے (تو اچھا ہے) اس نے کہا، کیا آپ (رجوع کرنے کا) مجھے حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔ اس نے کہا، مجھے (مغیث) کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطلاق، باب شفاعة النبي ﷺ في زوج بريرة.

۲۴۹۔ فوائد: حضرت بریرہؓ، حضرت عائشہؓ کی لونڈی تھیں، جو ایک غلام مغیث کے نکاح میں تھیں۔ انہیں

حضرت عائشہؓ نے آزاد کر دیا، آزادی کے بعد اسلام نے لونڈی کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے غلام خاوند کے نکاح میں رہنا پسند نہ کرے، تو نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند مغیث سے علیحدگی اختیار کرلی۔ مغیث کو بریرہؓ سے بڑی محبت تھی، وہ اس کے پیچھے پیچھے پھرتا اور اس کی منت سماجت کرتا کہ تعلق زوجیت منقطع نہ کرے۔ جب نبی ﷺ کو اس بات کا اور مغیث کی حالت زار کا علم ہوا، تو آپ نے بریرہ سے سفارش کی کہ وہ اپنے خاوند سے رجوع کرکے اس سے تعلق زوجیت بحال کرلے۔ لیکن چونکہ یہ حکم شرعی نہیں تھا، ایک مشورہ اور سفارش ہی تھی، اس لئے بریرہؓ نے اس مشورے کو اپنے لئے مفید تصور نہیں کیا اور اسے قبول کرنے سے معذرت کرلی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے شخصی حقوق اور شخصی آزادی کو تسلیم کیا ہے اور اس کا وہ پورا احترام کرتا ہے، بشرطیکہ وہ دائرہ شریعت سے متجاوز نہ ہو۔ اس آزادی کو جبرو اکراہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

٣١ ـ بابُ الإِصْلاحِ بَيْنَ النَّاسِ

قال الله تعالى: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ [النساء: ١١٤] وقال تعالى: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء: ١٢٨] وقال تعالى: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [الأنفال: ١] وقال تعالى: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات: ١٠].

٢٥٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «كُلُّ سُلامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الاثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ. وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيطُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ» متفقٌ عليه.

۳۱۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی اکثر سرگوشیوں (مشوروں) میں کوئی بھلائی نہیں، مگر جو حکم کرے صدقہ کرنے کا، بھلائی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا۔ (سورۃ النساء، ۱۱۴)

اور فرمایا: صلح بہتر ہے۔ (سورۂ نساء، ۱۲۸)

اور فرمایا، پس اللہ سے ڈرو، اور آپس میں صلح کرو۔ (الانفال، ۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان جو ہیں، سو وہ بھائی ہیں، پس تم دو بھائیوں کے درمیان ملاپ کرا دو۔ (الحجرات، ۱۰)

۱/ ۲۵۰۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے، ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ تیرا دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کر دینا (ان کے درمیان انصاف کے تقاضوں کے مطابق صلح کرا دینا) صدقہ ہے، تیرا کسی آدمی کی، اس کی سواری کے معاملے میں، مدد کرنا کہ تو اس کو اس پر سوار کرا دے، یا اس کے اوپر اس کا سامان رکھوا دے، صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا صدقہ ہے، ہر وہ قدم جو تو نماز کے لیے اٹھائے، صدقہ

ہے، تیرا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، صدقہ ہے۔
(بخاری و مسلم)

ومعنى «تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا»: تُصْلِحُ بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ.

تعدل بینھما کے معنی ہیں۔ انصاف سے ان کے درمیان صلح کرا دینا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب من أخذ بالركاب ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف.

۲۵۰۔ فوائد: اللہ تعالیٰ نے انسانی ڈھانچہ لچک دار بنایا ہے، یعنی ان میں ایسے جوڑ لگائے ہیں، جن کی وجہ سے اس کے لیے ہر قسم کی حرکت ممکن رہے۔ اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو اعضاء حرکت کرنے کے قابل نہ ہوتے، اگر ایسا ہوتا تو انہیں حسب منشاء استعمال کرنا اس کے لیے ناممکن رہتا۔ اس اعتبار سے یہ جوڑ، اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ہر انسان میں یہ جوڑ تین سو ساٹھ کی تعداد میں ہیں (جیسا کہ دوسری حدیث میں وضاحت ہے) یہ بھی اس کا احسان ہے کہ ادائیگی شکر کی نہایت آسان مختلف صورتیں بتلا دی ہیں جس کی کچھ تفصیل مذکورہ حدیث میں بیان ہوئی ہے اور بعض روایات میں اس کے لیے طلوع شمس کے بعد دو رکعت پڑھ لینے کو کافی قرار دیا گیا ہے اور بعض میں کہا گیا ہے کہ اگر کچھ نہ ہو سکے تو لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنا بھی صدقہ ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

٢٥١ ـ وعن أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ أَبي مُعَيطٍ رضي الله عنها قالت: سمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنمِي خَيْراً، أَوْ يَقُولُ خَيْراً» متفقٌ عليه.

۲/ ۲۵۱۔ حضرت ام کلثوم ؓ بنت عقبہ بن ابی معیط بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے پس وہ بھلائی کی بات آگے پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے (یعنی دو لڑے ہوئے شخصوں کو قریب لانے کے لیے اپنی طرف سے باتیں بنا کر پیش کرتا ہے درآں حالیکہ وہ باتیں ان کی نہیں ہوتیں) (بخاری و مسلم)

وفي روايةِ مسلمٍ زيادة، قالت: وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ في شَيْءٍ مما يَقُولُهُ النَّاسُ إلَّا في ثَلاثٍ؛ تَعْني: الْحَرْبَ، وَالإِصْلاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ، وَحَدِيثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا.

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت ام کلثوم ؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو، ان باتوں میں سے جو لوگ کہتے ہیں، کسی بات کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا، سوائے تین باتوں کے۔ لڑائی کے بارے میں، لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کی اپنے خاوند سے گفتگو میں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلح، باب ليس الكذّاب الذي . . . ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكذب وبيان المباح منه.

۲۵۱۔ **فوائد:** اس حدیث میں ایک نہایت اہم اصول کی نشاندہی کی گئی ہے کہ معاشرتی اصلاح یا خانگی اصلاح یا عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے اگر جھوٹ بولنے کی ضرورت پیش آئے' تو حرام ہونے کے باوجود' ان تینوں مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ دو مسلمان بھائی' آپس میں لڑے ہوئے ہوں' تو ان کے باہم بغض و عناد کو دور کرنے اور انہیں ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے' کوئی شخص اپنے طور پر ایک دوسرے کے بارے میں اچھی باتیں پہنچاتا ہے تا کہ وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ (۲) لڑائی کے موقعے پر دشمن کو اصل صورت حال سے بے خبر رکھنے کے لیے (کہ یہ بھی بعض دفعہ جنگ جیتنے کے لیے ناگزیر ہوتا ہے) جھوٹ بولا جائے۔ (۳) اسی طرح گھریلو زندگی کی خوش گواری کے لیے بعض دفعہ خاوند کو بیوی سے یا بیوی کو خاوند سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت لاحق ہو جاتی اور اس کے لیے جھوٹ بولنا ناگزیر ہو جاتا ہے' چنانچہ شریعت نے اس کی بھی اجازت دے دی ہے۔

۲۵۲ ـ وعن عائشةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالت: سمع رَسُولُ اللهِ ﷺ صَوْتَ خُصُوم بالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُما، وإذا أَحَدُهُمَا يَسْتَوضِعُ الآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ! لا أَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فقال: «أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللهِ لا يَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ؟»، فقال: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! فَلَهُ أَيُّ ذلِكَ أَحَبَّ. متفقٌ عليه.

۳ / ۲۵۲۔ **حضرت عائشہ** رضی اللہ عنہا **سے روایت ہے کہ رسول اللہ** ﷺ **نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی اونچی آوازیں سنیں۔ ان میں سے ایک' دوسرے سے قرضے میں کمی اور کچھ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا' اللہ کی قسم میں (یہ) نہیں کروں گا۔ نبی** ﷺ **ان کے پاس باہر تشریف لائے اور پوچھا' وہ شخص کہاں ہے جو اللہ پر قسم کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟ وہ شخص بولا کہ میں ہوں یا رسول اللہ! (اور ساتھ ہی اس نے نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا) اور اسے (ان دونوں میں سے) اس چیز کا اختیار ہے جسے وہ پسند کرے (یعنی قرض میں کچھ کمی کرا لے یا مہلت لے لے)**

(بخاری و مسلم)

معنى «يَسْتَوضِعُهُ»: يَسْأَلُهُ أَنْ يَضَعَ عَنْهُ بَعْضَ دَيْنِهِ. وَ«يَسْتَرْفِقُهُ»: يَسْأَلُهُ الرِّفْقَ وَ«الْمُتَأَلِّي»: الْحَالِفُ.

یستوضع کے معنی ہیں کہ وہ اس سے قرض کی رقم میں کچھ کمی کرانا چاہتا تھا اور یسترفقہ کا مطلب ہے' اس سے نرمی کا سوال کرتا تھا۔ متألی کے معنی ہیں' حلف (قسم) اٹھانے والا۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الصلح، باب هل يشير الإمام بالصلح؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب البيوع، باب استحباب الوضع من الدين.

۲۵۲۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ تنگ دست مقروض کے ساتھ احسان کرنا مستحب ہے یعنی کچھ قرض معاف کر دے یا اس کو ادائیگی قرض میں **(آسانی تک) مہلت** دے دے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وان کان ذو

عسرة فنظرة الى ميسرة وان تصدقوا خير لكم (البقرہ‘ ۲۸۰) ”مقروض اگر تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دے دو‘ اور اگر تم معاف ہی کر دو‘ تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے“۔ (۲) کوئی شخص نیکی نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اسے زجر و توبیخ کی جائے تا کہ وہ اپنا ارادہ ترک کر کے نیکی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ (۳) باہم جھگڑنے والوں کو یوں ہی نہ چھوڑ دیا جائے‘ بلکہ ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی جائے۔ (۴) جھگڑنے والوں کو بھی مصلحین کے ساتھ تعاون اور ان کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے۔

٢٥٣ - وعن أبي العباس سهل بن سعدِ السَّاعِديِّ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بن عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ، فَخَرَجَ رسولُ الله ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ في أُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رسُولُ الله ﷺ وَحَانَتِ الصَّلاةُ، فَجَاءَ بِلالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما فقال: يَاأَبَا بَكْرٍ! إِنَّ رسولَ الله ﷺ قَدْ حُبِسَ، وَحَانَتِ الصَّلاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قال: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَأَقَامَ بِلالٌ الصَّلاةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ، وَجَاءَ رسُولُ الله ﷺ يَمْشِي في الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ في التَّصْفِيقِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه لا يَلْتَفِتُ في صَلاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ، فَإِذَا رسولُ الله ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رسُولُ الله ﷺ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه يَدَهُ فَحَمِدَ اللهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رسُولُ الله ﷺ، فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فقال: «أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ في الصَّلاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ؟! إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ في صَلاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ الله، فَإِنَّهُ لا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ: سُبْحَانَ

۴ / ۲۵۳۔ حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ عمرو بن عوفؓ کی اولاد کے درمیان کچھ جھگڑا ہے‘ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کی معیت میں ان کے درمیان صلح کرانے کی نیت سے تشریف لے گئے‘ وہاں آپ کو کچھ رکنا پڑا اور نماز کا وقت ہو گیا۔ پس بلالؓ ‘ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا‘ اے ابوبکرؓ نبی ﷺ تو وہاں رک گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے‘ کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا‘ ہاں‘ اگر تم چاہتے ہو‘ بلالؓ نے نماز کی تکبیر کہی اور ابوبکرؓ آگے ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھی اور لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ صفوں میں چلتے ہوئے تشریف لے آئے‘ حتیٰ کہ ایک صف میں کھڑے ہو گئے‘ لوگوں نے (ابوبکرؓ کو مطلع کرنے کے لیے) تالیاں بجانی شروع کر دیں اور ابوبکرؓ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ جب لوگوں کی تالیاں زیادہ ہو گئیں تو متوجہ ہوئے (اور دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ کھڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا‘ پس ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ اٹھایا‘ اللہ کی حمد کی اور الٹے پاؤں آپ کے پیچھے ہٹے‘ یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ آگے ہوئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی‘ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا‘ لوگو! تمہیں کیا ہے کہ جب تمہیں نماز میں کوئی

اللهِ، إلَّا الْتَفَتَ. يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟»، فقال أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. متفقٌ عليه.

نئی چیز پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانا شروع کر دیتے ہو؟ (کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ) تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے (مشروع) ہے (اس لیے یاد رکھو کہ) جب نماز میں کسی کو کوئی نئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے، اس لیے کہ جو بھی سبحان اللہ کہتے ہوئے سنے گا، تو وہ متوجہ ہو گا، (پھر فرمایا) اے ابوبکرؓ، تمہیں جب میں نے اشارہ کر دیا تھا (کہ نماز پڑھاتے رہو) تو پھر تمہیں لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس چیز نے روکا؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ حضور ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔

(بخاری و مسلم)

معنى «حُبِسَ»: أَمْسَكُوهُ لِيُضِيفُوهُ.

جس کے معنی ہیں کہ لوگوں نے آپؐ کو آپ کی مہمان نوازی کے لیے روک لیا۔

تخريج: صحيح بخاري، أحكام السهو، باب الإشارة في الصلوة - وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلى بهم إذا تأخر الإمام....

۲۵۳۔ **فوائد:** بنو عمرو بن عوف، اوس کا ایک بڑا قبیلہ تھا، جس میں کئی خاندان تھے، یہ قباء میں رہائش پذیر تھے، ان کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور انہوں نے ایک دوسرے پر خشت باری اور سنگ زنی کی، اطلاع ملنے پر رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا بہت ضروری ہے تا کہ جھگڑا شدت اختیار نہ کرے۔ ابتداء میں ہی صلح کا اہتمام نہ کیا جائے تو جھگڑا شدت و وسعت اختیار کر جاتا ہے اور پھر صلح کا کام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ (۲) یکے بعد دیگرے، ایک ہی نماز دو اماموں کے پیچھے پڑھی جا سکتی ہے۔ (۳) نماز کی حالت میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ البتہ عورتیں صرف تالیاں بجائیں۔ (۳) بوقت ضرورت نماز میں التفات (تھوڑا سا مڑ کر یا کن انکھیوں سے دیکھنا) جائز ہے، اسی طرح آگے پیچھے کرنا بھی جائز ہے۔ یہ وہ عمل کثیر نہیں ہے جس سے نماز باطل ہو جائے۔

۳۲۔ بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْفُقَرَاءِ وَالْخَامِلِينَ

۳۲۔ کمزور، فقیر اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور روکے رکھ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور

يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ [الكهف: ٢٨].

شام، طالب ہیں اس کی رضا کے، اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر۔

٢٥٤ ـ عن حارثةَ بنِ وَهْبٍ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «ألا أُخْبِرُكُمْ بأهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ» متفقٌ عليه.

۱/ ۲۵۴۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کیا میں تمھیں جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر آپ نے خود ہی جواب دیا) ہر کمزور، جو کمزور سمجھا جاتا ہے، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اسے پوری کر دیتا ہے۔ کیا میں تمھیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ (پھر جواب دیا) ہر تند خو سرکش، بخیل (یا اترا کر چلنے والا) اور متکبر شخص۔

(بخاری و مسلم)

«الْعُتُلُّ»: الْغَلِيظُ الْجَافِي. وَ«الْجَوَّاظُ» بفتح الجيم وتشديدِ الواوِ وبالظاءِ المعجمة: وَهُوَ الْجَمُوعُ الْمَنُوعُ، وَقِيلَ: الضَّخْمُ الْمُخْتَالُ فِي مِشْيَتِهِ، وَقِيلَ: الْقَصِيرُ الْبَطِينُ.

العتل، تند خو، سرکش۔ جواظ (جیم پر زبر واؤ مشدد اور نقطے والے ظاء کے ساتھ) جمع کر کر کے رکھنے والا بخیل اور بعض کے نزدیک، فربہ بدن، اترا کر چلنے والا اور بعض کے نزدیک، کوتاہ قامت توند والا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالي: ﴿عتلّ بعد ذلك زنيم﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبّارون، والجنة يدخلها الضعفاء.

۲۵۴۔ فوائد: اس میں ان کمزور، غریب اور گوشہ خمول میں رہنے والے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے، جن کو کوئی امتیازی مقام معاشرے میں حاصل نہیں ہوتا، لیکن ایمان و تقویٰ کے وہ ایسے مقام بلند پر فائز ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔ اس میں تواضع اور گمنامی کی فضیلت اور تکبر، بخل اور شہرت و ناموری کی ہوس کی مذمت ہے۔

٢٥٥ ـ وعن أبي العباس سهلِ بنِ سعدٍ الساعِدِيِّ رضي الله عنه قال: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ؛ فقال لرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ: «مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟»، فقال: رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَا وَاللهِ! حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ. فَسَكَتَ رسولُ الله ﷺ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا رَأْيُكَ فِي

۲/ ۲۵۵۔ حضرت ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس سے گزرا، تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے فرمایا، تیری اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، معزز لوگوں میں سے ہے، اللہ کی قسم، یہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے اور اگر (کسی کی) سفارش کرے تو سفارش قبول کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ (یہ جواب سن کر) خاموش

هٰذَا؟»، فقال: يا رسولَ اللهِ! هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ هٰذَا حَرِيٌّ إنْ خَطَبَ أَنْ لا يُنْكَحَ، وَإنْ شَفَعَ أَنْ لا يُشَفَّعَ، وَإنْ قَالَ أَنْ لا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ. فقال رسولُ الله ﷺ: «هذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الأرْضِ مِثْلَ هذَا» متفقٌ عليه.

رہے۔ پھر ایک اور آدمی (وہاں سے) گزرا' رسول اللہ ﷺ نے اس سے پھر پوچھا' اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا' یا رسول اللہ! اس شخص کا تعلق فقراء مسلمین سے ہے' یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات سنی نہ جائے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہ فقیر' پہلے شخص جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

قوله: «حَرِيٌّ» هُوَ بفتح الحاءِ وكسر الراءِ وتشديد الياءِ: أيْ حَقِيقٌ. وقوله: «شَفَعَ» بفتح الفاءِ.

حری۔ حاء پر زبر' راء پر زیر اور یاء پر تشدید' لائق ہے۔ اور شَفَعَ' فاء کے زبر کے ساتھ ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين. ——— امام مسلم نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی ہے' اس لیے یہ افراد بخاری میں سے ہے' جیسا کہ بہت سے ائمہ نے وضاحت کی ہے۔

۲۵۵۔ **فوائد:** اس میں ان فقرائے مسلمین کی فضیلت و عظمت کا بیان ہے جنہیں معاشرے میں ان کی غربت کی وجہ سے نہ کوئی جانتا ہے نہ ان کا احترام ہی کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے ہاں ان میں کا ایک ایک شخص' دنیا بھر کے انسانوں سے بہتر ہے جو ایمان و تقویٰ سے محروم ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں اصل اہمیت ایمان و تقویٰ کی ہے نہ کہ نسب اور ظاہری شان و شوکت کی۔ (۲) نکاح کے لئے نیک مردوں اور نیک عورتوں کا انتخاب کیا جائے' چاہے وہ غریب ہی ہوں' کیونکہ دینی اعتبار سے' وہ دوسرے مسلمان کا کفو (ہم پلہ) ہیں۔ یعنی دینی کفاءت (قرب' تناسب اور برابری) دیکھی جائے' محض دنیاوی کفاءت ہی کا خیال نہ رکھا جائے۔

٢٥٦ ـ وعن أبي سعيدٍ الخدري رضي الله عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فقالتِ النَّارُ: فِيَّ الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِيَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِينُهُمْ، فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: إنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإنَّكِ النَّارُ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا» رواه مسلم.

۳ / ۲۵۶ ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا۔ جہنم نے کہا' میرے اندر سرکش اور متکبر انسان ہوں گے اور جنت نے کہا' میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ ہوں گے' پس اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا' (جنت سے کہا) تو جنت' میری رحمت ہے' تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا (اور دوزخ سے کہا) تو جہنم میرا عذاب ہے' میں تیرے ذریعے سے جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا' تم دونوں کا بھرنا میری ذمے داری ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبّارون، والجنة

يدخلها الضعفاء.

۲۵۶- فوائد: حدیث میں ضعفاء و مساکین سے مراد، وہ اہل ایمان و تقویٰ ہیں، جو صبر و قناعت سے زندگی گزار دیتے ہیں، لیکن دنیا کمانے کے لئے مکر و فریب سے کام نہیں لیتے۔ حدیث میں ان کے لئے بشارت ہے۔ ان کے برعکس اللہ کے احکام سے سرتابی کرنے والے جابرہ و متکبرین کے لئے جہنم کی وعید ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی پسند ہے کہ وہ ان قسموں میں سے جس قسم میں چاہے اپنا شمار کروا لے۔ جنت اور دوزخ کا یہ مکالمہ، کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے اندر ادراک و شعور پیدا کر دینا، جس سے وہ باہم بحث و تکرار کریں، کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اس لئے اس قسم کی احادیث کی تاویل کی چنداں ضرورت نہیں ہے، انہیں اپنے ظاہر پر ہی محمول کیا جائے۔ یہ روایت مسند احمد (۳/ ۷۹) میں تفصیل کے ساتھ آئی ہے اور صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ابو سعید خدریؓ کی روایت سے زیادہ مفصل حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

۲۵۷ - وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسولِ الله ﷺ قال: «إنَّهُ لَيأْتِي الرَّجُلُ السَّمِيْنُ الْعَظِيمُ يَوْمَ الْقِيامَةِ لا يَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ» متفقٌ عليه.

۴/ ۲۵۷ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یقیناً قیامت والے دن موٹا تازہ بڑا آدمی آئے گا، اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة الكهف ﴿فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا﴾ - وصحيح مسلم، أول كتاب صفات المنافقن وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث رقم۲۷۸۵.

۲۵۷- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں شان و شوکت کے ان مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی جن کو اہل دنیا اہمیت دیتے ہیں۔ وہاں تو انسان کا ایمان، اخلاص اور تقویٰ دیکھا جائے گا اور اسی بنیاد پر اس کی قدر و قیمت ہو گی۔ اس لئے انسان کی اصل توجہ اپنے دل کی اصلاح کی طرف ہونی چاہئے نہ کہ صرف پرورش جسم کی طرف۔

۲۵۸ - وعنه أنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، أَوْ شَابّاً، فَفَقَدَهَا رسولُ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ، فقالوا: مَاتَ. قال: «أَفَلاَ كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي» فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا، أَوْ أَمْرَهُ فقال: «دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ» فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ قال: «إنَّ هٰذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا، وَإنَّ اللهَ تَعَالَى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلاتِي عَلَيْهِمْ» متفقٌ عليه.

۵/ ۲۵۸ - انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت یا کوئی نوجوان مسجد کی جھاڑو دیا کرتا تھا (راوی کو شک ہے کہ وہ عورت تھی یا نوجوان) رسول اللہ ﷺ نے اسے گم پایا تو اس کی بابت پوچھا، لوگوں نے بتلایا کہ وہ تو فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا، تو تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ دی؟ گویا لوگوں نے اس (کی وفات) کے معاملے کو حقیر گردانا، آپ نے فرمایا، مجھے اس کی قبر بتلاؤ! چنانچہ لوگوں نے آپ کو اس کی قبر بتلائی تو آپ نے اس پر نماز پڑھی، پھر فرمایا، بے شک یہ

قبریں، قبروں والوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں، میری ان پر نماز پڑھنے سے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے لئے روشن فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

قوله: «تَقُمُّ» هو بفتح التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: أَيْ تَكْنُسُ. وَ«الْقُمَامَةُ»: الْكُنَاسَةُ. وَ«آذَنْتُمُونِي» بِمَدِّ الْهَمْزَةِ، أَيْ: أَعْلَمْتُمُونِي.

تقم، تاء پر زبر اور قاف پر پیش، جھاڑو دیتی تھی۔ قمامہ کوڑا کرکٹ آذنتمونی ہمزہ پر مد، معنی ہیں تم نے مجھے اطلاع دی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المساجد، باب كنس المسجد - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر.

۲۵۸- **فوائد:** بعض دوسری روایات کی بنیاد پر علماء نے اسی بات کو راجح قرار دیا ہے کہ جھاڑو دینے والی ایک عورت تھی۔ اس میں ایک تو مسجد کی صفائی کی فضیلت کا اور دوسرے نبی ﷺ کے کمال خلق و تواضع کا بیان ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل خیر و صلاح کے جنازوں میں شرکت کرنی چاہئے اور شرکت سے محرومی کی صورت میں اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

٢٥٩ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ» رواه مسلم.

۶/ ۲۵۹- انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بہت سے پراگندہ، غبار آلود اشخاص، جنہیں دروازوں سے ہی دھکیل دیا جاتا ہے، اگر اللہ پر قسم کھا لیں، تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الضعفاء والخاملين.

٢٦٠ - وعن أُسَامَةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ. وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ» متفقٌ عليه.

۷/ ۲۶۰- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا، میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے اکثر مسکین لوگ ہیں اور دولت مند روکے ہوئے ہیں۔ البتہ دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دے دیا گیا ہے اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (دیکھا) ان میں داخل ہونے والی اکثر عورتیں ہیں۔ (بخاری و مسلم)

وَ«الجَدُّ» بفتح الجيم: الْحَظُّ وَالْغِنَى. وقوله: «مَحْبُوسُونَ» أَيْ: لَمْ يُؤْذَنْ لَهُمْ بَعْدُ فِي دخُولِ الْجَنَّةِ.

جد، جیم پر زبر۔ خوش بختی اور تونگری۔ محبوسون کے معنی ہیں کہ ابھی تک انہیں دخول جنت کی اجازت نہیں دی گئی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها إلا بإذنه،

وكتاب الرقاق ـ وصحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء. . .

۲۶۰- **فوائد :** جنت' دوزخ کے یہ احوال نبی ﷺ کو بذریعہ وحی بتلائے گئے اور آپ نے انہیں صیغہ ماضی سے بیان فرمایا' کیونکہ ان کا وقوع' ماضی کی طرح' یقینی ہے یا کشف کے طور پر آپ کو ان کا مشاہدہ کروایا گیا۔ عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی ایک بڑی وجہ دوسری احادیث میں نبی ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ خاوند کی ناشکری زیادہ کرتی ہیں جس سے پتہ چلا کہ خاوندوں کو آزار پہنچانا بڑے جرائم میں سے ہے۔

٢٦١ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «لَمْ يَتكَلَّمْ في الْمَهْدِ إلَّا ثَلاثَةٌ عِيسى ابْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَكَانَ جُرَيجٌ رَجُلاً عَابداً، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا، فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَت: يَا جُرَيجُ! فقالَ: يَا رَبِّ! أُمِّي وَصَلاتِي. فَأَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهِ فَانْصَرَفتْ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فقالتْ: يَاجُرَيجُ! فقالَ: أَيْ ربِّ! أُمِّي وَصَلاتِي، فَأَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ! فقال: أَيْ رَبِّ! أُمِّي وَصَلاتِي، فَأَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهِ، فقالتْ: اللَّهُمَّ لا تُمِتْهُ حَتَّى يَنْظُرَ إلى وُجُوهِ الْمُومِسَاتِ. فَتَذَاكَرَ بَنُو إسْرَائِيلَ جُرَيجاً وَعِبَادَتَهُ، وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا، فقالتْ: إنْ شِئْتُمْ لأَفْتِنَنَّهُ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ إلَيْهَا، فَأَتَتْ رَاعِياً كَانَ يَأوِي إلى صَومَعَتِهِ، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا. فَحَمَلَتْ، فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَت: هُوَ مِنْ جُرَيجٍ، فَأَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوهُ وَهَدَمُوا صَوْمَعَتَهُ، وَجَعَلُوا يَضْرِبُونَهُ، فقالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ. قالَ: أَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَجَاؤُوا بِهِ فقالَ: دَعُونِي حَتَّى أُصَلِّيَ،

۸ / ۲۶۱ ـ **حضرت ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے' نبی کریم** ﷺ **نے فرمایا کہ گہوارے میں صرف تین (افراد) نے کلام کیا' عیسیٰ بن مریمؑ اور جریجؒ نے۔ جریج ایک عبادت گزار آدمی تھے' انہوں نے ایک کٹیا (عبادت کے لئے جھونپڑی) بنائی ہوئی تھی' (ایک روز) وہ اس میں تھے کہ ان کی والدہ ان کے پاس آئی جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے' والدہ نے آواز دی' اے جریج! تو جریج نے (دل میں کہا' اے میرے رب میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں (مصروف ہوں) پس وہ نماز پر ہی متوجہ رہے۔ چنانچہ ان کی والدہ واپس چلی گئی۔ دوسرے دن وہ پھر آئی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے آواز دی اے جریج! انہوں نے (پھر دل میں) کہا' اے میرے رب میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں ہوں' پس وہ نماز پر ہی متوجہ رہے (اور والدہ چلی گئی) تیسرے دن وہ پھر آئی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے آکر کہا' اے جریج! انہوں نے (دل میں) کہا اے میرے رب' میری ماں (مجھے بلا رہی ہے) اور میں نماز میں ہوں۔ پس وہ نماز پر ہی متوجہ رہے۔ ان کی والدہ نے انہیں بددعاء دی' اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا' جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے (اگر وہ ملوث ہونے کی بددعا کرتی تو جریج ملوث بھی ہو جاتے) پس بنو اسرائیل جریج اور ان کی عبادت کا چرچا کرنے لگے۔ (ان میں) ایک بدکار عورت (بھی) تھی جس کے حسن و جمال کی مثال دی جاتی تھی' اس**

فَصَلَّى، فَلَمَّا انصرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ وقالَ: يَا غُلامُ! مَنْ أَبُوكَ؟ قالَ: فُلانٌ الرَّاعِي، فَأَقْبَلُوا عَلَى جُرَيجٍ يُقَبِّلُونَهُ وَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ وَقالُوا: نَبْنِي لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قالَ: لا، أَعِيدُوهَا مِنْ طِينٍ كَمَا كَانَتْ، فَفَعَلُوا. وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ، فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ، فَقَالَتْ أُمُّهُ: اللَّهُمَّ! اجْعَل ابْنِي مِثْلَ هٰذَا، فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنظَرَ إِلَيْهِ فقالَ: اللَّهُمَّ! لا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ»، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رسولِ الله ﷺ وَهُوَ يَحْكِي ارْتِضاعَهُ بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا، قال: «وَمَرُّوا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا، وَيَقُولُونَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُولُ: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ. فقالَتْ أُمُّهُ: اللَّهُمَّ! لا تَجْعَل ابْنِي مِثْلَهَا، فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ: اللَّهُمَّ! اجْعَلْنِي مِثْلَهَا، فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيثَ فقالت: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ! اجْعَل ابْنِي مِثْلَهُ فَقُلْتَ: اللَّهُمَّ! لا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، وَمَرُّوا بِهٰذِهِ الأَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُونَهَا وَيَقُولُون: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ! لاتَجْعَل ابْنِي مِثْلَهَا فَقُلْتَ: اللَّهُمَّ! اجْعَلْنِي مِثْلَهَا؟! قالَ: إِنَّ ذلكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّاراً فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ! لاتَجْعَلْنِي مِثْلَهُ، وَإِنَّ هٰذِهِ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ، وَلَمْ تَزْنِ، وَسَرَقْتِ، وَلَمْ تَسْرِقْ، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ! اجْعَلْنِي مِثْلَهَا» متفقٌ عليه.

نے (بنو اسرائیل سے) کہا' اگر تم چاہو تو میں اسے آزمائش میں ڈال دوں۔ پس وہ عورت (سولہ سنگھار کر کے) ان کے سامنے آئی' لیکن انہوں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا' چنانچہ وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جس کا ان کی کٹیا میں آنا جانا تھا' اس عورت نے اپنے اوپر اس چرواہے کو قدرت دی اور اس نے اس سے بدکاری کی جس سے اس کو حمل ٹھہر گیا' جب اس نے بچہ جنا تو دعویٰ کر دیا کہ یہ جریج کا ہے' لوگ (یہ سن کر) جریج کے پاس آئے' انہیں کٹیا سے نیچے اتارا اور ان کی کٹیا کو گرا دیا اور انہیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا' انہوں نے پوچھا' بات کیا ہے؟ (تم کیوں میرے ساتھ ایسا معاملہ کر رہے ہو؟) انہوں نے کہا' تو نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس نے تیرا لڑکا بھی جنا ہے۔ انہوں نے پوچھا' بچہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ بچہ اٹھا کر لائے۔ انہوں نے کہا' مجھے چھوڑ دو' میں نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے نماز پڑھی' نماز سے فارغ ہو کر بچے کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں چوکہ لگایا اور اس سے پوچھا' اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا' فلاں چرواہا۔ پس سب لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے' انہیں (عقیدت سے) بوسہ دیتے اور چھوتے اور انہوں نے کہا' ہم تیری کٹیا سونے کی بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا' نہیں۔ اسے اسی طرح مٹی کی بنا دو' جیسے پہلے تھی' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (اب تیسرے بچے کا ذکر' جس نے گہوارے میں گفتگو کی)

ایک وقت ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک شخص گزرا' جو تیز رفتار گھوڑے پر سوار اور عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ بچے کی ماں نے کہا' یا اللہ! میرے بچے کو (بھی) اس جیسا بنانا۔ بچے نے اپنا منہ ماں کے پستان سے ہٹا لیا اور اس شخص کی طرف متوجہ ہوا

اور اسے (غور سے) دیکھا اور کہا، اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر (دوبارہ) پستان کی طرف متوجہ ہوا اور دودھ پینا شروع کر دیا (حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں) گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس کے دودھ پینے کی کیفیت، اپنی انگشت شہادت منہ میں ڈال کر اور اسے چوس کر، بیان فرما رہے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا، لوگ ایک لونڈی کے پاس سے گزرے جسے کچھ لوگ مار رہے تھے اور کہتے تھے، تو نے بدکاری اور چوری کی ہے اور وہ کہتی تھی حسبی اللہ ونعم الوکیل (مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) بچے کی ماں نے (پھر) دعاء کی، اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا۔ (یہ سن کر) بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا، اور کہا، اے اللہ! مجھے اس جیسا (ہی) کرنا۔ پس اس وقت دونوں (ماں بیٹے) ایک دوسرے سے سوال جواب کرنے لگے، ماں نے کہا، ایک خوش اطوار آدمی گزرا، اور میں نے دعاء کی، اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنانا، تو تو نے اس کے برعکس کہا، کہ یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ اس لونڈی کے پاس سے گزرے جسے کچھ لوگ مار رہے تھے اور اسے کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری اور چوری کی ہے، تو میں نے دعاء کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا، تو تو نے کہا، اے اللہ! مجھے اس جیسا (ہی) کرنا۔ (آخر یہ کیا بات ہے؟) بچے نے کہا، وہ (حسین و جمیل گزرنے والا) شخص، بڑا سرکش تھا، پس میں نے دعا کی، یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور یہ لونڈی، جس کو لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری کی ہے، حالانکہ اس نے بدکاری نہیں کی تھی (اور کہتے تھے کہ) تو نے چوری کی ہے، حالانکہ اس نے چوری نہیں کی

تھی، تو میں نے دعاء کی، یا اللہ مجھے اس جیسا (پارسا) بنانا۔ (بخاری و مسلم)

وَ«المُومِسَاتُ»: بضَمِّ الميمِ الأُولَى وإِسْكَانِ الوَاوِ وكسرِ الميم الثانيةِ وبالسين المهملَةِ؛ وَهُنَّ الزَّوانِي. وَالمُومِسَةُ: الزَّانِيَةُ. وقوله: «دَابَّةٌ فَارِهَةٌ» بالفاءِ: أَيْ حَاذِقَةٌ نَفِيسَةٌ. وَ«الشَّارَةُ» بِالشِّينِ المُعْجَمَةِ وَتَخْفِيفِ الرَّاءِ: وَهِيَ الجَمَالُ الظَّاهِرُ فِي الهَيْئَةِ وَالمَلْبَسِ. وَمَعْنَى «تَرَاجَعَا الحَدِيثَ» أَيْ: حَدَّثَتِ الصَّبِيَّ وَحَدَّثَهَا، والله أعلم.

مومسات۔ پہلے میم پر پیش، واؤ ساکن اور دوسرے میم پر زیر اور سین مہملہ کے ساتھ۔ بدکار عورتیں۔ مومسۃ (واحد) بدکار عورت۔ دابۃ فارھۃ (فاء کے ساتھ) تیز رفتار، عمدہ سواری۔ شارۃ ۔ نقطوں والا شین اور بغیر شد کے راء۔ شکل و صورت اور لباس کے لحاظ سے ظاہری جمال اور تراجعا الحدیث کے معنی ہیں، ماں نے بچے سے اور بچے نے ماں سے گفتگو کی۔ یعنی دونوں کا مکالمہ باہم سوال و جواب۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿واذكر في الكتاب مريم﴾ وكتاب بدء الخلق ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلاة وغيرها.

۲۶۱۔ **فوائد**: اس حدیث میں صرف تین بچوں کے گھوارے میں گفتگو کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد بنی اسرائیل کے تین بچے ہیں، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث سے ان کے علاوہ بھی اصحاب الاخدود کے قصے میں بچے کا بولنا ثابت ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل مسائل کا اثبات ہوتا ہے۔ (۱) نفلی نماز کے مقابلے میں ماں باپ کی پکار کو اہمیت دی جائے۔ (۲) نیک لوگوں کے لئے کرامت متحقق (ثابت) ہے۔ (۳) مومن پر بعض دفعہ بڑی بڑی آزمائشیں آتی ہیں، ایسے موقعوں پر صبر و استقامت ضروری ہے، بالآخر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد فرماتا ہے۔ (۴) متکبرین اور ان کی مشابہت سے بچا جائے، چاہے ان کا ظاہر کتنا بھی حسین و جمیل ہو اور نیک لوگوں کے طور اطوار اختیار کئے جائیں کہ کامیابی اسی میں ہے۔

٣٣ ـ بَابُ مُلاَطَفَةِ اليَتِيمِ وَالبَنَاتِ وَسَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالمَسَاكِينِ وَالمُنْكَسِرِينَ وَالإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الجَنَاحِ لَهُمْ

۳۳۔ یتیموں، لڑکیوں اور تمام کمزور و مسکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے، ان پر شفقت و احسان کرنے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [الحجر: ٨٨]، وقال تعالى: ﴿وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنے بازو مومنوں کے واسطے جھکا دے۔

اور فرمایا، اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روکے

بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا﴾ [الكهف: ٢٨]، وقال تعالى: ﴿فَأَمَّا ٱلْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحى: ٩ـ١٠]، وقال تعالى: ﴿أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ ۝١ فَذَٰلِكَ ٱلَّذِى يَدُعُّ ٱلْيَتِيمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ﴾ [الماعون: ١ـ٣].

رکھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں‘ اس کی رضا طلب کرتے ہوئے اور تیری آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں‘ زندگانی دنیا کی رونق کی تلاش میں۔

اور فرمایا: سو جو یتیم ہو‘ اس کو مت دبا اور جو مانگتا ہو‘ اس کو مت جھڑک۔

اور فرمایا: کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو جزاء (کے دن) کو جھٹلاتا ہے‘ پس یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور نہیں تاکید کرتا مسکین کے کھانے پر۔

٢٦٢ ـ وعن سعدِ بن أبي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قال: كُنَّا مَعَ النَّبيِّ ﷺ سِتَّةَ نَفَرٍ، فقال المُشْرِكُونَ للنَّبيِّ ﷺ: اطْرُدْ هؤلاءِ لا يَجْتَرِئُونَ عَلَيْنَا، وَكُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ وَرَجُلٌ مِنْ هُذَيْلٍ وَبِلالٌ وَرَجُلانِ لَسْتُ أُسَمِّيهِمَا، فَوَقَعَ فِي نَفْسِ رسولِ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تعالى: ﴿وَلَا تَطْرُدِ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ﴾ [الأنعام: ٥٢] رواه مسلم.

۱/ ۲۶۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ چھ افراد تھے‘ مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا‘ ان کو اپنے سے دور کر دیں‘ یہ ہم پر جری نہ ہو جائیں (حضرت سعدؓ فرماتے ہیں) میں تھا‘ ابن مسعود‘ قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی‘ بلال اور دو اور آدمی جن کے نام مجھے معلوم نہیں۔ (مشرکین کے مطالبے پر) رسول اللہ ﷺ کے جی میں جو اللہ نے چاہا‘ آیا‘ پس آپ نے اپنے جی میں کچھ سوچا‘ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی‘ ”اے پیغمبر! تو ان لوگوں کو اپنے سے دور مت کر جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے صبح و شام اسے پکارتے ہیں“ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه.

۲۶۲۔ **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں صرف ان لوگوں کی قدر و قیمت ہے جو ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہوں‘ چاہے اہل دنیا کی نظروں میں‘ وہ اپنی غربت و ناداری کی وجہ سے‘ حقیر اور کم تر ہوں اور جو ایمان و عمل سے محروم ہوں‘ چاہے دنیوی اعتبار سے وہ کتنے ہی بلند مرتبہ ہوں‘ اللہ کے ہاں‘ پرکاہ کے برابر بھی ان کی وقعت نہیں۔ اس میں اہل ایمان کو بھی تنبیہ ہے کہ ان کے ہاں بھی عزت و شرف کا معیار دین ہی ہونا چاہئے نہ کہ حسب و نسب اور مال و جاہ۔

٢٦٣ ـ وعن أبي هُبَيْرَةَ عَائِذِ بنِ عَمْرٍو المُزَنِيِّ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رضي الله

۲/ ۲۶۳۔ حضرت ابو ہبیرہ عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ‘ یہ اہل بیعت رضوان میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت

عنه، أنَّ أبَا سُفْيَانَ أَتَى عَلَى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلالٍ في نَفَرٍ فَقَالُوا: مَا أَخَذَتْ سُيُوفُ اللهِ مِنْ عَدُوِّ اللهِ مَأْخَذَهَا، فقال أبُو بَكْرٍ رضي الله عنه: أَتَقُولُونَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟ فَأَتَى النَّبيَّ ﷺ، فَأَخْبَرَهُ فقال: «يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ» فَأَتَاهُمْ فقال: يَا إخْوَتَاهُ! أَغْضَبْتُكُمْ؟ قالوا: لا، يَغْفِرُ اللهُ لَكَ يَا أُخَيَّ. رواه مسلم.

ابو سفیانؓ، حضرت سلمانؓ، صہیبؓ اور بلالؓ کے پاس چند افراد کی موجودگی میں آئے، تو انہوں نے (ابو سفیان کو دیکھ کر) کہا، اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن (یعنی ابو سفیان) سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، تم یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے متعلق کہہ رہے ہو؟ پس حضرت ابو بکرؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ بات بتلائی، آپ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ! شاید تونے ان کو ناراض کر دیا ہے؟ اگر (واقعی) تونے ان کو ناراض کر دیا تو (یاد رکھ) تونے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ (یہ سن کر فوراً) ابوبکرؓ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا، بھائیو! کیا میں نے تمہیں ناراض کر دیا ہے؟ (یعنی میری بات تمہیں ناگوار گزری ہے؟) انہوں نے کہا، نہیں۔ اے میرے بھائی، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ (مسلم)

قولُهُ: «مَأْخَذَهَا» أيْ: لَمْ تَسْتَوفِ حَقَّهَا مِنْهُ. وقولُهُ: «يَا أُخَيَّ»: رُوِيَ بفتحِ الهمزةِ وكسرِ الخاءِ وتخفيفِ الياءِ، وَرُوِيَ بضمِ الهمزةِ وفتحِ الخاءِ وتشديدِ الياءِ.

ما خذھا، کا مطلب ہے، اس سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ یا اَخِی، ہمزہ پر زبر، خاء پر زیر اور یا بغیر شد کے اور یہ ہمزہ پر پیش، خاء پر زبر اور یا تشدید کے ساتھ بھی مروی ہے۔ یعنی اُخَیَّ۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان وصهيب وبلال رضي الله عنهم.

۲۶۳۔ فوائد: اس میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ آپس میں پیار و محبت کے ساتھ رہو اور ایک دوسرے کے بارے میں اپنے دلوں کو صاف رکھو اور اگر کوئی بات، غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر، ایسی نکل جائے جس سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچے یا ان کے جذبات مجروح ہوں، تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی سعی کرو۔

٢٦٤ ـ وعن سهلِ بنِ سعدٍ رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ في الجَنَّةِ هٰكَذَا» وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا. رواه البخاري.

۳/ ۲۶۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا، جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان کشادگی فرمائی (یعنی قریب ہونے کے باوجود، درجات میں

فرق و تفاوت ہو گا)۔ (بخاری)

وَ«كَافِلُ الْيَتِيمِ»: الْقَائِمُ بِأُمُورِهِ.

کافل الیتیم کا مطلب ہے، اس کے معاملات کی نگرانی اور خبر گیری کرنے والا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطلاق، باب اللعان، وكتاب الأدب.

۲۶۴- **فوائد:** جنت میں نبی ﷺ کی رفاقت اور آپ کا قرب، بہت بڑا اعزاز ہے جو یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو ملے گا۔ اسی لئے نبی ﷺ نے اس گھر کو سب سے بہترین گھر قرار دیا ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے اور اسے بدترین گھر کہا ہے جس میں اس کے برعکس یتیم کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ روا رکھا جاتا ہو۔

٢٦٥ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الجَنَّةِ» وَأَشَارَ الرَّاوِي وَهُوَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى. رواه مسلم.

وقوله ﷺ: «الْيَتِيم لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ» مَعْنَاهُ: قَرِيبُهُ، أَوِ الأَجْنَبِيُّ مِنْهُ، فَالْقَرِيبُ مِثْلُ أَنْ تَكْفُلَهُ أُمُّهُ أَوْ جَدُّهُ أَوْ أَخُوهُ أَوْ غَيْرُهُمْ مِنْ قَرَابَتِهِ، وَاللهُ أَعْلَمُ.

۴ / ۲۶۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یتیم کی کفالت کرنے والا، وہ یتیم اس کا قریبی ہو یا غیر، میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح جنت میں ہوں گے۔ حدیث کے راوی، مالک بن انس نے اشارہ کیا انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ۔ (مسلم)

الیتیم لہ او لغیرہ کا مطلب ہے یتیم اس کا قریبی رشتے دار ہو یا اجنبی (غیر رشتے دار) قریبی، جیسے اس کی ماں، یا اس کا دادا، یا اس کا بھائی یا ان کے علاوہ کوئی اور قرابت دار اس کی کفالت کرے۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم.

۲۶۵- **فوائد:** اجتماعی کفالت اور خبر گیری کا یہ انتظام، رشتے داروں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں معاشرے کا ہر یتیم اور ضرورت مند آجاتا ہے۔ مسلمان اس اجتماعی کفالت کے نظام پر عمل کریں تو کسی کو بھی بیمۂ زندگی کی ضرورت پیش نہ آئے جو ایک سودی طریقہ ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات کو اپنائیں تاکہ وہ سودی سلسلوں سے بچ جائیں۔

٢٦٦ - وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ المِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ» متفق عليه.

۵ / ۲۶۶۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسکین وہ نہیں ہے جس کو کھجور اور دو کھجور، لقمہ اور دو لقمے لوٹا دیں، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو (غربت کے باوجود) سوال سے بچتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وفي رواية في «الصحيحين»:

اور صحیحین (بخاری و مسلم) کی ایک اور روایت میں

«لَيْسَ المِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ المِسْكِينَ الَّذِي لا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلا يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ».

الفاظ اس طرح ہیں۔ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں (کے گھروں) کے چکر لگائے اور لقمہ دو لقمے اور کھجور دو کھجوریں اسے واپس لوٹا دیں۔ لیکن مسکین تو وہ ہے جو اتنی دولت بھی نہ پائے جو اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دے، اس کی (غربت کی) بابت، احساس بھی نہ کیا جائے کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ (وہ خود دست سوال دراز کئے) کھڑا ہو کہ لوگوں سے مانگے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الزکاة، باب قول الله تعالي ﴿لا يسألون الناس إلحافا﴾ وكتاب التفسير، باب ﴿لا يسألون الناس إلحافًا﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب المسكين الذى لا يجد غنى. . .

۲۶۶۔ فوائد: اس میں ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور وہ یہ کہ گھر گھر جا کر مانگنے والے زیادہ ضرورت مند (مسکین) نہیں ہوتے، کیونکہ وہ تو قطرہ قطرہ حاصل کر کے دریا جمع کر لیتے ہیں۔ اصل ضرورت مند تو وہ ہوتے ہیں جو تونگر بھی نہیں ہوتے، نہ ان کا لباس اور ہیئت ہی ایسی ہوتی ہے جو ان کی غربت کی چغلی کھاتی ہو اور نہ ان کی خود داری اور غیرت ہی انہیں سوال کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پیشہ ور گداگروں کے مقابلے میں ایسے سفید پوش لوگوں کی امداد کی جائے کہ یہ اصل مسکین ہیں نہ کہ وہ جنھوں نے مسکینی کا روپ دھار رکھا ہو۔

٢٦٧ ـ وعنه، عن النَّبيِّ ﷺ: «السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ كَالمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ» وَأَحْسَبُهُ قَال: «وَكَالْقَائِمِ الَّذِي لا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ الذي لا يُفْطِرُ» متفقٌ عليه.

۵/ ۲۶۷۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، بیواؤں اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا، کہ وہ اس عبادت کرنے والے کی طرح ہے جو سست نہیں ہوتا اور اس روزے دار کی طرح ہے جو ناغہ نہیں کرتا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، أوائل كتاب النفقات، وكتاب الأدب، باب الساعى علي الأرملة، وباب الساعي على المسكين ـ وصحيح مسلم، كتاب الزهد، باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين.

۲۶۷۔ فوائد: بیوہ اور مسکین کا نام بطور تمثیل کے ہے، مراد معاشرے کے ضرورت مند، نادار اور معذور افراد ہیں۔ ان کی کفالت، خبر گیری اور ان کے لئے دوڑ دھوپ کو اجر میں جہاد فی سبیل اللہ کے برابر قرار دے کر اسلام نے اس کام کی اہمیت کو کتنا واضح کر دیا ہے۔ مسلمان اس کو نہ سمجھیں تو اور بات ہے، ورنہ اسلام نے معاشرے

کے بے سہارا افراد کی امداد اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت صرف نماز پڑھ لینا یا روزہ رکھ لینا ہی نہیں ہے، بلکہ ہر عمل صالح عبادت ہے اور ضعفاء و مساکین کی خبر گیری بھی عبادت ہے۔

٢٦٨ ـ وعنه، عن النَّبيِّ ﷺ قال: «شَرُّ الطَّعَام طَعَامُ الوَلِيمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا، وَيُدْعَى إلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ» رواه مسلم.

وفي رواية في الصحيحين، عن أبي هريرةَ من قوله: «بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الوَلِيمَة يُدْعَى إلَيْهَا الأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الفُقَرَاءُ».

۷ / ۲۶۸۔ انہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بدترین کھانا، ولیمے کا کھانا ہے، اس میں جو (ضرورت مند) خود آئے اس کو تو روک دیا جائے اور جو انکار کرے، اسے بلایا جائے اور جس نے دعوت قبول نہیں کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

اور صحیحین کی ایک اور روایت ابی ہریرہؓ میں آپؐ کا قول اس طرح مروی ہے۔ بدترین کھانا، ولیمے کا کھانا ہے، جس میں مال داروں کو بلایا اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة ـ وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعى إلى دعوة.

۲۶۸۔ **فوائد**: طبقہ امراء نے ولیمے کی دعوت کو جس طرح پر تکلف اور اپنی دولت و امارت کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا ہے، اس کے متعدد دینی، اخلاقی اور معاشرتی نقصانات ہیں۔ دینی نقطہ نظر سے یہ اسراف و تبذیر ہے جو شیطانی عمل ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والے شیطان کے بھائی۔ یہ اتنا بڑا نقصان اور سخت وعید ہے کہ ہمارے طبقہ امراء میں اگر ایمان ہو تو وہ اس اسراف سے باز آ جائے جس کا دائرہ بڑھتا اور پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ اس کا اخلاقی نقصان یہ ہے کہ انسان اس میں اپنے ہی ہم مرتبہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور انہیں بہ اصرار اس میں شریک کرتا ہے، جب کہ معاشرے کے غریب اور مسکین قسم کے لوگوں کی اس میں شرکت کو وہ سخت ناگوار اور آداب (ایٹی کیٹ) کے خلاف تصور کرتا ہے، درآں حالیکہ دعوت کے مستحق، اپنی ضرورت مندی کی وجہ سے، مساکین ہی ہوتے ہیں نہ کہ اہل ثروت۔ اور مکارم اخلاق کا تقاضا بھی ہے کہ ضرورت مندوں کو اولیت و فوقیت دی جائے نہ کہ ان کو جو سرے سے ضرورت مند ہی نہیں ہیں۔ اس کا معاشرتی نقصان یہ ہے کہ اس قسم کے مظاہروں سے معاشرے کے کمزور طبقات میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے، حالانکہ اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ محروم طبقات کی دلجوئی، دلداری کا اہتمام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے نہ کہ ان کے اندر احساس محرومی پیدا کر کے انہیں اذیت اور اضطراب سے دوچار کیا جائے۔

اگر مسلمان، ولیموں اور دیگر تقریبات میں انواع و اقسام کے پر تکلف کھانوں کی بجائے، ایک دو قسم کے سادہ کھانوں کا اہتمام اور اس میں قرابت مندوں اور دوست احباب کے ساتھ غرباء و مساکین کو بھی شریک کریں تو

مذکورہ تینوں خرابیوں سے بچ سکتے ہیں، جس کے معاشرے پر بہترین اثرات پڑ سکتے ہیں اور آخرت کی باز پرس سے بھی وہ بچ سکتے ہیں۔ ورنہ خسر الدنیا والاخرۃ ہی کے وہ مصداق ہوں گے۔

حدیث میں دعوت ولیمہ کے قبول کرنے کی جو تاکید کی گئی ہے۔ اس سے مراد وہی دعوتیں اور ولیمے ہیں جن میں اسلامی تعلیمات کا احترام اور سادگی وغیرہ کا اہتمام کیا جائے۔ مذکورہ قسم کے ولیمے، جو مذکورہ خرابیوں کے مظہر ہوں، ان میں شرکت نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں، بلکہ ان کا بائیکاٹ ضروری ہے تاکہ ان برائیوں میں شرکت کے جرم سے وہ بچ جائے۔

٢٦٩ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ القِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ» وَضَمَّ أَصَابِعَهُ. رواه مسلم. «جَارِيَتَيْنِ» أيْ: بِنْتَيْنِ.

۸ / ۲۶۹۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش و تربیت کی حتیٰ کی وہ بالغ ہو گئیں، قیامت والے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح (قریب قریب) ہوں گے اور آپؐ نے اپنی انگلیاں ملائیں (یعنی ملا کر دکھایا کہ اس طرح ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے)۔ (مسلم) جاریتین یعنی دو بیٹیاں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البرّ والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات.

۲۶۹۔ **فوائد**: زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کی پیدائش پر جس ناگواری کا اظہار اور عورت کی قدر و منزلت کا انکار کیا جاتا تھا، شریعت اسلامیہ نے ان کی عزت و توقیر کی بحالی کے لئے جو ہدایات دیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بچیوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کو حصول جنت کا ذریعہ قرار دیا، تاکہ لوگ بیٹوں کی ولادت اور ان کی پرورش پر ہی خوشی محسوس نہ کریں بلکہ لڑکیوں کی ولادت اور ان کی تربیت پر بھی مسرت بہ کنار ہوں۔ اس لحاظ سے اسلام ہی وہ پہلا دین ہے جس نے عورت کے حقوق کا نہ صرف تحفظ کیا، بلکہ اس کی عزت و تکریم کا بھی خوب خوب اہتمام کیا۔ مثلاً اسے مردوں کے اختلاط سے منع اور پردے کا پابند کیا، اسے بیرونی سرگرمیوں اور معاشی جھمیلوں سے فارغ رکھا، تاکہ کوئی بدباطن اسے بری نظر سے دیکھے نہ اسے اپنی ہوس ناکی کا نشانہ بنا کر اس کی ردائے تقدس و عصمت کو تار تار کر سکے۔ جیسے مغرب کی بے پردہ اور مردوں کے دوش بدوش کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ لیکن برا ہو اس کج فکری اور ذہنی عدم بلوغت کا، کہ مغرب کی یہ آزادی نسواں، جس نے عورت کو ذلیل اور بے آبرو کر دیا ہے، بہت سے لوگوں کو بہت اچھی لگتی ہے اور وہ بھی مسلمان عورت کو اسی حیا باختگی کی راہ پر ڈال رہے ہیں اور اسلامی تعلیمات، جس میں عورت کے تقدس و احترام کا تحفظ ہے، وہ انہیں غلامی کا طوق نظر آتی ہیں، جنہیں وہ اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔ آہ! اقبال نے سچ کہا تھا۔

تھا جو ناخوب، بہ تدریج وہی خوب ہوا کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

٢٧٠ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا

۹ / ۲۷۰۔ حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اس حال میں آئی کہ اس کے

تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئاً غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فقال: «مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْراً مِنَ النَّارِ» متفقٌ عليه.

ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، وہ سوال کر رہی تھی۔ اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے، کچھ نہ پایا، چنانچہ وہ کھجور میں نے اسے دے دی، اس نے اس کے دو حصے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا، پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی، پھر جب نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے ان کو یہ بات بتلائی تو آپ نے فرمایا، جس کو ان بیٹیوں میں سے کسی معاملے کے ساتھ آزمایا جائے، پس وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكٰوة، باب «اتقوا النار ولو بشق تمرة» وكتاب الأدب ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلي البنات.

۲۷۰۔ **فوائد**: اس میں بھی بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت اور اس کا اجر عظیم بیان کیا گیا ہے۔ کہ بیٹیاں جہنم کی آگ سے بچاؤ کا باعث ہوں گی، اس لئے ان سے نفرت کرنا اور انہیں بوجھ سمجھنا کم از کم ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

٢٧١ ـ وعن عائشة رضي الله عنها قالت: جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَأَطْعَمْتُهَا ثَلاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرسولِ اللهِ ﷺ فقال: «إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ» رواه مسلم.

۱۰ / ۲۷۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیاں اٹھائے ہوئے آئی، میں نے اسے کھانے کے لئے تین کھجوریں دیں، پس اس نے دو کھجوریں تو اپنی دو بیٹیوں کو دے دیں اور ایک کھجور اس نے کھانے کے لئے اپنے منہ کی طرف بڑھائی، کہ وہ بھی اس سے اس کی بیٹیوں نے کھانے کے لئے مانگ لی، چنانچہ اس نے وہ کھجور بھی، جسے وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو حصے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی، مجھے اس کی یہ بات بڑی اچھی لگی، میں نے اس واقعے کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لئے جنت واجب فرما دی ہے (یا یہ فرمایا) کہ اس کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلي البنات.

۲۷۱۔ **فوائد:** اس میں لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت کے علاوہ اس بات کا بھی بیان ہے کہ اگر عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے صدقہ و خیرات کی عمومی اجازت حاصل ہو' تو وہ صدقہ کر سکتی ہے۔ اس کے ثواب میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے' عورت کو صدقہ کرنے کی وجہ سے اور مرد کو' اس پر رضا مند ہونے کی وجہ سے اجر ملے گا۔

٢٧٢ - وعن أبي شُرَيْحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الخُزَاعِيِّ رضي الله عنه قال: قال النبيُّ ﷺ: «اللَّهُمَّ إنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالمَرْأَةِ» حديث حسن رواه النسائي بإسنادٍ جيدٍ.

۱۱/ ۲۷۲۔ حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے اللہ میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔ (یہ حدیث حسن ہے' اسے امام نسائی نے اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

ومعنى «أُحَرِّجُ»: أُلْحِقُ الحَرَجَ، وَهُو الإِثْمُ بِمَنْ ضَيَّعَ حَقَّهُمَا، وَأُحَذِّرُ مِنْ ذلكَ تَحْذِيراً بَلِيغاً، وَأَزْجُرُ عَنْهُ زَجْراً أَكِيداً.

احرج کے معنی ہیں' کہ جو ان دونوں کے حقوق ضائع کرتا ہے' میں اسے گناہ گار سمجھتا ہوں اور میں اسے اس سے نہایت سختی کے ساتھ ڈراتا اور تاکید کے ساتھ روکتا ہوں۔

تخريج: مسند أحمد٢/ ٤٣٩ - وابن ماجة، الأدب، باب حق اليتيم أقول: لا توجد هذه الرواية فى المجتبیٰ للنسائی ولعلها فى الکبریٰ له' حسنه الالبانی فی صحیح ابن ماجة.

۲۷۲۔ **فوائد:** انسانی معاشروں میں کمزور طبقات کے ساتھ عام طور پر ظلم روا رکھا جاتا ہے' بالخصوص عورتیں اور یتیم اس کا خاص نشانہ بنتے ہیں۔ ان کو جائیدادوں میں ان کے شرعی حق سے محروم رکھا جاتا ہے' بلکہ ان کی جائیدادوں کو ہتھیا لیا جاتا ہے اور ان سے ہر طرح کی بدسلوکی روا رکھی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید بیان فرما کر مسلمانوں کو ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے سے روکا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے اور مسلمان معاشروں میں بھی یہ مذکورہ کمزور طبقات ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس بارے میں اسلام کی تعلیمات تو واضح ہیں۔ مسلمانوں کا طرز عمل' اسلام سے مختلف چیز ہے' اس کا الزام' ان کے مذہب پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔ کاش مسلمان اس بات کو سمجھیں کہ ان کے غلط طرز عمل کی وجہ سے اسلام کی بدنامی ہو رہی ہے اور یوں وہ دوگونہ جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایک حق تلفی اور ظلم اور دوسرا دنیا کی نظروں میں اسلام کی تذلیل اور اس کا استخفاف۔ گویا وہ اسلام کی تبلیغ کی بجائے اسلام کی طرف لوگوں کے آنے میں رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔ ھداھم اللہ تعالی

٢٧٣ - وعن مُصْعَبِ بنِ سعدِ بن أبي وَقَّاصٍ رضي الله عنهما قال: رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلاً عَلَى مَنْ دُونَهُ، فقال النَّبيُّ ﷺ: «هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ» رواه البخاري هكَذَا مُرْسَلاً، فَإِنَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ تَابِعِيٌّ، ورواه الحافِظُ أبو بكر الْبَرْقَانِي في صحيحِهِ مُتَّصِلاً عن مُصْعَب عن أبيه رضي الله عنه.

۱۲/ ۲۷۳۔ حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ان کے والد) حضرت سعدؓ کو یہ خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا' تم لوگ تو انہی کمزوروں کی وجہ سے مدد کئے اور رزق دیئے جاتے ہو (پھر ان سے برتر ہونے کے زعم کا کیا جواز ہے؟)

اس کو امام بخاری نے اسی طرح مرسل بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ مصعب بن سعد تابعی ہیں اور اس کو حافظ ابوبکر برقانی ؒ نے اپنی "صحیح" میں متصلاً بیان کیا ہے یعنی عن مصعب عن ابیہ کے ساتھ۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب.

۲۷۳- فوائد: اس میں بہرہ ور طبقات کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سے کم تر اور بے وسیلہ لوگوں کو حقیر اور اپنے کو ان سے برتر نہ سمجھیں۔ بلکہ ان کا احترام اور ان سے تعاون کریں۔ کیا پتہ ہے اللہ تعالیٰ انہی کی وجہ سے تمہیں بھی روزی دے رہا اور دشمن پر غلبہ عطا فرما رہا ہو۔

٢٧٤ - وعن أبي الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ رضي الله عنه قال: سمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُنْصَرُونَ، وَتُرْزَقُونَ بِضُعَفَائِكُمْ» رواه أبو داود بإسناد جيد.

۱۳/ ۲۷۴۔ حضرت ابو الدرداء عویمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' مجھے تم کمزوروں میں تلاش کرو' یقیناً تمہاری' اپنے ان ضعفاء کی وجہ سے ہی مدد کی جاتی اور تمہیں روزی دی جاتی ہے۔

(اسے ابو داؤد نے اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الانتصار بِرَذْلِ الخيل والضعفة.

۲۷۴- فوائد: اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کمزور اور غریبوں کے دل زخارف دنیا (دنیا کی خوبصورتی اور جاذبیت) سے پاک ہوتے ہیں' اس لئے ان میں اخلاص اور انابت الی اللہ کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ان کی دعائیں بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتی ہیں۔

اس کو نسائی کی ایک دوسری حدیث میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے

"اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد فرماتا ہے اس امت کے کمزور لوگوں کی دعا' نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے" (عون المعبود ج ۲' باب مذکور)

ریاض الصالحین کے اکثر نسخوں میں ابغونی فی الضعفاء کے الفاظ ہیں‘ جس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن ابو داوٗد کے نسخوں میں "فی" کے بغیر ہے۔ البتہ ایک نسخے میں ابغوالی الضعفاء ہے۔ جس کے معنی ہوں گے‘ میرے لئے کمزور مسلمانوں کو تلاش کرو (تاکہ میں ان کی مخلصانہ دعاؤں سے مدد حاصل کروں)

٣٤ ـ بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ

۳۴۔ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء: ١٩] وقال تعالى: ﴿ وَلَن تَسْتَطِيعُوٓاْ أَن تَعْدِلُواْ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُواْ كُلَّ ٱلْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَٱلْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [النساء: ١٢٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان عورتوں کے ساتھ مل جل کر اچھی طرح رہو۔

اور فرمایا: تم ہرگز عورتوں کے درمیان برابری کا معاملہ نہیں کر سکو گے اگرچہ تم اس کی خواہش بھی رکھو‘ پس تم (اپنے اختیار سے کسی ایک ہی بیوی کی طرف) ہر طرح نہ جھک پڑو‘ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتا چھوڑ دو اور اگر اصلاح کرتے اور اللہ سے ڈرتے رہو‘ تو بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

فائدہ آیات: مطلب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والا‘ تمام بیویوں کے درمیان خواہش کے باوجود من کل الوجوہ (ہر پہلو سے) برابری کا اہتمام کرنے پر قادر ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ظاہری طور پر وہ باری باری ہر بیوی کے ساتھ ایک ایک رات گزارے‘ تب بھی وہ پیار و محبت کے معاملے میں یکسانیت برقرار نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہے‘ جس پر انسان کا اختیار ہی نہیں۔ یقیناً کسی ایک کے ساتھ اسے دلی محبت کم اور دوسری کے ساتھ زیادہ ہو گی‘ جس کا اظہار اس سے شہوت اور جماع کے موقع پر ہو گا۔ لیکن اس دلی محبت کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جن معاملات میں‘ تم یکسانیت اور انصاف کر سکتے ہو‘ ان میں بھی اس کا اہتمام نہ کرو اور بعض بیویوں کو اُدھر میں چھوڑ دو۔ ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھو‘ نہ ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا۔ وہ شادی شدہ معلوم ہوں اور نہ مطلقہ۔ بلکہ اگر تم خلوص نیت سے اصلاح احوال میں کوشش اور اپنے اختیار کی حد تک تمام ظاہری معاملات میں برابری کا اہتمام کرتے رہو گے‘ تو دلی میلان میں کمی بیشی کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا‘ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تم اس میں بے بس ہو۔ اسی لئے نبی ﷺ بھی یہ دعاء فرمایا کرتے تھے۔ اللهم هذا قسمی فيما املك فلا تلمنی فيما تملك ولا املك (ابو داوٗد‘ ترمذی‘ ابن ماجہ‘ کتاب النکاح) "یا اللہ ان معاملات میں جو میرے اختیار میں ہیں‘ میری یہ تقسیم ہے‘ پس جس معاملے میں میں بے اختیار ہوں اور صرف تو ہی اس پر اختیار رکھتا ہے‘ اس میں مجھے ملامت نہ کرنا"۔

اب احادیث ملاحظہ ہوں:

٢٧٥ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «اسْتَوْصُوا

۱/ ۲۷۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ عورتوں کے ساتھ اچھا

بالنِّسَاءِ خَيْراً؛ فَإنَّ المَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإنَّ أَعْوَجَ مَا فِي الضِّلَعِ أَعْلاهُ، فَإنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإنْ تَرَكْتَهُ، لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوصُوا بِالنِّسَاءِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ في الصحيحين: «المَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اسْتَمْتَعْتَ وَفِيهَا عَوَجٌ». وفي رواية لمسلم: «إنَّ المَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ، فَإنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ، وَإنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلاقُهَا».

قولُهُ: «عَوَج» هو بفتحِ العينِ والواوِ.

سلوک کیا کرو‘ اس لئے کہ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ‘ اس کا اوپر کا حصہ ہے‘ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا‘ تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے چھوڑے گا تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی‘ پس تم عورتوں کا خیال رکھا کرو۔ (بخاری و مسلم)

اور صحیحین کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے۔ عورت پسلی کی طرح ہے‘ اگر تو اسے سیدھا کرے گا تو توڑ دے گا اور اس کو توڑنا‘ اس کو طلاق دینا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے۔ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے‘ یہ کسی طریقے سے بھی تیرے لئے سیدھی نہیں ہو گی۔ پس اگر تو اس سے فائدہ اٹھائے تو اسی کجی کی حالت میں فائدہ اٹھا‘ اگر تو اسے سیدھا کرنے لگے گا تو اسے توڑ ڈالے گا اور اس کا توڑ دینا اس کو طلاق دینا ہے۔

عوج‘ یہ عین اور واؤ پر زبر کے ساتھ ہے۔ (لیکن امام نووی یعنی اس کتاب کے مولف نے اپنی ایک اور کتاب ”تہذیب الاسماء واللغات“ میں یہ بھی کہا ہے کہ ”اسے دوسرے محققین نے کسرعین کے ساتھ ضبط کیا ہے“ اور یہی زیادہ صحیح اور مشہور ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب المداراة مع النساء ـ وصحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء.

۲۷۵۔ **فوائد**: استوصوا بالنساء کے معنی ہیں‘ عورتوں کی بابت میری وصیت قبول اور اس پر عمل کرو۔ یا بعض تمہارا‘ بعض سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی بابت وصیت طلب کرے۔ مطلب ہر دو صورتوں میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔ اس لئے کہ عورت فطری طور پر مرد سے کمزور بھی ہے اور کج فطرت اور کم عقل بھی۔ بنا بریں زیادہ عقل اور زیادہ صبر و قوت رکھنے والے مرد کو تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے‘ اس کے ساتھ حسن سلوک کا ہی اہتمام کرنا چاہئے۔ اس وصیت اور تاکید میں خوشگوار گھریلو زندگی کا راز مضمر ہے۔ جو لوگ اس کے برعکس عورت کے ساتھ بے رحمانہ اور تشددانہ رویہ اختیار کرتے اور سوچتے ہیں کہ اس طرح وہ اسے سیدھا کر لیں گے‘ وہ خام خیالی میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کا گھر جہنم کدہ بنا رہتا ہے یا پھر (طلاق کی وجہ سے) اجڑ جاتا ہے‘ اور اگر بچے بھی ہوں تو ان کی زندگیاں الگ برباد ہو جاتی ہیں۔

٢٧٦ ـ وعن عبدِ الله بن زَمْعَةَ رضي

۲/ ۲۷٦۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت

الله عنه، أنه سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَهَا، فقال رسولُ الله ﷺ: «﴿إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ [الشمس: ١٢] انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ، عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ»، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ، فَوَعَظَ فِيهِنَّ، فَقَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ» ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وقال: «لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟» متفقٌ عليه.

وَ«الْعَارِمُ» بالعين المهملةِ والراءِ: هُوَ الشِّرِّيرُ المُفْسِد، وقولُهُ: «انْبَعَثَ» أَيْ: قَامَ بِسُرْعَةٍ.

ہے‘ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا‘ آپ نے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کا اور اس آدمی کا ذکر فرمایا‘ جس نے اس کی کوچیں کاٹ دی تھیں (اور پھر اسے ذبح کر دیا تھا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذ انبعث اشقاھا (یعنی یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر اس کے معنی بیان فرمائے) کہ اونٹنی کو ہلاک کرنے کے لئے ایک شریر آدمی اٹھا‘ جسے اپنے خاندان کی حمایت حاصل تھی۔ پھر آپ نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور ان کے بارے میں نصیحت فرمائی‘ آپ نے فرمایا۔ تم میں سے ایک آدمی اٹھتا ہے اور اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے۔ (اس نادان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ) شاید اپنے دن کے آخر میں (یعنی رات کو) اس کے ساتھ وہ ہم بستری کرے (مطلب یہ تھا کہ جب مرد اپنی بیوی سے اس طرح فائدہ اٹھانے اور اس کے ساتھ جنسی تسکین حاصل کرنے پر مجبور ہے تو پھر اسے بے رحمانہ انداز سے مارنے پیٹنے کا کیا جواز ہے؟ اسے تو عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے) پھر آپ نے لوگوں کو گوز مارنے (آواز سے ہوا خارج کرنے) پر ہنسنے (سے روکا) اور اس پر انہیں وعظ کیا اور فرمایا‘ تم میں سے ایک شخص ایسے کام پر کیوں ہنستا ہے جسے وہ خود بھی کرتا ہے؟ (بخاری و مسلم)

عارم‘ عین مہملہ اور راء کے ساتھ۔ شریر اور فتنہ پرداز‘ انبعث تیزی کے ساتھ اٹھایا یا کھڑا ہوا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، تفسير ﴿والشمس وضحاها﴾، وكتاب النكاح، باب ما يكره من ضرب النساء، وكتاب الأدب، باب ﴿يأيهاالذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم...﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبّارون، والجنة يدخلها الضعفاء.

۲۷۶۔ **فوائد:** اسلام نے اگرچہ ناگزیر حالات میں عورت کو سرزنش کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کے لئے قرآن سے ایک حکیمانہ ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انہیں وعظ و نصیحت کریں‘ اس سے وہ نہ سمجھے تو رات کو اس کے ساتھ سونا ترک کر دیں جو ایک سمجھ دار عورت کے لئے بہت بڑی تنبیہہ ہے۔ اس سے بھی نہ سمجھے

تو پھر چہرہ اور سر چھوڑ کر اس کی تھوڑی سی گوشمالی کریں بشرطیکہ ایسا کرنے سے اس کے سدھرنے کی امید ہو، ورنہ اس سے بھی گریز ہی بہتر ہے تاہم حسب ضرورت و اقتضاء تینوں کام بیک وقت بھی کئے جا سکتے ہیں لیکن وعظ و نصیحت کو بالکلیہ نظرانداز کر کے مارنا پیٹنا اور وہ بھی نہایت بے رحمانہ طریقے سے، جس کی اسلام نے قطعاً اجازت نہیں دی ہے، صحیح نہیں۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے اسی پہلو کو واضح فرمایا ہے کہ جب مرد کے لئے عورت کا وجود ناگزیر ہے اور اس کے بغیر اس کے لئے رات گزارنا مشکل ہے تو پھر اس کو لونڈی غلام کی طرح کیوں مارتا ہے؟ اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کے بھی جذبات ہیں اور زندگی گزارنے کی لئے وہ بھی گاڑی کا ایک پہیہ ہے، اگر اس کی گوش مالی کی ضرورت پیش آ ہی جائے تو اس کی اس واقعی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی مار پیٹ والا معاملہ کرے نہ کہ اس کی اس اہمیت کو فراموش کر دے۔

اسی طرح کسی کے گوز مارنے پر (جسے پادنا بھی کہتے ہیں) ہنسنا بداخلاقی ہے۔ آخر اس ہنسنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا ارتکاب ہر انسان سے ہوتا ہے۔ اس لئے ہنس کر اسے مجلس میں شرمندہ نہ کیا جائے۔

٢٧٧ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ» أَوْ قَالَ: «غَيْرَهُ» رواه مسلم. وقولُهُ: «يَفْرَكْ» هو بفتح الياءِ وإسكانِ الفاءِ وفتح الراءِ معناه: يُبْغِض، يقالُ: فَرِكَتِ المَرْأَةُ زَوْجَهَا، وَفَرِكَهَا زَوْجُهَا، بكسر الراءِ، يَفْرَكُهَا بفتحِها، أَيْ: أَبْغَضَهَا، والله أعلم.

۳ / ۲۷۷ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مومن مرد، ایمان دار عورت (بیوی) سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی کوئی ایک عادت یا صفت اسے ناپسند ہو گی تو اس کی کسی دوسری صفت سے وہ خوش بھی ہوگا۔ یا آخَر کی جگہ آپؐ نے غیرہ فرمایا۔ (مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے)۔ (مسلم)

یفرک، یاء پر زبر، فاء ساکن اور راء پر زبر۔ معنی ہیں، نفرت کرے، بغض رکھے، کہا جاتا ہے۔ عورت نے اپنے خاوند سے نفرت کی یا بغض رکھا اور خاوند نے اپنی بیوی سے نفرت کی، یعنی بغض رکھا۔ واللہ اعلم

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء.

۲۷۷- فوائد: اس میں بھی ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے ایک نہایت حکیمانہ نکتہ بیان فرمایا گیا ہے اور وہ یہ کہ ہر شخص میں اگر کچھ خامی یا کوتاہی ہوتی ہے تو کچھ خوبی بھی ہوتی ہے۔ مرد کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ عورت میں کچھ خامی ایسی دیکھے جو اسے ناپسند ہو، تو اسے نظرانداز کر کے اس کی خوبیوں پر نظر رکھے۔ اس طرح اس کے لئے اس کی بعض ناپسندیدہ خصلت کو برداشت کرنا آسان ہو جائے گا اور اسی طرح عورت بھی اگر مرد کی بعض باتوں سے دل گیر ہو تو اسے بھی اس کی خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے، اس کی بعض خامیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے۔

٢٧٨ - وعن عَمْرِو بن الأَحْوَص

۴ / ۲۷۸ - حضرت عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ سے

الجُشَمِيِّ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبيَّ ﷺ في حَجَّةِ الوَدَاعِ يَقُولُ بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللهَ تعالى، وَأَثْنَى عَلَيْهِ وذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَال: «أَلا وَاسْتَوْصُوا بالنِّسَاءِ خَيْراً، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُونَ مِنْهُنَّ شَيْئاً غَيْرَ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي المَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبيلاً؛ أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقّاً، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقّاً؛ فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ، وَلا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيحٌ. قوله ﷺ: «عَوَانٍ» أَيْ: أَسِيرَاتٌ جَمْعُ عَانِيَةٍ، بِالْعَيْنِ المُهْمَلَةِ، وَهِيَ الأَسِيْرَةُ، وَالعَانِي: الأَسِيْرُ. شَبَّهَ رسولُ الله ﷺ المَرْأَةَ فِي دُخُولِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ بِالأَسِيرِ وَ«الضَّرْبُ المُبَرِّحُ»: هُوَ الشَّاقُّ الشَّدِيدُ. وَقوله ﷺ: «فَلا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبيلاً» أَيْ: لا تَطْلُبُوا طَرِيقاً تَحْتَجُّونَ بِهِ عَلَيْهِنَّ وَتُؤْذُونَهُنَّ بِهِ، والله أعلم.

روایت ہے' انہوں نے نبی ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبے میں فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور وعظ و تذکیر کی' اس کے بعد فرمایا: سنو' عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو' اس لئے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں' تم ان سے اس (ہم بستری اور اپنی عصمت اور تمہارے مال کی حفاظت وغیرہ) کے علاوہ اور کچھ اختیار بھی نہیں رکھتے (اور جب وہ اپنا یہ فرض ادا کر رہی ہوں تو پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کا جواز کیا ہے؟) ہاں اگر وہ کسی بڑی کوتاہی اور بدزبانی (یا کھلی بے حیائی) کا ارتکاب کریں (تو پھر تمہیں انہیں سزا دینے کا حق ہے) پس اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں سے علیحدہ چھوڑ دو اور انہیں مارو۔ لیکن اذیت ناک مار نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری فرماں برداری اختیار کر لیں تو ان کے لئے کوئی اور راستہ مت ڈھونڈو (یعنی طلاق وغیرہ دینے کا مت سوچو) یاد رکھو' جس طرح تمہارا حق تمہاری بیویوں پر ہے (اسی طرح) تمہاری بیویوں کا حق تم پر ہے۔ پس تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر ایسے لوگوں کو نہ روندنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم اچھا نہیں سمجھتے (چاہے وہ کوئی اجنبی مرد یا عورت ہو یا بیوی کے محارم و اقارب میں سے ہو) سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کی پوشاک اور خوراک میں اچھا سلوک کرو (یعنی طاقت کے مطابق یہ چیزیں احسن طریقے سے انہیں مہیا کرو)۔

(اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

عوان' عانیۃ ' کی جمع ہے' معنی ہیں قیدی۔ اس کا مذکر عانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے' عورت کو خاوند کے ماتحت ہونے میں' قیدی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ضرب

مبرح کا مطلب ہے اذیت ناک مار' اور ان پر کوئی راستہ مت ڈھونڈو' کا مطلب ہے' ان پر غلبہ و تسلط کا اور انہیں ایذاء پہنچانے کا راستہ مت تلاش کرو۔ (یا طلاق مراد ہے۔) واللہ اعلم۔

تخریج: جامع ترمذي، أبواب النكاح، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها.

۲۷۸۔ **فوائد:** اس میں ایک تو وہی مارنے کا جواز ہے۔ لیکن اسی صورت میں اور اسی طریقے سے جس کی وضاحت اس سے قبل کی گئی ہے۔ تاہم اگر مار کا فائدہ نظر نہ آتا ہو تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے' کیونکہ اس صورت میں نفرت و عداوت میں اضافے کا زیادہ امکان ہے اور یہ چیزیں حسن معاشرت کے منافی ہیں۔ (۲) خاوند کی عدم موجودگی میں عورت کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی عصمت اور خاوند کے مال وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ' خاوند کے ناپسندیدہ افراد کو چاہے' وہ اس کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں' گھر میں داخل ہونے کی اور وہاں بیٹھنے کی اجازت نہ دے۔ (۳) خاوند کی ذمے داری ہے کہ وہ طاقت کے مطابق اچھا لباس اور اچھی خوراک اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرے۔

٢٧٩ ـ وعن مُعَاوِيَةَ بنِ حَيْدَةَ رضي الله عنه قال: قلتُ: يا رسولَ اللهِ! ما حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قال: «أَنْ تُطْعِمَهَا إذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إذَا اكْتَسَيْتَ ولا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلا تُقَبِّحْ، وَلا تَهْجُرْ إلَّا في الْبَيْتِ» حديثٌ حسنٌ رواه أبو داودَ وقال: معنى «لا تُقَبِّحْ» أَيْ: لا تَقُلْ: قَبَّحَكِ الله.

۵ / ۲۷۹۔ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا' جب تو کھائے تو اسے کھلا' جب تو لباس پہنے تو اسے بھی پہنا اور اس کے چہرے پر مت مار' نہ اسے برا بھلا (یا بدصورت) کہہ اور اس سے (بطور تنبیہہ) علیحدگی اختیار کرنی ہو تو گھر کے اندر ہی کر۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور کہا کہ لا تقبح کے معنی ہیں کہ اسے یہ نہ کہے کہ اللہ تجھے قبیح بنا دے یا تیرا بیڑہ غرق کر دے۔

تخریج: سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها.

۲۷۹۔ **فوائد:** نافرمان عورت کو راہ راست پر لانے کے لئے علیحدگی (ترک تعلق) کی ضرورت پیش آئے تو گھر کے اندر یہ ترک تعلق اس طرح کیا جائے کہ رات کو اس کے ساتھ سونا چھوڑ دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ علیحدگی صرف بستر کی حد تک ہی ہو' بات چیت ترک نہ کی جائے۔ ترک کلام سے بعد میں اضافے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی خاص سبب ہو تو گھر سے باہر بھی علیحدگی کی اجازت ہے' لیکن بیوی پر پھٹکار بھیجنا' ہر روز مارنا' ماں بہن یا طلاق ایسے الفاظ استعمال کرتے رہنا' گھر سے نکالنا یا نکالنے کی دھمکی دینا' یا خوراک یا لباس مہیا نہ کرنا یا غیر مہذبانہ ہتھکنڈے اختیار کرنا اور ناشائستہ سزائیں دینا اور چہرے پر تھپڑ مارنا اور آئے دن مغلظات بکنا

سب ناجائز اور ممنوع ہے۔ بیوی کو بار بار طعنے اور کچوکے دینا اور اولاد یا اپنے رشتہ داروں کے سامنے ذلیل کرنا اور بھی برا ہے۔ یہ سب طریقے غلط اور تہذیب و شرافت سے دور ہیں جو ایک انسان کو کسی صورت زیب نہیں دیتے۔ بیوی گھر کی ملکہ ہوتی ہے اسے عزت اور وقار سے رکھنا چاہئے۔ جب عورت حد سے گزرتی نظر آئے تو پھر جو طریقے قرآن و حدیث میں آئے ہیں انہیں پر اکتفا کرنا چاہئے ان سے تجاوز' دین اور دنیا دونوں کی تباہی کا باعث ہے۔۔

٢٨٠ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أَكْمَلُ المُؤْمِنِينَ إِيْمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ» رواه التِّرمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

٦ / ٢٨٠ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہے۔ (اسے ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب النكاح، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها.

٢٨١ - وعن إياسِ بنِ عبدِ اللهِ بنِ أبي ذُبابٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللهِ» فَجَاءَ عُمَرُ رضي الله عنه إلى رسولِ الله ﷺ، فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ في ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِآلِ رسولِ الله ﷺ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، فقال رسولُ الله ﷺ: «لَقَدْ أَطَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ» رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

قوله: «ذَئِرْنَ» هُوَ بِذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَكْسُورَةٍ ثُمَّ رَاءٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ نُونٍ، أَي: اجْتَرَأْنَ، قوله: «أَطَافَ» أَيْ: أَحَاطَ.

٧ / ٢٨١ - حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔ (کچھ عرصے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' عورتیں اپنے خاوندوں پر دلیر ہو گئی ہیں' تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس کثرت سے عورتیں آنے لگیں جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس بہت سی عورتوں نے ہجوم کیا ہے جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی ہیں (یاد رکھو) ایسا کرنے والے لوگ تم میں بہتر نہیں ہیں۔ (اسے ابو داؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

ذئرن' نقطے والی ذال مفتوحہ' پھر ہمزہ مکسورہ' پھر راء ساکن اور نون کے ساتھ۔ دلیر ہو گئیں۔ اطاف' کے معنی گھیر لیا' ہجوم کیا۔

تخريج: سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في ضرب النساء.

٢٨١- فوائد: اس میں واضح فرما دیا گیا کہ عورتوں کو مارنے پیٹنے والے اخلاقی لحاظ سے بہترین انسان نہیں ہیں' مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے گریز ہی کیا جائے' جیسے نبی ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے

کبھی کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو، نہ کسی اور چیز کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ البتہ جہاد میں اپنے ہاتھوں سے کافروں کو مارا یا جب اللہ کی حرمتوں کو پامال ہوتے دیکھتے، تو پھر آپ ضرور انتقام لیتے۔ (سنن نسائی)

٢٨٢ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العاص رضي الله عنهما، أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «الدُّنْيا مَتاعٌ، وَخَيْرُ مَتاعِها المَرْأَةُ الصَّالِحَةُ» رواه مسلم.

٨ / ٢٨٢ ـ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دنیا ساز و سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان، نیک عورت ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة.

٢٨٢- فوائد: دوسری حدیث میں نیک عورت کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں، کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے، جب اسے حکم کرے تو وہ بجا لائے اور جب وہ گھر سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس (عصمت) کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے (ابو داؤد، نسائی) اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ اگر انسان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی مطلوب ہے تو وہ عورت کا انتخاب کرتے وقت صرف اس کے حسن و جمال، یا حسب و نسب یا مال و دولت پر ہی نظر نہ رکھے بلکہ دین کو ان سب پر مقدم رکھے اور دین دار اور پابند شریعت عورت سے ہی نکاح کرے، ایسی عورت دین و دنیا کی سعادت کا باعث ہو گی۔

٣٥ ـ بابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ

٣٥۔ عورت پر خاوند کے حق کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ ۚ فَٱلصَّٰلِحَٰتُ قَٰنِتَٰتٌ حَٰفِظَٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُ﴾ [النساء: ٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مرد عورتوں پر حاکم ہیں بہ سبب اس کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بہ سبب اس کے جو وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرماں برداری کرتی ہیں اور پیٹھ پیچھے (ان کے مال اور عزت و آبرو کی) حفاظت کرتی ہیں، اللہ کی توفیق اور اس کی حفاظت سے۔

وأَمَّا الأَحادِيثُ فَمِنْها حَدِيثُ عَمْرِو بنِ الأَحْوَصِ السَّابق في البَابِ قَبْلَهُ.

احادیث میں ایک تو عمرو بن احوص کی وہ حدیث ہے جو اس سے ماقبل باب میں گزری (دیکھو حدیث نمبر ٢٧٦) مزید کچھ احادیث درج ذیل ہیں۔

٢٨٣ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا المَلائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لهما: «إذا بَاتَتِ المَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا

١ / ٢٨٣ ـ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب آدمی اپنی عورت کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ نہ آئے، پس خاوند وہ رات اس سے ناراضی کی حالت میں گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

ان دونوں کی ایک اور روایت میں ہے۔ جب

المَلائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ». وفي رواية قال رسولُ الله ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا».

عورت اپنے خاوند (کی خواہش کے باوجود اس) کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے، پس وہ آنے سے انکار کر دے تو وہ (اللہ) جو آسمانوں میں ہے اس پر ناراض رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ خاوند اس سے راضی ہو جائے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، وكتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين. . . ـ وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها.

*۲۸۳۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے خاوند کی اطاعت فرض و واجب ہے، اگر عذر شرعی نہ ہونے کے باوجود اطاعت سے انکار کرے گی تو غضب الٰہی کی مستحق قرار پائے گی اور وہ اس وقت تک اللہ کے ہاں ملعون و مغضوب رہے گی جب تک وہ اپنے خاوند کو راضی نہیں کر لے گی۔ اس میں ان عورتوں کے لئے سخت تنبیہ ہے جو اپنی بدمزاجی اور ضدی پن کی وجہ سے خاوند کی ناراضی کی پروا نہیں کرتیں اور اپنی تریاہٹ (ضد غرور) پر مصر رہتی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے بالا، آسمانوں پر یعنی عرش پر ہے، جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔*

٢٨٤ ـ وعن أَبي هريرة رضي الله عنه أَيضاً أَن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ» متفقٌ عليه وهذا لفظ البخاري.

۲ / ۲۸۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت دے۔ (بخاری و مسلم، اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت زوجها ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه.

*۲۸۴۔ **فوائد:** اس کا فائدہ واضح ہے۔ اس سے ایک اصول یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادت سے اگر کسی انسان کا حق فوت ہوتا ہے، تو اس نفلی عبادت پر، انسان کا حق مقدم ہو گا۔*

٢٨٥ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «كُلُّكُمْ رَاعٍ،

۳ / ۲۸۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص ذمے

وَكُلُّكُمْ مَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالأَميرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ؛ وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» متفقٌ عليه.

دار ہے اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ امیر (اپنی رعایا کا) ذمے دار ہے، آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمے دار ہے، عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمے دار ہے، پس (اس طرح) تم سب ذمے دار ہو اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، وكتاب الجمعة، باب الجمعة في القرٰى والمدن۔ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل.

۲۸۵۔ **فوائد:** یہ حدیث اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں معاشرے کے ہر فرد کو چاہے وہ حکمران ہو یا ایک عام آدمی، حتیٰ کہ گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والی عورت کو بھی، اپنے اپنے دائرے میں اپنے فرائض ادا کرنے، اصلاح کرنے کا اور عدل و انصاف کے قیام کا ذمے دار اور اس میں کوتاہی کرنے پر باز پرس کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔

۲۸۶ ۔ وعن أَبي عَليٍّ طلق بنِ عليٍّ رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ» رواه الترمذي والنسائي وقال الترمِذي: حديث حسن صحيح.

۴ / ۲۸۶ ۔ حضرت ابو علی طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب آدمی اپنی ضرورت کے لئے اپنی بیوی کو بلائے، تو اسے چاہئے کہ وہ (فوراً) آجائے، اگرچہ وہ تنور پر (روٹی وغیرہ پکانے میں مصروف) ہو۔ (ترمذی، نسائی۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء فى حق الزوج على المرأة.

صاحب منتقی نے کہا ہے کہ یہ روایت صرف ترمذی میں ہے۔

۲۸۶۔ **فوائد:** اس سے بھی عورت کے لئے خاوند کی اطاعت کی اہمیت اور تاکید واضح ہے۔

بیشک شریعت میں خاوند کا کافی درجہ ہے۔ جہاں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاوندوں کا مقام سمجھیں، وہاں خاوندوں کو بھی اپنا مقام پہچاننا چاہئے۔

۲۸۷ ۔ وعن أَبي هريرة رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحَداً أَنْ يَسْجُدَ لأَحَدٍ لأَمَرْتُ المَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۵ / ۲۸۷ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (ترمذی، حسن صحیح۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء فى حق الزوج على المرأة.

۲۸۷۔ **فوائد:** اس سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ عورت کے لئے خاوند کی عزت و توقیر کتنی ضروری

ہے۔

٢٨٨ ـ وعن أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها قالت: قال رسولُ الله ﷺ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الجَنَّةَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

٦ / ٢٨٨۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس عورت کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اس کا خاوند اس سے خوش تھا، وہ جنت میں جائے گی۔

(ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة.

٢٨٨۔ فوائد: یہ فضیلت ایسی عورتوں کے لئے ہے جو احکام و فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ اپنے خاوند کو بھی خوش رکھنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی چھوٹی غلطیاں معاف فرما کر ان کو ابتداء میں ہی جنت میں بھیج دے گا۔ جہاں بدمزاج اور اکھڑ قسم کی عورتیں ہیں وہاں نیک مزاج اور خوش خصال خواتین بھی ہیں یہ حدیث ایسی محمود الصفات خواتین کے لئے خوشخبری ہے۔

٢٨٩ ـ وعن مُعاذِ بن جبلٍ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «لا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الحُورِ الْعِينِ: لا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللهُ! فَإِنَّما هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا» رواه الترمذيُّ وقال: حديث حسن.

٧ / ٢٨٩۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذاء پہنچاتی ہے تو اس کی حورعین میں سے ہونے والی بیوی (جنت میں) کہتی ہے، اللہ تجھے ہلاک کرے، اسے ایذا مت پہنچا، کیونکہ یہ تو تیرے پاس (چند روزہ) مہمان ہے، عنقریب یہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، آخر أبواب الرضاع، ـ وسنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب في المرأة تؤذي زوجها.

٢٨٩۔ فوائد: جس طرح شریعت اسلامیہ نے مرد کو عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے، اسی طرح عورت کو بھی ایسا رویہ اختیار کرنے سے روکا ہے جس سے خاوند کو تکلیف ہو۔ یہ ایذاء رسانی، بدزبانی سے بھی ہو سکتی ہے اور بداخلاقی و بداطواری سے بھی اور اس کی آمدنی سے بڑھ کر ناجائز مطالبات کی صورت میں بھی۔ جیسا کہ عام طور پر عورتیں ان تینوں ہی طریقے سے اپنے خاوندوں کو زچ کرتیں اور ان کی پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔ الا من رحمہا اللہ باقی رہی یہ بات کہ جنت کی حورعین کو یہ علم کیسے ہوتا ہے کہ وہ عورت اپنے خاوند کو ایذاء پہنچا رہی ہے۔ تو گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس تک خبر پہنچانا کون سا مشکل ہے؟ ہو سکتا ہے کچھ ملائکہ کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی ہو۔

٢٩٠ ـ وعن أسامةَ بنِ زيدٍ رضي الله عنهما عنِ النَّبيِّ ﷺ قال:

٨ / ٢٩٠۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے اپنے بعد مردوں کے

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ» متفقٌ عليه.

حق میں، عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی اور نہیں چھوڑا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب ما يتقي من شؤم المرأة - وصحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء، وأكثر أهل النار النساء، وبيان الفتنة بالنساء.

۲۹۰۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ نے عورت کے وجود کے حسن و جمال کو مردوں کے لئے تمام فتنوں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک فتنہ قرار دیا ہے۔ جس کا مشاہدہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ بالعموم عورتوں کی ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لئے ہی مرد رشوت خوری اور ناجائز ذرائع آمدنی اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر عورتیں نت نئے فیشنوں کے مطابق لباس اور زیورات پہننے کا شوق فضول ترک کر کے سادگی کو اپنا لیں تو مرد کو حرام ذرائع آمدنی اختیار کرنے کی زیادہ ضرورت پیش نہ آئے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقعوں پر عورتیں ہی تمام بے ہودہ رسم و رواج کرنے پر مردوں کو آمادہ کرتی ہیں اور یوں حدود شریعت کی پامالی کے ساتھ بے پناہ اخراجات کا باعث بنتی ہیں۔ اگر عورتیں رسم و رواج دنیا کی بجائے شریعت کو اہمیت دیں تو شادیاں بھی راحت و سکون کا باعث بن سکتی ہیں جب کہ یہ آج کل ایک عذاب اور وبال جان بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح زندگی کے اور شعبوں میں بھی عورت کی حشر سامانیاں محتاج وضاحت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔

٣٦ ـ بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى العِيَالِ

۳۶۔ اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ٢٣٣]، وقال تعالى: ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِۦ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُۥ فَلْيُنفِقْ مِمَّآ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَآ ءَاتَىٰهَا ۚ﴾ [الطلاق: ٧]، وقال تعالى: ﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ۖ﴾ [سبأ: ٣٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور باپ پر، جس کا وہ بچہ ہے، ان (دودھ پلانے والیوں) کا کھانا اور لباس ہے دستور کے مطابق۔

اور فرمایا: چاہیئے کہ خرچ کرے کشائش والا اپنی کشائش (وسعت) کے مطابق اور جس کو اس کی روزی نپی تلی ملتی ہو، اس کو چاہیئے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے اس کے موافق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس سے زیادہ کا مکلف (ذمہ دار) نہیں بناتا، جتنا اس نے اس کو دیا ہے۔ (سورۃ الطلاق، ۷)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو کچھ بھی خرچ کرو، اللہ اس کا عوض (دنیا یا آخرت میں) عطا فرماتا ہے۔

٢٩١ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ،

۱/ ۲۹۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک وہ دینار ہے جسے تو اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرے، ایک وہ دینار ہے جو کسی گردن (کے آزاد کرنے) میں خرچ کرے اور ایک وہ

وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْراً الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ» رواه مسلم.

دینار ہے جو تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك.

۲۹۱۔ **فوائد:** یہ ایسے شخص کا تذکرہ ہے جو صاحب نصاب نہ ہو اور قلیل آمدنی کا حامل ہو۔ اس کے لئے حکم یہ ہے کہ پہلے اپنے بال بچوں کی ضروریات اور ان کی خوراک و پوشاک پر خرچ کرے' اسی میں اس کے لئے زیادہ اجر ہے' کیونکہ اہل و عیال کا خرچ اس کے ذمے واجب ہے' جب کہ دوسرے مقامات پر خرچ کرنا ایک نفلی عبادت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ فرض و واجب کو چھوڑ کر نفلی عبادت میں ثواب نہیں۔ البتہ جو شخص صاحب حیثیت اور صاحب نصاب ہے' اس کا معاملہ اس سے مختلف ہے اس کے لئے زکوٰۃ کی رقم اہل و عیال پر خرچ کرنے کی بجائے' دوسری مدات پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ بلکہ حسب ضرورت و اقتضاء زکوٰۃ کے علاوہ بھی۔

٢٩٢ ـ وعن أَبي عبدِ الله وَيُقَالُ له: أَبي عبد الرَّحمٰن ثَوْبَانَ بْن بُجْدُدَ مَوْلَى رسول الله ﷺ قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أَفضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ» رواه مسلم.

۲ / ۲۹۲۔ حضرت ابو عبداللہ (اور بعض کے نزدیک ابو عبدالرحمٰن) ثوبان بن بجدد۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام۔ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سب سے افضل دینار' جو آدمی خرچ کرتا ہے' وہ دینار ہے جسے وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور (پھر) وہ دینار ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے۔ اور (تیسرے نمبر پر) وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك.

۲۹۲۔ **فوائد:** اس حدیث کا بھی وہی مفہوم ہے جو ماقبل حدیث کا تھا' اس میں بھی کم آمدنی والے کو سب سے پہلے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسے افضل قرار دیا گیا ہے۔ پھر کچھ بچ جائے تو ترتیب مذکور کے مطابق خرچ کرے۔

٢٩٣ـ وعن أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قلتُ: يا رسولَ اللهِ! هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ، وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فقال: «نَعَمْ لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ» متفقٌ عليه.

۳ / ۲۹۳۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' کہ اگر میں ابو سلمہ (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے؟ میں ان کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ تلاش رزق میں ادھر ادھر پھرتے پھریں' آخر وہ میری اپنی اولاد ہیں۔ آپ نے جواب

ارشاد فرمایا۔ ہاں، تو ان پر جو کچھ خرچ کرے گی، اس میں تیرے لئے اجر ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الزكوٰة على الزوج والأيتام في الحجر ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد.

۲۹۳۔ فوائد: اولاد پر انسان اگرچہ اس فطری محبت و شفقت کی وجہ سے خرچ کرتا ہے جو ماں باپ کے دلوں میں ہوتی ہے، اس کے باوجود، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے، کہ اس میں بھی وہ نہ صرف اجر دیتا ہے بلکہ دوسری مدوں کے مقابلے میں زیادہ اجر دیتا ہے۔ وذلك من فضل الله علينا وعلى الناس والحمد لله رب العالمين

٢٩٤ ـ وعن سعدِ بنِ أَبي وَقَّاصٍ رضي الله عنه في حديثِهِ الطَّويلِ الَّذي قَدَّمْنَاهُ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ في بَابِ النِّيَّةِ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال له: «وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ» متفقٌ عليه.

۴ / ۲۹۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اپنی اس طویل حدیث میں، جسے ہم پہلے کتاب کے آغاز میں نیت کے باب میں بیان کر آئے ہیں، روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے، اس پر تمہیں ضرور اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس (لقمے پر بھی) جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية، وكتاب الجنائز، باب رثى النبي ﷺ سعد بن خولة، وغيرهما من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

۲۹۴۔ فوائد: اس میں بھی اصل نکتہ یہی ہے کہ انسان اس نیت سے بیوی بچوں کو کھلائے پلائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، تو یہ فطری داعیہ بھی طاعت و عبادت بن جائے گا جس پر انسان اجر کا مستحق ہو گا۔

٢٩٥ ـ وعن أَبي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ» متفقٌ عليه.

۵ / ۲۹۵۔ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب آدمی اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية، وأول كتاب النفقات، ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد.

۲۹۵۔ فوائد: ثواب کی نیت سے، کا مطلب ہے کہ میں بال بچوں کی کفالت کا وہ فرض ادا کر رہا ہوں جو اللہ نے مجھ پر عائد کیا ہے، نیز صلہ رحمی کا بھی تقاضا ہے اور اس ادائیگی فرض اور صلہ رحمی سے مجھے اللہ کی رضا اور اس

کا قرب حاصل ہو گا۔ تو اس نیت سے بچوں پر خرچ بھی اجر و ثواب کا باعث ہے۔

٢٩٦ - وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْماً أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ» حديثٌ صحيحٌ رواه أبو داودَ وغيرُه. ورواه مسلم في صحيحه بِمَعْنَاهُ قال: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْماً أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ».

٦ / ٢٩٦ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جن کی روزی کا ذمے دار ہے، ان (کے حقوق) کو ضائع کر دے (یعنی ان کے نان نفقہ میں کوتاہی کرے)۔

یہ حدیث صحیح ہے جسے ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم میں بھی اس کے ہم معنی روایت ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا، آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جس کی خوراک کا ذمے دار ہے، اس سے ہاتھ روک لے۔

تخريج: سنن أبي داود، آخر كتاب الزكاة - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة علي العيال والمملوك.

۲۹۶۔ **فوائد:** مطلب یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کی کفالت سے غفلت یا اعراض اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کے نامہ اعمال میں اس کوتاہی کے علاوہ کوئی اور گناہ نہ بھی ہو، تب بھی عنداللہ مواخذے کے لئے یہی کافی ہے۔

علاوہ ازیں حدیث کے الفاظ میں اتنی عمومیت ہے کہ اس میں اہل و عیال کے علاوہ خادم اور نوکر چاکر بھی آجاتے ہیں، کیونکہ انسان ان کی بھی خوراک کا ذمے دار ہوتا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خادموں، ملازموں اور نوکروں چاکروں کی بھی خوراک اور انسانی ضروریات کا مہیا کرنا، مالک کی ذمے داری ہے اور اس میں کوتاہی عنداللہ جرم ہے۔

٢٩٧ - وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ العِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً، وَيَقُولُ الآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً» متفقٌ عليه.

٧ / ٢٩٧ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہر دن، جس میں بندے صبح کرتے ہیں، دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے (مال) کو ضائع فرما دے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب قوله تعالى ﴿فأما من أعطي واتقى﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في المنفق والممسك.

۲۹۷۔ **فوائد:** اس میں اچھے لوگوں کے حق میں دعائے خیر اور برے لوگوں کے لئے بددعاء کرنے کا جواز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح مخلوق پر خرچ کرنا باعث ثواب ہے اسی طرح انفاق سے ہاتھ کھینچ لینا عذاب کا

باعث ہے۔ گویا تنگ دل اور بخیل کو انسانوں کے علاوہ فرشتے بھی قابل نفریں سمجھتے ہیں۔ کنجوس کی کہیں بھی عزت نہیں ہے۔

٢٩٨ - وعنه، عن النبيِّ ﷺ قال: «اليَدُ العُلْيَا خيرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ، يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ، يُغْنِهِ اللهُ» رواه البخاري.

٨ / ٢٩٨ - انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بلند ہاتھ (دینے والا) نچلے ہاتھ (مانگنے والے) سے بہتر ہے اور خرچ کرنے کی ابتداء ان لوگوں سے کر جن کی دیکھ بھال کا ذمے دار تو ہے اور بہترین صدقہ وہ ہے جو تونگری (بے نیازی) کے بعد ہو اور جو سوال یا حرام سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ اسے بچا لیتا ہے۔ اور جو بے نیازی چاہے، اسے اللہ غناء و تونگری سے نواز کر بے نیاز کر دیتا ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى...

٢٩٨- فوائد: اس میں انفاق فی سبیل اللہ، اہل و عیال کی اولیت و فوقیت اور عفت و قناعت کا بیان ہے نیز جو شخص اللہ سے جس چیز کی خواہش اور دعاء کرے، اللہ اس میں اس کی مدد فرماتا ہے۔

٣٧ - بَابُ الْإِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ وَمِنَ الْجَيِّدِ

٣٧- پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلۡبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢]، وقال تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّآ أَخۡرَجۡنَا لَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِۖ وَلَا تَيَمَّمُوا۟ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ﴾ [البقرة: ٢٦٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے۔ تا آنکہ تم پسندیدہ چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔

اور فرمایا: اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو اور ان چیزوں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں اور ناپاک کا ارادہ نہ کرنا کہ اس میں سے تم خرچ کرو۔

اب اس سے متعلق احادیث ملاحظہ ہوں:

٢٩٩ - عن أنسٍ رضي الله عنه قال: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ رضي الله عنه أَكْثَرَ الأَنْصَارِ بِالمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رسولُ الله ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ

١ / ٢٩٩ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ دولت مند تھے اور انہیں اپنے مالوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ بیرحاء (نامی باغ) تھا، یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا، نبی ﷺ اس میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی پیتے۔ حضرت انسؓ

الآيَةُ: ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾، قام أَبُو طَلْحَةَ إلى رسولِ اللهِ ﷺ فقال: يارسولَ اللهِ! إنَّ اللهَ تَعالَى أَنْزَلَ عَلَيْكَ: ﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ للهِ تَعَالَى أَرْجُو بِرَّهَا، وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى، فَضَعْهَا يارسولَ اللهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ، فَقَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «بَخٍ! ذلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الأَقْرَبِينَ»، فقال أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يا رسولَ اللهِ! فَقَسَّمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَبَنِي عَمِّهِ. متفقٌ عليه.

(راوی حدیث) بیان فرماتے ہیں کہ جب آیت لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون نازل ہوئی، تو حضرت ابو طلحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے، تا آنکہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرو۔ اور مجھے اپنے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء (باغ) ہے، میں اسے اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر کی اور اس کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں، پس آپ اللہ کی دی ہوئی سمجھ کے مطابق جہاں مناسب سمجھیں، اسے اپنے تصرف میں لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اوہو، یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے، میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت مندوں میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہ ؓ نے فرمایا، ٹھیک ہے یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتے داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

قوله ﷺ: «مَالٌ رَابِحٌ»

رُوِيَ في الصحيح «رَابِحٌ» و «رَايِحٌ» بالباءِ الموحدةِ وبالياءِ المثناةِ، أَيْ: رَايِحٌ عَلَيْكَ نَفْعُهُ، وَ «بَيْرَحَاءُ»: حَدِيقَةُ نَخْلٍ، وَرُوِيَ بكسرِ الباءِ وَفتحِها.

مال رابح، "صحیح" میں رابح (باء موحدہ کے ساتھ) اور رایح (یائے مثناۃ کے ساتھ) دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ رایح کی صورت میں معنی ہوں گے، اس کا نفع تیری طرف ہی لوٹ کر آئے گا۔ بیرحاء، کھجوروں کا باغ۔ باء پر زیر اور زبر دونوں طرح مروی ہے۔ یعنی بِیرحاء اور بَیرحاء

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الأقارب، وكتاب الوصايا، وكتاب الوكالة، وكتاب التفسير - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين.

۲۹۹۔ فوائد: اس میں صحابہ کرام ؓ کے اس بے مثال جذبے کا بیان ہے جو اللہ رسول کی اطاعت کا اور اعلیٰ درجات حاصل کرنے کا ان کے اندر تھا۔ رضی اللہ عنہم (۲) اپنے محبوب ترین اموال، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، کمال

ایمان کی علامت ہے۔ (۳) صدقہ و خیرات میں پہلے اپنے قریبی رشتے داروں کو ترجیح دی جائے' اگر وہ غریب اور امداد کے مستحق ہوں' بصورت دیگر جو مستحق ہوں ان پر صدقہ کیا جائے۔

٣٨ ـ بَابُ وُجُوبِ أَمْرِهِ أَهْلَهُ وَأَوْلَادَهُ الْمُمَيِّزِينَ وَسَائِرَ مَنْ فِي رَعِيَّتِهِ بِطَاعَةِ اللهِ تَعَالَى وَنَهْيِهِمْ عَنِ الْمُخَالَفَةِ وَتَأْدِيبِهِمْ وَمَنْعِهِمْ عَنِ ارْتِكَابِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ

۳۸۔ اپنے گھر والوں اور اپنی باشعور اولاد اور اپنے تمام ماتحتوں کو اللہ کی فرماں برداری کرنے کا حکم دینے اور انہیں اس کی مخالفت سے روکنے' انہیں سزا دینے اور اللہ کی منع کردہ چیزوں کے ارتکاب سے انہیں باز رکھنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طه: ١٣٢]، وقال تعالى ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحريم: ٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر قائم رہو۔

اور فرمایا' اے ایمان والو! بچاؤ تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

٣٠٠ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: أخذ الحسنُ بنُ عليٍّ رضي الله عنهما تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فقال رسولُ الله ﷺ: «كِخْ كِخْ، ارْمِ بِهَا، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ!؟» متفقٌ عليه.

۱/ ۳۰۰۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی ؓ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہیں ہیں' اسے پھینک دو' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیز نہیں کھاتے۔

(بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ: «أَنَّا لا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ»، وقوله: «كِخْ كِخْ» يُقَالُ بِإِسْكَانِ الخَاءِ، وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنوِينِ وَهِيَ كَلِمَةُ زَجْرٍ للصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَكَانَ الحَسَنُ رضي الله عنه صبياً.

ایک روایت میں (اس طرح) ہے' ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔

کخ کخ' خاء ساکن کے ساتھ۔ اسے دو زیروں کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنی کخٍ۔ یہ بچوں کو ناپسندیدہ چیزوں سے روکنے کے لئے ڈانٹ ڈپٹ کا کلمہ ہے۔ حضرت حسن ؓ (اس وقت) بچے تھے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب ما يذكر فى الصدقة للنبي ﷺ، وكتاب الجهاد ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تحريم الزكاة على النبى ﷺ وعلى آله.

۳۰۰۔ فوائد: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور آپ کی آل کے لئے صدقہ حلال نہیں تھا۔ آل

سے مراد یہاں بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں۔ (اس کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث نمبر۳۴۶ کے فوائد) (۲) بچوں کی تعلیم و تربیت کا پہلو بھی واضح ہے۔ بچوں کو جن چیزوں سے روکنا ضروری ہے' والدین کی ذمے داری ہے کہ وہ ان کا خیال رکھیں اور انہیں ان چیزوں سے روکتے اور سمجھاتے رہیں۔ (۳) صدقے کا مال قومی امانت ہے۔ جن گھروں اور اداروں میں یہ جمع ہو' ان کے ذمے داران کا فرض ہے کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور اصل مستحقین تک اسے پہنچائیں اور اپنے عزیز و اقارب کی دست برد سے اسے بچائیں۔

٣٠١ ـ وعن أَبي حَفْصٍ عُمَرَ بن أبي سَلَمَةَ عبدِ الله ابنِ عبدِ الأسدِ رَبيبِ رسول الله ﷺ قال: كُنْتُ غُلاماً فِي حَجْرِ رسولِ الله ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فقال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلامُ! سَمِّ اللهَ تعالى، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. متفقٌ عليهِ.

۲/ ۳۰۱۔ حضرت ابو حفص عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن اسد' رسول اللہ ﷺ کے پروردہ (یعنی ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ کے بیٹے) سے روایت ہے کہ میں بچہ اور رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش تھا اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) پیالے میں گھومتا تھا' تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے لڑکے! اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ' پس اس کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یہی رہا۔ (بخاری و مسلم)

وَ«تَطِيشُ»: تَدُورُ فِي نَوَاحِي الصَّحْفَةِ.

تطیش کے معنی ہیں' پیالے کے کناروں میں ہاتھ گھومتا تھا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۳۰۱۔ فوائد: اس میں بھی بچوں کو ادب و اخلاق سکھانے کی تعلیم ہے۔ (۲) کھانے کا آغاز بسم اللہ سے کیا جائے اور اپنے آگے سے کھایا جائے' جب ایک ہی بڑے برتن (سینی یا تھالی وغیرہ) میں متعدد افراد کھائیں۔ ہاں اگر انواع واقسام کے پھل ہوں تو حسب خواہش آگے پیچھے سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ (۳) موقعے پر ہی بچے کو تنبیہ و نصیحت کی جائے' کیونکہ یہ زیادہ موثر رہتی اور اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جاتی ہے۔

٣٠٢ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُم مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإمَامُ رَاعٍ، وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ،

۳/ ۳۰۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سنا' رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے' تم سب کے سب ذمے دار ہو' اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام (حکمران) ذمے دار ہے اور اس سے اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی' آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اس سے اپنی رعیت (اہل خانہ) کے بارے میں پوچھا جائے گا'

وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» متفقٌ عليه.

عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اپنی رعیت (گھر میں رہنے والے بچے اور دیگر افراد) کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے' اس سے اس کی رعیت (مال و اسباب) کے بارے میں پوچھا جائے گا' پس تم سب (اپنے اپنے دائرے میں) نگران اور ذمے دار ہو اور سب سے اس کی (اپنی اپنی) رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القُرى والمدن، وكتاب الجنائز، وكتاب الاستقراض، وكتاب الوصايا، وكتاب العتق، وكتاب النكاح، وكتاب الأحكام ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضلية الإمام العادل حديث رقم١٨٢٩.

۳۰۲۔ فوائد: اس کی تخریج اور فوائد کے لئے دیکھئے' باب ۳۵' حدیث نمبر ۳/ ۲۸۵

٣٠٣ ـ وعن عمرِو بنِ شُعَيْبٍ، عن أبيه، عن جَدِّهِ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مُرُوا أَوْلادَكُمْ بالصَّلاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي المَضَاجِعِ» حديثٌ حسنٌ رواه أبو داود بإسنادٍ حسنٍ.

۴/ ۳۰۳۔ حضرت عمرو بن شعیب ؓ اپنے باپ اور وہ (شعیب) اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں (اور نماز میں سستی کریں) تو اس پر انہیں سرزنش کرو اور ان کے درمیان بستروں میں تفریق کر دو۔

(ابو داؤد' اس کی سند حسن درجے کی ہے۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الصلٰوة، باب متٰى يؤمر الغلام بالصلاة؟.

۳۰۳۔ فوائد: اس حدیث سے نماز کی اہمیت بھی واضح ہے۔ نیز یہ واضح ہوا کہ تعلیم و تربیت کے نقطہ نظر سے بچوں کو مارنا پیٹنا جائز ہے' تاہم یہ مار وحشیانہ انداز سے نہ ہو' بلکہ اس طریقے سے ہو کہ بچے کی تربیت بھی ہو جائے اور اسے کوئی جسمانی نقصان بھی نہ پہنچے۔ یہ فلسفہ بالکل غلط ہے کہ بچوں کو کچھ نہ کہا جائے' مار پیٹ تو کجا' ڈانٹ ڈپٹ سے بھی گریز کیا جائے۔ بلکہ تہذیب و تربیت کے لئے مناسب سزا و تعزیر ضروری ہے۔ (۲) فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز ہی کی طرح دیگر احکام شریعت بھی بچوں کے ذہن نشین کرائے جائیں اور ممکن ہو تو ان کی عملی مشق بھی۔ جیسے رمضان میں حسب عمر اور حسب طاقت' بچوں سے چند روزے رکھوائے جائیں' تاکہ روزوں کی اہمیت و فرضیت ان کے دماغوں میں بیٹھ جائے اور جب وہ شعور و بلوغت کی عمر کو پہنچیں تو انہیں علم ہو کہ پنج وقتہ نماز کی طرح رمضان المبارک کے روزے بھی ایک مسلمان کے لئے نہایت ضروری اور فرض

ہیں۔ وعلی ھذا القیاس اس طرح دیگر احکام و مسائل اور معاملات ہیں جن کی تعلیم بچوں کو ان کی سمجھ کے مطابق دی جائے۔ (۳) ۱۰ سال کی عمر میں بچہ بالغ تو بالعموم نہیں ہوتا' تاہم کچھ تمیز و شعور اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس عمر میں انہیں ایک ساتھ سلانے کی بجائے' علیحدہ علیحدہ بستروں پر سلایا جائے' بالخصوص بچے اور بچیوں کو۔

٣٠٤ ـ وعن أبي ثُرَيَّةَ سبْرَةَ بنِ مَعْبَدٍ الجُهَنِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلاةَ لِسَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِينَ» حديثٌ حسنٌ رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن. وَلَفْظُ أبي دَاوُدَ: «مُرُوا الصَّبيَّ بِالصَّلاةِ إذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ».

۵ / ۳۰۴ ۔ حضرت ابو ثریہ' سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم بچے کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں اس (نماز میں کوتاہی کرنے) پر ان کی گوش مالی کرو۔ ابو داؤد و ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں' بچوں کو نماز (پڑھنے) کا حکم دو' جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں۔

تخريج: سنن أبی داود، كتاب الصلاة، باب متٰى يؤمر الغلام بالصلاة؟ ـ وسنن ترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء متٰى يؤمر الصبيّ بالصلاة؟.

۳۰۴۔ فوائد: ظاہر بات ہے کہ بچوں کو نماز کی یہ تعلیم و تلقین' وہی والدین اور اساتذہ کر سکتے ہیں جو خود نماز کے پابند ہوں۔ صحابہ کرامؓ کے عہد میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی مسلمان بھی ہو اور پھر وہ نماز نہ پڑھے؟ لیکن بدقسمتی سے آج کل کے مسلمان معاشروں میں اساتذہ و والدین کی اکثریت فریضہ نماز سے غافل ہے۔ ان حالات میں بچوں کو نماز کے سیکھنے اور پڑھنے کی ترغیب و تلقین کون کرے؟ علاوہ ازیں اسکولوں میں بھی اس کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ فالی اللہ المشتکی

٣٩ ـ بابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهِ

۳۹۔ پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

قال الله تعالى: ﴿ ۞ وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ ۗ﴾ [النساء: ٣٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ نیز رشتے داروں' یتیموں' مساکین' رشتے دار (یا قریبی) پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پہلو کے ساتھی (ساتھ بیٹھنے والے) اور مسافر اور اپنے مملوکہ (غلام باندیوں وغیرہ) کے ساتھ احسان کرو۔

٣٠٥ ـ وعن ابنِ عمرَ وعائشةَ

۱ / ۳۰۵ ۔ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

رضي الله عنهما قالا: قال رسولُ الله ﷺ: «مَا زَالَ جبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ» متفق عليه.

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ مجھے حضرت جبریل پڑوسی کے (ساتھ حسن سلوک) کی ہمیشہ تاکید کرتے رہے‘ یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا کہ یہ اسے وراثت میں (بھی) شریک ٹھہرا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الوصية بالجار - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والإحسان إليه.

۳۰۵- فوائد: اس حدیث سے واضح ہے کہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اسلام میں کتنی اہمیت اور تاکید ہے۔

٣٠٦ - وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ إذا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جيرَانَكَ» رواه مسلم.

وفي رواية له عن أَبي ذرٍّ قال: إن خليلي ﷺ أَوْصَاني: «إِذَا طَبَخْتَ مَرَقاً فَأَكْثِرْ مَاءَهُ، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيرَانِكَ، فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوفٍ».

۲/ ۳۰۶ - حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ اے ابو ذر! جب تم شوربے (والا سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر لو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔ (مسلم)

اور اسی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب تم شوربے (والا سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر لو‘ پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کو دیکھو اور ان کو بھلائی کے ساتھ اس میں سے کچھ حصہ پہنچاؤ۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والإحسان إليه.

۳۰۶- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی اگر غریب‘ مسکین اور اسی قسم کے محتاج ہوں تو پھر انہیں نظر انداز کر کے خود ہی سب کچھ کھا پی جانا‘ اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ بلکہ تاکید ہے کہ ایسے غریب پڑوسیوں کا خیال رکھو‘ اور محض اپنے کام و دہن کی لذت ہی سامنے مت رکھو‘ بلکہ اگر زیادہ توفیق نہیں ہے تو سالن میں پانی کا اضافہ کر کے اس میں سے ہی کچھ حصہ ان کو دے دو۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر اللہ نے تمہیں صاحب حیثیت بنایا ہے تو اس کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اس میں تغافل یا تجاہل سے کام مت لو۔

٣٠٧ - وعن أَبي هريرة رضي الله عنه أَن النبي ﷺ قال: «واللهِ لا يُؤْمِنُ، واللهِ لا يُؤْمِنُ، واللهِ لا يُؤْمِنُ!» قيلَ: مَنْ يَا رسولَ اللهِ؟! قال: «الَّذي لا يَأْمَنُ جَارُهُ

۳/ ۳۰۷ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں‘ اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں‘ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں‘ عرض کیا گیا‘ اللہ کے رسول کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا‘ وہ

بَوَائِقَهُ!» متفق عليه.

شخص جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ لمسلمٍ: «لا يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَنْ لا يَأْمَنُ جارُهُ بَوَائِقَهُ».

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔

«البَوَائِقُ»: الغَوَائِلُ وَالشُّرُورُ.

بوائق کے معنی ہیں دسیسہ کاریاں اور شرارتیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب إثم من لم يأمن جاره بوائقه - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم إيذاء الجار.

۳۰۷۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو دکھ پہنچانا اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان جنت سے محروم ہو سکتا ہے۔

٣٠٨ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يَا نِسَاءَ المُسْلِمَاتِ! لا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِها وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ» متفقٌ عليه.

۴ / ۳۰۸ ۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے مسلمانوں کی عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے کوئی ہدیہ کمتر نہ سمجھے، اگرچہ وہ (ہدیہ) بکری کا کھر ہی ہو۔ (بخاری و مسلم)

(یہ حدیث باب کثرۃ طرق الخیر، رقم ۱۲۴ میں بھی گزر چکی ہے)

تخريج: صحيح بخاري وصحيح مسلم، وقد تقدم تخريجه في باب كثرة طرق الخير برقم١٢٤.

۳۰۸۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہا کریں، امیر کو اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب کو اپنی حیثیت کے مطابق۔ غریب یہ نہ سوچے کہ معمولی چیز کسی کو کیا ہدیہ دوں؟ اس کا معمولی سا ہدیہ بھی عنداللہ مقبول ہو گا بشرطیکہ اخلاص سے دیا گیا ہو فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره۔ ویسے بھی غریب کا ہدیہ بھیجنا امیر کے دل میں اس کی قدر میں اضافے کا باعث ہو گا۔ البتہ امیر کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنی شایان شان ہدیہ بھیجے، کیونکہ وہ وسائل سے بہرہ ور ہے۔ یہ نہ ہو کہ جو چیز باسی ہو جائے یا اپنا جی اس کے کھانے کو نہ چاہے تو ایسی سڑی بسی چیزیں پڑوسیوں کو بھیج دی جائیں۔ اس میں عدم اخلاص کے ساتھ ساتھ پڑوسی کی حقارت کا جذبہ بھی شامل ہے، جب کہ ہدیے کا مطلب تو اخلاص و محبت کا اظہار ہے اور جس میں کسی غریب پڑوسی کے لئے تحقیر شان کا جذبہ کار فرما ہو، وہ ہدیہ کس کام کا؟ اور اللہ کے ہاں اس کی کیا قدر و منزلت ہو گی؟ ہاں اگر تحقیر شان والی بات نہ ہو تو پھر کمتر چیز بھی، جو خود اسے پسند نہ ہو، کسی غریب کو دے دینا، اسے پھینک دینے سے بہتر ہے بشرطیکہ بجائے خود وہ چیز کار آمد ہو۔

٣٠٩ - وعنه، أن رسولَ الله ﷺ قال: «لا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً

۵ / ۳۰۹ ۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو

في جدَارِهِ»، ثُمَّ يَقُولُ أَبو هريرةَ: مَا لي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ! وَاللهِ! لأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. متفقٌ عليه. رُوِيَ «خَشَبَهُ» بِالإِضَافَةِ وَالجَمْعِ. وَرُوِيَ «خَشَبَةً» بالتَّنْوِينِ عَلَى الإِفْرَادِ. وقوله: ما لي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ: يَعْنِي عَنْ هذِهِ السُّنَّةِ.

(اپنی مشترکہ) دیوار میں لکڑی (یا کیل وغیرہ) گاڑنے سے نہ روکے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے۔ کیا وجہ ہے کہ (اس فرمان رسول ﷺ کے باوجود) میں تمہیں اس حکم سے منہ پھیرتے ہوئے دیکھتا ہوں‘ اللہ کی قسم! میں اس کو تمہارے کندھوں کے درمیان پھینک کے رہوں گا (یعنی ضرور تمہارے سامنے پیش کروں گا)۔

(بخاری و مسلم)

خشبة (مفرد اور تنوین کے ساتھ) کو جمع اور اضافت کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے یعنی خشبه (اپنی لکڑیاں) ”میں تمہیں منہ پھیرتے ہوئے دیکھتا ہوں“ کا مطلب‘ اس سنت اور حکم سے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب لا يمنع جارٌ جاره أن يغرز... وكتاب الأشربة - وصحيح مسلم، كتاب البيوع، باب غرز الخشب في جدار الجار.

۳۰۹- فوائد: اس حکم اور تاکید کی اہمیت ان آبادیوں اور بستیوں میں سامنے آتی ہے جو جھونپڑیوں اور خیموں پر مشتمل ہوں‘ یا ایسے علاقوں میں جہاں اب بھی دو پڑوسیوں کے درمیان پختہ دیوار ایک ہی ہوتی ہے (بڑے شہروں کی طرح الگ الگ اپنی اپنی دیوار نہیں ہوتی) تاہم اس سے یہ اصول ضرور معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسیوں کے معاملے میں انسان کو بدمزاج اور بدمعاملہ نہیں ہونا چاہئے کہ ایک کیل کا ٹھونکنا یا ایک لکڑی کا گاڑنا بھی اسے ناگوار ہو‘ بلکہ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ صرف ٹھک ٹھک کی آواز ہی سے وہ مشتعل اور لڑنے بھڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس پڑوسیوں کے ساتھ باہم ہمدردی اور تعاون کا معاملہ ہونا چاہئے۔ مسلمان تو کل کے کل ایک جسم کی طرح ہیں‘ چہ جائیکہ دو پڑوسی بھی آپس میں ایک دوسرے کے دست و بازو نہ ہوں۔

٣١٠ - وعنه، أَن رسولَ الله ﷺ قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ» متفق عليه.

۶ / ۳۱۰۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے‘ وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے‘ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے‘ اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے‘ اسے چاہئے کہ وہ بھلائی کی (ہی) بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله... - وصحيح مسلم،

كتاب الإيمان، باب تحريم إيذاء الجار.

۳۱۰۔ فوائد: اس حدیث میں ایمان کے ثمرات کا بیان ہے۔ جس میں مذکورہ خوبیاں نہیں ہیں، اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ایمان کی برکات سے محروم ہے، اس کا ایمان بے ثمر درخت کی طرح یا اس پھول کی طرح ہے جو خوشبو سے محروم ہے یا ایک ایسا قالب ہے جس میں روح نہیں۔

٣١١ - وعن أَبي شُرَيْح الخُزَاعِيِّ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ» رواه مسلم بهذا اللفظ، وروى البخاري بعضه.

۷ / ۳۱۱۔ حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ کلمہ خیر کہے یا پھر خاموش رہے۔

اسے ان الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کے بعض الفاظ روایت کئے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله.... - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف.

٣١٢ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قُلْتُ: يا رسولَ اللهِ! إنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلىٰ أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قال: «إِلىٰ أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَاباً» رواه البخاري.

۸ / ۳۱۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے میں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشفعة، باب أيّ الجوار أقرب؟ وكتاب الهبة، باب بمن يبدأ بالهدية؟.

۳۱۲۔ فوائد: جب انسان سب پڑوسیوں کو ہدیہ دینے کی استطاعت نہ رکھے اور صرف کسی ایک ہی کو ہدیہ دینا چاہے، تو اسکی ترتیب اس میں بیان کردی گئی ہے کہ "الاقرب فالاقرب" کا اصول پیش نظر رہے۔

٣١٣ - وعن عبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «خَيْرُ الأَصْحَابِ عِنْدَ الله تعالى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الجِيرَانِ عِنْدَ الله تعالى خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ» رواه الترمذي وقال:

۹ / ۳۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے ہاں، ساتھیوں میں سب سے بہتر ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہتر ہو۔ (اسے ترمذی نے

حديث حسن.

روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الإحسان إلى الخادم.

۳۱۳۔ فوائد: ساتھی کا لفظ' عام ہے جس میں سفر و حضر کا ہر ساتھی آجاتا ہے۔ یعنی زندگی میں ہر وہ شخص جس سے اس کو واسطہ پڑے' اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور پڑوسی کے ساتھ بھی۔ اللہ کے ہاں خاص مقام حاصل کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

٤٠ ـ بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَصِلَةِ الْأَرْحَامِ

قال الله تعالى: ﴿ ۞ وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا وَبِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُمْ ﴾ [النساء: ٣٦]، وقال تعالى: ﴿ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ﴾ [النساء: ١]، وقال تعالى: ﴿ وَٱلَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ ﴾ الآية [الرعد: ٢١]، وقال تعالى: ﴿ وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حُسْنًا ﴾ [العنكبوت: ٨]، وقال تعالى: ﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴾ [الإسراء: ٢٣، ٢٤]،

۴۰۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ نیز رشتے داروں' یتیموں' مسکینوں' رشتے دار (یا قریبی) پڑوسی اور اجنبی (یا دور کے) پڑوسی اور پہلو کے ساتھی (ساتھ بیٹھنے والے) اور مسافر اور اپنے مملوک (غلام' باندیوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور ڈرو اللہ سے' جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور ڈرو قرابت مندیوں (کے توڑنے) سے۔

اور فرمایا: اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں ان کو' جن کو ملانے کا اللہ نے حکم دیا۔ (یعنی صلہ رحمی کرتے ہیں)۔

اور فرمایا' ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کی ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عبادت صرف ایک رب کی کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اگر ان میں سے ایک یا دونوں ہی تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں' تو انہیں اف (اونہہ تک) مت کہو اور نہ انہیں ڈانٹو اور (ہمیشہ) ان سے ادب کی بات کہو اور ان کے آگے عاجزی کے بازو جھکا دو نیاز مندی سے اور ان کے لئے (یہ دعاء) کرو' اے رب! ان پر رحم فرما' جس طرح بچپن میں انہوں

نے (پیار و محبت سے) مجھے پالا۔

وقال تعالى: ﴿وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَٰلُهُۥ فِى عَامَيْنِ أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ﴾ [لقمان: ١٤].

اور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے: اور ہم نے تاکید کی انسان کو اس کے والدین کے بارے میں۔ پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا دو سال میں، حق مان میرا اور اپنے والدین کا (اور پھر اسے ادا کر)۔

٣١٤ - عن أبي عبد الرحمٰن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سَأَلْتُ النبيَّ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلى اللهِ تَعَالى؟ قال: «الصَّلاةُ عَلَى وَقْتِهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قال: «بِرُّ الْوَالِدَيْنِ»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قال: «الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ الله» متفقٌ عليه.

١/ ٣١٤۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے کہا، پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المواقيت، باب فضل الصلوٰة لوقتها، وكتاب التوحيد - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال.

٣١٤۔ فوائد: نماز کے اپنے وقت پر پڑھنے کا مطلب ہے، اول وقت یا کم از کم پابندی کے ساتھ اسے اس کے وقت پر پڑھنا، یہ نہیں کہ کاروباری و دیگر دنیوی مصروفیات میں اسے تاخیر سے یا بے وقت پڑھنا، نماز اور جہاد یہ افضل ترین اعمال میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کے حکم کو بیان کرنے سے، اس کی اہمیت واضح ہے۔

٣١٥ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِداً إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكاً، فَيَشْتَرِيَهُ، فَيُعْتِقَهُ» رواه مسلم.

٢ / ٣١٥۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی اولاد، اپنے والد کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی، مگر یہ کہ وہ اپنے باپ کو غلام پائے اور وہ اسے خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب العتق، باب فضل عتق الوالد.

٣١٥۔ فوائد: اس حدیث سے والدین کی عظمت اور ان کے حقوق کی اہمیت واضح ہے۔

٣١٦ - وعنه أيضاً رضي الله عنه، أن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ،

٣ / ٣١٦۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ» متفقٌ عليه.

اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہئے کہ بھلائی کی (ہی) بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله... - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف.

۳۱۶۔ فوائد: یہاں یہ حدیث صلہ رحمی کے مسئلے کی اہمیت کے لئے بیان ہوئی ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہے' رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' ان سے ہر صورت میں تعلق جوڑ کر رکھنا۔ حتیٰ کہ اگر رشتے دار بداخلاقی کا مظاہرہ اور تعلق توڑنے کا ارتکاب کریں' تب بھی حقوق قرابت کی ادائیگی اور تعلق جوڑے رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ اسی کا نام صلہ رحمی ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کی بڑی تاکید کی ہے۔ رشتے داروں میں نھیال اور ددھیال دونوں شامل ہیں۔ دونوں کو ہر حال میں عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

٣١٧ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّ الله تَعَالى خَلَقَ الخَلْقَ حَتَّى إذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قال: نَعَمْ أمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قالت: بَلَى، قال: فَذلِكَ لَكِ»، ثم قال رسولُ الله ﷺ: «اقْرَؤُوا إنْ شِئْتُمْ: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا۟ أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَٰرَهُمْ ﴾ [محمد: ٢٢، ٢٣]» متفقٌ عليه.

۴/۳۱۷۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا' جب وہ ان کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم (رشتہ) نے کھڑے ہو کر کہا' یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تجھ سے پناہ مانگے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ہاں' کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے (تعلق) جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع (تعلق) کر لوں جو تجھے قطع کرے (توڑے)' رشتے (رحم) نے کہا' کیوں نہیں۔ (ایسا ہی ہونا چاہئے) اللہ نے فرمایا' پس یہ تیرے لئے ہے (یعنی ایسا ہی ہو گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر تم چاہو تو (اس کی تائید میں یہ آیات قرآنی) پڑھ لو۔ "تو یقیناً قریب ہے کہ جب تم کو اقتدار ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رحموں (رشتوں) کو کاٹو' یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور انہیں بہرا اور اندھا کر دیا۔ (سورہ محمدؐ' ۲۲'۲۳)۔ (بخاری و مسلم)

وفي رواية للبخاري: «فقال الله تعالى: مَنْ وَصَلَكِ، وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ، قَطَعْتُهُ».

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے' جو تجھے ملائے گا' میں اسے ملاؤں گا' جو تجھے کاٹے گا' میں اسے کاٹ دوں گا۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من وصل وصله الله ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

۳۱۷۔ فوائد: اس سے بھی صلہ رحمی کی تائید واضح ہے کہ یہ عمل اللہ سے خصوصی ربط و تعلق کا ذریعہ ہے اور قطع رحمی، یعنی رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی سے انکار اور ان سے تعلق برقرار رکھنے سے اعراض، اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کا باعث ہے۔

٣١٨ ـ وعنه رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى رسولِ الله ﷺ فقال: يارسولَ الله! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قال: «أُمُّكَ»، قال: ثُمَّ مَنْ؟ قال: «أُمُّكَ»، قال: ثُمَّ مَنْ؟ قال: «أُمُّكَ»، قال: ثُمَّ مَنْ؟ قال: «أَبُوكَ» متفقٌ عليه.

وفي روايةٍ: يا رسولَ الله! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قال: «أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ». وَ«الصَّحَابَةُ» بِمَعْنَى: الصُّحْبَةِ. وقوله: «ثُمَّ أَبَاكَ» هٰكَذَا هو منصوب بفعلٍ محذوفٍ، أي: ثم بِرَّ أباك. وفي رواية: «ثُمَّ أَبُوكَ»، وهذا واضِح.

۵/ ۳۱۸۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا، تمہاری ماں۔ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا، تمہاری ماں۔ اس نے پھر پوچھا، پھر کون؟ آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارا باپ۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں (اس طرح) ہے۔ اس نے پوچھا، اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا، تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں۔ پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو، پھر جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو۔

صحابہ، صحبت (حسن سلوک) کے معنی میں ہے۔ ثم اباك، یہ فعل محذوف (بر) کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ثم بر اباك (پھر تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو) اور ایک روایت میں ثم ابوك (رفعی حالت) ہے جیسا کہ بخاری میں ہے یہ ترکیب واضح ہے (اس میں فعل محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين وأنهما أحق به.

۳۱۸۔ فوائد: اس میں باپ کے مقابلے میں ماں کا حق مقدم اور تین گنا زیادہ بتلایا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو مرد کے مقابلے میں عورت کا ضعف اور اس کا زیادہ ضرورت مند ہونا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تین تکلیفیں ایسی ہیں جو صرف ماں اولاد کے لئے برداشت کرتی ہے۔ باپ اس میں شریک نہیں ہوتا۔ (ا) ۹ مہینے تک حمل کی

تکلیف۔ (۲) زچگی کی تکلیف، جس میں عورت کو موت و حیات کی کشمکش کے جاں گداز مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ (۳) پھر دو سال تک رضاعت (دودھ پلانے) کی تکلیف۔ جس میں اس کی راتوں کی نیند بھی خراب ہوتی ہے، اس کا حسن اور صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور بچے کے آرام و راحت کے لئے بعض دفعہ خوراک میں بھی احتیاط اور پرہیز کی ضرورت پیش آتی ہے۔

٣١٩ ـ وعنه، عن النَّبيِّ ﷺ قال: «رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، فَلَمْ يَدْخُلِ الجَنَّةَ» رواه مسلم.

۶/ ۳۱۹۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو اس شخص کی، جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین کو پایا، ان میں سے ایک کو یا دونوں کو اور پھر (بھی ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہیں گیا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب رغم أنف من أدرك أبويه أو أحدهما...

۳۱۹۔ فوائد: رغام، مٹی کو کہتے ہیں، ناک کا خاک آلودہ ہونا، یہ کنایہ ہے ذلت سے۔ گویا اس کی ناک مٹی میں مل گئی۔ اس میں ایسے بدنصیب کے لئے بددعاء یا اس کے انجام بد کی خبر ہے جو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کر کے اپنے رب کو راضی نہیں کرتا۔ والدین کی خدمت تو ہر عمر میں ہی ضروری ہے، وہ جوان ہوں، تب بھی۔ حدیث میں بڑھاپے کا ذکر اس لئے ہے کہ کبر سنی (بڑھاپے) میں والدین خدمت اور نیکی کے زیادہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔ احتیاج اور ضعف کے اس دور میں انہیں حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا، نہایت سنگ دلانہ جرم اور چند در چند قبیح فعل ہے اور اپنی اس ذلیل حرکت کی وجہ سے وہ جنت سے محروم رہ سکتا ہے۔

٣٢٠ ـ وعنه رضي الله عنه أن رجلاً قال: يا رسولَ الله! إنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوني، وَأُحْسِنُ إلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ، فقال: «لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ المَلَّ، وَلا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ» رواه مسلم.

وَ«تُسِفُّهُم» بضم التاءِ وكسرِ السين المهملةِ

۷/ ۳۲۰۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتے دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں، وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں، وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان سے تحمل اور بردباری سے پیش آتا ہوں، وہ میرے ساتھ نادانی سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے، تو گویا ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ ہمیشہ اللہ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا جب تک تیرا رویہ یہی رہے گا۔ (مسلم)

وتشديدِ الفاءِ، وَ«المَلُّ» بفتح الميم، وتشديدِ اللام وهو الرَّمَادُ الحَارُّ: أَيْ كَأَنَّمَا تُطْعِمُهُمُ الرَّمَادَ الحَارَّ، وَهُوَ تَشْبِيهٌ لِمَا يَلْحَقُهُمْ مِنَ الإِثْمِ بِمَا يَلْحَقُ آكِلَ الرَّمَادِ الحَارِّ مِنَ الأَلَمِ، وَلا شَيْءَ عَلَى هَـذَا المُحْسِنِ إِلَيْهِمْ، لَكِنْ يَنَالُهُمْ إِثْمٌ عَظِيمٌ بِتَقْصِيرِهِمْ فِي حَقِّهِ، وَإِدْخَالِهِمُ الأَذَى عَلَيْهِ، وَاللهُ أعلم.

تسفہم ' تاء پر پیش' سین مہملہ پر زیر اور فاء پر تشدید۔ اور مل' میم کے زبر اور لام کی تشدید کے ساتھ۔ گرم راکھ' گویا کہ تو ان کو گرم راکھ کھلا رہا ہے۔ یہ تشبیہ ہے' جس طرح گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ان قطع رحمی کرنے والوں کو گناہ ملے گا اور ان کے ساتھ اس احسان کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں۔ گناہ عظیم کے مستحق وہی ہیں کیونکہ وہ اس کے حق میں کوتاہی اور اسے اذیت میں مبتلا کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

۳۲۰۔ فوائد: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ایک رشتے دار کی بدسلوکی یا قطع رحمی' دوسرے رشتے دار کے لئے بدسلوکی اور قطع رحمی کے لئے وجہ جواز نہیں۔ کیونکہ رشتے داروں کی بدسلوکی کے باوجود ان سے حسن سلوک ہی کی تاکید ہے۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں حسن سلوک کرنے والا اللہ کے ہاں نہایت معزز و مکرم ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسمانوں سے مددگار نازل فرماتا ہے۔ تیسرا' یہ کہ قطع رحمی کا انجام' گرم راکھ کے کھانے کے انجام بد کی طرح' نہایت برا ہے۔

٣٢١ ـ وعن أَنسٍ رضي الله عنه أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ له في رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ في أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» متفقٌ عليه. ومَعْنى «يُنْسَأَ لَهُ في أَثَرِهِ»، أَيْ: يُؤَخَّرَ له في أَجلهِ وَعُمُرِهِ.

۸ / ۳۲۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور اس کی عمر میں تاخیر (یعنی اضافہ) کیا جائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔
(بخاری و مسلم)

ینسأ لہ فی اثرہ کے معنی ہیں کہ اس کی اجل اور عمر میں تاخیر کی جائے' یعنی لمبی عمر دی جائے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق، وكتاب البيوع، باب من أحب البسط في الرزق ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

۳۲۱۔ فوائد: صلہ رحمی کے اخروی اجر و ثواب کے علاوہ یہ دو بڑے فائدے ہیں جو انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ رزق میں اضافے سے مراد یا تو فی الواقع مقدار میں زیادتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کر دی جاتی ہے' یا پھر مراد اس کے رزق میں برکت ہے' اسی طرح عمر کی زیادت کا مسئلہ ہے' یا تو یہ حقیقی طور پر زائد کر دی جاتی ہے' یا مراد اس سے بھی اس کی عمر میں برکت ہے۔ یعنی اس کی زندگی بہر پہلو فوائد سے لبریز ہو جاتی ہے۔

٣٢٢ ـ وعنه قال: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ

۹ / ۳۲۲۔ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أَكْثَرَ الأنْصَارِ بِالمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ المَسْجِدِ، وَكَانَ رسولُ الله ﷺ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هذِهِ الآيَةُ: ﴿لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ٩٢] قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسولَ الله! إنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالى يقول: ﴿لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وإنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لله تَعَالَى، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ الله تعالى، فَضَعْهَا يارسولَ اللهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «بَخٍ! ذلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذلِكَ مَالٌ رَابِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الأَقْرَبِيْنَ»، فقال أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يا رسولَ الله! فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. متفقٌ عليه. وَسَبَقَ بَيَانُ أَلْفَاظِهِ فِي بَابِ الإنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ.

حضرت ابو طلحہ ؓ انصار مدینہ میں کھجوروں کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور انہیں اپنے مالوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ بیرحاء (نامی باغ) تھا۔ یہ مسجد نبوی کے سامنے تھا، نبی ﷺ اس میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی نوش فرماتے۔ حضرت انس ؓ (راوی حدیث) بیان فرماتے ہیں کہ جب آیت لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون **نازل ہوئی، تو حضرت ابو طلحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ "تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے، جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے" اور مجھے اپنے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء (باغ) ہے، میں اسے اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں، میں اللہ سے اس کے اجر کی اور اس کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں، پس آپ، جہاں اللہ آپ کو سمجھائے، اسے اپنے تصرف میں لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اوہو! یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت مندوں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابو طلحہ ؓ نے فرمایا (ٹھیک ہے، یا رسول اللہ!) میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتے داروں اور عم زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری و مسلم) باب الانفاق مما یحب (رقم ۲۹۷) میں اس کے الفاظ کی وضاحت گزر چکی ہے۔**

تخريج: سبق تخريجه في باب الإنفاق مما يحب ومن الجيّد برقم٢٩٧.

۳۲۲- فوائد: یہ حدیث، پہلے، پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بیان، میں گزر چکی ہے۔ یہاں اسے صلہ رحمی کے اثبات کے لئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرتے وقت پہلے اپنے قریبی رشتے داروں کو دیکھا جائے، اگر وہ مستحق امداد ہوں تو ان کی امداد کی جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو دوسروں پر صدقہ کیا جائے۔ اس کے برعکس درست نہیں کہ دوسروں کو تو ہر طرح کا مفاد پہنچایا جائے

مگر اپنے محروم رہیں۔ بہرصورت انہیں مقدم رکھنا چاہئے

٣٢٣ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العاص رضي الله عنهما قال: أَقْبَلَ رَجُلٌ إلى نَبيِّ اللهِ ﷺ، فقال: أُبَايِعُكَ عَلى الهِجْرَةِ وَالجِهَادِ أَبْتَغِي الأَجْرَ مِنَ الله تعالى. قال: «فَهَلْ لَكَ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟» قال: نَعَمْ بَلْ كِلاهُمَا قال: «فَتَبْتَغِي الأَجْرَ مِنَ اللهِ تعالى؟»، قال: نَعَمْ. قال: «فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ، فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا» متفقٌ عليه. وهذا لَفْظُ مسلِمٍ.

وفي روايةٍ لَهُمَا: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَأْذَنَهُ في الجِهَادِ فقال: «أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟» قال: نَعَمْ، قال: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ».

۱۰/ ۳۲۳ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا' میں آپؐ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر کا طالب ہوں۔ آپؐ نے پوچھا' تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا' ہاں' بلکہ دونوں ہی (زندہ ہیں)۔ آپؐ نے اس سے پوچھا' کیا تو (واقعی) اللہ سے اجر کا طالب ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' پھر تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان کی اچھی طرح خدمت کر۔ (بخاری و مسلم۔ اور یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔)

اور ان دونوں کی ایک اور روایت میں ہے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے آپؐ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی' آپؐ نے اس سے پوچھا' کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا' ہاں۔ آپؐ نے فرمایا' پس انہی کی خدمت کی کوشش کر۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الجهاد بإذن الأبوين ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين وأنهما أحق به.

۳۲۳۔ فوائد: جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے۔ یعنی مسلمانوں کی پوری آبادی میں سے حسب ضرورت کچھ لوگ جہاد میں حصہ لیں' تو سب کی طرف سے جہاد کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اس صورت میں جہاد میں حصہ لینے کے لئے والدین کی اجازت ضروری ہے' کیونکہ ان کی خدمت فرض عین ہے' فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے فرض عین چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں اسی صورت کا بیان ہے۔ البتہ بعض مخصوص حالات میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے' اس وقت والدین کی اجازت ضروری نہیں' کیونکہ اس وقت ہر شخص کے لئے جہاد میں حصہ لینا ناگزیر ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب دشمن حد سے بڑھ جائے اور نظریاتی اور ملکی سرحدوں پر حملہ آور ہو۔

٣٢٤ ـ وعنه، عن النَّبيِّ ﷺ قال: «لَيْسَ الوَاصِلُ بِالمُكَافِىءِ وَلٰكِنَّ الوَاصِلَ الَّذي إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا» رواه البخاري.

۱۱/ ۳۲۴ ۔ انہی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو (کسی رشتے دار کے ساتھ) احسان کے بدلے میں احسان کرتا ہے' بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے' جب اس سے قطع رحمی

(بدسلوکی وغیرہ) کی جائے تو صلہ رحمی (حسن سلوک) کرے۔ (بخاری)

وَ«قَطَعَتْ» بفتحِ القَافِ وَالطَّاءِ. و«رَحِمُهُ» مَرْفُوعٌ.

قطعت، قاف اور طاء پر زبر (صیغہ معروف لیکن بعض روایات میں قاف کے ضمہ کے ساتھ بصیغہ مجہول بھی ہے۔ کما فی فتح الباری)۔ رَحِمُہ، مرفوع ہے (بربنائے فاعلیت)

تخریج : صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب فضل صلاة العشاء في جماعة.

۳۲۴۔ فوائد : اس حدیث سے صلہ رحمی کے حقیقی تقاضے واضح ہوتے ہیں۔ جو رشتے دار ادب و احترام سے پیش آئیں اور آپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ظاہر بات ہے، آپ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں گے۔ لیکن یہ صلہ رحمی نہیں ہے۔ احسان کے بدلے احسان ہے۔ اس کے برعکس آپ کا ایک قریبی رشتے دار بداخلاق ہے، آپ سے بدسلوکی کرتا ہے اور آپ سے تعلق توڑنے پر تلا رہتا ہے (جیسا کہ جہالت کے یہ مظاہرے ہمارے معاشرے میں عام ہیں) لیکن آپ صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں، بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دیتے ہیں، ترک تعلق کی کوششوں کے مقابلے میں تعلق برقرار رکھتے ہیں۔ یہ ہے اصل صلہ رحمی، جس کا تقاضا اسلام کرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ جذبات، انا اور وقار کا مسئلہ ہے۔ اس جھوٹی انا کو شریعت کے تقاضوں پر قربان کر دینا بہت دل گردے کا کام ہے۔ لیکن کمال ایمان بھی یہی ہے کہ ایسا کیا جائے، ورنہ باہم مسکراہٹوں کے تبادلے میں تو کوئی کمال نہیں۔

۳۲۵ ـ وعن عائشةَ قالت: قال رسولُ الله ﷺ: «الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ الله، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ الله» متفقٌ عليه.

۱۲ / ۳۲۵ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "رحم (رشتے داری) عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے، جو مجھے ملائے، اللہ اسے ملائے، اور جو مجھے کاٹے، اسے اللہ تعالیٰ کاٹے"۔ (بخاری و مسلم)

تخریج : صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله ـ وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها.

۳۲۵۔ فوائد : رحم (رشتے داری) کا اس طرح بولنا اور اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کرنا (جیسا کہ اس سے پہلے ایک حدیث میں گزرا) اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں۔ وہ ہر ایک میں ادراک و شعور اور گویائی کی قوت پیدا کرنے پر قادر ہے۔

۳۲٦ ـ وعن أُمِّ المُؤْمِنِينَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الحَارِثِ رضي الله عنها أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبيَّ ﷺ، فَلَمَّا

۱۳ / ۳۲٦ ۔ حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کر دی اور نبی ﷺ سے (اس کی) اجازت نہیں لی۔ پس

كَانَ يَوْمُهَا الَّذي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيه، قالت: أَشَعَرْتَ يا رسولَ الله! أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيدَتِي؟ قال: «أَوَ فَعَلْتِ؟»، قالت: نَعَمْ. قال: «أَمَا إنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كان أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ» متفقٌ عليه.

جب وہ دن ہوا جو ان کے پاس نبی ﷺ کے تشریف لانے کا دن تھا (اور آپؑ تشریف لائے) تو انہوں نے کہا' اللہ کے رسول! کیا آپؑ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے؟ آپؑ نے فرمایا' کیا (واقعی) تم نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا' اگر تم وہ اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارے لئے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب بمن يبدأ بالهبة؟ - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين.

۳۲۶۔ فوائد: اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ عورت کو اپنی مملوکہ چیز میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق حاصل ہے' جب کہ خاوند کی زیر ملکیت چیزوں میں اسے یہ حق نہیں۔ دوسرا ضرورت مند رشتے دار پر صدقہ کرنا' غلام آزاد کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والا عمل ہے' کیونکہ آزادی صرف صدقہ ہے جب کہ قرابت مند کو صدقہ دینے میں صدقے کے ثواب کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا۔

٣٢٧ - وعن أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضي الله عنهما قالت: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رسولِ الله ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رسولَ الله ﷺ قُلتُ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قال: «نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ» متفقٌ عليه.

۱۴ / ۳۲۷ ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میری ماں' جب کہ وہ ابھی مشرکہ تھیں' رسول اللہ ﷺ (اور مشرکین کے درمیان ہونے والے) معاہدۂ حدیبیہ کے دوران میرے پاس آئیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ میری پاس آئی ہیں اور مجھ سے حسن سلوک کی خواہش مند ہیں' کیا میں (ان کی خواہش کے مطابق) اپنی والدہ سے صلہ رحمی (حسن سلوک) کروں؟ آپؑ نے فرمایا' ہاں' تم اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔

(بخاری و مسلم)

وقولُهَا: «رَاغِبَةٌ»، أَيْ: طَامِعَةٌ عِنْدِي تَسْأَلُنِي شَيْئاً؛ قِيلَ: كَانَتْ أُمَّهَا مِنَ النَّسَبِ، وقيلَ: مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَالصَّحِيحُ الأَوَّلُ.

راغبۃ ' کے معنی ہیں میرے پاس جو ہے' اس میں سے کسی چیز کی خواہش مند ہیں۔ بعض کہتے ہیں' یہ ان کی حقیقی والدہ تھیں اور بعض کہتے ہیں رضاعی والدہ۔ پہلی بات صحیح ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب الهدية للمشركين - وصحيح مسلم، كتاب

الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين.

۳۲۷- فوائد: یہ مکے سے مدینہ آئی تھیں‘ ان کا نام بعض نے قتیلہ بنت عبدالعزی اور بعض نے قیلہ بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین مشرک و کافر ہوں‘ تب بھی ان کی خدمت اور ان سے حسن سلوک کرنا ضروری ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ وصاحبهما في الدنيا معروفا (سورۂ لقمان‘ ۱۵) ”دنیا کے کاموں میں اچھی طرح ان کا ساتھ دینا“۔

۳۲۸ - وعن زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عبدِ الله بنِ مسعودٍ رضي الله عنه وعنها قالت: قال رسولُ الله ﷺ: «تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ»، قالت: فَرَجَعتُ إلى عبدِ اللهِ بن مسعودٍ فقلتُ له: إنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ وَإنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَمَرَنَا بالصَّدَقَة فَأْتِه، فَاسْأَلْهُ، فَإِنْ كَانَ ذلِكَ يُجْزِىءُ عَنِّي وَإلَّا صَرَفْتُهَا إلى غَيْرِكُمْ. فقال عبدُ الله: بَلِ ائْتِيهِ أَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الأنْصَارِ بِبَابِ رسولِ الله ﷺ، حَاجَتِي حَاجَتُهَا، وَكَانَ رسولُ الله ﷺ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ المَهابَةُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا بلالٌ، فَقُلْنَا لَهُ: ائْتِ رسولَ اللهِ ﷺ، فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالبَابِ تَسْأَلانِكَ: أَتُجْزِىءُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا على أَزْوَاجِهِمَا وَعَلى أَيْتَامٍ في حُجُورِهِمَا؟، ولا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، فَدَخَلَ بِلالٌ عَلى رسولِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَهُ، فقال لهُ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ هُمَا؟»، قال: امْرَأَةٌ مِنَ الأنْصَارِ وَزَيْنَبُ. فقال رسولُ الله ﷺ: «أَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟»، قال: امْرَأَةُ عَبدِ الله، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ القَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ» متفقٌ عليه.

۱۵/ ۳۲۸۔ حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا‘ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ‘ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (عورتوں کو) وعظ فرمایا اور (اس میں) فرمایا‘ اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو‘ چاہے تمہیں اپنے زیورات میں سے ہی کرنا پڑے۔ حضرت زینب ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں (اپنے خاوند) عبداللہ بن مسعود ؓ کے پاس لوٹ کر آئی اور ان سے کہا‘ کہ تم تھوڑی کمائی کرنے والے آدمی ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے‘ تو تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ صدقہ (اگر میں تمہیں دے دوں تو) کیا وہ مجھ سے کفایت کر جائے گا؟ ورنہ پھر میں وہ تمہارے علاوہ کسی اور کو دے دوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے کہا‘ بلکہ تو خود ہی جا۔ چنانچہ میں گئی‘ تو وہاں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر ایک اور انصاری عورت بھی (کھڑی) تھی‘ میری ضرورت بھی وہی تھی جو اس کی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے رعب و دبدبہ عطا کیا گیا تھا (جس کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی) اتنے میں بلال ؓ باہر نکلے‘ ہم نے ان سے کہا‘ تم رسول اللہ ﷺ کو جا کر بتلاؤ کہ دروازے پر دو عورتیں (کھڑی) ہیں اور یہ مسئلہ پوچھتی ہیں کہ اگر وہ اپنے خاوندوں پر اور ان کی گودوں میں زیر پرورش یتیموں پر صدقہ کریں‘ تو کیا وہ (شرعاً) کافی ہو جائے گا؟ (لیکن) حضور ﷺ کو یہ مت بتلانا کہ ہم کون ہیں؟

چنانچہ بلالؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور جا کر آپؐ سے مسئلہ پوچھا' آپؐ نے فرمایا' یہ دو عورتیں کون (کون) ہیں؟ حضرت بلالؓ نے کہا' ایک انصاری عورت ہے اور دوسری زینبؓ۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' کون سی زینب؟ انہوں نے کہا' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ان کو جا کر بتلا دو کہ) ان کے لئے دوگنا اجر ہے' ایک رشتے داری کا اجر اور دوسرا صدقے کا اجر۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الزوج والأیتام في الحجر - وصحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین.

۳۲۸- فوائد: (۱) معلوم ہوا کہ عورت اپنے خاوند کو صدقہ اور زکوٰۃ کی رقم بھی دے سکتی ہے' اگر وہ غریب ہو۔ البتہ خاوند اپنی عورت کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا' کیونکہ عورت کے نان و نفقہ کا وہ خود ذمے دار ہے جب کہ عورت خاوند کی کفیل نہیں۔ گویا اصول یہ ہوا کہ زکوٰۃ دینے والے پر' جن کا نان نفقہ واجب ہے' ان کو وہ زکوٰۃ کی رقم نہیں دے سکتا۔ جیسے انسان کی بیوی ہے' بچے ہیں اور والدین ہیں۔ (۲) بوقت ضرورت عورت' ستر و حجاب کی پابندی کے ساتھ' گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ (۳) دینی مسائل و معاملات میں عورتوں کو بھی' مردوں کی طرح دلچسپی لینی چاہئے اور اس میں شرم و حجاب مانع نہیں ہونا چاہئے۔

۳۲۹ - وعن أَبي سُفْيَانَ صَخْرِ بن حَرْبٍ رضي الله عنه في حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ في قِصَّةِ هِرَقْلَ أَنَّ هِرَقْلَ قالَ لأَبي سُفْيَانَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ، قال: قُلْتُ: يَقُولُ: «اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ، وَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَاتْرُكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ» وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلاةِ، وَالصِّدْقِ، وَالعَفَافِ، وَالصِّلَةِ. متفقٌ عليه.

۱۲/ ۳۲۹۔ حضرت ابو سفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ سے ہرقل (شاہ روم) کے قصے سے متعلق لمبی حدیث میں مروی ہے کہ ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا (جب کہ وہ ابھی کافر تھے) وہ (رسول) تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اس کی مراد نبی ﷺ تھے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے کہا' وہ کہتا ہے' ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور وہ باتیں چھوڑ دو جو تمہارے آباء و اجداد کہتے (اور کرتے آئے) ہیں' اور وہ ہمیں نماز کا' راست بازی کا' پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب بدء الوحي - صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کتاب النبي ﷺ إلی هرقل یدعوه إلی الإسلام.

۳۲۹۔ فوائد: اس میں توحید کے ساتھ نماز اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ نماز باجماعت عبادات میں سب سے اہم ہے اور راست بازی وغیرہ اخلاقی خوبیاں ہیں۔ ایک مسلمان کو توحید و رسالت کے اقرار کے بعد عبادات کی ادائیگی کا پابند اور مکارم اخلاق کا مظہر ہونا چاہئے۔

٣٣٠ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضاً يُذْكَرُ فِيها القِيرَاطُ». وفي رواية: «سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ وهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيها القِيرَاطُ، فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْراً، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِماً». وفي روايةٍ: «فإذا افْتَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إلى أَهْلِهَا، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِماً»، أَو قال: «ذِمَّةً وَصِهراً» رواه مسلم.

۱۷ / ۳۳۰ ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم عنقریب ایسا علاقہ فتح کرو گے جس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے' تم عنقریب مصر فتح کرو گے اور یہ ایسی سرزمین ہے جس میں قیراط کا لفظ عام بولا جاتا ہے' پس تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا' اس لئے کہ ان کا (ہمارے ساتھ) ذمہ اور رشتہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ پس جب تم اسے فتح کر لو تو اس کے باشندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' اس لئے کہ ان کے لئے ذمہ اور رشتہ ہے یا فرمایا' ذمہ اور سسرالی تعلق ہے۔ (مسلم)

قال العُلَمَاءُ: الرَّحِمُ الَّتي لَهُمْ: كَوْنُ هَاجَرَ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ ﷺ مِنْهُمْ وَ«الصِّهْرُ»: كَوْنُ مَارِيَةَ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ ابنِ رسولِ الله ﷺ مِنهم.

علماء نے کہا ہے' ان کا وہ رشتہ جس کا حوالہ رسول اللہ ﷺ نے دیا' وہ حضرت اسمٰعیل ؑ کی والدہ ہاجرہ ؑ کا ان میں سے ہونا ہے اور سسرالی تعلق کا مطلب' رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم ؑ کی والدہ حضرت ماریہ ؓ کا ان میں سے ہونا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب وصیة النبي ﷺ بأهل مصر.

۳۳۰۔ فوائد: قیراط' دینار و درہم کی طرح ایک سکہ اور ان کا ایک جزء تھا۔ دانق' درہم کے چھٹے حصے کو کہا جاتا ہے۔ قیراط' دانق کا نصف ہے۔ مصر میں اس کا استعمال عام اور بول چال میں بھی اس کا چلن تھا۔ ذمہ' یہاں ذمام (حق اور حرمت) کے معنی میں ہے۔ اس میں رحم اور سسرالی تعلق کی بناء پر اہل مصر سے حسن سلوک کی تاکید ہے' اس لئے اسے صلہ رحمی کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ؐ نے جس طرح پیش گوئی فرمائی' اس طرح ہی ہوا اور آپ ؐ کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد ہی مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

٣٣١ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لما نزَلَتْ هذِهِ الآيةُ: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] دَعَا رسولُ الله ﷺ قُرَيْشاً، فَاجْتَمَعُوا، فَعَمَّ

۱۸ / ۳۳۱ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء' ۲۱۴) "اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے!" نازل ہوئی' تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا' پس ان کے عام و

وَخَصَّ وقال: «يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ! يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي مُرَّةَ بنِ كَعْبٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي هَاشِمٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ المُطَّلِبِ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَافَاطِمَةُ! أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئاً، غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِماً سَأَبُلُّهَا بِبِلالِهَا» رواه مسلم. قوله ﷺ: «بِبِلالِهَا» هو بفتح الباءِ الثَّانيةِ وَكَسْرِهَا، وَ«البِلالُ»: المَاءُ. وَمَعْنَى الحَدِيثِ: سَأَصِلُهَا، شَبَّهَ قَطِيعَتَهَا بِالحَرَارَةِ تُطْفَأُ بِالمَاءِ وَهذِهِ تُبَرَّدُ بِالصِّلَةِ.

خاص سب جمع ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا' اے بنو عبد شمس! اے بنو کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔ اے بنو ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو عبدالمطلب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے نفس کو آگ سے بچا۔ اس لئے کہ میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ تمہارے ساتھ (میری) رشتے داری ہے' جسے میں (دنیا کی حد تک) ضرور ملحوظ رکھوں گا۔ (مسلم)

ببلالھا' دوسری باء پر زبر اور زیر' دونوں طرح صحیح ہے اور بلال کے معنی ہیں پانی اور مطلب حدیث کا ہے کہ میں رشتے داری ضرور قائم رکھوں گا۔ آپؐ نے رشتے داری کے توڑنے کو حرارت (گرمی) کے ساتھ تشبیہ دی جسے پانی سے بجھایا جاتا ہے اور اس قطع رحمی کو بھی صلہ رحمی سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب في قوله تعالى ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾.

۳۳۱۔ فوائد: (۱) معلوم ہوا کہ قیامت والے دن حسب نسب کام نہیں آئے گا' حتیٰ کہ نبی ﷺ سے قرابت داری بھی نفع نہیں دے گی۔ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہی نجات ہو گی۔ جن کے حق میں شفاعت کی اجازت ہو گی اور نبی کریم ﷺ اور دیگر صالحین جن کے لئے شفاعت کریں گے' وہ بھی گناہ گار اہل ایمان ہی ہوں گے نہ کہ ایمان و عمل صالح سے محروم کافر و مشرک۔ ان کے لئے نجات ہو گی نہ شفاعت۔ (۲) دعوت و تبلیغ کے اولین مستحق اپنے قریبی رشتے دار ہیں۔ پہلے انہیں اللہ کے احکام پہنچائے جائیں۔ (۳) رشتے دار کافر و مشرک ہوں' تب بھی رشتے داری کے حقوق اور صلہ رحمی کے تقاضے پورے کئے جائیں اور اس کا اولین حق اور اہم تر تقاضا یہ ہے کہ انہیں ایمانی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

٣٣٢ ـ وعن أبي عبدِ الله عمرِو بنِ العاصِ رضي الله عنهما قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ جهاراً غَيْرَ سِرٍّ يقولُ: «إنَّ آلَ بَنِي فُلانٍ لَيْسُوا بأَوْلِيَائِي، إنَّمَا وَلِيِّيَ اللهُ وَصَالِحُ المُؤْمِنِين، وَلَكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبِلالِهَا»، متفق عليه. واللَّفْظُ للبخاري.

۱۹/ ۳۳۲۔ حضرت ابو عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو علانیہ فرماتے ہوئے سنا' خفیہ نہیں۔ آپؐ فرماتے تھے' بے شک بنی فلاں کی اولاد' میرے دوست نہیں ہیں' میرے دوست تو اللہ اور نیک مومن ہیں۔ البتہ ان سے میری رشتے داری ہے جسے میں ضرور ملحوظ رکھتا ہوں۔

(بخاری و مسلم' یہ الفاظ امام بخاری کے ہیں)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب یبل الرحم ببلالها ـ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب موالاة المؤمنین ومقاطعة غیرهم.

۳۳۲۔ فوائد: حدیث میں بنی فلاں کی آل (اولاد) سے مراد' نبی ﷺ کے وہ قریبی رشتے دار ہیں' جو ایمان نہیں لائے تھے۔ آپ ؐ نے وضاحت فرما دی کہ گو ان سے میری قرابت قریبہ ہے لیکن ان سے میری محبت و ولایت (دوستی) نہیں ہے' کیونکہ کافر اور مومن کے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی۔ ولایت (دوستی اور محبت) کا یہ تعلق تو صرف اللہ اور اس کے بعد اللہ پر ایمان لانے والے اہل ایمان کے مابین ہی ہو سکتا ہے۔ البتہ قرابت مندوں سے (بشرطیکہ وہ محارب نہ ہوں) صلہ رحمی ہو سکتی ہے۔

٣٣٣ ـ وعن أبي أَيُّوبَ خالدِ بن زيدٍ الأنصاري رضي الله عنه أن رجلاً قال: يارسولَ الله! أَخْبِرْني بعَمَلٍ يُدْخِلُني الجَنَّةَ، وَيُبَاعِدُني مِنَ النَّارِ. فقال النبيُّ ﷺ: «تَعْبُدُ الله، وَلا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقيمُ الصَّلاةَ، وَتُؤْتي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ» متفقٌ عليه.

۲۰ / ۳۳۳۔ حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة ـ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان الذي یدخل به الجنة.

۳۳۳۔ فوائد: ان میں ان اعمال کی نشاندہی کر دی گئی ہے جو جنت میں جانے اور جہنم سے نجات پانے کا سبب ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جنت محض آرزوؤں اور تمناؤں سے یا ایمان و عمل کے بغیر کسی سفارش سے نہیں ملے گی۔

٣٣٤ ـ وعن سَلْمَانَ بنِ عامرٍ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إذا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمرٍ، فَإنَّهُ بَرَكَةٌ، فَإنْ لَمْ يَجِدْ تَمْراً، فَالماءُ، فَإنَّهُ طَهُورٌ»، وقال: «الصَّدَقَةُ عَلَى المِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۲۱ / ۳۳۴۔ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی شخص روزہ کھولے' تو اس کو چاہئے کہ وہ کھجور سے روزہ کھولے' اس لئے کہ اس میں برکت ہے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو' تو پانی سے (کھولے) کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے اور فرمایا' مسکین پر (کیا گیا) صدقہ (صرف) صدقہ ہے اور رشتے دار پر (کئے گئے صدقے کی) دو حیثیتیں ہیں۔ وہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ (ترمذیؒ' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة.

شیخ البانی نے اس حدیث کے پہلے حصے یعنی کھجور یا پانی سے روزہ کھولنے والے حصے کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ نبی ﷺ کا اپنا فعل یہی ثابت ہے۔ دیکھیں ضعیف ترمذی ص ۷۳ و ضعیف الجامع الصغیر' رقم ۳۸۹۔

۳۳۴۔ فوائد: (۱) روزہ کھجور یا پانی سے کھولنا' زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (۲) غریب رشتے دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا اجر ہے۔ عموماً لوگ اپنے عزیز و اقارب کو بھلا دیتے ہیں مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ دوسروں کی بہ نسبت ان کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے

۳۳۵ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما قال: كَانَتْ تَحْتي امْرَأَةٌ، وَكُنْتُ أُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فقال لي: طَلِّقْهَا، فَأَبَيْتُ، فَأَتَى عُمَرُ رضي الله عنه النَّبيَّ ﷺ، فَذَكَرَ ذلِكَ لَهُ، فقال النبيُّ ﷺ: «طَلِّقْهَا» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۲/ ۳۳۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی' جس سے میں محبت کرتا تھا۔ (لیکن میرے والد) حضرت عمرؓ اسے ناپسند کرتے تھے' چنانچہ انہوں نے مجھے کہا' اسے طلاق دے دے' میں نے انکار کیا' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور ان سے اس بات کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے مجھے فرمایا' اسے طلاق دے دے۔

(ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب الطلاق، باب ما جاء في الرجل يسأله أبوه أن يطلّق زوجته ـ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب بر الوالدين، ومسند أحمد.

۳۳۵۔ فوائد: اگر والدین کا حکم طلاق' دینی و اخلاقی بنیادوں پر ہو' تو اس کی اطاعت ضروری ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اگر اس کے اسباب کچھ اور ہوں تو پھر والدین کو ادب و احترام سے سمجھایا جائے تاکہ وہ بھی راضی ہو جائیں اور خواہ مخواہ عورت پر بھی ظلم نہ ہو۔

٣٣٦ ـ وعن أبي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه أن رَجُلاً أَتَاهُ فقال: إنَّ لِي امْرَأَةً وَإنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي بِطَلاقِهَا؟ فقال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ، أَوِ احْفَظْهُ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيح.

۲۳/ ۳۳۶۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے' میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ (میں کیا کروں؟) حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے' پس اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر۔ (ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب الفضل في رضا الوالدين.

۳۳۶۔ فوائد: والد کے لغوی معنی ہیں' جننے والا' اس اعتبار سے اس کا اطلاق ماں اور باپ دونوں پر ہوتا ہے اور جس طرح والدین (بصیغہ تثنیہ) سے مراد ماں باپ دونوں ہوتے ہیں' والد کا اطلاق بھی دونوں پر ہو جاتا ہے۔

اس میں بھی بیوی کی محبت پر والدین کی اطاعت و رضامندی کو ترجیح دینے کی تاکید ہے۔

٣٣٧ ـ وعن البَرَاءِ بن عازِبٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الأُمِّ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيح. وفي الباب أَحاديثُ كثيرةٌ في الصحيح مشهورةٌ؛ منها حديثُ أصحابِ الغارِ، وحديثُ جُرَيْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وأَحاديثُ مشهورةٌ في الصحيح حَذَفْتُهَا اخْتِصاراً، وَمِنْ أَهَمِّهَا حَدِيثُ عَمْرِو بنِ عَبَسَةَ رضي الله عنه الطَّويلُ المُشْتَمِلُ عَلَى جُمَلٍ كَثِيرَةٍ مِنْ قَوَاعِدِ الإِسْلامِ وَآدَابِهِ، وَسَأَذْكُرُهُ بِتَمَامِهِ إِنْ شَاءَ الله تعالى في بابِ الرَّجَاءِ، قال فيه: دَخَلْتُ عَلَى النَّبيِّ ﷺ بِمَكَّةَ، يَعْنِي فِي أَوَّلِ النُّبُوَّةِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْتَ؟ قال: «نَبِيٌّ»، فقلتُ: وَمَا نَبِيٌّ؟ قال: «أَرْسَلَنِي اللهُ تعالى»، فقلتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قال: «أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الأَرْحَامِ، وَكَسْرِ الأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لايُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ» وَذَكَرَ تَمَامَ الحديثِ. والله أَعلم.

۲۴/ ۳۳۷۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، خالہ، ماں کے مرتبے میں ہے۔ (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔)

امام نوویؒ فرماتے ہیں، اس باب سے متعلق ”صحیح“ میں بہت سی حدیثیں ہیں اور مشہور ہیں، ان میں سے اصحاب الغار کی اور جریج کے قصے پر مشتمل احادیث ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں (دیکھئے رقم الحدیث ۱۲ اور ۲۵۹)

ان کے علاوہ بھی متعدد مشہور حدیثیں ہیں جنہیں میں نے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے اہم ترین حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے جو ایسے بہت سے جملوں پر مشتمل ہے جن میں اسلام کے قواعد اور اس کے آداب کا بیان ہے، میں وہ پوری حدیث ان شاء اللہ باب الرجاء میں ذکر کروں گا، اس میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ، میں آنحضرت ﷺ کے دعوائے نبوت کے ابتدائی دور میں مکے گیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپؐ سے کہا، آپؐ کون ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا، نبی۔ میں نے کہا، نبی کیا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، (جسے لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا جائے) اور مجھے اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا، آپؐ کو اللہ نے کیا دے کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ نے مجھے صلہ رحمی کرنے اور بتوں کے توڑنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔ نیز یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اس طرح تمام حدیث بیان کی۔ واللہ اعلم

تخريج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في بر الخالة.

۳۳۷۔ فوائد: یعنی ماں کی طرح خالہ کے ساتھ ادب و احترام اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

٤١ - بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

قال الله تعالى: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴾ [محمد: ٢٢- ٢٣]، وقال تعالى: ﴿ وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد: ٢٥]، وقال تعالى: ﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ [الإسراء: ٢٣- ٢٤].

٣٣٨ - وعن أبي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بن الحارثِ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟» - ثَلاثاً - قُلْنَا: بَلَى يا رسولَ الله! قال: «الإِشْرَاكُ بالله، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ»، وَكَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ، فقال: «أَلا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. متفقٌ عليه.

۴۱۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور رشتے داری توڑنا حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یقیناً قریب ہے جب تم کو اقتدار ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتوں کو توڑو، یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرہ اور اندھا کر دیا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جو لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں، اس کی مضبوطی کے بعد اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے۔

اور فرمایا: تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عبادت صرف اس ایک رب کی کی جائے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں ڈانٹو اور ان سے اچھی بات کہو اور اپنے بازو نرمی اور شفقت سے ان کے لئے جھکا دو اور ان کے حق میں دعا کرو، اے رب! ان پر رحم فرما، جیسے انہوں نے بچپن میں مجھے (پیار و محبت سے) پالا۔

۱/ ۳۳۸ ۔ حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ تین مرتبہ آپ ؐ نے یہ فرمایا۔ ہم نے کہا، کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور بتلایئے) آپ ؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور آپ ؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمایا، سنو! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا (یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہیں) پھر آپ ؐ اس بات کو دہراتے رہے، یہاں

تک کہ ہم نے کہا، کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها.

۳۳۸۔ فوائد: اس میں چند کبیرہ گناہوں کا بیان ہے۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر قرآن کریم یا حدیث شریف میں سخت وعید وارد ہو۔ ماں باپ کی نافرمانی اور شرک کا ایک ساتھ ذکر کر کے واضح فرما دیا کہ یہ دونوں گناہ بہت ہی خطرناک ہیں اور اسی طرح جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کے ذکر پر تکیہ چھوڑ کر نبی ﷺ کا بیٹھ جانا، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک ان کے اندر بھی بہت زیادہ شناعت و قباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

٣٣٩ - وعن عبدِ الله بْنِ عمرِو بنِ العاصِ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الكَبَائِرُ: الإِشْرَاكُ باللهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ» رواه البخاري. «الْيَمِينُ الْغَمُوسُ» الَّتي يَحْلِفُهَا كَاذِباً عَامِداً، سُمِّيَتْ غَمُوساً، لأَنَّهَا تَغْمِسُ الحَالِفَ في الإِثْمِ.

۲/ ۳۳۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، کبیرہ گناہ (یہ یہ) ہیں، اللہ کے ساتھ شریک گرداننا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، قتل نفس (ناحق کسی کو مار دینا یا خود کشی کرنا) اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

یمین غموس، (جھوٹی قسم) وہ ہے کہ جان بوجھ کر انسان جھوٹی قسم اٹھائے، اسے غموس اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس، وكتاب المرتدّين، وكتاب الديات وغيرها من كتب الصحيح.

۳۳۹۔ فوائد: کبیرہ گناہ اور بھی بہت سے ہیں، جن کو بعض محدثین نے مستقل کتابوں میں جمع بھی فرمایا ہے۔ جیسے الزواجر عن اقتراف الکبائر، اور کتاب الکبائر للذہبی وغیرہ۔ یہاں صرف موقعے کی مناسبت سے نبی ﷺ نے چند ایک کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یا مقصد یہ بتانا تھا کہ یہ چند مذکورہ گناہ کبیرہ گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔

٣٤٠ - وعنه، أن رسولَ الله ﷺ قال: «مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ!»، قالوا: يا رسولَ الله! وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قال: «نَعَمْ؛ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: «إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الكَبَائِرِ أَنْ

۳/ ۳۴۰۔ انہی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آدمی اپنے ماں باپ کو (بھی) گالی دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ پلٹ کر اس

يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ!» قِيلَ: يارسولَ اللهِ! كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قال: «يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ».

کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ (اسی طرح) وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے (یوں گویا وہ اپنے والدین کی گالی کا سبب بنا) (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب لا يسب الرجل والديه - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها.

۳۴۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو کسی دوسرے کے والدین کو گالی نہیں دینی چاہئے' کیونکہ اس طرح وہ بھی جواب میں اس کے والدین کو گالی دے گا اور یوں یہ اپنے والدین کی ذلت اور بے توقیری کا باعث بنے گا۔

٣٤١ - وعن أبي محمد جُبَيْرِ بن مُطْعِمٍ رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ»، قال سفيانُ في روايتِهِ: يَعْنِي: قَاطِعُ رَحِمٍ. متفق عليه.

۴ / ۳۴۱ ۔ حضرت ابو محمد عمیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ سفیان (راوی) نے اپنی روایت میں قاطع کی بجائے قاطع رحم کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب إثم القاطع - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها.

۳۴۱۔ فوائد: اس میں قطع رحمی پر کتنی سخت وعید ہے۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں یہ گناہ کبیرہ عام ہے۔ اس قسم کی سخت وعیدوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان گناہوں سے بچ کر رہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

٣٤٢ - وعن أَبي عِيسى المُغيرَةِ بن شُعْبَةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ، وَمَنْعاً وهاتِ، وَوَأْدَ البَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وقالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ المَالِ» متفقٌ عليه.

۵ / ۳۴۲ ۔ حضرت ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنے کو' ضرورت کے موقعے پر خرچ نہ کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کو نیز لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کو حرام کیا ہے اور فضول بحث و گفتگو کو' کثرت سوال کو اور مال کے ضائع کرنے کو تمہارے لئے ناپسند کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

قولُهُ: «مَنْعاً» مَعْنَاهُ: مَنْعُ مَا وَجَبَ عَلَيْهِ، وَ«هَاتِ»: طَلَبُ مَا لَيْسَ لَهُ. وَ«وَأْدَ البَنَاتِ» مَعْنَاهُ: دَفْنُهُنَّ في الحَيَاةِ، وَ«قِيلَ وَقالَ» مَعْنَاهُ:

منعا کا مطلب ہے' واجبات کے ادا کرنے سے انکار کرنا۔ ھات کا مطلب ہے' ایسی چیز کا سوال کرنا جو اس کا حق نہ ہو اور واد البنات کے معنی ہیں' زندہ بچیوں کو قبر میں دفن کر دینا۔ قیل وقال کے معنی ہیں' جس

الحَدِيثُ بِكُلِّ مَا يَسْمَعُهُ، فَيَقُولُ: قِيلَ كَذَا، وَقَالَ فُلانٌ كَذَا، مِمَّا لا يَعْلَمُ صِحَّتَهُ، وَلا يَظُنُّهَا، وَكَفَى بِالمَرْءِ كَذِباً أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. وَ«إِضَاعَةُ المَالِ»: تَبْذِيرُهُ وَصَرْفُهُ فِي غَيْرِ الوُجُوهِ المَأْذُونِ فِيهَا مِنْ مَقَاصِدِ الآخِرَةِ وَالدُّنْيَا، وَتَرْكُ حِفْظِهِ مَعَ إِمْكَانِ الحِفْظِ. وَ«كَثْرَةُ السُّؤَالِ»: الإِلْحَاحُ فِيمَا لا حَاجَةَ إِلَيْهِ.

بات کو وہ سنے' اس کی بابت لوگوں سے کہے' اس طرح کہا گیا ہے اور فلاں نے اس طرح کہا' درآں حالیکہ اس کی صحت کا اسے علم ہے اور نہ گمان۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے (بلا تحقیق) بیان کر دے۔ اضاعت المال' کا مطلب فضول خرچی اور ایسی جگہوں پر خرچ کرنا ہے جہاں دنیا و آخرت کے شرعی مقاصد میں سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو اور باوجود بچانے کے امکان کے مال کے بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ کثرۃ السوال کا مطلب ہے' بغیر حاجت کے چمٹ کر سوال کرنا۔

وفي الباب أَحَادِيثُ سَبَقَتْ فِي البَابِ قَبْلَهُ كَحَدِيثِ: «وَأَقْطَعُ مَنْ قَطَعَكِ»، وحديث: «مَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ».

اس باب سے متعلق اور احادیث بھی ہیں' جو اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہیں' جیسے حدیث واقطع من قطعك اور حدیث من قطعنی قطعه الله (دیکھئے رقم ۳۱۵ و ۳۲۳)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر - وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة...

٤٢ - بَابُ فَضْلِ بِرِّ أَصْدِقَاءِ الأَبِ وَالأُمِّ وَالأَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يُنْدَبُ إِكْرَامُهُ

۴۲۔ ماں باپ کے دوستوں' رشتے داروں' بیوی اور جن کا اکرام مستحب ہے' ان سب سے حسن سلوک کرنے کا بیان

٣٤٣ - عن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «إن أَبَرَّ البِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيهِ».

۱/ ۳۴۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی باپ سے دوستانہ تعلقات رکھنے والوں سے تعلق جوڑ کر رکھے (یعنی باپ کی محبت اور دوستی کو نبھائے)

وعن عبدِ اللهِ بنِ دينارٍ عن عبدِ الله بن عمرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى رَأْسِهِ،

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی انہیں ایک راستے میں ملا' عبداللہ بن عمرؓ نے اسے سلام کیا اور اسے اس گدھے پر سوار کر لیا جس پر وہ خود سوار

قال ابنُ دِينَارٍ: أَصْلَحَكَ اللهُ إِنَّهُمُ الأعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِاليَسِيرِ، فقال عبدُ اللهِ بنُ عمرَ: إنَّ أَبَا هذا كانَ وُدّاً لِعُمَرَ بنِ الخطاب رضي الله عنه وإنّي سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إنَّ أَبَرَّ البِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ». وفي رواية عن ابن دينارٍ عن ابنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ إِذَا مَلَّ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ، وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ، فَبَيْنَا هُوَ يَوْماً عَلَى ذٰلِكَ الحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ، فقال: أَلَسْتَ ابنَ فُلانِ بْنِ فُلانٍ؟ قَالَ: بَلَى. فَأَعْطَاهُ الحِمَارَ، فقال: ارْكَبْ هٰذَا، وَأَعْطَاهُ العِمَامَةَ وقال: اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ، فقال لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: غَفَرَ اللهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا الأَعْرَابِيَّ حِمَاراً كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ، وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ؟ فقالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَبَرِّ البِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ» وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقاً لِعُمَرَ رضي الله عنه، روى هذِهِ الرِّوَايَاتِ كُلَّهَا مسلم.

تھے اور اسے وہ عمامہ بھی دے دیا جو ان کے سر پر تھا۔ (حدیث کے راوی) ابن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمرؓ سے کہا، اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ تو دیہاتی لوگ ہیں، تھوڑی سی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں (ان کے ساتھ اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا (بات یہ ہے کہ) اس شخص کا باپ (میرے باپ) عمرؓ بن خطاب کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرنا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے جو ابن دینار ہی ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب مکہ جاتے تو ان کے پاس ایک گدھا ہوتا، جب وہ اونٹ کی سواری سے اکتا جاتے تو اس پر سوار ہو کر راحت حاصل کرتے اور ایک عمامہ ہوتا جسے وہ سر پر باندھ لیتے۔ اس دوران کہ ایک دن وہ اس گدھے پر سوار تھے، آپ کے پاس سے ایک دیہاتی (اعرابی) گزرا، آپ نے (اسے کچھ پہچان کر) اس سے پوچھا، کیا تو فلاں بن فلاں کا بیٹا نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں، کیوں نہیں۔ آپ نے اسے وہ گدھا دے دیا اور فرمایا، اس پر سوار ہو جا، اور اسے عمامہ (بھی) عنایت فرما دیا اور کہا، اس کے ساتھ اپنے سر کو باندھ لے، پس ابن عمرؓ کے بعض ساتھیوں نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے! آپ نے اس دیہاتی کو وہ گدھا بھی دے دیا جس پر آپ (دوران سفر) آرام حاصل کرتے تھے اور وہ عمامہ بھی دے دیا، جس کے ساتھ آپ اپنا سر باندھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی، اپنے باپ کے مرنے کے بعد، اس کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھے اور ان سے حسن سلوک کرے (اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے

کہ) اس کا باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

(یہ تمام روایات امام مسلم نے بیان کی ہیں۔)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة أصدقاء الأب والأم ونحوهما.

۳۴۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھنا اور ان سے حسن سلوک کا معاملہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی نیکی اور صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔ اس اعتبار سے ماں باپ کے دوستوں کو فراموش کر دینا اور ان سے تعلق استوار نہ رکھنا' شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے۔

٣٤٤ ـ وعن أبي أُسَيْدٍ ـ بضم الهمزة وفتح السين ـ مالِكِ بن رَبيعَةَ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قال: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رسول الله ﷺ إذْ جاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فقال: يا رسولَ الله! هَلْ بقي مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بعدَ مَوْتِهِمَا؟ فقال: «نَعَم، الصَّلاةُ عَلَيْهِمَا، وَالاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لا تُوصَلُ إلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا» رواه أبو داود.

۲/ ۳۴۴۔ حضرت ابو اسید (ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر) مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی سلمہ قبیلے کا ایک آدمی آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر اس نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسی نیکی بھی باقی ہے جو میں والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کروں؟ آپ ؐ نے فرمایا' ہاں۔ ان کے حق میں دعاء خیر کرنا اور ان کے لئے مغفرت مانگنا' ان کے بعد ان کے (کئے گئے) عہد کو پورا کرنا اور ان کے ان رشتوں کو جوڑنا جو انہی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ (ابو داؤد)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب بر الوالدين' إسناده ضعيف.

۳۴۴۔ فوائد: معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے ان کی زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور اگر ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہے تو حدیث میں مذکور طریقے اختیار کئے جائیں۔ ان طریقوں میں قرآن خوانی' تیجہ' ساتواں' دسواں اور چہلم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے ایصال ثواب کے یہ سارے طریقے غیر شرعی ہیں۔ ان سے مردوں یا زندوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ البتہ دعا و استغفار وغیرہ سے مردوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور زندوں کو بھی۔ کیونکہ یہ کام حدیث میں والدین کے ساتھ نیکی شمار کئے گئے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کاموں سے اولاد کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا صلہ ملے گا اور والدین کے لئے بھی مغفرت اور رفع درجات کا باعث ہوں گے۔ وفات کے بعد والدین کے حق میں دعائے خیر کی مقبولیت' اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے مرنے کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ کا' ایسے علم کا جس سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہوں اور نیک اولاد کی دعاؤں کا۔

٣٤٥ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها

۳/ ۳۴۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

قالت: مَاغِرْتُ عَلى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبي ﷺ مَا غِرْتُ عَلى خديجةَ رضي الله عنها، وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ، وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنْ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا إلَّا خَدِيجَةُ! فيقولُ: «إنَّها كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ» متفقٌ عليه.

مجھے نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت خدیجہ ؓ پر آئی' حالانکہ میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔ لیکن (غیرت اس لئے آئی کہ) آپ ؐ ان کا ذکر کثرت سے فرماتے تھے۔ نیز (آپ ؐ کا یہ معمول تھا کہ) اکثر آپ ؐ بکری ذبح فرماتے اور اس کے اعضاء الگ الگ کرتے اور پھر انہیں خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کو ارسال فرماتے' بسا اوقات میں آپ ؐ سے کہتی کہ دنیا میں خدیجہ ؓ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے' آپ ؐ فرماتے (تمہیں کیا معلوم) وہ ایسی اور ایسی عورت تھی (اس کی خوبیاں گنواتے) اور میری اولاد بھی اسی سے ہے۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ وإنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ، فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ. وفي روايةٍ كَانَ إذَا ذَبَحَ الشَّاةَ يَقولُ: «أَرْسِلُوا بِهَا إلى أَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ».

ایک اور روایت میں ہے' آپ ؐ بکری ذبح فرماتے اور خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کو اتنا اتنا گوشت ہدیہ بھیجتے جو ان کو کافی ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے' جب آپ ؐ بکری ذبح فرماتے تو ارشاد فرماتے' اسے خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کے پاس بھیج دو۔

وفي روايةٍ قالتْ: اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيجَةَ عَلَى رسولِ الله ﷺ، فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيجَةَ، فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فقال: «اللَّهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ». قولُهَا: «فَارْتَاحَ» هو بالحاءِ، وفي الجمْع بَيْنَ الصحيحين لِلْحُمَيْدِي: «فَارْتَاعَ» بِالعين ومعناه: اهْتَمَّ بِهِ.

ایک اور روایت میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت خدیجہ ؓ کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ سے (گھر کے اندر) آنے کی اجازت طلب کی' تو آپ ؐ نے ایسا محسوس کیا جیسے خدیجہ ؓ اجازت مانگ رہی ہے (یعنی خدیجہ ؓ کا اجازت مانگنا یاد آگیا) اور اس وجہ سے ہی آپ ؐ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا' اے اللہ' ہالہ بنت خویلد ہے (یعنی فرحت اور استعجاب کے ملے جلے جذبات میں بے ساختہ یہ الفاظ آپ ؐ کی زبان مبارک سے نکلے)

(فارتاح' حاء کے ساتھ۔ اور امام حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین میں یہ فارتاع' عین کے ساتھ ہے' جس کے معنی ہیں آپ ؐ اس کی آواز سن کر فکر مند ہو گئے (یعنی خدیجہ کی یاد نے آپ ؐ کو مغموم کر دیا)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها، وكتاب النكاح، وكتاب الأدب، وكتاب التوحيد ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خديجة رضى الله عنها.

۳۴۵- فوائد: اس میں ایک تو ان خوبیوں کا اجمالی ذکر ہے جن سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا متصف تھیں۔ دوسرے، اس محبت کا بیان ہے جو ان خوبیوں کی وجہ سے نبی ﷺ کو ان کے ساتھ تھی۔ تیسرے، اس بروصلہ کا تذکرہ ہے جو آپؐ نے ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا۔ چوتھے، اس بات کا اثبات ہے کہ سوائے ابراہیم کے جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، آپؐ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ پنجم، ان انسانی جذبات کی وضاحت ہے جو ایک محبوب شخصیت کی یاد سے انسان پر طاری ہوتے ہیں جو خوش کن بھی ہو سکتے ہیں اور فکر و اندوہ میں مبتلا کرنے والے بھی۔

٣٤٦ ـ وعن أَنسِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه قال: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيرِ بنِ عبدِ الله البَجَلِيِّ رضي الله عنه في سَفَرٍ، فَكَانَ يَخْدُمُني فقلتُ لَهُ: لا تفعَلْ، فقال: إنِّي قَدْ رَأَيْتُ الأنْصَارَ تَصْنَعُ برَسُولِ الله ﷺ شَيْئاً آلَيْتُ عَلى نَفْسِي أَنْ لا أَصْحَبَ أَحَداً مِنْهُمْ إلَّا خَدَمْتُهُ. متّفقٌ عليه.

۴ / ۳۴۶ - حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں گیا تو (کم عمری کے باوجود) وہ میری خدمت کرتے، میں نے ان سے کہا آپؐ اس طرح نہ کریں، انہوں نے فرمایا، میں نے انصار کو دیکھا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح ہی کیا کرتے تھے، تو میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ (جب بھی) مجھے ان میں سے کسی کے ساتھ مصاحبت (ہم نشینی یا ہم سفری) کا موقع ملا تو میں اس کی ضرور خدمت کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في حسن صحبة الأنصار.
أقول: لم أجده في كتاب الفضائل من صحيح البخاري، والله أعلم.

۳۴۶- فوائد: (۱) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کس قدر تھی کہ اس محبت کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے خادموں کی خدمت کو بھی سعادت سمجھتے تھے، اگرچہ عمر میں وہ چھوٹے ہی ہوں۔ اس میں صحابہ کی تواضع کا بھی اظہار ہے کہ اپنے سے چھوٹے کی تعظیم و خدمت میں بھی انہیں تامل نہیں تھا۔ (۲) صحابہ کرامؓ کا باہمی تعلق برادرانہ، دوستانہ اور مخلصانہ تھا اور اس کی اصل بنیاد نبی کریم ﷺ سے عقیدت و وابستگی تھی۔

٤٣ ـ بابُ إكْرَام أَهْلِ بيْتِ رَسُولِ الله ﷺ وَبيَانِ فَضْلِهِمْ

۴۳- رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی تکریم اور ان کی فضیلت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت وہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تمہیں پاک

تَطْهِيرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣] وقال تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢].

کر دے۔

اور فرمایا اللہ نے: اور جو شخص اللہ کی طرف سے محترم ٹھہرائی ہوئی چیزوں کا ادب کرے گا، تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔ (یعنی شعائر اللہ کی تعظیم، اس بات کی علامت ہے کہ تعظیم کرنے والے کے دل میں تقویٰ ہے)

٣٤٧ ـ وعن يزيدَ بن حَيَّانَ قال: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعَمْرُو بْن مُسْلِمٍ إلى زَيْدِ بْن أَرْقَمَ رضي الله عنهم، فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ له حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْراً كَثِيراً، رَأَيْتَ رسولَ الله ﷺ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ، لَقَدْ لَقِيتَ يَازَيْدُ! خَيْراً كَثِيراً، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ! مَا سَمِعْتَ مِنْ رسولِ الله ﷺ قال: يَاابْنَ أَخِي! وَاللهِ! لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رسولِ الله ﷺ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ، فَاقْبَلُوا، وَمَا لا فَلا تُكَلِّفُونِيهِ. ثُمَّ قال: قَامَ رسولُ الله ﷺ يَوْماً فِينَا خَطِيباً بِمَاءٍ يُدْعَى خُمّاً بَيْنَ مَكَّةَ وَالمَدِينَةِ، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ، وَذَكَّرَ، ثُمَّ قال: «أَمَّا بَعْدُ: أَلا أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رسولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ الله، فِيهِ الهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ الله، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ». فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ الله، وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قال: «وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي» فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ

۱/ ۳۴۷۔ یزید بن حیان کہتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو ان سے (ہمارے ایک ساتھی) حصین نے کہا، آپ نے تو بہت بھلائی پائی ہے، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ کی (زبان مبارک سے) آپ ؐ کی باتیں سنیں، آپ ؐ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ ؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، یقیناً اے زید! آپ نے بہت بھلائی پائی ہے۔ اے زید! ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ حضرت زید نے فرمایا۔ بھتیجے! (اب) میں سن و سال کے اعتبار سے بوڑھا ہو گیا ہوں، نبی ﷺ کے ساتھ گزرا ہوا زمانہ بھی کافی بیت گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعض باتیں بھی میں بھول گیا ہوں جو مجھے یاد تھیں۔ پس جو باتیں میں تمہارے سامنے بیان کروں، انہیں قبول کرو اور جو بیان نہ کروں اس کی مجھے تکلیف مت دینا۔ (یعنی مجبور نہ کرنا)

پھر فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مکے اور مدینے کے درمیان پانی کے ایک چشمے پر خطبہ دیا جسے خم کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے آپ ؐ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا۔ اما بعد، سنو، اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کی دعوت قبول کر لوں (یعنی اللہ کے پاس جانے کی) میں تم

يَا زَيْدُ! أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قال: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رواه مسلم.

میں دو بھاری چیزیں (نہایت عظیم اور مہتم بالشان) چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، پس تم اللہ کی کتاب کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑو۔ پس آپ ؐ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے پر ابھارا اور اس کی ترغیب دی۔

پھر فرمایا، اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاددہانی کراتا ہوں، اپنے گھرانے کی بابت تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ حصین نے ان سے کہا، اے زید!، آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ ؐ کی ازواج مطہرات ؓ آپ ؐ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا، (یقیناً) آپ ؐ کی بیویاں آپ ؐ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن یہاں (اس سے مراد) آپ ؐ کے وہ اہل بیت ہیں جن پر آپ ؐ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ حضرت زید ؓ نے جواب دیا، وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ؓ ہیں۔ حصین نے کہا، ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں، (مسلم)

وفي روايةٍ: «أَلَا وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ».

ایک اور روایت میں ہے۔ سنو! میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک ان میں سے اللہ کی کتاب ہے اور وہ (اللہ تک پہنچنے کے لئے) اللہ کی رسی ہے۔ جو اس کی پیروی کرے گا، ہدایت پر ہو گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہو گا۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل علي رضى الله عنه.

۳۴۷۔ فوائد: (۱) اس میں نبی ﷺ کی بشریت کا اور تمام انسانوں کی طرح آپ ؐ پر موت کے وارد ہونے کا اثبات ہے۔ (۲) اللہ کی کتاب کے ساتھ تمسک کی اور اہل بیت کی عزت و تکریم کی تاکید ہے۔ (۳) اہل بیت نبوی (ﷺ) دو قسم کے ہیں، ایک ازواج مطہرات جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ (اس کی ضروری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی تفسیر "احسن البیان" سورۂ احزاب آیت ۳۳ کا حاشیہ) اور دوسرے وہ ہیں جن کو نبی ﷺ سے خاندانی قرابت ہے۔ ان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ جن میں آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس اور آل حارث شامل ہیں۔ اس دوسری قسم پر صدقہ حرام ہے۔ بعض اہل علم نے اس صدقے سے صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ

مراد لی ہے۔ اس لئے وہ دوسرے صدقات کو ان کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ جب کہ جمہور علماء دونوں قسم کے صدقات کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں' اس لئے کہ نبی ﷺ نے کسی ایک صدقے کی تخصیص نہیں کی ہے' بلکہ مطلقاً صدقے کو آل محمد ﷺ کے لئے حرام کہا ہے جس میں دونوں قسم کے صدقے شامل ہیں۔ یہی مسلک راجح ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو' فقہ السنہ' ج ا' کتاب الزکوٰۃ) (۴) انسان کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو بھول جاتا ہے جو کبھی نہیں بھولتا وہ اللہ ہے۔ (۵) کچھ احادیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد' قرآن کے ساتھ سنت کو چھوڑ کر جانے کا ہے مگر یہاں قرآن کے ساتھ اہل بیت کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں بجا ہیں۔ مطلب یہ کہ قرآن کے ساتھ سنت کے احکام بجالاؤ اور اہل بیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آل رسول) کی عزت کرو۔ ان کے حقوق کا خاص خیال رکھو۔

٣٤٨ ـ وعَن ابن عُمَرَ رضي الله عنهما، عَنْ أبي بَكْرٍ الصِّدِّيق رضي الله عنه مَوْقُوفاً عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ: ارْقُبُوا مُحَمَّداً ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ. رواه البخاري.
مَعْنَى «ارْقُبُوا» رَاعُوهُ وَاحْتَرِمُوهُ وَأَكْرِمُوهُ، والله أعلم.

۲ / ۳۴۸۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں' جو انہی پر موقوف ہے کہ تم محمد ﷺ کا' ان کے اہل بیت کے بارے میں خیال رکھو۔ (بخاری)

ارقبوہ کے معنی ہیں' ان کا خیال رکھو اور احترام و اکرام کرو۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما.

۳۴۸۔ **فوائد:** اس میں اہل بیت نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کی محبت اور ان کی عزت و توقیر کو' نبی کریم ﷺ کے احترام و وقار کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ یعنی جو اہل بیت کی عزت کرے گا' وہ گویا نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کرنے والا شمار ہو گا اس کے برعکس جو دل' عظمت اہل بیت سے خالی ہے' اس کا دل احترام نبوت سے بھی خالی ہے۔ لیکن محبت و تعظیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں معصوم مانا جائے اور ان کی شان میں افراط و غلو کیا جائے' جیسا کہ اہل تشیع کا رویہ ہے' بلکہ ان کے سارے دین کی بنیاد ہی افراط و غلو اور ائمہ اہل بیت کی معصومیت پر ہے۔ حالانکہ محبت و تعظیم کا مطلب ان کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش کو اپنانا اور ان کی صالحیت و تقوائے الٰہی کی وجہ سے ان کی محبت و عظمت کو اپنے دل میں رکھنا ہے' نہ کہ ایک مخصوص خاندان کے چند افراد کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھنا اور ان کی شان میں غلو کرنا۔

٤٤ ـ بَابُ تَوْقِيرِ الْعُلَمَاءِ وَالْكِبَارِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيمِهِمْ عَلَى غَيْرِهِمْ وَرَفْعِ مَجَالِسِهِمْ وَإِظْهَارِ مَرْتَبَتِهِمْ

۴۴۔ علماء' بڑے لوگوں اور اصحاب فضل کی تعظیم اور انہیں اوروں پر برتری دینے' ان کی مجالس کی قدر و منزلت بڑھانے اور ان کے مرتبے کو نمایاں کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ﴾ [الزمر: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! کہہ دیجئے، کیا وہ لوگ جو علم رکھتے اور وہ جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو صرف اہل دانش ہی حاصل کرتے ہیں۔

٣٤٩ ـ وعن أبي مسعودٍ عُقْبَةَ بنِ عمرٍو البدريِّ الأنصاريِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يَؤُمُّ القَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي القِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الهِجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سِنّاً، وَلا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إلَّا بِإِذْنِهِ» رواه مسلم.

۱/۳۴۹۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لوگوں کی امامت وہ کرائے، جو ان میں کتاب اللہ سب سے اچھا پڑھنے والا ہو۔ اگر قراءت میں وہ سب برابر ہوں تو پھر مستحق امامت وہ ہے جو سنت کا علم سب سے زیادہ رکھنے والا ہو، اگر سنت کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جس نے ہجرت سب سے پہلے کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے غلبے والی جگہ میں امامت نہ کرائے (الا یہ کہ وہ موجود نہ ہو) اور اس کے گھر میں اس کی مخصوص عزت والی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (مسلم)

وفي روايةٍ لَهُ: «فَأَقْدَمُهُمْ سِلْماً» بَدَلَ «سِنّاً»، أَيْ: إِسْلاماً. وفي روايةٍ: «يَؤُمُّ القَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً، فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَيَؤُمُّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الهِجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنّاً». وَالمُرَادُ بِـ«سُلْطَانِهِ» مَحَلُّ وِلايَتِهِ، أَوِ المَوْضِعُ الَّذِي يَخْتَصُّ بِهِ وَ«تَكْرِمَتُهُ» بفتح التاءِ وكسر الراءِ: وَهِيَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنْ فِرَاشٍ وَسَرِيرٍ وَنَحْوِهِمَا.

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے، بڑی عمر والے کی جگہ، سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا، ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔ لوگوں کی امامت وہ کرائے، جو کتاب اللہ کا سب سے اچھا قاری اور اس میں سب سے زیادہ ماہر ہو۔ اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو ہجرت میں قدیم تر ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

سلطانہ سے مراد، اس کے غلبہ و تسلط اور حکمرانی کا علاقہ یا وہ جگہ ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تکرمتہ تاء پر زبر اور راء پر زیر۔ کسی انسان کا مخصوص بستر، چارپائی اور ان جیسی ہی کوئی چیز۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟.

۳۴۹۔ فوائد: اس میں درجہ بدرجہ مستحقین امامت کا بیان ہے۔ ان میں سب سے مقدم قرآن کا اچھا قاری اور اس کا ماہر ہے، بشرطیکہ وہ عامل اور متقی بھی ہو۔ آج کل کے قاریوں کی طرح بے عمل نہ ہو جیسا کہ دوسری روایات میں اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بنانے کا حکم دیا گیا ہے--- ہمارے دور میں قاریوں کی تو بہت بہتات ہے، ایک سے ایک بڑھ کر ہے لیکن عمل و تقویٰ سے ان کی اکثریت کا دامن خالی ہے۔ بہرحال جہاں اس شرط کے مطابق اچھا قاری ہو گا، وہ امامت کا اولین مستحق ہو گا اور عالم کا درجہ بھی اس کے بعد ہی ہو گا۔ علاوہ ازیں اچھی قراءت سے مراد تکلف و تصنع نہیں، جس کا نمونہ مصری قاریوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں میں ملتا ہے۔ بلکہ حسن صوت، تجوید اور ترتیل سے پڑھنا ہے جس کا عمدہ نمونہ سعودی عرب بالخصوص حرمین شریفین کے ائمہ حضرات کے لہجے میں ملتا ہے جس میں رقت، خلوص اور سوز ہے زادھم اللہ شرفا وتعظیما

(۲) علاقے کا حاکم مجاز، اعلیٰ افسر اور حکمراں یہ اپنے ماتحت علاقوں میں امامت کے مستحق ہیں، جیسے قرون اولیٰ میں یہی حاکمان مجاز لوگوں کے فیصلے کرنے اور علاقے کا انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مسجدوں میں نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آج کل بدقسمتی سے اسلامی ملکوں کی بالادست سوسائٹی میں بے عملی اور بد عملی عام ہے اور اختیار و اقتدار سے بہرہ ور حکمران اور ان کے ماتحت ساری بیوروکریسی نماز جیسے فریضے سے ویسے ہی غافل ہے۔

(۳) کسی کے گھر دفتر یا ادارہ میں آدمی جائے تو صاحب خانہ کی مخصوص جگہ پر بیٹھنے سے گریز کرے، الا یہ کہ وہ خود اس کی اجازت دے۔ اسی طرح کسی عالم کے منبر پر، مصلائے امامت پر بیٹھنے سے گریز کیا جائے۔

۳۵۰ ۔ وعنه قال: كان رسولُ الله ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلاةِ وَيَقُولُ: «اسْتَوُوا وَلا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الأَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» رواه مسلم. وقوله ﷺ: «لِيَلِنِي» هو بتخفيفِ النُّون وَلَيْسَ قَبْلَهَا يَاءٌ، وَرُوِيَ بِتَشْدِيدِ النُّونِ مَعَ يَاءٍ قَبْلَهَا. وَ «النُّهَى»: العُقُولُ. وَ «أُولُو الأَحْلَام» هُمُ البَالِغُونَ، وَقِيلَ: أَهْلُ الحِلْمِ وَالفَضْلِ.

۲/ ۳۵۰۔ انہی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (یعنی شروع کرتے وقت) ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے، برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو، اس طرح تمہارے دل (آپس میں) مختلف ہو جائیں گے۔ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ (کھڑے) ہوں جو سمجھ دار اور عقلمند ہوں، پھر وہ جو (عقل و فہم میں) ان سے قریب ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔ (مسلم) لیلنی، تخفیف نون کے ساتھ اور اس سے پہلے یاء بھی نہیں۔ اور یہ لیلیننی بھی مروی ہے یعنی نون مشدد اور اس سے ما قبل یاء۔ نھی (نھیۃ کی جمع) عقول۔ اور اولوالاحلام سے مراد بالغ ہیں اور بعض کے نزدیک اہل حلم و فضل۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها.

۳۵۰۔ فوائد: (ا) اس میں ایک تو صف بندی کی تاکید ہے اور اس کا آپ اتنا اہتمام فرماتے کہ نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر صفیں درست کرواتے۔ علاوہ ازیں آپ نے صف بندی سے اعراض اور گریز کو باہمی اختلاف کا ذریعہ اور باعث قرار دیا۔ افسوس ہے کہ پیغمبر اسلام نے تو اس مسئلے کو اتنی اہمیت دی اور آج ان کے نام لیوا

صفیں درست کرنے پر سیخ پا ہو جاتے ہیں اور بعض تو مسجد ہی چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں کہ میں کہاں ان لوگوں کی مسجد میں آگیا، جہاں پیر کے ساتھ پیر ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر علماء سرے سے صف بندی کا مسئلہ بیان ہی نہیں کرتے اور وہ بیان بھی کس طرح کریں کہ ان کی مسجدوں میں تو فاصلہ چھوڑ چھوڑ کر کھڑے ہونے کا رواج ہے جو سنت نبوی کے یکسر خلاف ہے۔

(۲) امام کے پیچھے اور قریب سمجھ دار اور عقل مند آدمی درجہ بدرجہ کھڑے ہوں، تاکہ اگر کسی کو قائم مقام بنانا ہو، یا امام کو سہو ہو جائے، تو وہ امام کو متنبہ کر دیں اور بوقت ضرورت آگے ہو کر نماز بھی پڑھا سکیں۔

٣٥١ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ مسعودٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الأَحْلامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» ثَلاثاً «وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الأَسْوَاقِ» رواه مسلم.

۳/۳۵۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے میرے قریب (نماز میں) وہ لوگ کھڑے ہوں جو متحمل مزاج اور عقل مند ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں، تین مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا، (پھر فرمایا) بازاروں کے شور و غل اور لڑائی جھگڑوں سے بچو۔

(مسلم) (کتاب و باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها.

۳۵۱۔ فوائد: آخری جملے سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں اور نمازی کے پاس شور و غل اور لڑائی جھگڑا نہایت ناپسندیدہ فعل ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

٣٥٢ ـ وعن أَبي يَحْيَى وَقِيلَ: أَبي مُحَمَّدٍ سَهْلِ بنِ أبي حَثْمَةَ ـ بفتح الحاءِ المهملة وإسكانِ الثاءِ المثلثةِ ـ الأنصاري رضي الله عنه قال: انْطَلَقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ إلَى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَأَتَى مُحَيِّصَةُ إلَى عَبْدِ الله بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ في دَمِهِ قَتِيلاً، فَدَفَنَهُ، ثُمَّ قَدِمَ المَدِينَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ: «كَبِّرْ كَبِّرْ» وَهُوَ أَحْدَثُ القَوْمِ، فَسَكَتَ، فَتَكَلَّمَا فَقَالَ: «أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ؟» وَذَكَرَ تَمَامَ الحَدِيثِ. متفقٌ عليه.

۴/۳۵۲۔ حضرت ابو یحییٰ اور بعض کے نزدیک ابو محمد سہل بن ابی حثمہ (حاء مہملہ پر زبر اور ثائے مثلثہ ساکن) انصاری ؓ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہلؓ اور محیصہ بن مسعودؓ خیبر کی طرف گئے (جہاں یہود آباد تھے) اور ان دنوں (ان کی مسلمانوں سے) صلح تھی (وہاں پہنچ کر اپنی اپنی ضرورت کے مطابق) دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ پھر حضرت محیصہ، عبداللہ بن سہل کے پاس آئے (تو دیکھا کہ) انہیں قتل کر دیا گیا ہے اور وہ خون میں لت پت تڑپ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے انہیں دفن کیا، پھر مدینہ آئے اور عبدالرحمٰن بن سہلؓ اور محیصہؓ و حویصہ۔ حضرت مسعود کے بیٹے--- تینوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آکر عبدالرحمٰن گفتگو کرنے لگے تو آپؐ نے فرمایا، بڑا آدمی

بات کرے، بڑا آدمی بات کرے اور عبدالرحمٰن ان تینوں میں سب سے نوعمر تھے۔ پس وہ خاموش ہو گئے اور حضرت مسعودؓ کے دونوں بیٹوں نے گفتگو کی (یہ دونوں عبدالرحمٰن اور عبداللہ مقتول کے چچا زاد بھائی تھے)۔ آپؐ نے (سارا واقعہ سن کر) فرمایا، کیا تم قسم کھاتے ہو اور اپنے (بھائی) کے قاتل سے حق مانگتے ہو۔ اور مکمل حدیث ذکر کی۔ (بخاری و مسلم)

وقوله ﷺ: «كَبِّرْ كَبِّرْ» معناه: يَتَكَلَّمُ الأَكْبَرُ.

کبر، کبر کے معنی ہیں کہ بڑا آدمی گفتگو کرے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الديات، باب القسامة ـ وصحيح مسلم، كتاب القسامة، الباب الأول.

۳۵۲۔ فوائد: (۱) مصنف (امام نوویؒ) نے یہاں حدیث کا صرف وہ حصہ نقل کیا ہے جو باب سے متعلق تھا۔ یعنی مجلس میں گفتگو کا اولین حق بڑے آدمی کا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب فضل و شرف اور عقل و فہم میں سب مساوی ہوں، ورنہ شرف و فضل میں ممتاز آدمی گفتگو کا اہل ہو گا۔ (۲) اس میں قسامت کا بیان ہے۔ قسامت کا طریقہ اسلام سے قبل جاہلیت میں رائج تھا، اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی علاقے میں کوئی شخص قتل کیا ہوا پایا جائے، لیکن قاتل معلوم نہ ہو۔ تو اس صورت میں مقتول کے ورثاء میں سے پچاس آدمی یا چند آدمی پچاس قسمیں کھا کر یہ کہہ دیں کہ اسی علاقے کے کسی آدمی نے اسے قتل کیا ہے تو اہل علاقہ کو اس کی دیت ادا کرنی پڑے گی اور اگر وہ مدعی علیہم قسمیں کھا کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے علاقے کے کسی آدمی نے قتل نہیں کیا ہے تو وہ بھی دیت کی ادائیگی سے بچ جائیں گے اور اس صورت میں اولیائے مقتول کو دیت کی ادائیگی بیت المال سے کی جائے گی۔ چنانچہ اس واقعہ حدیث میں بھی یہی ہوا کہ جب نبی ﷺ نے مقتول کے بھائیوں سے قسم کھانے کے لئے کہا تو انہوں نے یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے قسمیں کھانے سے انکار کر دیا اور نبی ﷺ نے اہل خیبر سے بھی قسمیں نہیں اٹھوائیں، کیونکہ ان کے یہودی ہونے کی وجہ سے اولیائے مقتول کو ان کی قسموں پر اعتبار نہیں تھا۔ پس اس کی دیت آپؐ نے خود ادا فرمائی۔

۳۵۳ - وعن جابرٍ رضي الله عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ يَعْنِي فِي القَبْرِ، ثُمَّ يَقُولُ: «أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذاً لِلقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ. رواه البخاري.

۵ / ۳۵۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو (دو) آدمیوں کو ایک (ایک) قبر میں اکٹھا دفن فرماتے، اس وقت پوچھتے، ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب آپ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا تو آپؐ قبر میں پہلے اس کو اتارتے (یا اسے جانب قبلہ آگے رکھتے)۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب دفن الرجلين والثلاثة في قبر، وكتاب المغازي.

۳۵۳- فوائد: لحد‘ وہ قبر ہوتی ہے جو وسط قبر سے ایک جانب بنائی جائے اور جو قبر سیدھی ہوتی ہے‘ جیسا کہ عام قبریں ہوتی ہیں‘ اسے شق کہا جاتا ہے۔ اس میں حافظ قرآن کی ترجیح اور فضیلت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اہل علم‘ اہل زہد و تقویٰ اور دیگر اہل شرف و فضل کو مقدم رکھا جائے گا۔ (فتح الباری)

٣٥٤ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنَّ النبي ﷺ قال: «أَرَانِي فِي المَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَاءَنِي رَجُلانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الآخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الأَصْغَرَ، فَقِيلَ لِي: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ إِلَى الأَكْبَرِ مِنْهُمَا» رواه مسلم مُسْنَداً والبخاري تعلِيقاً.

۶ / ۳۵۴ - حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں‘ پس میرے پاس دو آدمی آئے‘ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھے کہا گیا‘ بڑے کو دیں‘ تو میں نے وہ ان میں سے بڑے کو دے دی۔ (اسے مسلم نے مسند اور بخاری نے معلق بیان کیا ہے۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب دفع السواك إلي الأكبر - وصحيح مسلم، كتاب الرؤيا، باب رؤيا النبي ﷺ.

۳۵۴- فوائد: مسند حدیث وہ ہوتی جس میں سلسلہ سند کے تمام رواۃ مذکور ہوں اور معلق وہ ہے جس میں سند کے اولین ایک دو راوی یا اس سے زیادہ یا سارے ہی راوی حذف کر دیئے گئے ہوں۔ گویا بخاری میں اسے بغیر سند کے (تعلیقاً) ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا کہ اجازت کے ساتھ ایک شخص کی مسواک دوسرا شخص کر سکتا ہے۔ دوسرا وہی کہ ہر معاملے میں پہلے بڑے کو مقدم کیا جائے گا‘ الا یہ کہ کسی چھوٹے میں کوئی وجہ فضیلت و امتیاز موجود ہو۔

٣٥٥ - وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ إِجْلالِ اللهِ تَعَالَى إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ المُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ المُقْسِطِ». حديثٌ حسنٌ رواه أبو داود.

۷ / ۳۵۵ - حضرت ابو موسیٰ ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ سفید ریش (بزرگ) مسلمان کی‘ حامل قرآن (حافظ قاری اور عالم) کی‘ جو قرآن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو اور نہ اس سے اعراض و بے وفائی کرنے والا اور منصف بادشاہ کی عزت کرنا‘ اللہ کی عزت کرنے کے ہم معنی ہے۔

(ابو داوٗد‘ یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم.

۳۵۵- فوائد: بزرگ سے مراد وہ شخص ہے جو پاکبازی کی زندگی گزارتے ہوئے بوڑھا ہو گیا۔ حامل قرآن میں‘ قرآن کا حافظ‘ قاری اور عالم سب آجاتے ہیں بشرطیکہ وہ قرآن میں غلو کرنے والا نہ ہو یعنی اس پر عمل کرنے میں

تشدد کرنے اور اس کے مشتبہات سے اپنی فکری و اعتقادی کجیوں پر تاویلات کے گورکھ دھندے کے ذریعے پردہ ڈالنے والا نہ ہو۔ اسی طرح قرآن پر عمل اور اس کی تلاوت سے اعراض و گریز کرنے والا نہ ہو اور عدل و انصاف کرنے والا حکمران اور بادشاہ۔ ان تینوں کی عزت کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہے، اس لئے ان کی عزت ایسے ہی ہے جیسے اللہ کی عزت کرنی ہے۔

٣٥٦ ـ وعن عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ، عن أبيهِ، عَنْ جَدِّهِ رضي الله عنهم قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا» حديثٌ صحيحٌ رواه أبو داود والترمذي، وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وفي رواية أبي داود «حَقَّ كَبِيرِنَا».

۸/۳۵۶۔ حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے اور وہ (شعیب) اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس شخص کا تعلق ہم (مسلمانوں) سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے شرف و فضل کو نہیں پہچانتا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے، ہمارے بڑے کے حق کو نہیں پہچانتا۔

(ابو داؤد، و ترمذی۔ یہ حدیث صحیح ہے، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرحمة ـ وسنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان.

۳۵۶۔ فوائد: "ہم میں سے نہیں" کا مطلب ہے، مسلمانوں کے طریقے پر نہیں۔ چھوٹوں پر رحم کرنے کا مطلب، ان کے ساتھ شفقت و احسان کا معاملہ کرنا ہے، اسی طرح چھوٹوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے بڑے اور اصحاب علم و فضل کی تعظیم بجالائیں اور ان کا احترام کریں۔

٣٥٧ ـ وعن مَيْمُونِ بنِ أَبي شَبِيبٍ رحمه الله أنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَرَّ بهَا سَائِلٌ، فَأَعْطَتْهُ كِسْرَةً، وَمَرَّ بهَا رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ، فَأَقْعَدَتْهُ، فَأَكَلَ، فَقِيلَ لَهَا في ذلكَ، فقالت: قال رسولُ الله ﷺ: «أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ» رواه أبو داود. لكِنْ قال: مَيْمُون لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ. وَقَدْ ذَكَرَهُ مُسْلِمٌ في أَوَّل صَحِيحِهِ تَعْلِيقاً فقال: وَذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قالت: أمرنا رسولُ الله ﷺ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الحَاكِمُ أَبُو عبدِ اللهِ في كِتابِهِ «مَعْرِفَة

۹/ ۳۵۷۔ حضرت میمون بن ابی شبیبؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا، آپؓ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیا، ایک اور آدمی گزرا، جس پر (اچھے) کپڑے اور (اچھی) حالت تھی۔ آپ نے اسے بٹھایا (اور کھلایا) پس اس نے کھایا۔ حضرت عائشہؓ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتارو (ان کی حیثیت کے موافق ان سے سلوک کرو) اسے ابو داؤد نے روایت کیا، لیکن یہ بھی کہا کہ میمون نے حضرت عائشہؓ کو نہیں پایا۔ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کے شروع میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور کہا، حضرت

عُلُومِ الحَدِيثِ» وقال: هو حديثٌ صحيح.

عائشہ ؓ سے مذکور ہے' انہوں نے کہا' ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتاریں۔ اور اسے امام حاکم ابو عبداللہ نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں ذکر کیا اور کہا' یہ حدیث صحیح ہے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم.

۳۵۷- فوائد: (۱) اس میں لوگوں کے مراتب اور ان کے مقام و منصب کی رعایت اور اس کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید ہے۔ کسی عالی مرتبت کو اس کے مقام سے نہ گراؤ اور نہ کسی فروتر مقام والے کو بلند تر مقام پر فائز کرو۔ ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دو۔ بصورت دیگر بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (۲) اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے قرآن یا حدیث سے استدلال کرنا ایک مسلمان کا شیوہ ہے۔

۳۵۸ - وعن ابن عباسٍ رضي الله عنهما قال: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فنَزَلَ عَلى ابْن أخيهِ الحُرِّ بْن قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رضي الله عنه، وَكَانَ القُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُولاً كَانُوا أَوْ شُبَّاناً، فقَالَ عُيَيْنَةُ لابْنِ أَخِيهِ: يَاابْنَ أَخِي! لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الأَمِيرِ، فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ رضي الله عنه، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ: هِي يَا ابْنَ الخَطَّابِ! فَوَاللهِ! مَا تُعْطِينَا الجَزْلَ، وَلا تَحْكُمُ فِينَا بالعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رضي الله عنه حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ، فقالَ لَهُ الحُرُّ: يَا أَمِيرَ المُؤمِنينَ! إنَّ اللهَ تعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ وَإن هذا مِنَ الجَاهِلِينَ.

۱۰ / ۳۵۸ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن (مدینہ) آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے اور حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر ؓ اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ (علاوہ ازیں) قراء حضرات حضرت عمر ؓ کی مجلس اور ان کی مشاورتی کمیٹی کے ارکان تھے' وہ بوڑھے ہوں یا جوان-- عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا' اے برادر زادے' تمہیں امیرالمومنین کے ہاں خاص مقام حاصل ہے' مجھے ان سے ملنے کی اجازت لے دیں' انہوں نے اس کے لئے اجازت مانگی۔ حضرت عمر ؓ نے انہیں اجازت دے دی' جب وہ اندر داخل ہوئے' تو کہنے لگے' اے ابن خطاب! اللہ کی قسم' تم ہمیں زیادہ عطیے نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر ؓ (یہ سن کر) غضب ناک ہو گئے' حتیٰ کہ انہیں سزا دینے کا ارادہ کیا۔ پس حر نے ان سے کہا' امیرالمومنین' اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا ہے "عفو و درگزر اختیار کریں' نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض فرمائیں" اور یہ عیینہ بھی جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم' حضرت عمر ؓ کے سامنے جب انہوں نے یہ آیت

وَاللهِ! مَاجَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافاً عِنْدَ كِتَابِ الله تعالى. رواه البخاري.

تلاوت کی تو انہوں نے اس سے تجاوز نہیں کیا (یعنی اس پر عمل کیا) اور وہ اللہ کی کتاب کے حکم پر ٹھہر جانے والے تھے (یعنی اسے سن کر اپنا ارادہ ختم کر دیتے اور کتاب اللہ کے حکم کو ترجیح دیتے) (بخاری)

(یہ روایت اس سے قبل باب الصبر' رقم الحدیث نمبر ۵۰ میں گزر چکی ہے)

تخریج: تقدم تخريجه في باب الصبر برقم٥٠.

۳۵۸۔ فوائد: یہ واقعہ اس باب میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں اہل علم و قراء حضرات کے حضرت عمرؓ کی مجلس خاص کے اصحاب اور ارکان مشاورت ہونے کا ذکر ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارباب اختیار و اقتدار کو چاہئے کہ وہ اپنے مشیر اور معاون ایسے لوگوں کو بنائیں جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں ممتاز ہوں تاکہ وہ دنیا کے عارضی مفادات سے بالا ہو کر حکمران کو اخلاص و دیانت سے صحیح اور صائب مشورے دیں۔ علاوہ ازیں حکمرانوں کو صبر و تحمل میں بھی ممتاز ہونا چاہئے۔

٣٥٩ - وعن أبي سعيدٍ سَمُرَةَ بن جُنْدُبٍ رضي الله عنه قال: لَقَدْ كُنْتُ عَلى عَهْدِ رسولِ الله ﷺ غُلاماً، فَكُنْتُ أَحْفَظُ عَنْهُ، فَمَا يَمْنَعُنِي مِنَ القَوْلِ إلَّا أَنَّ هَهُنَا رِجَالاً هُمْ أَسَنُّ مِنِّي. متفقٌ عليه.

۱۱ / ۳۵۹۔ حضرت ابو سعید سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نوعمر بچہ تھا اور میں آپؐ کی باتیں یاد کر لیتا تھا' لیکن انہیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی تھی کہ وہاں مجھ سے زیادہ عمر والے لوگ موجود ہوتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الفضائل - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب أين يقوم الإمام من الميت للصلاة عليه؟.

۳۵۹۔ فوائد: ابن علان نے کہا ہے کہ علمائے حدیث نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ جب شہر میں زیادہ بڑا عالم' محدث اور صاحب شرف و فضل بزرگ ہو' تو اس سے کم تر شخص حدیث بیان کرے۔ تاہم دوسرے علوم میں یہ بات مکروہ نہیں۔ ہاں استاد یا بڑے عالم کی اجازت سے شاگرد یا چھوٹا عالم حدیث بیان کر سکتا ہے' نیز جس مجلس میں کوئی محدث یا زیادہ بڑا عالم ہو تو آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کے بیان پر اکتفاء کیا جائے۔ ویسے کسی شہر میں کوئی حدیث سنانا یا بیان کرنا چاہے تو ہر ذی علم وہ بیان کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ حدیث وضعی نہ ہو۔ شرعاً احادیث کے بیان میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

٣٦٠ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ إلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ

۱۲ / ۳۶۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو نوجوان' کسی بوڑھے کی' اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے

سِنِّهِ»

لئے ایسے اشخاص مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کریں گے۔

رواه الترمذي وقال: حديث غريب.

(ترمذی' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔)

تخريج: جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في إجلال الكبير.

۳۶۰۔ فوائد: یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ دیکھئے "الاحادیث الضعیفۃ" رقم ۳۰۴' تاہم اس میں اخلاق کریمہ کی جس جزاء کا بیان ہے' وہ دیگر نصوص کے اعتبار سے صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

٤٥ - بَابُ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَاءِ مِنْهُمْ وَزِيَارَةِ الْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

۴۵۔ اہل خیر کی زیارت' ان کی ہم نشینی' ان کی صحبت و محبت' ان سے ملاقات کر کے ان سے دعا کرانے اور متبرک مقامات کی زیارت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَىٰهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِىَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾﴾ إلى قوله تعالى: ﴿قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ [الكهف: ٦٠ـ٦٦] وقال تعالى: ﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِىِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ﴾ [الكهف: ٢٨].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب کہا موسیٰ نے' اپنے نوجوان (ساتھی) سے' میں تو سفر جاری رکھوں گا' یہاں تک کہ میں دو سمندروں (بحر فارس اور بحر روم) کے ملنے کی جگہ پر پہنچ جاؤں' یا پھر میں طویل عرصے تک چلتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔ حضرت موسیٰؑ نے (حضرت خضر سے) کہا' کیا میں تیرے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تو مجھے ہدایت کی وہ باتیں سکھائے جو تجھے سکھائی گئی ہیں؟

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے' روکے رکھ اپنے آپؐ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام' طالب ہیں ان کی رضا کے۔

٣٦١ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قال أبو بكر لعمر رضي الله عنهما بَعْدَ وَفَاةِ رسولِ اللهِ ﷺ: انْطَلِقْ بنَا إلَى أُمِّ أَيْمَنَ رضي الله عنها نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا إلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالا لَهَا: مَا يُبْكِيكِ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ

۱/ ۳۶۱ - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' آؤ ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں۔ ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں' انہوں نے کہا' تم کیوں روتی

مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فقالت: إِنِّي لا أَبْكِي أَنِّي لا أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى خَيْرٌ لِرسولِ اللهِ ﷺ، وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رواه مسلم.

ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے (دنیا سے) زیادہ بہتر ہے؟ انہوں نے جواب دیا، میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ لیکن میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس حضرت ام ایمن ؓ نے (اپنی اس بات سے) ان دونوں کو بھی رونے پر بھڑکا دیا (مجبور کر دیا) اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل أم أيمن رضي الله عنها.

۳۶۱۔ فوائد: حضرت ام ایمن حبشہ کی رہنے والی خاتون اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے والد محترم) کی خدمت گار تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کے گھر آپ ؐ کی ولادت ہوئی، تو حضرت ام ایمن نے بھی آپ ؐ کی پرورش اور نگہداشت میں خوب حصہ لیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا اور پھر ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ ؓ کے ساتھ کروا دیا۔ حدیث میں صالحین کی جدائی پر رونے کے جواز کے علاوہ، ایسے لوگوں کی زیارت کا بھی استحباب ثابت ہوتا ہے جن کی زیارت کے لئے انسان کے دوست احباب جایا کرتے ہوں۔ علاوہ ازیں اس واقعے سے اس محبت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے جو صحابہ کرام کو پیغمبر اسلام کے ساتھ تھی۔

٣٦٢ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ: «أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً، فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قال: أُرِيدُ أَخاً لِي فِي هٰذِهِ القَرْيَةِ. قال: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قالَ: لا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ تعالى، قَالَ: فَإِنِّي رسولُ اللهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» رواه مسلم.

۲/ ۳۶۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا تھا، جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا، تو فرشتے نے پوچھا، تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا، اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے، اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا، کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے؟ جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا، نہیں۔ صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، فرشتے نے کہا، میں تیری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ

بتانے کے لئے آیا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہے۔ (مسلم)

يقال: «أَرْصَدَه» لِكَذَا: إِذَا وَكَّلَهُ بِحِفْظِهِ، وَ«الْمَدْرَجَةُ» بفتح الميم والراءِ: الطَّرِيقُ، وَمَعْنَى «تربُّهَا»: تَقُومُ بِهَا، وَتَسْعَى فِي صَلاحِهَا.

ارصدہ لکذا، یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کی حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کرے۔ مدرجہ، میم اور راء پر زبر، راستہ اور تربہا کے معنی ہیں، اس کی حفاظت کرتا اور اس کی درستی کے لئے کوشش کرتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الحب في الله.

۳۶۲۔ فوائد: اس میں محض اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ لیکن یہ آج کل عنقا ہے۔ لوگ عموماً کسی غرض یا مطلب ہی سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بیشک یہ ملنا جائز ہے مگر مذکورہ حدیث میں جو فضیلت بیان ہوئی ہے وہ محض اللہ ہی کے لئے ملاقات کرنے پر بیان ہوئی ہے۔

٣٦٣ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ عَادَ مَرِيضاً أَوْ زَارَ أَخاً لَهُ فِي اللهِ، نَادَاهُ مُنَادٍ بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ، وفي بعض النسخ: غريبٌ.

۳ / ۳۶۳۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے یا محض اللہ کے لئے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا بہ آواز بلند کہتا ہے کہ تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا خوش گوار ہو، تجھے جنت میں ٹھکانہ نصیب ہو۔ (ترمذی اور کہا، یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں ”غریب“ ہے)

تخریج: جامع ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في زيارة الإخوان.

۳۶۳۔ فوائد: اس میں بھی عیادت (مزاج پرسی) اور محض رضائے الٰہی کے لئے مسلمان بھائی کی زیارت کی فضیلت کا اثبات ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اور نیک لوگوں کی زیارت کے لئے جانا بہت بڑا عمل ہے، اس سفر کے ایک ایک قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔

٣٦٤ - وعن أَبي موسى الأشعريِّ رضيَ اللهُ عنه أَن النَّبيَّ ﷺ قال: «إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَجَلِيسِ السُّوءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ، إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ

۴ / ۳۶۴۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا، نیک ساتھی کی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے دے گا یا تو خود اس

تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً مُنْتِنَةً» متفقٌ عليه. «يُحْذِيَكَ»: يُعْطِيَكَ.

سے خرید لے گا (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) یا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پا لے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا' یا پھر تو اس سے بدبودار بو پائے گا۔ (بخاری و مسلم)

یحذیک کے معنی ہیں' تجھے دے گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الذبائح، باب المسك - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين.

۳۶۴۔ فوائد: اس میں نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور برے لوگوں کی ہم نشینی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں عطر فروش کی طرح فائدہ ہی فائدہ ہے۔ کہ ان کے ساتھ رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے سے انسان ان کے اثرات قبول کرے گا اور آہستہ آہستہ ان کے سانچے میں ڈھل جائے گا اور بروں کی صحبت بھٹی کی آگ جلانے پر مامور شخص کی طرح ہے کہ اس سے انسان کو نقصان ہی پہنچے گا' فائدہ کوئی نہیں۔

٣٦٥ - وعن أَبي هريرة رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قال: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ» متفقٌ عليه.

۵ / ۳۶۵ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' عورت سے چار وجوہ کی بناہ پر نکاح کیا جاتا ہے' اس کے مال کی بنا پر' اس کے خاندانی حسب و نسب کی بنا پر' اس کے حسن و جمال کی بنا پر اور اس کے دین کی بنا پر۔ پس تو دین دار عورت (سے نکاح کرنے میں کامیابی) حاصل کر' تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (بخاری و مسلم)

ومعناه: أَنَّ النَّاسَ يَقْصِدُونَ فِي الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْأَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الأَرْبَعَ، فَاحْرِصْ أَنْتَ عَلَى ذَاتِ الدِّينِ، وَاظْفَرْ بِهَا، وَاحْرِصْ عَلَى صُحْبَتِهَا.

اس کے معنی ہیں کہ لوگ عام طور پر نکاح کرتے وقت ان چار چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ تیری خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ دین دار عورت سے نکاح ہو اور اسی کی کوشش بھی ہو اور اسی کی رفاقت اختیار کرنے کی خواہش ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب الأكفاء في الدين - وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب نكاح ذات الدين.

۳۶۵۔ فوائد: ایک دین دار عورت ہی صحیح معنوں میں نیک چلن' شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار ہوتی ہے جس سے انسان کی زندگی بھی خوش گوار گزرتی ہے اور آئندہ نسل کی اصلاح و تربیت کے لئے بھی وہ مفید اور مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ جب کہ اس خوبی سے محروم دوسری تین قسم کی عورتیں انسان کے لئے بالعموم زحمت کا

اور اولاد کے لئے بھی بگاڑ ہی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس لئے عورت کے انتخاب میں دین کو مقدم رکھا جائے۔

٣٦٦ - وعنِ ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما قال: قال النبيُّ ﷺ لِجبْريلَ: «مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟» فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُۥ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ﴾ رواه البخاري.

٦ / ٣٦٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل سے کہا، جتنا تم ہم سے اب ملتے ہو، اس سے زیادہ ملنے میں تمہارے لئے کیا رکاوٹ ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ہم تمہارے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں (جتنا وہ چاہتا اور جب چاہتا ہے) اسی کے لیے ہے جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔ (سورۂ مریم، ٦٤) (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم، آية ﴿وما نتنزّل إلا بأمر ربك...﴾ وكتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة.

٣٦٦- فوائد: اس میں نبی ﷺ کے جبریل سے ملاقات اور اس علم کے حصول کے شوق کا بیان ہے جو وحی کے ذریعے سے آپؐ پر نازل ہوتا تھا۔ دوسرے، فرشتوں کا مامور من اللہ ہونا، یعنی ان کا زمین پر اترنا چڑھنا یا کوئی اور کام انجام دینا، یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ فرشتوں کے اپنے اختیار سے نہیں۔

٣٦٧ - وعنْ أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لا تُصَاحِبْ إلَّا مُؤْمِناً، وَلا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إلَّا تَقِيٌّ». رواه أبو داود، والترمذي بإسْنَادٍ لا بأس بِهِ.

٧ / ٣٦٧۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کسی مومن ہی کو ساتھی بناؤ اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔

(ابو داؤد اور ترمذی۔ ایسی سند کے ساتھ جس میں حرج نہیں۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس؟ - وسنن ترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في صحبة المؤمن.

٣٦٧- فوائد: اس حدیث میں کفار سے دوستی اور ہم نشینی کی ممانعت اور صرف اہل تقویٰ کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلق قائم کرنے کی تاکید ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ دعوت میں نیک اور متقی لوگوں کو بلایا جائے اور فی سبیل اللہ خرچ کرتے وقت بھی نیک نمازیوں کو منتخب کرنا چاہئے۔

٣٦٨ - وعن أَبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: «الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ». رواه أبو داود، والترمذي بإسنادٍ صحيحٍ، وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ.

٨ / ٣٦٨۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تمہارا ہر آدمی یہ ضرور دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے؟

(ابو داؤد، ترمذی۔ بسند صحیح اور امام ترمذی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔)

تخریج: سنن أبی داود، حواله مذکور ـ ترمذی کتاب الزهد، باب ٤٥، حدیث ٢٣٧٨.

۳۶۸۔ فوائد: اس میں بھی دین دار لوگوں کے ساتھ ہی دوستی کرنے کی ترغیب اور غیر دین داروں سے بچنے کی تاکید ہے۔ کئی اچھے بھلے لوگ بھی نیک اور دیندار لوگوں کی بجائے بے دین دنیا پرست لوگوں سے دوستی لگاتے ہیں۔ جو کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں۔

٣٦٩ ـ وعن أبي موسى الأشعَريِّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: «المَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» متفقٌ عليه. وفي رواية قال: قِيلَ للنبيِّ ﷺ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قال: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ».

۹/ ۳۶۹۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اس کی محبت ہو گی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے ملا نہیں (یعنی ان کے ہم رتبہ نہیں) آپؐ نے فرمایا، آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب علامة الحب في الله ـ وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحبّ.

۳۶۹۔ فوائد: اس میں اہل خیر و صلاح کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت کے علاوہ اللہ کے فضل و کرم کا بھی بیان ہے کہ وہ ان سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے کم مرتبہ لوگوں کو بھی بلند تر درجوں پر فائز کر کے محبوبین کے ساتھ ملا دے گا۔ اسی طرح اس میں یہ ترہیب ہے کہ برے اور بد کردار لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت نہایت خطرناک ہے کہ کہیں انسان کا حشر انہی کے ساتھ نہ ہو۔ اعاذنا اللہ منہ

٣٧٠ ـ وعن أنس رضي الله عنه أَنَّ أعرابياً قال لِرسولِ اللهِ ﷺ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟» قال: حُبُّ اللهِ ورسولِهِ، قال: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ». متفقٌ عليه، وهذا لفظ مسلمٍ.

۱۰/ ۳۷۰۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، قیامت کب ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا، اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت (یعنی ان کی اطاعت اور حکموں کی فرماں برداری) آپؐ نے فرمایا، تو ان ہی کے ساتھ ہو گا جن سے تو نے محبت رکھی۔

(بخاری و مسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

وفي روايةٍ لهما: مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَوْمٍ، وَلَا صَلاةٍ، وَلَا صَدَقَةٍ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ.

اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے، (دیہاتی نے جواب میں کہا) میں نے اس (قیامت) کے لئے نہ تو زیادہ (نفلی) روزے تیار کئے ہیں، نہ زیادہ

(نفلی) نمازیں اور نہ زیادہ صدقہ۔ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب مناقب عمر رضي الله عنه، وكتاب الأدب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحبّ.

۳۷۰- فوائد: صحابہ کرامؓ کی اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت' محض زبان کی حد تک نہیں تھی' جیسے آج کل ہم مسلمانوں کی ہے' بلکہ ان کے ہاں محبت کا مطلب اطاعت اور فرماں برداری تھی اور یہی مطلب اس قول کا ہے کہ میں نے زیادہ روزوں اور نمازوں وغیرہ کا تو زیادہ اہتمام نہیں کیا ہے' یعنی نفلی روزوں اور نمازوں کا۔ ورنہ فرض نمازیں اور فرض روزے اور اسی طرح فرض صدقہ (زکوٰۃ) یہ تو نہایت ضروری ہیں۔ ان کی ادائیگی کے بغیر تو مسلمانی کا یا اللہ اور رسولؐ سے محبت کرنے کے دعویٰ کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔ البتہ اگر انسان کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہو گی جس کا عملی مظاہرہ اس کی زندگی میں فرائض و واجبات اور سنن و احکام کی پابندی سے ہو گا تو پھر اس نے اگر نوافل کا زیادہ اہتمام نہ بھی کیا ہو گا تو اللہ کے ہاں وہ سرخرو قرار پائے گا۔ یہی مطلب اس حدیث کا ہے۔ ورنہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے بغیر' اللہ و رسول سے محبت کا دعویٰ فریب نفس کے سوا کچھ نہیں' جس کی کوئی قدر و قیمت اللہ کے ہاں نہیں ہو گی۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (آل عمران' ۳۱) کا مفاد اور تقاضا بھی یہی ہے۔

٣٧١ ـ وعن ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رسولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسولَ اللهِ! كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْماً وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» متفقٌ عليه.

۳۷۱/۱۱۔ حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ! اس شخص کے بارے میں آپؐ کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے جب کہ وہ (عمل و تقویٰ میں) ان کے ساتھ نہیں ملا (یعنی ان کے سے اعمال صالحہ اس نے نہ کئے ہیں اور نہ کرنے کی طاقت ہی ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہو گی۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب علامة الحب في الله - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحبّ.

۳۷۱- فوائد: لم یلحق بھم' کا مطلب ہے دنیا میں عمل کے لحاظ سے ان کو نہیں ملا۔ لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اہل خیر و تقویٰ کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے' اسے ان کے ہم رتبہ کر کے ان کے ساتھ ملا دے گا۔ یہ سوال بھی صحابی نے کیا اور جن کی بابت سوال کر رہا ہے وہ بھی صحابہ تھے--- اس کے باوجود یہ حدیث حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہو اور حتی

المقدور احکام شریعت کی پابندی ہو۔

٣٧٢ - وعن أبي هُريرة رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلامِ إِذَا فَقُهُوا، وَالأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ» رواه مسلم. وروى البخاري قوله: «الأَرْوَاحُ» إلخ من روايةِ عائشةَ رضي الله عنها.

۱۲/ ۳۷۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح (مختلف) کانیں ہیں۔ ان میں سے زمانہ جاہلیت کے بہتر لوگ، اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ انہیں دین کی سمجھ ہو (اور اس پر وہ عامل ہوں) اور روحیں مختلف قسم کے لشکر ہیں، پس ان روحوں میں سے جن کی (عالم ارواح میں) ایک دوسرے سے جان پہچان ہو گئی، وہ (دنیا میں) آپس میں مانوس ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے انجان رہیں، وہ (دنیا میں) ایک دوسرے سے الگ ہیں۔

(مسلم اور امام بخاری نے نبی ﷺ کا فرمان الارواح الخ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب الأرواح جنود مجنّدة - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب خيار الناس.

۳۷۲۔ فوائد: کانیں، ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں، کسی سے صاف ستھری چیزیں نکلتی ہیں اور کسی سے ردی۔ یہی حال اخلاق و اعمال کے لحاظ سے لوگوں کا ہے، ان میں بھی اچھے اور برے دونوں قسم کے لوگ ہیں۔ علاوہ ازیں زمانہ جاہلیت کے اچھے لوگ (یعنی شرف و فضل اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے) ایمان لانے کے بعد بھی اگر دین کے تقاضوں کو سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ان کا شرف و فضل اسلامی معاشرے میں بھی زمانہ کفر کی طرح برقرار رہے گا، ایمان و اسلام سے اس میں کمی نہیں آئے گی اور روحیں مختلف انواع کے لشکر ہیں، کا مطلب مزاجوں اور طبیعتوں کا فطری اختلاف ہے، جو مزاج خیر پسند ہیں، وہ نیکوں کے ساتھ اور جو شر پسند ہیں بدوں کے ساتھ متعارف ہوں گے اور دونوں اپنے اپنے اخلاق و کردار کے حامل لوگوں سے ربط و ضبط اور تعلقات رکھیں گے۔ جیسے ایک فارسی شاعر نے کہا ہے۔

کند جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے دل میں اہل خیر و صلاح سے نفرت رکھتا ہے، اسے سوچنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ تو اس کے انجام بد کی خطرناک علامت ہے اور پھر اپنے اس شرپسند مزاج کو بدلنے کی سعی کرنی چاہئے۔

٣٧٣ - وعن أُسَيْرِ بنِ عَمْرٍو

۱۳/ ۳۷۳۔ حضرت اسیر بن عمرو (ہمزہ پر پیش اور

وَيُقَالُ: ابْنُ جابِرٍ - وهو بضم الهمزة، وفتح السين المهملة - قال: كَانَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّاب رضي الله عنه إذا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمنِ سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتَّى أتى عَلى أُوَيْسٍ رضي الله عنه، فقال له: أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عامِرٍ؟ قال: نَعَمْ، قال: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟ قال: نَعَمْ، قال: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ، فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قال: نَعَمْ قال: لَكَ وَالِدَةٌ؟ قال: نَعَمْ، قال: سمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنْ، مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ، فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ» فَاسْتَغْفِرْ لي، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فقال له عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قال: الْكُوفَةَ، قال: أَلا أَكْتُبُ لَكَ إلى عَامِلِهَا؟ قال: أَكُونُ في غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافَى عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أُوَيْسٍ، فقال: تَرَكْتُهُ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيلَ المتَاعِ، قال: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ، فَافْعَلْ» فَأَتَى أُوَيْساً، فقال: اسْتَغْفِرْ لي، قال: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْداً بِسَفَرٍ

سین مہملہ پر زبر) اور بعض کے نزدیک اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس جب بھی اہل ایمان میں سے غازیان اسلام آتے تو ان سے پوچھتے، کیا تمہارے اندر وہ اویس بن عامرؓ ہیں؟ حتیٰ کہ بالآخر (ایک وفد میں) اویسؓ آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم اویس بن عامرؓ ہو؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ آپؓ نے پوچھا، مراد کے (گھرانے) اور قرن (قبیلے) سے تمہارا تعلق ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے، وہ صحیح ہو گئے ہیں سوائے ایک درہم جتنے حصے کے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ آپؓ نے پوچھا، تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”تمہارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامرؓ اہل یمن کے ان غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں، اس کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے جو سوائے درہم جتنی جگہ کے صحیح ہو گئے ہوں گے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والا ہو گا، اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھا لے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرما دے گا، پس اگر تم (اے عمر!) ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔ اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کر دو! چنانچہ انہوں نے عمرؓ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا، کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں کوفے کے گورنر کو تمہارے لئے لکھ کر نہ دے دوں؟ حضرت اویسؓ نے جواب دیا، میں ان لوگوں میں رہنا (یا شمار کرانا) زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب مسکین قسم کے ہیں، جنہیں کوئی جانتا ہے نہ ان کی کوئی پروا کی جاتی ہے۔

صَالح، فَاسْتَغْفِرْ لي. قال: لَقِيتَ عُمَرَ؟ قال: نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلَى وَجهِهِ. رواه مسلم. وفي روايةٍ لمسلمٍ أَيْضاً عن أُسَيْرِ بن جابرٍ رضيَ الله عنه أنَّ أَهلَ الكُوفَةِ وَفَدُوا عَلى عُمَرَ رضيَ اللهُ عنهُ، وَفيهم رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بأُوَيْسٍ، فقال عُمَرُ: هَلْ هَاهُنا أَحَدٌ مِنَ القَرَنِيِّينَ؟ فَجاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، فقالَ عُمَرُ: إنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قد قال: «إنَّ رَجُلاً يَأْتِيكُمْ مِنَ اليَمَنِ يُقالُ لَهُ: أُوَيْسٌ، لَا يَدَعُ بِاليَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ، قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللهَ تعالى، فَأَذْهَبَهُ إلَّا مَوضِعَ الدِّينارِ أَوِ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ». وفي روايةٍ له عَن عمرَ رضي الله عنه قال: إنِّي سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَه: أُوَيْسٌ، ولَه وَالِدَةٌ، وكَانَ بِهِ بَيَاضٌ، فَمُرُوه، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ». قوله: «غَبْراءِ النَّاسِ» بفتح الغين المعجمة، وإسكان الباءِ وبالمد، وهم فُقَرَاؤهُمْ وَصَعَالِيكُهُمْ وَمَنْ لَا يُعْرَفُ عَيْنُهُ مِن أخلاطِهِمْ. وَ«الأَمْدَاد» جَمْعُ مَدَدٍ وَهُمُ الأَعْوَانُ وَالنَّاصِرُونَ الَّذِينَ كَانُوا يُمِدُّونَ المُسْلِمِينَ في الجِهَادِ.

جب آئندہ سال آیا تو یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج پر آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی' انہوں نے اس سے حضرت اویسؒ کی بابت پوچھا' تو انہوں نے بتلایا کہ میں انہیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامرؓ یمن کے رہنے والوں میں سے مجاہدین کے امدادی فوجی گروہ کے ساتھ آئے گا' اس کو برص کی تکلیف ہو گی' جو درست ہو چکی ہو گی سوائے ایک درہم جتنی جگہ کے۔ اس کی والدہ (زندہ) ہو گی جس کے ساتھ وہ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہو گا' اگر وہ اللہ پر قسم کھا لے تو اللہ اس کی قسم پوری فرما دے گا' پس اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔ پس یہ (یمنی) شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویسؒ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی' میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ اویسؒ نے جواب دیا' ایک نیک سفر سے تو تم نئے نئے آئے ہو' تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو۔ نیز انہوں نے کہا' کیا تم عمرؓ کو ملے؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ پس اویسؒ نے حضرت عمرؓ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی' تب لوگوں نے ان کے مقام کو سمجھا اور وہ (اویسؒ) اپنے سامنے (کی طرف) چل پڑے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ کوفے کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت اویسؒ کا استہزاء کرنے والوں میں سے تھا (کیونکہ وہ ان کی فضیلت سے ناواقف تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیا یہاں قرنیوں میں سے بھی کوئی ہے؟ پس یہ شخص

آیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا، اسے اویسؒ کہا جاتا ہو گا، وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا، اس کو برص کی بیماری تھی، پس اس نے اللہ سے دعا کی، جس پر اللہ نے اس سے وہ بیماری دور کر دی اور اب (وہ برص کا داغ) صرف ایک دینار یا درہم جتنا باقی رہ گیا ہے، پس تم میں سے جو بھی اسے ملے، اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کروائے۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے اویسؒ کہا جاتا ہے، اس کی والدہ (زندہ) ہے اور اس کے جسم میں (برص کے) سفید داغ ہیں، تم اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا کرے۔

غبراء الناس غین پر زبر، باء ساکن اور اس کے بعد الف۔ علاقے کے غریب، مفلس اور ان کے درمیان غیر معروف۔ امداد، مدد کی جمع ہے، وہ اعوان و انصار جو جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أويس القرني.

۳۷۳۔ فوائد: (۱) یہ حدیث نبی ﷺ کے واضح معجزات میں سے ہے کہ آپؐ نے حضرت اویسؒ کے نام اور ان کی بعض صفات و خصوصیات بیان فرمائیں جو اسی طرح پائی گئیں جس طرح آپؐ نے فرمایا تھا۔ (۲) سادگی، عزلت اور گم نامی کی فضیلت۔ (۳) والدین کے ساتھ حسن سلوک کی فضیلت۔ (۴) یہ حدیث اس بات پر بھی نص ہے کہ حضرت اویسؒ خیر التابعین ہیں۔ بعض حضرات نے حضرت سعید بن مسیبؒ کو جو خیر التابعین قرار دیا ہے تو اس سے مراد ان کی علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ میں ان کی تمام تابعین پر افضلیت اور برتری کا اثبات ہے نہ کہ عنداللہ بہتر ہونا۔ کیونکہ حدیث کی رو سے یہ مقام خیریت حضرت اویسؒ کو حاصل ہے۔ (نووی)

٣٧٤ ـ وعن عمرَ بن الخطاب رضي الله عنه قال: اسْتَأذَنْتُ النَّبيَّ ﷺ في العُمْرَةِ، فَأَذِنَ لي، وقال: «لا تَنْسَنَا يا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ» فقال كَلِمَةً مَا يَسُرُّني

۱۴/ ۳۷۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عمرے پر جانے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے مجھے اجازت عنایت فرما دی اور فرمایا، اے میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعائیں

أَنَّ لي بِها الدُّنْيَا. وفي روايةٍ قال: «أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ في دُعائِكَ». حديثٌ صحيحٌ رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

فراموش نہ کرنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، آپؐ کا یہ ارشاد (میرے لئے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ) مجھے اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی اچھی نہیں لگتی۔

اور ایک روایت میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، اے میرے پیارے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا۔ (یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داوٗد، ترمذی، امام ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء ۔ وسنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب أحاديث شتَّي من أبواب الدعوات. امام ترمذی اور مصنف کے برعکس شیخ البانی نے دونوں حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مشکوٰۃ بہ تحقیق الالبانی، رقم ۲۲۴۸ و ضعیف ابی داوٗد، رقم ۲۶۴

۳۷۴۔ **فوائد:** سفر پر جانے والے سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے، بالخصوص حج کی نیت سے سفر پر جانے والے سے۔ کیونکہ ایک تو کسی کے لئے غائبانہ دعا میں اخلاص ہوتا ہے۔ دوسرے مقامات حج و عمرہ مقامات اجابت بھی ہیں۔ علاوہ ازیں خود دعاء کرنے والے کے لئے بھی مستحب ہے کہ خصوصی مقامات اور اوقات میں صرف اپنے لئے ہی دعا نہ کرے، بلکہ اپنے احباب اور اقرباء کے لئے بھی دعا کرے۔ اس سے ایک مسئلہ، اخوت کا بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ویسے تو اپنی امت کے افراد کے لئے روحانی باپ اور شرف و فضل میں تمام کائنات میں افضل ہیں لیکن دینی اعتبار سے آپؐ ہر مسلمان کے بھائی ہیں اور ہر مسلمان آپؐ کا بھائی ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ کو خود آپؐ نے اپنا بھائی کہا، پھر آپؐ خود بھی ان کے بھائی ہی ہوئے۔ ان حقیقتوں کو غلط رنگ دے کر کسی کو بدنام کرنا علمی خیانت اور بددیانتی ہے۔ اس مسئلہ اخوت سے ایک حقیقت کا اثبات ہے جو نص شرعی پر مبنی ہے، اس سے مقصد آپؐ کے مرتبہ و مقام کا تعین نہیں ہے۔ آپؐ کا مقام تو مقام نبوت و رسالت بلکہ مقام سیادت ہے اور ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کا مصداق۔ مقام و منزلت کے اعتبار سے کوئی بھی آپ کو بھائی نہیں سمجھتا اور نہ سمجھنا ہی چاہئے، تاہم آپ کو اخوت دینی سے خارج کر دینا بھی ایک حقیقت شرعیہ کا انکار ہے۔

٣٧٥ ـ وعن ابن عُمَرَ رضي الله عنهما قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزُورُ قُبَاءَ رَاكِباً وَمَاشِياً، فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. متفقٌ عليه.

وفي روايةٍ: كان النَّبِيُّ ﷺ يَأتي مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِباً وَمَاشِياً، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

۱۵ / ۳۷۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قباء تشریف لے جایا کرتے تھے (کبھی) سوار ہو کر اور (کبھی) پیدل۔ وہاں پہنچ کر آپ دو رکعت (نفل) ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے، نبی ﷺ ہر ہفتے قباء تشریف لے جایا کرتے (کبھی) سواری پر اور (کبھی) پیدل۔ اور حضرت ابن عمرؓ (بھی، آپؐ کی اقتداء میں) ایسا کرتے تھے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، حديث رقم ٤٩٤٢، وباب فضل الصلاة في

مسجد مكة، وكتاب الاعتصام - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل مسجد قباء.

۳۷۵- فوائد: (۱) قباء مدینے سے دو میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی' آج کل یہ مدینے کا ایک محلّہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنے کو ایک حدیث میں نبی ﷺ نے عمرے کے برابر قرار دیا ہے۔ (ترمذی صحیح الجامع الصغیر' ۲/ ۱۹۷ رقم الحدیث' ۳۸۷۲) یہ حدیث' لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد کے منافی نہیں ہے' جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے' اس لئے کہ قباء مدینے کے اتنے قریب ہے کہ اس کے لئے شد رحال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی (علامہ مناوی)۔ علاوہ ازیں اس کی فضیلت بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے ان میں تضاد نہیں۔ (۲) حضرت ابن عمرؓ کا جذبہ اتباع سنت اس حدیث سے بھی ثابت ہے' جیسا کہ ان کی یہ صفت بطور خاص مشہور ہے۔

٤٦ - بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ وَإِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُحِبُّهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ، وَمَاذَا يَقُولُ لَهُ إِذَا أَعْلَمَهُ

۴۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب دینے کا بیان۔ نیز یہ کہ آدمی جس سے محبت رکھے' اسے بتلانے کا کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے اور آگاہ ہونے والے کے جوابی کلمات کا بیان

قال الله تعالى: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْۖ﴾ [الفتح: ٢٩] إلى آخرِ السورة. وقال تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ [الحشر: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں' وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔ آخر سورت تک۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (مدینے) میں جگہ پکڑی (مقیم رہے) اور ایمان میں (مستقل) رہے' وہ ان سے محبت کرتے ہیں' جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔

فوائد آیات: ان دونوں آیتوں میں اس بات کا اظہار ہے کہ مومنوں کا تعلق آپس میں محبت اور دوستی کا ہونا چاہئے' جیسے صحابہ کرامؓ کے مابین آپس میں دوستی اور محبت تھی اور یہ دینی محبت صرف اللہ کے لئے تھی' اس سے کوئی دنیوی مفاد اور غرض وابستہ نہیں تھی۔ اہل ایمان کی محبت اسی طرح دنیوی اغراض و مفادات سے بالا ہونی چاہئے۔

٣٧٦ - وعن أَنسٍ رضي الله عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الإِيمانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِواهُما، وَأَنْ يُحِبَّ المَرْءَ لَا يُحِبُّهُ

۱/ ۳۷۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تین خصلتیں ایسی ہیں' جن میں وہ ہوں گی' وہ ان کی بدولت ایمان کی لذت اور مٹھاس محسوس کرے گا۔ (۱) یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ان کے

إلَّا لِلهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ». متفقٌ عليه.

ماسوا ہر چیز (پوری کائنات) سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) اور یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھے۔ (۳) اور یہ کہ وہ دوبارہ کفر میں لوٹنے کو، جب کہ اس سے اللہ نے اس کو بچا لیا، اس طرح برا سمجھے، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو وہ برا سمجھتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، وكتاب الأدب ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان.

۳۷۶۔ فوائد: (۱) اس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھنے کو ان خصائل حمیدہ میں شمار کیا گیا ہے، جن کی بدولت انسان کو ایمان کی لذت محسوس ہوتی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس محبت میں دنیوی مفادات کے نشیب و فراز کے ساتھ اتار چڑھاؤ نہیں آتا، بلکہ یہ محبت ہر صورت میں قائم اور محبوب کا اکرام و احترام لازماً برقرار رہتا ہے، چاہے فریق ثانی (محبوب) کا رویہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ۔ (۲) اللہ و رسول کی محبت تو ایمان کی بنیاد ہے اور کائنات کی ہر چیز سے اس محبت کے زیادہ ہونے کا مطلب ہے کہ ان کے احکام و فرامین کی اطاعت اور ان کی رضا مندی، بیوی بچوں، ماں باپ وغیرہ کی خواہشات اور دنیا کے ہر مفاد اور غرض پر بالا ہو اور جب ان دونوں کا ٹکراؤ ہو تو اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو اولیت و اہمیت دی جائے۔ (۳) کفر سے کراہت کا مطلب، اللہ کی نافرمانیوں سے اجتناب ہے کہ کہیں ارتکاب معصیت اللہ کی ناراضی کا سبب نہ بن جائے۔

٣٧٧ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلُّهُ: إمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالمَسَاجِدِ، وَرَجُلانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حُسْنٍ وَجَمَالٍ، فقال: إنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ» متفقٌ عليه.

۲/۳۷۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، سات آدمی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قیامت والے دن اپنے (عرش یا حفاظت) کے سائے تلے جگہ دے گا، اس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران۔ (۲) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ عز و جل کی عبادت میں ہوئی ہو۔ (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو (مسجد کی خاص محبت اس کے دل میں ہو۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد کے لئے بے قرار ہو)۔ (۴) وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر وہ باہم جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ آدمی جسے کوئی حسین و جمیل عورت دعوت گناہ دے، لیکن وہ اس کے

جواب میں کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے چھپایا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اس کے خوف سے) اس کی آنکھیں بہ پڑیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة، وكتاب الزكاة، وكتاب الرقاق، وكتاب الحدود ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة برقم١٠٣١.

۳۷۷۔ فوائد: اس روایت میں سات افراد بیان کئے گئے ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اپنی خاص حفاظت یا عرش الٰہی کا سایہ عطا فرمائے گا۔ بعض اور روایات میں ان مذکورہ اعمال کے علاوہ بھی کچھ اور عملوں پر اسی مقام خاص کی نوید بیان کی گئی ہے۔ بعض علماء نے ان اعمال کی تعداد ستر تک بیان کی ہے۔ نبی ﷺ نے یہ اعمال مختلف احوال اور اوقات میں بیان فرمائے ہیں اس لئے ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

٣٧٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إن الله تعالى يقولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحابُّونَ بِجَلالي؟ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ في ظِلِّي يَوْمَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلِّي» رواه مسلم.

۳/ ۳۷۸۔ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائے گا' میری عظمت و جلالت کے لئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا' جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الحب في الله.

٣٧٩ ـ وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذي نَفْسي بِيَدِهِ! لَا تَدْخُلُوا الجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحابُّوا، أَوَ لا أَدُلُّكُمْ عَلى شَيْءٍ إذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلامَ بينكم» رواه مسلم.

۴/ ۳۷۹۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤ گے' جب تک ایمان نہیں لاؤ گے' اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے (صرف اللہ کے لئے) محبت نہیں کرو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے' (وہ یہ کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون.

۳۷۹۔ فوائد: اس میں سلام کو باہمی محبت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ اسی لئے تاکید کی گئی ہے کہ تم ہر مسلمان کو سلام کرو، چاہے تم اس سے شناسائی رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلام کرنے سے ہی تم مومن اور جنت کے مستحق قرار پا جاؤ گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایمان اسی وقت مفید ہو گا جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو گا۔ سلام، اسلام کا ایک شعار اور ایمان کا ایک عملی مظاہرہ ہے۔ ایمان اور عمل کا اجتماع ایک مومن کو جنت میں لے جائے گا۔

٣٨٠ ـ وعنه عن النبيِّ ﷺ: «أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهُ في قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً» وذكر الحديث إلى قوله: «إنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ» رواه مسلم. وقد سبق بالباب قبله.

۵/ ۳۸۰۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی کی طرف اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں اس کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ بٹھا دیا اور باقی حدیث بیان کی، جس میں فرشتے کا یہ قول بھی ہے کہ وہ جانے والے سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس کی وجہ سے اس سے محبت رکھتا ہے۔

یہ حدیث باب سابق میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ رقم الحدیث ۲/ ۳۶۱

تخریج: تقدم تخریجه في الباب السابق برقم٣٦١.

٣٨١ ـ وعن البَرَاءِ بن عَازِبٍ رضي الله عنهما عن النَّبِيِّ ﷺ أنه قال في الأَنْصَارِ: «لَا يُحِبُّهُمْ إلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ» متفقٌ عليه.

۶/ ۳۸۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے محبت مومن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا۔ جو ان (انصار) سے محبت کرے گا، اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا (یعنی ناپسند کرے گا) (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الأنصار ـ وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حبّ الأنصار وعلي رضي الله عنهم من الإیمان.

۳۸۱۔ فوائد: انصار نے اسلام، مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جس طرح وفاداری کا حق ادا کیا، وہ اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب اور ان کے اخلاص و کردار کا ایک بہترین نمونہ ہے، اللہ نے ان کے اس عمل و کردار کا یہ صلہ دیا کہ ان کی محبت کو ایمان کی علامت اور اللہ کی محبت کا ذریعہ اور ان سے بغض و نفرت کو نفاق کی

علامت اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہونے کا ذریعہ بتلایا۔ مدینے میں اوس اور خزرج دو مشہور قبیلے تھے‘ اسلام سے قبل یہ دونوں قبیلے باہم برسرپیکار رہتے تھے۔ اسلام نے ان کو نہ صرف باہم شیر و شکر کر دیا‘ بلکہ ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کے لئے بھی انہوں نے اپنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے اور ان کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کیا۔ اسی لئے ان کا نام ہی انصار پڑ گیا۔ رضي الله عنهم ورضوا عنه

٣٨٢ - وعن مُعاذٍ رضي الله عنه قال: سمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: المُتَحَابُّونَ في جَلاَلي، لَهُمْ مَنَابرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ». رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۷/ ۳۸۲۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا‘ (قیامت والے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا‘ میری جلالت و عظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ ان کے لئے نور کے منبر ہیں (جس پر وہ بیٹھیں گے) ان پر انبیاءؑ اور شہداءؒ بھی رشک کریں گے (اس مقام کی آرزو کریں گے)
(ترمذی اور امام ترمذی نے کہا‘ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الحب في الله.

۳۸۲۔ فوائد: اس میں صرف اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا وہ مقام عظیم بیان فرمایا گیا ہے‘ جو انہیں عنداللہ حاصل ہو گا۔ انبیاء کے رشک کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں انبیاء سے بھی زیادہ اونچا مقام ملے گا‘ بلکہ سب سے اونچے مقام پر تو انبیاء ہی فائز ہوں گے تاہم باہم محبت کرنے والوں کو بھی بہت اونچا مقام حاصل ہو گا جسے انبیاء بھی دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس پر رشک کریں گے۔

٣٨٣ - وعن أبي إدريسَ الخَوْلانيِّ رَحِمَهُ اللهُ قال: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ، فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَإِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَإِذَا اخْتَلَفُوا في شَيْءٍ، أَسْنَدُوهُ إِلَيْهِ، وَصَدَرُوا عَنْ رَأيِهِ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضي الله عنه، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى قَضَى صَلاَتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لأُحِبُّكَ لِلهِ، فَقَالَ: آللهِ؟ فَقُلْتُ: أَللهِ، فقال: آللهِ؟ فَقُلْتُ: أَللهِ، فَأَخَذَنِي بِحَبْوَةِ رِدَائي، فَجَبَذَنِي إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ

۸/ ۳۸۳۔ حضرت ابو ادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں گیا (تو دیکھا) کہ ایک جوان آدمی جس کے اگلے دانت خوب چمکیلے ہیں اور اس کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب وہ آپس میں کسی چیز کی بابت اختلاف کرتے ہیں تو اس کے (حل کے) لئے اس سے سوال کرتے ہیں اور اپنی رائے سے رجوع کر کے اس کی رائے کو قبول کرتے ہیں‘ چنانچہ میں نے اس نوجوان کی بابت پوچھا (کہ یہ کون ہے؟) تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ (صحابی رسول) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب اگلا دن ہوا تو میں صبح سویرے ہی مسجد میں آگیا‘ لیکن میں نے دیکھا کہ جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور میں نے انہیں (وہاں) نماز پڑھتے ہوئے پایا‘ پس میں ان کا انتظار کرتا رہا‘ یہاں تک کہ وہ

رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «قال الله تعالى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي للمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ» حديث صحيح رواه مالِك في المُوَطَّأ بإسنادِهِ الصَّحيحِ. قَوْلُهُ: «هَجَّرْتُ» أَيْ: بَكَّرْتُ، وَهُوَ بتشديد الجيم. قوله: «آللهِ، فَقُلْتُ: أَللهِ» الأَوَّلُ بهمزةٍ ممدودةٍ لِلْاِسْتفهامِ، والثاني بِلا مدٍّ.

اپنی نماز سے فارغ ہو گئے' میں ان کے سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا' انہیں سلام عرض کیا اور پھر کہا' اللہ کی قسم' میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں' انہوں نے کہا' کیا واقعی؟ میں نے کہا' ہاں اللہ کی قسم۔ انہوں نے کہا' کیا واقعی؟ میں نے کہا' واقعی' اللہ کی قسم۔ پس انہوں نے مجھے میری چادر کی گوٹ (کنارے) سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا' خوش ہو جا' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میری محبت واجب ہو گئی ہے ان کے لئے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے' میرے لئے ایک دوسرے کی ہم نشینی کرتے اور میرے لئے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

(امام مالک نے اسے موطا میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

ہجرت' جیم پر شد' صبح سویرے جلدی آیا۔ آللہِ فَقُلْتُ اَللہِ ۔ ' پہلا استفہام کے لئے ہے ہمزۂ ممدودہ یعنی مد کے ساتھ اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

تخريج: مؤطأ الإمام مالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابّين في الله.

۳۸۳۔ فوائد: اس میں اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت' ایک دوسرے سے میل ملاقات اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی فضیلت کے علاوہ یہ مسئلہ بھی بیان ہوا ہے کہ انسان جس شخص سے اللہ کے لئے محبت رکھے' اس کو بتلا دے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک ادب یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جب انسان عبادت یا ورد (وظیفے) میں مشغول ہو تو ملاقاتی اس کے سامنے جا کر نہ بیٹھے تاکہ اس کا انہاک اور خشوع نہ ٹوٹے' بلکہ اس کے پیچھے بیٹھ کر اس کا انتظار کرے اور فراغت کے بعد اس کے سامنے آئے۔

٣٨٤ ـ عن أَبي كَرِيمَةَ المِقْدَادِ بْن مَعْدِيْكَرِبَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إذا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ، فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۹ / ۳۸۴ ۔ حضرت ابو کریمہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ اسے بتلا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (ابو داوٗد' ترمذی' امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث صحیح ہے۔)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في إعلام الحب - وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إيّاه. — **عون المعبود کے نسخے میں یہ باب بہ ایں عنوان ہے** باب الرجل يحب الرجل على خير يراه

۳۸۴- فوائد: اطلاع دینے میں حکمت یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی آگاہ ہو جائے تاکہ یہ محبت دو طرفہ ہو جائے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت اور تعاون کریں۔

٣٨٥ - وعن مُعاذٍ رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ الله ﷺ أَخَذَ بيدِه وقال: «يَا مُعَاذُ! واللهِ! إنِّي لأُحِبُّكَ، ثُمَّ أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ في دُبُرِ كُلِّ صلاةٍ تَقُولُ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ». حديث صحيحٌ، رواه أبو داود والنسائي بإسناد صحيح.

۱۰/ ۳۸۵- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا' اے معاذ! اللہ کی قسم' میں تم سے محبت کرتا ہوں' پھر میں اے معاذ! تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ چھوڑنا اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ' اللہ' میری مدد فرما اس بات پر کہ میں تیرا ذکر' شکر اور تیری اچھی عبادت کروں۔ (حدیث صحیح ہے' ابو داؤد' نسائی)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الوتر، باب في الاستغفار - وسنن نسائی، كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الدعاء.

۳۸۵- فوائد: اس حدیث میں اس امر کی ترغیب ہے کہ جس سے محبت ہو' اس کی دینی رہنمائی کا اہتمام کیا جائے۔ اور اس کی ہر ممکن اصلاح اور خیر خواہی کی جائے

٣٨٦ - وعن أَنسٍ رضي الله عنه، أَنَّ رَجُلاً كَانَ عِنْدَ النَّبيِّ ﷺ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهِ، فَقَالَ: يَا رَسولَ اللهِ! إنِّي لأُحِبُّ هٰذا، فقال له النَّبيُّ ﷺ: «أَأَعْلَمْتَهُ؟» قَالَ: لا، قَالَ: «أَعْلِمْهُ»، فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إنِّي أُحِبُّكَ في اللهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ. رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۱۱/ ۳۸۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' کہ ایک اور آدمی وہاں سے گزرا' آپ کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا' اے اللہ کے رسول! میں یقیناً اس گزرنے والے شخص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا' کیا تو نے اس کو بتلایا ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' اس کو بتلا' چنانچہ وہ شخص (تیزی سے) اس کے پاس گیا اور اس سے کہا' میں تجھ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں' اس نے جواب میں کہا' وہ اللہ تجھ سے محبت کرے جس کے لئے تو نے مجھ سے محبت کی ہے۔ (ابو داؤد بسند صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إياه.

٤٧ - بَابُ عَلَامَاتِ حُبِّ اللهِ تَعَالَى

۴۷- بندے سے اللہ کے محبت کرنے کی

الْعَبْدِ وَالْحَثُّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْيِ فِي تَحْصِيلِهَا

علامات‘ ان علامات سے متصف ہونے کی ترغیب اور ان کے حصول کے لئے سعی و کاوش کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [آل عمران: ٣١]، وقال تعالى: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ يُجَـٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [المائدة: ٥٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا‘ اے پیغمبر! کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو‘ تو میری پیروی کرو‘ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے‘ اے ایمان والو‘ تم میں سے جو اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے (مرتد ہو جائے) تو (اس کی جگہ) اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے‘ وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے‘ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور (دین کے معاملے میں) کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے‘ یہ اللہ کا فضل ہے‘ جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کشائش والا جاننے والا ہے۔

فوائد آیات: پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت کرنے والے‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں۔ اتباع رسول کے بغیر‘ اللہ کی محبت کا دعویٰ بے حقیقت اور کھوکھلا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول سے محبت کا مطلب بھی اتباع رسول ہی ہے نہ کہ اتباع کے بغیر محض محبت کے کھوکھلے دعوے۔ دوسری آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے یا جو لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں‘ ان کی وہ صفات ہوتی ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔ اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جو اللہ کے محبوب اور اس کے مقرب بننا چاہتے ہیں وہ اپنے کو ان صفات حسنہ سے آراستہ اور ان کو حاصل کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں۔ ان صفات کو اختیار کئے بغیر وہ اللہ کے محبوب و مقرب نہیں بن سکتے۔

٣٨٧- وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ تعالى قال: مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيّاً فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إليَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ

١/ ٣٨٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے‘ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے‘ یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا میرے عائد کردہ فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا‘

عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إلَيَّ بالنَّوافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بها، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بها، وإنْ سَأَلَني أَعْطَيْتُهُ، وَلَئِن اسْتَعَاذَنِي لأُعِيذَنَّهُ» رواه البخاري. معنى «آذَنْتُهُ»: أَعْلَمْتُهُ بأَنِّي مُحَارِبٌ له. وقوله: «اسْتَعَاذَنِي» رُوِيَ بالباءِ وروِيَ بالنون.

مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (علاوہ ازیں) میرا بندہ (مزید) نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز سے) پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

آذنتہ، کے معنی ہیں، میں اسے بتلا دیتا ہوں کہ میری اس سے جنگ ہے۔ اور استعاذ نی، (نون کے ساتھ) استعاذ بی (باء کے ساتھ) بھی مروی ہے۔ (مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع.

٣٨٧۔ فوائد: اس میں اولیاء اللہ کا مقام اور ان کی پہچان بیان کی گئی ہے۔ کمال ایمان و تقویٰ کا نام ولایت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے الذین آمنوا وکانوا یتقون (یونس، ٦٣) اللہ کے ولی وہ ہیں جو ایمان دار اور متقی ہیں۔ اس لحاظ سے ہر مومن و متقی ولی اللہ ہے۔ گویا اولیاء اللہ کوئی مخصوص قسم کے افراد، یا ایمان و تقویٰ کے علاوہ کوئی خاص علامات کے حامل نہیں ہوتے، جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں، حتیٰ کہ وہ فرائض و سنن کے تارک بلکہ طہارت تک سے غافل پاگل یا نیم پاگل لوگوں کو ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ ولی اللہ فرائض و سنن کا پابند اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کا پیکر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس حدیث میں ایک چیز تو یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے ولی سے دشمنی، اللہ سے دشمنی ہے۔ کیونکہ مسلمہ بات ہے دوست کا دوست بھی دوست اور دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کے ولیوں سے دوستی اور محبت، اللہ سے دوستی ہے اور اللہ کے ولیوں سے دشمنی، اللہ سے دشمنی ہے۔ یہ ایک مومن کامل (ولی اللہ) کا وہ مقام ہے جو عنداللہ اسے حاصل ہوتا ہے۔

دوسری چیز اس میں بیان کی گئی ہے کہ جب ایک مومن بندہ فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام سے اللہ کے ہاں قربت اور محبوبیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا خاص مددگار بن جاتا ہے، اس کے اعضاء اور جوارح کی حفاظت فرماتا ہے اور انھیں اپنی نافرمانی کے لئے استعمال نہیں ہونے دیتا۔ وہ اپنے کانوں سے

وہی باتیں سنتا، اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھتا، اپنے ہاتھوں سے وہی چیز پکڑتا اور اپنے قدموں سے اسی چیز کی طرف چل کر جاتا ہے، جو اللہ کو پسند ہیں۔ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کی طرف وہ کان لگاتا ہے نہ آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے، اسے ہاتھ لگاتا ہے نہ اس کی طرف اس کے قدم اٹھتے ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو بعض گمراہ اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے لوگ اس سے اخذ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی آنکھ، کان، ہاتھ پیر وغیرہ بن جاتا ہے یعنی وہ اللہ کے وجود اور اس کی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ ان کے اندر حلول کر جاتا ہے، اب اللہ سے یا ان سے مانگنا ایک ہی بات ہے، کیونکہ وہ دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں، یا اللہ مدد بھی صحیح ہے اور یا رسول اللہ مدد اور یا علی مدد یا حسین مدد یا عبدالقادر مدد وغیرہ بھی صحیح ہے۔ یاد رکھیں یہ صریحاً گمراہی بلکہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہی اور شرک سے بچائے۔ حدیث کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے، جس کی رو سے اللہ کا ولی اسی چیز کو پسند اور اختیار کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔

تیسری چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ فرائض کی ادائیگی سب سے مقدم ہے، اور اس کی ادائیگی کے ذریعے سے ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا، اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ یہی اصل بنیاد ہے، جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح فرائض کے بغیر، نوافل کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ فرائض کا تارک سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا، کیونکہ ان کے ترک پر سخت وعیدیں ہیں۔ جب کہ نوافل کے ترک پر کوئی وعید نہیں۔ البتہ فرائض کے ساتھ، نوافل کا اہتمام سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوافل سے انسان کو اللہ کا خصوصی قرب اور وہ مقام محبوبیت حاصل ہوتا ہے جس کے بعد اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے۔

چوتھی چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے۔ تاہم قبولیت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ظہور فوری طور پر ہو۔ بلکہ اس قبولیت میں تاخیر بھی ممکن ہے۔ یعنی دعا تو ضرور قبول کی جاتی ہے، تاہم اس کا ظہور جلد ہو یا بہ دیر، یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

٣٨٨ـ وعنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «إذا أَحَبَّ اللهُ تعالى العَبْدَ، نَادَى جبْريلَ: إنَّ اللهَ تعالى يُحِبُّ فُلاناً، فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْريلُ، فَيُنَادِي في أَهْلِ السَّمَاءِ: إنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلاناً، فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ له القَبُولُ في الأرْضِ» متفقٌ عليه. وفي رواية لمسلم: قال رَسولُ الله ﷺ: «إنَّ اللهَ تعالى إذا أَحَبَّ عَبْداً دَعَا جبْريلَ، فقال: إنِّي أُحِبُّ فُلاناً فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْريلُ، ثُمَّ يُنَادِي في السَّمَاءِ،

٢ / ٣٨٨ ـ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرماتا ہے، تو جبریل کو بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، پس تو بھی اس سے محبت کر، پس جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر اس شخص کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھ دی جاتی ہے

فَيَقُولُ: إنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلاناً، فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَه القَبُولُ في الأَرْضِ، وإذا أَبْغَضَ عَبْداً دَعَا جِبْرِيلَ، فَيَقُولُ: إنِّي أُبْغِضُ فُلاناً، فَأَبْغِضْهُ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي في أَهْلِ السَّمَاءِ: إنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلاناً، فَأَبْغِضُوهُ، فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ تُوضَعُ لَه البَغْضَاءُ في الأَرْضِ».

(یعنی اہل زمین میں بھی وہ مقبول و محبوب ہو جاتا ہے)۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا اور اس سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی اس سے محبت کر' پس جبریل ؑ اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر جبریل ؑ آسمان میں منادی کرتے اور کہتے ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے' تم بھی اس سے محبت کرو' پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبریل ؑ کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں سے دشمنی کرتا ہوں' تو بھی اس سے دشمنی کر' پس جبریل ؑ بھی اس سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں' پھر وہ آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے دشمنی کرتا ہے' تم بھی اس سے دشمنی کرو' پھر اس کے لئے زمین میں دشمنی رکھ دی جاتی ہے (یعنی اہل زمین بھی اس سے بغض و عناد رکھتے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب إذا أحبّ الله عبدا حبّبه لعباده.

۳۸۸۔ فوائد: اس حدیث میں عنداللہ محبوبیت کا صلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسا شخص پھر اللہ ہی کا محبوب نہیں رہتا' بلکہ اس کے ساتھ اہل آسمان و اہل زمین سب ہی کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ افراد کو دنیا اور آسمان والے سبھی ناپسند کرتے ہیں۔ یاد رہے' دنیا میں یہ محبوبیت ان لوگوں میں رہتی ہے جن کی فطرت صحیح ہوتی ہے جو معروف کو معروف اور منکر کو منکر ہی سمجھتے ہیں۔ تاہم ارتکاب معصیت کے تسلسل سے جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے اور ان کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف ہو جاتا ہے' ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ تو بالعموم نیک لوگوں کو ناپسند ہی کرتے ہیں' کیونکہ ہر جنس کو اپنی ہی جنس پیاری ہوتی اور اچھی لگتی ہے۔ نعوذ بالله من هذه الفطرة الزائغة

٣٨٩ ـ وعن عائشة رضي الله عنها، ۳ / ۳۸۹ ۔ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے'

أَنَّ رسولَ الله ﷺ بَعَثَ رَجُلاً على سَرِيَّةٍ، فَكَانَ يَقْرَأُ لأَصْحَابِهِ في صَلاتِهِمْ، فَيَخْتِمُ بـ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ فلمَّا رَجَعُوا، ذَكَرُوا ذٰلِكَ لرسولِ الله ﷺ فقال: «سَلُوهُ لأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟» فَسَأَلوه، فَقَالَ: لأَنَّها صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، فأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بها، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ تعالى يُحِبُّهُ» متفقٌ عليه.

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر (امیر بنا کر) بھیجا‘ پس وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا اور قرآن پڑھاتا اور اپنی قراء ت (ہر رکعت میں) قل ھو اللہ احد پر ختم کرتا۔ جب یہ (لشکر والے) لوٹ کر آئے‘ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتلایا‘ آپؐ نے فرمایا‘ اس سے پوچھو‘ یہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے پوچھا‘ تو اس نے کہا کہ (اس میں) رحمٰن کی صفت ہے‘ اس لئے میں اسے (زیادہ) پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے (سن کر) فرمایا‘ اس کو بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلي توحيد الله تبارك وتعالي ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب قراءة ﴿قل هو الله أحد﴾.

۳۸۹۔ فوائد: اللہ کی صفات پر مشتمل سورت کو پسند کرنا اور کثرت سے پڑھنا‘ یہ بھی اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر ہر رکعت کی قراء ت کے آخر میں قل ھو اللہ احد پڑھنے کا اہتمام کرے‘ تو یہ جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

٤٨ ـ بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ إِيذَاءِ الصَّالِحِينَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِينِ

۴۸۔ نیک لوگوں‘ کمزوروں اور مسکینوں کو ایذا پہنچانا نہایت خطرناک ہے

قال اللهُ تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ٥٨] وقال تعالى: ﴿فَأَمَّا ٱلْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَأَمَّا ٱلسَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ [الضحى: ٩ـ١٠].

وأما الأحاديث، فكثيرة منها:

حديثُ أبي هريرةَ رضي الله عنه في الباب قبل هذا: «مَنْ عَادَى لِي ولِيّاً فَقَدْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی قصور کیا ہو‘ تو انہوں نے بوجھ اٹھایا بہتان اور صریح گناہ کا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس یتیم پر ظلم نہ کرنا اور سائل کو نہ جھڑکنا۔

اس باب سے متعلق احادیث کثرت سے ہیں۔ ان ہی میں سے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی وہ حدیث ہے‘ جو اس سے پہلے کے باب میں گزری ہے‘ ”جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے‘ میرا اس سے اعلان جنگ ہے“

آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ». ومنها حديثُ سعدِ بنِ أبي وقاصٍ رضي الله عنه السابق في «باب ملاطفة اليتيم» وقوله ﷺ: «يَا أَبَا! بَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُم، لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ».

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب ملاطفہ الیتیم میں گزری' اور نبی ﷺ کا یہ فرمان "اے ابو بکر! اگر تونے ان کو ناراض کر دیا تو یقیناً تونے اپنے رب کو ناراض کر دیا" (مزید چند احادیث ملاحظہ ہوں):

٣٩٠ ـ وعن جُنْدُبِ بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى صَلاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِي ذِمَّةِ الله، فَلاَ يَطْلُبَنَّكُمُ الله مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ» رواه مسلم.

۱/ ۳۹۰۔ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے صبح کی نماز پڑھی' وہ اللہ کی حفاظت و ضمانت میں ہے' پس (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ضمانت کے بارے میں کچھ باز پرس نہ کرے' اس لئے کہ جس سے وہ اپنے ذمے کے بارے میں کچھ بھی باز پرس کرے گا تو (وہ کوتاہی پر) اس کا مواخذہ کرے گا اور پھر اسے منہ کے بل (اوندھا کر کے) جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة.

۳۹۰۔ فوائد: ذمۃ اللہ کے معنی فی امان اللہ ہیں۔ جس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ایسے پابند صلوٰۃ مومن کو ایذا نہ پہنچائے (کیونکہ وہ اللہ کی حفاظت اور امان میں ہے) جو شخص اسے ایذاء پہنچاتا ہے' وہ گویا اللہ کے عہد کو توڑتا ہے جس پر اللہ اس کا مواخذہ فرمائے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز باجماعت کے ساتھ پڑھنے سے ایک مومن اللہ کے ساتھ عہد کرلیتا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اب وہ سارا دن اللہ کے عہد یعنی اس کے احکام کی پاسداری کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا' بلکہ نماز کے پڑھنے کے بعد اللہ کے احکام سے بے نیاز ہو جاتا اور من مانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عہد کے بارے میں باز پرس کرے گا اور اس کا مواخذہ فرمائے گا۔ پہلے مفہوم کی رو سے اس میں فجر کی نماز باجماعت پڑھنے والے کی فضیلت ہے اور دوسرے مفہوم کی رو سے اس میں ایک مومن کے لئے تنبیہہ ہے کہ اس نے صبح کا آغاز اللہ کی عبادت یعنی اس کے ساتھ عہد وفا سے کیا ہے۔ اب سارا دن اس عہد کو نبھانا اور نقض عہد سے اجتناب کرنا ہے۔

٤٩ ـ بَابُ إِجْرَاءِ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهُمْ إِلَى اللهِ تَعَالَى

۴۹۔ اس بات کا بیان کہ لوگوں پر ظاہر کے اعتبار سے احکام کا اجراء ہوگا اور ان کے اندرونی احوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا

قال الله تعالى: ﴿فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اگر وہ توبہ کر لیں' نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

[التوبة: ٥].

فائدہ آیت: مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کرکے اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور ظاہری طور پر وہ احکام و فرائض اسلام کی پابندی کرے، تو پھر اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ نفاق کے طور پر ایسا کر رہا ہے یا نمود و نمائش یا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے، تو یہ چونکہ اندرونی معاملہ ہے، اسے اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا، کیونکہ وہی دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ کوئی دوسرا شخص کسی کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔

تاہم اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں جو مسلمان تو کہلانے پر اصرار کریں، لیکن ضروریات دین میں سے کسی چیز کا وہ انکار کریں۔ کیونکہ ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ جیسے ختم نبوت کا انکار، حجیت حدیث سے انکار، جنت دوزخ اور ملائکہ کے وجود کا انکار جو نص صریح سے ثابت ہیں۔ ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے اور ایک اسلامی ملک میں ایسے لوگوں کا شمار مرتدین میں ہونا چاہیے نہ کہ مسلمانوں میں۔

٣٩١ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما، أن رسولَ الله ﷺ قال: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لا إلهَ إلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّداً رسولُ الله، وَيُقِيمُوا الصَّلاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكاةَ فَإذَا فَعَلُوا ذلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إلَّا بِحَقِّ الإِسْلامِ، وَحِسابُهُمْ عَلى الله تعالى» متفقٌ عليه.

۱/ ۳۹۱ ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ (اس توحید و رسالت کے اقرار کے بعد) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کرلیں گے، سوائے حق اسلام کے۔ (یعنی مالوں میں سے صرف زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اگر کسی کو ناجائز قتل کر دے گا تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا) اور ان (کے باطن) کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب ﴿فإن تابوا وأقاموا الصلاة﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا. . .

۳۹۱۔ فوائد: اس حدیث میں ایک تو جہاد کا مقصد اور اس کی غرض و غایت کا بیان ہے اور وہ ہے دنیا سے کفر و شرک اور طاغوت کی عبادت و حکومت کا خاتمہ۔ جب تک یہ مقصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہو گا، جہاد جاری رہے گا، اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ الجهاد ماض الى يوم القيمة "جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ علاوہ ازیں حدیث میں الناس (لوگوں) سے مراد مشرکین اور بتوں کے پجاری ہیں۔ کیونکہ دوسری نصوص سے اہل کتاب کے لئے استثناء ثابت ہے کہ اگر وہ جزیہ دے کر اہل اسلام کی ماتحتی میں رہنا پسند کریں،

تو ان سے قتال کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ مشرکین کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ یا تو اسلام قبول کر کے الٰہ واحد کے پرستار بن جائیں، ورنہ لڑائی کے لئے تیار رہیں، اور مسلمانوں کی ذمے داری ہے کہ ان سے جہاد کر کے کفر و شرک کا خاتمہ کریں اور اللہ کی توحید کا جھنڈا ہر جگہ لہرائیں۔

اس حدیث سے ان لوگوں کی واضح تردید ہوتی ہے جو اسلام کے نظریہ جہاد کو مسخ کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام میں صرف دفاعی جنگ ہے۔ یہ معذرت خواہانہ انداز ہے۔ دفاعی جنگ تو ہر ملک اور قوم کو مجبوراً لڑنی ہی پڑتی ہے، اس کے جواز میں کسے شبہ ہو سکتا ہے؟ اسلام کا اصل امتیاز تو یہ ہے کہ اس نے دفاعی جنگ کے علاوہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کفر و شرک اور طاغوت کی حکمرانی، تاریکی ہے، گمراہی ہے اور ظلم ہے۔ اسلام کا مقصد دنیا سے تاریکی، گمراہی اور ظلم کا خاتمہ اور لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی راہ پر لگانا اور انہیں عدل و انصاف مہیا کرنا ہے۔ دنیا کے جس خطے میں بھی غیر اللہ کی بندگی اور ظلم و جہالت کا اندھیرا ہو گا، اس کے خاتمے کے لئے مسلمانوں پر جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ جہاں مسلمان کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہوں، انہیں نرغہ کفار سے نکالنے کے لئے کافروں سے جہاد کیا جائے۔ مسلمان جب تک یہ فریضہ جہاد ادا کرتے رہے، اسلام بھی دنیا میں غالب رہا اور مسلمان بھی سربلند رہے۔ اور جب سے مسلمان اس فریضے سے غافل ہوئے ہیں، اسلام بھی محکوم ہو کر رہ گیا ہے اور مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ گویا جہاد ہی میں اسلام کے غلبے اور مسلمانوں کی قوت و استحکام کا راز مضمر ہے۔ کاش مسلمان اس نکتے کو اپنے اسلاف کی طرح سمجھیں۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ قبول اسلام کے بعد ہر مسلمان کی جان و مال محفوظ ہے۔ البتہ اسلام کے احکام ان پر لاگو ہوں گے، جس میں ایک حکم ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی مسلمان کو ناجائز قتل کر دیں گے تو قصاص میں انہیں بھی قتل کیا جائے گا، اِلاَّ یہ کہ مقتول کے ورثاء معاف کر دیں یا دیت قبول کر لیں۔

تیسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ اگر کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس پر اس کے ظاہری حالات کے مطابق احکام اسلام کا اجراء ہو گا، اس کے باطن کو نہیں کریدا جائے گا۔ اگر اس کے دل میں کھوٹ ہے یا کوئی اور مقصد اس کے پیش نظر ہے تو جب تک اس کا صحیح ثبوت مہیا نہیں ہو گا، اس کے خلاف کاروائی نہیں ہو گی اور اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا، یعنی اللہ تعالیٰ ہی قیامت والے دن اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ اس باب سے اس حدیث کا تعلق اس تیسرے نکتے سے ہے۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو اہل بدعت توحید کا اقرار کرنے والے اور احکام شریعت کے پابند ہوں، ان کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

٣٩٢ ـ وعن أبي عَبْدِ الله طَارِقِ بنِ أَشْيَمَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَن قال: لا إلهَ إلَّا الله، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ الله، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسابُهُ عَلى الله تعالى»

۲/ ۳۹۲۔ حضرت ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا، تو اس کا مال اور خون محفوظ (حرام) ہو گیا اور اس (کے باطن) کا حساب

رواه مسلم.

اللہ کے ذمے ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله.

٣٩٣ـ وعن أَبي مَعْبَدِ المِقْدَادِ بن الأَسْوَدِ رضي الله عنه، قال: قلتُ لِرسُولِ اللهِ ﷺ: أَرَأَيْتَ إنْ لَقِيتُ رَجُلاً مِنَ الكُفَّارِ، فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ إحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لاذَ مِنِّي بِشَجَرةٍ، فقال: أَسْلَمْتُ للهِ، أَأَقْتُلُهُ يارسولَ الله! بَعْدَ أَنْ قَالها؟ فَقَالَ: «لاتَقْتُلْهُ»، فَقُلْتُ: يارَسُولَ اللهِ! قَطَعَ إحْدَى يَدَيَّ، ثُمَّ قال ذلكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟! فقال: «لا تَقْتُلْهُ، فَإنْ قَتَلْتَهُ فَإنَّهُ بِمَنزلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتي قال» متفقٌ عليه. ومعنى «إنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ» أَيْ: مَعْصُومُ الدَّم مَحْكُومٌ بِإسْلَامِهِ، ومعنى «إنَّكَ بِمَنْزِلَته» أَيْ: مُبَاحُ الدَّم بالْقِصَاص لِوَرَثَتِهِ، لا أَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ في الْكُفْرِ، والله أعلم.

۴/ ۳۹۳۔ حضرت ابو معبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا‘ یہ بیان فرمائیے کہ اگر میری کافروں میں سے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہو جائے‘ ہم آپس میں لڑیں‘ وہ میرے ایک ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے‘ پھر وہ میرے وار سے بچنے کے لئے ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے‘ میں اللہ پر ایمان لے آیا۔ تو اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا‘ تم اسے قتل مت کرو‘ میں نے عرض کیا‘ اللہ کے رسول! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے یہ کہا؟ آپ نے فرمایا‘ تم اسے قتل مت کرو‘ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو (یاد رکھنا) وہ تمہارے اس مرتبے پر ہو جائے گا جس پر تم اس کے قتل سے پہلے تھے اور تم اس کے اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ اس کلمے کے کہنے سے قبل تھا جو اس نے کہا۔ (بخاری و مسلم)

وہ تمہارے مرتبے پر ہو جائے گا‘ کا مطلب ہے‘ اس کا خون محفوظ ہو گا اور وہ مسلمان سمجھا جائے گا اور تم اس کے مرتبے پر ہو جاؤ گے‘ کے معنی ہیں‘ اس کے وارثوں کے لئے بطور قصاص تمہارا خون بہانا جائز ہو گا‘ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس کے کفر کے مرتبے پر ہو جاؤ گے (یعنی کافر ہو جاؤ گے‘ جیسا کہ بظاہر یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے) واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدرا ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله.

۳۹۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ احکام اسلام کا نفاذ ظاہری حالات پر ہی ہو گا‘ باطن پر نہیں۔ کیونکہ باطن کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کوئی قبول اسلام کا اظہار کرے گا تو اسے تسلیم کرنا ہو گا اور اس کے جان و مال کا تحفظ ضروری ہو گا اور جو شخص اس حرمت کے علم کے باوجود اسے قتل کر دے گا تو اس کے ورثاء کے لئے

قصاص لینا جائز ہو گا۔ البتہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کام لیتے ہوئے قتل کرے گا تو صرف دیت کی ادائیگی ضروری ہو گی۔ چنانچہ بعض صحابہؓ نے یہی تاویل کرتے ہوئے کہ اس نے صرف جان بچانے کے لئے اسلام کا اظہار کیا ہے، اسلام کا اظہار کرنے والے کو قتل کر دیا، تو نبی ﷺ نے مقتول کے ورثاء کو دیت ادا فرمائی۔

٣٩٤ ـ وعن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ رضي الله عنهما، قال: بَعَثَنَا رسولُ الله ﷺ، إلى الحُرَقَةِ مِنْ جُهَينَةَ، فَصَبَّحْنا الْقَوْمَ عَلَى مِياهِهِمْ، وَلحِقْتُ أنَا وَرَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ رَجُلاً مِنْهُمْ، فلَمَّا غَشِيْناهُ قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ، فَكَفَّ عَنْهُ الأَنْصَارِيُّ، وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنا المَدِينَةَ، بَلَغَ ذلِكَ النَّبيَّ ﷺ فقال لي: «يا أُسَامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ ما قَالَ: لا إلهَ إلَّا اللهُ؟» قلتُ: يا رسولَ الله! إنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذاً، فَقَالَ: «أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لا إلهَ إلَّا اللهُ؟!» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُها عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: فقَالَ رسولُ الله ﷺ: «أَقَالَ: لا إلهَ إلَّا اللهُ، وَقَتَلْتَهُ؟!» قلتُ: يا رسولَ اللهِ! إنَّمَا قَالَهَا خَوْفاً مِنَ السِّلاحِ، قال: «أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَم أَقَالَهَا أَمْ لا؟!» فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

۴ / ۳۹۴ ۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلے کی ایک شاخ حرقہ کی طرف (لڑائی کے لئے) بھیجا، پس صبح صبح ہم ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے۔ (لڑائی کے دوران) میری اور ایک اور انصاری کی مڈ بھیڑ ان کے ایک آدمی کے ساتھ ہوئی، پس جب ہم نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا، جس پر (میرے ساتھی) انصاری نے تو اپنا ہاتھ روک لیا، لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی، آپؐ نے مجھ سے فرمایا، اے اسامہ! کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا، اللہ کے رسولؐ! اس نے تو صرف جان بچانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ آپ نے (پھر) فرمایا، کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ آپ یہی فقرہ بار بار میرے سامنے دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (یعنی اب مسلمان ہوتا، تاکہ میرے ہاتھوں ایک نو مسلم کا قتل تو نہ ہوتا)۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس نے تو ہتھیار (تلوار یا نیزے) کے خوف سے یہ کلمہ کہا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، کیا تم نے اس کا دل چیرا تھا کہ تمہیں علم ہو گیا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا ہے یا نہیں؟ پس

آپ ؐ یہ فقرہ دہراتے رہے' یہاں تک کہ مجھے آرزو ہوئی کہ (میں اس سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا بلکہ) آج مسلمان ہوتا۔

«الحُرَقَةُ» بضم الحاء المهملة وفتح الراءِ: بَطْنٌ مِنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيلَةِ المَعْرُوفَةِ. وقوله: «مُتعوِّذاً»، أَيْ: مُعْتَصِماً بِهَا مِنَ الْقَتْلِ، لا مُعْتَقِداً لها.

الحرقہ ' حائے مہملہ پر پیش اور راء پر زبر۔ مشہور قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ۔ متعوذا کے معنی ہیں' قتل سے بچاؤ کے لئے اس نے کلمہ پڑھا تھا' اس لئے نہیں کہ وہ دل سے اللہ کی توحید کا معتقد ہو گیا تھا۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة رضي الله عنه، وكتاب الديات، باب قول الله تعالي ﴿ومن أحياها﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله.

۳۹۴۔ فوائد: اس کا تعلق باب سے واضح ہے کہ احکام اسلام کا نفاذ و اجراء ظاہری حالات پر ہو گا۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح انتقامی کارروائیوں کا سدباب کر دیا گیا ہے' ورنہ ہر شخص' کسی دشمن وغیرہ کو قتل کر کے دعویٰ کر سکتا تھا کہ یہ اپنے دعوائے اسلام میں جھوٹا تھا' اس لئے میں نے یہ کارروائی کی ہے۔ چنانچہ سد ذریعہ کے طور پر باطنی کیفیت کے کھوج لگانے کو ہی سرے سے غیر ضروری قرار دے دیا گیا اور صرف ظاہر پر معاملہ کرنے کی تاکید کی گئی۔

حضرت اسامہ ؓ پر قصاص کا حکم اس لئے عائد نہیں کیا گیا کہ ان کا یہ فعل تاویل پر مبنی تھا۔ تاہم اس صورت میں دیت کی ادائیگی ضروری ہو گی' چاہے وہ بیت المال سے ادا کی جائے۔ تاکہ ایک مسلمان کا خون ضائع نہ جائے۔

٣٩٥ ـ وعن جُنْدُبِ بنِ عبد الله رضي الله عنه، أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، بَعَثَ بَعْثاً مِنَ المُسْلِمِينَ إلى قَوْمٍ مِنَ المُشْرِكِينَ، وأَنَّهُمُ الْتَقَوْا، فَكانَ رَجُلٌ مِنَ المُشْرِكِينَ إذا شاءَ أَنْ يَقْصِدَ إلى رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقتَلَهُ، وَأَنَّ رَجُلاً مِنَ المُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ، وكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُسامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ، قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ، فَقتَلَهُ فَجاءَ الْبَشِيرُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلَهُ، وَأَخْبَرَهُ، حَتَّى أَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعاهُ فَسَأَلَهُ، فقال: «لِمَ

۵/ ۳۹۵۔ حضرت جندب بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کا ایک دستہ' کچھ مشرکوں کی طرف بھیجا اور ان کا باہم مقابلہ ہوا۔ مشرکوں میں سے ایک آدمی تھا' جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ موقع پا کر اسے قتل کر دیتا۔(یہ صورت حال دیکھ کر) مسلمانوں میں سے (بھی) ایک آدمی اس کی غفلت کی تاک میں رہنے لگا (تاکہ موقع پا کر وہ اس مشرک کو قتل کر دے) اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ یہ اسامہ بن زید ؓ ہیں (چنانچہ جلد ہی وہ وقت آگیا اور حضرت اسامہ ؓ نے موقعہ پا کر) جب (اس کو مارنے کے لئے) اس پر تلوار اٹھائی' تو اس نے لا الہ الا

قَتَلْتَهُ؟» فَقَالَ: يا رسولَ اللهِ! أَوْجَعَ في المُسْلِمِينَ، وَقَتَلَ فُلاناً وفُلاناً ـ وسَمَّى له نَفراً ـ وَإِنِّي حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأى السَّيْفَ قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ. قال رسولُ الله ﷺ: «أَقَتَلْتَهُ؟» قالَ: نَعَمْ، قال: «فَكَيْفَ تَصْنَعُ بلا إلهَ إلَّا اللهُ إذا جاءَتْ يَوْمَ القِيَامَةِ؟» قالَ: يا رسولَ الله! اسْتَغْفِرْ لي. قال: «وكَيْفَ تَصْنَعُ بلا إلهَ إلَّا الله إذا جَاءتْ يَوْمَ القِيامَةِ» فَجَعَلَ لا يَزِيدُ عَلى أَنْ يَقُولَ: «كَيْفَ تَصْنَعُ بلا إلهَ إلَّا اللهُ إذا جَاءَتْ يَوْمَ القِيامَةِ؟» رواه مسلم.

اللہ پڑھ لیا، لیکن انہوں نے (اسے اہمیت نہیں دی اور) اسے قتل کر دیا۔ (اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہوئے) اور خوش خبری دینے والا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ؐ نے اس سے حالات پوچھے اور اس نے بتلائے، یہاں تک کہ اس نے اس آدمی (حضرت اسامہ ؓ) کا قصہ بھی بیان کیا کہ اس نے کیا کیا؟ آپ ؐ نے انہیں بلایا اور ان سے پوچھا، آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم نے اسے قتل کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا، یا رسول اللہ ؐ! اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی اور (ہمارے) فلاں فلاں آدمی کو اس نے قتل کیا اور انہوں نے نبی ﷺ کے سامنے کئی نام بیان کئے (یہ صورت حال دیکھ کر) میں نے اس شخص پر حملہ کیا، جب اس نے تلوار دیکھی (یعنی اس کی زد میں آگیا) تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ دیا۔ (جس سے میں یہی سمجھا کہ یہ صرف جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا، جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ قیامت والے دن آئے گا، تو تم کیا کرو گے (کیا جواب دو گے؟) حضرت اسامہ ؓ نے کہا، یا رسول اللہ! میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیے، آپ ؐ نے (پھر) فرمایا، جب قیامت والے دن یہ کلمہ لا الہ الا اللہ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ پس آپ ؐ یہی فقرہ دہراتے رہے اور اس پر کوئی بات زیادہ نہ فرماتے، کہ جب یہ کلمہ لا الہ الا اللہ قیامت والے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله.

۳۹۵۔ فوائد: گزشتہ حدیث میں اور اس حدیث میں بیان کردہ واقعہ ایک ہی ہے۔ صرف بعض الفاظ میں اختلاف ہے اور تشریح بیان ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کرنا درست نہیں۔

٣٩٦ ـ وعن عبدِ الله بنِ عُتْبَةَ بنِ مسعودٍ قال: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ،

۶ / ۳۹۶ ۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کو

رضي الله عنه، يقول: «إنَّ ناساً كَانُوا يُؤْخَذُونَ بالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رسولِ الله ﷺ، وإنَّ الوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وإنَّما نَأْخُذُكُمُ الآنَ بما ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْراً، أَمَّنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، ولَيْسَ لَنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ، اللهُ يُحاسِبُهُ في سَرِيرَتِهِ، ومَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوءاً، لَمْ نَأْمَنْهُ، ولَمْ نُصَدِّقْهُ وإِنْ قالَ: إِنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ» رواه البخاري.

فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو کچھ لوگوں کا مؤاخذہ وحی کے ذریعے ہو جاتا تھا' لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (اور باطن کے احوال پر مؤاخذہ ممکن نہیں رہا) اس لئے اب ہم تمہارا مؤاخذہ صرف تمہارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئیں گے۔ پس جو ہمارے لئے بھلائی ظاہر کرے گا' ہم اس کو امن دیں گے (یا اس پر اعتبار و اعتماد کریں گے) اور اس کو اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہیں۔ ان کا حساب اللہ تعالیٰ ہی ان سے کرے گا اور جو ہمارے لئے برائی ظاہر کرے گا' ہم اسے امن دیں گے (یا اس پر اعتبار کریں گے) اور نہ اس کی تصدیق کریں گے' اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا اندرونی معاملہ (ارادہ) اچھا تھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب الشهداء العدول.

۳۹۶۔ فوائد: اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ احکام کا اجراء ظاہری اعمال پر ہو گا' نہ کہ لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر کیونکہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔

٥٠ ـ بَابُ الْخَوْفِ

۵۰۔ خشیت الٰہی کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَإِيَّٰيَ فَٱرْهَبُونِ﴾ [البقرة: ٤٠] وقال تعالى: ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾ [البروج: ١٢] وقال تعالى: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِيَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ ٱلنَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُوا۟ فَفِى ٱلنَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾ [هود: ١٠٢ ـ ١٠٦] وقال تعالى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ' جب وہ کسی بستی کو پکڑتا ہے جب کہ اس کے باشندے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں' یقیناً اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے' بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے نشانی ہے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے۔ یہ وہ دن ہو گا جس میں لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی دن سب کی حاضری کا ہے' ہم اسے صرف ایک گنی ہوئی مدت کے لئے (مصلحتاً) موخر کر رہے ہیں۔ جب یہ دن آئے گا

نَفْسَهُۥ﴾ [آل عمران: ٢٨] وقال تعالى: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ [عبس: ٣٤ ـ ٣٧] وقال تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٌ﴾ [الحج: ١، ٢]، وقال تعالى: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ﴾ [الرحمن: ٤٦] الآيات. وقال تعالى: ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوٓا۟ إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِىٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ ٱلسَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْبَرُّ ٱلرَّحِيمُ﴾ [الطور: ٢٥ ـ ٢٨] والآيات في الباب كثيرة جداً معلوماتٌ، والغرضُ الإشارةُ إلى بعضها وقد حَصَلَ. وأَما الأحاديث فكثيرةٌ جداً، فنذكرُ مِنْها طَرَفاً وبالله التَّوفيقُ:

٣٩٧ ـ عن ابن مسعودٍ رضي الله

تو کسی کو اللہ کی اجازت کے بغیر یارائے گفتگو نہیں ہو گا، پس بعض لوگ بدبخت اور بعض نیک بخت ہوں گے۔ جو بدبخت ہوں گے، ان کا ٹھکانا آگ ہے، ان کے لئے اس میں چیخنا اور پکارنا ہو گا۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے (یعنی اس کو ناراض کرنے سے بچو)۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور بیٹوں سے۔ ہر ایک کے لئے ایسی حالت ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز اور بے پروا کر دے گی۔

اور فرمایا: اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا بھونچال بڑی چیز ہے، اس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش ہیں اور یہ مدہوشی نہیں ہو گی، بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اس شخص کے لئے، جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، دو باغ ہیں۔

اور فرمایا: اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے، کہیں گے، اس سے پہلے ہم اپنے گھروں میں (دنیا میں) اللہ سے ڈرا کرتے تھے، پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو (جہنم) کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے قبل اسی کو پکارتے تھے، بلاشبہ وہ بہت احسان کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

اور اس باب میں بہت آیات ہیں اور مشہور ہیں، یہاں مقصود بعض کی طرف اشارہ ہی کرنا ہے جو کر دیا ہے اس موضوع پر احادیث بھی کثرت سے ہیں، جن میں سے یہاں کچھ بیان کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق

۱/ ۳۹۷۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وعنه قال: حدثنا رسولُ الله ﷺ، وهو الصَّادقُ المصدوقُ: «إنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ في بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعينَ يَوْماً نُطْفَةً، ثمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ المَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِماتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقيٌّ أَوْ سَعِيدٌ. فَوَالَّذي لا إلهَ غَيْرُهُ إنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وإنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يكونُ بَيْنَهُ وَبَينَها إلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا» متفقٌ عليه.

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا‘ اور آپ سچے ہیں اور آپؐ کی بات کو سچ مانا جاتا ہے‘ بے شک تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے‘ پھر اسی کی مثل (یعنی اتنی ہی مدت) منجمد خون بنا رہتا ہے۔ پھر اتنی ہی مدت گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے‘ پھر (ایک سو بیس دن کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے‘ وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور فرشتے کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے‘ اس کی روزی‘ اس کی موت‘ اس کا عمل اور وہ بدبخت ہے یا نیک ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تم میں سے ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا ہے‘ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے۔ پس اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، وكتاب القدر، وكتاب الأنبياء ـ وصحيح مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي.

۳۹۷۔ فوائد: اس میں تقدیر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق پہلے سے ہی علم ہے کہ وہ نیک ہو گا یا بد‘ جنتی ہو گا یا جہنمی۔ اور اس نے اپنے علم کے مطابق یہ سب کچھ پہلے سے ہی لکھ دیا ہے۔ اس کے لکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان مجبور محض اور ارادہ و اختیار کی قوت سے محروم ہے‘ جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں نے ایسا سمجھا ہے۔ بلکہ یہ تو اللہ کے علم کا ایک اظہار ہے‘ اس کا کوئی تعلق انسان کے ارادہ و اختیار سے نہیں ہے۔ اللہ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا ہے‘ بلکہ اسے ارادہ و اختیار کی آزادی سے نوازا ہے‘ کیونکہ اس کے بغیر اس کی آزمائش ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ انسان کی آزمائش تب ہی ہو سکتی تھی کہ اسے نیک یا بد دونوں میں سے کسی بھی ایک راستے کے انتخاب اور اس پر

عمل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ نے دونوں راستوں کی واضح طور پر نشاندہی کر کے اسے اختیار دیا ہے کہ جسے چاہے وہ اپنا لے۔ دونوں کا انجام بھی بتلا دیا۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الدھر) فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (الکھف)

لیکن یہاں امام نوویؒ نے اس حدیث کو خشیت الٰہی کے باب میں ذکر کر کے تنبیہہ کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس سے حسن خاتمہ کی دعا اور اس سے مدد طلب کرتے رہو۔ نیز اس کے لئے جو اسباب ہیں انہیں اختیار کرو، یعنی ایمان و تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ، اس لئے کہ انسان اپنی طاقت کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کرنے کا مکلف ہے، گو اس کے انجام سے وہ بے خبر ہے، اس کو وہ اللہ کے سپرد کر دے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ نے جس کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان راستوں کو بھی آسان فرما دیتا ہے، جو نیکی کو اپنائے گا، نیکی کے راستے اس کے لئے کھلتے چلے جائیں گے اور اسی طرح جو بدی کو اپنائے گا، اس کے راستے اس کے لئے ہموار ہو جائیں گے۔ فکل میسر لما خلق لہ علاوہ ازیں برائی کو زندگی کے کسی مرحلے میں بھی اختیار نہ کرے کہ کہیں اسی پر اس کی زندگی کا اختتام نہ ہو جائے اور یوں زندگی بھر کی نیکیوں پر خط تنسیخ پھر جائے اور وہ جنتی کی بجائے جہنمی قرار پا جائے۔ اعاذنا اللہ من سوء الخاتمۃ ومن عمل اھل النار۔

٣٩٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا» رواه مسلم.

۲ / ۳۹۸ ۔ انہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس دن (قیامت والے دن) جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبُعد قعرها.

۳۹۸۔ فوائد: اس کا تعلق امور غیب سے ہے جن پر ایمان رکھنے کا حکم ہے۔ اس کو تشبیہ و تمثیل قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ حقیقت پر ہی محمول ہے تاہم اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے۔

٣٩٩ ـ وعن النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ، رضي الله عنهما، قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ مَا يَرَى أَنَّ أَحَداً أَشَدُّ مِنْهُ عَذَاباً، وَإِنَّهُ لأَهْوَنُهُمْ عَذَاباً» متفق عليه.

۳ / ۳۹۹ ۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت والے دن جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا وہ آدمی ہو گا جس کے پاؤں کے تلووں میں دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا، وہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب والا کوئی نہیں، حالانکہ وہ ان جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا. . .

۳۹۹۔ فوائد: صحیح مسلم کی دوسری روایات میں ہے کہ اس کے جوتے اور تسمے آگ کے ہوں گے' جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کھولتی ہے۔ نیز بعض روایات میں یہ بھی صراحت ہے کہ یہ شخص ابو طالب ہے۔ جو نبی کریم ﷺ کا سگا چچا اور آپ کا نہایت ہمدرد' غم خوار اور معاون تھا۔ لیکن چونکہ دولت ایمان سے محروم فوت ہوا' اس لئے مستحق نار ہوا۔ اعاذنا اللہ منہ

٤٠٠ ـ وعن سَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ، رضي الله عنه، أنَّ نبيَّ اللهِ ﷺ قال: «مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إلى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إلى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إلَى تَرْقُوَتِهِ» رواه مسلم. «الحُجْزَةُ»: مَعْقِدُ الإزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ. وَ «التَّرْقُوَةُ» بفتح التاءِ وضمِّ القاف: هِيَ العَظْمُ الَّذي عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ، وَللإِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِي جَانِبَيِ النَّحْرِ.

۴ / ۴۰۰۔ **حضرت سمرہ بن جندب** ؓ **سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جہنمیوں میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو آگ نے ان کے ٹخنوں تک' بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی ہنسلی تک پکڑا ہوا ہو گا۔ (مسلم)**

حجزہ' ناف سے نیچے ازار (تہ بند' شلوار وغیرہ) باندھنے کی جگہ۔ ترقوۃ' تاء پر زبر اور قاف پر پیش۔ وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے' جسے اردو میں ہنسلی کہتے ہیں۔ یہ ہر انسان کے اندر سینے کے دونوں جانب دو ہڈیاں (ہنسلیاں) ہوتی ہیں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبُعد قعرها.

۴۰۰۔ فوائد: جس طرح اہل جنت شرف و فضل اور درجات میں کم و بیش ہوں گے۔ اسی طرح جہنمی بھی عذاب کی شدت اور تخفیف میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔

٤٠١ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ العَالَمِينَ حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ في رَشْحِهِ إلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ» متفقٌ عليه.

وَ «الرَّشْحُ»: العَرَقُ.

۵ / ۴۰۱۔ **حضرت ابن عمر** ؓ **سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' (روز قیامت) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (اور لوگ اس طرح پسینے میں شرابور ہوں گے) حتیٰ کہ ان میں سے کوئی اپنے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں چھپا ہوا ہو گا'**

(بخاری و مسلم)

الرشح کے معنی ہیں' پسینہ

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب تفسير ﴿يوم يقوم الناس لرب العالمين﴾، وكتاب الرقاق ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

۴۰۱۔ فوائد: یہ اس ہولناکی کا ایک منظر ہے جو میدان محشر میں بپا ہو گی اور لوگ حساب کے لئے بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوں گے۔

٤٠٢ ـ وعن أنس رضي الله عنه، قَـال: خَطَبَنَـا رسـولُ الله ﷺ، خُطْبَـةً ما سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، فقال: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً»، فَغَطَّى أَصْحَابُ رسولِ اللهِ ﷺ وجُوهَهُمْ، وَلهُمْ خَنِينٌ. متفقٌ عليه. وفي رواية: بَلَغَ رسولَ اللهِ ﷺ عَنْ أَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ، فقال: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ أَرَ كَـالْيَـوْم فـي الخَيْـرِ وَالشَّـرِّ، وَلَـوْ تَعْلَمُـونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً» فَمَا أَتَى عَلَى أَصْحَابِ رسولِ الله ﷺ يَوْمٌ أَشَـدُّ مِنْـهُ غَطَّـوا رُؤُوسَهُـمْ وَلَهُـمْ خَنِيـنٌ.

«الخَنِينُ» بالخاءِ المعجمة: هُوَ البُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍ وَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الأَنْفِ.

۶ / ۴۰۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایک مرتبہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا' آپؐ نے فرمایا' اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور ان کی آہ و زاری کی آوازیں آرہی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے' کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہؓ کے بارے میں کوئی بات پہنچی تو آپؐ نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا' کہ مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئی' پس میں نے آج کے دن کی طرح بھلائی اور برائی نہیں دیکھی اور اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا' انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لئے اور وہ آہ و بکا کر رہے تھے۔

الخنین' خائے معجمہ کے ساتھ۔ ناک سے آواز نکالتے ہوئے رونا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ «لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا» وكتاب الفضائل، برقم٢٣٥٩.

۴۰۲۔ فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ موجود ہیں اور دیگر بعض امور غیبیہ کی طرح نبی ﷺ کو ان کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ (۲) زیادہ ہنسنا پسندیدہ نہیں ہے' کیونکہ یہ غفلت اور آخرت فراموشی پر دلالت کرتا ہے جب کہ مسلمان کو ہر وقت چوکنا اور فکر آخرت سے مضطرب رہنا چاہئے۔ (۳) اللہ کے خوف یعنی اس کے عتاب سے ڈرتے ہوئے رونا نہایت پسندیدہ ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا دل بیدار' اللہ کی یاد اور اس کے خوف سے معمور و لرزاں اور فکر آخرت سے پریشان ہے۔

٤٠٣ ـ وعـن المِقْـدَادِ رضـي الله عنه، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ القِيامَةِ مِنَ الخَلْقِ حَتَّى

۷ / ۴۰۳۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' قیامت والے دن سورج کو مخلوق کے (اتنا) قریب کر دیا جائے گا

تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيل» قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِي عَنِ المِقْدَادِ: فَوَاللهِ! مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ، أَمَسَافَةَ الأَرْضِ أَمِ المِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ العَيْنُ، «فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي العَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلى حِقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ العَرَقُ إِلْجَاماً» وَأَشَارَ رسولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلى فِيهِ. رواه مسلم.

حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے (تابعی) سلیم بن عامر فرماتے ہیں، اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میل سے نبی کریم ﷺ کی مراد کیا تھی؟ کیا زمین کی مسافت یا (سرمہ دانی کی) وہ سلائی جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے؟ (کیونکہ عربی میں اسے بھی میل کہا جاتا ہے)۔ پس لوگ اپنے (اپنے) اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو اپنے ٹخنوں تک، بعض اپنے گھٹنوں تک، بعض اپنے پہلوؤں (کمر) تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ انہیں پسینے نے لگام ڈالی ہوگی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی جس طرح جانور کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے، اس طرح پسینہ اس کے لئے لگام بنا ہوا ہوگا، یعنی اس کے منہ اور کانوں تک پسینہ ہوگا)۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب صفة یوم القیامة.

۴۰۳۔ فوائد: حدیث میں میل کی وضاحت نہیں ہے کہ یہ مسافت والا میل ہے یا سرمہ دانی کا میل۔ مسافت والا میل، ہمارے ملک میں ۸ فرلانگ کا مشہور ہے۔ شارحین حدیث نے اسے چھ ہزار ذراع اور بعض نے چار ہزار ذراع بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے بارہ ہزار انسانی قدم کے برابر قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے مرعاة المفاتیح، باب صلوٰة السفر) اگر یہ میل ارض ہو تب بھی سورج کی شدت حرارت کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ دنیا میں سورج، موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ۹ کروڑ میل کے فاصلے پر ہے، تب بھی موسم گرما میں کوئی شخص اس کی حرارت کو برداشت نہیں کرپاتا، تو سورج جب صرف ایک میل کے فاصلے پر ہوگا تو اس کی حرارت واقعی اتنی ہو گی کہ انسان پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منہ

٤٠٤ ـ وعن أبي هريرةَ رضيَ الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ القِيامَةِ حَتَّى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الأَرْضِ سَبْعِينَ ذِرَاعاً، وَيُلْجِمُهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ» متفقٌ عليه. ومعنى «يَذْهَبُ في الأَرْضِ»: ينزل ويغوص.

۸ / ۴۰۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت والے دن لوگ پسینے میں (غرق) ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ (ذراع) تک جائے گا اور پسینہ ان کو لگام ڈالے گا، یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

"زمین میں جائے گا" کا مطلب ہے۔ زمین میں اترے گا اور سرایت کرے گا (یعنی اتنی گہرائی تک پسینہ زمین میں اتر جائے گا)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قوله تعالي ﴿ألا يظن أولٰئك أنهم مبعوثون ليوم عظيم﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب صفة يوم القيامة.

٤٠٥ ـ وعنه قال: كُنَّا مع رسولِ اللهِ ﷺ إذ سَمِعَ وَجْبَةً فقال: «هَلْ تَدْرُونَ مَا هٰذَا؟» قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفاً فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الآنَ حَتَّى انْتَهَى إلَى قَعْرِهَا، فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا» رواه مسلم.

۹/ ۴۰۵۔ انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے کسی چیز کے گرنے کا دھماکہ سنا' آپ نے ارشاد فرمایا' کیا تم جانتے ہو' یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا' اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا' یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا' پس وہ اب تک جہنم میں گرتا رہا' یہاں تک کہ اب وہ اس کی گہرائی میں پہنچا (جالگا) ہے' جیسا کہ (ابھی) تم نے اس کے گرنے کا دھماکہ سنا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب في شدة حر نار جهنم وبُعد قعرها.

۴۰۵۔ فوائد: (۱) جہنم کی گہرائی سے اس کے عذاب کی شدت اور ہولناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (۲) اس میں صحابہ کرامؓ کی بھی کرامت کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دھماکے کو سنا۔ (۳) حدیث کا مقصود جہنم کی خوفناکی و ہولناکی بتانا ہے تاکہ ہم اس کے عذاب اور تباہ کاریوں سے بچیں اور ہمیشہ برے افکار و اعمال سے کنارہ کش رہیں۔

٤٠٦ ـ وعن عَدِيِّ بنِ حَاتِمٍ رضيَ اللهُ عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلا يَرَى إلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلا يَرَى إلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلا يَرَى إلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» متفقٌ عليه.

۱۰/ ۴۰۶۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' عنقریب تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب اس حال میں کلام فرمائے گا کہ آدمی اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا' پس آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے' اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل ہی دیکھے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو سامنے اسے جہنم کی آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پس تم آگ سے بچو' اگرچہ کھجور

کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ کرنے) کے ذریعے سے ہی ہو۔ بخاری و مسلم (اس کی تخریج کے لئے دیکھئے' باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر' رقم ۲۳/ ۱۳۹)

تخريج: تقدم تخريجه في باب بيان كثرة طرق الخير برقم١٣٩.

۴۰۶۔ فوائد: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے' یہاں اسے خشیت الٰہی کے باب میں دوبارہ لایا گیا ہے' کیونکہ اس میں خوف الٰہی کی ترغیب اور محشر کی ہولناکیوں سے ترہیب بھی ہے۔

٤٠٧ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنِّي أَرَى مَا لا تَرَوْنَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِداً للهِ تَعَالى، واللهِ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيراً، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلى اللهِ تَعَالى» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسن. وَ «أَطَّتْ» بفتح الهمزة وتشديد الطاءِ، وَ «تَئِطُّ» بفتح التاءِ وبعدها همزة مكسورة، وَالأَطِيطُ: صَوْتُ الرَّحْلِ وَالْقَتَبِ وَشِبْهِهِمَا، وَمَعْنَاهُ: أَنَّ كَثْرَةَ مَنْ فِي السَّمَاءِ مِنَ المَلائِكَةِ العَابِدِينَ قَدْ أَثْقَلَتْهَا حَتَّى أَطَّتْ.

وَ «الصُّعُدَاتُ» بضم الصاد والعين: الطُّرُقَاتُ، ومعنى «تَجْأَرُونَ»: تَسْتَغِيثُونَ.

۱۱/ ۴۰۷۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے' آسمان چر چراتا ہے اور اس کے لائق ہے کہ وہ چر چرائے' اس میں چار انگلیوں کی بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی ٹیکے اللہ کے آگے سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر (اپنی) عورتوں کے ساتھ لطف اندوز ہونا ترک کر دو اور تم اللہ سے پناہ چاہتے ہوئے (جنگلوں کے) راستوں کی طرف نکل جاؤ۔

(ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

اطت' ہمزہ پر زبر اور طاء پر تشدید۔ تئط' تاء پر زبر' اس کے بعد ہمزہ پر زیر۔ اطیط پالان' کجاوہ اور ان جیسی چیزوں کی آواز۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان پر عبادت گزار فرشتوں کی کثرت نے آسمان کو اتنا بوجھل کر دیا ہے کہ وہ بوجھ سے چرچراتا ہے۔ صعدات' صاد اور عین دونوں پر پیش۔ معنی ہیں راستے۔ تجأرون کے معنی ہیں' پناہ اور مدد طلب کرتے ہوئے۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب قول النبي ﷺ «لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا....».

۴۰۷۔ فوائد: (۱) اس میں بھی خوف الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے' کیونکہ ایک مومن کے دل میں اللہ کی جتنی عظمت و جلالت ہو گی' اتنا ہی اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہو گی اور وہ طاعات کا ارتکاب اور معصیات سے اجتناب کرے گا۔ (۲) فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے جو ہمہ وقت اللہ کی

عبادت میں مصروف اور اس کی بارگاہ نیاز میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔ جب فرشتوں کا یہ حال ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تو انسان کے لئے' جو ہر وقت حدود الٰہی کو پامال کرنے میں لگا رہتا ہے' اللہ کی عبادت کتنی ضروری ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ نافرمانیوں سے باز رہے اور اللہ سے مدد اور پناہ طلب کرتا رہے۔

٤٠٨ ـ وعن أَبي بَرْزَةَ ـ بِرَاءٍ ثُم زَايٍ ـ نَضْلَةَ بنِ عُبَيْدٍ الأَسْلَمِيِّ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيْمَ فَعَلَ فِيهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلاهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱۲/ ۴۰۸۔ **حضرت ابو برزہ** (پہلے راء اور پھر زاء) **نضلہ بن عبید اسلمی** رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے**' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے (یعنی بارگاہ الٰہی سے جانے کی اجازت نہیں ہو گی) یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے۔ اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اسے اس نے کن چیزوں میں خرچ کیا' اس کے مال کے بارے میں' اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)۔ (ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص.

۴۰۸۔ فوائد: (ا) اس میں سب سے پہلے حیات مستعار کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔ اسے اللہ کی نافرمانی میں صرف نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کا حساب دینا ہو گا۔ (۲) علم کے متعلق یہ سوال ہو گا کہ جو کچھ تم جانتے تھے اس پر کیا عمل کیا۔ اس سے اس اَمر کی ترغیب ملتی ہے کہ انسان دین و شریعت کا علم حاصل کرے کہ وہی اس کے لئے نافع ہے اور پھر اسے اللہ کی رضا کے لئے نیک کاموں میں خرچ کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اسے اس کا جواب سوچ لینا چاہئے کہ وہ روز قیامت بارگاہ الٰہی میں کس طرح سرخ رو ہو گا؟ مال کے بارے میں سوال سے واضح ہے کہ انسان صرف حلال اور جائز طریقے سے ہی دولت کمائے اور جائز جگہوں پر ہی اسے صرف بھی کرے۔ اگر اس نے دولت کمانے کے لئے ناجائز طریقہ اختیار کیا یا اللہ کی نافرمانی میں اسے خرچ کیا' ان دونوں صورتوں میں وہ عنداللہ مجرم ہو گا اور اس کی اس کو جواب دہی کرنی ہو گی۔ اپنے جسم کو محرمات سے بچائے اور اسے اللہ کے حکموں کا پابند کرے' اس میں کوتاہی کرنے کی صورت میں جب اس سے باز پرس ہو گی تو پھر مواخذۂ الٰہی سے بچنا مشکل ہو گا۔ غرض اس میں عنداللہ مسئولیت کا احساس دلایا گیا ہے تاکہ انسان دنیا میں اس کا خیال رکھے اور قیامت کی شرمندگی سے وہ بچ جائے۔ کاش انسان اس باز پرس کے تصور کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے۔

٤٠٩ ـ وعن أبي هريرة رضي الله

۱۳/ ۴۰۹۔ **حضرت ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے کہ**

عنه، قال: قَرَأَ رسولُ اللهِ ﷺ: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝٤ ﴾ ثم قال: «أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟» قالوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا تَقُولُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا، فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا» رواه التِّرْمِذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت یومئذ تحدث اخبارھا (سورۂ زلزال) جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی' تلاوت فرمائی پھر فرمایا' کیا تم جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور عورت کے خلاف ان کاموں کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے' وہ کہے گی تو نے فلاں فلاں کام فلاں فلاں دن میں کیا' پس یہی اس کی خبریں ہیں۔ (ترمذی' امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب الأرض تحدّث أخبارها يوم القيامة.

شیخ البانی نے اسے ضعیف ترمذی میں درج کیا ہے' ملاحظہ ہو رقم ۲۵۵۹ و رقم ۳۵۹۱

۴۰۹۔ فوائد: اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ وہ زمین کو قوت گویائی عطا فرمائے گا اور وہ اپنی پشت پر کئے گئے عملوں کی گواہی دے گی۔ اس میں انسان کے لئے سخت تنبیہ ہے کہ وہ کتنا بھی لوگوں سے چھپ کر گناہ کر لے' وہ اللہ سے اور اس کے نظام احتساب سے نہیں بچ سکتا۔

٤١٠ ـ وعن أَبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ» فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ رسولِ اللهِ ﷺ، فقال لَهُمْ: «قُولُوا: حَسْبُنَا الله وَنِعْمَ الْوَكِيلُ» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ. «الْقَرْنُ»: هُوَ الصُّورُ الَّذِي قال الله تعالى: ﴿ وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ ﴾ كَذَا فَسَّرَهُ رسولُ الله ﷺ.

۱۴/ ۴۱۰۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں کس طرح ہنسی خوشی رہ سکتا ہوں جب کہ صور (پھونکنے) والا صور کو منہ میں لئے ہوئے ہے اور اللہ کی اجازت پر کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے (صور) پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ صور پھونکے۔ پس یہ بات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر گویا گراں گزری' چنانچہ آپ نے ان سے کہا (گھبراؤ نہیں' بلکہ) کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔) القرن' وہ صور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "صور میں پھونکا جائے گا" (سورۂ یٰسین' ۵۱) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ (جیسا کہ ترمذی میں ہے الصور قرن ینفخ فیہ۔ صور' ایک نرسنگا ہے جس میں پھونکا

جائے گا)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب التفسير، سورة الزمر.

۴۱۰۔ فوائد: (۱) اس میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خوف الٰہی اور فکر آخرت کا بیان ہے۔ جس میں ہمارے لئے سخت عبرت و تنبیہہ ہے کہ وہ پاک، محفوظ یا مغفور ہونے کے باوجود کس طرح اللہ سے اور میدان محشر کی ہولناکیوں کے تصور سے لرزاں و ترساں رہتے تھے، اور آج ہم لوگ ہیں کہ زفرق تابقدم (سر سے پاؤں تک) گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، رات دن اللہ کی نافرمانی کرتے اور احکام و فرائض الٰہی سے غفلت اور اعراض ہمارا شعار ہے، اس کے باوجود ہمارے دلوں میں اللہ کا خوف ہے نہ آخرت کی فکر۔ (۲) خوف اور فکر کے وقت اللہ سے مدد طلب کی جائے اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد کیا جائے۔ یہ بڑا اچھا اور پر تاثیر ورد ہے یہ کسی پریشانی اور صدمے کے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں۔

٤١١ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ المَنْزِلَ. أَلا إنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ، أَلا إنَّ سِلْعَةَ اللهِ الجَنَّةُ» رواه التِّرْمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

وَ «أَدْلَجَ» بإسْكان الدَّال، ومعناه: سَارَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَالمُرَادُ: التَّشْمِيرُ في الطَّاعَة. والله أعلم.

۱۵ / ۴۱۱ ۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ **سے روایت ہے، رسول اللہ** ﷺ **نے فرمایا، جو (دشمن کے حملے سے) ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور جو رات کی ابتدا میں نکل گیا، وہ منزل کو پہنچ گیا، اچھی طرح سن لو، اللہ کا سودا گراں قیمت ہے، خبردار! اللہ کا سودا جنت ہے۔** (ترمذی، اور امام ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن ہے۔)

ادلج ، دال کے سکون کے ساتھ ، رات کے پہلے حصے میں نکل کھڑا ہوا۔ مراد اللہ کی اطاعت میں سرگرمی سے حصہ لینا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب من خاف أدلج وسلعة الله غالية.

ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے، ان میں یہ حدیث باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض کے بعد، ایک باب میں آئی ہے۔

۴۱۱۔ فوائد: امام طیبیؒ فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ نے یہ مثال راہ آخرت کے سالک کے لئے بیان فرمائی ہے۔ اس لئے کہ شیطان اس راستے پر بیٹھا ہوا ہے اور انسان کا نفس اور اس کی جھوٹی آرزوئیں شیطان کی مددگار ہیں۔ اگر وہ اپنے سفر آخرت میں بیدار مغزی سے کام لے اور اپنے عملوں میں اخلاص کا اہتمام کرے تو وہ شیطان کے مکر و کید سے بھی بچ جاتا ہے اور اس کی مددگار جھوٹی آرزوئیں بھی اس کے راستے کو کھوٹا کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ علاوہ ازیں آپؐ نے اس طرف بھی رہنمائی فرمائی کہ آخرت کے اس راستے کو طے کرنا نہایت سخت اور اس کا حصول بہت دشوار ہے، یہ معمولی سعی و کاوش سے حاصل نہیں ہو گا۔ جنت ایک نہایت گراں قیمت چیز ہے، جب تک انسان اس کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی نہیں دے گا، جنت کی نعمتوں کا استحقاق بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (التوبۃ ، ۱۱۱) (تحفۃ الاحوذی)

٤١٢ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، قالت: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ القِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا» قُلْتُ: يا رسولَ الله! الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيعاً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إلى بَعْضٍ!؟ قال: «يَا عَائِشَةُ! الأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذلِكَ». وفي روايةٍ: «الأَمْرُ أَهَمُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إلى بَعْضٍ» متفقٌ عليه.

«غُرْلًا» بضَمِّ الغَيْنِ المُعْجَمَةِ، أَي: غَيْرَ مَخْتُونِينَ.

۱۶/ ۴۱۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' کہ قیامت والے دن لوگ' ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون (بغیر ختنے کے) اکٹھے کئے جائیں گے۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ' (وہاں تو) مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہو گا؟ (یعنی موقف حساب کی ہولناکی اور شدت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دے گی) دوسری روایت میں ہے' معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہو گا کہ ان کا بعض' بعض کو دیکھے۔ (بخاری و مسلم)

غرلا' غین کے پیش کے ساتھ' جن کے ختنے نہ ہوئے ہوں (جیسا کہ بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف الحشر؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها. . .، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

۴۱۲۔ فوائد: اس میں بھی میدان محشر کی ہولناکیوں کا بیان ہے۔ جس سے باب کا حدیث سے تعلق واضح ہے۔ مطلب اس باب اور اس میں نقل کردہ احادیث کا یہ ہے کہ ایک مومن کو آخرت کی تیاری اور روز محشر بارگاہ الٰہی میں پیش ہو کر جواب دہی کے احساس و تصور سے غافل نہیں رہنا چاہئے' بلکہ اس دن کی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے ایمان و تقویٰ کی زندگی گزارنی چاہئے۔ جو لوگ ایسا نہیں کریں گے' اور آخرت کی فکر اور اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر زندگی گزاریں گے' انہیں اللہ کی نافرمانی کرنے اور حدود الٰہی کو توڑنے میں کوئی باک نہیں ہو گا۔ لیکن اس کا نتیجہ آخرت کا عذاب اور ذلت و رسوائی ہو گا۔

٥١ ـ بَابُ الرَّجَاءِ

۵۱۔ اللہ تعالیٰ سے امید و رجاء کا بیان

قال الله تعالى: ﴿قُلْ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُواْ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [الزمر: ٥٣] وقال تعالى: ﴿وَهَلْ نُجَٰزِيٓ إِلَّا ٱلْكَفُورَ﴾ [سبأ: ١٧] وقال تعالى: ﴿إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ [طه: ٤٨] وقال تعالى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! فرما دیں' اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی (اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوو' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا' وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ہم ناشکرے اور نافرمان ہی کو بدلہ دیتے ہیں۔

﴿ وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٖ ﴾ [الأعراف: ١٥٦].

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک وحی کی گئی ہماری طرف کہ عذاب کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

اور فرمایا: اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے (یعنی دنیا میں ہر ایک پر حاوی اور غالب ہے لیکن آخرت میں یہ صرف متقین کے لئے ہو گی)۔

فوائد آیات: ان آیات میں اللہ کے نافرمانوں کو ڈرایا بھی گیا ہے اور انہیں امید کی کرن بھی دکھائی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ساری زندگی نافرمانی میں ہی گزار دی اور آخر وقت تک انہیں ایمان اور توبہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو ان کے لئے تو جہنم کا ابدی عذاب ہے۔ تاہم جن لوگوں میں توبہ اور ندامت کا احساس پیدا ہو جائے، چاہے وہ کتنے ہی گناہ گار ہوں، انہیں ایمان و توبہ کا راستہ اختیار کر کے کفر و شرک اور معاصی سے باز آجانا چاہئے۔ ایسے لوگ یہ نہ سوچیں کہ عمر تو عشق بتاں میں گزر گئی، اب آخر میں مسلمان ہونے کا کیا فائدہ؟ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور غفور ہے وہ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے۔ آخری وقت میں بھی سچے دل سے مسلمان یا تائب ہو جائیں گے اور ایمان و عمل کے تقاضوں کو بروئے کار لائیں گے تو اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

گویا یہ آیت ان کے لئے امید کی کرن ہے جن کی ساری زندگی کفر و شرک یا معصیت کے اندھیروں میں گزر گئی۔ اب اگر وہ مسلمان یا معصیتوں سے تائب ہونا چاہیں تو شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال دے کہ تمہارے تو گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اب وہ معاف ہی نہیں ہو سکتے، اس لئے مسلمان ہونے کا یا توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ اللہ نے فرمایا، یہ شیطانی وسوسہ ہے، تم اللہ کے در پر آؤ تو سہی، اس کی رحمت کا دروازہ تمہیں اپنی آغوش میں لینے کے لئے ہر وقت وا ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ و رسولؐ کے ماننے کے دعوؤں کے ساتھ اس کی ہدایات و تعلیمات کی مٹی پلید کرتے رہو، اس کی حدوں اور ضابطوں کو پامال کرتے رہو اور دیدہ دلیری کے ساتھ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے رہو اور وعظ و نصیحت کرنے اور خوف الٰہی یاد دلانے پر پوری ڈھٹائی سے کہہ دو، کوئی فکر والی بات نہیں، اللہ تو بہت مہربان اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اللہ کے خوف اور اس کے عذاب سے یہ بے نیازی نہایت خطرناک ہے، ایسے خوش گمانوں کے لئے اس کا عذاب بھی دردناک ہے۔

اللہ کی رحمت کی امید رکھنا، بلاشبہ ضروری اور ایمان کا حصہ ہے، رحمت الٰہی سے مایوسی یقیناً کفر و ضلالت ہے۔ لیکن امید کے لئے کوئی بنیاد بھی تو ہونی چاہئے۔ ایک شخص تخم حنظل بو کر امید رکھے کہ اس کے باغ میں ثمرہائے شیریں پیدا ہوں گے۔ لوگ اسے امید نہیں حماقت اور خلل دماغ کہیں گے۔ ایک شخص پڑھے لکھے اور محنت کئے بغیر یہ امید اپنے دل میں پال لے کہ ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان، بڑا تاجر یا صنعت کار بن جاؤں گا، کیا ایسی بے بنیاد امید کے بر آنے کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے؟ پھر اللہ کے حکموں سے بغاوت اور سرکشی کر کے کس

طرح اللہ کی رحمت کی امید کی جا سکتی ہے؟ یہ امید نہیں' سفاہت و جہالت ہے اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے عدل و انصاف کا انکار ہے۔

بہرحال یہ تھوڑی سی وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ رحمت الٰہی کا یہ عنوان اور اس کا غلط مفہوم بھی لوگوں کی بے عملی بلکہ بد عملی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سوء فہم سے محفوظ رکھے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کی توفیق سے نوازے۔

اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

٤١٣ ـ وعن عُبَادَةَ بنِ الصامتِ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، والجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ عَلَى مَا كانَ مِنَ العَمَلِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۴۱۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ ؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں اور جنت اور دوزخ حق ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا' جس عمل پر بھی وہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ لمسلم: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ».

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم حرام فرما دی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب قوله تعالى ﴿يأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ وكتاب التفسير ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب من لقى الله بالإيمان وهو غير شاك فيه دخل الجنة.

۴۱۳۔ فوائد: اس میں رسولوں کی عبدیت کا بیان اور ان لوگوں کے عقائد کی نفی ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو الوہی صفات سے متصف کیا یا انہیں کسی اعتبار سے اللہ کا جزء قرار دیا۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہا' یہودیوں نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور یہی گمراہی امت محمدیہ کے ایک گروہ میں آگئی' انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نور من نور اللہ کا عقیدہ گھڑ لیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف قرار دے کر انہیں عبدیت سے نکال دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولوں کی عبدیت کا اقرار ایمان کا حصہ اور اس سے انکار ایمان کے ایک حصے کا انکار اور توحید الٰہی سے اعراض ہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ کے کلمۃ اللہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اسباب عادیہ سے ہٹ کر بغیر باپ کے صرف اللہ کے

حکم سے پیدا ہوئے اور روح اللہ (اللہ کی روح) انہیں شرف و عزت کے طور پر کہا گیا ہے' جیسے اونٹنی کی اور خانہ کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف شرف و تکریم کے طور پر کی گئی ہے' ناقۃ اللہ' بیت اللہ' یہ اضافت تشریفی کہلاتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب ایک مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا عقیدہ ہے' بلکہ وہ مومن ہی رہتا اور اس کا استحقاق جنت برقرار رہتا ہے۔ تاہم یہ دخول جنت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' وہ چاہے تو گناہ گار مومن کے گناہ معاف فرما کر پہلے مرحلے میں ہی جنت میں داخل فرما دے اور اگر چاہے تو کچھ عرصہ بطور سزا جہنم میں رکھنے کے بعد-- گویا مومن پر جہنم کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مومن کے لئے جہنم کی سزا دائمی نہیں ہے' بلکہ اس کے گناہوں کے مطابق عارضی ہے۔ جب وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت لے گا' یا اس کے بغیر بھی جب اللہ چاہے گا یا کسی کی سفارش پر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

٤١٤ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي اللهُ عنه، قال: قال النَّبيُّ ﷺ: «يقولُ اللهُ عزَّ وَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالحَسَنَةِ، فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا أَوْ أَزْيَدُ، وَمَنْ جَاءَ بالسَّيِّئَةِ، فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُها أَوْ أَغْفِرُ. وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْراً، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعاً، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً، وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي، أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطِيئَةً لا يُشْرِكُ بِي شَيْئاً، لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً». رواه مسلم.

۲ / ۴۱۴۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' اللہ عز و جل فرماتا ہے' جس نے ایک نیکی کی' اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ میں دوں گا اور جس نے برائی کی' اس کا بدلہ اس کی مثل ہو گا۔ (زیادہ نہیں) یا میں (بخش (ہی) دوں گا۔ جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر (نیکیوں کے ذریعے سے) قریب ہو گا' میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہو گا' میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا' جو میرے پاس چل کر آئے گا' میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے زمین (بھر) برائی لے کر ملے گا (لیکن) وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو' تو میں اس سے اسی قدر بخشش لے کر ملوں گا۔ (مسلم)

معنى الحديث: «مَنْ تَقَرَّبَ» إليَّ بِطاعَتي «تَقَرَّبْتُ» إلَيْه بِرَحْمَتي، وَإنْ زَادَ زِدْتُ، «فَإنْ أَتاني يَمْشي» وَأَسْرَعَ في طاعَتي «أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً» أَيْ: صَبَبْتُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ، وَسَبَقْتُهُ بها، وَلَمْ أُحْوِجْهُ إلى المَشْيِ الْكَثِيرِ في الوُصُولِ إلى الْمَقْصُودِ،

حل لغات: من تقرب کے معنی ہیں' جو میری طاعت کے ذریعے سے میرے قریب ہو' تو میں اپنی رحمت کے ساتھ اس کے قریب ہوتا ہوں؟ اگر وہ میری طاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں یعنی میں اس پر رحمت کا دریا بہا دیتا اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف پیش قدمی کرتا

وَ«قُرَابُ الأَرْضِ» بضمِّ القافِ ويُقالُ: بكسرِها، والضمّ أصح، وأشهر، ومعناه: ما يُقارِبُ مِلأَها، واللهُ أعلم.

ہوں اور اسے مقصود حاصل کرنے کے لئے زیادہ چلنے کی تکلیف نہیں دیتا اور قراب الارض‘ قاف پر پیش‘ بعض کے نزدیک قاف پر زیر ہے‘ لیکن پیش زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اس کے معنی ہیں‘ جو قریب قریب زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الذكر والدعاء والتقرب إلى الله تعالى.

۴۱۴۔ فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے اس فضل و کرم کی وسعت کا بیان ہے جس کا اظہار اس کی طرف سے اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے ہوتا رہتا ہے اور قیامت والے دن بطور خاص ہو گا اور وہ ایک ایک نیکی پر کم از کم دس دس گنا اجر ضرور دے گا اور اس سے زیادہ بھی جتنا وہ چاہے گا‘ حتیٰ کہ سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ مومن اس کے عفو و مغفرت کی امید رکھے اور اس کی مغفرت سے مایوس نہ ہو۔

٤١٥ ـ وعن جابر رضيَ الله عنه، قالَ: جاءَ أَعْرابيٌّ إلى النَّبيِّ ﷺ، فقال: يا رَسُولَ اللهِ! ما المُوجبَتَانِ؟ فَقالَ: «مَنْ مَاتَ لا يُشْرِكُ باللهِ شَيْئاً دَخَلَ الجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، دَخَلَ النَّارَ» رواهُ مُسلم.

۳/ ۴۱۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا‘ یا رسول اللہ ﷺ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا‘ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا‘ وہ جنت میں جائے گا اور جس کو اس حال میں موت آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا تھا‘ تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة.

۴۱۵۔ فوائد: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن و موحد بالآخر جنتی ہے‘ چاہے وہ ابتدا میں ہی جنت میں چلا جائے یا سزا بھگت کر۔ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ خلود فی النار (دوزخ میں ہمیشہ رہنے) کا مستحق صرف کافر اور مشرک ہے۔

٤١٦ ـ وَعَن أَنَسٍ رضي اللهُ عنه، أَنَّ النَّبيَّ ﷺ، وَمُعاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قالَ: «يا مُعاذُ»، قال: لَبَّيْكَ يا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «يا مُعَاذُ»، قالَ: لَبَّيْكَ

۴/ ۴۱۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ بے شک نبی کریم ﷺ نے‘ جب کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپؐ کے پیچھے سواری پر سوار تھے‘ ارشاد فرمایا۔ اے معاذ! انہوں نے عرض کیا‘ یا رسول اللہ حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا‘

يَا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ، ثَلاثاً، قالَ: «ما مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صِدْقاً مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلى النّارِ»، قالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلا أُخْبِرُ بِها النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟ قال: «إذاً يتَّكِلُوا» فَأَخْبَرَ بِها مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّماً. متفقٌ عليه. وقوله: «تَأَثُّماً» أي: خَوْفاً مِنَ الإِثْمِ في كَتْمِ هذا العِلْمِ.

اے معاذ! انہوں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ تین مرتبہ آپؐ نے انہیں پکارا اور معاذ نے لبیک و سعدیک کہا۔ (اس کے بعد) آپؐ نے ارشاد فرمایا، جو بندہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ بشرطیکہ یہ گواہی دل کی سچائی سے ہو، تو اللہ اس کو جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا، اللہ کے رسول، کیا یہ بات میں لوگوں کو نہ بتلاؤں؟ تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپؐ نے فرمایا، تب وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور عمل سے غافل ہو جائیں گے) چنانچہ حضرت معاذؓ نے (اس بات کو اپنے تک محدود رکھا اور) اپنی موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لئے اس فرمان نبویؐ کو بیان فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من خصَّ بالعلم قوما دون قوم - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعاً-حديث رقم٣٢.

۴۱۶- فوائد: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ دل کی سچائی سے، کا مطلب ہے استقامت اور توحید و رسالت کی گواہی کے تقاضوں کا اہتمام، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام طیبی کا مقصد اس وضاحت سے اس اشکال کو دور کرنا ہے جو حدیث کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں عموم ہے کہ جو بھی توحید و رسالت کی گواہی دے گا، وہ جہنم میں نہیں جائے گا، جب کہ اہل سنت کے نزدیک دیگر دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں بطور سزا جائیں گے اور پھر شفاعت سے نکالے جائیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مفہوم متعین ہو گا اور وہ یہ ہے کہ اس کا عموم اعمال صالحہ کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی جو توحید و رسالت کی گواہی کے ساتھ احکام و فرائض اسلام کی پابندی اور ایمان و تقویٰ کے تقاضوں کا بھی اہتمام کرے گا، وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ بعض کے نزدیک اس حدیث سے ایسے لوگ مراد ہیں جنھوں نے کفرو شرک سے تائب ہو کر سچے دل سے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا، لیکن اس کے فوراً بعد انہیں موت آگئی اور انہیں عمل کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ لوگ یقیناً جنتی ہوں گے اور بعض کے نزدیک، جہنم پر حرام ہونے کا مطلب یہ ہے، کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ان کے لئے حرام ہے، مطلقاً جہنم میں داخل ہونا حرام نہیں۔ مومن اپنے گناہ کی وجہ سے (اگر اللہ چاہے گا تو) عارضی طور پر جہنم میں جائے گا اور پھر اسے نکال لیا جائے گا۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں بیان نہیں کرنی چاہئیں جن کا صحیح طور پر سمجھنا ان کے لئے مشکل ہو اور اپنی نافہمی کی وجہ سے وہ انہیں اپنی بے عملی اور بد عملی کے لئے وجہ جواز بنالیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری۔ باب مذکور)

٤١٧ ـ وعَنْ أبي هريرةَ ـ أَوْ أبي سَعيدٍ الخُدْريِّ، رضي الله عنهما، شَكَّ الـرَّاوِي، وَلَا يَضُـرُّ الشَّـكُّ فـي عَيـنِ الصَّحابيِّ؛ لأنهُم كُلَّهُمْ عُدُولٌ ـ قال: لَمَّا كانَ غَزْوَةُ تبُوكَ، أصابَ الناسَ مَجَاعَةٌ، فَقالُوا: يا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَذِنْتَ لنَا فَنحَرْنَا نَـوَاضِحَنـا، فَـأَكَلْنـا وادَّهَنَّـا؟ فقَـالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «افْعَلُـوا»، فَجَـاءَ عُمَـرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فقالَ: يا رَسُولَ اللهِ! إنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظهْرُ، وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بالبَرَكَةِ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ البَرَكَةَ. فقَالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «نَعَـمْ»، فَـدَعَـا بِنِطَـعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ، وَيَجِيْءُ الآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ، وَيَجِيءُ الآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلى النِّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ، فَـدَعَـا رَسُـولُ اللهِ ﷺ بـالبَـرَكَـةِ، ثُـمَّ قَـالَ: «خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ، فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي العَسْكَرِ وِعاءً إلَّا مَلَؤُوهُ، وَأَكَلُـوا حَتَّـى شَبِعُـوا وَفَضَـلَ فَضْلَـةٌ، فقَـالَ رَسُـولُ اللهِ ﷺ: «أَشْهَـدُ أنْ لا إلٰـهَ إلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، لا يَلْقَى اللهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ، فَيُحْجَبَ عَنِ الجَنَّةِ» رواهُ مسلم.

۵ / ۴۱۷۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما' (ان میں سے کسی ایک) سے روایت ہے۔ راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اور صحابی کی تعیین میں (صحابی سے روایت کرنے والے راوی کا) شک مضر نہیں ہے۔ کیونکہ صحابی کوئی بھی ہو' سب عدول ہیں (یعنی روایت حدیث میں معتبر ہیں)۔ روایت یہ ہے کہ جب غزوۂ تبوک ہوا' تو اس موقعے پر صحابہؓ کو سخت بھوک لگی' انہوں نے' عرض کیا' یا رسول اللہ! اگر آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم اپنے اونٹ نحر (ذبح) کرلیں اور ان کا گوشت کھائیں اور چربی حاصل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ٹھیک ہے) کرلو۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے (یہ بات سن کر) کہا! یا رسول اللہ' آپؐ اس طرح کریں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ البتہ آپؐ یہ کریں کہ ان سے ان کے بچے کھچے کھانے کا سامان منگوا لیں' پھر ان پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرما دیں۔ شاید (اس طرح) اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس میں برکت ڈال دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہاں' ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپؐ نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا' پھر آپؐ نے صحابہؓ سے ان کے بچے کھچے زاد راہ منگوائے۔ پس کوئی مکئی کی ایک مٹھی لایا' دوسرا کوئی کھجور کی مٹھی اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا' یہاں تک کہ دستر خوان پر اس سے کچھ چیزیں جمع ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی اور پھر فرمایا' اپنے (اپنے) برتنوں میں ڈال لو۔ پس صحابہؓ نے اپنے اپنے برتنوں میں ڈالنا شروع کیا' یہاں تک کہ لشکر میں انہوں نے کوئی برتن ایسا نہیں

چھوڑا جسے نہ بھرا ہو (علاوہ ازیں) سب نے کھایا' یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی کلمہ توحید و رسالت کے ساتھ اللہ کو ملے اس حال میں کہ اسے کوئی شک و شبہ نہ ہو' پھر اسے جنت میں جانے سے روک دیا جائے؟ (یعنی ایسا نہیں ہو گا' بلکہ وہ سیدھا جنت میں جائے گا)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعا، حديث رقم٣٢.

۴۱۷- فوائد: اس میں نبی ﷺ کے معجزے کا اور آپ ؐ کی دعا کی تاثیر اور برکت کا بیان ہے کہ تھوڑا سا کھانا پورے لشکر کو کافی ہو گیا۔ غزوۂ تبوک کے شرکاء کی تعداد کتنی تھی؟ کسی مستند روایت میں یہ تعداد بیان نہیں ہوئی' حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں سیر و مغازی کی بعض روایات کے حوالے سے ۳۰ اور ۴۰ ہزار تک کی تعداد بیان کی ہے۔ یہ روایات اگرچہ محتاج صحت ہیں۔ تاہم صحیح بخاری کی روایت سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شرکاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ روایت بخاری کے الفاظ ہیں۔

ترجمہ: "اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کثیر تعداد میں شامل تھے' جنہیں کسی رجسٹر میں شمار کرنا نہایت مشکل تھا' اس میں کسی شخص کی غیر حاضری کا آپ ؐ سے مخفی رہ جانا ممکن تھا' الا یہ کہ وحی کے ذریعے سے آپ ؐ کو مطلع کر دیا جائے"۔ (صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب غزوۃ تبوک' حدیث کعب بن مالک ؓ) اس سے اتنا بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ اس لشکر میں مسلمان بڑی بھاری تعداد میں شریک تھے۔ اس طرح چند سیر سامان خوراک ہزاروں افراد پر مشتمل لشکر کو کافی ہو گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفضول (غیر افضل) شخص اپنے سے افضل اور برتر شخص کو مشورہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح افضل شخص کو اپنے سے کم رتبہ لوگوں کے مشورے بھی سننے چاہئیں۔ ممکن ہے اس میں بہتری کا زیادہ پہلو ہو۔ اس سے نہ افضل کے رتبے میں کمی آتی ہے اور نہ اسے مفضول کی طرف سے افضل کی شان میں گستاخی قرار دیا جا سکتا ہے۔

٤١٨ ـ وَعَنْ عِتْبَانَ بنِ مالِكٍ رضي اللهِ عنه، وهو مِمَّنْ شَهِدَ بَدْراً، قالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَومِي بَنِي سالمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إذَا جَاءَتِ الأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُولَ

۶/ ۴۱۸۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے' یہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا (برساتی) نالہ پڑتا تھا کہ جب بارشیں (زیادہ) ہوتیں' تو

الله ﷺ، فقلتُ له: إنِّي أنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإنَّ الوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إذَا جَاءَتِ الأمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أنَّكَ تَأْتِي، فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكَاناً أتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فقال رسُولُ الله ﷺ: «سَأَفْعَلُ»، فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عنه، بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، وَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ الله ﷺ، فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قالَ: «أيْنَ تُحِبُّ أنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشَرْتُ لَهُ إلى المَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أنْ يُصَلِّيَ فيه، فَقَامَ رَسُولُ الله ﷺ، فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُم حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي البَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لا أرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلكَ مُنَافِقٌ لا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «لا تَقُلْ ذٰلِكَ، أَلا تَرَاهُ قَالَ: لا إلٰهَ إلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ تَعالى؟!». فَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ! مَا نَرَى وُدَّهُ، وَلا حَدِيثَهُ إلَّا إلى المُنَافِقِينَ! فقالَ رسولُ الله ﷺ: «فَإنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ على النَّارِ مَنْ قَالَ: لا إلٰهَ إلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ» متفقٌ عليه.

اسے پار کر کے ان کی مسجد تک جانا میرے لئے دشوار ہوتا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کیا کہ میری نگاہ کمزور ہو گئی ہے اور وہ نالہ‘ جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے‘ بارش آنے کی وجہ سے بہتا ہے اور اسے پار کرنا میرے لئے دشوار ہوتا ہے۔ پس میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لائیں اور وہاں کسی جگہ پر نماز پڑھا دیں‘ میں اسے جائے نماز بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ اچھا میں عنقریب (ایسا) کروں گا پس (دوسرے دن) صبح کے وقت‘ جب کہ سورج خوب چڑھ چکا تھا‘ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی‘ میں نے آپؐ کو اجازت دے دی‘ آپؐ بیٹھے بھی نہیں اور فرمایا‘ تم اپنے گھر میں سے کس جگہ کو میرے نماز پڑھنے کے لئے پسند کرتے ہو؟ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں میں یہ پسند کرتا تھا کہ آپؐ نماز پڑھیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی‘ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائیں‘ پھر سلام پھیر دیا‘ ہم نے بھی آپؐ کے سلام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ پس میں نے آپؐ کو اس خزیرہ (ایک مخصوص کھانا) کے لئے روک لیا جو آپؐ کے لئے تیار کیا گیا تھا‘ آس پاس کے گھرانوں نے بھی سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں‘ پس ان میں سے لوگ آنے شروع ہو گئے‘ حتیٰ کہ گھر میں بہت سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ ایک آدمی نے کہا‘ مالک کو کیا ہوا کہ میں اسے (یہاں) نہیں دیکھ رہا؟ ایک دوسرے شخص نے کہا‘ وہ تو منافق ہے‘ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ یہ بات مت کہو‘ کیا تم نے

و «عِتبَان» بكسر العين المهملة، وإسكان التاء المُثَنَّاةِ فَوْقُ وبَعْدَها بـاءٌ مُـوَحَّـدَةٌ. وَ «الخَـزِيـرَةُ» بـالخـاءِ المُعْجَمَـةِ، وَالـزَّايِ: هـي دَقيـقٌ يُطْبَـخُ بشَحْـم. وقـولـه: «ثـابَ رِجَـالٌ» بـالثَّـاءِ المُثَلَّثَةِ، أَيْ: جَاؤُوا وَاجْتَمَعُوا.

نہیں دیکھا کہ اس نے لا الـہ الا الـلـہ کہا ہے؟ اس کے ذریعے سے وہ اللہ کی رضا مندی کا طالب ہے۔ اس نے جواب دیا' (حقیقت تو) اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم تو اللہ کی قسم اس کی محبت اور اس کی بات چیت منافقین ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے اللہ کی رضا کے لئے لا الـہ الا الـلـہ پڑھ لیا' اللہ نے اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے' (بخاری و مسلم)

عتبان' عین پر کسرہ' تاء ساکن اور اس کے بعد باء ہے۔ الـخـزیـرہ' خاء اور زاء کے ساتھ' باریک آٹے اور چربی سے بنائی ہوئی ڈش۔ ثاب رجال' ثاء کے ساتھ' معنی ہیں' لوگ آئے اور جمع ہو گئے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلٰوة، باب المساجد في البيوت، وغيره من الكتب - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعا.

۴۱۸۔ فوائد: (۱) وادی دو پہاڑوں یا چٹانوں کے درمیان نشیبی جگہ کو کہا جاتا ہے' جو برساتی اور سیلابی پانی کی گزرگاہ ہوتی ہے۔ مالک سے مراد' مالک بن دخشن یا دخیشن ہے۔ جیسا کہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ خزیرہ' وہ کھانا ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے انہیں پکایا جاتا ہے' جب وہ گل جاتے ہیں تو اس میں باریک آٹے کی آمیزش کر دی جاتی ہے۔ اگر یہ گوشت کے بغیر ہو تو اسے عصیدہ کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے لئے جشیشہ کا لفظ آیا ہے' اسے دشیشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ بھی خزیرہ کی طرح ہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر شرعی کی وجہ سے آدمی گھر پر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ (۲) اس کے لئے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر لینا بھی بہتر ہے۔ (۳) محض شبہے کی بنا پر کسی مومن کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز نہیں۔ (۴) مومن بالآخر جنتی ہے۔ اس آخری نکتے کی وضاحت ہم پہلے کر آئے ہیں' اسے دوبارہ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

٤١٩ ـ وعن عمرَ بنِ الخطّابِ رضيَ اللهُ عنه، قال: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِسَبْيٍ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعَى، إِذْ وَجَدَتْ صَبِيّاً في السَّبْيِ أَخَذَتْهُ، فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا، فَأَرْضَعَتْهُ، فقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

۷ / ۴۱۹۔ **حضرت عمر بن خطاب** ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے۔ پس (آپ نے دیکھا کہ) ان میں سے ایک عورت (اپنے بچے کی تلاش میں) دوڑتی پھرتی ہے۔ جب قیدیوں میں وہ کوئی بچہ پاتی تو اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹا لیتی اور اسے

«أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟» قُلْنَا: لَا وَاللهِ! فَقَالَ: «لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا» متّفقٌ عليه.

دودھ پلانے لگتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته ـ وصحیح مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالی.

۴۱۹۔ فوائد: (۱) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مسند اسماعیلی کی روایت میں مزید یہ الفاظ ہیں۔ (تلاش کرتے کرتے) اس نے اپنا بچہ بھی پالیا اور پھر اس نے اسے پکڑ کر اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ حافظ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ تو اس عورت سے گم ہو گیا تھا لیکن اس کے پستانوں میں دودھ جمع ہونے کی وجہ سے اسے تکلیف ہو رہی تھی، اس لئے جو بچہ بھی اسے ملتا وہ اسے دودھ پلانے لگ جاتی، تاکہ دودھ کی تخفیف سے اس کی تکلیف گھٹ جائے۔ پھر جب اس کا اپنا بچہ مل گیا تو اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور دودھ پلایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیدی عورتوں کی طرف (بقدر ضرورت) دیکھنا جائز ہے۔ (۲) جن چیزوں کا عقل اور حواس کے ذریعے سے ادراک ممکن نہیں، انہیں سمجھانے اور انسانی فہم کے قریب کرنے کے لئے مثال دینی جائز ہے۔ جیسے نبی ﷺ نے اللہ کی رحمت کی وسعت کو سمجھانے کے لئے، جس کو عقلاً سمجھنا ممکن نہیں ہے، اس عورت کی حالت کو بطور مثال پیش فرمایا۔ (۳) اس میں اخف الضررین (دو نقصان دہ چیزوں میں سے کم تر نقصان دہ چیز) کو اختیار کرنے کا بھی جواز ہے۔ کیونکہ اس عورت کو نبی ﷺ نے بچوں کو دودھ پلانے سے منع نہیں فرمایا، جب کہ یہ احتمال موجود تھا کہ بڑے ہو کر یہ آپس میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں۔ اس لئے کہ یہ صرف احتمال ہی تھا، جب کہ عورت کے دودھ میں تخفیف، اس کی فوری ضرورت تھی اور اس کا فائدہ یقینی تھا۔ (۴) اس میں "بندوں" کا لفظ عام ہے جس میں مومن اور کافر دونوں شامل ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ اللہ کی رحمت دنیا میں عام ہے جس سے مومن و کافر دونوں ہی یکساں فیض یاب ہو رہے ہیں۔ لیکن آخرت میں یہ رحمت صرف اہل ایمان کے لئے خاص ہو گی اور کافر عذاب ہی سے دو چار ہوں گے، کیونکہ عدل کا تقاضا یہی ہے۔ ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبها للذین یتقون الآیۃ (الاعراف، ۱۵۶) فتح الباری۔

٤٢٠ ـ وعن أَبي هريرة رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ، كَتَبَ فِي كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي».

۸ / ۴۲۰ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی اس خاص کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے، لکھ دیا کہ میری رحمت، میرے غصے

پر غالب ہو گی۔

وفي روايةٍ: «غَلَبَتْ غَضَبي». وفي روايةٍ: «سَبَقَتْ غَضَبي» متفقٌ عليه.

اور ایک اور روایت میں ہے۔ میرے غصے (غضب) پر غالب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے' میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ويحذّركم الله نفسه﴾ وكتاب بدء الخلق، باب ﴿وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيده﴾ وغيرهما من الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى.

۴۲۰۔ فوائد: امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو اس نے کیا ہوا ہے۔ جیسے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (المجادلہ' ۲۱) میں کتب بمعنی قضٰی ہے۔ یا پھر اس سے مراد لوح محفوظ ہے' جس میں اس نے سب کچھ لکھ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور یہ کتاب بھی اس کے پاس ہے' اس کی حقیقت و کیفیت کو جاننے سے ہم قاصر ہیں' تاہم استواء علی العرش کی کیفیت جانے بغیر اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ (فتح الباری۔ کتاب التوحید' باب و کان عرشہ علی الماء)

٤٢١ ـ وعنه قال: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقول: «جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَأَنْزَلَ في الأرْضِ جُزْءاً وَاحِداً، فَمِنْ ذٰلِكَ الجُزْءِ يتَرَاحَمُ الخَلائِقُ حتَّى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ». وفي روايةٍ: «إنَّ لِلهِ تَعَالى مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الجنِّ والإِنْسِ وَالبَهَائِمِ وَالهَوامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تَعَالى تِسْعاً وتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ» متفقٌ عليه.

۹/۴۲۱ - انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے' ان میں سے ننانوے اپنے پاس محفوظ رکھ لئے اور ایک حصہ زمین میں اتارا۔ اسی ایک حصے کی وجہ سے اللہ کی تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک جانور بھی اپنا کھر اپنے بچے سے ہٹا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں' اس نے ان میں سے ایک رحمت جنوں' انسانوں' چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری ہے۔ پس اسی ایک حصہ رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر نرمی کرتے اور رحم سے پیش آتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے اور اللہ نے ننانوے رحمتیں پیچھے رکھ چھوڑی ہیں جن کے ساتھ وہ قیامت والے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

ورواهُ مسلم أيضاً من رواية سَلْمَانَ الفَارِسيِّ رضي اللهُ عنه قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ لِلهِ تَعَالى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ يَتَرَاحَمُ بِهَا الخَلْقُ بَيْنَهُمْ، وَتِسْعٌ وَتِسْعُونَ لِيَوْمِ القِيَامَةِ». وفي روايةٍ: «إنَّ اللهَ تَعَالَى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰواتِ وَالأرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّماءِ إلى الأَرْضِ، فَجَعَلَ مِنها في الأرْضِ رَحْمَةً، فَبِها تَعْطِفُ الوَالِدَةُ على وَلَدِهَا، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ، فَإذَا كَانَ يَوْمُ القِيَامَةِ، أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ».

اور اس کو مسلم نے بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ **سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ** ﷺ **نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ ان ہی میں سے ایک وہ رحمت ہے جس کی وجہ سے مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لئے (محفوظ) ہیں۔**

اور ایک روایت میں ہے' بے شک اللہ تعالیٰ نے' جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا' سو رحمتیں پیدا کیں۔ ہر رحمت (اگر اس کا جسمانی وجود ہو تو اتنی ہے کہ) آسمان و زمین کے درمیان خلا کو پر کر دے۔ پھر ان میں سے ایک رحمت کو اس نے زمین میں رکھ دیا' پس اسی کی وجہ سے ماں اپنے بچے پر اور وحشی جانور اور پرندے ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں' پس جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو اس (دنیوی) رحمت کے ساتھ ملا کر مکمل فرمائے گا (اور پھر اس کے ساتھ اپنے بندوں پر رحمت کرے گا)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب جعل الله الرحمة مائة جزء، وكتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى.

۴۲۱- فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے پر رحم و شفقت کا معاملہ کرنا' اللہ کو پسند بھی ہے اور اس کا فضل و کرم بھی۔ اسی لئے اس نے رحمت کا یہ ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا ہے اور جو شخص اتنا سنگ دل ہو کہ وہ رحم و شفقت کے جذبات سے ہی ناآشنا ہو تو یہ ایک نہایت ہی ناپسندیدہ چیز ہے' علاوہ ازیں اللہ کے فضل و کرم سے محرومی کی علامت بھی ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ قیامت والے دن سو رحمتوں کے ساتھ اپنے بندوں سے معاملہ فرمائے گا' اس میں یقیناً بندوں کے لئے بڑی امید اور زبردست خوش خبری ہے لیکن جو اس بنیاد پر اس کی مخالفت کو اپنا شیوہ اور اس کی حدود کی پامالی کو اپنا وطیرہ بنا لے' اس کے لئے اس کا غضب بھی اس روز نہایت شدید ہو گا۔ اس لئے ترک فرائض اور اعراض و استکبار کے ساتھ رحمت الٰہی کی امید تخم حنظل کی کاشت کر کے کسی ثمر شیریں کی پیداوار کی امید رکھنے کے مترادف ہے۔

٤٢٢ ـ وعنه عن النَّبيِّ ﷺ، فِيما يَحكِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قال: «أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْباً، فقالَ: اللَّهُمَّ اغفِرْ لي ذَنبي، فقالَ

۱۰ / ۴۲۲- وہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ **نبی** ﷺ **سے اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ گناہ کر کے پھر کہے' اے اللہ میرا گناہ بخش دے' تو اللہ تبارک وتعالیٰ**

اللهُ تَبَارَكَ وَتعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيأْخُذُ بالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فقالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْلِي ذَنْبِي، فقالَ تبارَكَ وَتعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بالذَّنْبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فقالَ: أَيْ رَبِّ! اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، فقالَ تَبَارَكَ وَتعَالَى: أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بالذَّنْبِ، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ» متفقٌ عليه. وقوله تعالى: «فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ» أَي: مَا دَامَ يَفْعَلُ هكَذَا، يُذْنِبُ وَيَتُوبُ أَغفِرُ لَهُ، فَإِنَّ التَّوبةَ تَهْدِمُ مَا قَبْلَها.

فرماتا ہے' میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ کی پاداش میں مواخذہ بھی کرتا ہے۔ پھر وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور کہتا ہے' اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرما دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اسے علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے گرفت بھی فرماتا ہے۔ پھر وہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! میرا گناہ معاف کر دے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ کو بخش بھی دیتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے' یقیناً میں نے اپنے بندے کو بخش دیا' پس وہ جو چاہے کرے۔ (بخاری و مسلم)

"پس جو چاہے کرے" کا مطلب ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرے گا کہ گناہ کرکے توبہ کرتا رہے تو میں اسے بخشتا رہوں گا۔ اس لئے کہ توبہ' اپنے ماقبل کے گناہ کو ختم کر دیتی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿يريدون أن يبدّلوا كلام الله﴾ - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكرّرت.

۴۲۲- فوائد: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ایک بندۂ مومن کا دل احکام و فرائض الٰہی کے بارے میں اعراض اور استکبار سے پاک ہے' تاہم اس سے بار بار گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور وہ ہر دفعہ گناہ کے بعد بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتا اور استغفار کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرماتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ توبہ و استغفار کرکے اصرار سے گریز کر رہا ہے اور مواخذۂ الٰہی سے لرز رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت و جلالت سے اس کا دل لبریز ہے اور اس کے سامنے اظہار بندگی میں اسے کوئی عار نہیں ہے اور بندے کی یہ خوبی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔ اس لئے وہ فرماتا ہے کہ بندہ جب تک عاجزی سے میرے سامنے جھکتا رہے گا' میں اسے معاف کرتا رہوں گا۔

اس کے برعکس ایک بندہ وہ ہے جو بار بار گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' پھر نہ توبہ و استغفار کرتا ہے اور نہ اللہ کے مواخذے کا کوئی اندیشہ اس کے دل میں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص مذکورہ بندۂ مومن سے یکسر مختلف ہے' اس کے ساتھ اللہ کا معاملہ بھی اس سے مختلف ہو گا۔ پہلا کردار ایک بندۂ مومن کا ہے جس پر اللہ تعالیٰ گناہ کے باوجود' اپنی خوشی کا اظہار فرماتا ہے اور دوسرا کردار ایک باغی اور سرکش کا ہے جس کے لئے اس نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جعلنا الله من الاولين۔

٤٢٣ - وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذي نَفْسي بِيَدِهِ! لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ تَعَالَى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ» رواه مسلم.

۱۱/ ۴۲۳۔ سابق راوی ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگیں گے اور وہ انہیں معاف فرما دے گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، حديث رقم٢٧٤٩.

۴۲۳۔ فوائد: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ گناہ کر کے گناہ پر اصرار کرنے کی بجائے توبہ و استغفار کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے حتیٰ کہ اگر ایسے لوگ ناپید ہو جائیں کہ جن سے نہ گناہ کا صدور ہو اور نہ وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جو اس طرح کریں گے۔ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ گناہوں کو پسند فرماتا ہے اور گناہ گار اس کے محبوب ہیں، بلکہ وہ توبہ و انابت کو پسند فرماتا ہے اور ایسے ہی لوگ اسے محبوب ہیں اور یہی اس حدیث کا مفاد ہے۔

٤٢٤ - عن أبي أيُّوبَ خَالِدِ بنِ زيد رضي الله عنه، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «لَوْلا أنَّكُمْ تُذْنِبُونَ، لَخَلَقَ اللهُ خَلْقاً يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ» رواه مسلم.

۱۲/ ۴۲۴۔ حضرت ابو ایوب انصاری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرماتا جو گناہ کرتی اور استغفار کرتی، پس وہ انہیں بخش دیتا۔ (مسلم، باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، حديث رقم٢٧٤٨.

٤٢٥ - وعن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: كُنَّا قُعُوداً مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ، مَعَنَا أَبُو بكْرٍ وَعُمَرُ، رضي الله عنهما، في نَفَرٍ، فَقَامَ رسولُ اللهِ ﷺ، مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رسولَ اللهِ ﷺ، حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطاً لِلأَنْصَارِ - وَذَكَرَ الحَدِيثَ بطُوله إلى قوله: - فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «اذْهَبْ فَمَنْ لَقِيتَ وَرَاءَ هٰذَا الحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لا إلٰهَ إلَّا

۱۳/ ۴۲۵۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر ؓ بھی لوگوں کی ایک جماعت میں موجود تھے، پس رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگا دی، ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہماری غیر حاضری میں (دشمن نے) آپ ؐ کو نقصان نہ پہنچایا ہو، چنانچہ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے، گھبرانے والوں میں میں سب سے پہلا شخص تھا، پس میں رسول اللہ ﷺ کی

اللهُ، مُسْتَيْقِناً بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ» رواه مسلم.

تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں آگیا۔ پھر انہوں نے لمبی حدیث ذکر فرمائی، جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا، کہ آپ ؐ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ! اس باغ کے باہر جو بھی تمہیں ملے جو دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے، تو تم اسے جنت کی خوش خبری سنا دو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل علي أن من مات علي التوحيد دخل الجنة قطعا.

۴۲۵۔ فوائد: (۱) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مومن بالآخر جنت میں جائے گا۔ یا تو پہلے مرحلے میں یا پھر سزا بھگت کر۔ (۲) رہنما اپنی جماعت سے بوقت ضرورت اٹھ کر جا سکتا ہے یہ کوئی اخلاق کے منافی نہیں۔ (۳) یہ جو نبی کریم ﷺ کے بارے میں حاضر ناظر کا مسئلہ بنایا ہوا ہے صحیح نہیں۔ (۴) صحابہ ؓ کو آنحضرت ﷺ کی بابت تشویش رہتی تھی اور یہ ان کی آپ ؐ سے بے پناہ محبت کی دلیل ہے۔ (۵) آدمی اپنے علاوہ دوسرے کو بھی تبلیغ و اشاعت کا کہہ سکتا ہے۔ (۶) لا الہ الا اللہ کی بڑی فضیلت ہے۔

٤٢٦ ـ وعن عبدِ الله بنِ عَمْرِو بنِ العاص رضي الله عنهما، أنَّ النبيَّ ﷺ تلا قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ في إبراهيم ﷺ: ﴿ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّي ﴾ [إبراهيم: ٣٦]، وَقَوْلَ عيسى ﷺ: ﴿ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [المائدة: ١١٨]، فَرَفَعَ يَدَيْه وقال: «اللَّهُمَّ! أُمَّتِي أُمَّتِي» وَبَكَى، «فقال الله عَزَّ وَجَلَّ: يَا جبريلُ! اذْهَبْ إلى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْكِيهِ؟» فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ، فَأَخْبَرَهُ رسولُ اللهِ ﷺ بِمَا قال وَهُوَ أَعْلَمُ، «فقالِ اللهُ تعالى: يَا جبريلُ! اذْهَبْ إلى مُحَمَّدٍ فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِيكَ في أُمَّتِكَ وَلا نَسُوؤُكَ» رواه مسلم.

۱۴ / ۴۲۶ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے قول کی تلاوت فرمائی جو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ "اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پس جس نے میری پیروی کی، وہ مجھ سے ہے" الآیۃ (سورۃ ابراہیم، ۳۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول "اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو یقیناً غالب، حکمت والا ہے" (المائدہ، ۱۱۸) اس کے بعد آپ ؐ نے اپنے ہاتھ (دعا کے لئے) اٹھائے اور فرمایا، اے اللہ! میری امت! میری امت! اور آپ ؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اللہ عز و جل نے فرمایا، اے جبریل ؑ محمد (ﷺ) کے پاس جا اور تیرا رب خوب جانتا ہے اور ان سے پوچھ، وہ کیوں روتے ہیں؟ پس جبریل ؑ آپ ؐ کے پاس آئے، پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں وہ بتلایا جو آپ ؐ نے (اپنی امت کے

بارے میں) فرمایا تھا، حالانکہ اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے جبریلؑ! محمد (ﷺ) کی طرف (پھر) جا اور ان سے کہہ کہ ہم آپؐ کو آپؐ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، آپؐ کو ناراض نہیں کریں گے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب دعاء النبي ﷺ لأمته وبکائه شفقة علیهم.

۴۲۶۔ فوائد: اس میں ایک تو اس شفقت و رحمت کا بیان ہے جو نبی ﷺ کے دل میں اپنی امت کے لوگوں کے لئے تھی اور جس کا کامل اظہار قیامت والے دن ہو گا۔ دوسرا، اللہ کی اس محبت کا تذکرہ ہے جو اللہ کو اپنے آخری پیغمبر ﷺ سے ہے اور ان دونوں باتوں کا فائدہ امت محمدیہ کے اہل ایمان کو ہو گا کہ قیامت والے دن وہ اس کی وجہ سے اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہوں گے۔ جعلنا اللہ منہم

٤٢٧ ـ وعن مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ رضي الله عنه، قال: كُنْتُ رِدْفَ النبيِّ ﷺ على حِمَارٍ فقَالَ: «يا مُعَاذُ! هَل تدري مَا حَقُّ الله عَلى عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ علَى الله؟» قلت: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: «فَإنَّ حَقَّ اللهِ عَلى العِبَادِ أن يَعْبُدُوهُ، وَلاَ يُشْرِكُوا بِهِ شيئاً، وَحَقَّ العِبَادِ عَلى اللهِ أنْ لا يُعَذِّبَ مَنْ لا يُشرِكُ بِهِ شَيئاً»، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَفَلا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قال: «لا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا» متفقٌ عليه.

۱۵/۴۲۷۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گدھے پر نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپؐ نے فرمایا، اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا حق اس کے بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، بے شک بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ (صرف) اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراتا ہو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ دوں؟ آپؐ نے فرمایا، انہیں خوش خبری مت دو، وہ پھر اسی (ایمان) پر بھروسہ کر لیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب التوحید، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلي توحید الله - وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علي أن من مات علي التوحید دخل الجنة قطعا.

۴۲۷۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ عام لوگ، جو بات کو اپنے سیاق و سباق کے مطابق سمجھنے سے بالعموم قاصر ہوتے ہیں، وہ یہی سمجھ لیں گے کہ نجات کے لئے توحید و رسالت کا زبانی اقرار کر لینا ہی کافی ہے، ان کے عملی تقاضوں کو بروئے کار لانا ضروری نہیں اور پھر وہ اسی پر اعتماد کر کے عمل سے غافل ہو جائیں گے۔ حالانکہ اقرار

باللسان سے ایک مومن کو یہ تحفظ تو یقیناً حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اور بالآخر وہ جنت میں چلا جائے گا۔ لیکن عام لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مومن چاہے کتنا بھی بے عمل یا بد عمل ہو، سرے سے جہنم میں ہی نہیں جائے گا اور پہلے مرحلے میں ہی وہ مومنین کاملین کی طرح جنت میں چلا جائے گا۔ جب کہ دیگر دلائل شرعیہ کی رو سے ایسا سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے بھی گزر چکی ہے۔ بہرحال اس قسم کی احادیث میں مومن کے جہنم میں جانے کی نفی سے مراد، خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کی نفی ہے، مطلق عذاب اور دخول جہنم کی نفی نہیں۔

٤٢٨ ـ وعن البَرَاءِ بنِ عازبٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ، قال: «المُسْلِمُ إذَا سُئِلَ في القَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّداً رسولُ الله، فذلك قولُه تعالى: ﴿يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ﴾ [إبراهيم: ٢٧]» متفقٌ عليه.

۱۶ / ۴۲۸۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما **سے روایت ہے، نبی کریم** ﷺ **نے فرمایا، مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (**ﷺ**) اللہ کے رسول ہیں اور یہی مطلب اللہ کے اس قول کا بھی ہے "اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا" (بخاری و مسلم)**

تخريج: صحيح بخاري، تفسير سورة إبراهيم ـ صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه.

۴۲۸۔ فوائد: یعنی یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان یثبت اللہ الذین امنوا الآیۃ (سورۂ ابراہیم، ۲۷) کی تفسیر ہے۔ دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میں کلمہ اسلام کے دونوں جزء اکٹھے بیان ہوئے ہیں۔ یعنی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ۔ بہرحال قبر میں سوال جواب حق ہے اور مومن اللہ کی توفیق سے صحیح جواب اور توحید و رسالت کی گواہی دے گا۔

٤٢٩ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إنَّ الكافِرَ إذَا عَمِلَ حَسَنَةً، أُطعِمَ بِهَا طُعمَةً مِنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا المُؤْمِنُ، فَإنَّ اللهَ تَعَالَى يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الآخِرَةِ، وَيُعْقِبُهُ رِزْقاً في الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ». وفي روايةٍ: «إنَّ الله لا يَظْلِمُ مُؤْمِناً حَسَنَةً يُعْطَى بِهَا في الدُّنْيَا، وَيُجْزَى

۱۷ / ۴۲۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے، رسول اللہ** ﷺ **نے فرمایا، کافر جب دنیا میں کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو اسے اس کا بدلہ دنیا کی کچھ لذتوں میں سے دے دیا جاتا ہے (یعنی آخرت میں اسے اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا) لیکن مومن کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت میں (صلہ دینے کے لئے) کر لیتا ہے اور دنیا میں اسے رزق اس کی فرماں برداری کی وجہ سے دیتا ہے۔**

ایک اور روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ کسی مومن پر

بهَا في الآخِرَةِ، وَأَمَّا الكَافِرُ، فيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ للهِ تعالى في الدُّنْيَا حَتَّى إذَا أَفْضَى إلى الآخِرَةِ، لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا» رواه مسلم.

اس کی نیکی کے معاملے میں ظلم نہیں کرتا، اسے اس کی نیکی کا صلہ دنیا میں ہی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے بدلہ دیا جائے گا۔ لیکن کافر کو اس کی ان اچھائیوں کا صلہ، جو وہ اللہ کے لئے کرتا ہے، دنیا میں بھی دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیک عمل ایسا نہیں ہو گا جس پر اسے بدلہ دیا جائے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة.

۴۲۹۔ فوائد: کافر بھی دنیا میں بہت سے ایسے عمل کرتے ہیں جن کا تعلق رفاہ عامہ سے یا بھلائیوں سے ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان حسنات کا صلہ انہیں دنیا کے مال و اسباب کی صورت میں یا ان سے کوئی ابتلاء ٹال کر دے دیتا ہے، کیونکہ اخروی اجر و ثواب کے لئے تو ایمان ضروری ہے اور کافر ایمان سے محروم ہوتا ہے اس لئے وہ آخرت کے ثواب سے بھی محروم رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عقیدہ ہر عمل کی بنیاد اور عنداللہ قبولیت کے لئے شرط اور مدار ہے۔

٤٣٠ - وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ» رواه مسلم. «الْغَمْرُ»: الْكَثِيرُ.

۱۸/ ۴۳۰۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پانچوں نمازیں (پڑھ لینے) کی مثال اس لبالب جاری نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو، اس سے روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔ (مسلم)

الغمر، بمعنی کثیر ہے

تخريج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المشى إلى الصلٰوة تمحي به الخطايا وترفع به الدرجات.

۴۳۰۔ فوائد: اس میں پابندی سے پنج وقتی نماز پڑھنے کے فوائد کا بیان ہے کہ جس طرح روزانہ پانچ مرتبہ نہانے والے کا جسم میل کچیل سے پاک رہتا ہے۔ اسی طرح نمازی کے بھی صغیرہ گناہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ سے توبہ کر لے تو وہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اول تو نماز وغیرہ فرائض کا پابند کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور اگر کبھی ارتکاب ہو جائے تو اس پر اصرار اور دوام نہیں کرتا، بلکہ فوراً توبہ و استغفار کر لیتا ہے اور صغیرہ گناہ اس کے نماز سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔

٤٣١ - وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما، قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ

۱۹/ ۴۳۱۔ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جو

يقول: «مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلاً لا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيئاً إلَّا شَفَّعَهُمُ الله فيهِ» رواه مسلم.

مسلمان آدمی مرجائے اور ایسے چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلّى عليه أربعون شفعوا فيه.

۴۳۱۔ فوائد: (۱) شفاعت قبول کرنے کا مطلب ہے کہ وہ میت کی مغفرت کے لئے جو دعا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ' ان کی دعا قبول فرماتا اور اس کو بخش دیتا ہے۔ بشرطیکہ میت بھی شفاعت کے قابل ہو۔ (۲) جنازے میں موحدین کی جتنی کثرت ہو گی' اتنی ہی زیادہ میت کے بارے میں اچھی امید کی جا سکتی ہے۔

٤٣٢ ـ وعن ابنِ مسعودٍ رضي اللهُ عنه قال: كُنَّا مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ في قُبَّةٍ نَحواً مِنْ أَرْبَعينَ، فقال: «أتَرضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الجَنَّةِ؟» قُلْنَا: نَعَمْ، قال: «أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الجَنَّةِ؟» قُلْنَا: نَعَم، قال: «وَالَّذي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! إِنِّي لأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الجَنَّةِ، وَذَلِكَ أَنَّ الجَنَّةَ لا يَدْخُلُهَا إلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَمَا أَنْتُمْ في أَهْلِ الشِّرْكِ إلَّا كَالشَّعْرَةِ البَيْضَاءِ في جِلْدِ الثَّوْرِ الأَسْوَدِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ في جِلْدِ الثَّوْرِ الأَحْمَرِ» متفقٌ عليه.

۲۰ / ۴۳۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تقریباً چالیس آدمی ایک خیمے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' آپؐ نے (وہاں) ارشاد فرمایا' کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھا حصہ ہو؟ ہم نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے فرمایا' کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو؟ ہم نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ تمہاری تعداد اہل جنت میں آدھی ہو گی اور یہ اس لئے کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوں گے اور تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہی ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف الحشر؟، وكتاب الأيمان والنذور، باب كيف كان يمين النبي ﷺ؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون هذه الأمة نصف أهل الجنة.

۴۳۲۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو اس حقیقت کا بیان ہے کہ اہل ایمان و توحید کے مقابلے میں اہل شرک کثرت سے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ (۲) دوسری امتوں کے مقابلے میں امت محمدی کے مسلمان جنت میں زیادہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد' اہل جنت میں نصف ہو گی۔ اس میں امت محمدیہ کے لئے خوش خبری بھی ہے اور ان کی توقیر و عزت بھی۔ جعلنا الله منهم

٤٣٣ ـ وعن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ:

۲۱ / ۴۳۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب قیامت کا دن ہو گا

«إذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللهُ إلى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودياً أَوْ نَصرَانِياً فَيقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ». وفي روايةٍ عنهُ عنِ النبيِّ ﷺ قال: «يَجيءُ يَوْمَ القِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ المُسْلِمينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُم» رواه مسلم. قوله: «دَفعَ إلى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِياً أَوْ نَصْرَانِياً فَيقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ» مَعْنَاهُ مَا جَاءَ في حديث أبي هريرة رضي اللهُ عنهُ: «لِكُلِّ أَحَدٍ مَنْزِلٌ فِي الجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ في النَّارِ، فَالمُؤْمِنُ إذَا دَخلَ الجَنَّةَ خَلَفَهُ الكَافِرُ في النَّارِ، لأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِكَ بِكُفْرِهِ». وَمَعْنَى «فِكَاكُكَ»: أَنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضاً لِدُخُولِ النَّارِ، وَهٰذَا فِكَاكُكَ؛ لِأَنَّ اللهَ تعالى قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَداً يَمْلَؤُهَا، فَإِذَا دَخَلَهَا الكُفَّارُ بِذُنُوبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ، صَارُوا في مَعْنَى الفِكَاكِ لِلمُسْلِمِينَ، والله أعلم.

تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے' ایک یہودی یا عیسائی سپرد فرمائے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا آگ سے فدیہ ہے (یعنی تیری جگہ جہنم کا عذاب بھگتے گا)

ایک اور روایت میں انہی ابو موسیٰؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' قیامت کے روز کچھ مسلمان ایسے بھی آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کی مثل ہوں گے' اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے' ایک یہودی یا عیسائی' سپرد فرمائے گا..... کے معنی وہ ہیں جو ایک دوسری حدیث ابی ہریرہؓ میں بیان ہوئے ہیں کہ ہر شخص کا ایک مقام جنت میں اور ایک مقام جہنم میں ہے۔ پس مومن جب جنت میں چلا جائے گا' تو کافر جہنم میں اس کا جانشین ہو گا' اس لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہو گا اور "تیرا فدیہ" کا مطلب ہے' کہ تو جہنم میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا گیا تھا اور یہ (کافر) تیرا فدیہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے لئے ایک تعداد مقرر کی ہے کہ جن سے وہ اس آگ کو بھرے گا' پس جب کافر اپنے کفر اور گناہ کی وجہ سے آگ میں داخل ہوں گے تو وہ ایسے ہوں گے کہ گویا وہ مسلمانوں کے لئے جہنم سے رہائی کا ذریعہ بن گئے۔ واللہ اعلم

تخریج: صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله.

۴۳۳- فوائد: اس میں اہل ایمان کا حسن انجام اور اہل کفر و شرک کا انجام بد بیان کیا گیا ہے۔

٤٣٤ - وعن ابنِ عمرَ رضيَ الله عنهما قال: سمعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يُدْنَى المُؤْمِنُ يَوْمَ القِيامَةِ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ، فيقولُ: أَتعرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ أَتعرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فيقول: رَبِّ أَعْرِفُ، قال: فَإِنِّي قَد سَتَرتُهَا عَلَيْكَ في الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ اليَوْمَ،

۲۲/ ۴۳۴۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' قیامت کے روز مومن اپنے رب کے قریب کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں لے لے گا' پھر وہ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا' اس سے کہے گا' کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے؟ مومن کہے گا' ہاں اے رب! جانتا

فَيُعطَى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ» متفقٌ عليه.

ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میں نے دنیا میں بھی تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں' پھر اسے اس کی نیکیوں کا دفتر دے دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

«كَنَفُهُ»: سَتْرُهُ وَرَحْمَتُهُ.

کنفہ ' کے معنی ہیں اس کی پردہ پوشی اور اس کی رحمت۔

تخریج: صحيح بخاري، تفسير سورة هود ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله.

۴۳۴۔ فوائد: اس میں ایسے اہل ایمان کا تذکرہ ہے کہ ان کے ساتھ اللہ خصوصی فضل و کرم کا معاملہ فرمائے گا اور ان کے گناہ معاف فرما کر پہلے مرحلے میں ہی انہیں جنت میں بھیج دے گا۔ جعلنا اللہ منہم

٤٣٥ ـ وعن ابنِ مسعودٍ، رضي الله عنه، أنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِن امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبيَّ ﷺ، فأخبرَه، فأنزل الله تعالى: ﴿ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيۡلِۚ إِنَّ ٱلۡحَسَنَٰتِ يُذۡهِبۡنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ ﴾ [هود: ١١٤] فقال الرجل: أَلِي هذا يا رسولَ الله؟! قال: «لِجَميعِ أُمَّتي كُلِّهِمْ» متفقٌ عليه.

۲۳ / ۴۳۵۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا' پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو بتلایا' جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرما دی "اور تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر (یعنی صبح و شام) اور رات کے کچھ حصے میں۔ بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں" (سورۂ ہود' ۱۱۴) اس آدمی نے کہا' اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے لئے (خاص) ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا (نہیں' بلکہ) میری تمام امت کے لئے ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلاة كفّارة، وكتاب التفسير، تفسير سورة هود، باب ﴿وأقم الصلاة﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب "إن الحسنات يذهبن السيئات".

۴۳۵۔ فوائد: (۱) نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۲) آیات کے نزول کا سبب چاہے کوئی خاص واقعہ ہی ہو' لیکن اس کا حکم عام ہوتا ہے۔ (۳) گناہ گار کی پردہ پوشی ضروری ہے۔

٤٣٦ ـ وعن أَنَسٍ، رضي الله عنه، قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ فقال: يا رسولَ اللهِ! أَصَبْتُ حدّاً، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، وَحَضَرَتِ الصَّلاةُ، فَصَلَّى مَعَ

۲۴ / ۴۳۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا' یا رسول اللہ! مجھ سے ایسا جرم سرزد ہو گیا ہے جس پر میں سزا کا مستحق ہو گیا ہوں' آپؐ وہ سزا مجھ پر نافذ فرمائیں

رسولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاةَ قال: يا رسولَ اللهِ! إنِّي أَصَبْتُ حدّاً، فأَقِمْ فيَّ كتَابَ اللهِ. قَـال: «هَـلْ حضَـرْتَ مَعَنَـا الصَّلاةَ» قال: نَعم. قال: «قد غُفِرَ لَكَ» متفقٌ عليه. وقوله: «أَصَبْتُ حَدّاً» معناه: مَعْصيةً تُوجبُ التَّعْزير، وَلَيْسَ الْمُرَادُ الحَدَّ الشَّرْعِيَّ الحَقِيقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا والخمر وَغَيْرِهمَا، فإنَّ هٰذِهِ الحُدودَ لا تَسْقُطُ بِالصلاةِ، ولا يجوز لِلإمامِ تَرْكُهَا.

(اتنے میں) نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے (پھر) کہا' یا رسول اللہ! مجھ سے قابل سزا جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے' آپؐ میرے بارے میں اللہ کی کتاب (کا حکم) نافذ فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے فرمایا' تیرا گناہ معاف کر دیا گیا ہے۔

(بخاری و مسلم)

اصبت حدا **کے معنی ہیں' مجھ سے ایسا گناہ ہو گیا ہے جو موجب تعزیر ہے۔ اس سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں ہے۔ جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ کی حد ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیں نماز سے معاف نہیں ہوتیں' نہ حاکم وقت ہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان کا نفاذ ترک کر دے۔**

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المحاربين، باب إذا أقر بالحد ولم يبين هل للإمام أن يستر عليه؟ - وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب ﴿إن الحسنات يذهبن السيئات﴾.

٤٣٧- وعنـه قـال: قـال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الله لَيَرْضَى عن الْعَبْدِ أَنْ يَـأْكُـلَ الأَكلَـةَ، فَيَحْمَـدُهُ عَليهـا، أَوْ يَشْـرَبَ الشَّـرْبَـةَ، فَيَحْمَـدُهُ عَليهـا» رواه مسلم. «الأَكْلَةُ»: بفتح الهمزة وهي المرةُ الواحدةُ مِنَ الأكلِ كَالْغَدْوَةِ والْعَشْوَةِ، والله أعلم.

۲۵ / ۴۳۷۔ سابق راوی حضرت انس ؓ ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا پر خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانا کھائے اور اس پر اللہ کی حمد کرے یا پانی پیئے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔ (مسلم)

اکلۃ ہمزہ پر زبر۔ یہ ایک مرتبہ کھانے کو کہتے ہیں' جیسے صبح یا شام کا کھانا۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب حمد الله تعالى بعد الأكل والشرب.

۴۳۷۔ فوائد: کھانے یا پانی وغیرہ پینے کے بعد الحمدللہ کہنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ کوئی مسنون دعا پڑھ لی جائے جیسے الحمدلله الذی اطعم وسقی وسوغه وجعل له مخرجا **' (سنن ابو داؤد) یا یہ دعا'** الحمدلله کثیرا طیبا مبارکا فیه غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنه ربنا **یا** الحمدلله الذی کفانا وارونا غیر مکفی ولا مکفور **(صحیح بخاری' کتاب الاطعمۃ' باب مایقول**

اذا فرغ من طعامہ) لا مکفور ای غیر جحود فضلہ ولا تنکر نعمتہ

اس باب میں اس کے لانے سے مقصد خوف اور رجاء (امید) دونوں باتوں کا استحضار (ذہن میں موجود کرنا) ہے۔ کھاتے پیتے وقت اللہ کو یاد رکھو گے تو اللہ کی رضا مندی کی امید ہے۔ علاوہ ازیں یہ خوف بھی دامن گیر رہے کہ وہ اللہ ہی سب کچھ دینے والا ہے' وہ اگر چاہے تو تم سے یہ نعمتیں سلب کر لے یا نعمتوں کی فراوانی کے باوجود تمہیں کھانے پینے کی قوت سے محروم کر دے۔ جیسے بعض بیماریوں میں ایسا ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

٤٣٨ ـ وعن أبي موسى، رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ، قال: «إنَّ الله تعالى، يَبْسُطُ يَدَهُ باللَّيْلِ ليَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنهارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيلِ حتى تَطْلُعَ الشمسُ مَنْ مَغْرِبها» رواه مسلم.

٢٦ / ٤٣٨۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کو برائی کا ارتکاب کرنے والا توبہ کر لے' یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكرّرت.

٤٣٨۔ فوائد: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے' دیکھئے رقم الحدیث ١٧۔ ہاتھ پھیلانا کنایہ ہے قبول توبہ سے۔ جیسے کسی چیز کو لینا ہو تو ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں اور نہ لینا ہو تو قبض کر لئے جاتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کس طرح پھیلاتا ہے' سو اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے۔ تاہم اس میں اللہ کی صفت ید کا بیان ہے' جس پر بغیر کسی تاویل یا تشبیہ کے ایمان رکھنا ضروری ہے' جس طرح اس کی دوسری صفات پر ایمان ضروری ہے' یہی سلف کا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہاتھ پھیلانے یعنی قبول توبہ کا سلسلہ جاری رہے گا' یہاں تک کہ قیامت کے قریب جب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو گا تو یہ سلسلہ موقوف ہو جائے گا اور اس کے بعد کسی کا ایمان لانا اور توبہ کرنا قبول نہیں ہو گا۔ اس لئے انسان کو توبہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے اور توبہ بھی وہ جو صحیح توبہ ہو۔

٤٣٩ ـ وعن أبي نَجِيحٍ عَمرِو بنِ عَبَسَةَ ـ بفتحِ العين والباء ـ السُّلَمِيِّ، رضيَ اللهُ عنه، قال: كنتُ وَأَنَا في الجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلى ضَلالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا على شيءٍ، وَهُمْ يَعْبُدُونَ الأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَاراً، فَقَعَدْتُ عَلى رَاحِلَتي، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فإذا رسولُ اللهِ ﷺ، مُسْتَخْفِياً جُرَآءُ عليهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ

٢٧ / ٤٣٩۔ حضرت ابو نجیح عمرو بن عبسہ (عین اور باء پر زبر) سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (اسلام سے قبل) زمانہ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں اور وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے ایک آدمی کی بابت سنا کہ وہ مکے میں (بتوں کے خلاف) کچھ باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی سواری پر بیٹھا اور اس شخص کے پاس مکے آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر اپنا تبلیغی کام کر رہے ہیں اور آپؐ پر آپؐ کی قوم دلیر ہے۔ پس میں نے

بمكّةَ، فقلتُ له: ما أَنتَ؟ قال: «أَنا نبيٌّ» قلتُ: وما نبيٌّ؟ قال: «أَرسَلَني اللهُ» قلتُ: وبأيِّ شيْءٍ أَرسَلَكَ؟ قال: «أَرسَلَني بصلةِ الأَرحام، وكَسْرِ الأَوثانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لا يُشْرَكُ بهِ شيْءٌ» قلتُ: فمَن مَعَكَ عَلى هذا؟ قال: «حُرٌّ وعَبْدٌ» ومعهُ يَوْمَئِذٍ أبو بكرٍ وبلالٌ، رضي الله عنهما، قلت: إنِّي مُتَّبِعُكَ، قال: «إنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذلكَ يَوْمَكَ هٰذا؛ ألا تَرى حَالي وحالَ النَّاسِ؟ ولٰكِنِ ارْجِعْ إلى أَهْلِكَ فإذا سَمِعْتَ بي قد ظَهَرْتُ فأْتِني» قال: فذَهَبْتُ إلى أَهْلي، وَقدِمَ رسولُ اللهِ ﷺ المدينَةَ، وكنتُ في أَهْلي، فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّرُ الأَخْبَارَ، وَأَسْأَلُ النَّاسَ حينَ قَدِمَ المدينةَ، حَتَّى قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ المدينَةِ، فقلتُ: مَا فَعَلَ هذا الرَّجُلُ الذي قدِمَ المدينةَ؟ فقالوا: النَّاسُ إليهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُه قَتْلَهُ، فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذلكَ، فَقَدِمتُ المدينَةَ، فَدَخَلتُ عليهِ، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَتَعرِفُني؟ قال: «نَعم أَنتَ الَّذي لَقيتَني بِمكةَ» قال: فقلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَخْبِرْني عمَّا عَلَّمَكَ اللهُ وَأَجْهَلُهُ، أخبِرْني عَنِ الصَّلاةِ؟ قال: «صَلِّ صَلاةَ الصُّبحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلاةِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحٍ، فإنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَي شيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُد لها الكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ، فَإنَّ الصَّلاةَ مشهودةٌ مَحْضورَةٌ حتى يستَقِلَّ الظِّلُّ بالرُّمحِ، ثُمَّ اقْصُر عن الصَّلاةِ، فإنه حينئذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فإذا أقبل الفَيْءُ فصَلِّ، فإنَّ الصَّلاةَ مَشهودةٌ مَحضورةٌ حتى

چوری چھپے آپؐ سے ملنے کی تدبیر کی، حتیٰ کہ میں مکے میں آپؐ کے پاس پہنچ گیا، میں نے آپؐ سے کہا، آپؐ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، میں نبی ہوں، میں نے کہا، نبی کون ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا (جسے اللہ اپنے احکام دے کر بھیجے) اور مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا، آپؐ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، مجھے بھیجا ہے کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں، بتوں کو توڑ دوں اور یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ میں نے کہا، اس کام پر آپؐ کے ساتھ کون (کون) ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ایک آزاد شخص اور ایک غلام اور اس وقت آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تھے۔ میں نے کہا، میں (بھی) آپؐ کا پیروکار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، تم آج اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے، کیا تم میرا اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے؟ لہٰذا تم (ابھی) اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، جب تم میری بابت سنو کہ میں غالب آگیا ہوں تو پھر میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں اپنے گھر والوں کے پاس آگیا اور رسول اللہ ﷺ (بالآخر مکہ چھوڑ کر) مدینہ تشریف لے آئے اور میں اپنے گھر والوں میں تھا۔ پس میں نے خبروں کی جستجو شروع کر دی اور جس وقت آپؐ مدینہ آگئے تو میں (آپؐ کی بابت) لوگوں سے پوچھتا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ باشندگان مدینہ میں سے آئے، تو میں نے کہا، اس آدمی کا کیا حال ہے جو (مکے سے ہجرت کر کے) مدینے آیا ہے؟ انہوں نے کہا، لوگ اس کی طرف تیزی سے آرہے ہیں، اس کی قوم نے تو اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے۔ چنانچہ میں مدینے آیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔

تُصَلِّيَ العصرَ، ثم اقْصُرْ عن الصلاةِ حتى تَغرُبَ الشمسُ، فإنها تَغرُبُ بين قَرنَي شيطانٍ، وحينئذٍ يسجدُ لها الكُفَّارُ» قال: فقلتُ: يا نَبيَّ الله! فالوضوءُ حدّثني عنه؟ فقال: «ما مِنْكُمْ رجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ، فَيَتَمَضْمَضُ ويسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ، إلَّا خَرَّتْ خطايَا وجهه وفيهِ وخياشيمِهِ، ثم إذا غَسَلَ وجهَهُ كما أَمَرَهُ اللهُ، إلَّا خرّت خطايا وجهِهِ مِنْ أَطرافِ لحْيَتِهِ مع الماءِ، ثم يغسِل يديه إلى المِرفَقَيْنِ، إلَّا خرّت خطايا يديه من أنامله مع الماءِ، ثم يَمسحُ رَأسَهُ، إلَّا خَرَّتْ خطَايَا رَأسِهِ من أطرافِ شَعْرِهِ مع الماء، ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إلى الكَعْبَيْنِ، إلا خَرَّتْ خطايا رِجْلَيهِ من أناملِهِ مع الماءِ، فإن هو قامَ فصلَّى، فحمِدَ الله تعالى، وأثنى عليهِ وَمَجَّدَهُ بالذي هو له أَهلٌ، وفَرَّغَ قلبه لله تعالى، إلَّا انصرَفَ من خطيئَتِهِ كهَيْئَتِهِ يومَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ». فحدّثَ عَمرُو بن عَبَسَةَ بهذا الحديثِ أَبَا أُمَامَة صاحِبَ رسولِ الله ﷺ فقال له أبو أُمَامَةَ: يا عَمْرُو بنَ عَبَسَةَ! انظُر ما تقولُ! في مقامٍ وَاحِدٍ يعطى هذا الرَّجُلُ؟

فَقال عَمْرُو: يا أَبَا أُمامة! لقد كبِرَتْ سِنِّي، ورَقَّ عَظمِي، وَاقْتَرَبَ أَجَلِي، وما بِيْ حَاجَةٌ أَنْ أكذِبَ على اللهِ تعالى، ولا على رسولِ اللهِ ﷺ، لو لم أَسْمَعْهُ مِن رسولِ الله ﷺ إلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أو ثلاثاً ـ حتَّى عَدَّ سبعَ مَرَّاتٍ ـ ما حَدَّثتُ أبداً بهِ، ولكنِّي سمِعتُهُ أَكثر من ذلك. رواه مسلم. قوله:

تم وہی ہو جو مجھے مکے میں ملے تھے' پس میں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کی بابت بتلایئے! آپ نے فرمایا' تم صبح کی نماز پڑھو' پھر سورج کے ایک نیزے کی مقدار بلند ہونے تک نماز سے رکے رہو' اس لئے کہ جب تک سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر تم نماز پڑھو' اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ ہوتے اور لکھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں' یہاں تک کہ سایہ (کم ہوتے ہوتے) نیزے کے برابر ہو جائے (یہ نصف النہار یعنی زوال کا وقت ہے) پھر (اس وقت) نماز سے رک جاؤ' اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ پھر جب سایہ بڑھنے لگے (یہ ظہر کے وقت کا آغاز ہے) تو نماز پڑھو' اس لئے کہ نماز میں فرشتے گواہ اور (لکھنے کے لئے) حاضر ہوتے ہیں' یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو۔ پھر (نماز عصر کے بعد) تم نماز سے رک جاؤ' یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے' اس لئے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا' اے اللہ کے نبی! وضو کی بابت بھی مجھے بتلایئے۔ آپ نے فرمایا' تم میں سے جو شخص بھی وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو (ہاتھ دھونے کے بعد) کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے' اور ناک جھاڑ کر صاف کرے تو اس کے چہرے' منہ اور ناک کے گناہ گر جاتے (جھڑ جاتے) ہیں۔ پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے' جیسے اسے اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے

«جُرَآءُ عليهِ قومُه»: هو بجيمٍ مضمومة وبالمدّ على وزنِ عُلماءَ، أي: جاسِرُونَ مُستطِيلونَ غيرُ هائِبينَ. هذه الروايةُ المشهورةُ، ورواه الحُمَيْدِيُّ وغيرُهُ: «حِراءٌ» بكسر الحاء المهملة، وقال: معناه: غِضابٌ ذَوُو غَمٍّ وهَمٍّ، قد عِيْلَ صبرُهُمْ به، حتّى أَثَّرَ في أجسامِهِمْ، من قوْلِهم: حَرَى جِسمُهُ يَحْرِي، إذا نَقَصَ مِنْ أَلَمٍ أَوْ غمٍّ ونحوِهِ، والصَّحيحُ أَنَّهُ بالجيم. قوله ﷺ: «بين قَرنَي شيطانٍ» أَيْ: ناحيتي رأسِه، والمرادُ التَّمثيلُ، معناهُ: أنه حينئذٍ يَتَحَرَّكُ الشَّيطانُ وشيعتُهُ، وَيَتَسَلَّطُونَ. وقوله: «يُقَرِّبُ وَضُوءَه» معناه: يُحْضِرُ الماءَ الذي يَتَوَضَّأُ به. وقوله: «إلَّا خَرَّتْ خَطايا» هو بالخاء المعجمة: أَيْ سقطَت، ورواه بعضُهُم «جرَتْ» بالجيم، والصحيح بالخاءِ وهو رواية الجُمهور. وقوله: «فَيَنْتَثِرُ» أَيْ: يَستَخرجُ ما في أَنفِهِ مِنْ أَذًى والنَّثْرَةُ: طَرَفُ الأنفِ.

ہاتھوں کی خطائیں اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی غلطیاں اس کے بالوں کے کنارے سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ پس (اس کے بعد) اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی‘ پس اللہ کی حمد و ثناء اور بزرگی اس طرح بیان کی جس طرح وہ اس کا حق رکھتا ہے اور اپنے دل کو اللہ کے لئے فارغ کر دیا (یعنی خشوع و خضوع کا اہتمام کیا) تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر نکلتا ہے جیسے وہ اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ پس یہ حدیث عمرو بن عبسہ نے حضرت ابو امامہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی--- سے بیان کی تو ان سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا‘ اے عمرو بن عبسہ! دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو؟ ایک ہی جگہ پر‘ اس آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا؟ (یعنی صرف ایک وضوء کرنے پر ہی تم سارے گناہوں سے پاکیزگی کا مقام عطا ہونے کی بات کر رہے ہو؟) حضرت عمروؓ نے فرمایا‘ اے ابو امامہؓ! میری عمر بڑی ہو گئی‘ میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میری موت قریب آ گئی ہے اور مجھے کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ‘ دو مرتبہ‘ تین مرتبہ‘ حتیٰ کہ سات مرتبہ تک نہ سنی ہوتی‘ تو میں کبھی یہ حدیث بیان نہ کرتا‘ لیکن میں نے تو یہ حدیث اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنی ہے۔

جراء علیہ قومہ‘ میں جراء‘ جیم کی پیش اور مد کے ساتھ‘ علماء کے وزن پر ہے۔ آپؐ کی قوم آپؐ پر جسارت اور دست درازی کرنے والی اور آپؐ سے بے خوف ہے۔ یہی مشہور روایت ہے اور امام حمیدیؒ

وغیرہ نے اسی کو بیان کیا ہے۔ (بعض کے نزدیک) یہ جراء' جائے مکسورہ کے ساتھ ہے۔ اس کے معنی وہ بیان کرتے ہیں۔ غضب ناک' غم اور فکر والے کہ جن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا' حتیٰ کہ اس کا اثر ان کے جسموں پر ہو گیا ہو۔ جب کسی کا جسم درد یا غم وغیرہ سے ہلکان ہو جائے تو کہتے ہیں حری جسمہ یحری۔ اسی قول سے حراء ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جیم کے ساتھ ہے۔ بین قرنی شیطان' شیطان کے سر کے دونوں کناروں کے درمیان اور مراد تمثیل ہے' اس کے معنی ہیں کہ شیطان اور اس کا ٹولہ اس وقت حرکت کرتا اور غلبہ و تسلط اختیار کرتا ہے' (لیکن اسے تمثیل کی بجائے حقیقی معنوں یعنی ظاہر پر محمول کرنا زیادہ صحیح ہے گو ہم اس کی حقیقت سے ناآشنا ہیں) یقرب وضوءہ کے معنی ہیں' اس پانی کو اپنے قریب کرے جس سے وہ وضوء کرے۔ الا خرت خطایاہ' میں خرت' خائے معجمہ کے ساتھ ہے' بمعنی گرنا اور بعض نے اسے جرت' جیم کے ساتھ روایت کیا ہے اور صحیح خاء کے ساتھ ہے اور یہی جمہور کی روایت ہے۔ فیستنثر' ناک سے گندگی جھاڑ کر صاف کرنا۔ نثرہ' ناک کے کنارے کو کہتے ہیں۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب إسلام عمرو بن عبسة رضی اللہ عنه، حدیث رقم ۸۳۲.

۴۳۹۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو دعوت و تبلیغ کی حکمت اور اس کے اسلوب کا بیان ہے کہ جب داعی کمزور اور اس کے مخالفین طاقتور ہوں تو اپنی افرادی قوت کی حفاظت ضروری ہے تاکہ حاصل شدہ قوت تو ضائع نہ ہو۔ اسی لئے آپؐ نے حضرت عمرو بن عبسہ کو تاکید فرمائی کہ ابھی تم اپنے اسلام کو مخفی رکھو اور اپنے گھر میں ہی جا کر رہو۔ (۲) حالات کتنے ہی نامساعد ہوں اور مخالفت کتنی ہی زیادہ ہو۔ تاہم داعی الی اللہ کو اللہ کی طرف سے مدد کی اور فتح و غلبہ کی امید رکھنی چاہئے۔ چنانچہ اسی امید پر آپؐ نے حضرت عمروؓ کو فرمایا' جب تمہیں میرے غلبے کی خبر پہنچے تو میرے پاس آنا۔ (۳) یہ آپؐ کی نبوت کی دلیل بھی ہے کہ جس طرح آپؐ نے فرمایا' اسی طرح ہوا۔ (۴) نماز کے وقت فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے تاکہ اس کی نماز کی رپورٹنگ (اطلاع) صحیح ہو۔ (۵) نماز کے مکروہ اوقات کا بیان اور وہ ہیں'

نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک۔ زوال کے وقت‘ عصر کے بعد غروب شمس تک اور عین طلوع و غروب کے وقت۔ (۶) وضوء اور نماز‘ یہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں اور اسی مناسبت سے یہ روایت اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔ (۷) اہل عرب بالعموم بادیہ نشین تھے اس لئے نصف النہار (زوال) کا وقت معلوم کرنے اور سورج کے طلوع کا اندازہ کرنے کے لئے‘ نیزے کا تذکرہ فرمایا‘ کیونکہ اس کے لئے ان کے ہاں اسی کا استعمال تھا۔ اب فلکیات کے علم نے تمام سیاروں کی رفتار کا ٹھیک اندازہ کر کے تمام اوقات طلوع و غروب اور زوال وغیرہ کی تعیین کر دی ہے۔ تاہم شہروں سے دور‘ پہاڑوں اور جنگلات وغیرہ میں رہنے والوں کے لئے اب بھی یہ پیمانے مفید ہیں اور وہ ان سے کام لیتے ہیں۔ (۸) زمانہ جاہلیت میں بھی نیک اور صحیح الفطرت لوگ بتوں کی عبادت کو گمراہی ہی سمجھتے تھے۔

٤٤٠ ـ وعن أبي موسى الأشعَريِّ، رضي الله عنه، عن النَّبيِّ ﷺ، قال: «إذا أرادَ اللهُ تعالى رحمةَ أُمَّةٍ، قَبضَ نبيَّهَا قبلَها، فجعَلَهُ لها فَرطاً وسلَفاً بين يَدَيها، وإذا أَرادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ، عذَّبها ونبيُّهَا حَيٌّ، فَأَهْلَكَهَا وهوَ حَيٌّ ينظُرُ، فأقَرَّ عينَهُ بهَلاكِهَا حين كذَّبوهُ وعَصَوا أَمْرَهُ» رواه مسلم.

۲۸/ ۴۴۰۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرما لیتا ہے۔ پس نبی کو اس کے لئے پیش رو اور میر سامان بنا دیتا ہے۔ (یعنی پہلے جا کر انتظام کرنے والا) اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کی زندگی میں ہی اس پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور نبی ان کی ہلاکت کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔ پس اس امت کو ہلاک کر کے‘ جب وہ اس کی تکذیب اور نافرمانی کرتی ہے‘ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب فضائل النبي ﷺ، باب إذا أراد الله تعالى رحمة أمة قبض نبيها قبلها.

۴۴۰۔ فوائد: اس میں پیغمبروں کی بابت اللہ کے ایک قانون کا تذکرہ ہے۔ جس سے مقصود نبی ﷺ کی مخالفت سے لوگوں کو ڈرانا اور آپ ؐ کے اتباع کی ترغیب دینا ہے۔ تاکہ قیامت والے دن لوگ آپ ؐ کی شفاعت سے فیض یاب ہو سکیں۔ کیونکہ آپ ؐ اپنی امت کے سالار اور پیش رو ہیں۔

٥٢ ـ بَابُ فَضْلِ الرَّجَاءِ

۵۲۔ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنے کی فضیلت

قال الله تعالى إخباراً عن العبدِ الصَّالحِ: ﴿ وَأُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کی بابت خبر دیتے ہوئے اس کا قول نقل فرمایا‘ میں اپنا معاملہ اللہ کی طرف

بَصِيرٌۢ بِٱلۡعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَىٰهُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِ مَا مَكَرُواْۖ﴾ [غافر : ٤٤ ـ ٤٥].

سونپتا ہوں' یقیناً اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے' پس اللہ نے اسے ان برائیوں سے بچا لیا جس کی تدبیریں (اس کے مخالفین نے) کیں۔

فائدہ آیات: یہ نیک آدمی وہ ہے جسے قرآن نے' آل فرعون سے ایک مومن' کہا ہے' اس نے فرعونیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کسی قسم کی کارروائی سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس مشورے پر اسے اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق تھا' اس لئے اس نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ الفاظ کہے' جس میں اس نے اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دینے کا اعلان کر کے اللہ سے اچھی امید وابستہ کی۔ چنانچہ اللہ نے بھی اس کی امید کے مطابق اس کی مدد فرمائی اور فرعونیوں کے کید و مکر سے اسے بچا لیا۔

اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٤٤١ ـ وعن أبي هريرة، رضيَ الله عنه عن رسولِ الله ﷺ، أنَّهُ قال: «قال اللهُ، عَزَّ وجلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدي بي، وأنا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُني، وَاللهِ! لَلهُ أَفْرَحُ بتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجدُ ضَالَّتَهُ بالْفَلاةِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ إلَيَّ شِبْراً، تَقَرَّبْتُ إلَيْهِ ذِراعاً، وَمَنْ تَقَرَّبَ إلَيَّ ذِراعاً، تَقَرَّبْتُ إليه بَاعاً، وإذا أَقْبَلَ إلَيَّ يَمْشي، أَقبلتُ إليه أُهَرْوِلُ» متفقٌ عليه

۱/۴۴۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے' میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں (یعنی اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں) اور میں اس کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی قسم' یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گم شدہ چیز کو پا لیتا ہے (اور اس پر خوش ہوتا ہے) اور جو میرے ایک بالشت قریب ہوتا ہے' تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں' جو میری طرف ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

وهذا لفظ إحدى روايات مسلم. وتقدَّم شرحُهُ في الباب قبله. وروي في الصحيحين: «وأنا معه حينَ يذكُرُني» بالنون، وفي هذه الرواية «حَيْثُ» بالثاء وكلاهما صحيح.

اور یہ مسلم کی روایات میں سے اس کی ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ اس کی شرح اس سے ماقبل کے باب میں گزر چکی ہے (دیکھو باب الرجاء' رقم الحدیث ۲/ ۴۱۳) اور صحیحین میں مروی الفاظ' وانہ معہ حین یذکرنی' نون کے ساتھ ہیں' جب کہ اس روایت میں یہ ثاء کے ساتھ اور دونوں (یعنی حین' نون کے ساتھ یا حیث' ثاء کے ساتھ) صحیح ہیں (کیونکہ دونوں

صورتوں میں معنی صحیح ہیں، جہاں بھی، یا جس وقت بھی مجھے یاد کرے)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿ويحذّركم الله نفسه﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في الحض علي التوبة والفرح بها.

۴۴۱۔ فوائد: اس میں توبہ کی فضیلت کے علاوہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی ترغیب ہے۔ لیکن جس طرح بغیر ہل چلائے اور بیج بوئے، فصل کی پیداوار کی امید رکھنا حماقت ہے، اسی طرح اعمال صالحہ کے بغیر اللہ سے اچھی امید وابستہ کرنا بھی نادانی ہے۔ یہ گویا بالواسطہ عمل کی ترغیب ہے، کیونکہ عمل کے بغیر کسی بھی چیز کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ ایک فطری بات ہے کہ اچھے عمل کرنے والا اللہ سے اچھی ہی امید وابستہ کرے گا اور برے عمل کرنے والا بری امید۔ اور اسی کے مطابق اللہ کا معاملہ بھی اپنے بندوں کے ساتھ ہو گا، اچھی امید رکھنے والوں سے اچھا اور بری امید رکھنے والوں سے برا۔ کیونکہ دونوں کی بنیاد ان کے اپنے اپنے عمل پر ہو گی اور انہی عملوں کے مطابق اچھی یا بری جزاء ہو گی۔

٤٤٢ ـ وعن جابرِ بنِ عبدِ اللهِ، رضيَ اللهُ عنهما، أنّهُ سمعَ النبيَّ ﷺ، قبْلَ مَوْتِهِ بثلاَثَةِ أيَّام يقولُ: «لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُم إلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ باللهِ عَزَّ وجلَّ» رواه مسلم.

۲ / ۴۴۲ ـ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے تین دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عز و جل کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالي عند الموت.

۴۴۲۔ فوائد: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو ہر وقت اچھے عمل ہی کرنے چاہئیں، کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آجائے، جب کہ موت کے وقت انسان کو اللہ کے ساتھ عفو و رحمت کی امید رکھنی چاہئے، جو ایمان و عمل صالح کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو قرآن کریم کی آیت ولا تموتن الا وانتم مسلمون (آل عمران، ۱۰۲) ”تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو“ کا ہے۔

٤٤٣ ـ وعن أنسٍ، رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ، يقول: «قال الله تعالى: يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ مَا دَعَوْتَني وَرَجَوْتَني غَفَرْتُ لَكَ عَلى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السماءِ، ثم اسْتَغْفَرْتَني غَفَرتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ لَو أَتَيْتَني بِقُرابِ الأَرْضِ خطايا، ثُمَّ لَقِيْتَني لا تُشرِكُ

۳ / ۴۴۳ ـ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ اے انسان! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے (اچھی) امید رکھے گا، میں تجھے بخشتا رہوں گا، چاہے تیرے عمل کیسے ہی ہوں اور میں پروا نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر

بي شيئاً، لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً» رواه الترمذي. وقال: حديث حسن. «عَنَانُ السماءِ» بفتح العين، قيل: هو مَا عَنَّ لَكَ منها، أَي: ظَهَرَ إذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ، وقيلَ: هو السَّحَابُ. و«قُرَابُ الأرض» بضم القاف، وقيلَ: بكسرها، والضم أصح وأشهر، وهو: ما يُقَارِبُ مِلأَهَا، والله أعلم.

تو میرے پاس زمین بھر گناہوں کے ساتھ آئے اور تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہو گا تو میں تیرے پاس زمین بھر بخشش لے کر آؤں گا۔ (ترمذی' یہ حدیث حسن ہے)

عنان السماء' عین پر زبر۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں' جو تیرے لئے اس سے ظاہر ہو یعنی جب اپنا سر اٹھا کر دیکھے اور بعض کے نزدیک معنی ہیں' بادل۔ **قراب الارض'** قاف پر پیش اور بعض کے نزدیک زیر اور پیش ہی صحیح اور مشہور ہے' وہ چیز جو قریب زمین بھر ہو۔ واللہ اعلم

تخريج: سنن مرمذي، أبواب الدعوات، باب غفران الذنوب مهما عظمت.

۴۴۳۔ فوائد: (۱) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان گناہ آلود زندگی کو اپنا شیوہ بنا لے' کیونکہ ایسا شخص تو پھر توبہ و انابت الی اللہ کی توفیق سے ہی بالعموم محروم رہتا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان سے نادانی اور غفلت میں کتنے بھی گناہ ہو جائیں' حتیٰ کہ اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں۔ لیکن اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ خلوص دل سے توبہ کر کے اگر وہ اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت اپنے لئے وا پائے گا۔ (۲) شرک ناقابل معافی جرم ہے۔ شرک کے علاوہ کیسے بھی اور کتنے بھی گناہ ہوں' ان کی مغفرت کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو پہلے مرحلے میں ہی معاف فرما دے گا' ورنہ کچھ سزا کے بعد معافی ہو جائے گی۔ بہرحال گناہ گار مومن کے لئے جہنم کی سزا دائمی نہیں ہے' جیسے مشرک کے لئے ہے۔

٥٣ ـ بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

۵۳۔ اللہ سے خوف اور امید (بیک وقت دونوں باتیں) رکھنے کا بیان

اعْلَمْ أَنَّ الْمُخْتَارَ لِلعَبْدِ في حَالِ صِحَّتِهِ أَن يَكُونَ خائفاً راجياً، ويَكونَ خَوْفُهُ ورجاؤُه سواءً، وفي حالِ المَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءَ. وقواعِدُ الشَّرْعِ مِن نُصُوصِ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مُتظاهِرَةٌ على ذلك.

قال الله تعالى: ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَسِرُونَ﴾ [الأعراف: ٩٩]

امام نوویؒ (مولف ریاض الصالحین) فرماتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے' بندے کے لئے حالت صحت میں پسندیدہ بات یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی اور اس کا خوف اور امید برابر ہو اور بیماری کی حالت میں امید کا پہلو غالب رکھے۔ شریعت کے اصول اور کتاب و سنت کی نصوص اور دیگر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

وقال تعالى: ﴿إِنَّهُۥ لَا يَاْيْـَٔسُ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ [يوسف: ٨٧] وقال تعالى: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ [آل عمران: ١٠٦] وقال تعالى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ ٱلْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الأعراف: ١٦٧] وقال تعالى: ﴿إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ﴾ [الانفطار: ١٣، ١٤] وقال تعالى: ﴿فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِى عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ ﴿٨﴾ فَأُمُّهُۥ هَاوِيَةٌ﴾ [القارعة: ٦ ـ ٩] والآيات في هذا المعنى كثيرة. فَيَجْتَمِعُ الخوْفُ والرجاءُ في آيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ أو آياتٍ أو آية.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے' ہلاک ہونے والے لوگ ہی' بے خوف ہوتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

اور فرمایا: اس دن کئی چہرے (امید سے) روشن اور کئی چہرے (خوف سے) سیاہ ہوں گے۔

اور فرمایا: بلاشبہ تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور وہ یقیناً بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اور فرمایا: بے شک نیک لوگ نعمتوں میں اور کافر جہنم میں ہوں گے۔

اور فرمایا: پس وہ شخص جس کے اعمال کی ترازو بھاری ہو گئی' وہ خاطر خواہ آرام میں ہو گا اور جس کی ترازو ہلکی ہو گئی' پس اس کا ٹھکانا ہاویہ (بھڑکتی آگ) ہو گا۔

اس مفہوم کی اور بہت سی آیات ہیں۔ پس دو یا زیادہ متصل آیتوں میں خوف اور امید دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ یا کسی ایک ہی آیت میں ان کا اجتماع ہو جاتا ہے۔

فائدہ آیات: مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دونوں پہلوؤں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے' کیونکہ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور ضروری ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے عذاب سے بے خوفی انسان کو اللہ کی نافرمانی پر دلیر کر دیتی اور اس کی رحمت سے مایوسی بے عملی کی تاریکیوں میں دھکیل دیتی ہے۔ اس لئے خوف بھی ضروری ہے اور امید بھی۔ اہل ایمان کی صفات بھی یہی بیان کی گئی ہیں یدعون ربھم خوفا وطمعا (الم سجدہ) "وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور اس سے امید رکھتے ہوئے' پکارتے ہیں"۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٤٤٤ ـ وعن أبي هريرة، رضي الله عنه، أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ، قال: «لَوْ يَعْلَمُ المُؤْمِنُ ما عِنْدَ اللهِ مِنَ العُقُوبَةِ، ما طَمِعَ بجَنَّتِهِ أَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الكافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ، مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ» رواه مسلم.

۱/ ۴۴۴ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کماحقہ) علم ہو جائے جو اللہ کے ہاں (نافرمانوں کے لئے) ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید نہ رکھے اور اگر کافر کو اللہ کی اس رحمت کا صحیح علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه.

۴۴۴- فوائد: (۱) اس میں اللہ کے عذاب کی حشر سامانی کا بھی بیان ہے تا کہ انسان اس سے بچنے کی سعی کرے اور اس کی وسعت رحمت کا بھی' تا کہ انسان اس کی مغفرت و رضامندی کی امید بھی رکھے۔ (۲) یہ رحمت ان ہی لوگوں پر ہو گی جو اس کے اطاعت گزار ہوں گے اور مستحق عتاب وہ ہوں گے جو اس کے نافرمان ہوں گے۔

٤٤٥ ـ وعن أبي سَعيدِ الخدريِّ، رضيَ اللهُ عنه، أنَّ رسُولَ الله ﷺ، قال: «إذا وُضِعَتِ الجَنَازَةُ واحْتَمَلَهَا النَّاسُ أَوِ الرجالُ عَلى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صالِحَةً قالَتْ: قَدِّمُوني قَدِّمُوني، وَإِنْ كانَتْ غَيرَ صَالِحَةٍ، قالَتْ: يا وَيْلَها! أَيْنَ تَذْهَبُونَ بها؟ يَسْمَعُ صَوْتَها كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الإِنْسانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ» رواهُ البخاري.

۲/ ۴۴۵۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب جنازہ (تیار کر کے) رکھا جاتا ہے اور لوگ یا آدمی اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک (آدمی کا) جنازہ ہوتا ہے تو کہتا ہے' مجھے آگے لے چلو' مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ بدکار کا جنازہ ہے تو کہتا ہے' ہائے ہلاکت ہے' اسے کہاں لئے جا رہے ہو۔ انسان کے سوا اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو (اس کی تاب نہ لا سکے اور) بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة،

۴۴۵- فوائد: میت کا بولنا جب کہ وہ جنازے کی صورت میں ہوتی ہے امور غیب سے ہے جس کی خبر اس صحیح حدیث میں دی گئی ہے۔ یقیناً مرنے والا یہ کہتا ہو گا' اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مردہ کو بھی قوت گویائی عطا کر سکتا ہے' جیسے وہ قبر میں عطا فرماتا ہے اور منکر نکیر وہاں اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو نیکی کی ترغیب دینا ہے تا کہ مرنے کے بعد اسے یہ نہ کہنا پڑے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو' بلکہ وہ یہ کہے کہ مجھے جلدی جلدی قبر میں پہنچا دو' تا کہ وہاں اللہ کی نعمتوں سے میں شاد کام ہوں۔

٤٤٦ ـ وعن ابنِ مسعودٍ، رضيَ اللهُ عنه قالَ: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «الجَنَّةُ أَقْرَبُ إلى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذلك» رواه البخاري.

۳/ ۴۴۶۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جنت تمہارے ایک شخص کے اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح (قریب) ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب الجنة أقرب إلى أحدكم من شراك نعله.

۴۴۶- فوائد: مطلب یہ ہے کہ نیکی کا راستہ اپنانے والے کے لئے جنت قریب اور اس کا حصول سہل ہے اور اسی طرح جو بدی کا راستہ اختیار کرے گا' اس کے لئے جہنم قریب ہے۔ اس میں نیکی کی ترغیب (شوق دلایا گیا ہے) اور بدی سے ترہیب (ڈرایا گیا) ہے۔

٥٤ ـ بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعالَى وَشَوْقاً إِلَيْهِ

۵۴۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونے کی فضیلت

قالَ اللهُ تعالى: ﴿ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩ ﴿١٠٩﴾ ﴾ [الإسراء: ١٠٩] وقال تعالى: ﴿ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴾ [النجم: ٥٩، ٦٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کو خشوع میں اور بڑھا دیتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا تم اس قرآن سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو، روتے نہیں۔

فائدہ آیات: ان میں اہل ایمان کے رونے کا اور کافروں کا اس کے برعکس ہنسنے کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کا وصف اللہ کے خوف اور اس کے شوق ملاقات میں رونا ہے اور کافر اس وصف سے محروم ہوتے ہیں بلکہ وہ قرآن سن کر ہنستے اور استہزاء کرتے ہیں۔

اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٤٤٧ - وعَن ابن مَسعودٍ، رضيَ اللهُ عنه، قالَ: قال لي النبيُّ ﷺ: «اقْرأ عليَّ القُرآنَ» قلتُ: يا رسُولَ الله! أَقْرأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟! قالَ: «إني أُحبُّ أنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْري» فقرَأتُ عليه سورَةَ النِّساءِ، حتى جِئْتُ إلى هذِهِ الآية: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ [النساء: ٤١] قال: «حَسْبُكَ الآنَ» فَالْتَفَتُّ إلَيْهِ، فَإذا عَيْناهُ تَذْرِفانِ. متفق عليه.

۱/ ۴۴۷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے کہا، یا رسول اللہ، کیا میں آپؐ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ قرآن آپؐ پر اترا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں اپنے علاوہ دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپؐ کے سامنے سورہ نساء پڑھی، یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا "پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے" تو آپؐ نے فرمایا، بس اب کافی ہے۔ میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة النساء، باب ﴿فكيف إذا جئنا..﴾ إلي غير ذلك من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل استماع القرآن... حديث رقم٨٠٠.

۴۴۷- فوائد: اس میں اپنے علاوہ دوسروں سے قرآن کریم سننے کا استحباب ہے تاکہ انسان اس میں مزید غور و فکر اور تدبر کر سکے۔ نیز قرآن کریم سن کر رونے کی ترغیب ہے اور یہ رقت اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جبکہ قرآن مجید کو انہماک سے سمجھ کر پڑھا یا سنا جائے یہ کیفیت جس قدر زیادہ ہوگی قرآن مجید سننے کا اسی قدر لطف زیادہ آئے گا۔

٤٤٨ - وعن أنسٍ، رضيَ اللهُ عنه،

۲ / ۴۴۸ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، خُطْبَةً ما سَمِعْتُ مِثْلَها قَطُّ، فقال: «لَوْ تَعْلَمُونَ ما أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثيراً» قال: فَغَطَّى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وُجُوهَهُمْ، ولهُمْ خَنِينٌ، متفقٌ عليه، وَسبقَ بيانُهُ في بابِ الخَوفِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے (ایک دفعہ) ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا میں نے کبھی نہیں سنا، اس میں آپؐ نے فرمایا، اگر تم وہ باتیں جان لو، جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہؓ نے اپنے چہروں کو (کپڑوں سے) ڈھانپ لیا اور ان کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔
(بخاری و مسلم)

باب الخوف میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (دیکھو باب مذکور۔ رقم ۴۰۲/۶)

تخريج: سبق تخريجه في باب الخوف رقم ٤٠١.

۴۴۸۔ فوائد: یہاں اس باب میں اس کے ذکر کرنے سے اس بات کا اثبات ہے کہ صحابہ کرام وعظ و نصیحت سن کر اللہ کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ اس میں صحابہ کرامؓ کی اقتداء کرنے کی ترغیب ہے کہ وعظ و نصیحت سن کر آنکھیں پر نم ہو جانی چاہئیں۔

٤٤٩ ـ وعن أبي هريرةَ، رضي اللهُ عنه، قالَ: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ في الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبارٌ في سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ» رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۴۴۹/۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے ڈر سے رویا، یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہو گا۔
(ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله.

۴۴۹۔ فوائد: ظاہر بات ہے جس شخص کے دل میں اللہ کا اتنا خوف ہو کہ وہ اس کی بنا پر روتا ہو، تو وہ کب اللہ کا نافرمان ہو سکتا ہے؟ یقیناً اس کی زندگی بالعموم اللہ کی اطاعت میں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ہی گزرے گی۔ اس لئے ایسے شخص کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اس کا جہنم میں جانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے تھن سے نکلے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس جانا ناممکن ہے۔ (۲) اسی طرح اللہ کی راہ میں جہاد کی بڑی فضیلت ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ پر بھی جہنم حرام ہے کیونکہ اس راہ میں مجاہد پر جو گرد و غبار پڑتا ہے، اس کے ساتھ جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے وہ مجتنب رہا ہو۔

٤٥٠ ـ وعنه قَالَ: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ في ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمامٌ عادِلٌ، وشابٌّ

۴۵۰/۴ سابق راوی ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، سات آدمی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو، اس دن جب کہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی

نَشَأ في عِبَادَةِ اللهِ تَعالى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعلَّقٌ في المَسَاجِدِ، وَرَجُلانِ تَحَابَّا في اللهِ، اجْتَمعَا عَلَيْهِ، وتَفرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذاتُ مَنْصِبٍ وَجَمالٍ، فَقَالَ: إنِّي أَخافُ اللهَ، ورَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفاها حتَّى لَا تَعْلَمَ شِمالُهُ ما تُنْفِقُ يَمِينه، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خالياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ» متفقٌ عليهِ.

سایہ نہیں ہوگا' اپنے (عرش) کے سائے میں جگہ دے گا۔ انصاف کرنے والا حکمران۔ وہ نوجوان' جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا (یعنی بچپن سے ہی اس کی تربیت اسلامی خطوط پر ہوئی اور جوانی کی آنکھیں کھولتے ہی وہ اللہ کی عبادت کو سمجھتا تھا اور پھر وہ اس پر کاربند رہا) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو (کہ کب اذان ہو اور وہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جائے) وہ دو آدمی جنہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کی' اسی بنیاد پر وہ جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے (یعنی دین کی پابندی انہیں ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی اور دین سے انحراف انہیں باہم جدا کردیتا) وہ آدمی' جسے حسب و نسب اور حسن و جمال والی عورت نے دعوت گناہ دی' لیکن اس نے یہ کہہ کر (اسے رد کردیا کہ) میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی' جس نے اس طرح چھپ کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ آدمی' جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (اس کے خوف سے) اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: سبق تخريجه في باب فضل الحب في الله برقم٣٧٦.

۴۵۰۔ فوائد: یہ روایت اس سے قبل باب فضل الحب فی اللہ رقم ۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔ اس باب میں اسے اللہ کے خوف سے رونے کی فضیلت کے اثبات کے لئے لائے ہیں۔ یہ اللہ کا خوف' انسان کو دنیا میں اللہ کی نافرمانی سے روکتا ہے' جس کا صلہ آخرت میں اللہ کی رضامندی اور اس کی نعمتوں بھری جنت ہے۔

٤٥١ - وعَن عبدِ اللهِ بنِ الشِّخِّيرِ، رضيَ اللهُ عنه، قال: أتيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ، وهُوَ يُصَلِّي ولجَوْفِهِ أَزِيزٌ كأَزِيزِ المِرْجَلِ مِنَ البُكاءِ. حديث صحيح رواه أبو داود والتِّرْمذي في الشَّمائلِ بإسنادٍ صحيحٍ.

۵/ ۴۵۱ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ نماز پڑھ رہے تھے (میں نے دیکھا کہ) آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز نکل رہی تھی جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہانڈی سے نکلتی ہے۔ (ابو داود' حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذی نے

اسے "الشمائل" میں صحیح سند سے نقل کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب البكاء في الصلاة ـ وسنن ترمذي، أبواب الشمائل المحمّدية، باب ماجاء في بكاء رسول الله ﷺ.

۴۵۱- فوائد: اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اللہ کے خوف سے کس طرح رویا کرتے تھے۔ اللہ سے مناجات کے وقت اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے تصور سے رونا، بڑی سعادت کا باعث ہے۔ مگر جس کو اللہ اس سے نواز دے۔ ؎

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

٤٥٢ ـ وعن أنسٍ، رضي اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ الله ﷺ، لأُبَيِّ بن كَعْبٍ، رضيَ اللهُ عنه: «إنَّ اللهَ، عَزَّ وَجلَّ، أَمَرَني أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: ﴿لَمْ يَكُنِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ [البينة: ١]» قالَ: وَسَمَّاني؟ قالَ: «نَعَمْ» فَبَكى أُبَيٌّ، متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكي.

۶/ ۴۵۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سناؤں۔ حضرت ابیؓ نے کہا، اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔ پس حضرت ابیؓ (بے اختیار) رو پڑے۔ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی رونے لگ گئے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب مناقب أبيّ رضي الله عنه ـ وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل.

۴۵۲- فوائد: (۱) اس میں ایک تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے جو حفظ و قراءت قرآن میں امتیاز کی وجہ سے انہیں حاصل ہوئی۔ (۲) فرحت و مسرت کے موقع پر رونے کا جواز، کیونکہ یہ بھی ایک فطری چیز ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اعتراف تقصیر بھی شامل ہوجائے تو سبحان اللہ! کہ مجھ پر تو اللہ نے اتنا بڑا انعام کیا، جب کہ میں نے اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ہی ادا نہیں کیا۔ (۳) دوسروں کو قرآن سنانا بھی سنت ہے۔ (۴) علم میں تواضع اور خاکساری پسندیدہ بھی ہے اور ضروری بھی، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار فرمایا ورنہ پندار علم (علم کا غرور) اچھے اچھوں کو برباد کردیتا ہے۔

٤٥٣ ـ وعنهُ قالَ: قال: أبو بَكْرٍ لعمرَ، رضيَ اللهُ عنهما، بعدَ وفاةِ رسُولِ اللهِ ﷺ: انْطَلِقْ بنا إلى أُمِّ أَيْمَنَ، رضيَ اللهُ عنها، نَزُورُها كما كانَ

۷/ ۴۵۳ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، ہمارے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلو، ہم ان کی زیارت کریں۔

رَسُولُ اللهِ ﷺ، يَزُورُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالا لها: ما يُبْكِيكِ؟ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ ما عِنْدَ اللهِ تَعالى خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ! قَالَتْ: إني لَا أَبْكِي أَنِّي لا أَعْلَمُ أَنَّ ما عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، ولكِنِّي أَبْكِي أَنَّ الوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّماءِ؛ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلى البُكاءِ، فَجَعَلا يَبْكِيَانِ مَعَهَا. رواهُ مسلم وقد سبق في باب زيارة أهل الخير.

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے- پس جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں- انہوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے- حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا' میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں کہ میں یہ بات نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ بہتر ہے (یقیناً میں یہ جانتی ہوں) لیکن میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے- پس (اس بات نے) ان دونوں کو بھی رونے پر مجبور کردیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے- (مسلم)

(یہ روایت باب' زیارۃ اھل الخیر میں گزر چکی ہے)

تخريج: سبق في باب زيارة أهل الخير برقم ٣٦١

۴۵۳- فوائد: دیکھئے **رقم الحدیث ۳۶۱** یہاں اسے انقطاع خیر پر رونے کے جواز کے اثبات کے لئے لائے ہیں- کیونکہ نیک لوگوں کے وجود مسعود سے بہت سی بھلائیاں وابستہ ہوتی ہیں- ان کے دنیا سے اٹھ جانے سے اہل دنیا بہت سی برکات اور ثمرات حسنہ سے محروم ہوجاتے ہیں- جس پر اللہ والوں کو یقیناً غم ہوتا ہے-

٤٥٤ - وعن ابن عمَر، رضيَ اللهُ عنهما، قال: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَجَعُهُ، قيلَ لَهُ في الصَّلاةِ، فقال: «مُرُوا أَبا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بالنّاسِ» فقالتْ عائشةُ، رضيَ اللهُ عنها: إنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقيقٌ إذا قَرَأَ القُرآنَ غَلَبَهُ البُكاءُ، فقالَ: «مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ».

۸ / ۴۵۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب (مرض الموت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف زیادہ شدید ہوگئی تو آپ ؐ سے نماز (باجماعت) کے بارے میں پوچھا گیا- آپ ؐ نے فرمایا' ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو' وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں' جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا ہے- آپ ؐ نے پھر ارشاد فرمایا' انہیں کہو کہ وہ نماز پڑھائیں-

وفي روايةٍ عن عائشةَ، رضيَ اللهُ عنها، قالَتْ: قلتُ: إنَّ أبا بَكْرٍ إذا قامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ البُكاءِ. متفقٌ عليه.

ایک اور روایت میں ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے- وہ بیان فرماتی ہیں' میں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ ؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے (تو ان پر گریہ و بکاء طاری ہوجائے گا اور) وہ رونے کی وجہ سے لوگوں

کو اپنی آواز سنانے سے قاصر رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب حد المريض أن يشهد الجماعة - وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر.

۴۵۴- فوائد: (۱) اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ ان کی اسی فضیلت کی وجہ سے صحابہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا کیا ہم اس کو اپنی دنیا کے لئے پسند نہیں کریں گے؟ یعنی ہم اسے دین و دنیا میں اپنا امیر بنائیں گے۔ (۲) قراءت قرآن کے وقت رونے کا جواز اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ وصف خاص تھا جو ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔

٤٥٥ - وعن إبراهيمَ بنِ عبدِ الرَّحمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عبدَ الرَّحمٰنِ بنَ عَوْفٍ، رَضيَ اللهُ عنهُ، أُتيَ بطَعامٍ وكانَ صائماً، فقالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بنُ عُمَيرٍ، رضيَ اللهُ عنه، وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ ما يُكَفَّنُ فيهِ إلَّا بُرْدَةٌ إنْ غُطِّيَ بها رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلاهُ، وإنْ غُطِّيَ بها رِجْلاهُ بَدَا رأسُهُ، ثمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيا ما بُسِطَ - أَوْ قالَ: أُعْطِينا مِنَ الدُّنْيا مَا أُعْطِينا - قَدْ خَشِينَا أنْ تكُونَ حَسَنَاتُنا عُجِّلَتْ لنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حتَّى تَرَكَ الطَّعامَ. رواهُ البخاري.

۹/ ۴۵۵ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس (افطاری کے وقت) کھانا لایا گیا جب کہ آپؓ روزے دار تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آئی (جو اتنی بڑی تھی) کہ اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر ننگے ہوجاتے اور پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ اس کے بعد ہمارے لئے دنیا فراخ کردی گئی جو تم دیکھ رہے ہو یا (یہ فرمایا) کہ ہمیں دنیا اتنی عطا کردی گئی ہے جو ظاہر ہے۔ ہم تو ڈر رہے ہیں کہ کہیں دنیا میں ہی ہمیں ہماری نیکیوں کا جلدی بدلہ تو نہیں دے دیا گیا؟ پھر رونے لگ گئے' یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔

(بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الكفن من جميع المال، وباب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد، وكتاب المغازي، باب غزوة أحد.

۴۵۵- فوائد: اس میں ایک تو صحابہ کرامؓ کی تواضع اور ایک دوسرے کی تکریم و احترام کا بیان ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس لئے وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ سے افضل ہیں لیکن وہ حضرت مصعبؓ کی شہادت اور اس دور کی غربت و ناداری کو یاد کرکے انہیں اپنے سے بہتر قرار دے رہے ہیں کہ انہوں نے نہایت کٹھن مراحل اور مشکل ترین حالات میں کفار سے ٹکرلی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ دوسرے' دنیا کی وسعت و فراخی سے وہ سخت اندیشہ محسوس کرتے تھے جبکہ ان کا مال لوگوں کے یا جہاد کے ہی کام آتا تھا۔ آج

ہماری دولت کا مصرف صرف یہ رہ گیا ہے کہ شادی بیاہ کی فضول رسومات پر اسے اڑا دیں یا سنگ و خشت کی تعمیر اور اس کی آرائش و زیبائش پر اسے برباد کردیں لیکن اس کے باوجود اللہ کا کوئی خوف ہمارے دلوں میں نہیں ہے۔ فراوانی دولت کی یہی وہ تباہ کاریاں ہیں جن سے صحابہ کرامؓ ڈرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر شدید تشویش اور اضطراب کا اظہار فرمایا۔

٤٥٦ - وعن أبي أُمامةَ صُدَيِّ بنِ عجلانَ الباهليِّ، رضيَ الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَيسَ شيءٌ أَحبَّ إلى اللهِ تعالى من قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوعٍ من خَشيَةِ اللهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ في سَبيلِ الله. وَأَمَّا الأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ في سَبيلِ اللهِ تعالى، وَأَثَرٌ في فَريضَةٍ منْ فَرائضِ الله تعالى» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۱۰/۴۵۶ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلیؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک آنسوؤں کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلے اور دوسرا وہ قطرۂ خون جو اللہ کے راستے میں بہایا جائے۔ رہے دو نشان (تو ان میں سے) ایک نشان تو وہ ہے جو اللہ کے راستے میں (لڑتے ہوئے) لگے اور دوسرا (نشان) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرتے ہوئے لگے۔

(ترمذی، حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجهاد، باب ما جاء في فضل المرابط.

۴۵۶ فوائد: اس میں خوف الٰہی سے رونے کی، جہاد فی سبیل اللہ میں بہنے والے خون کی، اسی طرح اس راہ میں باقی رہ جانے والے زخموں کے نشانات اور فرائض کی ادائیگی میں لگنے والے نشانات کی فضیلت ہے۔

وفي الباب أحاديثُ كثيرةٌ، منها: حديث العِرْباضِ بنِ ساريةَ، رضي الله عنه، قال: وَعَظَنَا رسولُ الله ﷺ، مَوْعِظَةً وَجِلَتْ منها القُلُوبُ، وَذَرَفَت منهَا العُيُونُ.

امام نوویؒ فرماتے ہیں اس باب میں اور بہت سی احادیث آتی ہیں۔ انہی میں سے حضرت عرباض بن ساریہؓ کی وہ حدیث ہے جس میں انہوں نے بیان فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وعظ فرمایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں اس سے بہہ پڑیں۔

فوائد: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب النھی عن البدع میں بھی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ باب فی الامر بالمحافظة علی السنہ، رقم ۱۵۷ میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔

٥٥ - بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلِ الْفَقْرِ

۵۵۔ زہد کی فضیلت، دنیا کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

قالَ اللهُ تعالى: ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (٢٤) ﴾ [يونس: ٢٤] وقال تعالى: ﴿ وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا (٤٥) ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا (٤٦) ﴾ [الكهف: ٤٥، ٤٦] وقال تعالى: ﴿ ٱعْلَمُوٓا أَنَّمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَىٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَٰمًا ۖ وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنٌ ۚ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴾ [الحديد: ٢٠] وقال تعالى: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلْبَنِينَ وَٱلْقَنَٰطِيرِ ٱلْمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلْفِضَّةِ وَٱلْخَيْلِ ٱلْمُسَوَّمَةِ وَٱلْأَنْعَٰمِ وَٱلْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسْنُ ٱلْمَـَٔابِ ﴾ [آل عمران: ١٤] وقال تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴾ [فاطر: ٥] وقال تعالى: ﴿ أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ (١) حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ (٢) كَلَّا سَوْفَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا کی زندگی کی مثال' اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا' پس اس سے زمین کا سبزہ' جس کو لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں' خوب گنجان ہوکر نکلا۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور خوب مزین ہوگئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہوگئے ہیں تو ایسی حالت میں دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا تو وہ ایسی ہوگئی گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ ہم اسی طرح صاف صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو غوروفکر کرتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی' جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ پس اس کے ساتھ زمین کا سبزہ مل گیا' پھر وہ چورا چورا ہوگیا کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔

اور فرمایا: جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے' پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے!) تو اس کو دیکھتا ہے کہ پک کر زرد پڑجاتی ہے پھر چورا چورا ہوجاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔

تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ ٱلْيَقِينِ ﴾ [التكاثر: ١ ـ ٥]

وقال تعالى: ﴿ وَمَا هَٰذِهِ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ لَهِىَ ٱلْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴾ [العنكبوت: ٦٤]

والآيات في الباب كثيرة مشهورة.

وأمَّا الأحاديثُ فأكثرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ فَنُنَبِّهُ بطرَفٍ مِنها على ما سواه.

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں، یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔

نیز فرمایا: تم کو کثرت (مال وغیرہ) کی طلب نے غافل کردیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں، دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا، پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا، دیکھو اگر تم جانتے (یعنی) علم الیقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے اور آخرت کا گھر، وہی ہمیشہ کا گھر ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔

اور اس باب میں کثرت سے آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

اور احادیث، وہ بھی حصر و شمار سے زیادہ ہیں ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کرتے ہیں:

٤٥٧ ـ عن عَمْرِو بنِ عوفٍ الأنصاريِّ، رضيَ اللهُ عنهُ، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، بَعَثَ أبا عُبيدةَ بنَ الجرَّاحِ، رَضِيَ الله عنه، إلى البَحْرَيْنِ يَأتي بجِزْيَتِهَا، فَقَدِمَ بمالٍ منَ البَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الأنصارُ بقُدومِ أبي عُبَيْدَةَ، فوافَوْا صَلاةَ الفَجْرِ مَعَ رسولِ الله ﷺ، فَلَمَّا صَلَّى رسولُ الله ﷺ، انْصَرَفَ، فتعرَّضُوا

۱/ ۴۵۷ حضرت عمرو بن عوف انصاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو بحرین بھیجا کہ وہاں سے جزیہ (وصول کرکے) لائیں۔ چنانچہ وہ بحرین سے مال لے کر آئے اور انصارؓ نے ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی، پس وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں آپہنچے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور واپس جانے لگے تو وہ آپ کے

لَهُ، فَتبسَّمَ رسولُ الله ﷺ حِينَ رَآهُمْ، ثُمَّ قال: «أَظُنُّكُمْ سَمِعتُم أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بشَيءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ؟» فقالوا: أَجَل يا رسولَ الله! فقال: «أَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا ما يَسُرُّكُمْ، فوالله! ما الفقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلكنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كما بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تنَافَسُوهَا؛ فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ» متفقٌ عَلَيْهِ.

سامنے آگئے۔ آپؐ نے جب انہیں دیکھا تو مسکرائے اور پھر فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا (واقعی مال آیا ہے، لہٰذا) تم خوش ہوجاؤ اور خوش کن چیزوں کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم، مجھے تمہارے بارے میں فقر سے اندیشہ نہیں (کہ وہ تمہارے بگاڑ کا سبب بنے) لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم پر دنیا فراخ کردی جائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی پھر تم اس میں اسی طرح رغبت کرو جیسے انہوں نے کی تھی اور یہ چیز تمہیں بھی ہلاکت میں ڈال دے جیسے اس نے ان کو ہلاکت سے دوچار کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، وكتاب الجزية والموادعة، وغيره منّ الكتب ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۵۷۔ **فوائد**: اس سے معلوم ہوا کہ کسی فرد یا قوم کا فقر و تنگ دستی میں مبتلا ہونا، دین کے لحاظ سے اتنا خطرناک نہیں ہے جتنی مال و دولت کی فراوانی خطرناک ہے۔ اس لئے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مال و اسباب دنیا کی فروانی سے ڈرایا ہے تاکہ وہ اس فتنے کی حشرسامانیوں سے اپنا دامن بچاکر رکھے لیکن آپؐ دیکھ لیجئے کہ آپؐ نے جس چیز سے ڈرایا تھا اب وہ واقعہ بن کر سامنے آگئی ہے اور دولت کی ریل پیل نے اہل ثروت کی اکثریت کو دین، ایمان اور ان کے تقاضوں سے یکسر غافل کردیا ہے۔ دین سے یہ انحراف اور اعراض ہی وہ ہلاکت ہے جس کا آپ نے اندیشہ ظاہر فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

٤٥٨ ـ وعن أبي سعيدٍ الخدريِّ، رَضِيَ اللهُ عنه، قالَ: جَلَسَ رسولُ اللهِ ﷺ، عَلَى المِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فقال: «إنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا». متفقٌ عليه.

۲/ ۴۵۸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں اپنے بعد تمہارے بارے میں جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونق اور اس کی زیب و زینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة على اليتامى، وكتاب الجهاد، وغيرهمامن الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تخوف ما يخرج من زهرة

الدنيا.

٤٥٩ ـ وعنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإنَّ اللهَ تعالى مُسْتَخْلِفُكُم فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ» رواه مسلم.

۳ / ۴۵۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک دنیا شیریں اور شاداب ہے (یعنی ذوق و بصر دونوں کی لذت کی جامع ہے) پس یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بناکر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس تم دنیا (کے فریب) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے اور) مکر سے بچو۔ (مسلم)

تخريج: تقدم في باب في التقوى برقم ۷۰.

۴۵۹- فوائد: یہ حدیث باب فی التقوی، رقم ۲/ ۷۰ میں گزر چکی ہے۔ عورتوں کے مکر و کید سے بچنے کی بطور خاص تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے عورت کا فتنہ نہایت ہی خطرناک ہے اور اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ اس سے بچنے کے لئے بھی خاص اہتمام کی اور ان احتیاطی تدابیر کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو شریعت نے بتلائی ہیں۔ مثلاً پردہ، نظر نیچی رکھنا، اختلاط (مرد و خواتین کے ایک ساتھ رہنے) بالخصوص خلوت نشینی (مرد کا عورت کے پاس تنہائی اختیار کرنا) سے گریز وغیرہ۔ جو لوگ شریعت کی بتلائی ہوئی ان ہدایات کی پروا نہیں کرتے، وہ بالعموم عورت کے ناز و ادا کے تیروں سے گھائل، اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر اور اس کے جلوۂ حسن کے قتیل ہوجاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

٤٦٠ ـ وعن أنسٍ، رضيَ الله عنه، أنَّ النبيَّ ﷺ، قال: «اللَّهُمَّ لا عَيْشَ إلَّا عَيْشُ الآخِرَةِ». متفقٌ عليه.

۴ / ۴۶۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب التحريض على القتال، وكتاب الرقاق، وكتاب مناقب الأنصار، وكتاب المغازي ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة الأحزاب وهي الخندق.

۴۶۰- فوائد: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موقعوں پر یہ ارشاد فرمایا، ایک اس وقت جب مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے نہایت مشکل حالات اور تنگ دستی میں خندق کھود رہے تھے جس سے مقصد مسلمانوں کو صبر اور حوصلے کی تلقین تھی کہ ان کٹھن مراحل سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ چند روزہ تکلیف اور مشقت ہے۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی ہے اور اصل حقیقی زندگی بھی وہی ہے کیونکہ وہ دائمی ہے اور اس کا آرام بھی لازوال ہے۔ دوسرے اس موقعے پر جب حجۃ الوداع میں آپؐ نے اپنے ساتھ مسلمانوں کا ایک جم غفیر دیکھا تو آپؐ نے یہ ارشاد فرماکر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اس کثرت و طاقت کو دیکھ کر بے جا گھمنڈ اور خوشی میں مبتلا نہ ہوجانا، یہ سب کچھ عارضی ہے۔ یہ ساری شان و شوکت اور حشمت ختم ہوجائے گی۔ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے بھرپور سعی کی ضرورت ہے۔

٤٦١ ـ وعنهُ عن رسولِ الله ﷺ قال: «يَتْبَعُ المَيِّتَ ثَلاثَةٌ: أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ: فَيَرْجِعُ اثْنانِ، وَيَبْقَى وَاحِدٌ: يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ». متفقٌ عليه.

۵ / ۴۶۱ انہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں میت کے پیچھے لگتی (اس کے ساتھ جاتی) ہیں۔ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل۔ پھر دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال (یعنی غلام وغیرہ) واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ ہی) باقی رہ جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۶۱۔ فوائد: اس میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ زہد و تقویٰ والا عمل اختیار کریں، نہ کہ فسق و فجور والا کیونکہ یہ عمل ہی انسان کے ساتھ قبر میں جاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر اس کی سعادت مندی یا بدبختی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر عمل صالح کی پونجی ساتھ لے کر جائے گا تو برزخ میں آسودگی اور راحت کی زندگی سے بہرہ ور ہوگا اور اگر اس کا دامن، عمل صالح سے خالی ہوگا تو چاہے اس نے کروڑوں اور اربوں کی جائیداد اپنے پیچھے چھوڑی ہو اس کے قطعاً کوئی کام نہ آئے گی کیونکہ اس کے ساتھ جانے والا تو اس کا برا عمل ہوگا جسے اس نے اختیار کئے رکھا۔ یہ برا عمل اسے برزخ میں امن اور راحت سے محروم اور عذاب میں مبتلا رکھے گا۔

٤٦٢ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُؤْتَى بأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ القِيامَةِ، فَيُصْبَغُ في النَّارِ صَبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْراً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لا واللهِ! يا رَبِّ. وَيُؤْتَى بأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْساً في الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً في الجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَاابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْساً قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فيقولُ: لا وَاللهِ! مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ» رواه مسلم.

۶ / ۴۶۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت والے دن جہنمیوں میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہا ہوگا، اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ پھر پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی بھلائی (راحت) دیکھی؟ کیا کچھ تجھ پر خوشحالی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ کی قسم، اے میرے رب! اور جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھی اور مصیبت زدہ تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے؟ کیا تیرے ساتھ کبھی سختی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا، نہیں اللہ کی قسم! میرے ساتھ کبھی سختی کا گزر نہیں ہوا، نہ کبھی میں نے

سختی اور تکلیف ہی دیکھی۔ (مسلم)

تخريج : صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار برقم٢٨٠٧.

۴۶۲۔ فوائد: اس میں بھی آخرت کی زندگی کی ترغیب ہے کہ دنیا کی یہ نعمتیں، جن کے حصول کے لئے انسان شریعت کے ضابطوں کو پامال کرتا ہے جہنم کے ایک غوطے سے ہی فراموش ہوجائیں گی۔ اس لئے کیوں نہ انسان ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرے تاکہ آخرت کی دائمی نعمتوں اور اس کی مسرتوں سے وہ ہمکنار ہو۔

٤٦٣ ـ وعن المُسْتَوْرِدِ بنِ شَدَّادٍ رَضِيَ اللهُ عنه، قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «مَا الدُّنْيَا في الآخِرَةِ إلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أُصْبُعَهُ في اليَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟» رواه مسلم.

۷/ ۴۶۳ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور (پھر نکال کر) دیکھے کہ وہ سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے؟ (مسلم)

تخريج : صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة.

۴۶۳۔ فوائد: اس میں آخرت کی نعمتوں اور اس کی دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی قدروقیمت اور اس کی زندگی کا تناسب بیان کیا گیا ہے۔ یہ تناسب اس طرح ہی ہے جیسے ایک قطرۂ آب اور سمندر کے پانی کے درمیان ہے۔

٤٦٤ ـ وعن جابرٍ، رَضِيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ، فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قال: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ»؟ فقالوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ ثم قال: «أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟» قَالُوا: وَاللهِ! لَوْ كَانَ حَيّاً كَانَ عَيْباً، أَنَّهُ أَسَكُّ. فَكَيْفَ وَهو مَيِّتٌ! فقال: «فَوَاللهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هذا عَلَيْكُمْ» رواه مسلم. قوله: «كَنَفَتَيْهِ» أَيْ: عن جانبيه. و«الأسكّ» الصغير الأُذُن.

۸/ ۴۶۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزرے اور آپؐ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپؐ کا بکری کے ایک چھوٹے کان والے مردار بچے کے پاس سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اسے اس کے کان سے پکڑا اور فرمایا تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں بھی لینا پسند کرے گا؟ انہوں نے کہا ہم تو اسے (ایک درہم کیا) کسی بھی چیز کے بدلے لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے لے کر کریں گے بھی کیا؟ آپؐ نے پھر فرمایا، کیا تم پسند کرو گے کہ یہ تمہیں مفت ہی مل جائے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم یہ (بچہ) اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کیونکہ چھوٹے کانوں والا ہے۔ تو اب اسے کون لے گا جب کہ یہ مردار ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم، یقیناً اللہ کے نزدیک دنیا اس

سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا بکری کا یہ مردار بچہ تمہاری نظروں میں حقیر ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۶۴- **فوائد**: اس سے بھی دنیا کی بے حیثیتی واضح ہے۔ جس کے لئے نادان انسان کیا کیا کچھ کرگزرتا ہے۔

٤٦٥ ـ وعن أبي ذرٍّ رَضيَ الله عنه، قال: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النبيِّ ﷺ، في حَرَّةِ بالمدينةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فقال: «يا أبَا ذرٍّ». قلتُ: لَبَّيْكَ يا رسولَ الله! فقال: «مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ هذا ذَهباً تمْضِي عَلَيَّ ثَلاثَةُ أَيَّامٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينارٌ، إلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ، إلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ في عِبَادِ الله هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» عن يَمِينه وعن شماله وعَنْ خلفه، ثم سار فقال: «إنَّ الأكثَرِينَ هُمُ الأقَلُّونَ يَوْمَ القيامةِ إلَّا مَنْ قَالَ بالمَالِ هٰكذا وهٰكذا وهٰكذا» عن يمينه، وعن شماله، ومِنْ خَلْفه «وَقليلٌ مَا هُمْ». ثم قال لي: «مَكَانَكَ لا تَبْرَحْ حَتَّى آتيَكَ». ثم انْطَلَقَ في سَوَادِ اللَّيْلِ حتى تَوَارَى، فَسمِعْتُ صَوْتاً قَدِ ارْتَفعَ، فَتخَوَّفْتُ أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ عَرَضَ للنَّبيِّ ﷺ فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قولَه: «لا تَبْرَحْ حَتَّى آتيَكَ» فلم أَبْرَحْ حَتَّى أَتَانِي، فَقُلْتُ: لقد سَمِعْتُ صَوْتاً تَخَوَّفْتُ منه، فَذَكَرْتُ له، فقال: «وَهَلْ سَمِعْتَهُ»؟ قلت: نَعَم، قال: «ذَاكَ جبريلُ أتاني فقال: مَن ماتَ مِنْ أُمَّتِكَ لا يُشرِكُ باللهِ شَيئاً دَخَلَ الجَنَّةَ، قلتُ: وَإنْ زَنَى وَإنْ سَرَقَ؟ قال: وَإن زَنَى وَإن سَرَقَ» متفقٌ عليه، وهذا لفظ البخاري.

۹/ ۴۶۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے کی سنگ ریزے والی زمین پر چلا جارہا تھا کہ احد پہاڑ ہمارے سامنے آگیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوذر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ (حاضر جناب) آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو' پھر مجھ پر تین دن ایسے گزر جائیں کہ اس میں سے ایک دینار میرے پاس موجود ہو (یعنی ایک دینار بھی اپنے پاس رکھنا پسند نہ کروں) ہاں صرف اتنا' جسے میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔ مگر میں اسے اللہ کے بندوں میں اس طرح' اس طرح اور اس طرح تقسیم کردوں' اپنے دائیں' بائیں اور پیچھے کی طرف (اشارہ فرمایا)۔ آپؐ پھر آگے چلے اور فرمایا زیادہ مال و دولت والے' وہی قیامت کے دن (اجرو ثواب میں) بہت کم ہونگے۔ مگر وہ لوگ جو مال کو اس طرح' اس طرح اور اس طرح' اپنے دائیں' بائیں اور پیچھے (لوگوں پر) خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا' اپنی جگہ پر رہنا اور جب تک میں تیرے پاس نہ آؤں' یہاں سے نہ ہٹنا۔ پھر آپؐ رات کی تاریکی میں آگے چلے گئے' یہاں تک کہ آپؐ اوجھل ہوگئے۔ (اچانک) میں نے ایک اونچی آواز سنی' مجھے اندیشہ ہوا کہ کوئی (دشمن) آپؐ کے درپے تو نہیں ہوگیا؟ چنانچہ میں نے آپؐ کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے آپؐ کا قول یاد آگیا کہ میرے آنے تک یہاں سے نہ ہٹنا۔ پس میں وہیں رہا' یہاں تک کہ آپؐ میرے پاس

تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا' میں نے ایک آواز سنی تھی جس سے میں ڈر گیا تھا' اور ساری بات آپؐ سے ذکر کی۔ آپؐ نے پوچھا تم نے وہ آواز سنی تھی؟ میں نے کہا' ہاں۔ آپؐ نے فرمایا وہ جبریل تھے میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے کہا آپؐ کی امت میں سے جو شخص مرگیا' وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے کہا۔ اگر وہ زنا کرے اور چوری کرے؟ جبریل نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔

(بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلّون، وباب "ما أحب أنّ لى مثل أحد ذهبا" وكتاب الاستقراض، وكتاب الاستئذان ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة.

۴۶۵۔ **فوائد:** اس کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ موحد مومن جنتی ہے۔ اگرچہ اس سے بعض کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بھی ہوجائے۔ اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے اسے معاف فرما کر جنت میں بھیج دے گا یا پھر سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں چلا جائے گا یا بعض نے اسے ان افراد پر محمول کیا ہے جنہوں نے موت کے وقت خالص توبہ کی اور اس کے بعد انہیں مزید مہلت عمل نہیں ملی' ایسے افراد کے کبیرہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے معاف فرما دے گا۔ اس کا پہلا حصہ باب سے متعلق ہے جس میں کم سے کم مال و اسباب دنیا رکھنے کی ترغیب ہے کیونکہ زیادہ مال والے اجر میں کم ہونگے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم سنبھال کر رکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے کیونکہ نفلی صدقے سے ادائیگی قرض زیادہ ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور انفاق فی سبیل اللہ کا بھی بیان ہے۔

٤٦٦ ـ وعن أَبي هريرةَ، رضي الله عنه عنْ رسولِ الله ﷺ قال: «لو كان لي مِثلُ أُحُدِ ذَهَباً، لَسَرَّني أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلاثُ لَيَالٍ وَعِندي منه شَيءٌ إلَّا شَيءٌ أُرْصِدُهُ لِدَينٍ» متفقٌ عليه.

۱۰/ ۴۶۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو' سوائے اتنے حصے کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔

(بخاری و مسلم' حوالہ ہائے مذکور)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ "ما أحب أن لى عندي

مثل أحد ذهبا" وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدّي الزكاة.

۴۶۶- فوائد: یعنی تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے فارغ ہو جاؤں- اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ؐ دنیا کا مال اپنے پاس رکھنا پسند ہی نہیں فرماتے تھے- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک آرزو اور خواہش کا اظہار جائز ہے-

٤٦٧ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «انْظُرُوا إلى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُم وَلا تَنْظُرُوا إلى مَنْ هُوَ فوقَكُم فَهُوَ أَجْدَرُ أَن لا تَزْدَرُوا نعمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ» متفق عليه وهذا لفظ مسلمٍ.

۱۱/ ۴۶۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگوں کی طرف دیکھو جو (دنیا کے مال و اسباب کے لحاظ سے) تم سے نیچے (کمتر) ہوں اور ان کی طرف مت دیکھو جو (مال و دولت میں) تم سے اوپر (بڑھ کر) ہوں- اس طرح زیادہ لائق ہے کہ پھر تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرو جو اس کی طرف سے تم پر ہوئی ہیں-

(بخاری و مسلم- یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

وفي رواية البخاري: «إذا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إلى مَنْ فُضِّلَ عليهِ في المالِ وَالخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ إلى مَنْ هو أَسْفَلَ مِنْهُ».

اور بخاری کی روایت میں ہے' جب تم میں سے کوئی شخص ایسے آدمی کو دیکھے جسے مال اور پیدائش میں اس پر فضیلت دی گئی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص کو (بھی) دیکھے جو (ان چیزوں میں) اس سے نیچے یعنی کمتر ہے-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب من ينظر إلى من هو أسفل منه - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۶۷- فوائد: دنیوی مال و اسباب کے اعتبار سے اپنے سے بالا لوگوں کو دیکھنے سے فی الواقع انسان اللہ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرتا ہے- جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس لئے اس کا بہترین علاج وہی ہے جو خود اس حدیث میں آپ ؐ کی زبان مبارک سے ہی بیان کردیا گیا ہے کہ اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو تمہارے پاس اگر اپنا چھوٹا موٹا مکان ہے جس میں موسم کی سختیوں سے تم محفوظ رہتے ہو تو فلک بوس عمارتوں اور عالی شان کوٹھیوں کی طرف مت دیکھو بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جو بے گھر ہیں اور تھڑوں اور فٹ پاتھوں پر رات گزارتے ہیں یا جھونپڑیوں میں رہتے ہیں جو بارش میں چھلنی کی طرح ٹپکتی ہیں اور سیلابی پانی کے ایک ہی ریلے میں بہہ جاتی یا پیوند زمین ہو جاتی ہیں- وعلی ھذا القیاس - تاہم دین کے اعتبار سے ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جو زیادہ متقی اور عبادت گزار ہوں تاکہ انسان کے اندر تقویٰ اور عبادت کا مزید شوق پیدا ہو- جیسا کہ دوسری احادیث میں یہ چیز بیان فرمائی گئی ہے-

٤٦٨ ـ وعنه عن النَّبيِّ ﷺ، قال:

۱۲/ ۴۶۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے- نبی کریم

«تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالقَطِيفَةِ وَالخَمِيصَةِ، إنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ» رواه البخاري.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دینار و درہم اور شال و دوشالے کا بندہ (پرستار) ہلاک ہو کہ اسے یہ چیزیں دی جائیں تو خوش اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہوتا ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب الجهاد، باب الحراسة، وكتاب الرقاق.

۴۶۸۔ فوائد: دنیا‘ دینار و درہم اور چادروں کا بندہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے احکام و ہدایات کے مقابلے میں دنیا کی ان چیزوں کے حصول کو ترجیح دیتا اور شب و روز انہی میں مگن رہتا ہے۔ گویا وہ اللہ کی بندگی کی بجائے مال و اسباب کی بندگی کرتا ہے اور یہ غیراللہ کی بندگی اس کی ہلاکت کا باعث ہے۔

٤٦٩ ـ وعنه، رضي الله عنه قال: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ منْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا منْهُمْ رَجُلٌ عليه رداءٌ، إمَّا إزَارٌ وَإمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا في أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ» رواه البخاري.

۱۳/ ۴۶۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا‘ ان میں سے کسی کے پاس جسم کے اوپر کا پورا حصہ چھپانے کے لئے چادر نہیں تھی‘ کسی کے پاس نچلا دھڑ ڈھانکنے کے لئے ازار (پاجامہ‘ تہ بند اور شلوار وغیرہ) ہوتی یا چادر جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے‘ وہ کپڑا کسی کی نصف پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک‘ پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے کہ کہیں ان کا قابل ستر حصہ عریاں نہ ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، كتاب المساجد، باب نوم الرجال في المسجد.

۴۶۹۔ فوائد: صفہ‘ چبوترے یا ڈیوڑھی کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے آخر میں یہ چبوترہ تھا جو چھتا ہوا تھا۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم دین حاصل کرنے والے اور جہاد کی تربیت لینے والے صحابہ وقت گزارتے تھے۔ ان کو اہل صفہ کہا جاتا تھا۔ ان کی ایک متعین تعداد نہیں تھی اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ یا نبوی درس گاہ تھی اور معسکر بھی۔ اس میں آج کل کے طلبائے علوم دینیہ کے لئے بڑی عبرت ہے کہ صحابہؓ نے کس طرح ایک چبوترے پر اپنے شب و روز گزار کر اور اسی طرح کھانے سے بے نیاز ہو کر (کہ کبھی مل گیا تو کھا لیا نہیں تو فاقہ) دین کا علم حاصل کیا اور جہاد کی تربیت لی۔

٤٧٠ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «الدُّنْيَا سِجْنُ المُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الكَافِرِ» رواه مسلم.

۱۴/ ۴۷۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۷۰۔ فوائد: ایک مومن کے لئے جنت میں جو نعمتیں تیار ہیں اس کے اعتبار سے یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ

ہے اور کافر کے لئے جو دائمی عذاب ہے' اس کے اعتبار سے دنیا اس کے لئے جنت ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایک مومن شہوات و خواہشات نفس سے بچتا ہوا جس طرح مومنانہ و متقیانہ زندگی گزارتا ہے۔ وہ ایسے ہے جیسے وہ قید خانے میں ہے اور وہ قواعد و ضوابط کے شکنجے میں کسا ہوا ہے جب کہ کافر ہر قید اور ضابطے سے آزاد اور خواہشات و شہوات کی لذتوں میں منہمک رہتا ہے۔ یوں گویا دنیا اس کے لئے جنت ہے۔ مقصد اس حدیث سے مومن کو آخرت کی تیاری کی ترغیب اور دنیوی لذتوں سے اجتناب کی تاکید ہے۔

۱۵ / ۴۷۱ **حضرت ابن عمر** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پکڑ کر فرمایا - تم دنیا میں ایسے رہو گویا تم ایک پردیسی یا راہ گیر ہو۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت میں بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں موت کے لئے (کچھ) حاصل کرلو۔ (بخاری)

٤٧١ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما، قال: أخذ رسولُ الله ﷺ بمَنْكِبَيَّ، فقال: «كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ». وَكَانَ ابنُ عُمَرَ رضي الله عنهما، يقول: إذَا أَمْسَيْتَ فَلا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإذَا أَصْبَحْتَ فَلا تَنْتَظِرِ المَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رواه البخاري.

علماء نے اس حدیث کی شرح اور اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تم دنیا کی طرف زیادہ مت جھکو' نہ اسے مستقل وطن بناؤ' نہ اپنے جی میں زیادہ دیر دنیا میں رہنے اور اس پر زیادہ توجہ دینے کا پروگرام بناؤ۔ اس سے تم صرف اتنا ہی تعلق رکھو جتنا ایک مسافر اجنبی دیس سے تعلق رکھتا ہے اور دنیا میں زیادہ مشغول نہ ہو' اسی طرح جیسے ایک مسافر' جو اپنے گھر جانے کا ارادہ رکھتا ہو' دیار غیر سے زیادہ وابستگی نہیں رکھتا۔ وباللہ التوفیق

قالوا في شرح هذا الحديث: معناه لا تَرْكَنْ إلى الدُّنْيَا وَلا تَتَّخِذْهَا وَطَناً، وَلا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِطُولِ البَقَاءِ فِيهَا، وَلا بِالاعْتِنَاءِ بِهَا، وَلا تَتَعَلَّقْ مِنهَا إلَّا بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِيبُ فِي غَيْرِ وَطَنِهِ، وَلا تَشْتَغِلْ فِيهَا بِمَا لا يَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِيبُ الَّذِي يُرِيدُ الذَّهَابَ إلى أَهْلِهِ. وَباللهِ التَّوْفِيقُ.

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ «كن في الدنيا...» الحديث.

۴۷۱۔ فوائد: جو شخص دنیا کو ایک مسافر خانہ اور گزرگاہ سمجھے گا' وہ یقیناً زخارف دنیا سے اپنا دامن الجھانا پسند نہیں کرے گا۔ انسان کی غلطی یہی ہے۔ کہ وہ اس کی اس حیثیت کو نہیں سمجھتا اور پل کی خبر نہ ہونے کے باوجود سو برس کے سامان کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔

جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

ع سامان ہے سو برس کا' اور پل کی خبر نہیں

٤٧٢ ـ وعن أبي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ السَّاعديِّ رضي اللهُ عنهُ، قالَ: جاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، فقالَ: يا رسولَ اللهِ، دُلَّنِي عَلى عَمَلٍ إذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ، وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فقال: «ازْهَدْ في الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ» حديثٌ حسنٌ رواه ابنُ مَاجَه وغيره بأسانيد حسنةٍ.

۱۶/ ۴۷۲ حضرت ابوالعباس سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ' مجھے ایسا عمل بتلائیے' جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھے محبوب جانیں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' دنیا سے بے رغبت ہوجاؤ' اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہوجاؤ تو لوگ محبت کریں گے۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے ابن ماجہ وغیرہ نے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخریج: سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الزهد في الدنيا.

امام نووی کے برعکس' امام بوصیری نے اسے زوائد میں ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن عمرو راوی کے ضعف پر ائمہ جرح و تعدیل متفق ہیں (ابن ماجہ رقم ۴۱۰۲) تاہم بعض اور علماء نے اس کے دیگر ضعیف طرق اور مرسل شاہد کی بنا پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ جس سے امام نووی کی تائید ہوتی ہے واللہ اعلم۔ انظر ایضا "الصحیحۃ" للالبانی رقم ۹۴۴۔

۴۷۲۔ **فوائد**: زہد' دنیا اور اس کے علائق سے کنارہ کشی کا نام نہیں ہے بلکہ زہد کا مطلب ہے کہ رزق حلال پر قناعت کرنا اور کمائی کے ناجائز ذرائع اختیار کرنے سے اجتناب کرنا کیونکہ اسلام میں ترک دنیا کی اجازت ہے نہ مال و دولت کے حصول کی سعی و کوشش مذموم۔ اس لئے دنیا سے تعلق اور معاش کے لئے سعی و جہد' زہد کے منافی نہیں۔ بلکہ صرف حلال ذرائع اور حلال آمدنی پر کفایت' اسے عبادت کا درجہ عطا کردیتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کے مال و دولت سے بے نیازی اور ان سے صرف نظر کرلینا بھی زہد کا اور استغناء و قناعت کا حصہ ہے۔ اس سے ایک اضافی فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان لوگوں کی نظروں میں محبوب اور معزز ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ کے برعکس لوگوں کے سامنے دست طلب دراز کرنے سے انسان ذلیل ہوتا ہے اور لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ جبکہ اللہ کا معاملہ ہے کہ اس سے جتنا مانگو وہ اتنا ہی خوش ہوتا ہے بلکہ نہ مانگنے پر وہ ناراض ہوتا ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لاتسئل بنی آدم حاجته　　واسئل الذی ابوابه لاتحجب
الله یغضب ان ترکت سواله　　وابن آدم حین یسئل یغضب

یعنی انسان کے سامنے اپنی ضروریات کے لئے ہاتھ مت پھیلاؤ' اس سے مانگو جس کے فضل و کرم کا دروازہ ہروقت کھلا رہتا ہے۔ اگر بندہ اللہ سے مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہوتا اور بندے سے مانگا جائے تو وہ غضب ناک ہوتا ہے۔

٤٧٣ ـ وعن النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ رضيَ الله عنهما، قالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ

۱۷/ ۴۷۳ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے اس مال و اسباب کا

الخَطَّاب، رضي الله عنه، مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فقال: لَقَدْ رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ، يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ. رواه مسلم. «الدَّقَلُ» بفتح الدال المهملة والقاف: رَدِيْءُ التَّمْرِ.

ذکر کیا (جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ) لوگوں کو حاصل ہو گیا تھا اور پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ سارا دن بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر جھکے رہتے (تاکہ بھوک کی شدت کم محسوس ہو) آپؐ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی جس سے آپؐ اپنا پیٹ بھر لیتے۔

(مسلم، اوائل کتاب الزھد والرقاق)

الدَّقَل، دال اور قاف پر زبر۔ گھٹیا اور ردی کھجور۔

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۷۳- فوائد: حضرت عمرؓ کے زمانے میں کثرت فتوحات کی وجہ سے لوگ پہلے کی نسبت زیادہ خوشحال اور آسودہ ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو یاد دلایا کہ وہ بھی وقت یاد رکھو جب اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان نہایت کٹھن حالات اور فقر و فاقہ سے دوچار رہے حتیٰ کہ پیغمبر اسلام حضرت نبی کریم ﷺ تک کی یہ حالت تھی جو روایت میں بیان ہوئی ہے۔ مقصد اس کے بیان سے لوگوں کو تنبیہہ کرنا تھا کہ کہیں مال و دولت کی فراوانی اور دنیوی آسائشوں کی کثرت تمہیں دنیا کی محبت میں اس طرح نہ پھنسا دے کہ آخرت کی زندگی کو تم بھلا بیٹھو اور غفلت کا شکار ہو جاؤ۔

٤٧٤ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، قالتْ: تُوُفِّيَ رسولُ الله ﷺ، وَمَا في بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ في رَفٍّ لِي، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ. متفقٌ عليه. «شَطْرُ شَعِيرٍ» أَيْ: شَيْءٌ مِنْ شَعِيرٍ، كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمذيُّ.

۱۸/ ۴۷۴ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کوئی جاندار کھائے، سوائے اس تھوڑے سے جَو کے جو میرے طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ پس میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے (لے لے کر) کھاتی رہی (بالآخر ایک دن) میں نے اسے ناپا تو وہ ختم ہوگیا۔ (بخاری و مسلم)

شطر شعیر کے معنی ہیں تھوڑے سے جَو۔ امام ترمذی نے اس کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب نفقة نساء النبي ﷺ بعد وفاته، وكتاب الرقاق، باب فضل الفقر ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۷۴- فوائد: نبی ﷺ کی زندگی کے آخری دور میں اگرچہ مال غنیمت کے آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت قدرے بہتر ہوگئی تھی اگر آپؐ چاہتے تو پہلے کی نسبت آسودگی کے ساتھ وقت گزار سکتے تھے لیکن آپؐ نے اسی فقر و تنگدستی کی زندگی کو اختیار کئے رکھا جو غنیمتوں کے آنے سے پہلے تھی۔ اس میں حضرت عائشہ ؓ نے آپؐ

کی اسی زاہدانہ زندگی کا تذکرہ فرمایا ہے حالانکہ یہ آپؐ کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی کا گھر تھا۔ اس سے آپؐ کے عدل و انصاف کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے شدید محبت کے باوجود آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ‘ دوسری بیویوں کے مقابلے میں‘ کوئی ترجیحی سلوک نہیں کیا بلکہ سب کے ساتھ یکساں معاملہ فرمایا۔ اس میں علمائے کرام اور ان کے اہل خانہ کے لئے بڑا سبق ہے کہ وہ اہل دنیا اور ان کو میسر آسائشوں کی طرف نہ دیکھیں بلکہ پیغمبر اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کی زندگیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کم سے کم آمدنی میں گزارہ کرنے کو سعادت سمجھیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپے تولے استعمال کیا جائے‘ اس میں برکت رہتی ہے اور ناپنے تولنے سے برکت اڑجاتی ہے۔

٤٧٥ ـ وعن عمرِو بنِ الحارثِ أخِي جُوَيْرِيَةَ بنْتِ الحَارثِ أُمِّ المُؤْمِنينَ رضي الله عنهما، قال: مَا تَرَكَ رسولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَاراً، وَلا دِرْهَماً، وَلا عَبْداً، وَلا أمَةً، وَلا شَيْئاً إلَّا بَغْلَتَهُ البَيْضَاءَ الَّتي كَانَ يَرْكَبُهَا، وَسِلاحَهُ، وَأَرْضاً جَعَلَهَا لابْنِ السَّبيلِ صَدَقَةً. رواه البخاري.

۱۹ / ۴۷۵ حضرت عمرو بن حارث حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا **کے بھائی--- سے روایت ہے کہ رسول اللہ** ﷺ **نے اپنی موت کے وقت کوئی دینار و درہم چھوڑا‘ نہ کوئی غلام لونڈی اور نہ کوئی اور چیز۔ البتہ وہ سفید خچر چھوڑا جس پر آپؐ سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور وہ زمین‘ جسے آپؐ نے مسافروں کے لئے صدقہ (وقف) کردیا تھا۔** (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوصايا، باب الوصايا، وكتاب الجهاد، باب بغلة النبي ﷺ البيضاء، وكتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته.

۴۷۵۔ فوائد: سن ۵ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق ہوا‘ اس میں جو کافر مرد و عورت قیدی بنے‘ ان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور یہ نبی ﷺ کے حصے میں آئیں۔ آپؐ نے انہیں مسلمان کرکے ان سے نکاح کرلیا اور اپنے حرم میں شامل فرمالیا۔ جب صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا تو نبی ﷺ کے اس سسرالی رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے بنوالمصطلق کے تمام قیدیوں کو‘ جو سو کے قریب تھے‘ رہا کردیا۔ ہتھیار سے مراد آپؐ کا نیزہ اور تلوار ہے۔ اور زمین سے مراد آپؐ کا وہ حصہ جو فدک اور خیبر وغیرہ میں آپؐ کو ملا تھا‘ اسے آپؐ نے صدقہ فرمادیا کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا ”ہم انبیاء کی جماعت ہیں‘ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا‘ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں‘ وہ صدقہ ہے“۔ وفات کے وقت آپؐ نے کوئی غلام اور لونڈی ایسی نہیں چھوڑی‘ جس کو آپؐ نے آزاد نہ کردیا ہو۔

٤٧٦ ـ وعن خَبَّابِ بنِ الأَرَتِّ رضي الله عنه، قال: هَاجَرْنَا مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ تعالى، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئاً، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بن عُمَيْرٍ رضي الله

۲۰ / ۴۷۶ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لئے رسول اللہ** ﷺ **کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہوگیا۔ پس ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہوگئے اور اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں)**

عنه، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ، بَدَتْ رِجْلاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ، بَدَا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رسولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَنَجْعَلَ عَلى رِجْلَيْهِ شَيْئاً مِنَ الإِذْخِرِ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا. متفقٌ عليه.

انہوں نے نہیں کھایا- ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے- انہوں نے ایک کمبل اپنے پیچھے چھوڑا تھا، جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہوجاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا- پس ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے ہیں اور وہ اسے چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)

(بخاری و مسلم)

«النَّمِرَةُ»: كِسَاءٌ مُلَوَّنٌ مِنْ صُوفٍ. وقوله: «أَيْنَعَتْ» أَيْ: نَضِجَتْ وَأَدْرَكَتْ. وقوله: «يَهْدِبُهَا» هُوَ بفتح الياءِ وضم الدال وكسرها، لُغَتَانِ، أَيْ: يَقْطِفُهَا وَيَجْتَنِيهَا، وَهذِهِ اسْتِعَارَةٌ لِمَا فَتَحَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا وَتَمَكَّنُوا فيهَا.

نمرہ اون کی دھاری دار چادر- اینعت کے معنی ہیں پک گئے اور پالئے- یھدبھا، یا پر زبر اور دال پر زیر اور پیش، دونوں طرح منقول ہے- معنی ہیں، وہ پھل کاٹ اور چن رہا ہے اور یہ اللہ نے ان پر دنیا کے مال و اسباب کے جو دروازے کھولے اور اس پر ان کو قدرت عطا فرمائی، اس کے لئے استعارہ ہے-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا لم يجد كفنا إلا ما يواري رأسه أو قدميه غطّي رأسه، وكتاب فضائل الصحابة، وكتاب المغازي، وكتاب الرقاق - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب كفن الميّت.

۴۷۶- فوائد: اس میں ہجرت اور جہاد کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے- یہ اجر دنیا میں مال غنیمت کی صورت میں بھی ان غازیان اسلام کو ملتا ہے جو جہاد سے بخیریت واپس آجاتے ہیں اور آخرت میں بھی ملے گا اور جو لوگ میدان جہاد میں ہی جام شہادت نوش کرجاتے ہیں، انہیں اس کا سارا اجر قیامت کو ہی ملے گا، دنیا میں وہ جہاد کے پھل سے محروم رہتے ہیں-

٤٧٧ - وعن سَهْلِ بنِ سَعْدٍ السَّاعديِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَا سَقَى كَافِراً مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۱ / ۴۷۷ حضرت سھل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا- (ترمذی، حسن صحیح)

تخریج : سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ماجاء في هوان الدنيا على الله عزوجل.

۴۷۷- فوائد : اس سے واضح ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا اور اس کے مال و اسباب کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے لہٰذا اہل ایمان کے نزدیک بھی اس کی زیادہ اہمیت نہیں ہونی چاہیے اور اسے صرف آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے ایک ذریعہ یا کمرہ امتحان سمجھنا چاہیے۔

٤٧٨ - وعن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «أَلا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فيها، إِلَّا ذِكْرَ اللهِ تَعَالَى، وَمَا وَالاهُ، وَعَالِماً وَمُتَعَلِّماً». رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۲/ ۴۷۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! آگاہ رہو' دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے' سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور ان چیزوں کے جو اس سے تعلق رکھتی ہیں اور سوائے دینی علوم سے بہرہ ور اور اس کا علم حاصل کرنے والوں کے۔

(ترمذی' حسن)

تخریج : سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا علي الله عزوجل.

۴۷۸- فوائد : اس سے مراد دنیا کا مطلقاً ملعون ہونا نہیں ہے بلکہ اصل مطلب دنیا کی ان چیزوں کا ملعون ہونا ہے جو انسان کو اللہ سے دور اور اس کی اطاعت سے مشغول کردیں۔ اس اعتبار سے دنیا کی کوئی چیز مذموم بھی ہو سکتی ہے اور محمود بھی۔ مثلاً مال' محمود ہے۔ اگر اسے حلال طریقے سے حاصل اور حلال مصارف پر ہی خرچ کیا جائے' بصورت دیگر یہی مال مذموم و ملعون ہے۔ وعلی ھذا القیاس دنیا کی دوسری چیزیں ہیں۔ (۲) وہ علم بھی محمود و مطلوب ہے جو اللہ کے قریب کردے اور بندوں کی ہدایت اور فیض رسانی کا ذریعہ بنے۔ بصورت دیگر یہ بھی مذموم و ملعون ہے۔ (۳) اس میں علماء اور طلبائے علوم دینیہ کی فضیلت ہے۔

٤٧٩ - وعن عَبْدِ اللهِ بنِ مَسعودٍ رضيَ الله عنه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَتَّخِذُوا الضَّيعَةَ فَتَرْغَبُوا في الدُّنْيَا». رواه التِرْمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۳/ ۴۷۹ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جائیدادیں نہ بناؤ' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری رغبت دنیا میں بڑھ جائے گی۔

(ترمذی' حسن)

تخریج : سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا.

۴۷۹- فوائد : ضیعتہ' سے مراد زمین' صنعت و زراعت اور کاروبار ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں اتنا زیادہ انہماک اور دلچسپی نہیں ہونی چاہیے کہ انسان کا مقصد زندگی رضائے الٰہی کی بجائے یہی چیزیں بن جائیں اور اس کے شب و روز اسی تگ و دو میں صرف ہوں' ورنہ حسب ضرورت و کفایت تو زمین' کاروبار اور جائیداد وغیرہ بنانا اور رکھنا سب جائز ہے' ممنوع نہیں۔

٤٨٠ - وعن عبدِ اللهِ بنِ عمرِو بن العاصِ رضيَ اللهُ عنهما قال: مَرَّ عَلَيْنَا

۲۴/ ۴۸۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سے رسول اللہ ﷺ

رسولُ اللهِ ﷺ، وَنحنُ نُعالِجُ خُصّاً لَنَا فقال: «ما هذا؟» فَقُلْنَا: قَدْ وَهَى، فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فقال: «ما أَرَى الأمْرَ إلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَلِكَ». رواه أبو داود، والترمذي بإسناد البخاري ومسلم، وقال الترمذي: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

گزرے جبکہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کر رہے تھے۔ آپ ؐ نے فرمایا' یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا (یہ چھپر) کمزور ہو کر گرنے کے قریب ہوگیا تھا ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا میں تو معاملے (موت) کو اس سے بھی زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (اسے ابو داؤد اور ترمذی نے بخاری و مسلم کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في قصر الأمل وقال حديث حسن، حديث رقم٢٣٣٦ - وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما جاء في البناء، حديث رقم٥٢٣٦.

۴۸۰۔ فوائد: خص سے مراد یا تو چھپر ہے یا وہ گھر ہے جو لکڑی اور کانوں سے بنا ہوتا ہے اور مٹی سے اسے لیپ دیا جاتا ہے وہ مٹی کی لپائی ہی میں مصروف ہوں گے۔ آپ ؐ کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مکان کی لیپا پوتی نہ کی جائے بلکہ مطلب موت کی یاددہانی ہے تاکہ موت ہر وقت انسان کے سامنے رہے اور کسی وقت بھی اس سے غفلت نہ برتے۔

٤٨١ - وعن كَعْبِ بنِ عِيَاضٍ رضي الله عنه، قالَ: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي المَالُ» رواه الترمذي قال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۲۵ / ۴۸۱ حضرت کعب بن عیاض ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے (یعنی ایسی چیز جس کے ذریعے سے اس کو آزمایا جاتا ہے۔) اور میری امت کے لئے فتنہ (آزمائش) مال ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء أن فتنة هذه الأمة في المال.

۴۸۱۔ فوائد: فتنے کے معنی ہیں آزمائش۔ جس کو جس چیز سے آزمایا جائے وہ اس کے لئے فتنہ ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید میں اولاد اور مال کو بھی انسانوں کے لئے فتنہ کہا گیا ہے۔ دراں حالیکہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی نعمتیں ہیں لیکن چونکہ ان نعمتوں کے ذریعے سے انسانوں کی آزمائش ہوتی ہے اس لئے انہیں فتنے سے تعبیر فرمایا۔ اس حدیث میں امت محمدیہ ﷺ کے لئے سخت تنبیہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں اعتدال کو ملحوظ رکھے ورنہ وہ اس آزمائش میں ناکام ہوسکتی ہے اور یہ مال' جو نعمت الٰہی ہے اس کے لئے عذاب شدید کا باعث بن سکتا ہے۔

٤٨٢ - وعن أبي عَمْرو، ويقالُ: أبو عبدِ اللهِ، ويقال: أَبُو لَيْلى عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رضي الله عنه، أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «لَيْسَ لابْنِ آدَمَ حَقٌّ في سِوى هٰذِهِ الخِصَالِ: بَيْتٌ

۲۶ / ۴۸۲ حضرت ابو عمرو اور بعض کے نزدیک ابو عبداللہ یا ابو لیلیٰ' عثمان بن عفان ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے لئے ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں ہے۔ ایک گھر جس میں اس

يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الخُبْزِ، وَالمَاءُ» رواه الترمذي وقال: حديث صحيح.

قال الترمذي: سَمعتُ أَبَا داوُدَ سُلَيْمَانَ بنَ سَالِمٍ البَلخيَّ يقولُ: سَمِعْتُ النَّضرَ بْنَ شُمَيْلٍ يقولُ: الجِلفُ: الخُبزُ لَيسَ مَعَهُ إِدَامٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ: هُوَ غَلِيظُ الخُبزِ. وقَالَ الهَرَوِيُّ: المُرَادُ بِهِ هُنَا وِعَاءُ الخُبزِ، كالجَوَالِقِ وَالخُرْجِ، والله أعلم.

کی رہائش ہو، کپڑا، جس سے وہ اپنا ستر چھپالے، بغیر سالن کے (یا موٹی) روٹی اور پانی۔

ترمذی، صحیح حدیث ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ میں نے ابو داؤد سلیمان بن سالم بلخیؒ سے سنا، وہ فرماتے ہیں، میں نے نضر بن شمیل سے سنا کہ جلف وہ روٹی ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ موٹی روٹی کو جلف کہتے ہیں اور امام ہرویؒ نے کہا کہ جلف سے مراد روٹی رکھنے کا برتن ہے جیسے گون (موٹے بالوں یا رسیوں سے بنا ہوا تھیلا) یا خرجی (زنبیل، ٹوکری، بورا وغیرہ) واللہ اعلم۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ليس لابن آدم حق فيما سوي خصال ثلاث.

شیخ البانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں دو راوی **ضعیف** ہیں **الاحادیث الضعیفہ**، رقم ۱۰۶۳

۴۸۲۔ فوائد: سنداً یہ روایت صحیح نہیں ہے تاہم دیگر صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہنا چاہیے۔ مسافر، جس طرح کم از کم سامان کے ساتھ سفر کرنا پسند کرتا ہے انسان کو بھی کم از کم سامان دنیا کے ساتھ گزارا کرنا چاہیے۔

٤٨٣ - وعنْ عبدِ اللهِ بنِ الشِّخِّيرِ - بكسرِ الشينِ والخاءِ المشددةِ المعجمتينِ - رضيَ الله عنه أنَّهُ قالَ: أَتَيْتُ النَّبيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿أَلْهَىٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١﴾ قالَ: «يَقُولُ ابنُ آدَمَ: مَالِي، مَالِي، وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ! مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ، فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ، فَأَمْضَيْتَ؟!» رواه مسلم.

۲۷/ ۴۸۳ حضرت عبداللہ بن شخیر (شین پر بھی زیر اور خاء پر بھی زیر اور تشدید) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ الھاکم التکاثر (تمہیں کثرت کی آرزو نے غفلت میں ڈال دیا) تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ انسان کہتا ہے میرا مال، میرا مال۔ حالانکہ اے انسان تیرا مال (ایک تو وہ ہے) جو تو نے کھا کر ختم کردیا یا (دوسرا) پہن کر بوسیدہ کردیا یا (تیسرا) صدقہ کرکے آگے (آخرت کے لئے) چلا دیا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۸۳۔ فوائد: اس میں اس امر کی ترغیب دی گئی ہے کہ انسان کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے زیادہ سے زیادہ مستحقین پر اور اللہ کی پسندیدہ راہوں پر خرچ کرے کیونکہ یہ صدقہ کیا ہوا مال ہی آخرت کے لئے ذخیرہ ہوگا جہاں اس کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ باقی جو مال وہ اپنے کھانے پینے اور لباس وغیرہ پر خرچ کرے گا وہ سب اس دنیا میں ہی ختم اور بوسیدہ ہوجائے گا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ اس کے کام نہیں آئے گا۔

٤٨٤ - وعن عبدِ اللهِ بنِ مُغَفَّلٍ رضي الله عنه، قال: قال رَجُلٌ لِلنَّبيِّ ﷺ: يا رسولَ الله! واللهِ! إنِّي لأُحِبُّكَ، فقال: «انْظُرْ ماذا تَقُولُ؟» قال: وَاللهِ! إنِّي لأُحِبُّكَ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، فقال: «إنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلفَقْرِ تِجفَافاً، فإنَّ الفَقرَ أَسْرَعُ إلى من يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إلى مُنْتَهَاهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

«التِّجْفَافُ» بكسرِ التاءِ المثناةِ فوقُ وإسكانِ الجيم وبالفاءِ المكررة، وَهُوَ شَيْءٌ يُلْبَسُهُ الفَرَسُ، لِيُتَّقَى بِهِ الأَذَى، وَقَدْ يَلبَسُهُ الإِنْسَانُ.

۲۸ / ۴۸۴ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم، میں یقیناً آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا۔ (پھر)، اللہ کی قسم، میں یقیناً آپ سے محبت کرتا ہوں، تین مرتبہ اس نے اس طرح کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو (واقعی) مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر و غربت کا ٹاٹ تیار کر، اس لئے کہ فقر اس شخص کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اتنی تیزی سے جاتا ہے کہ اتنا تیز سیلاب کا پانی بھی اپنے بہاؤ کے رخ پر نہیں جاتا۔

(ترمذی حسن درجے کی حدیث ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في فضل الفقر.

شیخ البانی نے اسے **ضعیف ترمذی** میں درج کیا ہے۔ رقم ۴۰۹۔

۴۸۴۔ فوائد: بعض علماء نے ضعف سند کے علاوہ اس کے متن کو بھی منکر قرار دیا ہے۔ یعنی صحیح حدیثوں کے خلاف، کیونکہ صحیح احادیث میں مطلقاً فقر کو پسندیدہ اور اسی طرح مطلقاً مال کو ناپسندیدہ قرار نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ نیک آدمی کے لئے مال کو بھی اچھا بتلایا گیا ہے کیونکہ وہ اسے حاصل بھی جائز طریقے سے کرتا ہے اور اسے خرچ کرنے میں بھی اللہ کی رضا کو سامنے رکھتا ہے اور اس طرح وہ مال کے ذریعے سے دوسرے لوگوں سے زیادہ اجر و ثواب کما لیتا ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی تفصیل ہے۔

٤٨٥ - وعن كَعبِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ المَرْءِ عَلَى المَالِ وَالشَّرَفِ، لِدِينِهِ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۹ / ۴۸۵ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں بھیجا جائے (بکریوں کو) اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کے مال اور جاہ کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في معيشة أصحاب النبي ﷺ.

۴۸۵۔ فوائد: مال و جاہ کی محبت کی یہ حشر سامانیاں، جس کی نشاندہی اس حدیث میں کی گئی ہے۔ آج ہر طرف دیکھی جاسکتی ہے۔ حتیٰ کہ علماء اور مدعیان زہد و تقویٰ بھی، جب ان کے اندر ان چیزوں کی حرص آگئی تو وہ ان ہلاکتوں سے اپنا دامن نہیں بچا سکے۔ آج دینی جماعتیں جس انتشار اور شدید اختلافات کا شکار ہیں ان کے اسباب میں بھی مال و جاہ کی محبت سرفہرست ہے۔ جس میں علماء کی اکثریت بھی بدقسمتی سے مبتلا ہے۔ فالی اللہ

المشتكي

٤٨٦ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه، قال: نَامَ رسولُ اللهِ ﷺ على حَصيرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ. قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! لو اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً! فقال: «مَا لِي وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۳۰/۴۸۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) ایک چٹائی پر سوئے جس سے آپؐ کے پہلو میں (چٹائی کے) نشان پڑگئے، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر (اجازت دیں تو) ہم آپؐ کے لئے ایک نرم گدا تیار کردیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے ٹھہرا، پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب "ما أنا في الدنيا إلا كراكب".

۴۸۶۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے زہد کے علاوہ دنیا کی حقیقت ایک تمثیل کے ذریعے سے نہایت بلیغ انداز میں واضح کردی گئی ہے۔ کاش لوگ اس حقیقت کو سمجھ کر دنیا کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں جو اس حدیث کا مفاد ہے۔

٤٨٧ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «يَدْخُلُ الفُقَرَاءُ الجَنَّةَ قَبْلَ الأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ» رواه الترمذي وقال: حديث صحيح.

۳۱/۴۸۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں فقراء، مال داروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ (ترمذی، صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنياءهم.

۴۸۷۔ فوائد: فقراء سے مراد وہ فقراء ہیں جو ایمان میں کامل اور اعمال صالحہ کے پابند رہے ہوں گے۔ یہ مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے کیونکہ مال داروں کا حساب ہوگا کہ مال کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا جبکہ فقراء سے یہ سوال نہیں ہوگا۔

٤٨٨ ـ وعن ابنِ عَبَّاسٍ، وَعِمْرَانَ بنِ الحُصَيْنِ، رضيَ اللهُ عنهم عن النبيِّ ﷺ قال: «اطَّلَعْتُ فِي الجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهلِهَا الفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ» متفقٌ عليه من

۳۲/۴۸۸ حضرت ابن عباس اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں زیادہ نادار لوگ (فقراء) ہیں پھر جہنم میں جھانکا تو اس میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباسؓ

رواية ابن عباس. ورواه البخاري أيضاً من روايةِ عِمْرَانَ بن الحُصَيْنِ.

کی روایت ہے اور بخاری نے اسے حضرت عمران بن حصین ؓ سے بھی روایت کیا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة، وكتاب النكاح وكتاب الرقاق ـ وصحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء...

۴۸۸- فوائد: جنت اور دوزخ کا یہ مشاہدہ ' یا تو معراج کے موقع پر نبی ﷺ کو کرایا گیا' یا کشف کے ذریعے سے۔ جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نماز کسوف میں آپ ؐ کو کشف کے ذریعے سے جنت دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا۔ فقراء کی اکثریت اس لئے جنت میں جائے گی کہ وہ ایمان و عمل صالح کی پابندی مال داروں کے مقابلے میں زیادہ کرتے ہیں۔ جبکہ مال داروں کی اکثریت مال کے گھمنڈ میں ایمان و عمل کے تقاضوں کو اہمیت نہیں دیتی اور عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی وجہ خود دوسری حدیث میں بیان کردی گئی ہے کہ یہ آپس میں زیادہ لعن طعن اور خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ اس لئے عورتوں کو ان کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔

٤٨٩ ـ وعن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ رضيَ الله عنهما عنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «قُمْتُ عَلَى بَابِ الجَنَّةِ، فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا المَسَاكِينَ، وَأَصْحَابُ الجَدِّ مَحْبُوسُونَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إلى النَّارِ» متفقٌ عليه.

وَ «الجَدُّ» الحَظُّ وَالغِنَى. وقد سبق بيان هذا الحديث في باب فضلِ الضَّعَفَة.

۳۳ / ۴۸۹ حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے زیادہ مساکین ہیں اور مال دار لوگوں کو (حساب کے لئے) روکا ہوا تھا۔ البتہ جہنمیوں کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔

(بخاری و مسلم)

الجد- مال و دولت- اس حدیث کا بیان باب فضل الضعفہ میں بھی گزر چکا ہے- (ملاحظہ ہو ۷ / ۲۵۸ رقم)

تخريج: سبق تخريجه في باب فضل ضعفة المسلمين والفقراء والخاملين رقم٢٥٨.

٤٩٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ:

أَلا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلا اللهَ بَاطِلُ»

«متفقٌ عليه»

۳۴ / ۴۹۰ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی' وہ لبید (شاعر) کی بات ہے (اس نے کہا) سنو اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے باطل (بے حقیقت) ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب أيّام الجاهلية، وكتاب الأدب، وكتاب الرقاق وغيرها من الكتب ـ وصحيح مسلم، كتاب الشعر.

۴۹۰- فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ اچھے شعر پڑھنا' کہنا اور ان سے استشہاد کرنا جائز ہے۔ (۲) اس شعر میں كل من عليها فان والا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ جس سے آخرت کی زندگی کا دوام اور دنیا کی ناپائیداری کا

اثبات ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیں آخرت کی طرف زیادہ توجہ رکھنی چاہئے

٥٦ - بَابُ فَضْلِ الْجُوعِ وَخُشُونَةِ الْعَيْشِ وَالِاقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيلِ مِنَ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ وَالْمَلْبُوسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

قال الله تعالىٰ: ﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا فَأُوْلَٰٓئِكَ يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا ﴾ [مريم: ٥٩، ٦٠] وقال تعالى: ﴿ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوۡمِهِۦ فِي زِينَتِهِۦۖ قَالَ ٱلَّذِينَ يُرِيدُونَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا يَٰلَيۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَآ أُوتِيَ قَٰرُونُ إِنَّهُۥ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٖ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ ٱللَّهِ خَيۡرٞ لِّمَنۡ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗاۚ ﴾ [القصص: ٧٩ - ٨٠] وقال تعالى: ﴿ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ ٱلنَّعِيمِ ﴾ [التكاثر: ٨] وقال تعالى: ﴿ مَّن كَانَ يُرِيدُ ٱلۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهُۥ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهُۥ جَهَنَّمَ يَصۡلَىٰهَا مَذۡمُومٗا مَّدۡحُورٗا ﴾ [الإسراء: ١٨].

والآياتُ في الباب كثيرةٌ مَعْلُومَةٌ.

٥٦۔ فاقہ' تنگی اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ نفسانی لذتوں میں قناعت اور مرغوب چیزیں ترک کردینے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس ان کے بعد کچھ نالائق لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا' خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے' پس عنقریب یہ جہنم کے عذاب سے دوچار ہوں گے مگر جس نے توبہ کرلی' ایمان لایا اور عمل صالح کئے ایسے لوگ یقیناً جنت میں جائیں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس وہ (قارون) اپنی آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے آیا تو ان لوگوں نے جو دنیا کی زندگی کے طالب تھے' کہا' اے کاش! ہم کو بھی وہ مال اور سازوسامان ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے اور جن کو (دین کا) علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا' تمہارے لئے بربادی ہو' اللہ تعالیٰ کا بدلہ ان لوگوں کے لئے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔

اور فرمایا: پھر تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔

نیز فرمایا: جو دنیائے فانی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو دنیا میں ہی جتنا چاہیں گے اور جس کے لئے چاہیں گے' وہ دیں گے' پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں مذموم اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔

اس موضوع پر کثرت سے آیات ہیں اور وہ مشہور ہیں۔

فوائد آیات: مطلب یہ ہے کہ ہر طالب دنیا کو بھی دنیا اتنی نہیں مل جاتی' جتنی اس کی خواہش ہوتی ہے۔ بلکہ خواہش اور کوشش کے باوجود بھی اتنی ہی ملتی ہے جتنی اللہ کی مشیت ہوتی ہے۔ جب یہ معاملہ ہے تو کیوں نہ انسان صبرو قناعت سے کام لے اور اصل توجہ آخرت کی زندگی سنوارنے پر رکھے جو دائمی اور ہر لحاظ سے بہتر

ہے۔

٤٩١ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ. متفقٌ عليه.
وفي رواية: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ، مُنْذُ قَدِمَ المَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ البُرِّ ثَلاثَ لَيَالٍ تِبَاعاً حَتَّى قُبِضَ.

۱/ ۴۹۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی، حتیٰ کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے محمد (ﷺ) کے گھر والوں نے، جب سے وہ مدینے آئے تین دن متواتر گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپؐ کی روح قبض کر لی گئی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون، وكتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟ ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۹۱۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے زہد، استغنا و قناعت اور بے مثال سادگی کا بیان ہے۔ حتیٰ کہ آخر میں جب آپؐ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے ایک سال کا نان نفقہ ذخیرہ کرکے رکھنا شروع کر دیا تھا۔ آپؐ کا یہی حال رہا اور آپؐ اسے ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتے تھے، حتیٰ کہ آپؐ کے پاس پھر کچھ نہ رہتا۔ اس لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہے کہ آل محمدؐ نے دو دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک دن اگر پیٹ بھر کر کھالیا تو دوسرے دن اس طرح کھانا نصیب نہ ہوتا اور یوں ہی نبی ﷺ کی رفاقت میں ان کی زندگی گزر گئی۔ رضی اللہ عنہن

٤٩٢ ـ وعن عُرْوَةَ عَنْ عائشةَ رضي الله عنها، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: وَاللهِ يَا ابْنَ أُخْتِي! إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلى الهِلالِ، ثُمَّ الهِلالِ، ثُمَّ الهِلالِ: ثَلاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَارٌ. قُلْتُ: يَاخَالَةُ! فَمَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قالت: الأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ جِيرانٌ مِنَ الأَنْصَارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِينَا. متفق عليه.

۲/ ۴۹۲ حضرت عروہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں اللہ کی قسم، اے میرے بھتیجے! ہم چاند دیکھتے، پھر ایک چاند پھر (تیسرا) چاند، دو مہینے میں تین چاند، (لیکن) رسول ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا، خالہ جان، پھر آپؐ کا گزارہ کس چیز پر ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا دو سیاہ چیزوں، کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول ﷺ کے بعض پڑوسی انصار میں سے تھے، جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول ﷺ کی خدمت میں (ہدیے کے طور پر) دودھ بھیج دیتے تھے وہ آپؐ ہمیں (بھی) پلا دیتے۔
(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، وكتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟ ـ وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۴۹۲۔ فوائد: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات شکوے کے طور پر بیان نہیں فرمائی بلکہ عبرت و موعظت کے لئے اسے بیان فرمایا تاکہ لوگ بھی دنیوی زندگی اس طرح سادگی کے ساتھ گزاریں۔ بالخصوص عورتیں' اپنے خاوندوں کی حلال آمدنی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے گھر کا بجٹ (اخراجات کا گوشوارہ) تیار کریں اور خاوندوں پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا کریں جس سے مجبور ہو کر وہ آمدنی کے حرام ذرائع اختیار کریں۔

٤٩٣ ـ وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ المَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أنه مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، وقال: خَرج رسولُ اللهِ ﷺ مِنَ الدُّنيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ. رواه البخاري.

«مَصْلِيَّةٌ» بفتحِ الميم، أَيْ: مَشْوِيَّةٌ.

۳ / ۴۹۳ حضرت ابوسعید مقبریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی' چنانچہ انہوں نے ابوہریرہؓ کو بھی دعوت دی لیکن انہوں نے اسے کھانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپؐ نے جَو کی روٹی (بھی) پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ (بخاری)

مصلیۃ' میم پر زبر' بھنی ہوئی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون.

۴۹۳۔ فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا کتنا خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ شرعاً جن چیزوں میں آپؐ کی پیروی ضروری نہیں تھی' صحابہؓ ان میں بھی آپؐ کے اتباع کا اہتمام فرماتے۔ یہ اس غایت درجے کی محبت کا نتیجہ تھا جو صحابہؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی۔ آج کل کے "عاشقان رسول" کی طرح وہ محبت کے محض زبانی کھوکھلے دعوے کرنے والے نہیں تھے' وہ سچی محبت کرنے والے تھے' جس کا منطقی نتیجہ اتباع رسول ﷺ ہے۔ (۲) جن دعوتوں میں اسراف کا مظاہرہ ہو' جیسے بدقسمتی سے آج کل کی دعوتوں میں یہ اسراف عام ہے (حتیٰ کہ دین دار لوگوں کی دعوتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں)' ان میں شرکت سے انکار کردینا چاہیے تاکہ اسراف و تبذیر کی حوصلہ شکنی ہو۔ ایسی دعوتوں میں شرکت سے گریز' دعوت کا انکار نہیں بلکہ شرعی اصولوں اور اقدار کی پاسبانی اور ان کا احترام کرنا ہے جو ایک نہایت مستحسن عمل ہے۔

٤٩٤ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه، قال: لَمْ يَأْكُلِ النَّبيُّ ﷺ عَلى خِوَانٍ حَتَّى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزاً مرَقَّقاً حَتَّى مَاتَ. رواه البخاري. وفي روايةٍ له: وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطاً بِعَيْنِهِ قَطُّ.

۴ / ۴۹۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وفات تک چوکی (یا میز) پر کھانا نہیں کھایا (جیسا کہ خوشحال لوگوں کا شیوہ ہے) نہ باریک آٹے کی چپاتی کھائی' یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے کوچ کر گئے۔ (بخاری)

اور بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے اور نہ

آپؐ نے بھنی ہوئی بکری کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأكل على الخوان والسفرة وباب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون ـ والرواية الأخري في كتاب الرقاق.

۴۹۴۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے خوشحال لوگوں کے طور طریق نہیں اپنائے بلکہ سادہ معاشرت اختیار کی اور فقراء کا سا رہن سہن رکھا۔ اسی طرح خوش خوراکی اور شکم سیری کی بجائے بقدر کفاف خوراک (معمولی خوراک) پر قناعت کی۔ ﷺ

٤٩٥ ـ وعـن النُّعمـانِ بـن بشيـرٍ رضي الله عنهما قال: لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بِهِ بَطْنَهُ. رواه مسلم. الدَّقَلُ: تَمْرٌ رَدِيْءٌ.

۵ / ۴۹۵ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے تمہارے نبی (ﷺ) کو اس حال میں دیکھا کہ ردی کھجور بھی اتنی مقدار میں آپؐ کو میسر نہ تھی جس سے آپؐ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ (مسلم)

الدقل ردی کھجور۔ ادنیٰ قسم کی کھجور

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

٤٩٦ ـ وعـن سهـلِ بـن سعـدٍ رضي اللهُ عنه قال: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تعالى حتَّى قَبَضَهُ اللهُ تعالى، فقيلَ لَهُ: هَلْ كَانَ لَكُمْ في عَهْدِ رسـولِ اللهِ ﷺ مَنَاخِـلُ؟ قـالَ: مَـا رَأَى رسولُ اللهِ ﷺ مُنْخلاً مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ تَعالى حتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعالى، فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ؟ قالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طارَ، وما بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ. رواهُ البخاري. قوله: «النَّقِيَّ» هو: بفتح النون وكسر القاف وتشديد الياء، وَهُوَ الخُبْزُ الحُوَّارَى، وَهُوَ: الدَّرْمَكُ. قوله: «ثَرَّيْنَاهُ» هُوَ بثاءٍ مُثَلَّثَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ ياءٍ مُثَنَّاةٍ مِنْ تحت ثُمَّ نون، أَيْ: بَلَّلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ.

۶ / ۴۹۶ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت (اعلان نبوت) سے اپنی وفات تک چھنے ہوئے صاف آٹے کی روٹی نہیں دیکھی۔ ان سے پوچھا گیا تم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت سے اپنی وفات تک کوئی چھلنی نہیں دیکھی۔ پھر ان سے پوچھا گیا تم لوگ بغیر چھنے ہوئے جَو (کی روٹی) کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہم جَو کو پیستے' پھر اس میں پھونک مارتے پس اس میں سے جو اڑتا' وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہتا' اسے ہم گوندھ لیتے۔ (صحیح بخاری)

نقی' نون پر زبر' قاف پر زیر' یا مشدد۔ میدے کی روٹی۔ ثرینا' ثاء' پھر راء مشدد' پھر یاء اور نون۔ یعنی ہم اسے بھگوتے اور پھر آٹا گوندھ لیتے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب النفخ في الشعير، وباب ما كان النبي وأصحابه يأكلون.

٤٩٧ ـ وعن أبي هُريرة رضي الله عنه قال: خَرَجَ رسُولُ الله ﷺ ذاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ، فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله عنهما، فَقَالَ: «مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوتِكُمَا هَذِهِ السَّاعَةَ»؟ قَالا: الجُوعُ يَا رسولَ الله! قالَ: «وَأَنَا، وَالَّذي نَفْسي بِيَدِهِ! لأَخْرَجَنِي الَّذي أَخْرَجَكُمَا. قُومَا» فَقَامَا مَعَهُ، فَأَتَى رَجُلاً مِنَ الأَنْصار، فَإِذَا هُوَ لَيْسَ في بَيْتِهِ، فَلَمَّا رَأَتْهُ المَرْأَةُ قَالَتْ: مَرْحباً وَأَهْلاً. فَقَالَ لَها رسولُ الله ﷺ: «أَيْنَ فُلانٌ؟» قالَت: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا المَاءَ، إِذْ جَاءَ الأَنْصَارِيُّ، فَنَظَرَ إِلى رَسولِ الله ﷺ وَصَاحِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: الحَمْدُ للهِ، مَا أَحَدٌ اليَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافاً مِنِّي. فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ، فَقَالَ: كُلُوا، وَأَخَذَ المُدْيَةَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ الله ﷺ: «إِيَّاكَ وَالحَلُوبَ» فَذَبَحَ لَهُمْ، فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ العِذْقِ وَشَرِبُوا، فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رسولُ الله ﷺ لأَبي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضيَ الله عنهما: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ القِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمُ الجُوعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتَّى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيمُ» رواه مسلم. قَوْلُهَا: «يَسْتَعْذِبُ» أَيْ: يَطْلُبُ المَاءَ العَذْبَ، وَهُوَ الطَّيِّبُ.

وَ «العِذْقُ» بكسر العين وإسكان الذال المعجمة: وَهُوَ الكِبَاسَةُ، وَهِيَ الغُصْنُ. وَ «المُدْيَةُ» بضم الميم وكسرها: هي السِّكِّينُ. وَ «الحَلُوبُ» ذَاتُ اللَّبَنِ. وَالسؤالُ عَنْ هذا النعيمِ سُؤالُ تَعْدِيدِ النِّعَمِ

۷/ ۴۹۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن یا ایک رات کو گھر سے باہر نکلے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوگئی۔ آپؐ نے پوچھا، تمہیں اس وقت کس چیز نے باہر نکلنے پر مجبور کیا؟ ان دونوں نے کہا، بھوک نے یارسول اللہ! آپؐ نے ارشاد فرمایا، اس (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے بھی اسی چیز نے باہر نکالا ہے جس نے تمہیں باہر نکالا، چلو اٹھو۔ چنانچہ وہ دونوں بھی آپؐ کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ آپؐ ایک انصاری آدمی کے پاس آئے، وہ اس وقت گھر میں موجود نہیں تھا۔ جب اس کی بیوی نے آپؐ کو دیکھا تو کہا، خوش آمدید (مرحبا واھلا)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا فلاں (انصاری) کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آدمی بھی آگیا۔ پس اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا اور پھر کہا الحمدللہ، آج مجھ سے زیادہ معزز مہمانوں والا کوئی نہیں۔ پھر وہ گیا اور کھجور کا ایک خوشہ لایا جس میں گدری، خشک اور تر کھجوریں تھیں اور کہا کھائیں اور خود اس نے چھری پکڑلی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (دیکھو) دودھ دینے والی بکری ذبح کرنے سے بچنا۔ پس اس نے ان کے لئے بکری ذبح کی۔ پس انہوں نے اس بکری کا گوشت کھایا اور اس خوشے سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا، جب وہ شکم سیر اور سیراب ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔ تمہیں بھوک نے تمہارے گھروں سے نکالا لیکن اب تم ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہو۔ (مسلم)

لا سُؤالُ تَوْبِيخٍ وَتَعْذِيبٍ. واللهُ أَعْلَمُ. وهذا الأَنْصارِيُّ الَّذِي أَتَوْهُ هُوَ أَبُو الهَيْثَم بنُ التَّيِّهان رضي الله عنه، كَذَا جَاءَ مُبَيَّناً في روايةِ الترمذي وغيره.

یستعذب میٹھا یعنی پاکیزہ خوش گوار پانی طلب کرتا ہے۔ العذق' عین کے نیچے زیر' ذال ساکن' ٹہنی' شاخ المدیۃ ' میم پر پیش اور زیر' دونوں طرح جائز ہے۔ چھری۔ حلوب کے معنی ہیں ' دودھ والا جانور۔ ان نعمتوں کی بابت پوچھا جائے گا' کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوائے گا نہ کہ یہ ڈانٹ ڈپٹ اور عذاب کے لئے سوال ہو گا' واللہ اعلم۔ اور یہ انصاری' جس کے پاس آپ ؐ تشریف لے گئے تھے وہ ابوالہیثم بن تیھان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں صراحت ہے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلي دار من يثق برضاه بذلك.

۴۹۷۔ فوائد: (۱) اس میں رسول اللہ ﷺ سمیت آپ ؐ کے جانثار صحابہ ؓ کی اس تنگ دستی کا ذکر ہے جس سے مسلمان ابتدائی دور میں اور ہجرت کے بعد گزرے۔ (۲) ایسے ساتھیوں کے پاس طلب ضیافت کے لئے جانا جائز ہے جن کی بابت علم ہو کہ اس سے خوش ہوں گے۔ (۳) مہمان کی عزت افزائی اور اس کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب۔ (۴) گھر میں خاوند نہ ہو اور کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو' نیز خاوند کی واپسی بھی جلد ہی متوقع ہو تو عورت بھی اپنے خاوند کے مہمانوں کا استقبال کر سکتی اور انہیں خوش آمدید کہہ سکتی ہے۔

٤٩٨ ـ وعن خالدِ بن عُمَيْرِ العَدَوِيِّ قال: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بنُ غَزْوَانَ، وكانَ أَميراً عَلى البَصْرَةِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنى عَلَيْهِ، ثُمَّ قال: أَمَّا بَعْدُ؛ فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِصُرْمٍ، وَوَلَّتْ حَذَّاءَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الإِنَاءِ يَتَصَابُّها صَاحِبُها، وَإِنَّكُمْ مُنْتَقِلُونَ مِنْهَا إِلى دَارٍ لا زَوَالَ لَهَا، فَانْتَقِلُوا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، فَإِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ الحَجَرَ يُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَاماً، لا يُدْرِكُ لَهَا قَعْراً، واللهِ لَتُمْلأَنَّ. . . أَفَعَجِبْتُمْ!؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الجَنَّةِ مَسِيرَةُ

۸ / ۴۹۸ حضرت خالد بن عمیر ؓ عدوی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا اور یہ بصرے کے گورنر تھے۔ انہوں نے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا۔ اما بعد' یقیناً دنیا نے اپنے فنا اور ختم ہونے کا اعلان کیا اور نہایت تیزی سے منہ پھیر چلی' اب درو تہ جام کی طرح اس کا بالکل تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے جسے برتن والا (آخر میں) پیتا (یا اسے ۔ سمیٹتا) ہے اور تم اس (دنیائے فانی) سے ایسے گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو جسے زوال نہیں۔ پس تم اس کی طرف اپنے پاس موجود چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز لے کر منتقل ہو۔ اس لئے کہ ہمارے سامنے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے ڈالا جائے گا وہ اس میں ستر سال تک

أَرْبَعِينَ عَاماً، وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيظٌ مِنَ الزِّحام، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي سابعَ سَبْعَةٍ مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ، مَا لَنَا طَعَامٌ إلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بن مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ اليَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إلَّا أَصْبَحَ أَمِيراً عَلى مِصْرٍ مِنَ الأَمْصَارِ. وَإنِّي أَعُوذُ باللهِ أَنْ أَكُونَ فِي نَفْسِي عَظِيماً، وَعِنْدَ اللهِ صَغِيراً. رواهُ مسلم. قوله: «آذَنَتْ» هُوَ بمَدِّ الأَلِفِ، أَيْ: أَعْلَمَتْ. وقوله: «بصُرْمٍ» هُوَ بضم الصاد، أي: بِانْقِطَاعِهَا وَفَنَائِهَا. وقوله: «وَوَلَّتْ حَذَّاءَ» هو بحاءٍ مهملةٍ مفتوحَةٍ، ثمَّ ذال معجمة مشدَّدة، ثمَّ ألف ممدودَة، أَيْ: سَرِيعَةً وَ «الصُّبَابَةُ» بضم الصاد المهملة: وَهِيَ البَقِيَّةُ اليَسِيرَةُ. وقوله: «يَتَصَابُّها» هو بتشديد الباءِ قبل الهاءِ، أَيْ: يَجْمَعُهَا. وَ «الكَظِيظُ»: الكَثِيرُ المُمْتَلِئُ. وقوله: «قَرِحَتْ» هُوَ بفتح القاف وكسر الراءِ، أي: صارَتْ فِيها قُرُوحٌ.

گرتا رہے گا، پھر بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ پائے گا، اللہ کی قسم، وہ جہنم آدمیوں سے بھر دی جائے گی، کیا تمہیں (اس پر) حیرت ہے؟ اور یہ (بھی) ہمارے لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے دوسرے پٹ تک کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس پر بھی یقیناً" ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ انسانوں کے ہجوم اور بھیڑ سے بھری ہوگی اور تحقیق میں نے اپنے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ابتداء میں) سات آدمیوں میں سے ساتواں آدمی دیکھا (ہمارا حال اس وقت یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لئے درخت کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا (جنہیں کھاتے کھاتے) ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں۔ (انہی ایام میں) مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اسے اپنے اور سعد بن مالکؓ (سعد بن ابی وقاصؓ) کے درمیان پھاڑ کر دو حصوں میں (یعنی آدھا آدھا) کرلیا پس اس کے آدھے حصے کی میں نے ازار باندھ لی اور آدھے کی حضرت سعدؓ نے (ازار اس کپڑے یا چادر کو کہتے ہیں جو شلوار، تہ بند وغیرہ کی طرح، نچلے حصے میں باندھی جاتی تھی) لیکن آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا حاکم بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے دل میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔ (مسلم)

آذنت، الف پر مد، اعلان کیا، آگاہ کیا۔ صرم، صاد پر پیش، فنا اور ختم ہونا۔ ولت حذاء، حاء پر زبر، دال پر شد، پھر لمبا الف۔ تیزی سے۔ الصبابتہ، صاد پر پیش، بچا ہوا تھوڑا سا حصہ (جو برتن میں رہ جاتا ہے) یتصابھا، ہاء سے پہلے بائے مشدد، اسے سمیٹتا جمع کرتا ہے۔ الکظیظ، بہت بھرا ہوا، قرحت قاف پر زبر، راء پر زیر، یعنی اس میں زخم ہوگئے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، رقم١٤.

۴۹۸- فوائد: (۱) اس میں صحابہ کرام کی ناداری اور تنگدستی کے علاوہ حسب ذیل فوائد کا بیان ہے۔ (۲) آخرت کی یاد دہانی اور عذاب جہنم سے ڈرانے کا بیان۔ (۳) دنیا کے نہایت تیزی سے فنا و زوال پذیر ہوجانے کی وضاحت۔ (۴) جنت اور دوزخ' دونوں کی وسعت و عظمت کا بیان۔ (۵) بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہونے والی خوشحالی کا تذکرہ' جس سے اللہ کے اس وعدے کی تکمیل ہوئی کہ وہ انہیں دنیا میں اقتدار و تمکن عطا فرمائے گا۔

(۶) صحابہ کے اخلاق کریمانہ کا بیان کہ اختیار و اقتدار سے بہرہ ور ہونے کے باوجود ان میں کوئی بڑائی' رعونت اور نخوت پیدا نہیں ہوئی بلکہ عاجزی اور تواضع ہی ان کا شعار رہا اور غرور نفس سے اللہ کی پناہ کے طالب رہے۔

(۷) اللہ کے ہاں بڑا ہونے کی آرزو' نہ کہ محض لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوجانا۔

٤٩٩ - وعن أَبي موسى الأشْعَرِيِّ رضي اللهُ عنه قال: أَخْرَجَتْ لَنا عَائِشَةُ رضي اللهُ عنها كِسَاءً وَإِزَاراً غَلِيظاً قَالَتْ: قُبِضَ رسولُ اللهِ ﷺ فِي هٰذَيْنِ. متفقٌ عليه.

۹/ ۴۹۹ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں (اوپر لینے والی) چادر اور (نیچے لینے والی) موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ان دو چادروں میں ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما ذكر من درع النبي ﷺ وعصاه وسيفه، وكتاب اللباس، باب الأكسية والخمائص.

۴۹۹- فوائد: اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محض خوراک میں ہی قناعت سے کام نہیں لیا بلکہ لباس اور دیگر اسباب دنیا میں بھی آپ ؐ نے کم سے کم لباس اور سامان کے ساتھ گزارہ کیا۔ (ﷺ) اگر ہم بھی یہی طریقہ اپنائیں تو بہت سی مشکلات اور پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں۔

٥٠٠ - وعنْ سَعد بنِ أَبي وَقَّاصٍ رضي اللهُ عنه، قال: إنِّي لأَوَّلُ العَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ إلَّا وَرَقُ الحُبْلَةِ، وَهذا السَّمُرُ، حَتَّى إنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهُ خَلْطٌ. متفقٌ عليه. «الحُبْلَةُ» بضم الحاء المهملة وإسكانِ الباءِ الموحدةِ: وهيَ والسَّمُرُ نَوْعانِ مَعْرُوفانِ مِنْ شَجَرِ البَادِيَة.

۱۰/ ۵۰۰ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیراندازی کی اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے (اور ہمارا حال یہ تھا کہ) ہمارے پاس کھانے کے لئے حبلہ (ایک جنگلی درخت) اور اس کیکر کے درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا' یہاں تک کہ ہمارا ایک آدمی اس طرح قضائے حاجت کرتا' جس طرح بکری (مینگنیاں) کرتی ہے وہ (خشکی کی وجہ سے) ملی ہوئی نہ ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

الحبلہ' حاء پر پیش اور با ساکن' یہ اور سمر (کیکر) دونوں جنگل کے معروف درخت ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب سعد بن أبي وقاص رضي

الله عنه، وكتاب الأطعمة، باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون، وغيرهما من الكتب - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۵۰۰- فوائد: اس میں اللہ کی نعمتوں کے بیان کرنے کا اور گذشتہ تنگیوں کے ذکر کرنے کا جواز ہے۔ بشرطیکہ شکوے کے طور پر نہ ہو۔ (۲) اس میں سامان خوراک کے نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صحابہ ؓ جہاد میں جاتے وقت سامان خوراک کا بندوبست نہیں کرتے تھے بلکہ مقصد وسائل کی کمی بیان کرنا ہے کہ اتنا سامان خوراک ساتھ نہیں ہوتا تھا کہ وہ اختتام جنگ تک کفایت کرجائے، نہ پیچھے سے سپلائی کا کوئی انتظام تھا کہ طلب کے مطابق رسد کا اہتمام ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بالآخر جنگل کے درختوں کے پتے کھاکر گزارہ کرنا پڑتا۔

٥٠١ ـ وعن أَبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً» متفقٌ عليه. قال أَهْلُ اللُّغَةِ وَالْغَرِيبِ: مَعْنَى «قُوتاً» أَيْ: مَا يَسدُّ الرَّمَقَ.

۱۱ / ۵۰۱ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے ان کے جسم کا رشتہ برقرار رہ سکے۔ (بخاری و مسلم)

اہل لغت اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنے والوں نے کہا کہ قوت کے معنی ہیں اتنی خوراک، جو انسان کو مرنے نہ دے اور جسم و جان کے رشتے یعنی سانس کو برقرار رکھے۔ (یعنی بقدر کفاف روزی، نہ بالکل کم جس سے بھوک بھی نہ مٹے، نہ زیادہ کہ خوب سیر ہو کر کھایا جائے)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟ - وصحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۵۰۱- فوائد: انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی چونکہ یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کو دنیا کے مشاغل، ہنگاموں اور زیب و زینت سے ہٹاکر آخرت کی طرف متوجہ کریں اس لئے وہ دنیوی آلائشوں اور اس کی آرائش و آسائش سے بچ کر رہنا پسند کرتے تھے تاکہ کوئی اس اعتبار سے ان پر حرف گیری نہ کرسکے کہ جس سے ان کا مقصد بعثت متاثر ہو۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے لئے مذکورہ دعا فرمائی۔ اس میں علماء وداعیان دین کے لئے بھی نصیحت ہے کہ ان کی زندگیاں بھی سادگی کا نمونہ اور تکلفات دنیوی سے پاک ہونی چاہیں تاکہ کوئی انہیں ”خودرا فضیحت و دیگراں را نصیحت“ کا مصداق قرار نہ دے اور اگر اللہ انہیں مال و دولت سے نواز ہی دے تو انہیں وہ کردار ادا کرنا چاہیے جو مال دار صحابہ کرام ؓ نے پیش کیا۔ تاہم مال و دولت کا زیادہ سے زیادہ حصول ان کا مقصد زندگی ہونا چاہیے اور نہ اس کے لئے ہر قسم کا حربہ اور ہتھکنڈہ ہی انہیں اختیار کرنا چاہیے۔

٥٠٢ ـ وعن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: وَاللهِ الـذي لا إلـهَ إلَّا هُـوَ، إنْ كُنْتُ

۱۲ / ۵۰۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنا پیٹ

لأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الأَرْضِ مِنَ الجُوعِ، وَإِنْ كُنْتُ لأَشُدُّ الحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الجُوعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْماً عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ مِنْهُ، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ، فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي، وَعَرَفَ مَا فِي وَجْهِي وَمَا فِي نَفْسِي، ثُمَّ قَالَ: «أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «الْحَقْ» وَمَضَى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَأْذَنْتُ، فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَناً فِي قَدَحٍ فَقَالَ: «مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟» قَالُوا: أَهْدَاهُ لَكَ فُلانٌ ـ أَوْ فُلانَةٌ ـ قَالَ: «أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رسولَ اللهِ! قَالَ: «الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِي» قال: وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الإِسْلامِ، لا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ، وَلا مَالٍ، وَلا عَلَى أَحَدٍ، وَكَانَ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئاً، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا، فَسَاءَنِي ذٰلِكَ فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا، فَإِذَا جَاؤُوا وَأَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ، وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ﷺ بُدٌّ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَاسْتَأْذَنُوا، فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ البَيْتِ قال: «يَا أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رسولَ اللهِ! قال: «خُذْ فَأَعْطِهِمْ» قال: فَأَخَذْتُ القَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ القَدَحَ، فَأُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّ

بھوک کی شدت سے زمین پر ٹیک دیتا تھا اور (اسی طرح بعض دفعہ) بھوک کی شدت سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے چنانچہ میرے پاس سے نبی صلی اللہ ﷺ گزرے۔ تو آپؐ نے جس وقت مجھے دیکھا‘ آپؐ مسکرائے اور میرے چہرے اور دل کی کیفیت کو جان گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا‘ ابوہریرہ! میں نے کہا‘ حاضر یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا‘ ساتھ آؤ اور آپؐ چل پڑے‘ میں بھی آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ آپؐ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرمادی اور میں بھی اندر چلا گیا۔ وہاں آپؐ نے دودھ کا ایک پیالہ پایا‘ دریافت فرمایا۔ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا‘ فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپؐ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا‘ ابوہریرہ! میں نے کہا‘ یارسول اللہ (فرمایئے) حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا‘ اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلالاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ اہل صفہ (درس گاہ نبوی کے طلباء) اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا‘ گھر بار تھا نہ کوئی مال اور نہ کسی اور کا سہارا۔ جب کبھی نبی ﷺ کے پاس صدقے کی کوئی چیز آتی تو آپؐ ان کی طرف بھیج دیتے۔ آپؐ خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپؐ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپؐ ان کو بلا بھیجتے اور خود بھی اسے استعمال فرماتے اور ان کو بھی اس میں شریک فرماتے (چنانچہ اپنی اس عادت مبارکہ کے مطابق جب آپؐ نے فرمایا‘ اہل صفہ کو بلالاؤ) تو آپؐ کی یہ بات مجھے ناگوار سی گزری (کہ ایک پیالہ دودھ ہے اور میں بھوک کی شدت سے نڈھال ہوں اور آپؐ مجھے پلانے کی بجائے فرمارہے ہیں کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ) میں نے (دل میں)

عَلَيَّ القَدَحَ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ القَدَحَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إلى النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ رَوِيَ القَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ القَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلى يَدِهِ، فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: «أَبَا هِرٍّ» قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رسولَ اللهِ! قالَ: «بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ» قُلْتُ: صَدَقْتَ يَا رسولَ اللهِ! قالَ: «اقْعُدْ فَاشْرَبْ» فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ: «اشْرَبْ» فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُولُ: «اشْرَبْ» حَتَّى قُلْتُ: لا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكاً! قالَ: «فَأَرِنِي» فَأَعْطَيْتُهُ القَدَحَ، فَحَمِدَ اللهَ تعالى، وَسَمَّى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ. رواه البخاري.

کہا' اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ میں اس بات کا زیادہ حقدار ہوں کہ میں اتنا پی لوں جس سے میں طاقت حاصل کرلوں پس جب وہ آئیں گے تو آپؐ مجھے ہی حکم دیں گے کہ میں انہیں دوں' اور مجھے امید نہیں کہ اس دودھ کا کچھ حصہ مجھے بھی ملے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ (آپؐ کے فرمان کے مطابق) میں ان (اہل صفہ رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا اور ان کو بلایا' پس وہ سب آئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' اے ابوہریرہؓ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا' یہ پیالہ پکڑو اور ان کو دو (باری باری) پیش کرو۔ پس میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک آدمی کو دینے لگا۔ ایک کو دیتا' پس وہ پیتا یہاں تک کہ سیراب ہوجاتا' پھر وہ پیالہ مجھے لوٹا دیتا' میں وہ دوسرے کو دیتا' پس وہ پیتا حتیٰ کہ میں نبی ﷺ تک پہنچ گیا اور سب لوگ پی کر سیراب ہوچکے تھے۔ آپؐ نے پیالہ پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا' اے ابوہریرہؓ میں نے کہا' حاضر ہوں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا' اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے۔ میں نے کہا' سچ کہا آپؐ نے یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا' بیٹھ جاؤ اور پیو۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ آپؐ نے فرمایا (اور) پیو! میں نے پھر پیا۔ پھر آپؐ یہی فرماتے رہے' پیو! (اور میں پیتا رہا) یہاں تک کہ میں نے کہا' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا' اب میں کوئی گنجائش اس کے لئے اپنے اندر نہیں پاتا۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا مجھے دکھاؤ چنانچہ وہ پیالہ میں نے آپؐ کو دے دیا۔ پس آپؐ نے اللہ کی حمد کی اور اس کا نام لیا اور (سب کا) بچا دودھ

پی لیا۔ (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبي ﷺ وأصحابه؟

۵۰۲- فوائد: اس میں معجزہ نبوی (علی صاحبها الصلوٰۃ والتحیۃ) کے علاوہ اصحاب صفہؓ کے ساتھ آپؐ کی محبت اور ان کا خیال رکھنے کا بیان ہے۔ (۲) نبی ﷺ صدقے کی چیز نہیں کھاتے تھے تاہم ہدیے کی چیز کھالیتے۔ (۳) آپؐ ہدیے میں بھی دوسروں کو شریک فرماتے۔ (۴) مسلمان کا بچا ہوا کھانا پینا، جائز ہے۔ جیسے اس واقعے میں ہے۔ (۵) مہمان کو مزید کھانے پینے کے لئے کہنے کا استحباب۔ (۶) اگر میسر ہو تو خوب سیر ہو کر کھانا پینا بھی جائز ہے۔ خاص طور پر غریب اور بھوکے ننگے کو شکم سیر کرنا مستحب ہے۔

٥٠٣ ـ وعن مُحَمَّدِ بن سِيرينَ عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رسولِ اللهِ ﷺ، إلى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَغْشِيّاً عَلَيَّ، فَيَجِيءُ الجَائِي، فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي، وَيَرى أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ، مَا بي إلَّا الجُوعُ. رواه البخاري.

۱۳/ ۵۰۳ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا یہ حال ہوتا کہ میں منبر رسول ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا، پس آنے والا آتا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا اور خیال کرتا کہ میں دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے کوئی دیوانگی نہیں تھی۔ صرف بھوک تھی (جس کی شدت سے مجھے غشی آجاتی)

(بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الاعتصام، باب ما ذکر النبي ﷺ وحض على اتفاق أهل العلم، وما أجمع عليه الحرمان مكة والمدينة. . .

۵۰۳- فوائد: گردن پر پیر رکھنے کا مقصد، تحقیر و تنقیص نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ عام خیال تھا کہ اس طرح بے ہوش آدمی ہوش میں آجاتا ہے۔ اس میں صحابہ کرامؓ کی ابتدائی تنگی کے ذکر کے علاوہ ان کی خودداری اور صبر و قناعت کا بھی بیان ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

٥٠٤ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رسولُ اللهِ ﷺ، وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ في ثَلاثِينَ صَاعاً مِنْ شَعِيرٍ. متفقٌ عليه.

۱۴/ ۵۰۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب ما قيل في درع النبي ﷺ، وکتاب المغازي ـ وصحيح مسلم، کتاب البيوع، باب الرهن وجوازه في الحضر كالسفر.

۵۰۴- فوائد: اس میں نبی ﷺ کے زہد کے بیان کے علاوہ اہل کتاب سے ادھار وغیرہ کا معاملہ کرنے کا جواز ہے۔ آپؐ نے اصحاب ثروت صحابہؓ کی بجائے ایک یہودی سے قرض اسی جواز کی وضاحت کے لئے لیا، یا اس لئے کہ صحابہؓ آپؐ سے کوئی معاوضہ یا رقم واپس لینا پسند نہ فرماتے جبکہ آپؐ کی طبع غیور کو یہ پسند نہیں تھا۔

٥٠٥ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: رَهَنَ النَّبيُّ ﷺ دِرْعَهُ بشَعيرٍ، وَمَشَيْتُ إلى النَّبيِّ ﷺ بخُبْزِ شَعيرٍ، وَإهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَا أَصْبَحَ لآلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلا أَمْسَى» وَإنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ. رواه البخاري. «الإهَالَةُ» بكسر الهمزة: الشَّحْمُ الذَّائِبُ. وَ «السَّنِخَةُ» بالنون والخاءِ المعجمة؛ وَهِيَ: المُتَغَيِّرَةُ.

۱۵/ ۵۰۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی زِرہ جو کے بدلے گروی رکھی اور میں آپؐ کے پاس جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی' جس میں کچھ تغیر آچکا تھا' لے کر گیا اور میں نے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد (ﷺ) کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام کو ایک صاع خوراک بھی نہ ہوتی حالانکہ وہ نو گھر تھے۔ (بخاری)

اهالتہ' ہمزہ پر زیر' پگھلی ہوئی چربی' السنخة نون اور خاء کے ساتھ' جس میں تغیر آچکا ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب شراء النبي ﷺ بالنسيئة، وكتاب الرهن، باب الرهن في الحضر.

٥٠٦ - وعن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قال: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعينَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إمَّا إزَارٌ وَإمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ. رواه البخاري.

۱۶/ ۵۰۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا' ان میں سے کسی کے پاس اوپر نیچے کے لئے پورا کپڑا نہیں تھا۔ کسی کے پاس ازار (تہ بند وغیرہ) تھا یا (کسی کے پاس) صرف (اوپر لینے والی) چادر۔ جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے۔ وہ کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک' پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے سمیٹ کر رکھتا کہ کہیں اس کے پردے والی جگہ ننگی نہ ہو جائے۔

تخريج: سبق ذكره في باب فضل الزهد في الدنيا... رقم٤٦٩.

۵۰۶- فوائد: یہ روایت اس سے ماقبل باب (حدیث نمبر ۱۳/ ۴۶۹) میں گزر چکی ہے۔

٥٠٧ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كَانَ فِرَاشُ رسولِ الله ﷺ مِنْ أُدُمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ. رواه البخاري.

۱۷/ ۵۰۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی پتلی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ وأصحابه؟

۵۰۷- فوائد: ان احادیث میں نبی ﷺ کی سادہ معاشرت کا جو نمونہ ملتا ہے وہ آج کل کی پر تکلف معاشرت سے کس قدر مختلف ہے؟ جسے مسلمانوں نے بھی اپنالیا ہے۔ کاش مسلمان اپنے پیغمبر کی سادگی کو اختیار کریں۔

٥٠٨ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: كُنَّا جُلُوساً مَعَ رسولِ الله ﷺ،

۱۸/ ۵۰۸ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک

إذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْبَرَ الأنْصَارِيُّ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَخَا الأنْصَارِ؛ كَيْفَ أَخِي سَعْدُ بنُ عُبَادَةَ؟» فقال: صَالِحٌ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ؟» فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَلا خِفَافٌ، وَلا قَلَانِسُ، وَلا قُمُصٌ، نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ، حَتَّى جِئْنَاهُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتَّى دَنَا رسولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ. رواه مسلم.

انصاری آدمی آیا اور آپ ؑ کو سلام کیا اور پھر واپس جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ ؓ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا' ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ان کی عیادت کے لئے تیار ہے؟ پس آپ ؐ کھڑے ہوگئے اور ہم بھی آپ ؑ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم کچھ اوپر دس تھے۔ ہمارے پاس جوتے تھے نہ موزے' ٹوپیاں تھیں نہ قمیضیں۔ اس پتھریلی زمین میں ہم پیدل چل رہے تھے' یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ پس ان کے گھر والے' ان کے پاس سے پیچھے ہٹ گئے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ ؓ' جو آپ ؐ کے ساتھ تھے' وہ ان کے قریب ہو گئے۔

(مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في عيادة المرضىٰ.

۵۰۸- فوائد: (ا) اس حدیث میں صحابہ کرام ؓ نے اپنی جو کیفیت بیان کی ہے' اس کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ ان میں کس قدر غربت اور سادگی تھی۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد ؓ کو اپنا بھائی کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے ساتھ آپ ؐ کا ایک رشتہ دینی اخوت کا بھی ہے۔ جیسے حضرت عمر ؓ سے بھی آپ ؐ نے فرمایا تھا' اے میرے بھائی' ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے)۔ (۳) جگہ تنگ ہو تو گھر والوں کو چاہیے کہ مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کے لئے جگہ خالی کردیں تاکہ وہ مریض کے پاس چند لمحات بیٹھ کر مریض کی عیادت کرلیں۔

٥٠٩ ـ وعن عِمْرَانَ بنِ الحُصَيْنِ رضي الله عنهما عن النَّبِيِّ ﷺ أنه قال: «خَيْرُكُمْ قَرنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» قال عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِي قال النَّبيُّ ﷺ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاثاً «ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلا يُوفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ» متفقٌ عليه.

۱۹ / ۵۰۹ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا' تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں (میرے ہم عصر) ہیں۔ پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین) پھر وہ جو ان کے بعد ہونگے (یعنی تبع تابعین) حضرت عمران ؓ فرماتے ہیں مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ ؐ نے ثم الذین یلونھم دو مرتبہ فرمایا تھا یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ خیانت کریں گے' امانت دار نہیں ہوں

گے، نذریں مانیں گے اور انہیں پورا نہیں کریں گے اور ان میں (دنیوی لذتوں میں رغبت کی وجہ سے) موٹاپا ظاہر ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج : صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور، وكتاب فضل الصحابة ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب أفضل الصحابة ثم الذين يلونهم.

۵۰۹- **فوائد** : اس میں تین زمانوں کو خیر القرون (سب سے بہتر زمانے، بہ تفاوت درجات) کہا گیا ہے۔ ایک عہد رسالت یا عہد صحابہ۔ دوسرا عہد تابعین۔ تیسرا عہد تبع تابعین جو ۲۲۰ ہجری تک رہا۔ اس میں بہ حیثیت مجموعی خیر اور دین کا غلبہ رہا۔ بدعات کا ظہور نہیں ہوا اور لوگوں میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ قوی اور توانا رہا۔ اس کے بعد بہ تدریج ان تمام چیزوں میں کمی آتی گئی حتیٰ کہ ہر آنے والا دور، اپنے پہلے دور سے بدتر واقع ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں اب عمل و کردار کی کوتاہیوں نے جس طرح مسلمانوں کی امتیازی حیثیت کو ختم کردیا، اور بدعات کی کثرت اور فقہی موشگافیوں نے اسلام کے روئے آبدار کو مسخ کردیا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اب مسلمانوں کی اکثریت میں مسلمانہ اخلاق و کردار ہے اور نہ وہ عقائد جو قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

۲۰/ ۵۱۰ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے فرزند آدم اگر تو زائد از ضرورت مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روکے گا تو تیرے لئے برا ہوگا اور برابر سرابر (بقدر کفاف) مال پر تو ملامت کے لائق نہیں ہوگا اور (خرچ کرنے کی) ابتداء ان لوگوں سے کر جن کے اخراجات زندگی کا ذمے دار تو ہے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

٥١٠ ـ وعن أبي أُمامة رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ أنْ تَبْذُلَ الفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلا تُلامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

تخريج : صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح ـ وسنن ترمذي، أبواب الزهد، باب اليد العليا خير من اليد السفلى

۵۱۰- **فوائد** : اس میں جہاں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت اور حاجت کے مطابق مال رکھنے کی اجازت، بلکہ تاکید اور حکم ہے وہاں دوسری طرف ضرورت سے زائد مال کو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا استحباب ہے اور مال کے روکے رکھنے کو انسان کے حق میں برا قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ صحیح نہیں۔ دنیا میں دولت کے ارتکاز (جمع کرنے) سے گردش دولت رک جاتی ہے جس سے معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آخرت میں تو اس بخل کا انجام بد واضح ہی ہے۔ سيطوقون ما بخلوا به يوم القيمة (آل عمران ۱۸۰)

بعض علماء کے نزدیک سالانہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مزید خرچ کرنا ضروری نہیں۔ لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد بھی اگر کسی کے پاس دولت موجود رہے اور اہل حاجت بھی اس کے علم میں ہوں تو ان پر خرچ کرنا اس کے لئے مستحب ہی نہیں' ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ ان فی المال لحقا سوی الزکوۃ (ترمذی' کتاب الزکوٰۃ' باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ) شیخ البانی نے اسے "ضعیف ترمذی" میں نقل کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیگر نصوص شریعت سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے ضعف سند کے باوجود اس سے استدلال صحیح ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت ابن ماجہ میں لیس کے ساتھ آئی ہے یعنی لیس فی المال حق سوی الزکوۃ لیکن محققین حدیث نے اسے ناقلین کی غلطی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح الفاظ لیس کے بغیر ہی ہیں (ملاحظہ ہو' فقہ الزکوۃ' جلد دوم ص ۵۵۷' ۵۵۸)

٥١١ ـ وعن عُبَيْدِ الله بنِ مِحْصَنٍ الأَنْصَارِيِّ الخُطميِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِناً في سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِها» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۲۱ / ۵۱۱ حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو' جسمانی لحاظ سے تندرست ہو اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لئے دنیا' اپنے تمام تر سازوسامان کے ساتھ' جمع کردی گئی۔ (ترمذی۔ حسن)

«سِرْبِهِ» بكسر السين المهملة، أَيْ: نَفْسِهِ، وَقِيلَ: قَوْمِهِ.

سربہ' سین کے زیر کے ساتھ' اس کے معنی جان یا قوم کے ہیں۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الزهادة في الدنيا.

۵۱۱۔ فوائد: امن اور صحت کے ساتھ ایک دن کی خوراک' فی الواقع بہت بڑی نعمت ہے گویا اسے ایسی آسودگی حاصل ہوگئی جیسی کسی کو ساری دنیا مل جانے پر ہوسکتی ہے اور اگر امن یا صحت نہ ہو تو دنیا بھر کے خزانے بھی انسان کے لئے بیکار ہیں کیونکہ دولت کے انبار انسان کو امن فراہم کرسکتے ہیں نہ صحت و توانائی سے ہمکنار۔ اس میں بالواسطہ یہ نصیحت بھی ہے کہ انسان کو دولت کے پیچھے زیادہ نہیں بھاگنا چاہیے بلکہ صبر و قناعت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے کہ اسی میں امن و سکون اور راحت و آسائش ہے' ورنہ اس سراب کے تعاقب میں وہ سب کچھ گنوا لے سکتا ہے۔

٥١٢ ـ وعن عبدِ الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافاً، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ» رواه مسلم.

۲۲ / ۵۱۲ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور اسے برابر سرابر روزی حاصل ہوئی اور اللہ اسے اپنے دیئے ہوئے پر قانع بنادے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب في الکفاف والقناعة.

۵۱۲۔ فوائد: کامیابی آخرت میں اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہونا ہے اور اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ اگر بدقسمتی سے انسان کا دامن دولت اسلام سے خالی ہے تو دنیا بھر کے خزانے بھی اسے اخروی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتے۔ بلکہ دنیا سے آنکھیں موند لینے کے بعد عذاب الٰہی کے شکنجے میں کس دیا اور جہنم کی بیڑیوں میں اسے جکڑ دیا جائے گا اور یوں یہ ناکام ترین انسان ہوگا۔ اسی طرح بقدر کفاف (روزمرہ ضرورت کے مطابق) روزی کے ساتھ قناعت و استغناء کا مل جانا بھی امن و سکون کی ضمانت ہے۔ ورنہ دنیا کی حرص اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی خواہش اور کوشش انسان کے سکون کو چھین لیتی ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تونگری زیادہ سازوسامان کا نام نہیں ہے بلکہ اصل تونگری نفس کی تونگری ہے (یہ حدیث آگے رقم ۵۲۲ میں آرہی ہے)۔

٥١٣ - وعن أبي مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بن عُبَيْدٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ الله عنه، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ إلى الإسْلامِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافاً، وَقَنِعَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲۳/ ۵۱۳ حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جسے اسلام کی ہدایت دے دی گئی اور جس کی گزران' بقدر کفاف ہو اور قناعت کی توفیق سے بہرہ ور ہو۔

(ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الكفاف.

۵۱۳۔ فوائد: طوبیٰ' جنت کا نام بھی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام بھی ہے اور طوبیٰ کے معنی مبارک بادی اور خوشخبری کے بھی ہیں۔ مفہوم اس کا بھی وہی ہے جو گذشتہ حدیث کا بیان کیا گیا ہے۔

٥١٤ - وعن ابنِ عباسٍ رضيَ الله عنهما قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ المُتَتَابِعَةَ طَاوِياً، وَأَهْلُهُ لا يَجِدُونَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ. رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيح.

۲۴/ ۵۱۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی راتیں متواتر بھوکے گزار دیتے تھے اور آپؐ کے گھر والوں کو بھی رات کا کھانا میسر نہ ہوتا اور آپؐ کی اکثر روٹی' جَو کی روٹی ہوتی۔

(ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ.

۵۱۴۔ فوائد: اس میں بھی نبی ﷺ اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کے زہد کا بیان اور فقر و تنگ دستی کا تذکرہ ہے۔

٥١٥ - وعن فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ

۲۵/ ۵۱۵ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رضي الله عنه، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كَانَ إذَا صَلَّى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلاةِ مِنَ الخَصَاصَةِ ـ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ ـ حَتَّى يَقُولَ الأَعْرَابُ: هؤُلاءِ مَجَانِينُ، فَإذَا صلى رسولُ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ إلَيْهِمْ، فقال: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ تعالى، لأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً» رواه الترمذي وقال: حديثٌ صحيحٌ.

«الخَصَاصَةُ»: الْفَاقَةُ وَالجُوعُ الشَّدِيدُ.

کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو صف میں کھڑے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے اور یہ اصحاب صفہ تھے۔ حتیٰ کہ دیہاتی لوگ کہتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوکر ان کی طرف متوجہ ہوتے تو فرماتے' اگر تمہیں اس اجر کا علم ہوجائے جو تمہارے لئے اللہ کے پاس ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تم اس سے بھی زیادہ حاجت اور فاقے میں مبتلا ہو۔

(ترمذی' حدیث صحیح ہے)

خصاصہ' فاقے اور شدید بھوک کو کہتے ہیں۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في معيشة النبي ﷺ

۵۱۵- فوائد: اس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ انہیں ایسے مدارس تلاش نہیں کرنے چاہئیں جہاں دنیوی سہولتوں کی فراوانی اور وظائف وغیرہ کی ارزانی ہو بلکہ ایسے مدارس میں تعلیم کے لئے جانا چاہیے جہاں تعلیمی اور تربیتی معیار اچھا ہو' چاہے کھانے پینے کی سہولتوں کی کمی ہو۔ علاوہ ازیں طلباء علوم دینیہ کے لئے اس میں ایک دوسرا سبق یہ بھی ہے کہ تنگی اور فقر و فاقہ سے وقت گزار لینا اچھا ہے لیکن لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے گریز کیا جائے۔ جیسے اصحاب صفہؓ نے کردار پیش کیا۔ زمانہ طالب علمی کی خودداری ساری عمر کے لئے انسان کو خوددار اور صابر و قانع بنادیتی اور اس عمر اور دور میں مانگنے کی عادت' عمر بھر انسان کو مانگنے کی ذلت سے دوچار رکھتی ہے۔ علماء کا وقار صبر' قناعت اور استغناء میں ہے نہ کہ لوگوں کی جیبوں پر نظر رکھنے اور ان کے سامنے دست سوال پھیلانے میں۔

٥١٦ ـ وعن أبي كَرِيمَةَ المِقْدَامِ بنِ مَعْدِيكَرِبَ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مَلأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرّاً مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابنِ آدَمَ أُكُلاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإنْ كَانَ لا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

«أُكُلاتٌ» أَيْ: لُقَمٌ.

۲۶ / ۵۱۶ حضرت ابوکریمہ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا۔ آدمی کے لئے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ اپنے کھانے کے لئے' تیسرا حصہ پانی کے لئے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لئے ہو۔ (ترمذی' حسن حدیث ہے)

اکلات' لقمے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في كراهية كثرة الأكل .

۵۱۶۔ **فوائد**: اس میں بسیار خوری اور زیادہ شکم پری سے روکا گیا ہے اور یقیناً کم خوری صحت کے لئے مفید ہے۔ تمام حکماء بھی اس امر پر متفق ہیں۔

٥١٧ ـ وعن أبي أُمَامَةَ إيَاسِ بنِ ثَعْلَبَةَ الأنْصَارِيِّ الحَارِثيِّ رضي الله عنه قال: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسولِ اللهِ ﷺ يَوْماً عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَلا تَسْمَعُونَ؟ أَلا تَسْمَعُونَ؟ إنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الإيمَانِ، إنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الإيمَانِ» يَعْني: التَّقَحُّلَ. رواه أبو داود.

«الْبَذَاذَةُ»: بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالذَّالَيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ، وَهِيَ رَثَاثَةُ الْهَيْئَةِ، وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ، وَأَمَّا «التَّقَحُّلُ» فَبِالْقَافِ وَالْحَاءِ؛ قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: الْمُتَقَحِّلُ: هُوَ الرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُونَةِ الْعَيْشِ، وَتَرْكِ التَّرَفُّهِ.

۲۷ / ۵۱۷ حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن آپ ؐ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے؟ کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے' یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ اس سے آپ ؐ کی مراد تکلفات اور زیب و زینت کی چیزوں کا ترک ہے۔ (ابو داؤد)

البذاذۃ' باء اور دو ذالوں کے ساتھ۔ اس کے معنی ہیں انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا اور عمدہ قیمتی پوشاک سے اجتناب کرنا اور تقحل' قاف اور حاء کے ساتھ ہے' اہل لغت کے نزدیک متقحل وہ شخص ہے جس کی جلد' روکھی سوکھی کھانے اور عیش و راحت کی زندگی سے گریز کی وجہ سے' جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

تخریج: سنن أبي داؤد، أوائل كتاب الترجّل.

۵۱۷۔ **فوائد**: اس میں عمدہ قیمتی لباس کے مقابلے میں سادہ لباس کی اور مرغوب' لذیذ اور انواع و اقسام کی خوراک کے مقابلے میں روکھی سوکھی اور سادہ خوراک کی ترغیب ہے کیونکہ انسان جتنا تکلفات دنیا سے اجتناب کرے گا' اتنا ہی وہ آخرت کی تیاری پر متوجہ رہے گا اور جس حساب سے وہ دنیا کی آسائشوں اور سہولتوں میں الجھے گا' آخرت کا دھیان کم ہوتا چلا جائے گا۔ یہ خیال رہے کہ سادگی کا مطلب' صفائی سے گریز نہیں ہے کیونکہ صفائی تو خود مطلوب اور نصف ایمان ہے۔ پاکیزگی اور صفائی سے ایک مومن کس طرح صرف نظر کر سکتا ہے؟ سادگی سے مراد تکلف و تصنع سے دامن بچانا ہے۔

٥١٨ ـ وعن أبي عبد اللهِ جابرِ بن عبدِ الله رضي الله عنهما قال: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ رضي الله عنه، نَتَلَقَّى عِيراً لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَاباً مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُو

۲۸ / ۵۱۸ حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا (مقصد ہمارے بھیجنے کا یہ تھا) کہ ہم قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کریں اور زاد راہ کے طور پر کھجور کا ایک تھیلہ ہمیں

عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً، فَقِيلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِهَا؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ المَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالمَاءِ فَنَأْكُلُهُ. قَال: وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، فقال أَبُو عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَال: لا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وفي سبيلِ اللهِ، وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوا، فأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْراً، وَنَحْنُ ثَلاثُمِائَةٍ، حَتَّى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وقْبِ عَيْنِهِ بِالْقِلالِ الدُّهْنَ وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كالثَّوْرِ أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُو عُبَيْدَةَ ثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً فَأَقْعَدَهُمْ فِي وَقْبِ عَيْنِهِ وَأَخَذَ ضِلَعاً مِنْ أَضْلاعِهِ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا المَدِينَةَ أَتَيْنَا رسولَ الله ﷺ فَذَكَرْنَا ذلكَ له، فقال: «هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا؟» فَأَرْسَلْنَا إلى رسولِ اللهِ ﷺ مِنْهُ فَأَكَلَهُ. رواه مسلم. «الجِرَابُ»: وِعَاءٌ مِنْ جِلْدٍ مَعْرُوْفٍ، وَهُوَ بِكَسر الجِيْم وفتحِها، والكسرُ أَفْصَحُ. قوله: «نَمَصُّهَا» بفتح الميم. و«الخَبَطُ» وَرَقُ شَجَرٍ مَعْرُوْفٍ تَأْكُلُهُ الإِبِلُ. وَ«الكَثِيْبُ»: التَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ، و«الوَقْبُ»: بفتحِ الواوِ وإسكانِ القافِ وبعدها باءٌ موحدةٌ، وَهُوَ نُقْرَةُ الْعَيْنِ. و«القِلالُ» الجِرارُ. و«الفِدَرُ» بكسرِ الفَاءِ وَفَتْحِ الدال:

دیا' اس کے علاوہ آپ کو کچھ اور میسر نہیں آیا (ورنہ آپؐ ہمیں ضرور دیتے) پس حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے۔ ان سے پوچھا گیا' آپؐ لوگ اس سے کیسے گزارہ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہم اسے اس طرح چوستے' جیسے بچہ چوستا ہے۔ پھر اس پر ہم پانی پی لیتے۔ پس یہ ہمیں پورے دن؁ رات تک کافی ہوجاتا (یعنی ایک کھجور اور پانی ایک دن اور رات کی خوراک ہوتی) اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے' پھر انہیں پانی میں تر کرتے اور کھالیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم سمندر کے ساحل پر چلے تو ہمارے سامنے ساحل سمندر پر ریت کے بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز بلند ہوئی' ہم اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک بڑا جانور ہے جسے عنبر کے نام سے پکارا جاتا تھا (ہمارے امیر) حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا' یہ مردار ہے (اس لئے ہمارے لئے بیکار ہے) پھر فرمایا' نہیں' بلکہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں اور اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں اور تم اضطرار کی حالت میں ہو' اس لئے کھاؤ۔ پس ایک مہینہ ہم نے اسی کے گوشت پر گزارہ کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم فربہ ہوگئے اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہم اس جانور کی آنکھ کے گڑھے سے تیل کے گھڑے کے گھڑے نکالتے اور اس سے بیل کی مثل یا بیل کے بقدر (گوشت کے) ٹکڑے کاٹتے۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لئے اور انہیں اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھا دیا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی پکڑ کر اسے کھڑا کیا پھر ہمارے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ رکھا اور اسے اس کے نیچے سے گزار دیا اور ہم نے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر زاد راہ کے طور پر ساتھ لے لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم رسول اللہ ﷺ

القِطَعُ. «رَحَلَ الْبَعِيْرَ» بتخفيف الحاءِ: أَيْ جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ. «الوَشَائِقُ» بالشين المعجمةِ وَالقَاف: اللَّحْمُ الَّذِي اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ. والله أعلم.

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اس جانور کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا' وہ رزق تھا جسے اللہ نے تمہارے لئے نکالا تھا' کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی ہے؟ پس وہ ہمیں بھی تو کھلاؤ' چنانچہ ہم نے اس کا ایک حصہ آپؐ کی خدمت میں بھیجا جسے آپؐ نے تناول فرمایا۔ (مسلم)

جراب - چمڑے کا مشہور تھیلا یا برتن۔ اسے جیم پر زیر اور زبر کے ساتھ دونوں طریقے سے پڑھنا جائز ہے تاہم زیر زیادہ فصیح ہے۔ نمصها۔ میم پر زبر کے ساتھ۔ الخبط۔ مشہور درخت کے پتے جسے اونٹ کھاتے ہیں۔ الکثیب' ریت کا ٹیلہ۔ الوقب' واؤ پر زبر اور قاف ساکن اور اس کے بعد باء' آنکھ کا گڑھا' قلال مٹکے۔ الفدر' فاء پر زیر دال پر زبر' ٹکڑے۔ رحل البعیر' حاء پر زبر بغیر شد کے۔ اونٹ پر کجاوہ رکھا۔ الوشائق شین اور قاف کے ساتھ۔ وہ گوشت جسے خشک کرنے کے لئے کاٹا جائے' یعنی ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة ميتة البحر.

۵۱۸۔ فوائد: اس میں بھی ایک تو صحابہ کرامؓ کی اس تنگ دستی کا ذکر ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام کے ابتدائی دور میں گزرے اور اسے انہوں نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ دوسرے' اللہ کی طرف سے برکت کے ظہور کی وضاحت کہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹے صرف ایک کھجور اور پانی پی کر گزار لیتے۔ تیسرے' حالات کے مطابق اجتہاد کی گنجائش کا بیان' کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے تامل کا اظہار کیا اور پھر بعد میں اپنے اجتہاد سے اس کے برعکس رائے قائم کی اور اسے بطور خوراک استعمال کیا۔ چوتھے' صحابہؓ کرام کی ولایت کہ اللہ نے معجزانہ طور پر انہیں سمندر کی اتنی بڑی مچھلی عطا کردی جسے تین سو افراد کا قافلہ ایک مہینے تک کھاتا رہا۔ پنجم' اس سے معلوم ہوا کہ سمندر کا مردار بھی حلال ہے جیسے دوسری روایت میں صراحت موجود ہے کہ "سمندر کا پانی اور اس کا مردار' دونوں حلال ہیں"۔ ششم' کہتے ہیں کہ یہ مچھلی پچاس پچاس گز لمبی ہوتی ہے۔ وہیل مچھلی بھی اسی طرح بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے۔ سچ ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو "تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

٥١٩ ـ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رضی الله عنها قالت: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ

۵۱۹/۲۹ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیض کی آستین پہنچے تک تھی۔

رَسُولِ الله ﷺ إلى الرُّصْغِ. رواه أبوداود، والترمذي وقال: حديث حسن. «الرُّصْغ» بالصادِ وَالرُّسْغُ بالسينِ أَيْضًا: هُوَ المَفْصِلُ بَيْنَ الكفِّ وَالسَّاعِدِ.

(ابو داوٗد ترمذی- امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے) الرصغ اور الرسغ' دونوں طرح اس کا استعمال ہے۔ بازو اور ہتھیلی کے درمیان کے جوڑ کو کہتے ہیں یعنی پہنچا۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في القمص.

۵۱۹- فوائد: ضرورت سے زیادہ لمبا کپڑا' عام طور پر تکبر کی علامت ہے' علاوہ ازیں وہ فوری حرکت میں بھی مانع ہوتا ہے جبکہ ضرورت سے چھوٹا کپڑا' سردی گرمی کی شدت میں تکلیف کا باعث ہوتا ہے' اس لئے میانہ روی ہی بہترین طریقہ ہے اور یہی طریق نبوی ہے۔

٥٢٠ ـ وَعَن جابرٍ رضي الله عنه قَالَ: إنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَجَاؤُوا إلى النبيِّ ﷺ فقالوا: هٰذِه كُدْيَةٌ عَرَضَتْ في الخَنْدَقِ. فقال: «أَنَا نَازِلٌ» ثُمَّ قَامَ، وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلاثَةَ أَيَّامٍ لاَ نَذُوقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النبيُّ ﷺ المِعْوَلَ، فَضَرَبَ، فَعَادَ كَثِيْبًا أَهْيَلَ، أَوْ أَهْيَمَ، فَقلتُ: يَارسولَ الله! ائْذَن لي إلى البَيْتِ، فقلتُ لامْرَأَتي: رَأَيتُ بالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا ما في ذَلكَ صَبْرٌ فعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فقالتْ: عِنْدِي شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحتُ العَنَاقَ، وَطَحَنْتُ الشَّعِيْرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللحمَ في البُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النبيَّ ﷺ، وَالعَجِيْنُ قَد انْكَسَرَ وَالبُرْمَةُ بَيْنَ الأَثَافِيِّ قَد كَادَتْ تَنْضَجُ، فقلتُ: طُعَيِّمٌ لي فَقُمْ أَنْتَ يارسولَ الله! وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلاَنِ، قال: «كَمْ هُوَ»؟ فَذَكَرْتُ له فقال: «كثيرٌ طَيِّبٌ، قُلْ لَهَا لا تَنْزِعِ البُرْمَةَ، وَلاَ الخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ» فقال: «قُومُوا» فقامَ المُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فقلتُ: وَيْحَكِ جاءَ النبيُّ

۳۰ / ۵۲۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن خندق کھود رہے تھے کہ ایک نہایت سخت چٹان سامنے آگئی (جسے توڑنے میں صحابہؓ ناکام رہے) چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ سخت چٹان خندق میں آگئی ہے (جو ٹوٹنے میں نہیں آرہی ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا (اچھا) میں خود (خندق میں) اترتا ہوں۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور (بھوک کی شدت سے) آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین دن ہمارے ایسے گزرے تھے کہ کوئی چیز ہم نے چکھی تک نہیں تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے کدال پکڑی اور چٹان پر ماری' جس سے وہ ریت کا ٹیلہ ہوگئی یعنی ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی (حضرت جابرؓ - حدیث کے راوی- کہتے ہیں کہ) میں نے کہا یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں (چنانچہ میں گھر آیا) اور اپنی بیوی سے کہا۔ میں نے نبی ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے' کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا' میرے پاس کچھ جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ چنانچہ میں نے وہ بچہ ذبح کیا اور جَو پیسے یہاں تک کہ گوشت (پکنے کے لئے) ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا

ﷺ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ وَمَن مَعَهُم! قالتْ: هل سَأَلَكَ؟ قلتُ: نَعَمْ، قال: «ادْخُلُوا وَلاَ تَضَاغَطُوا» فَجَعَلَ يَكْسِرُ الخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللحْمَ، وَيُخَمِّرُ البُرْمَةَ وَالتَّنُوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَل يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا، وَبقِىَ مُنْهُ، فقال: «كُلِىْ هٰذَا وَأَهْدِىْ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ» متفقٌ عليه. وفى روايةٍ: قال جابرٌ: لمَّا حُفِرَ الخَنْدَقُ رَأَيتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلى امْرَأَتى فقلتُ: هل عِنْدَكِ شَىْءٌ؟ فإِنِّى رَأَيْتُ برسولِ اللهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيْدًا فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ داجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَت الشَّعِيرَ، فَفَرَغَتْ إِلى فَرَاغِى، وَقَطَّعْتُهَا فى بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلى رسولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: لاَ تَفْضَحْنِى برسولِ اللهِ ﷺ وَمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: يا رسولَ اللهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ، فَصَاحَ رسولُ اللهِ ﷺ فقال: «يَا أَهْلَ الخَنْدَقِ! إِنَّ جابرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّهَلاً بِكُمْ» فقال النبيُّ: «لاَ تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلاَ تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتَّى أَجِىءَ» فَجِئْتُ، وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِىْ فقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فقلتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذى قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِينًا، فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إلى بُرْمَتِنا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قال: «ادْعِىْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِىْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلاَ تُنْزِلُوهَا» وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ

جبکہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی' پکنے کے قریب تھی۔ میں نے کہا' میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے' یارسول اللہ! آپؐ تشریف لے چلئے اور ایک یا دو آدمی ساتھ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا' وہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپؐ کو تفصیل بتلائی تو فرمایا' وہ بہت ہے اور عمدہ ہے۔ تم اپنی بیوی سے کہہ دو کہ میرے آنے تک ہنڈیا چولہے سے اتارے اور نہ تنور سے روٹیاں نکالے۔ پھر آپؐ نے (تمام صحابہؓ کو خطاب کرکے فرمایا) اٹھو (چلو) پس تمام مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے (حضرت جابرؓ فرماتے ہیں) میں (جلدی جلدی) گھر آیا اور بیوی سے کہا' تیرا بھلا ہو' نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھ تمام مہاجرین و انصار سب آگئے۔ بیوی نے کہا نبی ﷺ نے تم سے (کھانے کی مقدار کی بابت) پوچھا تھا؟ میں نے کہا' ہاں (دارمی کی روایت میں اس کے بعد ہے' پس بیوی نے کہا' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے' تم نے تو ان کو' جو کچھ ہمارے پاس ہے' بتلا دیا تھا' بیوی کی یہ بات سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور میرے دل کا بوجھ دور ہوگیا اور میں نے بیوی سے کہا' تو نے سچ کہا) نبی ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا' اندر آجاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر آپؐ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے اور ان پر گوشت رکھنا شروع کردیا اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی نکال لیتے تو انہیں ڈھک دیتے اور انہیں اپنے ساتھیوں کی خدمت میں پیش کردیتے اور پھر نکالتے (اور اس طرح دوسروں کو دیتے) پس اس طرح آپؐ روٹیاں توڑتے اور گوشت نکالتے رہے (اور سب کو دیتے رہے) یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے اور اس میں سے کچھ کھانا (پھر بھی) بچ گیا۔ پھر آپؐ نے (جابر کی بیوی سے) فرمایا تو بھی کھالے اور دوسروں کو ہدیہ بھی بھیج' کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

باللهِ لَأكلُوْا حَتَّى تَرَكُوْهُ وَانحرَفُوْا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. قَوْلُه: «عَرَضَتْ كُدْيَةٌ»: بضم الكافِ وإسكانِ الدال وبالياءِ المثناة تحت، وهِي قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ صُلْبَةٌ مِنَ الأرضِ لا يعمل فيها الفَأسُ. وَ«الْكَثِيْبُ» أَصْلُهُ تَلُّ الرَّمْلِ، وَالْمُرَادُ هُنَا: صَارَتْ تُرَابًا نَاعِمًا، وَهُوَ مَعْنَى «أَهْيَلَ». وَ«الأَثَافِيُّ»: الأَحْجَارُ الَّتِي يَكُوْنُ عَلَيْهَا القِدرُ. وَ«تَضَاغَطُوا»: تَزَاحَمُوا. وَ«الْمَجَاعَةُ»: الجُوعُ، وهو بفتح الميم. وَ«الْخَمَصُ» بفتحِ الخاءِ المعجمة والميم: الجُوعُ. وَ«انْكَفَأْتُ»: انْقَلَبْتُ وَرَجَعْتُ. وَ«الْبُهَيْمَةُ» بضم البَاءِ: تَصغير بَهْمَة، وَهِيَ الْعَنَاقُ - بفتح العين -. وَ«الدَّاجِنُ»: هِيَ الَّتِي أَلِفَتِ الْبَيْتَ. وَ«السُّؤْرُ»: الطَّعَامُ الَّذِي يُدْعَى النَّاسُ إِلَيْهِ، وَهُوَ بِالْفَارِسِيَّةِ، وَ«حَيَّهَلاً» أَيْ: تَعَالَوا. وَقَوْلُهَا: «بِكَ وَبِكَ» أَيْ: خَاصَمَتْهُ وَسَبَّتْهُ، لأَنَّهَا اعْتَقَدَتْ أَنَّ الَّذِي عِندَهَا لا يَكْفِيهِم، فَاسْتَحْيَتْ وَخَفِيَ عَلَيْهَا مَا أَكْرَمَ اللهُ سُبْحَانَهُ وتعالى بِهِ نَبِيَّهُ ﷺ مِنْ هذهِ الْمُعْجِزَةِ الظَّاهِرَةِ وَالآيَةِ الْبَاهِرَةِ. «بَسَقَ» أَيْ: بَصَقَ، وَيُقَالُ أَيضًا: بَزَقَ - ثَلاثُ لُغَاتٍ -. وَ«عَمَدَ» بفتح الميم، أَيْ: قَصَدَ. وَ«اقْدَحِيْ» أَيْ: اغْرِفِيْ؛ وَالمِقْدَحَةُ: المغْرَفَةُ. وَ«تَغِطُّ» أَيْ: لِغَلَيَانِهَا صَوْتٌ، والله أعلم.

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی ﷺ کو بھوکا دیکھا۔ پس میں اپنی بیوی کی طرف لوٹا اور اس سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں پس اس نے ایک تھیلا نکال کر مجھے دکھایا جس میں ایک صاع جَو تھے اور بکری کا ایک پالتو بچہ بھی ہمارے پاس تھا' میں نے اسے ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیسے اور میرے (گوشت بنانے سے) فارغ ہونے تک وہ بھی (جو پیس کر) فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہنڈیا میں ڈالا' پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جانے لگا تو بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے چپکے چپکے بات کی' میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (ڈھائی کلو) جَو پیسے ہیں۔ پس آپؐ تشریف لائیے اور آپؐ کے ساتھ چند آدمی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا اے خندق (کھودنے) والو! جابرؓ نے کھانا تیار کیا ہے' پس تم سب آؤ اور نبی ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کہ تم اپنی ہنڈیا (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹی پکانا' یہاں تک کہ میں آجاؤں۔ پس میں آیا اور نبی ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا (اور اسے سب کے آنے کی خبر دی) اس نے مجھے کوسنا شروع کر دیا' میں نے کہا (میرا کیا قصور ہے) میں نے تو وہی کیا جو تجھ سے کہا تھا (بہرحال رسول اللہ ﷺ) تشریف لے آئے۔ بیوی نے آٹا نکال کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا' آپؐ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا (یعنی تھوکا) اور برکت کی دعا فرمائی پھر ہماری ہنڈیا کی طرف آئے' اس میں بھی

آپ ؐ نے تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی' پھر فرمایا کوئی روٹی پکانے والی بلا لے' پس وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے پیالوں میں (سالن) ڈالتی جا' مگر اسے چولہے سے نہ اتارنا۔ اور یہ سارے (شریک طعام) افراد ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتاہوں کہ سب نے کھانا کھایا' یہاں تک کہ کھانا باقی چھوڑ گئے اور چلے گئے اور ہماری ہنڈیا یقیناً جوش مار رہی تھی' جیسے وہ پہلے ابل رہی تھی اور ہمارے آٹے سے بھی پہلے کی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

کُدْیَۃ ' کاف پر پیش' دال ساکن اور اس کے بعد یاء' زمین کا ایسا سخت ٹکڑا' جس میں کلہاڑی بھی کام نہ کرے۔ کثیب ' کے اصل معنی تو تودۂ ریت ہیں لیکن یہاں مراد ہے کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی اور یہی معنی اھیل کے ہیں۔ الاثافی۔ وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے (یعنی چولہے کے تین پتھر) تضاغطوا ' بھیڑ کرو۔ مجاعتہ بھوک' جیم پر زبر ہے۔ الخمص خاء اور میم پر زبر' بھوک۔ انکفأت میں پھرا اور لوٹا۔ البھیمۃ باء پر پیش بھیمۃ کی تصغیر۔ یہ عناق (بکری کے چھوٹے بچے) کو کہتے ہیں اور عناق کی عین پر زبر ہے۔ داجن وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور۔ سؤر اس کھانے کو کہتے ہیں جس کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے۔ اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ حیہلا کے معنی ہیں' آؤ۔ بکٔ وبکٔ اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا' اس لئے کہ اسے یہ یقین تھا کہ اس کے پاس جتنا سامان خوراک ہے' وہ ان سب مہمانوں کو کافی نہیں ہوگا۔ پس وہ شرمندہ ہوئی اور اس پر وہ ظاہر معجزہ اور واضح نشانی مخفی تھی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے پیغمبر کو نوازا۔ بسق' بصق اور بزق تینوں لغتیں ہیں' معنی

ایک ہی ہیں۔ تھوکا۔ عمد، میم پر زبر، ارادہ کیا۔
اقدحی چمچے سے نکال نکال کر دے۔ مقدحہ چمچے
اور ڈوئی کو کہتے ہیں۔ تغط یعنی ابلنے کی آواز تھی۔
واللہ اعلم

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق ـ صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك.

۵۲۰۔ فوائد: (ا) اس میں بھی نبی ﷺ سمیت صحابہ کرامؓ کی تنگ دستی اور فقر و فاقہ والی زندگی اور معجزۂ تکثیر طعام کے علاوہ نبی ﷺ کی تواضع کا بیان ہے کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر سخت محنت و مشقت والے کام بھی کرتے تھے۔ کاش ہمارے قائدین اور بڑے لوگ بھی اس اسوۂ حسنہ کو اپنائیں۔ (۲) ہدیہ دینا مستحب ہے۔ خاص طور پر حاجت اور بھوک کے موقعے پر۔

٥٢١ ـ وعن أنس رضى الله عنه قال: أبوطَلحَةَ لأُمِّ سُلَيْمٍ: قَد سَمِعتُ صَوتَ رسولِ اللهِ ﷺ ضَعِيفًا أَعرِفُ فِيهِ الجُوعَ، فَهَل عِنْدَكِ مِن شَيءٍ؟ فقالتْ: نَعَمْ، فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِن شَعِيْرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا، فَلَفَّتِ الخُبزَ بِبَعضِهِ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوبِى وَرَدَّتْنِىْ بِبَعْضِهِ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِى إلى رسولِ اللهِ ﷺ، فَذَهَبْتُ بِهِ، فَوَجَدتُ رسولَ اللهِ ﷺ جَالِسًا فى المَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فقُمتُ عَلَيْهِمْ، فقالَ لِى رسولُ اللهِ ﷺ: «أَرْسَلَكَ أَبُوطَلْحَةَ»؟ فقلتُ: نَعَمْ، فقال «أَلِطَعَامٍ؟» فقلت نَعَم، فقال رسولُ الله ﷺ: «قُومُوا» فَانْطَلَقُوا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيدِيْهِم حَتَّى جِئْتُ أَبَاطَلْحَةَ فَأَخبَرتُهُ، فقال أَبُوطَلحَةَ: يَاأُمَّ سَلَيْم! قَد جَاءَ رسولُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ! فقالتْ: اللهُ وَرَسُولُهُ أعلم. فَانْطَلَقَ أَبُوطَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رسولَ اللهِ ﷺ، فَأَقْبَلَ رسولُ اللهِ ﷺ مَعَه حَتَّى دَخَلا، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «هَلُمِّىْ ما

۳۱ / ۵۲۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے (اپنی اہلیہ) حضرت ام سُلَیْم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرا خیال ہے وہ بھوک کی وجہ سے ہے، کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ پھر انہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ پکڑا اور اس کے ایک کنارے میں روٹیاں لپیٹیں اور میرے (یعنی حضرت انسؓ کے) کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے جسم پر لپیٹ دیا، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ میں وہ لے گیا۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں تشریف فرما پایا۔ آپؐ کے ساتھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں ان کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپؐ نے پھر پوچھا، کیا کھانے کے لئے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (ساتھیوں سے) کہا۔ اٹھو، پس وہ سب چلے اور میں ان کے آگے آگے چلتا رہا، یہاں تک کہ میں حضرت ابو طلحہؓ کے پاس پہنچ گیا اور آپؐ کو اس

عِنْدَكِ يَا أُمَّ سُلَيْم!» فَأَتَتْ بذَلِكَ الخُبْز، فَأَمَرَ بِهِ رسولُ اللهِ ﷺ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْم عُكَّةً فَآدَمَتْهُ، ثُمَّ قال فيهِ رسولُ اللهِ ﷺ ما شَاءَ اللهُ أَن يَقُولَ، ثُمَّ قال: «ائذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذنَ لهم، فَأَكَلُوا حَتَّى شَبعُوا، ثم خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذِنَ لَهم فَأَكَلُوا حَتَّى شَبعُوا ثُمَّ خَرَجوا، ثُمَّ قَالَ: «ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ» فَأَذنَ لَهم حتَّى أَكَل القَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبعُوا، ثُمَّ قَالَ: وَالْقَوْمُ سَبعُوْنَ رَجُلاً أَوْ ثَمَانُوْنَ. متفقٌ عليه. وفي رواية: فما زال يَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ، حتى لم يَبْقَ مِنهم أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَ، فَأَكَلَ حَتَّى شَبعَ، ثم هَيَّأَهَا فَإِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِينَ أَكَلُوا مِنْهَا. وفي رواية: فَأَكَلُوا عَشَرَةً عَشَرَةً، حَتَّى فَعَلَ ذلكَ بِثَمانِينَ رَجُلاً، ثُمَّ أَكَلَ النبيُّ ﷺ بعد ذلكَ وَأَهْلُ البَيت، وَتَرَكُوا سُؤرًا. وفي رواية: ثُمَّ أَفضَلُوا مَا بَلَّغُوا جيرَانَهُم. وفي روايةٍ عن أنسٍ قال: جِئْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَوْمًا، فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مَعَ أصحابِهِ، وَقَد عَصَبَ بَطْنَهُ بعصَابَةٍ، فقلتُ لِبَعض أصحَابِهِ: لِمَ عَصَبَ رسولُ اللهِ ﷺ بَطْنَهُ؟ فقالوا: مِنَ الجُوع، فَذَهَبْتُ إلى أبي طَلحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ أُمِّ سُلَيْم بنتِ مِلحَانَ، فقلتُ: يَا أَبَتَاه! قَد رَأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ عَصَبَ بَطنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَأَلتُ بَعضَ أَصحَابِهِ، فقالوا مِنَ الجُوعِ. فَدَخَلَ أَبُوطَلحَةَ على أُمِّي فقال: هَل مِن شَيءٍ؟ قلت: نعم عِندِي كِسَرٌ مِن خُبزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَإِنْ جَاءَنَا رسولُ اللهِ ﷺ وَحدَهُ أَشْبَعْنَاهُ، وَإِن جَاءَ

بات کی خبر دی۔ پس ابو طلحہ ؓ نے فرمایا' اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس تو اتنا کھانا نہیں ہے جو ان سب کو کھلا سکیں۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ پس ابو طلحہ ؓ (باہر نکل کر) چلے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو جا ملے۔ پس رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے حتیٰ کہ یہ دونوں گھر میں داخل ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم ؓ سے فرمایا' تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ' پس انہوں نے وہ روٹیاں پیش کردیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان روٹیوں کو توڑا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کپی نچوڑ دی جس نے ان کو سالن والا بنادیا (یعنی چپڑی روٹی سالن کا کام بھی دے گئی) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس میں جو اللہ نے چاہا کہا (یعنی خیر و برکت کی دعا فرمائی) اور فرمایا' دس آدمیوں کو (کھانے کی) اجازت دو۔ پس ابو طلحہ ؓ نے انہیں اجازت دی انہوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سیر ہوگئے۔ پھر چلے گئے۔ آپ نے پھر فرمایا' دس آدمیوں کو اجازت دو۔ پس انہیں اجازت دی' انہوں نے بھی کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہوگئے اور نکل گئے۔ آپ ؐ نے پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو۔ ابو طلحہ ؓ نے اجازت دی یہاں تک کہ سب لوگوں نے (دس دس کرکے) سیر ہوکر کھانا کھالیا اور یہ ستر یا اسی آدمی تھے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ دس آدمی داخل ہوتے اور نکلتے رہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جو داخل ہوا ہو اور اس نے سیر ہوکر کھانا نہ کھایا ہو۔ پھر اس کھانے کو اکٹھا کیا تو وہ اسی طرح تھا جیسے کھانے سے پہلے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے ۔پس انہوں نے دس دس آدمیوں کی صورت میں کھانا کھایا یہاں تک کہ ۸۰

آخَرُ معه قَلَّ عَنهـمْ، وَذَكَـرَ تَمَـامَ الحَدِيث.

آدمیوں نے ایسا کیا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا کھایا اور (پھر بھی) بچا ہوا کھانا چھوڑا۔

ایک اور روایت میں ہے پھر انہوں نے اتنا کھانا بچا دیا کہ وہ پڑوسیوں کو بھی پہنچایا۔

حضرت انسؓ ہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما پایا اور آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے پوچھا' رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ تو انہوں نے بتلایا' بھوک کی وجہ سے۔ چنانچہ میں حضرت ام سلیم بنت ملحان کے خاوند حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اور کہا ابا جان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پیٹ پر پٹی باندھے ہوئے دیکھا تو میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے (اس کی بابت پوچھا) تو انہوں نے بتلایا کہ بھوک کی شدت سے ایسا کیا ہے۔ پس حضرت ابوطلحہؓ میری والدہ کے پاس آئے اور کہا کیا کچھ (کھانے کو) ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں' میرے پاس روٹی کے کچھ ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اکیلے تشریف لائیں تو ہم آپ کو سیر کردیں گے اور اگر دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ آئے تو پھر ان کے لئے یہ کم ہوجائے گا اور باقی حدیث بیان کی۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب علامات النبوة في الإسلام، وكتاب المساجد، وكتاب الأطعمة، وكتاب الأيمان والنذور - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك.

۵۲۱- فوائد: اس میں بھی وہی چیزیں ہیں جو سابقہ حدیث میں گزریں' البتہ اس میں ایک صراحت مزید یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور گھر والوں نے کھانا سب کے بعد کھایا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ میزبانوں کو مہمانوں کے بعد کھانا چاہیے اور اسی طرح پیر و مرشد کو بھی اپنے مریدوں کو کھلانے کے بعد کھانا چاہیے۔ لیکن اب ایسے پیر و

مرشد کہاں؟ (۲) اس میں حضرت انسؓ نے حضرت ابو طلحہؓ کو ابا جان کہہ کر پکارا' یہ ادب و احترام کے طور پر ایسا کیا۔ حضرت ابو طلحہؓ' حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ تھے۔ حضرت انسؓ کے والد' مالک بن نضر تھے' ان کی والدہ حضرت ام سلیم مسلمان ہوگئیں لیکن مالک نے قبول اسلام کی بجائے شام جانا پسند کیا۔ چنانچہ وہ اپنی مسلمان بیوی کو چھوڑ کر شام چلے گئے اور وہیں فوت ہوگئے۔ اس کے بعد ام سلیم نے حضرت ابو طلحہ ؓ سے نکاح کرلیا۔ (۳) اس باب میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زہد و قناعت بلکہ فقر و فاقہ پر مبنی زندگی کے جو واقعات گزرے ہیں وہ ایسے ہیں کہ آج کل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ وہ حقائق و واقعات ہیں جو نہایت مستند طریقے سے نقل ہوئے ہیں جنہیں افسانے کہہ کر جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اس کی توجیہہ البتہ بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ اس وقت کفر و اسلام کا جو معرکہ درپیش تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ لوگ دنیا اور اس کے تنعمات سے کنارہ کش رہ کر کفر کے استیصال اور غلبہ اسلام کے لئے شب و روز مصروف رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اس گروہ قدسیہ کے دلوں سے دنیا کی محبت نکال ڈالی اور آخرت کی محبت ڈال دی اور یوں انہوں نے دنیا کے سامنے دنیا سے بے رغبتی کا ایک بے مثال کردار پیش کیا اور اسلام کی ترویج و اشاعت کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ اگر وہ بھی دنیا کی لذتوں میں منہمک ہوجاتے تو اسلام کا ابتداء ہی میں وہ حال ہوجاتا جو بعد میں مسلمانوں کی محبت دنیا کی وجہ سے اس کا ہوا۔ آج مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے' مال و دولت کی کثرت ہے۔ آسائشوں اور سہولتوں کی فراوانی ہے اور ہر طرح کے اسباب و وسائل مہیا ہیں لیکن دنیا بھر میں ذلیل و رسوا ہیں' ان کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ دلوں میں آخرت کی بجائے' دنیا کی محبت رچ بس گئی ہے جس نے انہیں بزدل بنادیا اور مجاہدانہ کردار ادا کرنے سے عارى کردیا ہے۔

٥٧۔ بَابُ الْقَنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالاقْتِصَادِ فِي الْمَعِيشَةِ وَالإِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةِ

۵۷۔ قناعت' سوال سے بچنے اور معیشت و انفاق میں میانہ روی اختیار کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی مذمت

قال الله تعالى: ﴿ ۞ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا ﴾[هود: ٦] وقال تعالى: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ﴾[البقرة: ٢٧٣] وقال تعالى: ﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴾[الفرقان: ٦٧] وقال تعالى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین پر جو بھی چلنے والا ہے' اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔

نیز فرمایا: صدقہ خیرات ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے ہیں' زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف لوگ انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں' تو انہیں ان کے چہرے سے پہچانتا ہے' وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل۔ اور اس کے

درمیان ان کی گزران ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾[الذاريات: ٥٦، ٥٧]

وأما الأحاديث، فتقدَّمَ مُعْظَمُهَا في البَابَيْنِ السَّابِقَيْنِ، وَممَّا لَمْ يَتَقَدَّمْ:

اور فرمایا: میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی روزینہ نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

اس موضوع سے متعلقہ حدیثوں کا ایک بڑا حصہ گزشتہ دوبابوں میں گزر چکا ہے اور جو پہلے بیان نہیں ہوئیں، ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں۔

٥٢٢ ـ عن أبي هُرَيرَةَ رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَيسَ الغِنَى عَن كَثْرةِ العَرَضِ، ولٰكنَّ الغِنى غِنَى النَّفْسِ» متفق عليه. «العَرَضُ» بفتح العين والراء: هُوَ المَالُ.

۱/ ۵۲۲ **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مال داری، سازوسامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل مال داری، نفس کی مالداری ہے۔ (بخاری و مسلم)

العرض، عین اور راء دونوں پر زبر۔ اس کے معنی مال اور دنیا کے اسباب و وسائل ہیں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب الغني غني النفس ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب ليس الغني عن كثرة العرض.

۵۲۲- فوائد: نفس کی مالداری کا مطلب ہے انسان کے پاس اپنا جو کچھ ہو، اسی میں وہ گزارہ کرے اور دوسروں سے بے نیاز رہے اور نہ ان سے کچھ طلب کرے۔ اس میں گویا اس امر کی ترغیب ہے کہ اللہ کی تقسیم پر انسان راضی رہے، بغیر ضرورت کے زیادتی کی حرص نہ رکھے اور دوسرے کے مال و دولت کو للچائی ہوئی نظر سے نہ دیکھے۔

٥٢٣ ـ وعن عبدِالله بن عمرٍو رضي الله عنهما أَنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعهُ اللهُ بما آتاهُ» رواه مسلم.

۲/ ۵۲۳ **حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما** سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا، اس پر اس کو قناعت کی توفیق سے نواز دیا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الكفاف والقناعة.

۵۲۳- فوائد: کفاف۔ اتنی روزی کہ نہ زیادہ ہو نہ کم۔ روزی کی اتنی مقدار کو کفاف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے سوال کرنے سے روک دیتی ہے۔ اس میں ایسے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو تھوڑے سے مال پر راضی رہتے ہیں اور لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔ اسی طرح اس میں کفاف کی بھی فضیلت ہے۔ اس لئے کہ مال داری اکثر انسان کو متکبر بنا دیتی ہے اور فقیری و غربت انسان کو ذلیل کردیتی ہے۔ بقدر کفاف روزی میں یہ

دونوں خطرے نہیں ہیں۔

٥٢٤ ـ وعن حَكيم بن حِزَام رضى الله عنه قال: سَأَلْتُ رسولَ اللهِ ﷺ فَأَعطَانى، ثم سَأَلْتُهُ فَأَعطَانى، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعطَانى، ثُمَّ قال: «ياحَكِيمُ! إنَّ هذا المَالَ خَضِرٌ حُلوٌ، فَمَن أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ فيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإشْرَافِ نَفْسٍ لَم يُبَارَكْ لَهُ فيهِ، وَكَانَ كَالَّذِىْ يَأْكُلُ وَلاَ يَشْبَعُ؛ وَاليَدُ العُلْيَا خَيرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى» قال حكيمٌ فقلتُ: يارسولَ الله! وَالَّذى بَعَثَكَ بِالحقِّ لاَ أَرْزَأُ أَحَدًا بَعدَكَ شَيئًا حتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُوبكر رضى الله عنه يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعطِيَهُ، فَيَأْبَى أَنْ يَقبَلَ مِنهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عمرَ رضى الله عنه، دعاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَن يَقبَلَهُ. فقال: يامَعْشَرَ المُسْلِمينَ! أُشْهِدُكُم عَلى حَكيمٍ أَنِّى أَعْرِضُ عَلَيه حَقَّهُ الَّذى قَسَمَهُ اللهُ لَهُ فى هذَا الْفَيءِ، فَيَأَبى أَنْ يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِىِّ ﷺ حتَّى تُوُفِّىَ. متفقٌ عليه.

۳ / ۵۲۴ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (مال کا) سوال کیا تو آپ ؐ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا' آپ ؐ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر عطا فرمایا اور فرمایا اے حکیم! یہ مال یقیناً سرسبز ہے' شیریں ہے' جو اسے بے نیازی (سخاوت نفس) کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے' اس کے لئے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس (بیمار) شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا' یارسول اللہ' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' میں آپ ؐ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لونگا۔ یہاں تک کہ دنیا چھوڑ جاؤں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم ؓ کو بلاتے تاکہ انہیں کچھ عطا کریں لیکن وہ قبول کرنے سے انکار فرما دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) انہیں عطیہ دینے کے لئے بلایا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ پس حضرت عمر ؓ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہنا کہ میں حکیم ؓ پر اس کا وہ حق پیش کررہا ہوں جو اللہ نے اس مال فئی میں ان کا رکھا ہے لیکن وہ اسے لینے سے انکار کررہے ہیں۔ پس حضرت حکیم ؓ نے نبی ﷺ کے بعد' اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔ (بخاری و مسلم)

«يَرْزَأُ» براءٍ ثُمَّ زَايٍ ثُمَّ همزَةٍ، أَى: لَم يَأخُذ مِن أَحَدٍ شَيئًا، وَأَصلُ الرُّزْءِ: النُّقصَانُ، أى لَم يَنْقُصْ أَحَدًا

یرزا' راء پھر زاء' پھر ہمزہ۔ کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ رزء کے اصل معنی نقصان (کمی) کے ہیں یعنی کسی سے کوئی چیز لے کر اس کی چیز میں کمی نہیں کی۔ اِشراف

شَيْئًا بالأَخذ مِنهُ. وَ«إِشْرَافُ النَّفسِ»: تَطَلُّعُهَا وَطَمَعُهَا بِالشَّيءِ. وَ«سَخَاوَةُ النَّفْسِ»: هِىَ عَدَمُ الإِشرَاف إلى الشَّيءِ، وَالطَّمَعِ فيه، وَالمُبَالاةِ بِهِ وَالشَّرَهِ.

نفس، کسی چیز پر جھانکنا اور اس کی طمع رکھنا اور سخاوت نفس کا مطلب ہے، توجہ نہ دینا، لالچ نہ رکھنا اور پروا اور حرص نہ کرنا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوصايا، وكتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، وكتاب الرقاق، وكتاب فرض الخمس ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى.

۵۲۴۔ فوائد: جس طرح تونس کی بیماری میں مریض پانی پر پانی پیتا ہے اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ اسی طرح جوع البقر (گائے جیسی بھوک) ایک بیماری ایسی ہوتی ہے کہ انسان کھائے چلا جاتا ہے لیکن شکم سیر نہیں ہوتا۔ دنیا کے مال کو بھی نبی ﷺ نے اسی جوع البقر سے تشبیہہ دی ہے کیونکہ انسان کتنا بھی مال جمع کرلے وہ سیر نہیں ہوتا بلکہ فراوانی مال کے ساتھ ساتھ اس کی مال کی بھوک بڑھتی ہی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ قبر کی مٹی ہی اس کا پیٹ بھرتی ہے۔

اشراف نفس (لالچ اور حرص یا سوال) کے بغیر اگر مال ملے تو انسان کے لئے اس کا لینا یقیناً جائز ہے لیکن اسے بھی قبول کرنے سے انکار کردینا بڑی عزیمت اور فضیلت کا راستہ ہے۔ حضرت حکیمؓ نے عمر بھر یہی عزیمت اور فضیلت والا راستہ اختیار کئے رکھا۔ رضی اللہ عنہ۔

٥٢٥ ـ وعَن أَبى بُردَةَ عن أبى موسى الأشعَرِىِّ رضى الله عنه قال: خَرَجْنَا مَعَ رسُولِ الله ﷺ فى غَزَاةٍ، وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِى، وَسَقَطَتْ أَظْفَارِى، فَكُنَّا نَلُفُّ عَلى أَرْجُلِنَا الخِرَقَ، فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ عَلَى أَرْجُلِنَا من الخِرَقِ. قال أَبُوبُرْدَةَ: فَحَدَّثَ أبومُوسَى بِهٰذا الْحَدِيث، ثُمَّ كَرِهَ ذَلِكَ، وقال: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ! قالَ: كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُوْنَ شَيْئًا مِنْ عَمَلِهِ أَفْشاهُ. متفقٌ عليه.

۴/ ۵۲۵ حضرت ابوبردہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور ہم چھ آدمی تھے، ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے۔ پس (زیادہ پیدل چلنے کی وجہ سے) ہمارے پیر زخمی ہوگئے تھے اور میرا پیر بھی زخمی ہوگیا تھا اور میرے (پیروں کے) ناخن گر گئے تھے۔ پس ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی لیریں (چیتھڑے) لپیٹ لیتے تھے۔ پس اس غزوے کا نام ہی غزوہ ذات الرقاع پڑگیا کیونکہ ہم اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھتے تھے۔ ابو بردہؓ بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے یہ حدیث بیان کی، پھر اسے ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ میں اسے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ راوی (ابوبردہؓ) بیان کرتے ہیں گویا آپؓ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ ان کے نیک عمل کا افشاء ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخریج : صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات الرقاع - وصحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذات الرقاع.

۵۲۵- فوائد : **(ا) اس حدیث میں بھی صحابہ کرامؓ کی زاہدانہ اور متقشفانہ (روکھی اور سادہ) زندگی اور ان کی صفت رضا بالقضاء کا بیان ہے۔ (۲) ریاکاری سے بچنے کے لئے نیک عمل کے بیان سے گریز کرنا بہتر ہے۔**

٥٢٦ - وعن عمرِو بنِ تَغْلِبَ - بفتح التاء المثناة فوق وإسكانِ الغينِ المعجمةِ وكسر اللاّمِ - رضي اللهُ عنه، أن رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بمَالٍ أَوْ سَبيٍ فَقَسَّمَهُ، فَأَعْطَى رجالاً، وَتَرَكَ رجَالاً، فَبلَغهُ أَنَّ الَّذينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحمِدَ اللهَ، ثُمَّ أَثنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَواللهِ! إِنِّي لأُعطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذي أَدَعُ أَحَبُّ إِليَّ مِنَ الَّذي أُعْطِي، وَلٰكِنِّي إِنَّمَا أُعْطِي أَقْوَامًا لِما أَرَى في قُلُوبِهِمْ مِنَ الجزَعِ وَالهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقوامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللهُ في قُلُوبِهِمْ مِنَ الغِنَى وَالخَيْرِ، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ» قال عمرُو بنُ تَغْلِبَ: فَوَاللهِ! مَاأُحِبُّ أَنَّ لي بكَلِمَةِ رسُولِ اللهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ. رواه البخاري. «الهَلَعُ»: هُوَ أَشَدُّ الجَزَعِ، وَقِيْلَ الضَّجَرُ.

۵ / ۵۲۶ حضرت عمرو بن تغلبؓ (تاء پر زبر' غین ساکن اور لام پر زیر) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - رسول ﷺ کے پاس کچھ مال یا قیدی آئے۔ آپؐ نے انہیں تقسیم فرما دیا۔ پس کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہ دیا۔ آپؐ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپؐ نے نہیں دیا انہوں نے ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ پس آپؐ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا' اما بعد' اللہ کی قسم' میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔ وہ لوگ جن کو میں چھوڑ دیتا ہوں (انہیں نہیں دیتا) وہ مجھے ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں (یاد رکھو) میں ان کو صرف اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور سخت بے چینی دیکھتا ہوں اور دوسرے لوگوں کو میں اس تونگری اور بھلائی کے سپرد کردیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے۔ ان ہی لوگوں میں سے عمرو بن تغلب ہے۔ عمرو بن تغلب کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں ہے۔ (بخاری)

الھلع' سخت بے چینی اور بعض کہتے ہیں' اس کے معنی تکلیف کے ہیں۔

تخریج : صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء أما بعد، وكتاب الجهاد، وغيرهما من الكتب.

۵۲۶- فوائد : نبی ﷺ کے پاس جو مال بھی آتا وہ آپؐ تقسیم فرما دیتے تھے۔ تقسیم میں آپؐ کے سامنے مختلف پہلو ہوتے تھے' ضرورت و حاجت' چنانچہ اہل حاجت کو دیتے یا استحقاق کی بنا پر مستحقین کو دیتے۔ یا تالیف قلب کے لئے دیتے۔ ایسی صورت میں آپؐ صرف ان لوگوں کو دیتے جن کے بارے میں آپؐ کو اندیشہ ہوتا کہ اگر انہیں نظرانداز کیا گیا تو یہ بے صبری اور کمزوری کا مظاہرہ کریں گے اور یوں قابل اعتماد اور دلوں کی تونگری سے

بہرہ ور قسم کے لوگ عمداً محروم کردیئے جاتے۔ اس سے عمرو بن تغلبؓ کی فضیلت واضح ہے کہ ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی دوسری قسم میں شمار فرمایا، جس کو انہوں نے اپنے لئے بجا طور پر ایک بہت بڑا اعزاز قرار دیا۔ گویا بیت المال سے تقسیم کرنے میں حاکم مجاز کو صوابدیدی اختیارات حاصل ہیں بشرطیکہ حاکم تقویٰ اور امانت و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے والا ہو۔ اندھے کی طرح اپنوں میں ہی ریوڑھیاں تقسیم کرنے والا نہ ہو۔

٥٢٧ ـ وعن حكيم بن حِزام رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «اليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ» متفق عليه.

٦ / ٥٢٧ حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور (خرچ کرنے کی) ابتداء ان لوگوں سے کر، جن کی کفالت تیرے ذمے ہے اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے اور جو لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے اللہ اسے بے نیاز کردیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وهذا لفظ البخاري، ولفظ مسلم أخصر.

یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ اس سے مختصر ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غني - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النفقة علي العيال.

٥٢٧- فوائد: اس میں بیان کردہ چیزیں واضح ہیں۔ آخری نکتہ بڑا اہم ہے کہ سوال سے بچنے اور لوگوں سے بے نیازی کی صفت اللہ کو بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی مدد فرماتا ہے اور انہیں سوال کی ذلت سے بچا کر غنائے نفس اور صبر و قناعت کی دولت سے نواز دیتا ہے۔

٥٢٨ ـ وعن أبي سُفْيانَ صَخْرِ بن حَرْبٍ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لاَ تُلْحِفُوا في المسألَةِ، فَوَاللهِ! لاَ يَسْأَلُنِيْ أَحَدٌ مِنْكُمْ شيئًا، فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّي شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ، فَيُبَارَكَ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتُهُ» رواه مسلم.

٧ / ٥٢٨ حضرت ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حربؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیچھے پڑ کر سوال مت کیا کرو، اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے اور میری ناگواری کے باوجود اس کا سوال مجھ سے کچھ نکلوالے، تو ایسا نہیں ہوگا کہ میری طرف سے اس کو دی گئی چیز میں برکت دی جائے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النهى عن المسألة.

٥٢٨- فوائد: اس حدیث میں اصرار کرکے 'چمٹ کر' پیچھے پڑ کر سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح اگر کسی کو کوئی چیز مل بھی جائے گی تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اس میں دینے والے کی رضا شامل

نہیں ہے۔ اس نے مجبور ہوکر نہایت نفرت و کراہت یا شرم کی وجہ سے وہ سائل کو دی ہے۔

٥٢٩ ـ وعن أبي عبدالرحمٰن عَوْفِ ابن مالكٍ الأَشْجَعِيِّ رضيَ اللهُ عنه قالَ: كُنَّا عِنْدَ رسُولِ اللهِ ﷺ تِسْعَةً أَوْ ثَمانِيَةً أَوْ سَبْعَةً، فقَالَ: «أَلاَ تُبَايِعُوْنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ» وَكُنَّا حَدِيْثِي عهدٍ بِبَيْعَةٍ، فَقُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يارسُولَ اللهِ! ثم قالَ: «أَلاَ تُبَايِعُوْنَ رَسولَ اللهِ» فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا وقلنا: قَدْ بَايَعْنَاكَ يارسولَ اللهِ! فَعَلاَمَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: «على أَنْ تَعْبُدُوْا اللهَ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَالصَّلَوَاتِ الخَمْسِ وَتُطِيْعُوا» وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً: «وَلاَ تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا» فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ أُولئكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا يُنَاوِلُهُ إِيَّاهُ. رواه مسلم.

٨ / ٥٢٩ حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ۹، ۸ یا ۷ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ اور (راوی بیان کرتے ہیں کہ) ہم نے تھوڑا عرصہ قبل ہی آپ ؐ سے بیعت کی تھی، پس ہم نے کہا یارسول اللہ! ہم تو آپ ؐ سے بیعت کرچکے ہیں۔ آپ ؐ نے پھر ارشاد فرمایا، کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ پس ہم نے (بیعت کے لئے) اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہم نے کہا، یا رسول اللہ! ہم آپ ؐ کی بیعت کرچکے ہیں، پس اب کس چیز کی بیعت آپ ؐ سے کریں؟ آپ ؐ نے فرمایا۔ اس بات پر کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، پانچوں نمازیں پڑھو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے، اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ پس ان مذکورہ افراد (بیعت کنندگان) میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ ان کا کوڑا بھی اگر زمین پر گرگیا ہے تو کسی سے وہ سوال نہ کرتے کہ وہ اسے اٹھا کر اسے پکڑا دے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس.

۵۲۹۔ فوائد: اس میں تجدید بیعت کے استحباب کے علاوہ اللہ کی عبادت و اطاعت اور مکارم اخلاق کی پابندی کے لئے بھی بیعت لینے کا جواز ہے۔ علاوہ ازیں بیعت کے تقاضوں کا اہتمام و التزام بھی ضروری ہے۔ اس میں سوال نہ کرنے اور خودداری کی عظمت و فضیلت کا بیان ہے۔

٥٣٠ ـ وعن ابن عمرَ رضيَ اللهُ عنهما أنَّ النَّبيَّ ﷺ قالَ: «لاَ تَزَالُ المَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّى يَلْقَى اللهَ تعالى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ» متفقٌ عليه. «المُزْعَةُ» بضم الميمِ وإسكانِ

۹ / ۵۳۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے جو کوئی سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کو جاملتا ہے (تو وہ اس حال میں اللہ کو ملے گا کہ) اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

الزايِ وبالعينِ المهملة: القِطْعَة.

المزعۃ، میم پر پیش، زاء ساکن اور پھر عین۔ ٹکڑا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس.

۵۳۰- فوائد: چہرے پر گوشت نہ ہونا، یہ یا تو کنایہ ہے ذلت و خواری سے۔ یا بطور عقوبت (سزا) اور علامت گناہ کے، واقعی ایسا ہوگا اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس میں سوال کرنے سے نفرت دلائی گئی ہے کہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں ذلت و رسوائی ہے۔

٥٣١ - وعنه أَنَّ رسُوْلَ اللهِ ﷺ قال وهو على المِنْبَرِ، وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ المَسأَلَةِ: «اليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى. وَاليَدُ العُلْيَا هِيَ المُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ» متفقٌ عليه.

۱۰/ ۵۳۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے، جب کہ آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے اور آپؐ نے صدقے کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرمایا۔ (اس موقعے پر یہ بھی) فرمایا۔ اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ، خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والا ہاتھ، مانگنے والا ہاتھ ہے۔ (بخاری و مسلم) یہ حدیث اسی باب میں پہلے بھی گزر چکی ہے۔ دیکھو حدیث: ۶/ ۵۲۷۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غني - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النفقة علي العيال.

٥٣٢ - وعن أبي هُريرة رضيَ الله عنه قَال: قَال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَل جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ» رواه مسلم.

۱۱/ ۵۳۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے مال میں اضافہ کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو وہ آگ کے انگارے کا سوال کرتا ہے (اسے اختیار ہے کہ)وہ کم طلب کرے یا زیادہ طلب کرے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس.

۵۳۲- فوائد: معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا، اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان اس طرح اپنے کو جہنم کے انگاروں کا مستحق بنالیتا ہے۔ افسوس ہے کہ جس مذہب نے گداگری کو اتنا بڑا جرم قرار دیا اس مذہب کے ماننے والوں میں گداگری عام ہے۔ مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے یہ بے خبری یا بے نیازی قابل صد افسوس اور لائق ہزار ماتم ہے۔ فالی اللہ المشتکی

٥٣٣ - وعن سَمُرَةَ بنِ جُنْدبٍ رضيَ اللهُ عنه قَال: قَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ المَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بها الرَّجُلُ وَجْهَهُ،

۱۲/ ۵۳۳ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سوال کرنا، ایک عمل جراحی ہے۔ اس کے ذریعے سے آدمی اپنا چہرہ چھیلتا (یا

إلاَّ أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِي أَمْرٍ لاَبُدَّ مِنْهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح. «الكَدُّ»: الخَدشُ ونحوه.

زخمی کرتا) ہے مگر یہ کہ آدمی بادشاہ سے ایسے معاملے میں سوال کرے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ (ترمذی، حسن صحیح)

الکد، زخمی کرنا، چھیلنا اور اسی قسم کا کام کرنا۔

تخریج: سنن ترمذي، برقم٦٨١ - وقال حسن صحيح - سنن أبي داود برقم١٦٣٩.

۵۳۳- فوائد: حاکم وقت یا بادشاہ سے مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مستحق امداد ہے تو بیت المال کی طرف رجوع کرے جو ایک اسلامی مملکت میں اس مقصد کے لئے ہوتا ہے کہ اس سے ضرورت مندوں کی آبرومندانہ کفالت کا اہتمام کیا جاسکے۔ اگر وہاں تک رسائی نہ ہو تو ناگزیر حالات و معاملات میں دوسروں سے بھی سوال کرنا جائز ہے۔

٥٣٤ ـ وعن ابنِ مسعودٍ رضيَ اللهُ عنه قَال: قَال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَصابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللهِ، فَيُوشِكُ اللهُ لَهُ بِرِزقٍ عاجِلٍ أَوْ آجِلٍ» رواه أبوداود، والترمذي وقال: حديث حسن. «يُوشِكُ» بكسر الشين: أي يُسْرِعُ.

۱۳/ ۵۳۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے فاقہ پیش آجائے، وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے، تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بہ دیر اسے رزق عطا فرمائے گا۔ (ابو داؤد، ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

یوشک، شین پر زیر۔ جلدی کرتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف - وسنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في الهم في الدنيا.

۵۳۴- فوائد: اس میں ترغیب ہے کہ حاجت و ضرورت کے وقت، انسانوں کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لئے کہ وہی سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ (۲) تاہم اسباب ظاہری کے مطابق حسب ضرورت بندوں سے بھی مانگا جاسکتا ہے لیکن اس وقت بھی اعتقاد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ کی مشیت ہوگی تو بندہ آمادۂ تعاون ہوگا، ورنہ نہیں۔

٥٣٥ ـ وعَنْ ثَوْبانَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَكَفَّلَ لِي أَنْ لا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئاً، وأَتَكَفَّلُ له بالجَنَّةِ؟» فقلتُ: أنا؛ فَكانَ لَا يَسْأَلُ أَحَداً شَيْئاً. رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۱۴/ ۵۳۵ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا) میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ پس وہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ (ابو داؤد، باسناد صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب كراهية المسألة.

۵۳۵- فوائد: کسی سے سوال نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے کسی سے سوال نہ کیا جائے کیونکہ ضرورت اور حاجت کے وقت سوال کرنا جائز ہے تاہم ایسے موقعوں پر بھی اگر انسان کسی سے نہ مانگے تو یہ عزیمت کا بہت اونچا مقام ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بعد میں اسی طریق عزیمت کو اختیار فرمایا چنانچہ سنن ابن ماجہ میں وضاحت ہے کہ گھڑ سواری کی حالت میں اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو کسی سے نہ کہتے' بلکہ خود گھوڑے سے اترتے اور اسے پکڑتے۔ یعنی ان کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ اتنا سا سوال بھی کسی سے کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔

٥٣٦ ـ وعن أبي بِشْرٍ قَبيصَةَ بن المُخَارق رضيَ اللهُ عنه قال: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فيها، فقال: «أَقِمْ حَتى تَأتِينَا الصَّدَقَةُ فَنَأمُرَ لكَ بها» ثُمَّ قالَ: «يا قَبيصَةُ! إنَّ المَسألَةَ لاَ تَحِلُّ إلاَّ لأحَدِ ثَلاَثَة: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ المَسْأَلَةُ حتَّى يُصيبَها، ثُمَّ يُمْسِكُ. وَرَجُلٌ أَصابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ المَسألَةُ حتَّى يُصِيبَ قَوامًا مَنْ عَيْشٍ، أَوْ قَال: سِدادًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حتَّى يَقُوْلَ ثَلاَثَةٌ مِنْ ذَوِي الحِجَى مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلاَنًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيْبَ قِوامًا مِنْ عَيْشٍ، أَوْ قَالَ: سِدادًا مِنْ عَيْشٍ. فَمَا سِواهُنَّ مِنَ المَسْأَلَةِ يا قَبيصَةُ! سُحْتٌ، يَأْكُلُهَا صاحِبُها سُحْتًا» رواهُ مسلم. «الحَمَالَةُ» بفتح الحاءِ: أَنْ يَقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهُ بَيْنَ فَرِيْقَيْنِ، فَيُصلحُ إِنسانٌ بَيْنَهُمْ عَلى مالٍ يَتَحَمَّلُهُ وَيَلتَزِمُهُ عَلى نفسه. وَ«الجائِحَةُ» الآفَةُ تُصِيْبُ مَالَ الإنسانِ وَ«القِوَامُ» بكسر القاف وفتحها: هُوَ مَا يقومُ بِهِ أَمْرُ الإِنسانِ مِنْ مَالٍ ونحوِهِ. وَ«السِّدادُ» بكسر السين: مَا يَسُدُّ حاجَةَ المُعْوِزِ

۱۵ / ۵۳۶ حضرت ابوبشر قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (دو فریقوں کے درمیان جھگڑا ختم کرانے کے لئے) ضمانت اٹھالی۔ پس میں اس سلسلے میں بغرض سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا' ٹھہرو' تاآنکہ ہمارے پاس صدقے کا مال آئے' پھر ہم تمہارے لئے حکم دیں گے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے قبیصہ! تین آدمیوں کے سوا کسی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ جو (تمہاری طرح) ضمانت اٹھالے' پس اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ ضرورت کے مطابق وہ حاصل کرلے' پھر وہ رک جائے۔ (دوسرا) وہ آدمی جو کسی آفت یا حادثے کا شکار ہوگیا جس نے اس کے مال کو تباہ و برباد کردیا' اس کے لئے بھی اس حد تک سوال کرنا جائز ہے جس سے اسے اپنی گزران کے مطابق مال حاصل ہوجائے یا (فرمایا) جو اس کی حاجت کو پورا کردے۔ (تیسرا) وہ آدمی جو فاقے کی حالت کو پہنچ جائے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص فاقے میں مبتلا ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ گزران کے مطابق مال حاصل کرے یا (فرمایا) جو اس کی حاجت کو پورا کردے۔ ان کے سوا اے قبیصہ! سوال کرنا حرام ہے اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔ (مسلم)

وَيَكْفِيْهِ. وَ«الفَاقَةُ»: الفَقْرُ. و«الحِجَى» العقلُ.

اَلحَمَالَةَ ، حاء پر زبر- اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو فریقوں کے درمیان لڑائی وغیرہ ہوجائے- پس کوئی شخص ان کے درمیان مال پر صلح کرادے (کہ ایک فریق، دوسرے فریق کو اتنی رقم دے گا) اور اس کی ادائیگی کا ذمے دار بن جائے (اب اگر اقرار کرنے والا فریق، رقم کی ادائیگی نہ کرے، تو ضامن کے لئے مطلوبہ رقم جمع کرنے کے لئے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ ضمانت کے مطابق رقم ادا کردے) جائحۃ کے معنی ہیں ایسی آفت جو انسان کے مال یا (کاروبار) کو پہنچے- جس سے اس کی ساری پونجی برباد ہوجائے اور اسے کھانے کے بھی لالے پڑجائیں، تو اس کے لئے بھی بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہے- قوام، قاف پر زیر اور زبر، دونوں جائز ہیں- مال یا اسی طرح کی کوئی چیز جس سے انسان کا معاملہ (کاروبار وغیرہ) درست ہوجائے- سداد، سین پر زیر، جو ضرورت مند کی حاجت کو پورا کردے اور اسے کافی ہوجائے- فاقہ، بمعنی فقر ہے- حجی، عقل-

تخریج : صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب من تحل له المسألة.

۵۳۶- فوائد : اس میں ان تین افراد کی وضاحت ہے جنہیں سوال کرنے کی اجازت ہے- ان کی تفصیل گذشتہ سطور میں گزر چکی ہے-

٥٣٧ ـ وَعن أبي هريرة رضيَ الله عنهُ أنَّ رسُولَ الله ﷺ قال: «لَيْسَ المِسْكِينُ الَّذي يَطُوفُ عَلى النَّاس تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ المِسْكِينَ الَّذي لاَ يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلاَ يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلاَ يَقُومُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ» متفقٌ عليه.

۱۶ / ۵۳۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں (کے گھروں) کا چکر لگائے اور ایک ایک دو دو لقمے یا ایک ایک دو دو کھجوریں اس کو وہاں سے لوٹا دیں لیکن (اصل) مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے- نہ (ظاہرا") اس کی حالت کا کسی کو اندازہ ہوسکے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہوکر لوگوں سے سوال کرے-

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب ﴿لا يسألون الناس إلحافًا﴾ وكتاب التفسير، ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب المسكين الذي لا يجد غنى. . .

۵۳۷۔ فوائد: اس میں بڑے احسن پیرائے میں پیشہ ور قسم کے گداگروں اور ضرورت مند مسکینوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ جس سے اصل مقصد یہ ہے کہ انسان تلاش کرکے ایسے ضرورت مندوں پر خرچ کرے جو اہل حاجت ہونے کے باوجود اہل حاجت والی ہیئت و حالت اختیار نہیں کرتے' نہ کسی سے سوال ہی کرتے ہیں' نہ یہ کہ جو پیشہ ور قسم کا گداگر سامنے آگیا' اسے روپیہ آٹھ آنے دے کر سمجھ لے کہ اس نے صدقہ و خیرات کا حق ادا کردیا۔

٥٨ ـ بَابُ جَوَازِ الأَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلاَ تَطَلُّعٍ إِلَيْهِ

٥٣٨ ـ عَنْ سالمِ بنِ عبدِ اللهِ بن عُمَرَ، عَنْ أبيهِ عبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رضي اللهُ عنهم قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ يُعْطِيني العَطَاءَ، فَأَقُولُ: أَعطهِ مَن هُوَ أَفقَرُ إِلَيهِ مِنِّي، فقال: «خُذهُ؛ إذَا جاءَكَ مِن هذا المَالِ شَيْءٌ، وَأَنتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ ولا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فتمَوَّلْهُ فإن شِئتَ كُلْهُ، وإن شِئْتَ تَصَدَّقْ بهِ، وَمَا لا، فَلا تُتبعْهُ نَفْسَكَ» قال سَالمٌ: فَكَانَ عَبدُ الله لا يَسأَلُ أَحَداً شَيئاً، وَلا يَرُدُّ شَيئاً أُعْطِيَهُ. متفقٌ عليه.

«مشرفٌ» بالشين المعجمة، أَيْ: مُتَطَلِّعٌ إِلَيْه.

۵۸۔ بغیر سوال اور بغیر حرص و طمع کے جو مال ملے' اس کا لینا جائز ہے

۱/ ۵۳۸ حضرت سالمؒ ' اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے اور عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطیے سے نوازتے تو میں کہتا' یہ آپؐ اس کو دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے تو آپؐ فرماتے۔ اسے لے لو' جب تمہارے پاس مال کا کوئی حصہ اس طرح آئے کہ تمہیں اس کی حرص و طمع بھی نہ ہو اور نہ اس کی بابت تم نے سوال کیا ہو' تو اسے لے لیا کرو اور اسے اپنے مال میں شامل کرلو' پھر اگر تم چاہو تو اسے کھالو (یعنی اپنے تصرف میں لاؤ) اور اگر چاہو تو صدقہ کردو اور جو مال اس طرح نہ ملے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت لگاؤ (یعنی حرص و طمع کے ذریعے سے یا مانگ کر مال حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اس طرح جائز نہیں ہوگا) جناب سالمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے اور کوئی چیز آپؓ کو (بغیر مانگے) دی جاتی تو اسے لینے سے انکار بھی نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

مشرف' شین کے ساتھ' اس کی طرف جھانکنے والا' یعنی دل میں اس کی حرص و طمع رکھنے والا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب من أعطاه الله شيئا من غير مسألة، وكتاب الأحكام، باب رزق الحكّام والعاملين ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إباحة الأخذ لمن أعطي من غير مسألة.

۵۳۸۔ فوائد: اس میں ایک تو صحابہ کرامؓ کے اس کردار کا بیان ہے کہ وہ اپنے پر اپنے سے زیادہ ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے تھے۔ دوسرا، عطیہ اور ہدیہ لینے کا جواز ہے بشرطیکہ دل میں اس کی طمع نہ ہو تیسرا، مال جمع کرکے رکھنے کی رخصت ہے جبکہ انسان کی نیت یہ ہو کہ اس سے میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پوری کروں گا اور دیگر اہل ضرورت اور اللہ کی پسندیدہ راہوں پر بھی خرچ کروں گا تاکہ اللہ کی رضا مجھے حاصل ہوجائے۔

٥٩ ـ بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْأَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَالتَّعَفُّفِ بِهِ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلإِعْطَاءِ

۵۹۔ اپنے ہاتھ سے کماکر کھانے، سوال سے بچنے اور دوسروں کو دینے سے گریز نہ کرنے کی ترغیب و تاکید

قال الله تعالى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ﴾ [الجمعة: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب نماز پوری ہوچکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

فائدہ آیت: اللہ کے فضل سے مراد، روزی ہے یعنی روزی کے لئے محنت کرو۔ اس میں گویا ہاتھ سے کماکر کھانے کی ترغیب ہے اور جب انسان تجارت و کاروبار کے ذریعے سے مال کماتا ہے تو پھر اسے دوسروں سے مانگنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ علاوہ ازیں وہ اس پوزیشن میں بھی ہوجاتا ہے کہ وہ دوسروں پر بھی خرچ کرے۔ یعنی صدقہ کرے، زکوٰۃ دے۔

٥٣٩ ـ عن أبي عبدِ الله الزُّبَيْرِ بن العَوَّام رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحبُلَهُ ثُمَّ يَأْتِيَ الجَبَلَ، فيأْتِيَ بحُزْمَةٍ مِنْ حَطَب عَلى ظَهرِهِ فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ الله بهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أن يَسأَلَ النَّاسَ، أَعطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ» رواه البخاري.

۱/ ۵۳۹ حضرت ابو عبداللہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک شخص کا رسیاں لے کر پہاڑ پر جانا، کہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، پھر اسے بیچے، پس اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو (ذلت سے) بچائے۔ یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے (وہ چاہیں تو) اسے دیں چاہیں تو انکار کردیں۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة.

۵۳۹- فوائد: اس میں گداگری کے مقابلے میں محنت کی ترغیب دی گئی ہے۔ چاہے لوگوں کی نظروں میں وہ کتنا بھی حقیر اور ادنیٰ کام ہو لیکن یہ دست کاری اور محنت سوال کی ذلت سے بہرحال بہتر ہے۔ اس میں انسان کی عزت نفس محفوظ رہتی ہے جبکہ مانگنے میں انسان کی ذلت ہے۔ گویا اسلام ذلت نفس سے بچاتا اور کرامت نفس کا سبق دیتا ہے۔

٥٤٠ ـ وعن أبي هُريرةَ رضي الله عنه قالَ: قالَ رسولُ الله ﷺ: «لأَنْ يَحتَطِبَ أَحَدُكُم حُزمَةً عَلى ظهرِه، خَيْرٌ لَهُ من أَنْ يَسأَلَ أَحَداً، فَيُعْطِيَهُ أَو يَمْنَعَهُ» متفقٌ عليه.

۲ / ۵۴۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے' وہ اسے دے یا انکار کر دے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، وباب ﴿لا يسئلون الناس إلحافا﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، وكتاب البيوع.

٥٤١ ـ وعنه عنِ النَّبِيِّ ﷺ قال: «كانَ دَاوُدُ عليهِ السَّلامُ لا يَأْكُل إلَّا مِن عَمَلِ يَدِهِ» رواه البخاري.

۳ / ۵۴۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، كتاب الأنبياء، وكتاب التفسير.

٥٤٢ ـ وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «كانَ زَكَرِيَّا عليه السلامُ نجَّاراً» رواه مسلم.

۴ / ۵۴۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل زكريا عليه السلام.

٥٤٣ ـ وعن المِقدَام بنِ مَعْدِيْكَربَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَيْراً مِن أَن يَأْكُلَ مِن عَمَلِ يَدِه، وَإِنَّ نبيَّ اللهِ دَاوُدَ ﷺ كان يَأْكُلُ مِن عَمَلِ يَدِهِ» رواه البخاري.

۵ / ۵۴۳ حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا' کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور اللہ کے پیغمبر حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده.

۵۴۳- فوائد: ان تمام احادیث کا مفاد یہ ہے کہ ہاتھوں سے یعنی محنت' مزدوری اور دستکاری کے ذریعے سے کما کر کھانا نہایت پسندیدہ اور افضل عمل ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے ہاتھوں سے محنت کی ہے۔ اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب ظاہری کا اختیار کرنا ضروری ہے ان کے ذریعے سے ہی اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے۔ اسلئے اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ صحیح توکل یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اسباب و وسائل اختیار کئے جائیں اور پھر انجام اور معاملے کو اللہ کے سپرد کردیا جائے۔ ایک یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی بھی ہنرمندی اور دستکاری کو حقیر اور ان کے کرنے والوں کو کمتر نہ سمجھا جائے بلکہ ایسے لوگ معاشرے میں تکریم و احترام کے مستحق ہیں کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلنے والے ہیں‘ نہ کہ ان کو معاشرے میں حقیر سمجھا جائے۔ جیسا کہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ہے۔ ہم لوگوں نے بعض پیشوں کو بہت حقیر سمجھ رکھا ہے اور اسی حساب سے ان اصحاب حرفت (پیشے والوں) کو کمتر اور ادنیٰ سمجھا جاتا ہے حالانکہ نہ کوئی پیشہ حقیر ہے اور نہ پیشے والا کمتر۔

٦٠ ـ بابُ الْكَرَمِ وَالْجُودِ وَالإنْفَاقِ فِي وُجُوهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللهِ تَعَالَى

قال الله تعالى: ﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ﴾ [سبأ: ٣٩] وقال تعالى: ﴿وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [البقرة: ٢٧٢] وقال تعالى: ﴿وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٧٣].

۶۰۔ کرم و سخاوت کا اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے خیر (نیکی) کے کاموں پر خرچ کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کچھ بھی تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

اور فرمایا: اور جو کچھ تم خرچ کرو گے پس اس کا فائدہ تمہیں ہی ہوگا اور تم جو بھی خرچ کرتے تو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

نیز فرمایا: جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

فائدہ آیات: ان آیات میں خرچ کرنے سے مراد نیکی اور اللہ کی پسندیدہ راہوں میں خرچ کرنا ہے۔ اس کی بابت ایک بات تو یہ کہی گئی ہے تمہارا خرچ کیا ہوا ضائع نہیں جائے گا‘ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ (دنیا یا آخرت یا دونوں جگہ) عطا فرمائے گا۔

(۲) تاہم یہ خرچ ریاکاری اور شہرت و ناموری کی غرض سے نہ ہو کیونکہ اس صورت میں ثواب کی بجائے عذاب اور رضائے الٰہی کی بجائے اس کا غضب حصے میں آئے گا۔ اس لئے یہ خرچ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

(۳) تمہاری خرچ کی ہوئی ایک ایک پائی کا علم اللہ کو ہے‘ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔

٥٤٤ ـ وعَنِ ابن مسعودٍ رضي الله

۱/ ۵۴۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی

عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لا حَسَدَ إلَّا في اثنتَين: رَجُلٌ آتاهُ اللهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلى هَلَكَتِهِ في الحَقِّ، وَرَجُلٌ آتاه اللهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا» متفقٌ عليه.

معناه: يَنبَغِي أَن لا يُغبَطَ أَحَدٌ إلَّا على إحدَى هَاتَينِ الخَصْلَتَيْنِ.

کریم ﷺ نے فرمایا' صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کی ہمت و توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے علم و حکمت سے نوازا' پس وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی پر رشک نہ کیا جائے سوائے ان دو خصلتوں کے کسی ایک پر۔ یعنی ان پر رشک کرنا درست ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة، وكتاب الزكاة، وغيرهمافي كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلّمه.

۵۴۴۔ فوائد: حسد' ایک نہایت مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کے امن و سکون کو برباد کردیتی ہے۔ حسد کے معنی ہیں' کسی پر اللہ کا انعام ہو تو اسے دیکھ کر کڑھنا اور اس کے زوال کی آرزو کرنا۔ یہ حرام ہے اور اس سے انسان کی نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں۔ ایک اور چیز "غبطہ" ہے جسے اردو میں رشک کرنا کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے اور اس کا مطلب ہے' کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر خوش ہونا اور یہ آرزو کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی یہ نعمت عطا فرمائے۔ اس حدیث میں غبطہ کو بھی حسد سے تعبیر کیا گیا ہے' یہ حسد الغبطہ ہے' مطلق حسد نہیں کیونکہ وہ تو جائز ہی نہیں ہے۔

بہرحال اس حدیث سے ایسے مال دار کی فضیلت واضح ہے جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو صرف اپنی ذات پر ہی خرچ نہیں کرتا بلکہ اسے غرباء و مساکین اور دین کی نشرو اشاعت پر خرچ کرتا ہے۔ اسی طرح دین کا علم حاصل کرنے والے کی فضیلت کا بیان ہے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتا اور دوسروں کو بھی قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر شخص کو یہ آرزو کرنی چاہیے کہ مال کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا وافر جذبہ بھی اسے ملے اور دینی علوم اور اس کی حکمت سے وہ بہرہ ور ہو تاکہ انبیاء کی جانشینی کا شرف اسے حاصل ہو اور اس کا حق اچھی طرح ادا کرسکے۔ جعلنا الله منهم

٥٤٥ ـ وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّكم مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إليه مِن مَالِه؟» قالُوا: يا رَسولَ اللهِ! مَا مِنَّا أَحَدٌ إلَّا مَالُه أَحَبُّ إليه. قال: «فَإِنَّ مَالَه ما قدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ ما أَخَّرَ» رواه البخاري.

۲/ ۵۴۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا ہی مال سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' پس انسان کا

مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ و خیرات) کرکے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب ما قدّم من ماله فهو له.

۵۴۵- فوائد: اس میں بڑے حکیمانہ انداز سے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو اجاگر اور ذہن نشین کیا گیا ہے کہ انسان کا اصل مال تو وہی ہے جو وہ مال کی محبت کو نظرانداز کرکے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی راہ میں اور اس کی پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرے گا کیونکہ روز قیامت یہی مال اس کے کام آئے گا۔ اس کے علاوہ تو اس نے کھا پہن کر ختم کردیا اور اپنے پیچھے چھوڑ گیا' وہ اس کے ورثا کے کام آگیا۔ اس میں اس امر کی ترغیب ہے کہ انسان کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے۔

٥٤٦ ـ وعَن عَدِيِّ بنِ حاتم رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» متفقٌ عليه.

۳/ ۵۴۶ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب طيب الكلام، وكتاب الزكاة، وغيرهمامن كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث علي الصدقة ولو بشق تمرة.

۵۴۶- فوائد: یہ حدیث باب الخوف' رقم ۱۰/ ۴۰۶ و باب بیان کثرۃ طرق الخیر' رقم ۱۳۹ میں بھی گزر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسب استطاعت اللہ کی راہ میں تھوڑا سا خرچ کرکے بھی اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔

٥٤٧ ـ وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: ما سُئِلَ رسولُ اللهِ ﷺ شَيْئاً قَطُّ فقالَ: لا. متفقٌ عليه.

۴/ ۵۴۷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپؐ نے جواب میں "نہیں" فرمایا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء، وما يكره من البخل ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل النبي ﷺ، باب ما سئل الرسول ﷺ شيئا قط فقال لا.

۵۴۷- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق' کرامت نفس اور جود و سخاوت کا بیان ہے کہ سائل کے سوال پر آپؐ کی زبان مبارک سے کبھی "نہیں" کا لفظ نہیں نکلا بشرطیکہ آپؐ کے پاس وہ چیز موجود ہوتی' بلکہ بعض دفعہ آپؐ قرض لے کر بھی سائل کی حاجت پوری فرمادیتے' یہ بھی ممکن نہ ہوتا تو اس سے وعدہ فرمالیتے۔ ﷺ

٥٤٨ ـ وعن أبي هُريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِن يَوْم

۵/ ۵۴۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہر دن' جس میں بندے صبح کرتے

يُصْبِحُ العِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً، وَيَقُولُ الآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً» متفقٌ عليه.

ہیں، دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے حصے میں ہلاکت کر۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب قوله تعالى ﴿فأما من أعطي واتقي﴾ - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في المنفق والممسك.

۵۴۸- فوائد: جس خرچ پر دعائے خیر کی نوید ہے اس سے مراد صدقات نافلہ و واجبہ کے علاوہ اہل و عیال اور مہمانوں وغیرہ پر خرچ کرنا ہے اور جس امساک (ہاتھ روک رکھنے) پر بددعا ہے وہ زکوٰۃ و صدقات اور مستحبات پر خرچ نہ کرنا ہے۔ ہلاکت سے مراد مال کی ہلاکت ہے یا بخیل کی اپنی ہلاکت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

٥٤٩ - وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «قالَ اللهُ تعالى: أَنفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْكَ» متفقٌ عليه.

۶/ ۵۴۹ سابق راوی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر، تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى ﴿وكان عرشه علي الماء﴾ وكتاب النفقات - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث علي النفقة وتبشير المنفق بالخلف.

۵۴۹- فوائد: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے پر خرچ کیا جائے گا، کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ اسے فراخی اور بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔

٥٥٠ - وعنْ عبد الله بن عَمْرو بن العَاص رضي الله عنهما أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رسولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الإِسْلامِ خَيْرٌ؟ قال: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ» متفقٌ عليه.

۷/ ۵۵۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اس کی کون سی خصلت یا کون سی خصلت والا شخص بہتر ہے؟) آپؐ نے فرمایا، تم کھانا کھلاؤ، لوگوں کو سلام کرو، چاہے تم پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل؟.

۵۵۰- فوائد: (ا) کھانا کھلانے میں کسی کو صدقے کے طور پر یا ہدیے کے طور پر یا مہمان نوازی کے طور پر کھلانا شامل ہے۔ علاوہ ازیں اس سے مراد ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کردینا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بھوکا ہے تو اسے کھانا کھلایا جائے۔ ننگا ہے تو اسے لباس پہنایا جائے، بیمار ہے تو علاج کروایا جائے۔ مقروض ہے تو اسے قرض کے

بوجھ سے نجات دلائی جائے۔ وعلی ھذا القیاس

(۲) سلام کرنے سے مراد، کثرت سے سلام کا پھیلانا ہے اس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی اور نفرت و عداوت دور ہوتی ہے۔

٥٥١ ـ وعنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعلاها مَنِيحَةُ العَنْزِ ما مِن عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْها رَجَاءَ ثَوَابِها وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا إلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ تعالى بهَا الجَنَّةَ» رواه البخاري.

۸ / ۵۵۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ چالیس خصلتیں ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ، دودھ کے لئے بکری کا عطیہ دینا ہے۔ جو شخص بھی ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر، ثواب کی امید سے اور اس پر کئے گئے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے، عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری)

وقد سبق بيان هذا الحديث في باب بَيَان كَثرَةِ طُرق الخَيْرِ.

اس حدیث کا بیان باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکا ہے۔ (دیکھو رقم ۲۲ / ۱۳۸)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب فضل المنيحة .

۵۵۱- فوائد: مینحۃ اس جانور (بکری یا اونٹنی وغیرہ) کو کہتے ہیں جو صرف دودھ یا اون لینے کے لئے عطیے کے طور پر دیا جائے اور اس کے بعد اسے لوٹا دیا جائے۔ یہ بھی ایک احسان اور اچھی خصلت ہے۔ حدیث میں وارد شدہ چالیس خصلتوں کو بعض علماء نے اپنے اپنے طور پر شمار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس میں ہر خیر کی خصلت آجاتی ہے اور انہیں شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب خود رسول اللہ ﷺ نے اسے مبہم رکھا ہے تو پھر دوسرا اسے کیوں کر متعین کر سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اس ابہام میں شاید یہ حکمت ہو تا کہ کسی بھی نیکی کے کام کو حقیر نہ سمجھا جائے، چاہے وہ کتنا بھی تھوڑا ہو۔

٥٥٢ ـ وعن أبي أُمَامَةَ صُدَيِّ بن عَجْلانَ رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «يَا ابْنَ آدَمَ! إنَّكَ أَن تَبْذُلَ الفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلا تُلامُ عَلى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَاليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى» رواه مسلم.

۹ / ۵۵۲ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو زائد از ضرورت مال خرچ کردے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر تو اسے روک کر رکھے گا تو یہ تیرے لئے برا ہوگا اور تجھے برابر سرابر روزی پر ملامت نہیں کی جائے گی اور ابتداء اپنے اہل و عیال کے ساتھ کر۔ اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تخریج: سبق ذكره في باب فضل الجوع برقم ٥١٠.

۵۵۲- فائدہ: یہ حدیث باب فضل الجوع رقم ۲۰ / ۵۱۰ میں گزر چکی ہے۔ یہاں انفاق فی سبیل اللہ کے باب میں، باب کی مناسبت کی وجہ سے دوبارہ لائے ہیں۔

٥٥٣ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: مَا سُئِلَ رسولُ اللهِ ﷺ على الإسْلامِ شَيْئاً إلَّا أَعْطاه، وَلَقَد جَاءَهُ رَجُلٌ، فَأَعْطَاهُ غَنماً بَيْنَ جبَلَيْن، فرَجَعَ إلى قوْمِهِ فقَالَ: يَا قَوْم! أَسْلِمُوا؛ فَإِنَّ مُحَمَّداً يُعْطِي عَطَاءَ مَنْ لَا يَخْشَى الفقْرَ، وَإنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إلَّا الدُّنْيَا، فَمَا يَلْبَثُ إلَّا يَسِيراً حَتَّى يَكُونَ الإسْلامُ أَحَبَّ إلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا. رواه مسلم.

۱۰ / ۵۵۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام (کے نام) پر (یعنی نو مسلم کی طرف سے) کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپؐ نے وہ ضرور دی۔ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں' اسے دے دیں' وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہا' اے میری قوم! اسلام قبول کرلو' اس لئے کہ محمد (ﷺ) اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یقیناً ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجاتا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب فضائل النبي ﷺ، باب ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط. . .

۵۵۳- فوائد: اس میں مؤلفۃ القلوب (نومسلموں) کو تالیف قلب کے طور پر مال دینے کا جواز ہے تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہوجائیں۔ اس تالیف قلب کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اگر ابتداءً قبول اسلام میں حصول دنیا کا جذبہ شامل بھی ہوتا تو تھوڑے عرصے بعد یہ جذبہ دل سے نکل جاتا اور وہ نہایت مخلص مسلمان بن جاتا۔ اس کی اسی حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مؤلفۃ القلوب کو ایک مصرف زکوٰۃ بھی قرار دیا ہے۔ یعنی زکوٰۃ کی رقم بھی اس مد پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ احناف کے نزدیک اس مد پر خرچ کرنا اب جائز نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس مد پر قیامت تک زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ آج بھی اس کی ضرورت ہے۔ اگر نو مسلموں کی تالیف قلب کا صحیح اہتمام ہو تو آج بھی اس کے فوائد ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں بھی اس مد پر خرچ کرنے کی کافی ضرورت ہے۔

٥٥٤ - وعن عُمَرَ رضي الله عنه قال: قَسَمَ رسولُ اللهِ ﷺ قَسْماً، فَقُلْتُ: يا رسولَ اللهِ! لَغَيْرُ هؤُلاءِ كَانُوا أَحَقَّ بِهِ مِنْهُم؟ قال: «إنَّهُمْ خَيَّرُونِي أَنْ يَسْأَلُونِي بِالْفُحْشِ، أَوْ يُبَخِّلُونِي، وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ» رواه مسلم.

۱۱ / ۵۵۴ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو میں نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! ان کے مقابلے میں (جن کو آپؐ نے دیا ہے) دوسرے لوگ زیادہ حقدار تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے میرے بارے میں دو باتوں میں سے ایک نہ ایک اختیار کرکے مجھے مجبور کردیا یا تو یہ مجھ سے سختی سے سوال کرتے' پس مجھے ان کو دینا پڑتا یا یہ مجھے بخیل قرار دیتے حالانکہ میں بخل کرنے والا نہیں ہوں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في الكفاف والقناعة،

۵۵۴- فوائد: ان میں بھی ان نومسلموں کا ہی ذکر ہے جنہیں ابھی اسلام کا اور آداب رسالت کا علم نہیں تھا۔ اسی لاعلمی اور ضعف ایمان کے سبب ایسا رویہ اختیار کرتے جو نامناسب یا استخفاف رسالت کا باعث ہوتا۔ اس چیز نے آپ ؐ کو مجبور کردیا کہ پہلے آپ ؐ انہیں دیں تاکہ ان سے مذکورہ کمزوریوں کا صدور نہ ہو۔ اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور صفت عفو و درگزر کے ساتھ ساتھ اسی تالیف قلب کا اہتمام ہے جس کا ذکر اس سے پہلے گزرا‘ تاکہ ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایمان راسخ ہوجائے اور دنیوی مفادات سے بالاتر ہوکر مخلص مسلمان بن جائیں۔

۱۲ / ۵۵۵ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک وقت وہ جنگ حنین سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے آرہے تھے کہ کچھ اعرابی (دیہاتی) آپ ؐ سے چمٹ کر سوال کرنے لگے یہاں تک کہ آپ ؐ کو مجبور کرکے کیکر کے ایک درخت کے پاس لے گئے۔ پس آپ ؐ کی چادر بھی اس (درخت کے کانٹوں) نے اچک لی (یعنی اس میں پھنس کر آپ ؐ کے جسم سے اتر گئی) نبی ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا‘ میری چادر تو مجھے دو۔ اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی اونٹ (یا چوپائے) ہوتے تو میں یقیناً انہیں تمہارے درمیان تقسیم کردیتا‘ پھر تم مجھے بخیل پاتے‘ نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔ (بخاری)

مقفلہ‘ لوٹنے کے دوران میں۔ سمرۃ‘ ایک قسم کا درخت ہے۔ عضاہ خاردار درخت۔

٥٥٥ ـ وعن جُبَيْرِ بنِ مُطْعِمٍ رضيَ الله عنه أنه قال: بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ النَّبيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِن حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ الأعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ، حَتَّى اضْطَرُّوهُ إلى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ النَّبيُّ ﷺ فقال: «أَعْطوني رِدَائي، فَلَوْ كَانَ لي عَدَدُ هذهِ العِضَاهِ نَعَماً، لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لا تَجِدُونِي بَخِيلاً وَلا كَذَّاباً وَلا جَبَاناً» رواه البخاري. «مَقْفَلَهُ» أَيْ: حَال رُجُوعِهِ. وَ «السَّمُرَةُ»: شَجَرَةٌ. وَ «العِضَاهُ»: شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ.

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما كان ﷺ يعطي المؤلفة قلوبهم.

۵۵۵- فوائد: اس میں بھی تالیف قلب کے طور پر دینے کے مسئلے کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ہے کہ کس طرح آپ ؐ صبر و حلم کے ساتھ دیہاتیوں کی سختی اور ان کی بدویت کو برداشت فرماتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے اندر بخل‘ دروغ گوئی اور بزدلی جیسی مذموم صفات نہیں ہونی چاہئیں نیز بوقت ضرورت اپنی صفات حمیدہ کا ذکر کرنا بھی جائز ہے‘ تاکہ جاہل لوگ بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔ ایسے موقعے پر یہ وضاحت فخر و ریا میں شامل نہیں ہوگی جو مذموم فعل ہے۔

۱۳ / ۵۵۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ صدقے نے کبھی مال نہیں گھٹایا اور عفو درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی

٥٥٦ ـ وعن أبي هُرَيرةَ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْداً بِعَفْوٍ إلَّا

عِزّاً، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لله إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ» رواه مسلم.

عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع.

۵۵۶- فوائد: اس میں تین حقیقتوں کا بیان ہے۔ (ا) صدقے سے مال' کم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ مال میں برکت عطا کرکے اس کی تلافی فرما دیتا ہے یا بعض دفعہ اس کا معاوضہ عطا کردیتا ہے۔ علاوہ ازیں آخرت میں اس پر جو اجر و ثواب ملے گا' اس سے تو یقیناً اس کے نقصان مال کی تلافی ہوجائے گی۔ (۲) انسان سمجھتا ہے کہ میں عفو و درگذر سے کام لوں گا تو لوگ مجھے کمزور خیال کریں گے' اس میں میری سبکی اور توہین ہے لیکن اس حدیث میں اس کے برعکس یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے' کمی نہیں کرتا۔ کیونکہ معاف کرنے سے لوگوں کے دلوں میں اس کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ یا اس عفو و درگزر پر آخرت میں اس کو جو اجر و ثواب ملے گا' اس سے اس کے مقام و منزلت میں اور زیادہ اضافہ ہوجائے گا۔ (۳) اس طرح تواضع اور فروتنی کرنے والوں کی عظمت و رفعت بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے یا پھر آخرت میں انہیں بلند مرتبوں سے نوازے گا۔

٥٥٧ ـ وعـن أبـي كَبشَـةَ عَمْرَو بْنِ سَعدِ الأَنمَارِيِّ رضي الله عنه أنه سمعَ رسولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «ثَلاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثاً فَاحْفَظُوهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ الله عِزًّا، وَلا فتحَ عَبْدٌ بَابَ مَسأَلَةٍ إِلَّا فتَحَ اللهُ عَلَيهِ بَابَ فَقْرٍ ـ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ـ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثاً فَاحْفَظُوهُ. قال: إِنَّمَا الدُّنْيَا لأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً وَعِلْماً، فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقّاً، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ المَنَازِلِ. وَعَبدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلماً، وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً، وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْماً، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلا يَصِلُ فِيهِ

۱۴ / ۵۵۷ حضرت ابو کبشہ عمرو بن سعد انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور ایک بات تمہیں بتاتا ہوں' اسے یاد رکھو۔ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا' جس پر ظلم کیا جائے' وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے (آپ نے فقر فرمایا یا اس جیسا ہی کوئی اور کلمہ) اور ایک بات میں تمہیں بتاتا ہوں' پس اسے یاد رکھو (فرمایا) دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ بندہ' جسے اللہ نے مال اور علم عطا کیا پھر وہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور رشتے داروں سے حسن سلوک (صلہ رحمی) کرتا ہے اور ان میں جو اللہ کا حق ہے' اسے پہچانتا (اور اسے ادا کرتا) ہے تو یہ شخص جنت کے سب سے افضل درجوں میں ہوگا اور (دوسرا) وہ بندہ ہے جسے اللہ نے علم تو دیا مگر مال نہیں دیا۔ پس وہ سچی نیت رکھتا اور کہتا ہے

رَحِمَهُ، وَلا يَعْلَمُ للهِ فِيهِ حَقّاً، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ المَنَازِلِ. وَعَبدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالاً وَلا عِلْماً، فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلانٍ، فَهُوَ نِيَّتُهُ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

اگر میرے پاس مال ہوتا تو یقیناً میں بھی فلاں آدمی کی طرح عمل (خرچ) کرتا۔ پس (جب) اس کی نیت یہ ہے تو اس کا اور پہلے شخص کا اجر برابر ہے اور (تیسرا) بندہ وہ ہے جسے اللہ نے مال دیا اور علم نہیں دیا پس وہ بغیر علم کے اندھا دھند طریقے سے خرچ کرتا ہے اس کے بارے میں نہ اپنے رب سے ڈرتا ہے' نہ اس میں' رشتے داروں کے جو حقوق ہیں' وہ ادا کرتا ہے اور نہ اللہ کا کوئی حق اس میں پہچانتا ہے۔ یہ سب سے بدتر مرتبے والا ہے اور (چوتھا) وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال دیا نہ علم' لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں آدمی کی طرح عمل (اندھا دھند خرچ) کرتا۔ پس (جب) اس کی نیت یہ ہے تو ان دونوں (اس کا اور تیسرے بندے) کا گناہ برابر ہے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر.

۵۵۷- فوائد: اس میں اچھی یا بری نیت سے مراد پختہ نیت یعنی عزم (پکا ارادہ) ہے کیونکہ عزم پر ہی ثواب یا عقاب ہے۔ اس میں مال کی فضیلت بھی ہے بشرطیکہ اس میں حدود شرعیہ کا خیال رکھا جائے اور مال کی مذمت اور اس کی خطرناکی کا بیان بھی جب کہ اس میں اللہ کی ہدایات کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ اسی طرح علم شریعت کی فضیلت ہے اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے اور جہل کی مذمت اور اس کے نقصانات کا بیان کہ یہ جہالت انسان کو محارم میں مبتلا کردیتی ہے۔

٥٥٨ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فقالَ النبيُّ ﷺ: «مَا بَقِيَ مِنْهَا؟»، قالت: ما بقِيَ منها إلَّا كَتِفُهَا، قال: «بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا» رواه الترمذي وقال: حديث صحيح. معناه: تَصَدَّقُوا بها إلَّا كَتِفَهَا، فقال: بَقِيَتْ لَنَا في الآخِرَةِ إلَّا كَتِفَهَا.

۱۵ / ۵۵۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی ﷺ نے پوچھا اس کا کتنا حصہ باقی ہے؟ انہوں نے کہا' صرف ایک دستی باقی ہے۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا' سب ہی باقی ہے' سوائے ایک دستی کے۔ (ترمذی' حسن صحیح)

اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے دستی کے علاوہ سب صدقہ کردیا تھا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ صدقہ شدہ سارا حصہ ہمارے لئے باقی رہا کیونکہ آخرت میں اس کا اجر ملے گا اور دستی باقی نہیں رہی کیونکہ اسے خود کھایا جس پر آخرت میں اجر نہیں ملے گا۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة.

۵۵۸- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو خود ہی سب کچھ نہیں کھاجانا چاہیے بلکہ صدقہ و خیرات کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے تاکہ یہ چیز اس کے آخرت میں کام آئے۔

٥٥٩ ـ وعن أسماءَ بنتِ أبي بكرِ الصديق رضي الله عنهما قالت: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «لا تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ». وفـي روايـةٍ: «أَنْفِقِـي أَوِ انفَحِـي، أَوِ انْضِحِـي، وَلا تُحْصِـي، فَيُحْصِـي اللهُ عَلَيْكِ، وَلا تُوعِي فَيُوعِي اللهُ عَلَيْكِ» متفقٌ عليه. وَ «انْفَحِي» بالحاءِ المهملة: وهو بمعنى أَنْفِقِي، وكذلك: «انْضِحِي».

۱۶ / ۵۵۹ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بندھن باندھ کر نہ رکھو (بلکہ خرچ کرتی رہو) ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر بندھن باندھے گا (یعنی تمہیں نہیں دے گا)

ایک دوسری روایت میں ہے خرچ کرو اور گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر دے گا اور سینت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

انفحی' حاء کے ساتھ' اور انضحی (ضاد کے ساتھ) ان کا معنی بھی انفقی (خرچ کرو) ہی ہے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقة ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث علي الإنفاق وكراهة الإحصاء.

۵۵۹- فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اصول کا تذکرہ ہے اور وہ یہ کہ وہ جزاء جنس عمل سے ہی دیتا ہے- یعنی جیسا عمل ویسا ہی بدلہ- بے حساب اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تو بے حساب ہی بدلہ دے گا' گن گن کر خرچ کروگے تو وہ بھی گن گن کر ہی دے گا- سینت کر رکھو گے' خرچ نہ کرو گے تو وہ بھی دینا بند کردے گا-اس میں اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرنے کی ترغیب اور بخل اور امساک پر سخت وعید و تہدید ہے-

٥٦٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه أنه سمع رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَثَلُ البَخِيلِ وَالمُنْفِقِ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إلى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّـا المُنْفِـقُ فَـلا يُنْفِـقُ إلَّا سَبَغَـتْ، أَوْ وَفَرَتْ على جلدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا البَخِيلُ فَلا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئاً إلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُـوَسِّعُهَـا فَـلا تَتَّسِـعُ» متفـقٌ عليـه.

۱۷ / ۵۶۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہیں' ان کے بدن پر سینے سے ہنسلی تک لوہے کی زرہیں ہیں- پس خرچ کرنے والا' خرچ کرتا ہے تو یہ زرہ اس کے بدن پر فٹ بیٹھ جاتی ہے یا پوری آجاتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں کے پوروں کو چھپالیتی ہے اور اس کے نشان قدم کو ظاہر نہیں ہونے دیتی اور بخیل چونکہ کچھ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا اس لئے زرہ کا

وَ «الجُنَّةُ»: الدِّرْعُ. وَمَعنَاهُ: أَن المُنْفِقَ كُلَّمَا أَنْفَقَ سَبغَتْ، وَطَالَتْ، حَتَّى تجُرَّ وَرَاءَهُ، وَتُخْفِـي رِجْلَيـهِ وأَثَـرَ مَشيِـه وَخُطُوَاتِهِ.

ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے' پس وہ اسے ڈھیلا کرتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔ (بخاری و مسلم)

الجنۃ (ج کے ضمہ کے ساتھ) کے معنی ہیں زرہ۔ اور مطلب ہے کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ زرہ مکمل اور لمبی ہوجاتی ہے حتیٰ کہ اس کے پیچھے سے گھسٹنے لگتی ہے اور اس کے پیروں کو' اس کے چلنے کے نشان اور قدموں کو چھپالیتی ہے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الزکاة، باب مثل البخیل والمتصدق ـ وصحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب مثل المنفق والبخیل.

۵۶۰۔ فوائد: اس تشبیہ کا مطلب ہے کہ صدقہ انسان کو اس طرح چھپالیتا ہے جیسے ایک پوری زرہ' جو پیروں تک ہو' اس کے بدن کو حتیٰ کہ اس کے قدم اور نشان قدم کو بھی چھپالیتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں صدقہ کرنے والے کے لئے خوشخبری ہے کہ اس کے مال میں برکت اور اس کی حفاظت و صیانت ہوگی۔ اس لئے کہ صدقے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں جبکہ بخیل کے لئے وعید ہے کہ پردہ پوشی کی بجائے اس کی پردہ دری ہوگی اور وہ بلاؤں کا نشانہ ہوگا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سخی آدمی جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے سینہ فراخ ہوجاتا ہے اور وہ خوشی خوشی کشادہ دستی کا مظاہرہ کرتا ہے ۔اس کے برعکس جب بخیل کے سامنے خرچ کرنے کا معاملہ آتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور وہ اپنا ہاتھ بند کرلیتا ہے۔ اس میں سخی کے لئے بشارت اور بخیل کے لئے وعید ہے۔

٥٦١ ـ وعنـه قـالَ: قـالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَصَدَّقَ بعِدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبِ طَيِّبٍ، وَلا يَقْبَلُ اللهُ إلَّا الطَّيِّبَ، فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلُهَا بيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيها لِصَاحِبهَا، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الجَبَلِ» متفقٌ عليه.

۱۸/ ۵۶۱ سابق راوی سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص پاکیزہ (حلال) کی کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ صدقہ قبول ہی پاکیزہ کمائی کا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے' پھر وہ اسے صاحب صدقہ کے لئے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے ایک شخص اپنے بچھیرے کو پالتا اور بڑھاتا ہے یہاں تک کہ (وہ کھجور برابر صدقہ) پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

«الفَلُوُّ» بفتح الفاءِ وضم اللام وتشديد الواو، ويقال أَيضاً: بكسر الفاءِ وإسكان اللام وتخفيف الواو: وهو المُهْرُ.

الفلو' فاء پر زبر' لام پر پیش اور واؤ مشدد اور اسے فلو فاء پر زیر' لام ساکن اور واؤ بغیر شد کے' بھی پڑھا جاتا ہے۔ معنی ہیں گھوڑے کا بچہ۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها.

۵۶۱- فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت' ہاتھ کا ذکر ہے- اس پر بغیر تاویل اور تشبیہ کے ایمان رکھنا ضروری ہے یعنی یہ کہ اللہ کے بھی ہاتھ ہیں' جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہیں ہم اسے کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے نہ اس کی کیفیت ہی بیان کرسکتے ہیں اور نہ یہ تاویل ہی جائز ہے کہ ہاتھ میں لینا' قبول کرنے سے کنایہ ہے وغیرہ- اس حدیث سے واضح ہے کہ حرام آمدنی سے کئے گئے صدقے کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں اور حلال کمائی سے کیا گیا کھجور کے برابر بھی صدقہ' اجر و ثواب میں پہاڑ کی طرح ہوجائے گا-

٥٦٢ ـ وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «بَيْنَما رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلاةٍ مِنَ الأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتاً فِي سَحَابَةٍ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلانٍ، فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فإذا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ المَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ المَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ المَاءَ بِمِسْحَاتِهِ، فقال له: يَا عَبْدَ اللهِ! ما اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلانٌ، لِلاسْمِ الَّذي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ، فقال له: يا عَبْدَ اللهِ! لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتاً في السَّحَابِ الَّذِي هذَا مَاؤُهُ يَقُولُ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلانٍ، لِاسْمِكَ، فما تَصْنَعُ فِيهَا؟ فقالَ: أَمَّا إذْ قُلْتَ هٰذَا، فَإِنِّي أَنْظُرُ إلى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثاً، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ» رواه مسلم. «الحَرَّةُ»: الأَرضُ المُلْبَسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ. وَ«الشَّرْجَةُ» بفتح الشين المعجمة وإسكان الراءِ وبالجيم: هِيَ مَسِيلُ الماءِ.

۱۹ / ۵۶۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا- ایک وقت ایک آدمی ایک صحرا میں چلا جارہا تھا کہ اس نے بدلی سے ایک آواز سنی' فلاں کے باغ کو سیراب کر- پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا' پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کرلیا (اور پانی چلنے لگا) یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جاکر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا' اپنی کسی (اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے اس نے اس سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتلایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا' پس باغبان نے اس سے کہا' اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا' میں نے اس بادل میں' جس کا یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے' میں نے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر- اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے؟ (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لئے اللہ نے بادل کو حکم دیا) اس باغ والے نے کہا جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا ہوں' تیسرا حصہ میری اور میرے اہل و عیال کی خوراک ہوجاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر

دوبارہ لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

الحرۃ، سیاہ پتھریلی زمین۔ الشرجۃ، شین پر زبر، راء ساکن اور جیم۔ پانی کا نالہ یا پانی کی گزرگاہ۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب الصدقة في المساكين حديث رقم ٢٩٨٤.

۵۶۲۔ فوائد: اس میں بھی صدقہ و خیرات کی فضیلت کے علاوہ کشف و کرامت کا بیان ہے کہ ایک انسان نے بادل سے آواز سن لی جو ایک خرق عادت بات ہے لیکن یہ کشف و کرامت، یا معجزہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ جب چاہے کشف و کرامت کے ذریعے سے کوئی اَنْ ہونا کام کرکے دکھا سکتا ہے جیسا کہ بعض لوگ ایسا دعویٰ کرتے اور اس کی بنیاد پر سادہ لوح عوام کو لوٹتے اور انہیں گمراہ کرتے ہیں۔

٦١ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

قال الله تعالى: ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَٱسْتَغْنَىٰ ۝٨ وَكَذَّبَ بِٱلْحُسْنَىٰ ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ ۝١٠ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُۥٓ إِذَا تَرَدَّىٰٓ﴾ [الليل: ٨ ـ ١١] وقال تعالى: ﴿وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [التغابن: ١٦].

۶۱۔ بخل اور حرص کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا، تو ہم اس کے لئے تنگی کا سامان مہیا کردیتے ہیں (یعنی ایسی راہ پر لگا دیتے ہیں جس کا انجام برا ہے) اور اس کا مال اس کے کام نہیں آئے گا۔ جب وہ ہلاک ہوگا (یا جب جہنم میں گرے گا)۔

اور فرمایا: اور جو اپنے نفس کے بخل اور حرص سے بچالیا گیا پس وہی کامیاب ہے۔

فائدہ آیات: بخل اور شح کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ تاہم بعض کہتے ہیں کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا، بخل ہے اور لوگوں کے مال کو ناجائز طریقے سے ہڑپ کرجانا شح ہے اور یہ بخل سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے مال میں سے زکوۃ ادا کرتا اور حسب ضرورت صدقہ و خیرات کرتا اور مال حاصل کرنے کے لئے کوئی ناجائز حربہ اور ذریعہ اختیار نہیں کرتا وہ گویا شح نفس سے بچالیا گیا جو اس کے عنداللہ کامیاب ہونے کی دلیل ہے اور اس کے برعکس رویہ بخل اور شح ہے جو انسان کی تباہی و بربادی کی علامت ہے۔ عصمنا الله منه

وأما الأحاديث فتقدمت جملة منها في الباب السابق.

اس سلسلے کی کچھ احادیث، ماقبل کے باب میں گزر چکی ہیں (یہاں ایک اور حدیث ذکر کی جاتی ہے):

٥٦٣ ـ وعن جابر رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قالَ: «اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ

۱/ ۵۶۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ظلم کرنے سے بچو، اس لئے کہ ظلم، قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا اور شح (بخل و حرص) سے بچو، اس لئے کہ اسی شح نے تم سے پہلے

على أَن سَفكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُم» رواه مسلم.

لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس شح نے ہی انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خون ریزی کریں اور حرام کردہ چیزوں کو انہوں نے حلال سمجھ لیا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم.

٦٢ ـ بَابُ الْإِيثَارِ وَالْمُوَاسَاةِ

۶۲۔ ایثار و قربانی اور ہمدردی و غم خواری کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ [الحشر: ٩] وقال تعالى: ﴿ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾ [الإنسان: ٨] إلى آخر الآيات.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود بھوکے ہی ہوں۔

اور فرمایا: اور وہ اللہ کی محبت کی وجہ سے' مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

فائدہ آیات: ان دونوں آیات میں مومنوں کا یہ کردار بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی محبت یا مال کی محبت کے باوجود اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔

٥٦٤ ـ وَعَنْ أَبي هُرِيرَةَ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النَّبيِّ ﷺ فقال: إنِّي مَجْهُودٌ، فَأَرْسَلَ إلى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقَالت: وَالَّذي بَعَثَكَ بالحَقِّ مَا عِندِي إلَّا مَاءٌ، ثم أَرْسَلَ إلى أُخْرَى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثلَ ذٰلكَ: لا والَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ! مَا عِندِي إلَّا مَاءٌ. فقال النبيُّ ﷺ: «مَنْ يُضيفُ هٰذا اللَّيْلَةَ؟» فقال رَجُلٌ مِن الأنصَارِ: أنَا يَا رسُولَ اللهِ! فَانْطَلَقَ بهِ إلى رَحْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رسولِ اللهِ ﷺ. وفي روايةٍ قال لِامْرَأَتِهِ: هَلْ عِندَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: لا، إلَّا قُوتَ صِبيانِي. قال: عَلِّلِيهِمْ بشَيْءٍ، وَإذَا أَرَادُوا العَشَاءَ فَنوِّمِيهم، وَإذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا، فَأَطفِئي السِّرَاجَ، وَأَرِيهِ أَنَّا

۱ / ۵۶۴ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں (بھوک سے) نڈھال ہوں۔ پس آپؐ نے اپنی بعض ازواج مطہراتؓ کی طرف پیغام بھیجا' انہوں نے جواب دیا' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپؐ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا' اس نے بھی اس کی مثل جواب دیا' حتیٰ کہ سب ہی نے یہی کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا۔ آج کی رات کون اس کی مہمانی کرے گا؟ تو ایک انصاری آدمی نے کہا' یارسول اللہ میں۔ پس وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا' اور اپنی بیوی سے کہا' رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا' کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا'

نَـأْكُـل؛ فَقَعَـدُوا وَأَكَـلَ الضَّيْـفُ وبَـاتَـا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلى النَّبيِّ ﷺ فَقَـالَ: «لَقَـد عَجِـبَ الله مِـنْ صَنِيعِكُـمَـا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ» متفقٌ عليه.

نہیں' صرف بچوں کی خوراک ہے -اس نے کہا' ان بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلادو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں (کسی طریقے سے) سلا دینا اور جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم (بھی اس کے ساتھ) کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب (کھانے کے لئے) بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا اور دونوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا' تم نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا' اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب ﴿ويؤثرون علي أنفسهم﴾ وكتاب فضائل الأنصار، وكتاب التفسير ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره.

۵۶۴- **فوائد**: اس میں اکرام ضیف (مہمان کی عزت اور اس کی مہمانی) اور ایثار کی ایک نادر مثال پیش کی گئی ہے جسے اللہ نے بھی پسند فرمایا۔ جس سے ایثار و قربانی کی ترغیب ملتی ہے اور جس معاشرے میں یہ جذبہ عام ہو جائے وہاں لوٹ کھسوٹ کی بجائے' ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایثار سے وہ معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔

٥٦٥ ـ وعنـه قـال: قـالَ رسـولُ الله ﷺ: «طَعَـامُ الاثْنَيْـنِ كَـافِـي الثَّلاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ» متفقٌ عليـه. وفـي روايـةٍ لمسلـمٍ عـن جـابـرٍ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «طَعَامُ الـوَاحِـدِ يكفِـي الاثْنَيْـنِ، وَطَعَـامُ الاثْنَيْنِ يَكْفِـي الأَرْبَعَـةَ، وَطَعَـامُ الأَرْبَعَـةِ يَكْفِـي الثَّمَانِيَةَ».

۲/ ۵۶۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الاثنين ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل.

۵۶۵- **فوائد**: اس میں مکارم اخلاق' ہمدردی و مواسات اور قناعت کی تعلیم ہے کہ اگر کبھی ہنگامی طور پر ایسی ضرورت پیش آجائے کہ کھانا کم ہو اور کھانے والے افراد زیادہ ہوں تو مذکورہ حساب سے مل جل کر کھالینا

چاہیے۔ اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔

٥٦٦ - وعن أبي سعيدٍ الخُدريِّ رضي الله عنه قال: بينَمَا نَحْنُ في سَفَرٍ مَعَ النَّبيِّ ﷺ إذ جاءَ رَجُلٌ عَلى رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصرِفُ بَصَرَهُ يَميناً وَشِمَالاً، فَقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلى مَنْ لا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلى مَنْ لا زَادَ لَهُ» فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ المَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لا حَقَّ لأَحَدٍ مِنَّا في فَضْلٍ. رواه مسلم.

٣/ ٥٦٦ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر کو گھمانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' جس کے پاس فالتو سواری ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو' اس طرح آپ نے مختلف قسم کے مالوں کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال.

٥٦٦- فوائد: مواسات اور ہمدردی کے باب میں اس حدیث کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اجتماعی زندگی میں خاص طور پر بحرانی دور میں ایک دوسرے کا معاون' خیرخواہ اور ہمدرد ہونا چاہیے اور اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو دے دینی چاہیے۔ تاہم یہ حکم فرض و وجوب کے دائرے میں نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کسی کو مال جمع کرکے رکھنے کی اجازت نہ ہوتی۔ یہ حکم استحبابی ہے۔ اگر مسلمانوں میں اخلاق کریمانہ عام ہوتا تو اس حکم کے استحبابی ہونے کے باوجود اس پر عمل کثرت کے ساتھ ہوتا اور مسلمان معاشرہ اخوت و مواسات کے اعتبار سے مثالی ہوتا۔ لیکن اخلاق کریمانہ کے فقدان نے اس استحبابی حکم کی ساری اہمیت و افادیت ختم کردی۔ اس لئے مسلمان معاشروں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و تعاون کی بجائے ایک دوسرے سے بے نیازی کے نہایت سنگ دلانہ مظاہرے عام ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

٥٦٧ - وعن سَهلِ بنِ سعدٍ رضي الله عنه أَنَّ امرَأَةً جاءَتْ إلى رسولِ اللهِ ﷺ ببُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ، فقالت: نَسَجتُها بِيَدَيَّ لأَكْسُوَكَها، فَأَخَذَهَا النَّبيُّ ﷺ مُحتاجاً إلَيها، فَخَرَجَ إلَينَا وَإنَّها لإِزارُهُ، فقال فُلانٌ: اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا! فَقَالَ: «نَعَمْ» فَجَلَسَ النَّبيُّ ﷺ في المَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرسَلَ بِهَا

٤/ ٥٦٧ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بنی ہوئی چادر لے کر آئی اور کہنے لگی' میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی چیز سمجھتے ہوئے قبول فرمالیا' پھر آپؐ اسے تہ بند کے طور پر باندھ کر ہمارے درمیان تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا' یہ تو آپؐ مجھے پہنا دیں کس قدر خوبصورت ہے یہ چادر! آپؐ نے فرمایا۔

إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجاً إِلَيهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لا يَرُدُّ سَائِلاً! فقال: إِنِّي وَاللهِ! مَا سَأَلْتُهُ لأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قال سَهْلٌ: فَكَانَت كَفَنَهُ. رواه البخاري.

اچھا۔ پھر نبی ﷺ مجلس میں بیٹھ گئے' پھر واپس گئے اور اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کی طرف اس کو بھیج دیا۔ پس لوگوں نے اسے کہا' تو نے اچھا نہیں کیا' نبی ﷺ نے یہ چادر اپنی ضرورت سمجھ کر پہنی تھی' لیکن تو نے آپ سے یہ مانگ لی اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے۔ تو اس نے کہا' اللہ کی قسم! میں نے یہ اپنے پہننے کے لئے نہیں مانگی' میں نے تو یہ اس لئے مانگی ہے تاکہ (آپؐ کے جسم مبارک سے لگی ہوئی یہ بابرکت چادر) میرا کفن بن جائے۔ راوی حدیث حضرت سہلؓ فرماتے ہیں۔ پس یہ چادر اس کے کفن کے ہی کام آئی۔

(بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي ﷺ فلم ينكر عليه، وكتاب البيوع، وكتاب اللباس، وكتاب الأدب.

۵۶۷۔ **فوائد:** (۱) اس میں ہدیہ قبول کرنے کا جواز ہے کیونکہ باہم ہدیوں کے تبادلے سے محبت بڑھتی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ تھادوا تحابوا (الادب المفرد للبخاری' اسنادہ حسن' بحوالہ فقہ السنہ ۳ / ۳۸۸) ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو' اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے۔ (۲) آپ کسی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے تھے (۳) قبل از وقت' ضرورت کی چیز تیار کرکے رکھنا جائز ہے۔ (۴) رسول اللہ ﷺ کے وضو کے پانی' آپ کے پسینے اور بال وغیرہ کو صحابہؓ نے متبرک سمجھا اور ان سے تبرک حاصل کیا' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے مگر آپؐ کے علاوہ صحابہ کرامؓ نے کسی کے آثار سے تبرک حاصل نہیں کیا ورنہ خلفاء اور عشرہ مبشرہ کے آثار سے بھی تبرک حاصل کیا جاتا۔ علاوہ ازیں صحابہؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک سے مس کی ہوئی چیزوں سے ہی تبرک حاصل کیا۔ دیواروں' کھڑکیوں اور دروازوں اینٹوں وغیرہ سے نہیں کیا' جیسے آج کل بعض لوگ حرمین شریفین میں جاکر کرتے ہیں' پھر ستم بالائے ستم یہ کہ قبر کے دھوون کو بھی متبرک سمجھا جاتا ہے حالانکہ اول تو قبر کو پختہ بنانے کی ہی اسلام میں اجازت نہیں ہے' تو پھر کسی قبر کو دھونے کا جواز کیوں کر ثابت ہوسکتا ہے ۔اس لئے قبر کا یہ دھوون' متبرک نہیں' غلیظ و پلید ہے اسی طرح نیم پاگل' مخبوط الحواس اور طہارت و پاکیزگی تک سے بے نیاز قسم کے لوگوں کو لوگ مجذوب سمجھتے اور ان سے بھی تبرک حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں حالانکہ وہ فرائض اسلام بلکہ ہر چیز سے غافل اور یکسر بے خبر ہوتے ہیں' انہیں ولی اللہ سمجھنا' خلل دماغ کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح بہت سے مقامات پر نبی ﷺ کی طرف منسوب کئی چیزیں' تبرکات' کے نام سے رکھی ہوئی ہیں۔ درآں حالیکہ تاریخی طور پر ان کا ثبوت نہیں۔ ان تمام چیزوں سے

اجتناب ضروری ہے۔

٥٦٨ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الأشْعَرِيِّينَ إذَا أَرْمَلُوا فِي الغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ في ثَوبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ في إنَاءٍ وَاحِدٍ بالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ» متفقٌ عليه. «أَرْمَلُوا»: فَرَغَ زَادُهُم، أَوْ قَارَبَ الفَرَاغَ.

٥ / ٥٦٨ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اشعری حضرات' جب جہاد (کے سفر) میں زاد راہ ختم ہوجاتا یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے' یا مدینے میں (حالت قیام میں) ان کے اہل و عیال کا کھانا کم ہوجاتا ہے' تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے' سب ایک کپڑے میں جمع کرلیتے ہیں اور پھراس کو برتنوں میں مساوی طور پر آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں' پس یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

(بخاری و مسلم)

ارملوا جب ان کا زاد (توشہ سفر) ختم ہوجاتا یا قریب الختم ہوتا

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الشركة، باب الشركة في الطعام ـ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأشعريّين.

٥٦٨۔ فوائد: "وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں" یہ اس بات کے اظہار کا پیرایہ بیان ہے کہ اخلاق و کردار اور اعمال خیر میں ہم ایک دوسرے کے بہت قریب' بلکہ ایک جیسے ہیں۔ اس میں اشعری قبیلے کے افراد کی فضیلت کے علاوہ' ایک دوسرے کی ہمدردی و خیرخواہی کی ترغیب ہے۔ خاص طور پر ابتلاء اور بحران کے موقعوں پر لوگ اس طرح باہم تعاون کریں تو کم وسائل والوں کو کوئی تکلیف اور پریشانی نہ ہو۔ اس باب میں مذکور تمام احادیث کا یہی خلاصہ ہے۔

٦٣ ـ بَابُ التَّنَافُسِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهِ

٦٣۔ آخرت کے کاموں میں شوق و رغبت کا اور متبرک چیزوں کی زیادہ خواہش کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَافِسُونَ﴾ [المطففين: ٢٦].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس (جنت) کے بارے میں ہی رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے۔

فائدۂ آیت: جنت کی بعض صفات بیان کرکے اللہ نے مذکورہ بات ارشاد فرمائی۔ جس کا مطلب ہے کہ رغبت اور شوق کی کوئی چیز ہے تو وہ جنت ہے۔ اس لئے اہل ایمان کے دلوں میں اسی کی رغبت اور اس کے مطابق اسے حاصل کرنے کے لئے سعی و جہد ہونی چاہیے۔

٥٦٩ ـ وعن سهلِ بنِ سعدٍ

١ / ٥٦٩ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رضي الله عنه أن رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الأَشْيَاخُ، فقال لِلْغُلام: «أَتَأْذَنُ لي أَنْ أُعْطِيَ هؤُلاءِ؟» فَقَالَ الغُلامُ: لا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنكَ أَحَداً، فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ في يَدِهِ. متفقٌ عليه. «تَلَّهُ» بالتاءِ المثناة فوق، أَيْ: وَضَعَهُ، وهٰذا الغُلامُ هُوَ ابنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما.

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب (پانی یا دودھ وغیرہ) لایا گیا۔ آپؐ نے اس سے کچھ پیا اور آپؐ کی دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب بزرگ قسم کے لوگ تھے، پس آپؐ نے لڑکے سے فرمایا کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں (تیری بجائے پہلے) ان بزرگوں کو دوں؟ تو لڑکے نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں آپ کی طرف سے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ اس لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(بخاری و مسلم)

تلہ، تاء کے ساتھ۔ یعنی اس کو رکھ دیا، اور یہ لڑکا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب إذا أذن له أو أحلّه، وكتاب الشرب، وغيرهما من كتب الصحيح ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدي.

۵۶۹۔ فوائد: مجلس میں تقسیم کرنے کے لئے مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب سے آغاز کیا جائے۔ واقعہ مذکورہ میں دائیں جانب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو ابھی نوعمر تھے، جبکہ بائیں جانب عمر رسیدہ حضرات تھے۔ بڑوں کی توقیر و احترام کا تقاضا تھا کہ آغاز ان سے کیا جائے، لیکن مسئلے کا تقاضا یہ تھا کہ ابن عباسؓ سے اس کا آغاز کیا جائے کیونکہ وہ دائیں جانب تھے۔ اس لئے آپ نے ان کے اس حق اولیت کو محض ان کے نوعمر ہونے کی وجہ سے نظرانداز نہیں کیا، بلکہ ان سے اجازت طلب کرکے واضح کردیا کہ صاحب حق کو ہی اولیت دی جائے چاہے وہ بچہ ہی ہو۔ البتہ اس سے گنجائش نکلتی ہے کہ چھوٹوں کی اجازت کے ساتھ بڑوں کو ترجیح دی جائے۔ دوسری طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ بڑوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے اپنے حق سے دستبردار ہوجاتے لیکن ان کے سامنے اس سے بھی اہم تر مسئلہ یہ تھا کہ مشروب کا وہ پیالہ، جس میں رسول اللہ ﷺ کا بچا ہوا مشروب تھا اور جسے آپ کے دہان مبارک سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوچکا تھا، اس تبرک سے سب سے پہلے وہ خود بہرہ ور ہوں اس لئے انہوں نے بڑوں کے ادب و احترام کے تقاضے پر نبی ﷺ کے تبرک کو ترجیح دی۔ یوں بڑوں کے ادب و احترام کا مسئلہ بھی واضح ہوگیا اور نبی اکرم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اہمیت بھی اجاگر اور نمایاں ہوگئی۔ علاوہ ازیں حق دار کا استحقاق اولیت بھی ثابت ہوگیا۔

٥٧٠ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه عنِ النَّبي ﷺ قالَ: «بَيْنَا أَيُّوبُ عليه السلام

۲/ ۵۷۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس دوران کہ ایوب علیہ السلام

يَغتَسِلُ عُريَاناً، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحتَثي فِي ثَوبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا أَيُّوبُ! أَلَم أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟! قال: بَلَى وَعِزَّتِكَ، وَلٰكِن لا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ» رواه البخاري.

کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوبؑ انہیں لپ بھر بھر کے اپنے کپڑے میں رکھنے لگے، تو اللہ عزوجل نے آسمان سے انہیں پکارا کہ اے ایوب (علیہ السلام) کیا میں نے تجھے ان چیزں سے بے نیاز نہیں کردیا تھا جنہیں تو دیکھ رہا ہے؟ حضرت ایوب (علیہ السلام) نے عرض کیا، کیوں نہیں، تیری عزت کی قسم، لیکن تیری برکت سے تو جو مجھ پر نازل ہو، بے نیازی نہیں ہوسکتی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿وأيوب إذ نادى ربه﴾ وكتاب التوحيد، باب ﴿يريدون أن يبدّلو كلام الله﴾ وكتاب الغسل، باب من اغتسل عريانا.

۵۷۰- فوائد: یحتثی، مطلق لینے کے مفہوم میں بھی ہوسکتا ہے، یعنی انہیں پکڑ پکڑ کر جمع کرنے لگے اور حثی، دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کے لینے کو بھی کہتے ہیں، جسے اردو میں لپ بھر کرلینا کہتے ہیں۔ اس میں بھی برکت کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے اسے اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مال جمع کرکے رکھنے کا اور تنہائی میں، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، ننگے بدن غسل کرنے کا جواز ہے۔

٦٤- بَابُ فَضلِ الغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ أَخَذَ المَالَ مِنْ وَجْهِهِ وَصَرَفَهُ فِي وُجُوهِهِ المَأْمُورِ بِهَا

۶۴- شکر گزار مال دار کی فضیلت کا بیان اور شاکر غنی وہ ہے جو جائز طریقے سے مال حاصل کرے اور ایسی جگہوں پر خرچ کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے۔

قال الله تعالى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ (٥) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ (٦) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ﴾ [الليل: ٥ - ٧] وقال تعالى: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (١٧) الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ (١٨) وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ (١٩) إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ (٢٠) وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾ [الليل: ١٧ - ٢١] وقال تعالى: ﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس لیکن جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کی تصدیق کی، ہم اس کو آسان راستے (نیکی) کی توفیق دیں گے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو بڑا پرہیز گار ہے، جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور کسی کا اس پر احسان نہیں ہے کہ جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب برتر کی رضامندی کے لئے خرچ کرتا ہے اور یقیناً عنقریب وہ خوش ہوجائے گا۔

وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [البقرة: ٢٧١] وقال تعالى: ﴿لَن تَنَالُواْ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَۚ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ﴾ [آل عمران: ٩٢] والآيات في فضلِ الإنفاقِ في الطاعات كثيرةٌ مَعْلُومَةٌ.

نیز فرمایا: اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو، تب بھی اچھا ہے اور اگر تم چھپا کر دو اور فقراء کو دو، تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، وہ تم سے تمہاری برائیاں دور فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

اور فرمایا: تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کرسکتے، جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو، اللہ اسے جانتا ہے۔ اور اللہ کی پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرنے کی فضیلت میں بکثرت آیات ہیں اور مشہور ہیں۔

فائدہ آیات: ان تمام آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔

٥٧١ ـ وعن عبدِ الله بن مسعودٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا حَسَدَ إلَّا في اثْنَتَيْن: رَجُلٌ آتَاهُ الله مَالاً، فَسَلَّطَهُ على هَلَكَتِهِ في الحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ الله حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا» متفقٌ عليه وتقدم شرحه قريباً.

۱/۵۷۱ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک اس آدمی کی خصلت پر جسے اللہ نے مال سے نوازا، پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت بھی دی اور دوسرے اس آدمی کی خصلت پر جسے اللہ نے حکمت و دانائی عطا فرمائی اور وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے (ملاحظہ ہو باب فضل الکرم والجود۔ رقم ۱/۵۴۴)

تخريج: سبق تخريجه في باب فضل الكرم والجود برقم٥٤٤.

۵۷۱۔ فوائد: یہاں باب کی مناسبت سے اس حدیث کو دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے تو اس کا شکریہ ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق نیکی کے راستوں میں خرچ کیا جائے۔ اسی طرح علم و حکمت کا شکریہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دی جائے۔ (۲) دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے مال اور علم کی آرزو کرنا جائز ہے۔

٥٧٢ ـ وعن ابْنِ عمرَ رضي الله عنهما عن النَّبي ﷺ قال: «لا حَسَد إلَّا في اثنَتَيْن: رَجُلٌ آتَاهُ الله القُرآنَ، فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ الله مَالاً، فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ»

۲/۵۷۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک اس آدمی کی خصلت پر جسے اللہ نے قرآن مجید عطا فرمایا پس وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں بھی عمل کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی اور دوسرا

متفقٌ عليه. «الآنَاءُ»: السَّاعَاتُ.

وہ آدمی، جسے اللہ نے مال عطا فرمایا، پس وہ اسے رات کی گھڑیوں میں بھی خرچ کرتا ہے اور دن کی گھڑیوں میں بھی۔ (بخاری و مسلم)

الآناء، گھڑیاں (اوقات)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التوحيد، وكتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن ـ وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلّمه.

۵۷۲۔ فوائد: اکثر روایات میں اثنتین (تائے تانیث کے ساتھ) ہے جس کے معنی ہیں لاحسد محمود فی شئی الا فی خصلتین، صرف دو خصلتوں میں رشک کرنا پسندیدہ ہے۔ رجل۔ (مرفوع) مضاف کے قائم مقام ہے۔ اس کا مضاف (خصلۃ) محذوف ہے یعنی خصلۃ رجل (ایک اس آدمی کی خصلت) اور بعض روایات میں یہ اثنین ہے، اس سے مراد دو آدمی ہوں گے، رجل، اس سے بدل۔

اس سے ماقبل حدیث میں قرآن کی جگہ حکمت کا لفظ ہے۔ اس حکمت سے مراد بھی قرآن ہی ہے۔ یعنی الحکمتہ، الف لام عہد کا ہے۔ اس کے ساتھ قیام کرنے کا مطلب اس پر عمل کرنا ہے، جس میں قرآن کریم کی تلاوت (نماز میں اور نماز سے باہر) اس کی تعلیم، اس کے ساتھ فیصلہ کرنا اور اس کے مطابق فتویٰ وغیرہ دینا سب شامل ہیں۔ اس حساب سے دونوں روایات کا مفہوم ایک ہی ہے اور دو آدمیوں یا دو خصلتوں پر حصر بھی صحیح ہے۔ (فتح الباری کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

٥٧٣ ـ وَعن أبي هُريرة رضيَ الله عنه أَنَّ فُقَراءَ المُهَاجِرِينَ أَتَوْا رسولَ اللهِ ﷺ، فَقَالوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بالدَّرَجاتِ العُلاَ، وَالنَّعِيمِ المُقيمِ، فَقَالَ: «وَمَا ذَاكَ؟» فَقَالُوا: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ ولا نَتَصَدَّقُ، وَيَعْتِقُونَ وَلا نَعْتِقُ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَفَلا أُعَلِّمُكُمْ شَيئاً تُدْرِكُونَ بهِ مَنْ سبقَكُمْ، وَتَسْبِقُونَ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنكُمْ إلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رسولَ اللهِ! قَالَ: «تُسَبِّحُونَ، وَتَحمَدُونَ، وَتُكَبِّرُونَ، دُبُرَ كُلِّ صَلاةٍ ثَلاثاً وَثَلاثِينَ مَرَّةً» فَرَجَعَ فُقَرَاءُ المُهَاجِرِينَ إلى

۳ / ۵۷۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقرائے مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دولت مند لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے۔ آپ نے پوچھا، وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا، وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم (استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے) صدقہ نہیں کرتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں، ہم نہیں کرتے (دولت مندی کی وجہ سے وہ ہم سے زیادہ فضیلت حاصل کرلیتے ہیں) پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس کے ذریعے سے تم اپنے سے آگے بڑھنے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے تم بڑھ جاؤ اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو، مگر وہی جو تمہارے جیسا یہ عمل

رسولَ اللهِ ﷺ، فقالُوا: سَمِعَ إخْوانُنا أَهْلُ الأَمْوالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوا مِثْلَهُ؟ فَقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «ذلكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشاءُ» متفقٌ عليه وهذا لفظ روايةِ مسلم.

«الدُّثُورُ»: الأَمْوالُ الكَثِيرَةُ، وَاللهُ أعلمُ.

کرے؟ انہوں نے کہا‘ کیوں نہیں‘ یا رسول اللہ! (ایسا عمل تو ضرور بتلایئے) آپ ؐ نے ارشاد فرمایا‘ تم ہر نماز کے بعد ۳۳‘ ۳۳ مرتبہ سبحان‘ الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو- (چنانچہ انہوں نے اس پر عمل شروع کردیا- لیکن دولت مند مسلمانوں کو بھی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پہنچ گیا تو وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے) پس فقرائے مہاجرین ؓ دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا‘ ہمارے اس فعل کی گن سن ہمارے دولت مند بھائیوں کو بھی ہوگئی ہے اور انہوں نے اس عمل کو اپنالیا ہے- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے دیتا ہے- (بخاری و مسلم‘ یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں)

الدثور‘ معنی ہیں بہت مال- (اہل الدثور کے معنی ہونگے بہت مالدار) واللہ اعلم

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاة برقم٨٤٣ وکتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاة - وصحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته برقم٥٩٥.

۵۷۴- فوائد: الفاظ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ‘ الحمدللہ‘ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ کہو- اس طرح ہر کلمے کو گیارہ مرتبہ کہہ لینے سے ۳۳ کی تعداد پوری ہوجاتی ہے لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اظہر بات یہ ہے کہ ہر کلمہ ۳۳ مرتبہ کہا جائے- اصل عبارت یوں ہوگی تسبحون خلف کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین- ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو‘ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو اور اسی طرح ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہو اور امام نووی فرماتے ہیں- بعض روایات کی رو سے اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ اور پھر آخر میں لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد‘ وھو علی کل شی قدیر پڑھ لیا جائے- ان کو اکٹھا پڑھا جائے یا علیحدہ علیحدہ؟ قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں‘ علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں‘ دونوں طرح ٹھیک ہے -دونوں طرح ہی مذکورہ تعداد پوری ہوجاتی ہے- علاوہ ازیں اس موقعے پر عدد مسنون پر اضافہ نہ کیا جائے بلکہ جس طرح حکیم کے نسخے کو کسی بھی جزء میں کمی بیشی کئے بغیر استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی افادیت ختم ہوجائے گی- اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بتلائی ہوئی تعداد میں جو برکت‘ تاثیر اور روحانی فوائد ہیں اس میں کمی بیشی کرنے سے یہ برکت و تاثیر ختم ہوجائے گی- (فتح الباری‘ باب الذکر بعدالصلوۃ) (ا) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ؓ نیکی کے معاملے میں کس طرح بڑھ چڑھ کر رغبت رکھتے تھے اور ان کی نظر اپنے

سے زیادہ اعمال خیر کرنے والوں پر ہوتی تھی جیسا کہ حکم ہے اور پھر ان ہی کی سی فضیلت حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ (۲) اہل ثروت' اگر تمام احکام و فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ' دولت مندی کی وجہ سے' مالی عبادات کا بھی اہتمام کریں گے تو یہ ایسا شرف و فضل ہے جس میں دوسرے اہل ایمان ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے جو دولت سے محروم ہونے کی وجہ سے صدقہ و خیرات وغیرہ کرنے سے معذور ہیں۔

٦٥ - بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقِصَرِ الأَمَلِ

قال الله تعالى: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ﴾ [آل عمران: ١٨٥] وقال تعالى: ﴿وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُۚ﴾ [لقمان: ٣٤] وقال تعالى: ﴿فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةًۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [النحل: ٦١] وقال تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنفِقُوا۟ مِن مَّا رَزَقْنَـٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ ٱللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَاۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المنافقون: ٩ - ١١] وقال تعالى: ﴿حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَـٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُۚ كَلَّآۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَاۖ وَمِن وَرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ

۶۵۔ موت کو یاد کرنے اور آرزوئیں کم کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت والے دن تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس جو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا' وہ یقیناً" کامیاب ہوگیا اور دنیوی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

نیز فرمایا: کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جاندار کو یہ پتہ نہیں کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس جب ان کا وقت آپہنچتا ہے تو ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

نیز فرمایا: اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا' پس یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اور جو ہم نے تمہیں دیا ہے' اس میں سے خرچ کرو' پہلے اس سے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کہے اے رب! تو نے مجھے تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرلیتا اور نیکوکاروں سے ہوجاتا اور جب کسی کا وقت مقرر آجائے تو اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کو موت آئی تو کہا اے میرے رب! مجھے دنیا میں

مَوَٰزِينُهُۥ فَأُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ (١٠٣) تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَٰلِحُونَ (١٠٤) أَلَمْ تَكُنْ ءَايَٰتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ (١٠٥)﴾ إلى قوله تعالى: ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي ٱلْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ (١١٢) قَالُواْ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ ٱلْعَآدِّينَ (١١٣) قَٰلَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (١١٤) أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ [المؤمنون: ٩٩ ـ ١١٥] وقال تعالى: ﴿۞ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ (١٦)﴾ [الحديد: ١٦] والآيات في الباب كثيرة معلومة.

واپس بھیج دے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں جاکر نیک عمل کروں (یاد رکھو) ہرگز ایسا نہیں ہوگا' یہ صرف ایک بات ہی ہے جسے وہ کہے گا اور ان کے درمیان ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔ پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی رشتے داری نہیں رہے گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پس جس کا پلہ بھاری ہوگیا' وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جس کا پلہ ہلکا ہوگیا' پس یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا (اور یہ) جہنم میں ہمیشہ رہیں گے' ان کے چہروں کو آگ جھلتی ہوگی اور اس میں وہ تیوری چڑھائے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم پر میری آیتیں پڑھی نہ جاتی تھیں' پس تم انہیں جھٹلاتے تھے (وہ کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے' اے رب ہمارے! ہمیں اس جہنم سے نکال لے' پھر اگر ہم دوبارہ (تیری نافرمانی) کریں تو یقیناً ہم ظالم ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اسی میں ذلیل و خوار ہوکر رہو اور مجھ سے بات نہ کرو--- (آگے آیات' اللہ کے اس فرمان تک) تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ' پس تو گنتی کرنے والے (فرشتوں) سے پوچھ لے' اللہ فرمائے گا' تم واقعی تھوڑا ہی رہے' اگر تم جانتے ہوتے' کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ ہم نے تمہیں (بے مقصد) بے کار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد میں جھک جائیں اور اس کے لئے جو اللہ نے حق نازل فرمایااور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی' پس ان پر زمانہ دراز ہوگیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور اکثر ان

میں سے فاسق ہیں۔

اور اس باب میں بہت سی آیات ہیں اور مشہور ہیں:

فائدۂ آیات: ان تمام آیات میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کا سازوسامان ایک متاع فریب ہے اور اس کے بعد آخرت کی زندگی اور اس کی نعمتیں ہیں‘ جنہیں زوال اور فنا نہیں لیکن ان اخروی نعمتوں کے مستحق صرف اہل ایمان ہوں گے اور اہل فسق و کفر کے لئے تو جہنم کا سخت عذاب ہے جب تک انسان زندہ رہتا ہے‘ اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ اس طرف توجہ نہیں دیتا لیکن مرنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لئے صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان موت اور اپنے انجام کو ہروقت یاد رکھے اور آخرت کی تیاری سے کسی وقت غافل نہ رہے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں‘ کس وقت آجائے؟ اس کا ایک وقت مقرر ہے جس سے وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں ہوگی۔ اب چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٥٧٤ ـ وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما قال: أَخَذَ رسولُ اللهِ ﷺ بمَنكِبي فقَالَ: «كُنْ في الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ». وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يقول: إذَا أَمْسَيْتَ فَلا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإذَا أَصْبَحْتَ فَلا تَنْتَظِرِ المَسَاءَ، وَخُذ مِن صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. رواه البخاري.

۱/ ۵۷۴ **حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو‘ گویا پردیسی ہو یا جیسے رہ گزر ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے‘ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لئے تیاری کرلو۔** (بخاری)

تخريج: سبق ذكره في باب الزهد برقم ٤٧١.

۵۷۴- فائدہ: یہ روایت باب الزھد‘ رقم ۱۵/ ۴۷۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس باب میں اسے زندگی کی بے ثباتی کے بیان کے لئے لائے ہیں اور یہ مضمون اس سے واضح ہے۔

٥٧٥ ـ وعنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا حَقُّ امْرِىءٍ مُسلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ» متفقٌ عليه، هذا لفظ البخاري. وفي روايةٍ لمسلمٍ «يَبِيتُ ثَلاثَ لَيَالٍ». قال ابن عمر: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ إلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي.

۲/ ۵۷۵ **سابق راوی ہی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ کسی مسلمان مرد کے لئے‘ جس کے پاس وصیت کے قابل کوئی چیز ہو‘ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو راتیں بھی اس حالت میں گزارے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو‘** (بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی روایت میں ہے (یہ جائز نہیں کہ) وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے۔ حضرت ابن عمر

رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی، مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری ہے کہ میری وصیت میرے پاس (لکھی ہوئی موجود) نہ ہو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوصايا، باب الوصايا، وقول النبي ﷺ «وصية الرجل مكتوبة» ـ وصحيح مسلم، أول كتاب الوصية.

۵۷۵۔ فوائد: رسول اللہ ﷺ کی اس تاکید وصیت سے واضح ہے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں۔ اس لئے اصحاب حیثیت لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہروقت وصیت لکھ کر رکھیں تا کہ ان کی وفات کے بعد لین دین کے معاملات ان کے ذمے نہ رہیں نیز ورثاء کے درمیان جائیداد میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

٥٧٦ ـ وعن أنس رضي الله عنه قال: خَطَّ النَّبيُّ ﷺ خُطُوطاً فقال: «هذا الإنسانُ، وَهذا أَجَلُهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إذ جَاءَ الخَطُّ الأَقْرَبُ» رواه البخاري.

۳/۵۷۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کئی لکیریں کھینچیں پھر (ایک خط کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا کہ یہ انسان ہے (یعنی اس کی آرزوئیں) اور (دوسرے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) یہ اس کی موت ہے۔ پس انسان اسی طرح آرزوؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ سب سے قریب لکیر (موت) آپہنچتی ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل وطوله.

٥٧٧ ـ وعن ابن مسعُودٍ رضيَ الله عنه قال: خَطَّ النَّبيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعاً، وَخَطَّ خَطًّا في الوَسَطِ خَارِجاً مِنْهُ، وَخَطَّ خُطَطاً صِغَاراً إلى هٰذَا الَّذِي في الوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي في الوَسَطِ، فَقَالَ: «هٰذَا الإِنسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطاً بِهِ ـ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ ـ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ، وَهٰذِهِ الخُطَطُ الصِّغَارُ الأَعْرَاضُ، فَإنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا، وَإنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا» رواه البخاري. وَهٰذِهِ صُورَتُهُ:

۴/۵۷۷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور ایک خط درمیان میں اس سے باہر نکلتا ہوا کھینچا اور درمیانی خط کے پہلو میں چند چھوٹے چھوٹے خط اور کھینچے اور فرمایا، یہ انسان ہے اور یہ خط اس کی موت کا ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ خط جو باہر نکل رہا ہے، اس کی آرزوئیں ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خط (جو پہلو میں ہیں) انسان کو پیش آنے والے حوادث ہیں۔ اگر ایک حادثہ اس سے خطا کرجاتا ہے تو دوسرا اسے آدبوچتا ہے اور اس سے جان چھوٹتی ہے تو کوئی دوسرا اسے آپکڑتا ہے۔ (بخاری) اور یہ اس کا نقشہ ہے (جو ذیل میں درج ہے)

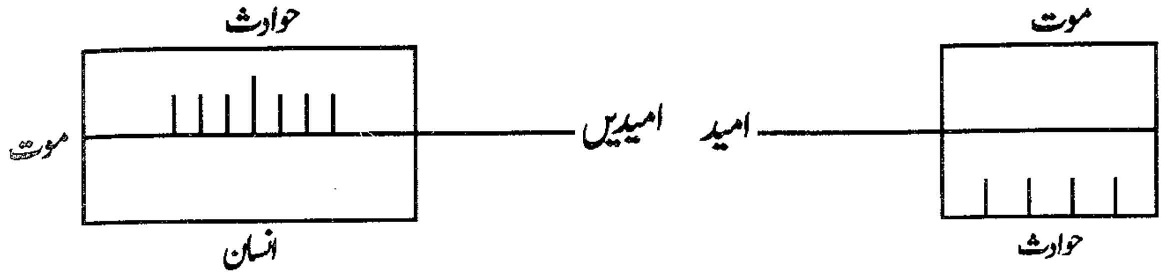

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل وطوله.

٥٧٧- فوائد: ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی پیہم حادثوں کا نام ہے۔ ایک حادثے سے بچتا یا نکلتا ہے تو دوسرا اسے آگھیرتا ہے، اسی کشمکش اور حادثوں سے نبرد آزمائی میں اس کی زندگی گزرتی ہے۔ علاوہ ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا ایک وسیع اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا ہے۔ ابھی اس کی آرزوئیں ناتمام ہی ہوتی ہیں کہ موت کا آہنی پنجہ اسے اپنے شکنجے میں کس لیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موت کا خط انسان کے سب سے قریب ہے۔ اس سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیے۔ آرزوئیں تو کسی کی پوری نہیں ہوتیں، تو کیوں انسان اس سراب کے پیچھے موت کی حقیقت سے آنکھیں موندھے رکھے؟ بلکہ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ موت کی تیاری سے کسی وقت بھی بے پروا نہ ہو۔ مذکورہ نقشے راویوں کے بنائے ہوئے ہیں جو انہوں نے حدیث سے سمجھے ہیں، یہاں ان میں سے دو نقشے دیئے گئے ہیں۔

٥٧٨ - وعن أبي هريرة رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «بَادِرُوا بالأعْمَالِ سَبْعاً، هَلْ تَنْتَظِرُونَ إلَّا فَقْراً مُنْسِياً، أَوْ غِنًى مُطْغِياً، أَوْ مَرَضاً مُفْسِداً، أَوْ هَرَماً مُفَنِّداً، أَوْ مَوْتاً مُجْهِزاً، أَوِ الدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ؟!» رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

٥/ ٥٧٨ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات چیزوں سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ کیا تم بھلا دینے والی ناداری کا انتظار کر رہے ہو؟ یا سرکش کر دینے والی دولت مندی کا، یا بگاڑ دینے والی بیماری کا؟ یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا، یا تیزی سے آجانے والی موت کا؟ یا دجال کا؟ پس وہ تو ایک بدترین غائب چیز ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے۔ یا قیامت کا؟ پس قیامت تو نہایت دہشت ناک اور بہت تلخ ہے۔ (ترمذی، حسن حدیث ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في المبادرة بالعمل.
شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ "الضعیفة" رقم ١٦٦٦۔

٥٧٨- فوائد: یہ ساتوں چیزیں ایسی ہیں کہ جو اعمال صالحہ سے انسان کو روک دینے والی ہیں۔ اس لئے صحت اور زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ انسان کو آخرت کے لئے نیکیاں جمع کر لینی چاہئیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مذکورہ موانع میں سے کوئی مانع اسے پیش آجائے اور وہ نیکیاں کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔

٥٧٩ - وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ» يَعني المَوْتَ، رواه التِّرمذيُّ وقال:

٦/ ٥٧٩ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم لذتیں ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو

حديثٌ حسنٌ.

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في ذكر الموت.

۵۷۹- فوائد: موت کا تصور اور اس کا ذکر انسان کو دنیاوی لذتوں میں انہماک اور معصیتوں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے۔ اس لئے کثرت سے موت کو یاد کرنا چاہیے اور موت کے بعد پیش آنے والے معاملات سے انسان کو غافل نہیں رہنا چاہیے۔

٥٨٠ ـ وعن أبيِّ بنِ كعب رَضيَ اللهُ عنه: كَانَ رَسولُ اللهِ ﷺ إذا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، قامَ فقالَ: «يا أَيها النَّاسُ! اذْكُرُوا اللهَ جَاءَتِ الراجِفَةُ تَتْبَعُها الرَّادِفَةُ، جاءَ المَوْتُ بما فِيهِ، جاءَ المَوْتُ بِمَا فِيهِ» قلتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إنِّي أُكْثِرُ الصَّلاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لكَ مِنْ صَلاتِي؟ قالَ: «مَا شِئْتَ» قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قالَ: «مَا شِئْتَ، فَإنْ زِدتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» قلتُ: فَالنِّصْفَ؟ قالَ: «مَا شِئْتَ، فَإنْ زِدتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» قلتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قالَ: «مَا شِئْتَ، فَإنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» قلتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلاتِي كُلَّهَا؟ قالَ: «إذاً تُكْفى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ» رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

۵۸۰ / ۷ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لئے) کھڑے ہوجاتے اور فرماتے' اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ جسم پر لرزہ طاری کردینے والی چیز (نفخۂ اُولیٰ) اور اس کے پیچھے آنے والا (نفخہ ثانیہ) آپہنچا۔ موت بھی اپنی ہولناکیوں سمیت آگئی' موت بھی اپنی ہولناکیوں سمیت آپہنچی۔ میں نے کہا' اے اللہ کے رسول' میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں' پس میں آپ پر درود کے لئے کتنا وقت مقرر کروں؟ آپؐ نے فرمایا' جتنا تم چاہو' میں نے کہا' وقت کا چوتھا حصہ؟ آپؐ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا' تو پھر آدھا؟ آپؐ نے فرمایا' جتنا تم چاہو' پس اگر تم زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے' میں نے کہا' پس دو تہائی؟ آپؐ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کروگے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا۔ میں اپنا سارا وقت آپؐ پر درود کے لئے وقف کردیتا ہوں' آپؐ نے فرمایا پھر تو (یہ عمل) تمہارے غموں (کے دور کرنے) کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے گناہ بھی معاف کردیئے جائیں گے۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب رقم٢٤.

۵۸۰- فوائد: راجفۃ کے معنی ہیں لرزا دینے (کپکپی طاری کردینے) والی - جب اسرافیل پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے تو زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے۔ اس لئے نفخہ اولیٰ کے اعتبار سے قیامت کو راجفۃ کہا۔ اس کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا۔ اسے رادفۃ کہا' پیچھے آنے والا۔ اس میں نبی ﷺ نے موت کی ہولناکیوں کا تصور یاد کرایا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں زیادہ سے زیادہ نبی ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت اور تاکید ہے۔ اس کے لئے سارے

اوقات بھی وقف کردینا جائز ہے۔ یعنی فرائض و سنن موکدہ کے بعد باقی وقت درود پڑھنے پر صرف کیا جا سکتا ہے۔

٦٦۔ بَابُ اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُورِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُولُهُ الزَّائِرُ

٦٦۔ مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کا استحباب اور زیارت کرنے والا کیا پڑھے؟

٥٨١ ـ عن بُرَيْدَةَ، رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ القُبُورِ فَزُورُوهَا» رواهُ مسلم.

۱/۵۸۱ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے (پہلے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، پس (اب) تم زیارت کیا کرو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه.

۵۸۱۔ فوائد: اس میں قبروں کی زیارت کا استحباب ہی نہیں بلکہ اس کا حکم اور تاکید ہے۔ تاہم ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت کردی گئی تھی، کیونکہ اس وقت اندیشہ تھا کہ مسلمان اپنے زمانہ جاہلیت کے اثرات کی وجہ سے وہاں غلط کام کر بیٹھیں۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا اور مسلمان عقیدہ توحید میں پختہ ہوگئے تو اس کی نہ صرف اجازت دے دی گئی بلکہ اس کی تاکید کی گئی تاکہ موت کا تصور انسان کے دل و دماغ میں ہر وقت مستحضر رہے۔ اس اجازت اور حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں یا نہیں؟ اس کی بابت علماء میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح (بہتر) یہی ہے کہ عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور مشروع ہے بشرطیکہ وہ وہاں جاکر کوئی ناجائز اور خلاف شرع کام نہ کریں۔

٥٨٢ ـ وعن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: كان رسُولُ اللهِ ﷺ، كُلَّمَا كانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخرِ اللَّيْلِ إلَى البَقِيعِ، فيَقُولُ: «السَّلامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الغَرْقَدِ» رواهُ مسلم.

۲/۵۸۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کی میری ہاں باری ہوتی اور آپؐ رات کو تشریف لاتے تو آپؐ رات کے آخری حصے میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دارقوم مومنین واتاکم ماتوعدون، غداموجلون، وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد۔ (اے مسلمان بستی والو، تمہیں سلام ہو، تمہارے پاس وہ کل آگیا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع والوں کو بخش دے (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

۵۸۲- فوائد: غرقد ایک جھاڑی دار درخت ہے جو بقیع میں تھا' اس لئے اسے بقیع الغرقد کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت بھی قبروں کی زیارت کے لئے جانا صحیح ہے اور وہاں جاکر مذکورہ مسنون دعا پڑھی جائے جس میں اہل قبور کے لئے مغفرت اور سلامتی کا سوال ہے۔ خیال رہے کہ السلام علیکم' اہل قبور کے حق میں دعا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اہل قبور اسے سنیں اور جواب بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ اسے انہیں سنوا بھی سکتا ہے لیکن ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ضرور سنتے اور جواب دیتے ہیں - اس کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے۔ ہمیں تو سنت پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ سلام و دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

٥٨٣ ـ وعن بُرَيْدَةَ رضيَ اللهُ عنهُ قال: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ إذَا خَرَجُوا إلى المَقَابِرِ أَنْ يَقُولَ قَائِلُهُمْ: «السَّلامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ المُؤْمِنِينَ وَالمُسْلِمِينَ وَإنَّا إنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلاَحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ العَافِيَةَ» رواهُ مسلم.

۳ / ۵۸۳ **حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قبرستان جاتے تو آپؐ ان کو سکھلاتے تھے کہ وہ یہ دعا پڑھیں۔** السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون' اسئال اللہ لنا ولکم العافیۃ **(اے مومنوں اور مسلمانوں کی بستیوں والو! تم پر سلام ہو' اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہیں ملنے والے ہیں' میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں)۔ (مسلم) (حوالۂ مذکور)**

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

۵۸۳- فوائد: اس میں بھی قبرستان جاکر اپنے اور فوت شدگان کے لئے دعا کرنے کا جواز ہے۔ کیونکہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ قبروں پر پھول یا چادر وغیرہ ڈالنے سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' یہ ایک بے کار کام ہے۔

٥٨٤ـ وعن ابنِ عَبَّاسٍ، رَضيَ اللهُ عنهما، قال: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُورٍ بِالمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فقالَ: «السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ القُبُورِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالأَثَرِ» رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

۴ / ۵۸۴ **حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے کی چند قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف رخ کرکے فرمایا۔** السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر۔ **(ترمذی' حدیث حسن ہے)**

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب مايقول الرجل إذا دخل المقابر.

۵۸۴- فوائد: امام ترمذیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے اور امام نوویؒ نے بھی اسے بغیر کسی نقد کے نقل کیا ہے تاہم شیخ البانی نے اسے سنداً ضعیف کہا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احکام الجنائز' للالبانی ' ص ۱۹۷۔

٦٧ - بَابُ كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهِ وَلَا بَأْسَ بِهِ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّينِ

۶۷- کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی آرزو کرنے کی کراہت اور دین کی بابت کسی فتنے میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی آرزو کے جائز ہونے کا بیان

٥٨٥ـ عَنْ أَبي هُرَيرة رضيَ اللهُ عنه أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ المَوْتَ إمَّا مُحْسِناً، فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإمَّا مُسِيئاً فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ» متفقٌ عليه، وهذا لفظ البخاري. وفي روايةٍ لمسلم عن أبي هُرَيْرَةَ رضيَ اللهُ عنه عن رسُولِ اللهِ ﷺ قال: «لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ، وَلا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ؛ إنَّهُ إذَا ماتَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَإنَّهُ لا يَزِيدُ المُؤْمِنَ عُمُرُهُ إلَّا خَيراً».

۱/ ۵۸۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے یا تو وہ نیکوکار ہے تو شاید نیکیوں میں وہ زیادہ بڑھ جائے (جو ایک مومن کا مقصود و مطلوب ہے) اور یا بدکار ہے تو شاید وہ توبہ کرے (اس طرح عمر میں اضافہ اس کے لئے خیر کا باعث ہو جائے)

(بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی روایت میں ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے۔ اس لئے کہ جب یہ مر جائے گا تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور مومن کے لئے اس کی عمر میں اضافہ اس کے لئے بھلائی ہی میں اضافے کا باعث ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة ـ وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به.

۵۸۵- فوائد: اس میں موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے، اس لئے کہ ایک مومن کے لئے عمر میں زیادتی ہر صورت میں مفید ہے۔ جتنی زیادہ عمر اس کو ملے گی، وہ نیکیوں میں اتنی ہی ترقی کرے گا، یا کسی معصیت میں مبتلا ہو گا تو شاید اس سے تائب ہونے کا اسے موقع مل جائے۔ پس مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنا دامن زیادہ سے زیادہ نیکیوں سے بھر لے۔

٥٨٦ـ وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحدُكُمُ المَوْتَ لِضُرٍّ أَصابَهُ، فإنْ كانَ لا بُدَّ فَاعِلاً،

۲ / ۵۸۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے، جو اسے پہنچے، موت کی آرزو ہرگز نہ

فَلْيَقُل: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الحَيَاةُ خَيْراً لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الوَفَاةُ خَيْراً لِي» متفقٌ عليه.

کرے۔ اگر اس نے ضرور ہی کرنی ہے تو بایں الفاظ کرے۔ (اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا" لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی " اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھے موت اس وقت دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت، وكتاب الطب ـ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به.

۵۸۶۔ **فوائد:** اس میں بھی موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ آرزو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آرزو کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضاء و تقدیر پر راضی نہیں ہے تاہم اگر یہ آرزو ناگزیر ہو جائے تو مذکورہ الفاظ میں دعا کی جائے۔

٥٨٧ـ وعَنْ قَيسِ بنِ أبي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلى خَبَّابِ بنِ الأَرَتِّ رضيَ اللهُ عنهُ نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ فقال: إنَّ أَصْحَابَنَا الَّذينَ سَلَفُوا مَضَوْا، وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعاً إلَّا التُّرَابَ وَلَوْلا أَنَّ النَّبيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بالمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطاً لَهُ، فقال: إنَّ المُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ في كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إلا في شَيْءٍ يَجْعَلُهُ في هٰذَا التُّرَابِ. متفقٌ عليه، وهذا لفظ رواية البخاري.

۳ / ۵۸۷ حضرت قیس بن ابی حازمؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لئے ان کے پاس گئے اور انہوں نے (بطور علاج) سات داغ لگوائے تھے تو انہوں نے فرمایا ہمارے وہ ساتھی جو ہمارے پیش رو تھے' وہ گزر گئے (دنیا سے چلے گئے) اور دنیا نے (ان کے اخروی اجر کو) کم نہیں کیا (کیونکہ انہیں دنیا کی آسائشیں میسر نہ تھیں) اور (اب) ہمیں اتنی دولت میسر آگئی ہے کہ اسے سنگ و خشت (تعمیرات) پر خرچ کرنے (یا زمین میں دفن کرنے) کے سوا اس کا کوئی مصرف نہیں پاتے۔ اگر ہمیں نبی کریم ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں ضرور موت کی دعا کرتا۔ پھر ہم دوسری مرتبہ ان کے پاس گئے جب کہ وہ اپنی کوئی دیوار بنا رہے تھے' تو فرمایا' مومن جس پر بھی کچھ خرچ کرے' اسے اجر ملتا ہے سوائے اس خرچ کے جو وہ اس مٹی (تعمیرات) پر کرتا ہے۔

(بخاری و مسلم۔ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت، وكتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة ـ وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة تمني

الموت لضر نزل به.

٥٨٧- فوائد: پہلے ایک طریقہ علاج داغنا بھی تھا۔ لوہا گرم کرکے جسم کے متعلقہ حصوں پر لگانے کو داغنا کہا جاتا ہے۔ حضرت خباب اپنی بیماری کی وجہ سے سات مرتبہ داغنے کے عمل سے گزر چکے تھے جس سے وہ سخت پریشان تھے۔ جس کا اظہار انہوں نے حدیث میں مذکور الفاظ کے ذریعے سے کیا۔ اس میں جو فرمایا گیا کہ تعمیر پر جو خرچ ہوگا، اس پر اجر نہیں ملے گا اس سے مراد ایسی تعمیرات ہیں جو زائد از ضرورت ہیں ورنہ انسان کو سر چھپانے اور گرمی، سردی کی شدت اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کے لئے ایک مکان کی ضرورت ہے اور یہ انسانی زندگی کا ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ اس لئے مذکورہ وعید صرف ایسی تعمیرات پر ہے جو ضرورت سے زائد ہوں یا جن پر ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ جیسے بدقسمتی سے آج کل مسلمانوں کا حال ہے کہ ان کی ساری دولت یا تو شادی بیاہ کی فضول رسموں اور اسراف و تبذیر کے مظاہروں پر خرچ ہو رہی ہے یا پھر عالیشان محلات، سربفلک عمارات، خوشنما بنگلوں اور زرنگار کوٹھیوں کی تعمیر پر لگ رہی ہے۔

٦٨- بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

قال الله تعالى: ﴿وَتَحْسَبُونَهُۥ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمٌ ۝١٥﴾ [النور: ١٥] وقال تعالى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِٱلْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤].

٦٨- پرہیز گاری اختیار کرنے اور شبہہ والی چیزوں کو چھوڑ دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم اس بات کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔

نیز فرمایا: یقیناً تیرا رب گھات میں ہے (یعنی تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے)

فائدۂ آیت: پہلی آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے ضمن میں نازل ہوئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو ان کی اس کوتاہی پر زجر و توبیخ کی گئی جو اس تہمت کے بارے میں ان سے ہوئی کہ انہوں نے اسے زیادہ اہم نہیں سمجھا۔ اللہ نے فرمایا۔ ہمارے پیغمبر کی زوجہ مطہرہ کی عزت و آبرو پر تہمت کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ جرم و گناہ کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہاں اسے ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ انسان بہت سے گناہ کے کام محض اس لئے کرلیتا ہے کہ وہ اس کی نظر میں ہلکے ہوتے ہیں حالانکہ گناہ کا کام، بظاہر کتنا بھی چھوٹا ہو، اس ذات کی نافرمانی ہے جو عظمت وجلالت اور قوت و طاقت کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے۔ اس لئے اس کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بھی بہت بڑی بات ہے۔

٥٨٨- وعن النُّعمانِ بنِ بَشيرٍ رضيَ اللهُ عنهما قال: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «إنَّ الحَلالَ بيِّنٌ، وإنَّ الحَرامَ بيِّنٌ، وبَيْنَهُما مُشْتَبِهاتٌ لا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النّاسِ، فَمَنِ اتَّقى الشُّبُهاتِ، اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ

١/ ٥٨٨ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح اور ان کے درمیان (بہت سی چیزیں) شبہے والی ہیں جن کی حقیقت سے اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔ پس جو شخص شبہے والی چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا

وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ ، وَقَعَ فِي الحَرَام، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلا وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضغَةً إِذَا صَلَحَت صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلا وَهِيَ القَلْبُ» متفقٌ عليه. وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِأَلْفَاظٍ مُتَقَارِبَةٍ.

اور جو شبہات میں گر گیا (یعنی انہیں اختیار کرلیا) وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ جیسے وہ چرواہا ہے جو (کسی کی مخصوص) چراگاہ کے اردگرد (اپنے جانوروں کو) چراتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ کے اندر داخل ہو کر اسے بھی چرنا شروع کردیں گے۔ سنو! ہر بادشاہ کی رکھ (مخصوص چراگاہ) ہوتی ہے (جس میں داخل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی) سنو! اللہ کی رکھ، اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (جن کے قریب جانا کسی کے لئے جائز نہیں) سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو سارا جسم انسانی خراب ہوجاتا ہے اور وہ (مضغہ گوشت) دل ہے۔

(بخاری و مسلم)

اور ان دونوں نے اسے اور بھی کئی طریقوں سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ باہم قریب ہیں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، وكتاب البيوع - وصحيح مسلم، كتاب البيوع، باب أخذ الحلال وترك الشبهات.

۵۸۸۔ فوائد: مشتبہات سے مراد ایسے امور و معاملات ہیں جن کی حلت و حرمت سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ انہیں اختیار کرنے سے انسان گریز کرے اور جو شخص حلت و حرمت کی پروا کئے بغیر ان میں ملوث ہوگیا، سمجھ لو کہ وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ اس میں تجارت اور کاروبار کرنے والوں کے لئے بڑی تنبیہ ہے کہ وہ صرف ایسے طریقے اختیار کریں جو واضح طور پر حلال ہوں اور مشتبہ امور و معاملات سے اجتناب کریں۔ دوسری اہم بات اس میں دل کی بابت بتلائی گئی ہے کہ اس کے صلاح و فساد پر سارے جسم کی صلاح و فساد کی بنیاد ہے۔ اس لئے دل کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اس کی اصلاح ایمان و تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں۔

٥٨٩ ـ وعن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ، فقالَ: «لَوْلا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لأَكَلْتُهَا» متفقٌ عليه.

۲/ ۵۸۹ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں ایک کھجور ملی تو آپؐ نے فرمایا، اگر مجھے اس کے صدقے میں سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً اسے کھالیتا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب البيوع، باب ما يتنزه من الشبهات، وكتاب اللقطة، باب إذا وجد تمرة في الطريق - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب تحريم الزكاة علي رسول

الله ﷺ وعلى آله.

۵۸۹- فوائد: نبی کریم ﷺ اور آپؐ کی آل پر چونکہ زکوۃ و صدقات حرام تھے- اس لئے اس کے کھانے سے گریز فرمایا جس سے یہی بات معلوم ہوئی کہ جس چیز کے جائز ہونے میں شک ہو- ایک مسلمان کو اس سے اجتناب ہی کرنا چاہیے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں بیان ہوا- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ راستے میں کوئی معمولی چیز گری پڑی ملے' جس کی خاص اہمیت نہ ہو تو انسان اس کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے- اس کے لئے اعلان و اشتہار ضروری نہیں جیسا کہ بیش قیمت ملنے والی چیزوں کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ اسے اس کے اصل مالک تک پہنچا دیا جائے- اسی طرح کھانے کی چیز اٹھا کر کھالینا بھی اس سے ثابت ہوا-اس میں تواضع بھی ہے اور اللہ کی نعمت کی قدردانی بھی-

٥٩٠ ـ وعن النَّوَّاسِ بنِ سَمعانَ رضيَ الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «البرُّ حُسنُ الخُلُقِ، وَالإثْمُ مَا حاكَ في نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» رواهُ مسلم. «حَاكَ» بالحاءِ المهملةِ والكافِ، أَيْ: تَرَدَّدَ فيهِ.

۳/۵۹۰ حضرت نواس بن سمعان ؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' نیکی' اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناگوار گزرے- (مسلم)

حاک' حاء اور کاف کے ساتھ- اس میں تردد اور کھٹک ہو-

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تفسير البر والإثم.

۵۹۰- فوائد: اسلام میں حسن اخلاق کا جو درجہ ہے' اس میں بھی اس کی وضاحت ہے- یعنی خندہ روئی سے ملنا' لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانا' بلکہ آرام و سہولت پہنچانے کی سعی کرنا' لوگوں کے کام آنا اور نیکی کے کاموں سے تعاون کرنا' کشادہ دستی سے کام لینا اور دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرنا جو انسان اپنے لئے پسند کرتا ہے وغیرہ' یہ سب اخلاقی خوبیاں ہیں جو اسلام کی نظر میں نیکیاں ہیں- ہر قبیح اور شر والا کام گناہ ہے' اس کی یہاں دو علامتیں بیان کی گئی ہیں- ایک یہ کہ اس کے کرنے پر انسان کے دل میں کھٹک پیدا ہو اور دوسری یہ کہ اس سے باخبر ہونے کو وہ پسند نہ کرے- یہ حدیث اس امر پر بھی دلیل ہے کہ انسانی فطرت (اگر برے ماحول اور صحبت بد کی وجہ سے مسخ نہ ہوگئی ہو تو) انسان کی صحیح بات کی طرف رہنمائی کرتی اور برائیوں سے روکتی ہے-

٥٩١ ـ وعن وابصةَ بنِ معبدِ رضيَ اللهُ عنه قال: أَتَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ فقال: «جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ البرِّ؟» قلتُ: نعم، فقال: «اسْتَفْتِ قَلْبَكَ، البرُّ: مَا اطْمَأَنَّتْ إلَيْهِ النَّفسُ، وَاطْمَأَنَّ إلَيْهِ القَلْبُ، وَالإثْمُ مَا حَاكَ في النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ في الصَّدْرِ، وَإنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ»

۴/۵۹۱ حضرت وابصہ بن معبد ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا' تم نیکی کی بابت پوچھنے آئے ہو؟ میں نے کہا' ہاں- پس آپؐ نے فرمایا' اپنے دل سے پوچھو' نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور دل میں کوئی کھٹک نہ ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کی بابت تردد ہو اگرچہ لوگ تجھے (اس کے جواز کا) فتویٰ

حديثٌ حسن، رواهُ أحمدُ، وَالدَّارِمِيُّ في «مُسْنَدَيْهِمَا».

دے دیں اور تجھے فتویٰ دے دیں۔ (حدیث حسن ہے۔ مسند احمد و دارمی)

تخريج: مسند الإمام أحمد بن حنبل٤/٢٢٨ ـ وسنن دارمي، كتاب البيوع، باب "دع ما يريبك إلي ما لا يريبك".

۵۹۱۔ فوائد: اس میں نبی ﷺ کے معجزے کے علاوہ کہ آپؐ نے سوال سے پہلے ہی اس کا سوال بوجھ لیا، اس امر کی وضاحت ہے کہ انسان کا دل سب سے بڑا مفتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو ایمان کے نور سے منور رکھے تاکہ وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا رہے۔

٥٩٢ ـ وعن أبي سَرْوَعَةَ ـ بكسر السين المهملة ونصبها ـ عُقْبَةَ بنِ الحارثِ رضيَ اللهُ عنهُ أَنَّهُ تزَوَّجَ ابْنَةً لأبي إهابِ بن عَزيزٍ، فأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فقالَت: إنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ والَّتِي قَدْ تزَوَّجَ بها، فقالَ لَها عُقْبَةُ: ما أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِني وَلا أَخْبَرتِني، فَرَكِبَ إلى رَسُولِ اللهِ ﷺ بالمَدِينَةِ، فَسَأَلَهُ، فقال رسُولُ الله ﷺ: «كَيْفَ، وَقَدْ قِيلَ؟!» فَفارَقَها عُقْبَةُ وَنكَحَتْ زَوْجاً غَيرَهُ. رواهُ البخاري. «إهابٌ» بكسرِ الهمزة، وَ«عَزِيزٌ» بفتح العين وبزاي مكرّرة.

۵/ ۵۹۲ حضرت ابو سروعہ۔۔ سین کے زیر اور زبر کے ساتھ --- عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابواہاب بن عزیز کی لڑکی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے عقبہؓ کو اور اس لڑکی کو جس سے عقبہ نے شادی کی ہے (دونوں کو) دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہ نے اس سے کہا، مجھے تو معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے اس کی بابت مجھے (پہلے) بتلایا ہے۔ پس عقبہ سوار ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور اس کے بارے میں آپؐ سے پوچھا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ نکاح کیوں کر قائم رہ سکتا ہے جبکہ یہ بات کہی گئی ہے ۔ پس حضرت عقبہؓ نے اس لڑکی سے جدائی اختیار کرلی اور اس لڑکی نے عقبہ کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرلیا۔ (صحیح بخاری)

اہاب، ہمزہ پر زیر ہے۔ اور عزیز، عین کے زبر اور دو زاء کے ساتھ ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب الرحلة في المسألة النازلة، وكتاب البيوع، وكتاب الشبهات، وكتاب النكاح.

۵۹۲۔ فوائد: عورت کی گواہی کے بارے میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن وہ مالی معاملات اور حدود و قصاص کے بارے میں ہیں۔ مثلاً اموال و دیون میں قرآن کریم میں ان کی گواہی کو مرد کی گواہی سے نصف اور ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح حدود و قصاص کے معاملات میں علمائے اسلام نے عورت کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا ہے، بلکہ مردوں کی گواہی کو اثبات حد کے لئے ضروری سمجھا ہے تاہم ایسے

معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوپاتے، ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی کو بھی قبول کرنے پر ان کا اتفاق ہے۔ جیسے ولادت، استہلال اور عورتوں کے عیوب وغیرہ کے مسائل ہیں۔ اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک عورت کی اس گواہی پر کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے اور اس اعتبار سے یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، انہوں نے جدائی اختیار کرلی اور نبی ﷺ نے بھی رضاعت کا علم ہونے کے بعد اس نکاح کو ناجائز قرار دیا۔

٥٩٣ - وعنِ الحَسَنِ بنِ عليٍّ رضيَ اللهُ عنهما قال: حَفِظْتُ مِنْ رسُولِ اللهِ ﷺ: «دَعْ مَا يَرِيبُكَ إلى مَا لا يَرِيبُكَ» رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيح. مَعناهُ: اتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيهِ، وَخُذْ مَا لا تَشُكُّ فِيهِ.

٦ / ٥٩٣ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد کیا، آپ ؐ نے فرمایا وہ چیز چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈال دے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

اس کے معنی ہیں جس میں تمہیں شک ہو وہ چھوڑ دو اور جس میں شک نہ ہو، اسے اختیار کرو۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب «اعقلها وتوكل».

۵۹۳- فوائد: اس میں بھی شبہے والی چیزیں ترک کردینے کی تاکید ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں بھی بیان ہوا۔

٥٩٤ - وعن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: كانَ لأبي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضيَ اللهُ عنه، غُلامٌ يُخْرِجُ لَهُ الخَراجَ وكانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجَاءَ يَوْماً بشَيْءٍ، فأَكَلَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الغُلامُ: تَدْري مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لإنْسَانٍ فِي الجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الكِهَانَةَ إلَّا أنِّي خَدَعْتُهُ، فَلَقِيَنِي، فَأَعْطَانِي بِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. رواهُ البخاري. «الخَراجُ» شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلَى عَبْدِهِ يُؤَدِّيهِ إلى السيِّد كُلَّ يَوْمٍ، وَبَاقي كَسبِهِ يَكُونُ للعَبْدِ.

٧ / ٥٩٤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ ؓ کو کما کر دیا کرتا تھا اور ابوبکر ؓ اس کی کمائی سے کھاتے تھے، ایک دن وہ کوئی چیز لایا اور حضرت ابوبکر ؓ نے اسے کھالیا، تو غلام نے کہا، آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا (بتاؤ) یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا، میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لئے نجومیوں والی پیش گوئی کی تھی، حالانکہ میں نجومیوں والے علم سے اچھی طرح واقف نہیں تھا۔ پس میں نے یوں ہی تیر تکا چلایا تھا۔ چنانچہ وہ (آج) مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز دی جس سے آپ نے کچھ کھایا ہے۔ پس حضرت ابوبکر ؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور پیٹ میں گئی ہوئی چیز قے کے ذریعے باہر نکال دی۔ (بخاری)

الخراج، وہ آمدنی ہے جسے آقا اپنے غلام کے لئے لازم کردیتا ہے کہ روزانہ اسے ادا کرنی ہے اور اس

کے علاوہ باقی آمدنی غلام کی ہوتی ہے۔ یعنی ایک مقررہ روزینہ یا یومیہ آمدنی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب أيام الجاهلية.

۵۹۴۔ فوائد: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں میں علم نجوم (کہانت) کا سلسلہ عام تھا۔ اسلام نے آکر اسے ختم کیا اور اس کی آمدنی کو حرام قرار دیا۔ اسی لئے جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ غلام کی لائی ہوئی چیز اس کے کہانت کی آمدنی ہے تو اسے قے کے ذریعے باہر نکال دیا۔ یہ ان کی غایت درجہ زہد و ورع کی اور امور جاہلیت سے اجتناب کی دلیل ہے۔

٥٩٥ ـ وعن نافِعٍ أنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَانَ فَرَضَ للْمُهَاجرينَ الأوَّلِينَ أَرْبَعَةَ آلافٍ، وَفَرَضَ لابْنِهِ ثَلاثَةَ آلافٍ وَخَمْسَمِائةٍ، فَقِيلَ لَهُ: هُوَ مِنَ المُهَاجِرينَ فَلِمَ نَقَصَهُ؟ فقال: إنَّما هَاجَرَ بِهِ أَبُوهُ. يَقُولُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ. رواهُ البخاري.

۸ / ۵۹۵ حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے مہاجرین اولین کے لئے چار (چار) ہزار درہم (سالانہ) وظیفہ مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کے لئے ساڑھے تین ہزار۔ تو انہیں کہا گیا کہ یہ بھی تو مہاجرین میں سے ہے۔ آپؓ نے اس کا وظیفہ کیوں کم رکھا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا' اسے تو اس کے باپ نے ہجرت کروائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کی طرح نہیں ہے جنہوں نے خود ہجرت کی۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلي المدينة.

۵۹۵۔ فوائد: اس میں حضرت عمر ؓ کے زہد و ورع اور امانت و دیانت کا بیان ہے کہ انہوں نے بیت المال میں اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے پانچ سو درہم کم رکھے صرف اس بنا پر کہ اس نے چونکہ اپنے والدین کی معیت میں ہجرت کی تھی' اس لئے اس کا درجہ ان مہاجرین سے کچھ کم ہونا چاہیے جنہوں نے بذات خود اپنی مرضی سے ہجرت کی۔ رضی اللہ عنہم

ریاض الصالحین کے اکثر نسخوں میں ھاجر بہ ابوہ ہے لیکن صحیح بخاری میں یہ ھاجر بہ ابواہ (اس کے والدین نے اسے ہجرت کرائی ہے)۔ یہ کردار' اس کردار سے کتنا مختلف ہے جو آج کل مسلم ممالک میں مسلط حکمران پیش کررہے ہیں جس میں اقرباء نوازی ہی اقرباء نوازی اور پارٹی نوازی ہی پارٹی نوازی ہے۔ سارے قومی وسائل اپنوں کو ہی نوازنے پر صرف ہورہے ہیں اور عام لوگوں کے مسائل و مشکلات سے انہیں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

٥٩٦ ـ وعن عَطِيَّةَ بن عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَبْلُغُ العَبْدُ أَنْ يَكُونَ

۹ / ۵۹۶ حضرت عطیہ بن عروہ سعدی صحابی ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ پرہیز گاروں کے درجے تک اس وقت ہی پہنچ سکتا ہے جب وہ ایسی

مِنَ المُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لا بَأْسَ بِهِ، حَذَراً لِمَا بِهِ بَأْسٌ». رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

چیزیں بھی چھوڑ دے جس میں کوئی حرج نہ ہو تاکہ وہ ان چیزوں سے بچ جائے جن میں حرج ہے۔ (ترمذی، حسن)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الزهد، باب من درجات المتّقين.

شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے تخریج "الحلال و الحرام" للقرضاوی، ص ۱۷۸۔

۵۹۶۔ فوائد: اس میں شبہے والی چیزوں سے بچنے کو تقویٰ کا تقاضا اور متقین کی علامت بتلایا گیا ہے۔ یہ روایت گو سنداً ضعیف ہے لیکن اس کا مضمون وہی ہے جو دیگر صحیح احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ احادیث سے واضح ہے۔

٦٩ - بَابُ اسْتِحبَابِ العُزلَةِ عِندَ فَسَادِ الزَّمَانِ أَوِ الخَوفِ مِن فِتنَةٍ فِي الدِّينِ أَو وُقُوعِ فِي حَرَامٍ وَشُبُهَاتِ وَنَحوِهَا

٦٩۔ لوگوں اور زمانے کے بگاڑ کے وقت یا دین میں فتنے کے خوف سے اور حرام و مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے گوشہ نشینی کے پسندیدہ ہونے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿فَفِرُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝٥٠﴾ [الذاريات: ٥٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تم اللہ کی طرف دوڑو، بے شک میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں۔

فائدۂ آیات: اللہ کی طرف دوڑنے کا مطلب ہے، اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت اختیار کرنا۔ امام نوویؒ نے اس باب میں اس آیت کو ذکر کرکے گویا استدلال فرمایا ہے کہ جب شہروں اور آبادیوں میں بگاڑ عام کی وجہ سے دین پر عمل کرنا مشکل ہو جائے یا دین و ایمان کو خطرہ اور حرام و مشتبہات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، تو انسان کے لئے جنگلوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر جاکر بسیرا کرلینا مستحب ہے تاکہ دین کی حفاظت ہو سکے۔

٥٩٧ - وعن سعد بن أبي وقَّاص رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إنَّ اللهَ يُحِبُّ العَبْدَ التَقِيَّ الغَنِيَّ الخَفِيَّ» رواه مسلم. المُرَاد بـ «الغَنِيِّ»: غَنِيُّ النَّفسِ، كما سَبَقَ في الحديث الصحيح.

۱/ ۵۹۷ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو پرہیزگار، مخلوق سے بے نیاز اور پوشیدہ ہو۔ (یعنی شہرت اور نمود و نمائش سے اجتناب کرنے والا ہو) (مسلم)

غنی سے مراد دل کا غنی ہے (یعنی جو صرف اللہ سے امید وابستہ کرے اور لوگوں سے بے نیاز رہے) جیسا پہلے حدیث صحیح میں گزرا۔

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الزهد والرقائق.

۵۹۷۔ فوائد: اس میں اللہ کی اطاعت و عبادت کے لئے عزلت (گوشہ نشینی) کا استحباب ہے بالخصوص جبکہ فساد عام اور لوگوں سے اختلاط کی صورت میں دین کو خطرہ لاحق ہو یا اس پر عمل کرنا مشکل ہو۔

٥٩٨ - وعن أبي سعيد الخُدري رضي الله عنه قال: قَالَ رجُلٌ: أَيُّ النَّاس أَفْضَلُ يَا رَسولَ الله! قال: «مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ في سَبِيلِ الله» قال: ثم من؟ قال: «ثم رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ في شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّه». وفي روايةٍ: «يَتَّقِي الله، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۵۹۸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کون سا شخص افضل ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ جہاد کرے۔ اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا، پھر وہ آدمی افضل ہے جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے، وہ اللہ سے ڈرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن یجاهد بنفسه وماله في سبیل الله - وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط.

۵۹۸- فوائد: اس میں بھی جہاد فی سبیل اللہ کے بعد دوسرے نمبر پر اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو صرف اس نیت سے گوشہ نشینی اختیار کرے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے گا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس میں دینی امور سے متعلق سوال کرنے کا بھی استحباب ہے۔ شعب، پہاڑی راستے یا دو پہاڑوں کے درمیان گزرگاہ کو کہتے ہیں۔

٥٩٩ - وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ المُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ القَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الفِتَنِ» رواه البخاري. وَ«شَعَفُ الجِبَالِ»: أَعْلاَهَا.

۳/ ۵۹۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کی جگہوں (جنگلوں میں) جائے گا۔ شہروں سے اس کا یہ فرار اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے ہوگا۔ (بخاری)

شعف الجبال، پہاڑ کی چوٹیاں۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن، وکتاب الفتن، وغیرهما من الکتب.

۵۹۹- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے اخلاق و کردار میں بگاڑ اتنا شدید اور عام ہو جائے گا کہ لوگوں کے اندر رہتے ہوئے دین کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔ ایسے حالات میں دین کو بچانے کے لئے شہروں سے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ آج اخلاق و کردار کا یہ بگاڑ اسلامی ممالک میں عام ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ روز بروز دین سے دور بلکہ اس سے محروم ہوتے جا رہے ہیں اور دین داروں کا دین پر قیام اور عمل مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔

٦٠٠ ـ وعَنْ أبي هُريرة رضي الله عَنْه عَنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «مَا بَعَثَ اللهُ نَبيّاً إلَّا رَعَى الْغَنَمَ» فَقَالَ أَصْحَابُه: وَأَنْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لأَهْلِ مَكَّةَ» رواه البخاري.

۴/ ۶۰۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ نے جو نبی بھی بھیجا' اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔ پس آپ ؐ کے صحابہ ؓ نے پوچھا' اور آپ ؐ نے بھی (بکریاں چرائیں)؟ آپ ؐ نے فرمایا' ہاں۔ میں مکے والوں کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإجارة، باب من رعي الغنم علي قراريط.

۶۰۰۔ فوائد: قراریط' قیراط کی جمع ہے۔ یہ دینار کا بیسواں اور بعض کے نزدیک ۲۴ واں حصہ ہے۔ اس میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرنا آسان ہوجائے کیونکہ ایک چرواہے کو بکریوں کی حفاظت کے لئے بڑے صبر و ضبط سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ مشق' پیغمبر کے کام آتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں حلال پیشے اختیار کرنے کی ترغیب ہے چاہے لوگ اسے کمتر ہی سمجھیں۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے بھی مختلف پیشے اختیار کئے۔

٦٠١ ـ وعنه عَنْ رسولِ الله ﷺ أنه قال: «مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ الله، يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً، طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي القَتْلَ أَوِ المَوْتَ مَظَانَّه، أَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيمَةٍ فِي رَأْسِ شَعفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ، أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الأَوْدِيَةِ، يُقِيمُ الصَّلاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ اليَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إلَّا فِي خَيْرٍ» رواه مسلم.

۵/ ۶۰۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو۔ اس کی پیٹھ پر سوار ہوکر اڑتا ہے۔ (تیزی سے ادھر ادھر آتا جاتا ہے) جب بھی کوئی دھماکہ یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو اڑ کر (یعنی تیزی سے) وہاں پہنچتا ہے۔ قتل ہوجانے یا موت کے متوقع مقامات کو تلاش کرتا ہے یا وہ شخص (بہتر زندگی کا حامل ہے) جو تھوڑی سی بکریوں کے ساتھ پہاڑ کی کسی چوٹی پر یا ان وادیوں (گھاٹیوں) میں سے کسی وادی (گھاٹی) میں اقامت گزیں ہو' وہاں نماز قائم کرتا' زکوٰۃ ادا کرتا اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے۔ وہ لوگوں میں بہتر حالت میں ہی ہے۔ (مسلم)

«يَطِيرُ» أَيْ: يُسْرِعُ. وَ«مَتْنُهُ»: ظَهْرُهُ. وَ«الهَيْعَةُ»: الصَّوْتُ لِلحَرْبِ وَ«الفَزْعَةُ»: نَحْوُهُ. وَ«مَظَانُّ الشَّيْءِ»: المَوَاضِعُ الَّتِي يُظَنُّ وُجُودُهُ فِيهَا. وَ«الغُنَيمَةُ» - بضم

یطیر کے معنی ہیں جلدی کرتا ہے۔ متنہ' اس کی پشت۔ ھیعۃ' لڑائی کی آواز (دھماکہ' فائرنگ وغیرہ) فزعۃ کا مفہوم بھی اس جیسا ہی ہے۔ مظان الشئی کا مطلب ہے ایسی جگہیں جن میں اس کے وجود کا

الغين - تصغير الغنم. وَ«الشَّعَفَةُ» بفتح الشِّين والعين: هي أعْلَى الجَبَلِ.

گمان اور امکان ہو۔ الغنیمۃ ' غین پر پیش ' غنم (بکری) کی تصغیر۔ تھوڑی سی بکریاں۔ الشعفۃ ' شین عین اور فاء پر زبر ' پہاڑ کا بالائی حصہ (چوٹی)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط.

٦٥١۔ **فوائد:** اس میں دو قسم کے افراد کو سب سے بہتر بتلایا گیا ہے۔ ایک وہ جو جہاد کی تیاری میں مصروف اور اس کے لئے ہمہ وقت آمادہ و مستعد رہتا ہے۔ دوسرا ' وہ جو اپنے دین کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کے لئے شہری آبادیوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جابستا ہے اور تھوڑی سی بکریوں کے ذریعے سے اپنا گزارہ کرتا ہے۔

٧٠ - بَابُ فَضْلِ الاخْتِلَاطِ بِالنَّاسِ

وَحُضُورِ جُمَعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ، وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ، وَحُضُورِ جَنَائِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَإِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَقَمَعَ نَفْسَهُ عَنِ الإِيذَاءِ، وَصَبَرَ عَلَى الأَذَى

٧٠۔ لوگوں سے میل جول رکھنے کی فضیلت کا بیان

مثلاً جمعہ ' جماعتوں ' نیکی کے مقامات اور مجالس ذکر میں لوگوں کے ساتھ حاضر ہونا ' بیمار کی عیادت ' جنازوں میں حاضری ' ضرورت مند کی خبر گیری اور جاہل کی رہنمائی اور اسی طرح کے دیگر مصالح کے لئے لوگوں سے ربط و تعلق ' بشرطیکہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قادر ہو اور لوگوں کو ایذا دہی سے اپنے نفس کو باز رکھے اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء پر صبر کرے۔

اعْلَم أَن الاخْتِلاط بالنَّاسِ على الوَجْهِ الَّذي ذَكَرْتُهُ هُو المختار الذي كان عليهِ رسولُ اللهِ ﷺ وسائِرُ الأنبياءِ صلواتُ اللهِ وسلامُه عليهم، وكذلك الخُلفاءُ الرَّاشدونَ، ومَنْ بعدَهُم مِنَ الصَّحابةِ وَالتَّابعينَ، وَمَنْ بَعدَهُم مِنْ عُلَماءِ المُسْلِمينَ وَأَخيارِهم، وَهُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ التَّابعينَ وَمَنْ بَعدَهُمْ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وأَحْمَدُ، وَأَكْثَرُ الفُقَهاءِ رضي الله عنهم أَجمعينَ، قال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا

امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ بات اچھی طرح جان لو کہ لوگوں سے میل جول کا وہ طریقہ جس کا ذکر میں نے کیا ہے ' یہی پسندیدہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح خلفائے راشدین اور ان کے بعد صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علمائے مسلمین اور دیگر نیک لوگ کاربند رہے اور یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا مذہب ہے۔ اسی کے امام شافعی ' امام احمد اور اکثر فقہا رحمہم اللہ اجمعین قائل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون

عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ ﴾ [المائدة: ٢] والآيات في معنى ما ذكرتُه كثيرة معلومة.

کرو" (سورہ مائدہ ۲) اور میں نے جو ذکر کیا ہے، اس مفہوم کی آیات کثرت سے ہیں۔

فوائد باب: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس جامعیت سے باب باندھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ آگیا ہے کیونکہ دین اسلام دین رہبانیت تو نہیں ہے کہ دنیا سے بھاگ کر جنگلوں اور صحراؤں میں انسان نکل جائے بلکہ انسان کا اصل کمال یہ ہے کہ انسانوں کی آبادی میں رہ کر اللہ کے اور اس کے بندوں کے دونوں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرے اور حق و باطل کی کشمکش اور معرکہ آرائی میں حق کو سربلند کرنے اور باطل کی سرکوبی کے لئے جدوجہد کرے اور اس راہ کی صبر آزما مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاهم افضل من المومن الذی لایخالط الناس ولا یصبر علی اذاهم (صحیح الجامع الصغیر۔ رقم ٦٦٥١) "وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے"۔

٧١ ـ بَابُ التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لِلْمُؤْمِنِينَ

۷۱۔ تواضع اور مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾ [الشعراء: ٢١٥] وقال تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرۡتَدَّ مِنكُمۡ عَن دِينِهِۦ فَسَوۡفَ يَأۡتِي ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾ [المائدة: ٥٤] وقال تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ ﴾ [الحجرات: ١٣] وقال تعالى: ﴿ فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡۖ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ﴾ [النجم: ٣٢] وقال تعالى: ﴿ وَنَادَىٰٓ أَصۡحَٰبُ ٱلۡأَعۡرَافِ رِجَالٗا يَعۡرِفُونَهُم بِسِيمَىٰهُمۡ قَالُواْ مَآ أَغۡنَىٰ عَنكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ ٱللَّهُ بِرَحۡمَةٍۚ ٱدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَآ أَنتُمۡ تَحۡزَنُونَ ﴾ [الأعراف: ٤٨ ـ ٤٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مومن تیرے پیروکار ہیں، ان سے نرمی کے ساتھ پیش آ۔

اور فرمایا اللہ نے: اے ایمان والو، جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، مومنوں کے لئے وہ نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔

نیز فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا (یعنی تم سب کی اصل ایک ہے) (اور تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے ہاں تم سب میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

نیز فرمایا: تم اپنے آپ کو پاک مت کہو، وہ تم میں سے تقویٰ والوں کو خوب جانتا ہے۔

اور فرمایا اللہ نے: اعراف والے کچھ لوگوں کو پکاریں گے جن کو وہ ان کی علامت سے پہچانتے ہوں گے، کہیں گے۔ تم کو تمہارا جتھا اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کی بابت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت حاصل نہیں ہوگی؟ (ان کو حکم ہوگا) جنت میں داخل ہوجاؤ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔

فائدۂ آیات: پہلی دو آیات میں اہل ایمان کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آنے کا حکم ہے۔ تیسری آیت میں کہا گیا ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہی ہے اور ایک ہی ماں باپ سے تم سب کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس لئے نسب اور قبیلے کی بنیاد پر کوئی کسی سے برتر نہیں ہے۔ قبیلے اور برادریاں تو محض شناخت اور تعارف کے لئے ہیں۔ ایک دوسرے پر فخر و غرور کے اظہار اور تفوق و برتری جتلانے کے لئے نہیں۔ کیونکہ عنداللہ نسب و خاندان کی کوئی حیثیت نہیں وہاں تو قرب و منزلت کے لئے ایمان و تقویٰ ضروری ہے جو اس میں جتنا کامل ہوگا، اتنا ہی اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہوگا اور جو اس سے محروم ہوگا اسے عالی نسبی یا خاندانی برتری معزز و مکرم نہیں بناسکے گی۔

من بطأبه عمله لم يسرع به نسبه

آخری آیت میں اعراف کا ذکر ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار یا مخصوص جگہ ہے جہاں ایسے لوگ عارضی طور پر کھڑے ہونگے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی۔ یہ لوگ اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کا مشاہدہ کررہے ہوں گے۔ وہاں یہ ان رؤسائے کفار کو بھی دیکھیں گے جنہیں دنیا میں اپنے جتھے اور استکبار پر گھمنڈ تھا اور مسلمانوں کی غربت و ناداری کا استہزاء اڑاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ ان کے چہروں پر جو سیاہی اور پریشانی ہوگی، اصحاب الاعراف اس سے انہیں پہچان لیں گے اور ضعفاء اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا اور وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ اس سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ دنیا کی جتھہ بندی اور سرداری اور چودہراہٹ اللہ کے ہاں کام نہیں آئے گی، وہاں صرف ایمان ہی کام آئے گا چاہے صاحب ایمان کا دامن دنیا کی دولت و حشمت سے خالی اور خاندانی برتری سے بھی وہ محروم ہو۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٦٠٢ ـ وعن عِيَاضِ بنِ حِمَارٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ أَوحَى إلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلى أَحَدٍ، وَلا يَبْغِي أَحَدٌ عَلى أَحَدٍ» رواه مسلم.

۱/ ۶۰۲ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع (عاجزی) اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها

في الدنيا . . .

٦٠٢۔ فوائد: تواضع کا مطلب ہے' ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی' نرمی اور محبت سے پیش آنا۔ حسب نسب یا مال و دولت کی بنیاد پر کسی کو حقیر نہ سمجھنا اور نہ کسی پر زیادتی کرنا کیونکہ کسی کو اللہ نے اگر عالی مرتبت بنایا ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے نہ کہ اس کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کی بے توقیری یا ان پر ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے۔

٦٠٣ - وَعَنْ أبي هُرَيرة رضي الله عنه، أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِن مالٍ، وَما زادَ اللهُ عَبْداً بعَفْوٍ إلَّا عِزًّا، وما تَوَاضَعَ أَحَدٌ للهِ إلَّا رَفَعَهُ اللهُ» رواه مسلم.

٢/ ٦٠٣ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' صدقہ کسی مال کو گھٹاتا نہیں ہے اور عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ عزت میں ہی اضافہ فرماتا ہے اور جو صرف اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب العفو والتواضع.

٦٠٣۔ فوائد: صدقے سے ظاہری طور پر تو مال کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ (بعض دفعہ بعد میں اسے اس کا بدلہ عطا فرما کر) اس میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ بصورت دیگر آخرت میں تو اس کا بہترین صلہ اسے یقیناً ملے گا جس سے اس کی کمی کی بخوبی تلافی ہوجائے گی یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ بقیہ مال میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت ڈال دیتا ہے جس سے اس کے مال کی ظاہری کمی کا ازالہ ہوجاتا ہے (٢) نرمی اور عاجزی اختیار کرنے سے انسان بعض دفعہ یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اس کی ذلت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا نتیجہ بالآخر عزت وسرفرازی میں اضافہ ہی ہے اور آخرت میں تو یقیناً اس کا حسن انجام واضح ہے کہ اسے بلند درجات سے نوازا جائے گا۔

٦٠٤ - وعن أنس رضي الله عنه أنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبيانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وقال: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يَفْعَلُهُ. متفقٌ عليه.

٣/ ٦٠٤ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گزر چند بچوں کے پاس سے ہوا تو انہوں نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ نبی ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم علي الصبيان - وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب السلام على الصبيان.

٦٠٤۔ فوائد: چھوٹے بچوں کو سلام کرنا' تواضع کا اعلیٰ مظاہرہ ہے اور اسی طریقے سے اپنے گھر میں آکر اپنے بیوی بچوں کو سلام کرنا بھی تواضع اور اسلام کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں اپنے ماتحتوں' نوکروں' چاکروں اور غلاموں کو سلام کرنا بھی ضروری ہے جو ایسا نہیں کرتے وہ تواضع کی بجائے فخر و غرور کا اظہار اور اتباع سنت سے گریز کرتے ہیں جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔

٦٠٥ - وعنه قال: إنْ كانَتِ الأَمَةُ مِنْ إمَاءِ المَدِينَةِ لتَأْخُذُ بيَدِ النبيِّ ﷺ، فَتنطَلِقُ بهِ

٤/ ٦٠٥ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ مدینے کی باندیوں میں سے ایک باندی نبی کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑ

حَيْثُ شَاءَتْ. رواه البخاري.

لیتی اور (اپنی ضرورت کے مطابق) جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔ (بخاری)

تخریج : صحیح بخاري، كتاب الأدب، باب الكبر.

۶۰۵۔ **فوائد :** اس میں ایک تو نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق اور بے مثال تواضع کا بیان ہے اور دوسرے لوگوں کی حاجتیں پورا کرنے کے جذبے کا اثبات ہے۔ اس میں تمام مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

٦٠٦ ـ وعن الأَسْوَدِ بنِ يَزِيدَ قال: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رضيَ الله عنها: مَا كَانَ النَّبيُّ ﷺ يَصنَعُ في بَيْتِهِ؟ قالت: كان يَكُون في مِهْنَةِ أَهْلِهِ ـ يَعني: خِدمَةَ أهله ـ فإذا حَضَرَتِ الصَّلاةُ، خَرَجَ إلى الصَّلاةِ. رواه البخاري.

۵ / ۶۰۶ حضرت اسود بن یزید ؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کام کرتے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا آپ ؐ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے پس جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے' (بخاری)

تخریج : صحیح بخاري، كتاب الأذان، باب من كان في حاجة أهله...، وكتاب النفقات، وكتاب الأدب ومسند أحمد ٦/ ٤٩، ١٢٦، ٢٠٦.

۶۰۶۔ **فوائد :** اس میں بھی نبی ﷺ کے کمال تواضع کا بیان ہے۔ بہت سے مرد گھریلو امور میں عورت کا ہاتھ بٹانے کو اپنی توہین اور بے عزتی سمجھتے ہیں۔ یہ اسوہ نبوی ؐ کے خلاف ہے۔ گھر میں عورت کے ساتھ تعاون کرنا بھی نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے جس میں انسان کو سبکی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح گھریلو معاملات میں اتنی زیادہ مصروفیت بھی صحیح نہیں کہ نماز کا بھی ہوش نہ رہے۔ بلکہ نماز کا وقت ہوتے ہی ساری مصروفیات ترک کرکے نماز کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔

٦٠٧ ـ وعن أبي رِفَاعَةَ تَميم بن أُسَيدٍ رضي الله عنه قال: انْتَهَيْتُ إلى رسولِ الله ﷺ وهو يَخْطُبُ، فقلتُ: يا رسولَ الله! رَجُلٌ غَريبٌ جاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لا يَدْري مَا دِينُهُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ الله ﷺ، وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إليَّ، فأُتِيَ بكُرسيٍّ، فَقَعَدَ عَلَيهِ، وَجَعَلَ يُعَلِّمُني مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ، ثم أَتَى خُطْبَتَهُ، فَأَتَمَّ آخرَهَا. رواه مسلم.

۶ / ۶۰۷ حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسید ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ایک مسافر آدمی اپنے دین کی بابت پوچھنے آیا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ (یعنی اس کی تعلیمات کا اسے علم نہیں) پس رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا حتیٰ کہ میرے پاس آگئے چنانچہ آپ ؐ کے لئے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ ؐ فروکش ہوگئے اور اللہ نے آپ ؐ کو جو احکام سکھلائے تھے وہ مجھے سکھلانے لگے۔ پھر اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کے آخری حصے کو

مکمل فرمایا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب حدیث التعلیم في الخطبة.

۶۰۷۔ فوائد: اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے کمال تواضع کے علاوہ ایک مسافر کی دلداری و دلجوئی اور ایمان و اسلام کی تعلیم کو اولیت دینے کا اہتمام ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطیب دوران خطبہ، حسب ضرورت، دوسروں سے گفتگو بھی کرسکتا ہے اور منبر سے اتر کر چل پھر اور بیٹھ بھی سکتا ہے۔

٦٠٨ - وعن أنسٍ رضيَ الله عنه أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كان إذا أكَلَ طَعَاماً لَعِقَ أَصَابعَهُ الثَّلاثَ. قال: وقال: «إذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيُمِطْ عَنْهَا الأذَى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلا يَدَعْهَا للشَّيْطَانِ» وَأَمَرَ أَنْ تُسْلَتَ القَصْعَةُ. قال: «فَإنَّكُمْ لاتَدْرُونَ في أَيِّ طَعَامِكُمُ البَرَكَةُ». رواه مسلم.

۷/۶۰۸ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے۔ حضرت انس ؓ کہتے ہیں اور آپ ؐ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گرجائے تو اس میں مٹی وغیرہ دور کرکے اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ ؐ نے حکم دیا کہ پیالے کو چاٹ کر صاف کیا جائے۔ فرمایا، تم نہیں جانتے، تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل اللقمة الساقطة.

۶۰۸۔ فوائد: اس میں بھی تواضع، سادگی اور اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کا بیان ہے۔ گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر نہ کھانا اور برتن کو صاف نہ کرنا، متکبرین اور مترفین کا شیوہ ہے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری بھی ہے۔ گرے ہوئے لقمے کو صاف کرکے کھالینا اور برتن کو چاٹ کر صاف کرنا تواضع کے علاوہ نعمت کی قدردانی بھی ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو پتہ نہیں کہ برکت کھانے کے کون سے حصے میں ہے؟ جب وہ برتن بھی چاٹ کر صاف کرے گا حتیٰ کہ انگلیاں بھی چاٹ لے گا اور گرے ہوئے لقمے کو بھی اٹھا اور صاف کرکے کھالے گا تو کھانے کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہوگا اور جس حصے میں بھی برکت ہوگی، وہ اس کے حصے میں ضرور آجائے گی، اس سے محرومی نہیں ہوگی (۲) اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اللہ کی کسی نعمت کو بھی، چاہے وہ مقدار کے لحاظ سے کتنی بھی تھوڑی ہو، ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے آج کل بدقسمتی سے دعوتوں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں نہایت بے دردی سے کھانوں کا ضیاع (نقصان) ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ ہزاروں، لاکھوں انسان ایسے ہیں جن کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا اور بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں فاقہ زدگی عام ہے۔ ھدانا اللہ تعالی

٦٠٩ - وعن أبي هُرَيرةَ رضي الله عنه عن النَّبيِّ ﷺ قال: «مَا بَعَثَ اللهُ نَبيّاً إلَّا رَعَى الغَنَمَ» قَالَ أصحابُه: وَأَنْتَ؟

۸/۶۰۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے بکریاں ضرور چرائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا،

فقال: «نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلى قَرَارِيطَ لأَهْلِ مَكَّةَ» رواهُ البخاري.

اور آپؐ نے بھی (چرائیں)؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں- میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا- (بخاری)

تخريج: سبق ذكره في باب استحباب العزلة عند فساد الزمان برقم ٦٠٠.

۶۰۹- فوائد: یہ روایت باب **استحباب العزلۃ** میں بھی گزر چکی ہے- دیکھئے رقم ۴/ ۶۰۰- یہاں اسے باب کی مناسبت سے دوبارہ درج کیا ہے کیونکہ اس میں بھی تواضع کا بیان ہے- محنت کی کمائی سے کھانا متواضعین کی صفت ہے-

٦١٠ - وعنهُ عن النبيِّ ﷺ قال: لَوْ دُعِيتُ إلى كُرَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ لأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ» رواهُ البخاري.

۹/ ۶۱۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اگر مجھے (بکری وغیرہ کے) پائے یا بازو کے (کھانے کی) دعوت دی جائے تو میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیے کے طور پر بھیجے گئے تو میں یقیناً قبول کروں گا- (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب القليل من الهبة، وكتاب النكاح.

۶۱۰- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کی تواضع اور سادگی کا بیان ہے اور اس میں ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے- یعنی غریب کی سادہ سی دعوت اور معمولی سا ہدیہ بھی قبول کیا جائے- اسے سادگی' یا قلت کی وجہ سے رد نہ کیا جائے-

٦١١ - وعن أنس رضي اللهُ عنه قال: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ العَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، أَوْ لا تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ، فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذلِكَ عَلَى المُسْلِمِينَ حَتَّى عَرَفَهُ، فَقَالَ: «حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لا يَرْتَفِعَ شَيءٌ مِنَ الدُّنْيَا إلَّا وَضَعَهُ» رواهُ البخاري.

۱۰/ ۶۱۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عضباء نامی اونٹنی تھی جس سے کوئی اونٹ آگے نہیں بڑھ پاتا تھا- پس ایک دیہاتی اپنے اونٹ پر (سوار ہوکر) آیا اور اس سے آگے نکل گیا' یہ بات مسلمانوں کو نہایت گراں گزری یہاں تک کہ آپؐ نے بھی اسے پہچان لیا تو آپؐ نے فرمایا' یہ اللہ پر حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہو' وہ اسے پست کردے- (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ناقة النبي ﷺ، وكتاب الرقاق.

۶۱۱- فوائد: اس میں اللہ کے ایک اصول کا بیان ہے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کو بھی ہمیشہ کے لئے سربلند نہیں رکھتا- بالآخر ہر بلندی کے حصے میں پستی آتی ہے- افراد اور قوموں سے لے کر بے شعور جانوروں تک میں یہ اصول کارفرما ہے اور اس میں اللہ کی بہت سی حکمتیں مضمر ہیں- ایک تو فنا و زوال ہر چیز کا مقدر ہے- دوسرے بلندی و سرفرازی سے کوئی خودسر اور سرکش نہ ہوجائے- اس لئے اسے پست کرکے متنبہ کیا جاتا ہے کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جو سب سے بلند ہے (اور وہ ہر بلند کو پست کرنے کی طاقت سے بہرہ ور ہے' (۲) صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کو تو یہ بات ناگوار گزری لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے اس پر برہمی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر اللہ کی قدرت و حکمت کو واضح فرمایا۔

٧٢ ـ بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَالْإِعْجَابِ

قالَ اللهُ تعالى: ﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [القصص: ٨٣] وقال تعالى: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا ﴾ [الإسراء: ٣٧] وقال تعالى: ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ ﴾ [لقمان: ١٨].

ومعنى «تُصَعِّر خَدَّكَ للنَّاس» أَيْ: تميله وَتُعْرِضُ بِهِ عَنِ النَّاس تَكَبُّراً عَلَيْهِمْ. وَ«المَرَح»: التَّبَخْتُر. وقال تعالى: ﴿ ۞ إِنَّ قَٰرُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَءَاتَيْنَٰهُ مِنَ ٱلْكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ بِٱلْعُصْبَةِ أُو۟لِى ٱلْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُۥ قَوْمُهُۥ لَا تَفْرَحْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ ﴾ [القصص: ٧٦] إلى قوله تعالى: ﴿ فَخَسَفْنَا بِهِۦ وَبِدَارِهِ ٱلْأَرْضَ ﴾ الآيات.

۷۲۔ فخر و غرور اور خودپسندی حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آخرت کا گھر ہم انہیں لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور زمین میں اکڑ کر مت چل۔

نیز فرمایا: اور لوگوں کے لئے اپنا منہ مت پھلا اور نہ زمین میں اترا کر چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

تصعر خدک للناس کے معنی ہیں، تو اپنا چہرہ لوگوں سے ازراہ تکبر پھیر لے (ایسا مت کر) اور مرح کے معنی ہیں اترانا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا، پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا "اترا مت، یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک -- پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

فائدہ آیات: ان آیات میں انسان کو فخر و غرور سے، زمین پر اکڑ کر چلنے اور درشت روئی اور تند خوئی سے منع کیا گیا ہے اور قارون کے انجام کو بیان کرکے واضح فرما دیا کہ مذکورہ امور کا ارتکاب بہت خطرناک ہے اور اس کا انجام نہایت برا ہے۔

٦١٢ ـ وعن عبدِ اللهِ بن مسعُودٍ رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لا يَدْخُلُ الجنَّةَ مَنْ كَانَ في قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» فقالَ رَجُلٌ: إنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَناً، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قال:

١/ ٦١٢ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی کبر ہوگا، ایک آدمی نے سوال کیا۔ آدمی کو یہ پسند ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں؟ آپ

«إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الجَمَالَ؛ الكِبْرُ بَطَرُ الحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ» رواه مسلم. بَطَرُ الحَقِّ: دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلى قَائِلِهِ، وَغَمْطُ النَّاسِ: احْتِقَارُهُمْ.

نے جواب ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ جمیل (صاحب جمال) ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ کبر کا مطلب ' حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ (مسلم)

بطر الحق ' حق کو ٹھکرا دینا اور اس کے قائل پر اس کو لوٹا دینا۔ اور غمط الناس ' لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبروبيانه.

۶۱۲۔ فوائد: ذرہ ' چھوٹی سی چیونٹی کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک سورج کی شعاعوں میں چمکنے والے ذرے ہیں جو صرف روزن دیوار سے نظر آتے ہیں۔ اس کے ایک ذرے کا اندازہ کر لیجئے کہ اس کی کیا مقدار ہے؟ کبر کی اتنی مقدار بھی اللہ کو پسند نہیں۔ اگر اس کبر کی بنا پر وہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لانے سے انکار کرے گا' تب تو اس کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر اس کا کبر ایسا ہے کہ وہ مال و دولت' یا حسن و جمال' یا جاہ و منصب یا علم و فضل یا حسب و نسب کی وجہ سے اپنے کو برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھتا یا حق بات ماننے میں ہٹ دھرمی کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ کبر بھی اللہ کو ناپسند ہے اور یہ ابتداء" جنت میں نہیں جائے گا بلکہ سزا بھگتنے کے بعد ہی جنت میں جانے کا مستحق ہو گا (۲) کبر و غرور کے بغیر اچھا لباس وغیرہ پہننا جائز ہے۔

٦١٣ ـ وعَنْ سلمةَ بنِ الأكْوعِ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رَجُلاً أكَلَ عِنْدَ رسولِ اللهِ ﷺ بشِمَالِهِ، فقالَ: «كُلْ بيَمِينِكَ». قالَ: لا أسْتَطِيعُ! قالَ: «لا اسْتَطَعْتَ» مَا مَنَعَهُ إلَّا الكِبْرُ، قال: فما رَفَعَها إلى فِيهِ. رواهُ مسلم.

۲ / ۶۱۳ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ ؐ نے فرمایا' اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا' اس کی میرے اندر طاقت نہیں ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا' تو نہ ہی طاقت رکھے۔ اس کو صرف کبر نے آپ ؐ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ (اس کے بعد) وہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأطعمة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۶۱۳۔ فوائد: یہ حدیث باب المحافظة على السنة۔ رقم ۴ / ۱۵۹ میں گزر چکی ہے۔ یہاں کبر کی شناعت و قباحت اور متکبرین کے انجام بد کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے جو اس حدیث سے واضح ہے۔

٦١٤ ـ وعَنْ حَارِثَةَ بنِ وَهْبٍ رضيَ اللهُ عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «ألَا أُخْبِرُكُمْ بأهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ» متفقٌ عليه. وتقدَّمَ شرحُه في بابِ ضَعَفَةِ المسلمين.

۳ / ۶۱۴ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ؐ فرما رہے تھے' کیا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش' بخیل اور متکبر جہنمی ہے۔ (بخاری و مسلم' اس کی شرح باب ضعفة المسلمین میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے

رقم۱/ ۲۵۲)

تخريج: سبق ذكره في باب فضل ضعفة المسلمين برقم٢٥٢.

۶۱۴- فوائد: یعنی سرکشی (اللہ کے احکام سے سرتابی) بخل (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز) اور تکبر یہ ایسی مذموم صفات ہیں کہ ایسی صفات کے حامل لوگوں کا ٹھکانا' جنت نہیں' دوزخ ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ

٦١٥ - وعن أبي سعيدٍ الخُدريِّ رضيَ اللهُ عنه عنِ النبيِّ ﷺ قال: «احْتَجَّتِ الجنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِيَّ الجَبَّارُونَ وَالمُتكَبِّرُونَ، وَقَالَتِ الجَنَّةُ: فِيَّ ضُعفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِينُهُمْ. فَقَضَى اللهُ بَيْنَهُمَا: إنَّكِ الجَنَّةُ رَحْمَتِي، أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإنَّكِ النَّارُ عَذَابِي، أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا» رواهُ مسلم.

۴/ ۶۱۵ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا' دوزخ نے کہا' میرے اندر بڑے بڑے سرکش اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت نے کہا' میرے اندر کمزور اور مسکین قسم کے لوگ ہوں گے' تو اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت' تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور اے دوزخ' تو میرا عذاب ہے' میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب النار يدخلها الجبّارون، والجنة يدخلها الضعفاء.

۶۱۵- فوائد: یہ روایت باب فضل ضعفۃ المسلمین' رقم ۲۵۴' میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے بیان کرنے سے مقصد سرکشی اور تکبر کے انجام بد کی وضاحت ہے کہ متکبرین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جنت کو اپنی رحمت کہنے کا مطلب مظہر رحمت اور جہنم کو اپنا عذاب کہنے سے مقصد مظہر عذاب ہے۔ اس میں اللہ کی مشیت کا جو ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یوں ہی جسے چاہے گا' جنت میں اور جسے چاہے گا' جہنم میں بھیج دے گا بلکہ اس کی یہ مشیت اس کے مقررہ اصول کے مطابق ہی ہوگی۔ جنت میں جانے والوں کو وہ اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازتا ہے جن سے ان کے لئے جنت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے اور جو جہنم میں جانے والے ہوتے ہیں' وہ معصیت کی دلدل سے ہی نہیں نکل پاتے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

٦١٦ - وعن أبي هُريرةَ رضي اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ القِيامَةِ إلى مَنْ جرَّ إزارَهُ بَطَراً» متفقٌ عليه.

۵/ ۶۱۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے پاجامے' شلوار اور تہ بند وغیرہ کو فخر و غرور سے ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من جرّ إزاره من غير خيلاء - وصحيح

مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء.

۶۱۶- فوائد: اس میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی نفی سے مراد' رحمت سے دیکھنے کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ متکبرین کو نظر رحمت سے نہیں بلکہ عتاب و غضب سے دیکھے گا۔ ازار' اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے آدھے حصے کو ڈھانپنے کے لئے انسان پہنتا ہے' وہ پاجامہ ہو' شلوار ہو' پتلون یا تہ بند ہو' عربی زبان میں اسے ازار کہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ یہ ازار مردوں کے ٹخنوں سے اوپر رہنی چاہیے۔ اس کا ٹخنوں سے نیچے ہونا تکبر کی علامت اور یہ متکبرین کا شیوہ ہے۔ جس کا انجام اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

٦١٧ ـ وعنه قال: قال رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلاثَةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَلا يُزَكِّيهِمْ، وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ» رواهُ مسلم.

«العَائِلُ»: الفَقِير.

۶/ ۶۱۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن نہ کلام فرمائے گا' نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف (رحمت سے) دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی جھوٹا بادشاہ اور تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية. . .

۶۱۷- فوائد: اس میں بھی کلام نہ کرنے کا مطلب' خوشی اور رضامندی سے کلام نہ کرنا ہے بلکہ اللہ غصے اور ناراضی سے کلام فرمائے گا۔ بدکاری' ہر ایک کے لئے حرام ہے' وہ جوان ہو یا بوڑھا۔ لیکن ایک بوڑھے سے اس کا ارتکاب ہو تو زیادہ برا ہے کیونکہ بڑھاپے میں زنا کے صدور کا مطلب ہے کہ اس کا مزاج بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے اور اللہ کے خوف سے اس کا دل بالکل خالی ہے۔ جھوٹ' ہر ایک کے لئے حرام ہے۔ لیکن ایک بادشاہ سے اس کا ارتکاب زیادہ قبیح ہے اس لئے کہ وہ تو ہر طرح کے اختیار اور وسائل سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اسے جھوٹ بولنے کی ضرورت لاحق ہی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود وہ جھوٹ بولتا ہے تو یہ بات بھی اس کے فساد مزاج اور خوف الٰہی کے فقدان کی دلیل ہے۔ اسی طرح فخر و غرور کا اظہار کسی کے لئے بھی جائز نہیں لیکن ایک فقیر اور نادار جو کبر اور برتری کے اسباب سے ہی محروم ہے' وہ کبر کا اظہار کرے تو اس کا مطلب احکام الٰہی کا استخفاف اور خشیت الٰہی سے بے نیازی ہے۔ اس لئے اس کا اظہار کبر' ایک مالدار کے اظہار کبر سے زیادہ شنیع اور قبیح ہے۔

٦١٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: العِزُّ إِزَارِي، وَالكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ». رواه مسلم.

۷/ ۶۱۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ عزت میرا پہناوا ہے اور بڑائی میری چادر ہے پس جو بھی ان میں سے کوئی ایک چیز بھی مجھ سے کھینچے گا میں اسے عذاب دوں گا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب تحريم الكبر - وسنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع، بلفظ «الكبريا ردائي والعظمة إزاري».

۶۱۸- فوائد: کھینچنے یا منازعت کرنے کا مطلب ہے جو ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش یا دعویٰ کرے۔ کیونکہ قوت و غلبہ (عزت) اور عظمت و کبریائی صرف میری صفات ہیں۔ جس کو جتنی قوت یا عظمت حاصل ہے وہ میری ہی عطا کردہ ہے' وہ اس پر بطور شکر الٰہی میرا اطاعت گزار رہے' نہ کہ اپنی عظمت و کبریائی کا ڈنکا بجانا شروع کردے جو ایسا کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس میں انسانوں کے لئے سخت تنبیہہ ہے کہ وہ اپنی قوت پر نازاں نہ ہوں اور لوگوں کے سامنے متکبرانہ انداز اختیار نہ کریں۔

٦١٩ - وعَنْه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي في حُلَّةٍ تُعْجِبُه نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ، يَخْتَالُ في مِشْيَتِهِ، إذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ، فَهو يَتَجَلْجَلُ في الأرْضِ إلى يَوْمِ القِيَامَةِ» متفقٌ عليه. «مُرَجِّلٌ رَأْسَهُ»، أي: مُمَشِّطُهُ، «يَتَجَلْجَلُ» بالجيمين، أيْ: يَغُوصُ وَيَنْزِلُ.

۸ / ۶۱۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت ایک آدمی ایک جوڑے میں ملبوس چلا جارہا تھا اس کے نفس نے اسے خودپسندی (عجب) میں مبتلا کردیا ہوا تھا' بالوں میں کنگھی کئے اور اپنی چال میں اتراتا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا' پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

مرجل رأسہ کے معنی ہیں کنگھی سے بالوں کو آراستہ کرنے والا تھا۔ یتجلجل' دو جیموں کے ساتھ یعنی زمین میں گھستا اور اترتا چلا جائے گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم التبختر في المشي مع إعجابه بثيابه.

۶۱۹- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ خوش پوشاکی اور حسن و جمال سے آراستہ ہوکر انسان اعجاب نفس (خود پسندی) اور تکبر میں مبتلا نہ ہو بلکہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر کرے نہ کہ اپنی حیثیت کو فراموش کرکے متکبرانہ طور طریقے اختیار کرے۔

٦٢٠ - وعن سَلَمَةَ بنِ الأكْوَعِ رضِيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتَّى يُكْتَبَ في الجَبَّارِينَ، فَيُصِيبهُ مَا أَصَابَهُمْ» رواهُ الترمذي وقالَ: حديثٌ حسنٌ. «يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ» أَيْ: يَرْتَفِعُ وَيَتكَبَّرُ.

۹ / ۶۲۰ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی تکبر کا اظہار کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اسے سرکش لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر اسے وہی سزا ہوگی جو سرکش لوگوں کی ہوتی ہے۔ (ترمذی' حسن)

یذھب بنفسہ کے معنی ہیں وہ برتری اور تکبر کا اظہار کرتا ہے۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الكبر.

۶۲۰- فوائد: جس طرح نیک لوگوں کے عادات و خصائل اختیار کرنا پسندیدہ ہے۔ اسی طرح برے لوگوں کے برے طور طریقے اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ انسان جس قسم کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار بالآخر ان میں ہی ہوگا کیونکہ بتدریج وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا اور اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ پھر اسے جزاء بھی اسی کے مطابق ملے گی۔

٧٣ ـ بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

قالَ الله تعالى: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤﴾ [القلم: ٤] وقال تعالى: ﴿وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ﴾ الآية [آل عمران: ١٣٤].

۷۳۔ حسن اخلاق کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! بیشک تو بلند اخلاق کا مالک ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: (جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو) غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

فائدۂ آیات: مذکورہ آیات میں نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان و تقویٰ کی اخلاقی خوبیوں کا تذکرہ فرما کر حسن اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے۔

٦٢١ ـ وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً. متفقٌ عليه.

۱/ ۶۲۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے حامل تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الكنية للصبي... ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كان رسول الله أحسن الناس خلقا.

٦٢٢ ـ وعنه قال: مَا مَسِسْتُ دِيباجاً وَلَا حَرِيراً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا شَمَمْتُ رائحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي قَطُّ: أُفٍّ، وَلَا قالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: أَلَا فَعَلْتَ كَذَا؟. متفقٌ عليه.

۲/ ۶۲۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کوئی ریشم نہیں چھوا اور رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ کوئی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی' آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور جو کام میں نے کیا اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا' اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ اس طرح کام کیوں نہ کیا؟ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ ـ وصحيح مسلم، كتاب

الفضائل، باب كان رسول الله ﷺ أحسن الناس خلقا.

۶۲۲- فوائد: دس سالہ خدمت کے دوران خادم کو اس کے کسی کام پر نہ ٹوکنا اور نہ جھڑکنا- یہ حسن اخلاق کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے، جس کی کوئی دوسری نظیر پیش نہیں کی جا سکتی- کاش امت بھی اپنے پیغمبر کے ان مکارم اخلاق کو اختیار کرے-

٦٢٣ - وعن الصَّعْبِ بنِ جَثَّامَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: أَهْدَيْتُ رسُولَ الله ﷺ حِمَاراً وَحْشِياً، فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فلمَّا رأى ما في وَجْهي قالَ: «إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلاَّ لِأَنَّا حُرُمٌ» متفق عليه.

۳/ ۶۲۳ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگلی گدھا ہدیے کے طور پر بھیجا- آپؐ نے اسے مجھے واپس لوٹا دیا- پس جب آپؐ نے میرے چہرے پر (کبیدگی کے اثرات) دیکھے تو فرمایا، ہم نے تیرا یہ ہدیہ اس لئے تجھے واپس کیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں-

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب إذا أهدي للمحرم حمارا وحشيا حيًّا لم يقبل، وكتاب الهبة، باب هدية الصيد - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم.

۶۲۳- فوائد: احرام کی حالت میں جس طرح محرم کے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اس کے ایماء و ہدایت پر شکار کئے گئے جانور کا گوشت کھانا بھی اس کے لئے جائز نہیں ہے -اسی لئے آپؐ نے حمار وحشی کا ہدیہ واپس فرما دیا- اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ہدیہ قبول کرنے میں کوئی عذر شرعی مانع ہو تو اس کی وضاحت کردینی چاہیے تاکہ ہدیہ بھیجنے والے کو رنج نہ ہو-

خیال رہے کہ بعض احادیث میں دوسروں کا کیا ہوا شکار کھانے کی اجازت منقول ہے- جب کہ اس حدیث میں اس کے برعکس اس کی ممانعت ہے- جمہور علماء نے اس کے مابین یہی تطبیق بیان فرمائی ہے کہ پہلی قسم کی احادیث اس صورت پر محمول ہوں گی کہ غیر محرم شخص نے خود اپنے لئے شکار کیا ہو اور پھر اس میں سے کچھ ہدیہ محرم کو دے دے، یہ ہدیہ محرم کے لئے جائز ہے اور دوسری قسم کی احادیث محمول ہوں گی اس صورت پر کہ غیر محرم نے وہ شکار محرم ہی کے لئے یا اس کے ایماء پر کیا ہو- اس کا کھانا محرم کے لئے جائز نہیں (فتح الباری، کتاب و باب مذکور) اسی طرح شکار شدہ جانور، جب کہ وہ زندہ ہو، محرم کو بھیج دینا تاکہ وہ خود اسے ذبح کرلے- یہ بھی جائز نہیں- اس حدیث میں مذکور یہی صورت ہے- جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہی باب باندھا ہے کہ جب محرم کو زندہ حمار وحشی ہدیۃً بھیجا جائے تو وہ اسے قبول نہ کرے-

٦٢٤ - وعن النَّوّاسِ بنِ سمعانَ رضيَ اللهُ عنه قال: سألتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عن البرِّ والإِثْمِ فقالَ: «البِرُّ حُسْنُ الخُلُقِ،

۴/ ۶۲۴ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے کام کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے جواب میں ارشاد

والإثمُ: مَا حَاكَ في نَفْسِكَ، وكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ» رواهُ مسلم.

فرمایا کہ نیکی تو اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تفسير البر والإثم.

۶۲۴۔ فوائد: اس میں ایک اہم اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حسن اخلاق، نیکی اور خیر ہے اس لئے کہ بااخلاق آدمی محاسن اور افعال خیر ہی اختیار کرتا اور رذائل (بدخصلتوں) سے اجتناب کرتا ہے۔ اور گناہ کی بابت بھی نہایت عام فہم اصول بیان فرما دیا۔ اس لئے کہ ہر برے کام پر انسان کا ضمیر اسے ملامت کرتا اور ملامت گروں کی ملامت سے بھی وہ خوف محسوس کرتا ہے لیکن یہ صرف اس وقت تک ہی ہے جب تک انسان کی فطرت مسخ اور دل مردہ نہ ہوا ہو کیونکہ جب فطرت ہی مسخ اور دل مردہ ہو جائے تو پھر بڑے سے بڑے گناہ پر بھی دل میں کوئی کھٹک پیدا ہوتی ہے نہ لوگوں کا کوئی خوف ہی اسے محسوس ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے انسان کی قوت شامہ (سونگھنے کی صلاحیت) صحیح ہو تو وہ تعفن اور بدبو کو محسوس کر اور سونگھ لیتا ہے لیکن ہر وقت گھورے (غلاظت کے ڈھیر) پر رہنے والے کی قوت شامہ اس طرح ختم ہو جاتی ہے کہ گندگی کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے بھی اسے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

٦٢٥ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العاص رضي الله عنهما قال: لم يكن رسولُ اللهِ ﷺ فَاحِشاً ولا مُتَفَحِّشاً. وكان يَقُولُ: «إنَّ مِن خِيارِكُم أَحْسَنَكُم أَخْلاقاً» متفقٌ عليه.

۵ / ۶۲۵ **حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام طور پر اور نہ ہی تکلف سے بدزبانی کرنے والے تھے اور آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو تم میں اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ وكتاب الأدب ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ.

۶۲۵۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق اور کمال شرافت کے ساتھ ساتھ اس امر کا بیان ہے کہ جو زیادہ بلند اخلاق ہوگا وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا۔

٦٢٦ ـ وعن أبي الدرداءِ رضي الله عنه: أنَّ النبيَّ ﷺ قالَ: «مَا من شَيءٍ أَثْقَلُ في ميزانِ الْمُؤْمِنِ يومَ القِيامَةِ من حُسْنِ الخُلُقِ، وإنَّ الله يُبغِضُ الفَاحِشَ البَذِيَّ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح. «البَذِيُّ»: هو الَّذي يَتَكَلَّم بالفُحشِ، ورَدِيءِ الكلامِ.

۶ / ۶۲۶ **حضرت ابوالدرداء** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت والے دن مومن بندے کی میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی اور یقیناً اللہ تعالیٰ بدزبان اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

البذی، وہ شخص جو بے حیاء اور بے ہودہ باتیں کرتا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق.

۶۲۶- فوائد: حسن اخلاق قیامت والے دن سب سے زیادہ نفع بخش ہو گا کیونکہ یہ دیگر سب عملوں سے زیادہ بھاری ہو گا لیکن صرف اسی شخص کے لئے جو مومن ہو گا غیر مومنوں کے لئے تو وزن اعمال ہی نہیں ہو گا۔ فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا (اَلْکَھْف۱۰۵) ○ ”ہم کافروں کے لئے ترازو ہی قائم نہیں کریں گے○“۔ اسی طرح برے اخلاق کا حامل اور بے ہودہ گو انسان اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔

٦٢٧ ـ وعن أبي هُريرة رضيَ الله عنه قال: سُئِلَ رسولُ اللهِ ﷺ عَنْ أكثرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الجَنَّةَ. قال: «تقْوَى اللهِ وَحسنُ الخُلُقِ» وَسُئِلَ عَنْ أَكثرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: «الْفَمُ وَالفَرْجُ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۷ / ۶۲۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے عمل، انسانوں کے زیادہ جنت میں جانے کا سبب بنیں گے؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ اور پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں انسانوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا سبب ہوں گی؟ آپؐ نے فرمایا، منہ اور شرم گاہ۔
(ترمذی، حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق.

۶۲۷- فوائد: یہ حدیث بھی بڑی جامع ہے۔ اللہ کے ڈر سے، انسان کا اللہ کے ساتھ تعلق صحیح طور سے جڑ جاتا ہے اور حسن اخلاق سے وہ لوگوں کے حقوق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لئے یقیناً یہ دو عمل ایسے ہیں کہ جن کے ذریعے سے لوگ کثرت سے جنت میں جائیں گے۔ اسی طرح منہ سے ہی انسان کلمات کفر بکتا ہے۔ غیبت، بہتان تراشی، گالی گلوچ اور بے ہودہ گوئی، یہ سب زبان کے کام ہیں اور شرم گاہ، یہ بدکاری کا باعث ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں چیزیں انسانوں کو جہنم میں زیادہ لے جانے کا باعث ہوں گی۔ اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کو تقویٰ اور حسن اخلاق سے آراستہ کرے اور زبان اور شرم گاہ کے فتنوں سے اپنے کو بچائے تاکہ اس کی آخرت برباد نہ ہو۔

٦٢٨ ـ وعنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «أكمَلُ المُؤْمنينَ إيْمَاناً أَحسَنُهُم خُلُقاً، وَخِيَارُكُم خِيَارُكُم لِنِسَائِهِمْ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۸ / ۶۲۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تم میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہیں۔
(ترمذی، حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الإيمان، باب ماجاء في استكمال الإيمان، وأبواب المناقب، باب فضل أزواج النبي ﷺ.

۶۲۸- **فوائد:** اس میں ایمان اور حسن اخلاق کے درمیان تلازم (ایک دوسرے کے لئے لازم ہونے) کا بیان ہے۔ یعنی جو اخلاق میں جتنا کامل ہوگا، ایمان میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا۔ گویا کمال ایمان کے لئے حسن اخلاق میں کمال ضروری ہے اور اسی طرح بیویوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والا شخص بھی سب سے بہتر ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں بیان ہوا ہے۔

٦٢٩ - وعن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ المُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِه دَرَجَةَ الصَّائِمِ القَائِمِ» رواه أبو داود.

۹ / ۶۲۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپؐ فرما رہے تھے، مومن یقیناً اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزے دار اور شب بیدار شخص کے حصے میں آئے گا۔ (ابو داؤد)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب حسن الخلق.

۶۲۹- **فوائد:** روزے دار سے مراد وہ شخص ہے جو کثرت سے نفلی روزے رکھتا ہے۔ اسی طرح قائم سے مراد راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی بکثرت عبادت کرنے والا ہے۔ ان دو عملوں کی پابندی نہایت مشکل ہے لیکن جو ان کا اہتمام کرتے ہیں اس کا اجر و ثواب بھی انہیں اسی حساب سے بے پایاں ملے گا۔ لیکن حسن اخلاق سے آراستہ شخص، جو صرف فرائض کی ادائیگی کرتا ہے، مذکورہ نوافل کا اہتمام نہیں کرپاتا، وہ بھی صائم و قائم کے درجے کو پالے گا۔ اس سے حسن اخلاق کی اہمیت و فضیلت واضح ہے۔

٦٣٠ - وعن أبي أُمَامَةَ الباهِليِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَنَا زَعِيمٌ بِبَيتٍ في رَبَضِ الجنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ المِراءَ وَإن كَانَ مُحِقًّا، وبِبَيْتٍ في وَسَطِ الجنَّةِ لِمَن تَرَكَ الكَذِبَ، وَإن كَانَ مَازِحاً، وَبِبَيتٍ في أَعلى الجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ» حديث صحيح، رواه أبو داود بإسناد صحيح. «الزَّعِيمُ»: الضَّامِنُ.

۱۰ / ۶۳۰ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دیا (اپنے حق سے دست بردار ہوگیا) اور اس شخص کے لئے بھی جنت کے درمیان میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے مزاح کے طور پر بھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا اور اس شخص کے لئے جنت کے بلند ترین حصے میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس کا اخلاق اچھا ہوا۔ (ابو داؤد۔ صحیح)

الزعیم کے معنی ہیں، ضامن۔ ذمے دار

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب حسن الخلق.

۶۳۰- **فوائد:** جھگڑا ختم کرنے کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہوجانا، بہت بڑا عمل ہے۔ اسی طرح مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے گریز کرنے کا مطلب ہے کہ یہ شخص شریعت اور اللہ و رسولؐ کے احکام کو بہت اہمیت دیتا ہے اس لئے ایسے موقعوں پر بھی جھوٹ نہیں بولتا جن موقعوں پر جھوٹ بولنے کو لوگ زیادہ برا نہیں سمجھتے بلکہ بہت

سے لوگ تو شاید اس کے جواز کے بھی قائل ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تمام حالات میں جھوٹ سے اجتناب بہت پسند ہے۔ تاہم ان سب میں حسن اخلاق کی فضیلت زیادہ ہے کیونکہ مذکورہ کام بھی حسن اخلاق کے بغیر ممکن نہیں۔ یوں گویا حسن اخلاق کو سب پر برتری حاصل ہے۔

٦٣١ ـ وعن جابر رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إنَّ مِنْ أَحبِّكُم إليَّ، وَأَقـرَبكُـم مِنِّـي مَجلساً يَـومَ القِيَـامَـةِ، أَحَاسنُكُمْ أَخلاقاً. وَإنَّ أَبْغَضَكُمْ إليَّ، وَأَبْعَدَكُم مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالمُتَشَدِّقُونَ وَالمُتَفَيْهِقُونَ» قَالُوا: يَا رسُولَ الله! قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُونَ وَالمُتَشَدِّقُونَ، فَمَا المُتَفَيْهِقُونَ؟ قال: «المُتكَبِّرُون» رواه الترمذي وقال: حديث حسن. «الثَّرْثَارُ»: هُوَ كَثِيرُ الكَلام تَكلُّفاً.

وَ«المُتَشَدِّقُ»: المُتَطَاوِلُ عَلَى النَّاسِ بِكَلامِهِ، وَيَتكَلَّمُ بِمِلءِ فيه تَفَاصُحاً وَتَعْظِيماً لِكَلامِهِ وَ«المُتَفَيْهِقُ»: أَصلُهُ مِنَ الفَهْقِ، وَهُوَ الامْتِلاءُ، وَهُوَ الَّذي يَمْلأُ فَمَهُ بِالْكَلَام، وَيَتَوَسَّعُ فيه، وَيُغْرِبُ بِهِ تَكَبُّراً وَارتِفَاعاً، وَإظْهَاراً للفَضيلَةِ عَلَى غَيرِهِ. وروى التِّرمذيُّ عن عبدِ اللهِ بنِ المبارِكِ رحمه الله في تَفْسِير حُسْنِ الخُلُقِ قال: هُوَ طَلاقَةُ الوَجه، وَبَذْلُ المَعرُوف، وَكَفُّ الأَذَى.

۱۱ / ۶۳۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت کے روز مجھے سب سے زیادہ محبوب اور ہم نشینی کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہوگا اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور قیامت کے روز وہ ہوں گے جو بہت باتونی، تصنع سے باتیں کرنے والے اور تکبر سے باچھیں کھول کھول کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! باتونی اور تصنع سے باتیں کرنے والے کو تو ہم جان گئے لیکن یہ متفیھقون کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ تکبر کرنے والے۔ (ترمذی، حسن)

الثرثار، باتونی اور تکلف سے گفتگو کرنے والا۔ تشدق اپنے آپ کو فصیح اور اعلیٰ گفتگو کا حامل ظاہر کرنے کے لئے، گال پھلا کر لوگوں سے لمبی گفتگو کرنے والا۔ متفیھق، اس کی اصل فھق سے ہے، جس کے معنیٰ بھرنے کے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جو بات کرتے ہوئے منہ بھر لیتا اور چوڑا کر لیتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی اور برتری جتلانے کے لئے متکبرانہ انداز سے عجیب و غریب باتیں کرتا ہے اور امام ترمذیؒ نے حسن خلق کی تفسیر میں عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ خندہ روئی، سخاوت سے کام لینا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچانا ہے۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في معالي الأخلاق.

۶۳۱۔ فوائد: اس میں بھی حسن اخلاق کی ترغیب اور غیر ضروری اور غیر محتاط اور تصنع و بناوٹ سے گفتگو کرنے اور اس کے ذریعے سے دوسروں پر رعب و برتری جتانے سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔ گویا کم بولنا اور سادگی

سے گفتگو کرنا پسندیدہ ہے اور اس کے برعکس زیادہ بولنا اور وہ بھی دوسروں پر ہیکڑی جمانے کے لئے گفتگو میں تیزی و طراری دکھانا اور تصنع اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔

٧٤ ـ بَابُ الحِلْمِ وَالأَنَاةِ وَالرِّفْقِ

۷۴۔ بردباری' سوچ سمجھ کر کام کرنے اور نرمی سے کام لینے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٤]. وقال تعالى: ﴿خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَـٰهِلِينَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]. وقال تعالى: ﴿وَلَا تَسْتَوِى ٱلْحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُ ۚ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِى بَيْنَكَ وَبَيْنَهُۥ عَدَٰوَةٌ كَأَنَّهُۥ وَلِىٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ [فصلت: ٣٤، ٣٥]. وقال تعالى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے اور اللہ نیکوں کاروں کو پسند کرتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: عفو و درگزر کو اختیار کر' نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

نیز فرمایا: نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو ایسے طریقے سے ٹال جو اچھا ہو' تب وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہو' ایسے ہوجائے گا گویا کہ وہ گہرا دوست ہے اور یہ بات انہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو صابر ہوتے ہیں اور ان کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والے ہوتے ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کردیا یقیناً یہ بات ہمت کے کاموں سے ہے۔

فائدہ آیات: ان آیات میں اہل ایمان کو صبر و تحمل اور عفو و درگزر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی۔ اس کا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ دشمن بھی دوست ہوجائیں گے اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔

٦٣٢ ـ وَعن ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ لأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْس: «إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الحِلْمُ وَالأَنَاةُ». رَوَاهُ مُسْلم.

۱/ ۶۳۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، أوائل كتاب الإيمان.

۶۳۲۔ **فوائد:** اشج عبدالقیس' ان کا نام منذر بن عائذ یا منقذ بن عائذ تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ اناۃ کا مطلب ہے جلد بازی کی بجائے' سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ اس میں گویا صبر و حلم اور اناۃ کی ترغیب ہے۔ علاوہ ازیں منہ پر تعریف اور خوبی بیان کرنے کا بھی جواز ہے۔ بشرطیکہ صاحب تعریف کے غرور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اس طرح کی تعریف میں کوئی خاص مصلحت اور فائدہ نظر آتا ہو۔ نیز دوسروں کے لئے خوبیوں کو اپنانے کی ترغیب کا پہلو ہو۔

٦٣٣ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ رفيقٌ يُحبُّ الرِّفْقَ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۶۳۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر معاملے میں نرمی کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب فضل الرفق ـ وصحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۳- فوائد: نرمی سے بھی انسان ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں، اس لئے نرمی بھی اللہ کو بہت پسند ہے۔

٦٣٤ ـ وعنها أن النبيَّ ﷺ قال: «إنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفقِ ما لا يُعْطِي عَلَى العُنفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ» رواه مسلم.

۳/ ۶۳۴ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے نرمی پر وہ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۴- فوائد: نرمی کے مقابلے میں سختی ہے آپس کے معاملات میں سختی کی بجائے اللہ کو نرمی پسند ہے اور اس پر وہ جو اجر و ثواب دے گا وہ سختی اور اسی طرح کی کسی چیز پر نہیں دے گا البتہ دین کے معاملات اور حدود الہیہ میں نرمی سخت ناپسندیدہ اور سختی یعنی مضبوطی سے دین پر جمے رہنا، پسندیدہ امر ہے۔

٦٣٥ ـ وعنها أن النبيَّ ﷺ قال: «إنَّ الرِّفقَ لا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إلَّا شَانَهُ» رواه مسلم.

۴/ ۶۳۵ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے زینت دار بنادیتی ہے اور جس سے یہ نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار کردیتی ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۵- فوائد: نرمی، ایسا زیور ہے کہ اس سے آراستہ شخص لوگوں میں بھی ہر دلعزیز اور مقبول ہوتا ہے اور عنداللہ بھی محبوب اور جو اس زیور سے محروم ہوتا ہے تو وہ لوگوں کی نظروں میں عیب دار چیز کی طرح حقیر اور عنداللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے اس لئے کہ نرمی مکارم اخلاق میں سے ہے اور اللہ کے ہاں حسن اخلاق کا بڑا درجہ ہے۔

٦٣٦ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: بَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي المسجدِ، فَقَامَ النَّاسُ إلَيْهِ لِيَقَعُوا فِيهِ، فقال النَّبيُّ ﷺ: «دَعُوهُ وَأَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ،

۵/ ۶۳۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کردیا، پس لوگ اس کی طرف اٹھے تاکہ اسے زدوکوب کریں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا

أَوْ ذَنُوباً مِن ماءٍ، فَإنَّمَا بُعِثتُم مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ» رواه البخاري. «السَّجْلُ» بفتح السين المهملة وإسكان الجيم: وَهِيَ الدَّلُو المُمْتَلِئَةُ ماءً، وَكَذلِكَ الذَّنُوبُ.

ایک ڈول بہادو' اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو' سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ (بخاری)

السجل' سین پر زبر اور جیم ساکن' پانی کا بھرا ہوا ڈول۔ ذنوب کے بھی یہی معنی ہیں۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الطهارة، وكتاب الوضوء، باب صب الماء علي البول في المسجد.

۶۳۶- فوائد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں بھی نرمی بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر جاہل اور گنوار قسم کے لوگوں کے ساتھ۔ کیونکہ ان سے سختی کی جائے گی تو یہ اپنے بدویانہ مزاج اور غلظت طبع (طبیعت کی سختی) کی وجہ سے اور دور بھاگیں گے۔ ان کو قریب کرنے کے لئے ان سے نرمی نہایت ضروری ہے' چاہے ان سے بڑی بڑی حماقتوں کا ارتکاب ہو۔ اس میں داعیان دین کے لئے بڑا سبق ہے۔ (۲) پانی بہانے سے نجاست کا اثر زائل ہوجائے تو زمین پاک ہوجائے گی۔

٦٣٧ ـ وعن أَنس رضِي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا» متفقٌ عليه.

۶ / ۶۳۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' آسانی کرو' سختی نہ کرو۔ خوشخبری دو اور نفرت مت دلاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الأمر بالتيسير وترك التنفير.

۶۳۷- فوائد: مطلب یہ ہے کہ وعظ و نصیحت اور دعوت و تذکیر کی عام مجلسوں میں دین کی ایسی باتیں بیان کی جائیں جن سے لوگوں کے اندر دین کی ترغیب پیدا ہو۔ اسی طرح دین کی تشریح و توضیح میں بھی اس پہلو کو مدنظر رکھا جائے -علاوہ ازیں اسلوب بیان بھی نفرت دلانے والا نہ ہو بلکہ قریب کرنے والا ہو۔ اس میں گویا دعوت و تبلیغ کی حکمت بیان کی گئی ہے جسے داعیان دین کے لئے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

٦٣٨ ـ وعن جرير بن عبدِ اللهِ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الخَيْرَ كُلَّهُ» رواه مسلم.

۷ / ۶۳۸ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کردیا گیا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب فضل الرفق.

۶۳۸- فوائد: خیال رہے کہ کلہ' کا لفظ صحیح مسلم میں نہیں ہے تاہم ابو داؤد کی روایت میں یہ لفظ موجود ہے۔ (ابو داؤد' کتاب الادب' باب فی الرفق۔) اس میں بھی نرمی کی فضیلت اور اس کے فوائد اور اس سے محرومی کے نقصان کا بیان ہے۔

٦٣٩ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً قال لِلنبيِّ ﷺ: أَوْصِني. قال: «لا تَغْضَبْ» فَرَدَّدَ مِراراً؛ قال: «لَا تَغْضَبْ». رواه البخاري.

۸ / ۶۳۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا، مجھے وصیت فرمائیے! آپ ؐ نے فرمایا، غضب ناک نہ ہوا کرو۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی بات دہرائی۔ آپ ؐ نے (ہر مرتبہ یہی) فرمایا، غضب ناک نہ ہوا کرو۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب.

۶۳۹۔ فوائد: یہ روایت اس سے قبل باب الصبر، رقم ۲۴/ ۴۸ میں گزر چکی ہے۔ مصنف باب کی مناسبت سے دوبارہ یہاں لائے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وصیت و نصیحت حالات کے مطابق ہونی چاہیے۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ یہ شخص مزاج کا تیز اور غصیلا ہے تو بار بار اسے یہی وصیت فرمائی کہ غصہ مت کیا کر، غصہ مت کیا کر۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ بظاہر نیک اور بزرگ لوگوں میں بھی غصہ اور مزاج کی تلخی ہو سکتی ہے، لیکن بڑی نیکی غصے پر قابو پانا ہے۔ یہ عادت انسانیت کا کمال ہے۔

٦٤٠ ـ وعن أَبي يَعلَى شدَّادِ بنِ أوسٍ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إنَّ اللهَ كَتَبَ الإِحسَانَ عَلى كُلِّ شَيءٍ، فإذا قَتلتُم فَأَحسِنُوا القِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُم فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُم شَفْرَتَه، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ» رواه مسلم.

۹ / ۶۴۰ حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب (جانور) ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تمہارے ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرلے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصيد، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة.

۶۴۰۔ فوائد: قتل سے مراد موذی جانور کا قتل ہے یا بطور قصاص کسی قاتل کو قتل کرنا اور میدان جنگ میں دشمن کو قتل کرنا ہے۔ ان تمام صورتوں میں قتل کی تو اجازت ہے لیکن اسلامی تعلیمات کا اعتدال دیکھیے کہ دشمن اور مجرم کو بھی قتل کرتے وقت تاکید فرما دی گئی کہ دشمنی کے جذبات میں ایذاء دے دے کر مارنے کی اجازت نہیں ہے، جیسے اسلام سے پہلے مثلہ کیا جاتا تھا، پہلے ہاتھ کاٹ دیئے، پھر پیر، پھر ناک، پھر کان، وغیرہ۔ اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے اور کہا ہے کہ تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر اس کے تن سے جدا کردو۔ اسی طرح جانوروں کو ذبح کرتے وقت حکم دیا گیا کہ چھری تیز کرلو، اس کو گدی سے ذبح نہ کرو، کیونکہ چھری تیز نہ ہو یا گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں جانور کو تکلیف ہوگی۔ گویا ذبح میں بھی جانور کے آرام و راحت کا خیال رکھو۔ آج کل یورپ میں جانور کو مشینی جھٹکے کے ذریعے سے ذبح کیا جاتا ہے جو ذبح کرنے سے اگرچہ بظاہر زیادہ سہل ہے لیکن اس طریقے سے جانور کا خون نہیں نکلتا، جس کی وجہ سے اس کا گوشت انسانی صحت کے لئے مفید نہیں رہتا۔ اس لئے اسلام نے جانور کی حلت کے لئے خون کے نکلنے کو ضروری

قرار دیا ہے۔ بنابریں اسلام کا بتلایا ہوا طریقہ ذبح ہی صحیح اور زیادہ راحت رساں اور مفید تر ہے۔

٦٤١ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: مَا خُيِّرَ رسولُ اللهِ ﷺ بينَ أَمْرَينِ قَطُّ إلَّا أَخذَ أَيسَرَهُما، مَا لَم يَكن إثماً، فَإن كَانَ إثماً، كَانَ أَبعَدَ النَّاسِ مِنْهُ. وَمَا انتَقَمَ رسولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ في شَيءٍ قَطُّ، إلَّا أَن تُنتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ، فَيَنتَقِمَ لِلهِ تعالى. متفقٌ عليه.

۱۰ / ٦۴۱ **حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپؐ اس سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی معاملے میں کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کو توڑا (محرمات (حرام چیزوں) کا ارتکاب کیا) جارہا ہو' تو اللہ تعالیٰ کے لئے آپؐ انتقام لیتے (اس کے مرتکب کو سزا دیتے اور مواخذہ فرماتے) (بخاری و مسلم)**

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ وكتاب الأدب ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ، للآثام واختياره من المباح أسهله وانتقامه لله عند انتهاك حرماته، رقم الحديث٢٣٢٧.

۶۴۱۔ فوائد: وہ دو کام چاہے دینی ہوتے یا دنیوی۔ مثلاً دو سزاؤں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان سزا پسند فرماتے' دو فرضوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آسان فرض کو اختیار فرماتے۔ جنگ اور صلح کے درمیان اختیار دیا جاتا تو صلح کو اختیار فرماتے' بشرطیکہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہوتا۔ علاوہ ازیں تمام معاملات میں آسان پہلو کو اسی وقت اختیار فرماتے جب تک اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہوتی۔ اس میں دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ اصول واضح ہوگیا کہ جب دو باتیں سامنے آئیں تو اس کے آسان پہلو ضرور اختیار کئے جائیں لیکن اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو (۲) اس میں آپؐ کے خلق عظیم کے ساتھ' کہ اپنے نفس کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا' آپؐ کی دینی غیرت و حمیت کا بھی بیان ہے کہ اللہ کی حرمتوں کی پامالی' آپؐ کے لئے ناقابل برداشت تھی اور آپؐ اس کے مرتکب کو ضرور سزا دیتے۔ آپؐ کے اس طرز عمل سے اخلاقی حدود کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اللہ کی حدود توڑنے والے کو معاف کردینا' حسن اخلاق نہیں ہے بلکہ یہ دینی بے غیرتی ہے' دنیوی کوتاہیوں سے عفو و درگذر یقیناً حسن اخلاق ہے لیکن دینی کوتاہیوں میں درگزر کی اجازت نہیں ہے۔

٦٤٢ ـ وعن ابنِ مسعودٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَلا أُخْبِركُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلى النَّارِ ـ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ ـ؟ تَحْرُمُ عَلى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ». رواه الترمذي وقال: حديثٌ

۱۱ / ۶۴۲ **حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے؟ یہ ہر اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کے قریب رہنے والا' آسانی کرنے والا' نرمی کرنے والا اور نرم خو**

حسنٌ.

ہے۔
(ترمذی' حسن درجے کی روایت ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة يوم القيامة، باب كان النبي ﷺ في مهنة أهله.

۶۴۲۔ فوائد: قریب سے مراد' اپنے اخلاق اور حسن معاملہ سے لوگوں کے دلوں میں بسنے والا شخص ہے اسی طرح آسانی اور نرمی کرنے سے مراد بھی دنیوی معاملات میں نرمی' تواضع اور مشفقانہ طرز عمل ہے۔ اس میں بھی حسن اخلاق کی فضیلت ہے کہ اس کا نہایت گہرا تعلق ایمان سے ہے جو انسان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا ہے (۲) کوئی اہم بات بیان کرنے سے قبل سامع کو بیدار اور متوجہ کرلینا اچھا ہے تاکہ وہ توجہ سے سنے اور اسے اہمیت دے۔

٧٥ ـ بَـابُ الْعَفْـوِ وَالْإِعْـرَاضِ عَـنِ الْجَاهِلِينَ

۷۵۔ درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَـٰهِلِينَ ﴾ [الأعراف: ١٩٩]. وقال تعالى: ﴿ فَٱصْفَحِ ٱلصَّفْحَ ٱلْجَمِيلَ ﴾ [الحجر: ٨٥]. وقال تعالى: ﴿ وَلْيَعْفُواْ وَلْيَصْفَحُوٓاْ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَكُمْ ﴾ [النور: ٢٢]. وقال تعالى: ﴿ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ [آل عمران: ١٣٤]. وقال تعالى: ﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾ [الشورى: ٤٣]. والآيات في الباب كثيرة معلومة.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عفو و درگزر کو اختیار کر' نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پس تو خوبی کے ساتھ درگزر کر (یعنی ان کے ساتھ بردبارانہ معاملہ کر)

نیز فرمایا: چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں' کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے۔ (جب تمہیں اپنے گناہوں کی معافی پسند ہے تو تم بھی دوسروں کو معاف کردیا کرو)۔

اور فرمایا: وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے۔

اور فرمایا اللہ نے: اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کردیا' یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔

فوائد آیات: ان سب آیات میں عفو و درگزر اور جاہلوں سے اعراض کرنے کی تاکید ہے اور یہ بھی مکارم اخلاق میں سے ہے۔ اس لئے کہ جاہلوں سے الجھنا بے فائدہ اور غیردانش مندی ہے۔

٦٤٣ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها أَنَّها قالت لِلنبيِّ ﷺ: هل أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قال: «لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ

۱ / ۶۴۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپؐ پر جنگ احد والے دن سے بھی زیادہ سخت دن کوئی آیا؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا۔ میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف

العَقَبَةِ، إذْ عَرَضْتُ نَفسِي عَلى ابْن عَبْدِ يَالِيلَ بن عَبْدِ كُلالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إلى ما أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إلَّا وَأَنَا بِقَرنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإذا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْني، فنَظَرْتُ فَإذا فِيها جبريلُ عليه السلام، فَنَادَاني فقال: إنَّ الله تعالى قَد سَمعَ قَولَ قَومِكَ لَكَ، وَمَا رَدُّوا عَلَيكَ، وَقَد بَعَثَ إلَيكَ مَلَكَ الجبَالِ لِتَأمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِم، فَنَادَاني مَلَكُ الجبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَولَ قَومِكَ لَكَ، وَأَنا مَلَكُ الجبَالِ، وَقَدْ بَعَثَني رَبِّي إلَيْكَ لِتَأْمُرَني بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئتَ؟ إنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيهِمُ الأَخْشَبَينِ» فقال النبيُّ ﷺ: «بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً» متفقٌ عليه. «الأَخْشَبَان»: الجَبَلان المُحِيطَان بمكَّة. والأَخْشَبُ: هو الجبل الغليظ.

اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپؐ کو (اسلام کی دعوت کے لئے) ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا(جو طائف کا ایک بڑا سردار تھا)اس نے میری دعوت کو، جو میں چاہتا تھا، قبول نہیں کیا تو میں وہاں سے سخت پریشان ہوکر نکلا، قرن ثعالب پر پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ محسوس ہوا تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بدلی نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے، میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے - انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی قوم کی وہ بات سن لی جو انہوں نے آپؐ سے کی اور وہ بھی جو انہوں نے آپؐ کو جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپؐ اسے ان لوگوں کی بابت جو حکم چاہیں دیں- پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور مجھے سلام کیا، اور کہا اے محمد (ﷺ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی قوم کی گفتگو جو آپؐ سے ہوئی، سن لی اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب نے آپؐ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپؐ مجھے اپنے معاملے میں حکم دیں، پس آپؐ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپؐ چاہیں تو میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا- (ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے- (بخاری و مسلم)

الاخشبان، وہ دو پہاڑ جو مکے کو گھیرے ہوئے ہیں- الاخشب، عظیم پہاڑ کو کہتے ہیں-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، وكتاب التوحيد، باب ﴿وكان الله سميعا بصيرا﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب المغازي، باب ما لقي النبي ﷺ من أذي المشركين والمنافقين.

۶۴۳- **فوائد**: احد‘ مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس کے پاس غزوہ احد ہوا۔ اس غزوے میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا‘ آپ ؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ علاوہ ازیں آپ ؐ کے سگے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ شہید ہوئے اور کافروں نے آپ ؐ کی لاش کا مثلہ کردیا۔ عقبہ‘ طائف کی طرف ایک جگہ ہے اور یہاں یہ واقعہ اس دن پیش آیا جب آپ ؐ مکے سے ہجرت کرکے طائف گئے یا پھر یہ منیٰ میں کوئی جگہ تھی اور یہ واقعہ وہاں اس وقت پیش آیا۔ جب موسم حج میں آپ ؐ نے مختلف قبائل میں اپنی دعوت پیش کی تاکہ وہ آپ ؐ کے ساتھی اور مددگار بن جائیں۔ قرن ثعالب بھی ایک جگہ ہے جو اہل نجد کی میقات ہے‘ اسے قرن المنازل بھی کہا جاتا تھا۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے اس خلق عظیم کا ایک نمونہ ہے کہ آپ ؐ ایذاء پہنچانے والوں اور جاہلوں سے درگزر فرماتے اور اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیتے۔ دوسرے‘ دعوت دین کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفیں صبر و حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے اور ان پر مشتعل نہ ہوتے بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ اس میں قیامت تک کے داعیان دین کے لئے رہنمائی اور بہترین اسوہ ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام‘ پھولوں کی سیج نہیں‘ کانٹوں کی مالا ہے۔ اس میں داد و تحسین کی بجائے‘ طعن و ملامت اور خشت زنی حصے میں آتی ہے۔ اس لئے صبر و تحمل اور ضبط و برداشت‘ راہ حق کی کٹھنائیوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

٦٤٤ ـ وعنها قالت: ما ضَرَبَ رسولُ اللهِ ﷺ شَيْئاً قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِماً، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وما نِيلَ مِنْهُ شَيءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تعالى، فَيَنْتَقِمَ لِلهِ تعالى. رواه مسلم.

۲ / ۶۴۴ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو‘ عورت کو نہ خادم کو‘ ہاتھ سے نہیں مارا۔ ہاں مگر آپ ؐ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے (جس میں آپ ؐ یقیناً دشمن کو مارتے) اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو کسی طرف سے کوئی تکلیف پہنچی اور آپ ؐ نے تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ لیا ہو۔ ہاں اگر اللہ کے محارم میں سے کسی چیز کی ہتک کی جاتی تو آپ ؐ یقیناً اللہ کے لئے انتقام لیتے (یعنی مرتکب حرام کو سزا دیتے) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته للآثام واختياره من المباح أسهله . . .

۶۴۴- **فوائد**: اس کے فوائد کے لئے دیکھئے‘ اس سے ماقبل باب‘ باب الحلم کی حدیث نمبر ۱۰/ ۶۴۱ کے فوائد۔

٦٤٥ ـ وعن أنس رضي الله عنه قال: كُنتُ أَمْشِي مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ، وعليهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الحَاشِيَةِ، فأَدرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً، فَنَظَرْتُ إِلى

۳ / ۶۴۵ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جارہا تھا اور آپ ؐ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ (راستے میں) ایک دیہاتی آپ کو ملا اور آپ کی چادر کو سختی کے ساتھ

صَفحَةَ عَاتِقِ النَّبيِّ ﷺ، وَقَدْ أَثَّرَت بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ لِي مِن مَالِ اللهِ الَّذِي عِندَكَ. فَالتَفَتَ إِلَيهِ، فَضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. متفقٌ عليه.

پکڑ کر کھینچا۔ پس میں نے نبی ﷺ کے کندھے کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا، اے محمد (ﷺ)! تیرے پاس جو اللہ کا مال ہے، اس میں سے میرے لئے بھی حکم دے۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے، پھر آپ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة، وكتاب الأدب، باب التبسم والضحك ـ وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء من سأل بفحش وغلظة.

۶۴۵۔ فوائد: اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے حسن خلق اور صبر و ضبط کا بیان ہے۔ آپؐ نے اس دیہاتی کی نازیبا حرکت کو ایک مسکراہٹ کے ساتھ نظرانداز فرما دیا اور اسے عطیہ دینے کا حکم فرمایا۔

٦٤٦ ـ وعن ابن مسعودٍ رضي الله عنه قال: كأنِّي أَنظُرُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ يَحكِي نَبيّاً مِنَ الأنبياءِ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلامُهُ عَلَيهِم، ضَرَبَهُ قَومُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجهِهِ، وَيقول: «اللَّهُمَّ اغفِر لِقَومِي فَإنَّهُم لا يَعْلَمُونَ» متفقٌ عليه.

۴ / ۶۴۶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں (اب بھی) گویا رسول اللہ ﷺ کو انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔ اس نبی کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا، وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا، اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے، کیونکہ وہ بے علم ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد.

۶۴۶۔ فوائد: علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خود نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے اور یہ بھی آپؐ کا کمال اخلاق ہے کہ اپنے پر بیتی ہوئی بپتا کو مبہم انداز میں بیان فرمایا اور اپنی قوم کی صراحت نہیں فرمائی۔

٦٤٧ ـ وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه أَن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لَيسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَملِكُ نَفْسَهُ عِندَ الغَضَبِ» متفقٌ عليه.

۵ / ۶۴۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، طاقتور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے، اصل طاقتور (پہلوان) تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب ـ وصحيح مسلم، كتاب البر، باب من يملك نفسه عند الغضب.

۶۴۷- **فوائد**: لوگ جسمانی لحاظ سے تومند اور طاقتور شخص کو پہلوان سمجھتے ہیں لیکن اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے جذبات پر قابو رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس پر اسے بعد میں پشیمانی ہو۔ جیسے عام لوگ غصے میں بہت سے کام ایسے کرلیتے ہیں اور بعد میں پھر ندامت کے آنسو بہاتے یا اس سے ہونے والی تباہی پر خون کے آنسو روتے ہیں۔

٧٦ - بَابُ احْتِمَالِ الأَذَى

۷۶۔ تکلیفیں برداشت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [آل عمران: ١٣٤]، وقال تعالى: ﴿وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ﴾ [الشورى: ٤٣]. وفي الباب: الأحاديث السابقة في الباب قبله.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور غصے کے پینے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند فرماتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور وہ شخص جس نے صبر کیا اور معاف کردیا، بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔

اس باب سے متعلق وہی حدیثیں ہیں جو اس سے ماقبل باب میں گزریں۔ ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیں:

٦٤٨ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أن رجلاً قال: يارسولَ اللهِ! إنَّ لي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعوني، وَأُحسِنُ إليهم وَيُسِيئُونَ إليَّ، وأحلُمُ عَنهم وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ! فقال: «لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ المَلَّ وَلا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ تَعَالَى ظَهِيرٌ عَلَيهم مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ» رواه مسلم. وَقَد سَبَقَ شَرْحُهُ فِي (بَابِ صلة الأرحام).

/ ۶۴۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا، یارسول اللہ! میرے کچھ رشتے دار ایسے ہیں میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں، وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں، وہ مجھ سے نادانی سے پیش آتے ہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور جب تک تو ایسا کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک مددگار رہے گا۔ (مسلم)

اس حدیث کی شرح باب صلۃ الارحام میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے رقم ۷/ ۳۱۸)

تخريج: سبق ذكره في باب صلة الأرحام برقم٣١٨.

۶۴۸- **فائدہ**: اس باب سے بھی اس حدیث کا واضح تعلق ہے۔ اس لئے یہاں بھی اسے بیان کیا ہے۔ مذکورہ آیات اور حدیث میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور عفو و درگزر سے کام لیا جائے کیونکہ حسن اخلاق اور اسوہ حسنہ کی پیروی کا تقاضا یہی ہے۔

٧٧ ـ بَـابُ الْغَضَـبِ إِذَا انْتُهِكَـتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالاِنْتِصَارِ لِدِينِ اللهِ تَعَالَى

۷۷۔ احکام شرعیہ کی بے حرمتی کے وقت غضب ناک ہونے اور اللہ کے دین کی حمایت کرنے کا بیان

قَال الله تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ﴾ [الحج: ٣٠]. وقال تعالى: ﴿إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو اللہ کی محترم ٹھہرائی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے پاس بہتر ہے۔ (سورہ حج ۳۰) (حرمات اللہ سے مراد دین کے احکام و شرائع ہیں جن کی تعظیم ضروری ہے)۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر تم اللہ کی مدد کرو گے' اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دے گا۔

فائدۂ آیات: اللہ کی مدد کا مطلب ہے' اس کے دین پر عمل کرنا اور کافروں سے اس کا دفاع کرنا۔ قدموں کو مضبوط کرنے سے مراد ہے' جہاد میں تمہیں ہمت و ثابت قدمی عطا کرے گا۔

وفي الباب حديث عائشة السابق في باب العفو.

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بھی ہے جو باب العفو میں پہلے گزر چکی ہے۔

٦٤٩ ـ وعن أبي مسعودٍ عقبةَ بنِ عمرٍو البدريِّ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، فقال: إنِّي لأَتَأَخَّرُ عَن صَلاةِ الصُّبْحِ مِن أجْلِ فلانٍ ممَّا يُطِيل بنَا! فَمَا رَأَيتُ النَّبيَّ ﷺ غَضِبَ في مَوعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ ممَّا غَضِبَ يومئذٍ؛ فقال: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ مِنْكم مُنَفِّرِين. فأَيُّكم أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِز؛ فإِنَّ مِنْ ورائِهِ الكَبيرَ والصَّغِيرَ وذا الحَاجَةِ» متفقٌ عليه.

/ ۶۴۹ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' فلاں آدمی کے ہمیں لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے میں صبح کی نماز میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ پس میں نے نبی ﷺ کو کسی وعظ میں اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جتنا اس دن آپ نے غصے کا اظہار فرمایا' آپ نے ارشاد فرمایا' لوگو! تم میں سے بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں' پس تم میں سے جو شخص لوگوں کی امامت کرائے' اسے چاہیے کہ اختصار سے کام لے۔ اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے' بچے اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام...، وكتاب العلم، وكتاب الأدب، وكتاب الأحكام ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، برقم٤٦٦.

۶۴۹۔ فوائد: اس میں ایک تو ایسی بات کی شکایت کرنے کا جواز ہے جس سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہوں۔

دوسرے دین کے معاملے میں غضب ناک ہونے کا جواز ہے۔ تیسرے' امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے۔ لیکن مختصر قراءت یا نماز کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ طریقہ نبوی اور تعدیل ارکان ہی کا خیال نہ رکھے اور کوے کے ٹھونگیں مارنے کی طرح نماز پڑھا دے' جیسا کہ بدقسمتی سے عام مسجدوں کے اماموں کا حال ہے کہ ان میں نماز کا کوئی رکن بھی سنت نبویؐ کے مطابق ادا نہیں کیا جاتا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ چوتھے' عذر شرعی کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے ۔پانچویں' امام کو ایسا وطیرہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے لوگ عبادت کی ادائیگی سے ہی متنفر ہو جائیں۔

٦٥٠ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قَدِمَ رسولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لي بقِرام فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رسولُ اللهِ ﷺ هتكَهُ وَتَلَوَّنَ وجهُهُ وَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ! أَشَدُّ النَّاس عَذَاباً عِندَ اللهِ يَوْمَ القِيَامَةِ الَّذينَ يُضَاهُونَ بخَلق اللهِ» متفقٌ عليه. «السَّهْوَةُ»: كالصُّفَّة تَكُونُ بين يدي البيت. و«القِرام» بكسر القاف: سِتر رقيق، و«هتكه»: أفسد الصورة التي فيه.

٢ / ٦٥٠ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے اور میں نے گھر کے سامنے کے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ نے (فوراً) ان تصویروں کو بگاڑ دیا اور (غصے سے) آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور فرمایا اے عائشہؓ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عذاب والے لوگ وہ ہوں گے جو اللہ کی پیدائش (کی صفت) میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

السھوۃ' گھر کے سامنے چبوترہ نما کوئی چیز۔ القرام' قاف پر زیر' باریک پردہ۔ ھتکہ' اس تصویر کو بگاڑ دیا جو اس پردے میں تھی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاوير ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب لا تدخل الملائكة. . .

٦٥٠۔ فوائد: اس میں بھی دینی معاملات میں کوتاہی کرنے پر غصے کے بھرپور اظہار کا جواز ہے۔ دوسرے' تصویریں بنانا اور گھروں میں لٹکانا' دونوں ہی باتیں ناجائز ہیں - اور اگر انہیں تعظیم و تقدیس کے طور پر لٹکائے گا تو اس میں اندیشہ شرک و کفر ہے۔ علاوہ ازیں علمائے راسخین و محققین کے نزدیک ہر طرح کی تصویر بنانا اور رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ چاہے وہ ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا کیمرے کے ذریعے سے' بشرطیکہ وہ کسی ذی روح (جاندار) کی ہو۔ غیر ذی روح (بے جان) کی تصویر بنانا اور رکھنا جائز ہے۔ جیسے جمادات و نباتات وغیرہ کی تصاویر۔ البتہ ناگزیر صورتوں میں بقدر ضرورت تصویر کھنچوانا جائز ہے۔ جیسے پاسپورٹ' شناختی کارڈ اور اسی قسم کی دیگر ضروریات کے لئے۔ کیونکہ تصویر کے بغیر یہ چیزیں نہیں بن سکتیں۔ اس میں انسان مجبور ہے' وہ اپنے شوق کی تسکین کے لئے یا اسے جائز سمجھ کر نہیں کھنچواتا بلکہ حکومتی قوانین کی وجہ سے ایسا کرتا ہے اس لئے اس حد تک تصویر سازی میں' امید ہے وہ گناہگار نہیں ہو گا۔ تاہم اس کے علاوہ اور کسی صورت میں اس کا جواز نہیں۔

٦٥١ ـ وعنها أنَّ قُرَيشاً أَهَمَّهُم شَأنُ المَرأَةِ المَخزُومِيَّةِ التي سَرَقَتْ فقالوا: من يُكَلِّمُ فِيها رسولَ اللهِ ﷺ؟ فقالوا: مَنْ يَجتَرِىءُ عليهِ إلا أُسَامَةُ بنُ زيدٍ حِبُّ رسولِ اللهِ ﷺ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ؛ فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «أَتَشْفَعُ في حَدٍّ مِن حُدُودِ اللهِ تعالى؟!» ثم قامَ فَاخْتَطَبَ ثم قال: «إنما أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُم أَنَّهُم كَانُوا إذا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وإذا سَرَقَ فِيهِم الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيهِ الحَدَّ! وَايْمُ اللهِ، لو أَنَّ فَاطِمَةَ بنتَ محمدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا» متفقٌ عليه.

۳/۶۵۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملے نے، جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا، پریشان کر دیا تھا۔ پس انہوں نے (آپس میں) کہا، اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ تو انہوں نے کہا، یہ جرأت تو صرف رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ ؓ نے آپ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد پر سفارش کرنے لگا ہے؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا، تم سے پہلے لوگوں کو بھی صرف اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کا کوئی ضعیف آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ (یاد رکھو) اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحدود، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع - وصحيح مسلم، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره، والنهي عن الشفاعة في الحدود.

۶۵۱۔ فوائد: اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اللہ کی حد میں کسی کے لئے سفارش کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی یہ جسارت کرے تو حاکم مجاز کے لئے اس کی بات ماننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مجرم کا تعلق اگر کسی اونچے خاندان سے ہو تو یہ خاندانی شرف و عزت اس کی سزا میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ ہر بڑے اور چھوٹے، امیر و غریب دونوں کے لئے قانون اور سزا یکساں ہے۔ سزا اور قانون میں ان کے درمیان محض امارت و غربت کی وجہ سے فرق و تمیز کرنا بڑا جرم ہے ایسا کرنا بلاشبہ اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

٦٥٢ ـ وعن أنس رضي الله عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً في القِبلةِ، فَشَقَّ ذلكَ عَلَيهِ حَتَّى رُؤِيَ في وَجهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فقال: «إن أَحَدَكم إذا قَامَ في صَلاتِهِ فإنَّهُ يُنَاجي رَبَّه، وإنَّ رَبَّهُ بَينَهُ وبَينَ القِبلَةِ، فَلا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُم قِبَلَ القِبلَةِ،

۴/۶۵۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلے (کی جانب دیوار) میں تھوک (لگا ہوا) دیکھا، آپ کو یہ بات بہت گراں گزری حتیٰ کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر دیکھے گئے۔ آپ کھڑے ہوئے اور اسے اپنے ہاتھوں سے کھرچ دیا اور فرمایا، جب تمہارا ایک آدمی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے

وَلكِن عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ» ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ على بَعْضٍ فقال: «أَو يَفْعَلُ هٰكَذَا» متفقٌ عليه.

وَالأَمرُ بالبُصَاقِ عَنْ يَسَارِهِ أو تَحْتَ قَدَمِهِ هُوَ فِيما إذا كَانَ في غَيْرِ المَسجِدِ، فَأَمَّا في المَسجِدِ فَلاَ يَبصُقُ إلَّا في ثَوبِهِ.

سرگوشی کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور اس کے قبلے کے درمیان ہے' پس تم میں سے کسی شخص کو قبلے کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے بلکہ (اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آہی جائے تو) اپنے بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے (تھوک لے) پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا اور اس میں تھوکا' پھر اس کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے مسل دیا اور فرمایا' یا اس طرح وہ کرلیتا۔ (بخاری و مسلم)

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اپنے بائیں جانب یا پیروں کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے جب وہ مسجد سے باہر ہو لیکن مسجد میں اپنے کپڑے میں تھوکنے کے علاوہ کہیں نہ تھوکے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن البزاق في المسجد في الصلوة وغيرها.

۶۵۲- فوائد: اس میں مسجد کا ایک نہایت اہم ادب بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کے اندر قبلہ رخ نہ تھوکا جائے۔ حدیث میں اس کے لئے جو طریقہ بتلایا گیا ہے عین نماز کے دوران اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اگر انسان نماز میں نہ ہو تو اب وضوء خانوں میں وافر پانی کا اہتمام ہر مسجد میں ہوتا ہے' رومال یا چادر کا کونہ استعمال کرنے کی بجائے صفائی کے لئے یہ وضوء خانہ ہی سب سے بہتر جگہ ہے (۲) مسجد میں گندگی نظر آئے تو اسے فوری طور پر صاف کردیا جائے اور مسجد کو گندگی سے ملوث کرنے سے مکمل گریز کیا جائے۔

٧٨ ـ بَابُ أَمْرِ وُلاَةِ الأُمُورِ بِالرِّفْقِ بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالنَّهْيِ عَنْ غِشِّهِمْ، وَالتَّشْدِيدِ عَلَيْهِمْ، وَإِهْمَالِ مَصَالِحِهِمْ، وَالْغَفْلَةِ عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

۷۸۔ ارباب اختیار کو اپنی رعیت کے ساتھ نرمی' ان کی خیر خواہی اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان کو فریب دینے' ان پر سختی کرنے' ان کے مصالح کو نظرانداز کرنے اور ان کی ضروریات سے غفلت برتنے کی ممانعت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے پیروکار مومنوں کے لئے اپنے بازو پست رکھ (یعنی ان سے تواضع سے پیش آ)

وقال تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ﴾ [النحل: ٩٠].

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: بے شک اللہ تعالیٰ انصاف‘ احسان کرنے اور رشتے داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی‘ منکرات اور ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔

فائدۂ آیات: امام نوویؒ نے جو باب باندھا ہے‘ ان دونوں آیات سے اس پر استدلال فرمایا ہے۔ ان آیات سے وہ مفہوم واضح ہوجاتا ہے جو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب مذکور کی شکل میں بیان فرمایا ہے ۔اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

٦٥٣ ـ وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «كُلُّكُم رَاعٍ، وكُلُّكم مَسؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الإمامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ في أَهْلِهِ وَمَسؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرأَةُ رَاعِيَةٌ في بَيتِ زَوجِها وَمَسؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِها، وَالخَادِمُ رَاعٍ في مالِ سَيِّدِهِ وَمَسؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُم رَاعٍ وَمَسؤُول عَنْ رَعِيَّتِهِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۵۳ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب ذمے دار ہو اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت (ماتحتوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت۔ (اہل خانہ) کی بابت سوال ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا ذمے دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم میں سے ہر ایک (اپنے اپنے معاملات کا) ذمے دار اور اس کی رعیت (معاملے) کی بابت پوچھا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: تقدم ذكره في باب حق الزوج علي امرأته برقم٢٨٣.

۶۵۳۔ فوائد: یہ حدیث اس سے قبل **باب حق الزوج علی امرأتہ‘ رقم ۳/ ۲۸۳** میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس باب میں لانے سے اس مقصد کی وضاحت ہے کہ ارباب اختیار کی جو ذمے داری باب مذکور کے عنوان میں بتلائی گئی ہے‘ اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے تو عنداللہ مجرم ہوں گے جس کی باز پرس روز قیامت ان سے ہوگی۔

٦٥٤ ـ وعن أَبي يَعْلىٰ مَعْقِل بن يَسَارٍ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «ما مِنْ عَبدٍ يَستَرعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَومَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ

۲/ ۶۵۴ حضرت ابو یعلیٰ معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کسی رعیت کی رکھوالی جس آدمی کے سپرد کردے اور وہ انہیں دھوکہ دیتے ہوئے مر

لِرَعِيَّتِهِ، إلا حَرَّمَ اللهُ عَلَيهِ الجَنَّةَ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: «فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصحِهِ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ». وفي روايةٍ لمسلم: «مَا مِن أَمِيرٍ يَلِي أُمورَ المُسلِمينَ، ثُمَّ لَا يجهَدُ لَهُم، وَيَنْصَحُ لَهُم، إلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الجَنَّةَ».

جائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کی۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے' جو حاکم بھی مسلمانوں کے معاملات کا ذمے دار بنے' پھر وہ ان کے مسائل کے حل کے لئے بھرپور کوشش اور ان کی خیرخواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب من استرعي رعية فلم ينصح - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الإمام العادل، وعقوبة الجائر، والحث علي الرفق بالرعية، والنهي عن إدخال المشقة عليهم.

٦٥٤- فوائد: اس میں حکمرانوں کو ان کی ذمے داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ بہت ہی اہم منصب ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے مسائل و معاملات کے وہ ذمے دار ہیں۔ اگر وہ پوری توجہ' ہمت اور خیرخواہی سے ان کے مسائل حل نہیں کریں گے تو اللہ کے ہاں وہ مجرم ہوں گے اور ان کی رعایا تو اپنے ایمان و عمل کی بدولت جنت میں چلی جائے گی لیکن یہ اس سے محروم رہ جائیں گے۔ اس لئے حکمران اقتدار کے نشے میں بدمست اور عوام کے معاملات سے غافل نہ ہوں بلکہ عنداللہ جواب دہی کے احساس سے سرشار ہوکر ان کو عدل و انصاف اور امن و سکون مہیا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

٦٥٥ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول في بَيتي هذا: «اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمرِ أُمَّتي شَيْئاً، فَشَقَّ عَلَيهِم، فَاشقُق عليه، وَمَن وَلِيَ مِنْ أمر أُمَّتي شَيْئاً، فَرَفَقَ بِهِم، فَارفُق بِهِ» رواه مسلم.

۳ / ٦٥٥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا' اے اللہ جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے' پھر وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے' پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الإمام العادل...

٦٥٥- فوائد: کتنا خوش نصیب ہے وہ حکمران جو عوام کو عدل و انصاف مہیا کرکے نبی ﷺ کی دعائے خاص کا مستحق بن جائے اور اسی حساب سے کتنا بدنصیب ہے وہ حکمران جو عوام کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کرکے حضور

ﷺ کی بددعاؤں کا مستحق اپنے آپ کو بنالے۔ اس میں عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کی ترغیب اور عوام پر ظلم و زیادتی سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔

٦٥٦ - وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «كَانَتْ بَنُو إسرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ بعدي خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ» قالوا: يَا رسولَ الله! فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قال: «أَوفُوا بِبَيعَةِ الأَوَّلِ فالأَوَّلِ، ثُمَّ أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُم، وَاسأَلُوا اللهَ الَّذي لَكُم، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُم عَمَّا استَرعَاهُم» متفقٌ عليه.

۴/ ۶۵۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بنو اسرائیل کی سیاست ان کے پیغمبر کرتے تھے، جب ایک پیغمبر فوت ہوجاتا تو اس کا جانشین دوسرا پیغمبر بن جاتا اور (یاد رکھو) میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور میرے بعد خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! پس آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، جس سے پہلے بیعت کرو، اسے پورا کرو، پھر اس کے بعد والے سے بیعت کرو، پھر انہیں ان کا حق دو اور تمہارے جو اپنے حقوق ہیں، ان کا سوال اللہ سے کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بابت، جن کا ان کو والی بنائے گا، خود ہی ان سے پوچھ لے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، آخر كتاب الأنبياء، باب ما ذكر بني إسرائيل - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الأول فالأول.

۶۵۶- فوائد: سیاست بری چیز نہیں۔ اگر بری ہوتی تو انبیاء سیاست نہ کرتے۔ انبیاء کے سیاست کرنے کا مطلب ہے، جہانبانی اور حکومتی معاملات بھی انہی کے سپرد ہوتے تھے یعنی دین اور دنیا، دونوں امور کے ذمے دار انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے، دین اور دنیا کے درمیان تفریق نہیں، یکجائی تھی۔ جیسے خلافت راشدہ اور اس کے کچھ عرصے بعد تک اسلام میں بھی یہ صورت رہی۔ اس لئے ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرا نبی آجاتا اور اس کا جانشین بن جاتا، جیسے حکمرانی کے منصب میں ہوتا ہے۔ ایک کے بعد کوئی دوسرا حکمران بن جاتا ہے۔ (۲) اس میں ختم نبوت کا مسئلہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ خلفاء ہوں گے اور دعویداران خلافت زیادہ ہوں تو اس کا حل بھی بیان فرما دیا کہ پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے مدعی خلافت کی طرف توجہ مت دو۔ (۳) حکمرانوں کی کوتاہیوں کا حل بھی تجویز فرما دیا اور وہ ان کے خلاف بغاوت اور احتجاجی مظاہرے نہیں ہیں بلکہ انتظامی معاملات میں ان کی اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے۔

افسوس ہے کہ اسلامی ملکوں میں جب سے مغرب کی ملعون جمہوریت آئی ہے، ان کا سارا استحکام ختم ہوگیا ہے کیونکہ امن و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ نظم مملکت انتشار اور ابتری سے محفوظ رہے اور یہ نظم بادشاہت میں اب بھی موجود ہے اور وہاں نسبتاً امن و استحکام ہے اگر اللہ کے حکم کے مطابق خلافت کا نظام ہو تو

مکمل امن و استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہوریت نے جہاں اپنے پنجے گاڑ لئے ہیں، وہاں نظم مملکت سخت انتشار سے دوچار ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان ملکوں کے بیشتر وسائل اسی انتشار اور سیاسی اتھل پتھل کی نذر ہو رہے ہیں اور یہ سارے "جمہوریے" امن اور استحکام سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ملکوں کو "جمہوریت" کے پنجۂ استبداد سے نجات عطا فرمائے جس کو انہوں نے آزادی کی نیلم پری سمجھ کر سینے سے لگایا ہوا ہے۔

٦٥٧ - وعن عائذِ بنِ عمرٍو رضي الله عنه أنَّهُ دَخَلَ عَلى عُبَيدِ اللهِ بن زِيَادٍ، فقال له: أَيْ بُنَيَّ! إنِّي سَمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الحُطَمَةُ» فإيَّاكَ أَن تَكُونَ مِنهُم. متفقٌ عليه.

٥ / ٦٥٧ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا، اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بدترین حاکم، رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں، پس تو اس سے بچ کہ تو ان میں سے ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: تقدم تخريجه في باب في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، برقم١٩٢.

٦٥٧- فوائد: الحطمہ، ایسے چرواہے کو کہتے ہیں جو اپنے ریوڑ کو نہایت سختی کے ساتھ ہانکتا اور اندھا دھند ان پر لاٹھی برساتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ یہاں ایسے حکمران کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ان پر نرمی نہیں کرتا۔ اس میں ظالم حکمرانوں کے لئے وعید اور سخت تنبیہ ہے۔

٦٥٨ - وعن أبي مَرْيَمَ الأَزدِيِّ رضي الله عنه، أنه قال لِمُعاوِيَةَ رضي الله عنه: سَمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ وَلَّاهُ اللهُ شَيئاً مِن أُمورِ المُسلِمِينَ، فَاحتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِم وخَلَّتِهِم وفَقرِهِم، احتَجَبَ اللهُ دُونَ حَاجَتِهِ وخَلَّتِهِ وفَقرِهِ يَومَ القِيامَةِ» فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلاً على حَوائجِ النَّاسِ. رواه أبو داود، والترمذي.

٦ / ٦٥٨ حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرماتے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کچھ امور کا والی بنائے اور وہ ان کی ضرورتوں، حاجتوں اور فقر کے درمیان آڑے آجائے (یعنی انہیں پورا نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ بھی روز قیامت اس کی حاجت و ضرورت اور فقر کے درمیان آڑے آجائے گا۔ پس حضرت معاویہ ؓ نے (یہ حدیث سن کر) ایک آدمی کو لوگوں کی حاجات معلوم کرنے کے لئے مقرر فرمادیا۔ (ابو داود، ترمذی)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الخراج، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية - وسنن ترمذي، أبواب الأحكام، باب ما جاء في إمام الرعية.

٦٥٨- فوائد: آڑے آنے کا مطلب ہے کہ حکمران اہل حاجات کو اپنے تک پہنچنے نہ دے اور خود ان کے مسائل و معاملات پر توجہ نہ دے اور اللہ کے آڑے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی روز قیامت اس کی کوئی پروا نہیں کرے گا جب کہ انسان اس روز اللہ کی رحمت کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔ اس میں ایسے

حکمرانوں کے لئے سخت وعید ہے جو ضرورت مند عوام سے براہ راست رابطہ نہیں رکھتے اور نہ انہیں اپنے دروازوں تک آنے دیتے ہیں۔

٧٩ ـ بَابُ الْوَالِي الْعَادِلِ

۷۹۔ انصاف کرنے والے حکمران کا بیان

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ﴾ [النحل: ٩٠]. وقال تعالى: ﴿وَأَقْسِطُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ﴾ [الحجرات: ٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اور فرمایا: انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

٦٥٩ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ في ظِلِّه يومَ لا ظِلَّ إلَّا ظِلُّهُ: إمَامٌ عَادِلٌ، وشَابٌّ نَشَأَ في عِبَادَةِ اللهِ تعالى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ في المَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا في اللهِ، اجتَمَعَا عليهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيهِ، ورجُلٌ دَعَتْهُ امرَأَةٌ ذَاتُ مَنصِبٍ وَجَمالٍ، فَقَالَ: إنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنفِقُ يَمِينُهُ، ورَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيناهُ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۵۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمران۔ (۲) وہ نوجوان، جو اللہ کی عبادت میں پل کر بڑھا ہو (۳) وہ آدمی، جس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہو (۴) وہ دو آدمی، جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں (۵) وہ آدمی، جس کو منصب و جمال والی عورت دعوت گناہ دے اور وہ اس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی، جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے (اس کے خوف سے) آنسو رواں ہوگئے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: تقدم في باب فضل الحب في الله، برقم٣٧٦.

فوائد: یہ روایت اس سے قبل باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ، رقم ۲ / ۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے امام عادل کی فضیلت کے اثبات میں دوبارہ لائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے باب مذکور۔

٦٦٠ ـ وعن عبدِ الله بنِ عمرِو بنِ العَاصِ رضي اللهُ عنهما قَالَ: قَالَ

۲ / ۶۶۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک

رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ المُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلى مَنَابرَ مِنْ نُورٍ: الَّذِينَ يَعْدِلُونَ في حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا» رواهُ مسلم.

انصاف کرنے والے، اللہ کے پاس، نور کے منبروں پر ہوں گے یعنی وہ لوگ جو اپنے حکم، اپنے گھر والوں کے بارے میں اور ان کاموں میں جو ان کے سپرد ہیں، انصاف کا اہتمام کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الإمام العادل وعقوبة الجائر...

٦٦٠۔ فوائد: نور کے منبر، کس طرح ہوں گے؟ اس کی اصل حقیقت سے گو ہم واقف نہیں ہیں تاہم اس کی حقیقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور یہ بھی کہ یہ لوگ یقیناً عرش یا رحمت الٰہی کے سائے تلے ہوں گے جبکہ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اس میں عدل و انصاف کی فضیلت اور انصاف کرنے والوں کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

٦٦١ - وعَنْ عَوفِ بنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «خِيَارُ أَئمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونكُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ أَئمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونهُمْ وَيُبْغِضُونكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونكُمْ!» قَالَ: قُلْنا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلاَ نُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلاةَ، لَا، مَا أَقَامُوا فيكُمُ الصَّلاةَ» رواهُ مسلم.

قوله: «تُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ»: تَدْعُوْنَ لَهُمْ.

٣ / ٦٦١ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کے حق میں دعائے خیر کرو اور وہ تمہارے حق میں دعائے خیر کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں، تم ان پر لعنت کرو، وہ تم پر لعنت کریں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان کی بیعت توڑ کر ان کے خلاف بغاوت نہ کریں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں، نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں۔ (مسلم)

تصلون علیھم، کے معنی ہیں ان کے حق میں تم دعا کرو۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب خیار الأئمة وشرارهم.

٦٦١۔ فوائد: (ا) اس میں دونوں قسم کے حکمرانوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ ایک وہ حکمران، جو عوام کے خیر خواہ اور انہیں عدل و انصاف مہیا کرنے والے ہیں۔ یہ بہترین حکمران ہیں ان کے لئے عوام دعائیں کرتے ہیں اور یہ عوام کے لئے کرتے ہیں اور دوسرے بدترین حکمران۔ جن کو صرف اپنے اقتدار اور مفادات سے غرض ہوتی ہے۔ عوام کو عدل و انصاف مہیا کرنے اور ان کی مشکلات حل کرنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی سب لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس میں بھی حکمرانوں کو دراصل عدل و انصاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ عنداللہ وعند

الناس محبوب بننے کا یہی طریقہ ہے (۲) ظالم حکمران بھی، جب تک کفر صریح کا ارتکاب نہ کریں اور شعائر اسلام بالخصوص نماز کی پابندی کریں۔ ان کے خلاف خروج و بغاوت کی اجازت نہیں۔ کیونکہ بغاوت میں فائدہ موہوم ہے جب کہ نقصان بہت زیادہ ہے۔

٦٦٢ - وعنْ عِيَاضِ بنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «أَهْلُ الجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ القَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبى وَمُسْلِمٍ، وعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيالٍ» رواهُ مسلم.

۴/ ۶۶۲ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین قسم کے لوگ جنتی ہیں۔ ایک وہ حکمران جو انصاف کرنے والا اور اعمال خیر کی توفیق سے بہرہ ور ہو۔ دوسرا، وہ آدمی جو ہر مسلمان اور رشتے دار کے لئے مہربان اور نرم دل ہو۔ تیسرا، مانگنے سے گریزاں وہ شخص، جو عیالدار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار.

۶۶۲۔ فوائد: یہ تینوں مذکورہ صفات اہل ایمان کی خاص صفات ہیں جو ایک مومن کو جنت میں لے جانے کا باعث ہیں۔ ہر مومن کو ان صفات حسنہ سے آراستہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

٨٠ - بابُ وُجُوبِ طَاعَةِ وُلَاةِ الأُمُورِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ.

۸۰۔ جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کے ضروری ہونے کا اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت کے حرام ہونے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ﴾ [النساء: ٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور ان کی جو تمہارے حکمران ہیں۔

فائدہ آیت: اللہ اور رسول دونوں کے ساتھ لفظ اطاعت کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں کی اطاعت مستقل بالذات ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ اللہ و رسولؐ کے تابع ہے۔ اس لئے ان کا جو حکم قرآن و حدیث کے موافق ہوگا، اس میں ان کی اطاعت لازم اور جو حکم ان کے مخالف ہوگا اس کی اطاعت غیر لازم ہوگی جیسا کہ امام نوویؒ نے باب باندھا ہے۔

٦٦٣ - وعنِ ابنِ عمرَ رضيَ اللهُ عنهما عَنِ النَّبيِّ ﷺ قال: «عَلى المَرْءِ المُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيما أَحَبَّ وَكَرِهَ،

۱/ ۶۶۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسلمان مرد پر (اپنے مسلمان حکمران کی بات) سننا اور ماننا فرض ہے، وہ بات اسے پسند ہو یا

إلَّا أنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلا سَمْعَ وَلا طَاعَةَ» متفقٌ عليه.

ناپسند۔ مگر یہ کہ اسے گناہ کرنے کا حکم دیا جائے۔ پس جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس پر سننا اور ماننا فرض نہیں۔ (بلکہ انکار کرنا ضروری ہے)۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، وكتاب الجهاد، باب السمع والطاعة للإمام ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية.

۶۶۳۔ فوائد: اس میں مسلمانوں کے لئے مسلم حکمرانوں کی اطاعت کی حدود واضح کردی گئی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں سے انحراف نہ کریں۔ ورنہ وہ اخروی عذاب کے علاوہ دنیوی ذلت سے بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

٦٦٤ ـ وعنه قال: كُنَّا إذا بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا: «فِيما اسْتَطَعْتُمْ» متفقٌ عليه.

۲/ ۶۶۴ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور مانیں گے تو آپ فرماتے تھے، ان چیزوں میں جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب البيعة علي البيعة. . .

۶۶۴۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مسلم حکمران کی اطاعت کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ اس کا حکم اللہ و رسول کے مخالف نہ ہو وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام کی طاقت سے بالا نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو اس کی اطاعت بھی ضروری نہیں ہوگی۔ اس میں حکمرانوں کو تنبیہہ ہے کہ وہ عوام کو ایسی مشقت میں نہ ڈالیں کہ جس کا اٹھانا ان کے لئے مشکل ہو۔ جیسے فی زمانہ ناروا قسم کے ٹیکس اور بوجھ ڈالے جا رہے ہیں اور پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔

٦٦٥ ـ وعنهُ قالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ خَلَعَ يَداً مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً» رواهُ مسلم. وفي روايةٍ له: «وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ، فَإنَّهُ يَمُوتُ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً». «المِيتَةُ» بكسر الميم.

۳/ ۶۶۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے (حکمران کے جائز کاموں میں) اطاعت سے ہاتھ اٹھا لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ جماعت کو چھوڑے ہوئے تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

الـمیتـة ' میم پر زیر ہے۔

تخریج: صحیح مسلم ، کتاب الإمارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن.

۶۶۵۔ فوائد: اس حدیث میں بھی مسلمان حکمران کی اطاعت کو لازم اور اس کی بیعت و اطاعت سے گریز و انحراف کو کفر و ضلال سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اسے جاہلیت کی موت اس لئے فرمایا کہ اسلام سے قبل ایک امیر کی اطاعت کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ اس میں وہ اپنی عار اور ذلت محسوس کرتے تھے۔ اسلام نے اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کرکے انہیں نظم و ضبط کا پابند بنایا اور اطاعت امیر کی تاکید کی۔ تاہم اس میں جس امیر کی بیعت اور اطاعت کو ضروری اور اس سے خروج و بغاوت کو جاہلیت قرار دیا گیا ہے۔ اس سے صاحب امرو اختیار امیر یعنی حکمران اور بادشاہ وقت مراد ہے۔ مسلمانوں کی محدود جماعتوں کے بے اختیار امیر مراد نہیں ہیں کیونکہ ان کی اطاعت سے ملکی استحکام وابستہ ہے نہ ان کی عدم اطاعت سے نظم مملکت میں کوئی اختلال واقع ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی بیعت و اطاعت سے انکار یا انحراف اتنا بڑا جرم نہیں کہ اسے کفر و ضلال قرار دیا جاسکے' جب کہ حدیث میں اسے کفر و ضلال ہی کہا گیا ہے۔ جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امیر سے مراد مسلمانوں کا بااختیار حاکم ہے نہ کہ تنظیمی معاملات کے امیر اور جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے نہ کہ مسلمانوں کا کوئی ایک گروہ یا دھڑا۔ تاہم اپنے اپنے گروہ کے امیر یا صدر کی اطاعت بھی ضروری ہے' کیونکہ اس کے بغیر کسی گروہ میں نظم و ضبط قائم نہیں رہ سکتا' گو اس نظم جماعت سے خروج کفر نہیں' جیسا کہ جماعت المسلمین اور اس کے امیر سے خروج کفر ہے۔

اس طرح بعض لوگ کسی نہ کسی پیرو مرشد کی بیعت کرنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

٦٦٦ ـ وَعَنْ أَنَسٍ رضيَ الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ» رواه البخاري.

۴ / ۶۶۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' (حکمرانوں کی بات) سنو اور اطاعت کرو' اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم مقرر کردیا جائے گویا کہ اس کا سرانگور ہے (یعنی انگور کی طرح چھوٹا سا ہے' جس سے انسان بڑا عجیب سا لگتا ہے۔) (بخاری)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولى، وباب إمامة المفتون والمبتدع، وكتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام.

۶۶۶۔ فوائد: غلام کو اور وہ بھی سیاہ فام اور چھوٹے سے سر کا ہو' کوئی بھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ لیکن

حدیث میں اس کی مثال دی گئی ہے جس سے مقصود امیر کی اطاعت و فرماں برداری کی تاکید ہے۔ چاہے اس کا رنگ کیسا ہی ہو اور وہ کسی بھی جنس اور نسل سے تعلق رکھتا ہو بشرطیکہ اس کا حکم قرآن و حدیث کے مخالف نہ ہو۔

٦٦٧ ـ وعن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ» رواهُ مسلم.

٥ / ٦٦٧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تجھ پر سننا اور ماننا ضروری ہے' اپنی تنگی کی حالت میں بھی اور خوشحالی میں بھی' اپنی خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی اور حکمرانوں کے تجھ پر دوسروں کو ترجیح دینے کی صورت میں بھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية.

٦٦٧۔ فوائد: حکمرانوں کی اطاعت' چونکہ ملت کے مجموعی مفاد کے لئے ضروری ہے اس لئے تاکید کی گئی کہ تم اپنے ذاتی مفادات اور حالات و جذبات مت دیکھو بلکہ ان سے بالا ہوکر سوسائٹی کے مفادات کے پیش نظر ہر صورت میں حکمرانوں کی اطاعت کرو۔ سوائے نافرمانی کے کاموں کے' کہ ان میں اطاعت کرنا جائز نہیں۔

٦٦٨ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ عَمرِو رضيَ اللهُ عنهما قال: كُنَّا مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ في سَفَرٍ، فنزَلْنَا مَنْزِلًا، فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ، وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ، إذْ نَادَى مُنَادِي رسولِ اللهِ ﷺ: الصَّلاةَ جَامِعَةً. فَاجْتَمَعْنَا إلى رَسُولِ اللهِ ﷺ فقال: «إنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إلَّا كَانَ حَقاً عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضاً، وَتَجِيءُ الفِتْنَةُ فَيَقُولُ المُؤْمِنُ: هٰذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيءُ الفِتْنَةُ فَيَقُولُ المُؤْمِنُ: هذِهِ هذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ

٦ / ٦٦٨ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے پس ہم نے ایک منزل پر قیام کیا' ہم میں سے بعض اپنے خیمے درست کررہے تھے' بعض تیراندازی وغیرہ میں مقابلہ کررہے تھے اور بعض اپنے مویشیوں میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی کہ نماز تیار ہے۔ پس ہم سب رسول اللہ ﷺ کی طرف جمع ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا' مجھ سے پہلے جو نبی بھی ہوا' اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کی رہنمائی ایسے کاموں کی طرف کرے جن کو وہ ان کے لئے بہتر جانتا اور ان کو ان کاموں سے ڈرائے جن کو وہ ان کے لئے برا جانتا' اور تمہاری یہ امت جو ہے اس کی عافیت اس کے ابتدائی حصے میں رکھ دی گئی ہے اور اس کے آخری حصے میں آزمائش اور ایسے معاملات پیش آئیں گے جن کو تم برا سمجھو گے اور ایسے فتنے ظہور پذیر ہوں گے کہ ایک' دوسرے کو ہلکا کردے

الَّذي يُحِبُّ أنْ يُؤْتَى إلَيْهِ. وَمَنْ بَايَعَ إمَاماً فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ، وَثَمَرَةَ قَلْبِه، فَلْيُطِعْهُ إنِ اسْتَطَاعَ؛ فَإنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوا عُنُقَ الآخَرِ» رواهُ مسلم. قَوْلُهُ: «يَنْتَضِلُ» أَيْ: يُسَابِقُ بالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ والنُّشَّابِ. وَ«الجَشَرُ» بفتح الجيمِ والشين المعجمةِ وبالراء: وهيَ الدَّوابُّ الَّتي تَرْعى وَتَبِيتُ مَكَانَها. وقوله: «يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضاً» أي: يُصَيِّرُ بَعْضَها رَقِيقاً، أي: خَفِيفاً لِعِظَمِ مَا بَعْدَهُ، فالثَّاني يُرَقِّقُ الأوَّلَ. وقيلَ: مَعْنَاهُ: يَسُوقُ بَعْضُهَا إلى بَعْضٍ بتَحْسِينِهَا وَتَسْوِيلِهَا، وقِيلَ: يُشْبِهُ بَعْضُها بَعْضاً.

گا (یعنی ایک سے ایک بڑھ کر فتنہ رونما ہوگا کہ بعد میں آنے والے فتنے کے مقابلے میں پہلا فتنہ بالکل ہلکا لگے گا) ایک فتنہ سامنے آئے گا تو مومن کہے گا' یہی میری ہلاکت کا باعث ہوگا پھر وہ دور ہوجائے گا اور کوئی اور فتنہ ظہور پذیر ہوگا تو مومن کہے گا یہی وہ فتنہ ہے جو سب سے بڑا ہے۔ پس جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ جہنم کی آگ سے دور ہو اور جنت میں داخل کردیا جائے تو اس کو موت اس حالت میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اپنے ساتھ کئے جانے کو پسند کرے اور جو شخص کسی امام کی بیعت کرے اور اسے اپنا ہاتھ اور اپنے دل کا پھل دے دے (یعنی دل میں اس کی بیعت کے پورا کرنے کا عزم رکھے) تو اس کو چاہیے کہ امکان بھر اس کی اطاعت کرے' پھر اگر دوسرا کوئی اس کو اپنا تابع بنانے کے لئے اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو (اسے قتل کردو) (مسلم)

ینتضل' تیر اندازی میں مقابلہ کررہے تھے۔ جشر' جیم اور شین پر زبر اور راء کے ساتھ' وہ مویشی جو (کھلے میدانوں میں) چرتے ہیں اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ یرقق بعضها بعضا" ' یعنی ایک' دوسرے کو ہلکا کردیتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آنے والا فتنہ اس سے بڑا ہوتا ہے تو دوسرا پہلے کو ہلکا کردیتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ فتنے ایسے حسین اور دل لبھانے والے ہونگے کہ ایک فتنہ' دوسرے فتنے کا شوق پیدا کردے گا اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ فتنے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بالوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول.

٦٦٨۔ فوائد: اس میں' ابتدائی حصے سے مراد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا عہد ہے' جسے دوسری حدیث میں خیرالقرون سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ عہد' مابعد کے تمام عہدوں سے زیادہ خیر و عافیت اور برکت و سعادت کا عہد

ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے فتنوں کے ظہور کی پیشین گوئی کی گئی ہے جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گے۔ اس پیشین گوئی کی صداقت آج ہر شخص پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

فتنوں کے ظہور کی خبر سے مقصد، امت کو متنبہ کرنا ہے تاکہ وہ ان سے اپنا دامن بچا کر رکھے، اسی لئے اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور وہ ہے ایمان باللہ، ایمان بالآخرت کے عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہنا اور لوگوں کے ساتھ حسن معاملہ اور حسن اخلاق کا اہتمام کرنا۔

اس میں اقتدار پسندوں کی کثرت کی بھی پیشین گوئی کی گئی ہے اور اس کا حل یہ بتلایا ہے کہ پہلے حاکم کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ مل کر دوسرے مدعی خلافت کی گردن اڑادو کیونکہ اس طرح ہی ملت اسلامیہ کی وحدت قائم رہ سکتی ہے اور انتشار و تفریق سے محفوظ۔ لیکن بدقسمتی سے "جمہوریت" نے اقتدار پسند ٹولوں کو ایک ایسا کھلونا ہاتھ میں دے دیا ہے جس سے امن و وحدت ایک قصہ پارینہ بن گئے ہیں اور انتشار و تفریق نصب العین اور استحکام و ترقی کا ضامن، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكٰى یا یوں کہہ لیجئے کہ بیماری کو علاج، درد کو درماں اور دکھ کو سکھ سمجھ لیا گیا ہے۔ ان حالات میں اصلاح ہو تو کیوں کر؟ شفا حاصل ہو تو کیسے؟ اور امن و استحکام اور وحدت و یکجہتی قائم ہو تو کس بنیاد پر؟ ؎

مژدہ باد اے مرگ، عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

٦٦٩ - وعن أبي هُنَيْدَةَ وائِلِ بن حُجْرٍ رضيَ اللهُ عنه قالَ: سَأَلَ سَلَمَةُ بنُ يَزيدَ الجُعْفيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فقالَ: يَا نَبيَّ اللهِ! أَرَأَيْتَ إنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ، ويمْنَعُونَا حَقَّنَا، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عنه، ثمَّ سَأَلَهُ، فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا؛ فَإنَّما عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ» رواهُ مسلم.

۷ / ۶۶۹ حضرت ابو ہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے پیغمبر! اس کی بابت ارشاد فرمائیے کہ اگر ہم پر ایسے (برے) حاکم مسلط ہو جائیں کہ وہ ہم سے تو اپنا حق مانگیں لیکن ہمیں ہمارا حق نہ دیں، تو ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے اس سے اعراض فرمالیا۔ انہوں نے پھر آپ سے یہی سوال کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم ان کی بات سنو اور مانو، ان کے ذمے وہ بوجھ ہے جو انہیں اٹھوایا گیا (یعنی عدل و انصاف) اور تمہارے ذمے وہ بوجھ ہے جو تمہیں اٹھوایا گیا۔ (یعنی اطاعت)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب في طاعة الأمراء وإن منعوا الحق.

۶۶۹- فوائد: مطلب یہ ہے کہ حاکم اور رعایا، دونوں کی اپنی اپنی ذمے داریاں ہیں جو بھی اس میں کوتاہی کرے

گا اس کا بوجھ اس پر ہوگا' جس کا خمیازہ اسے قیامت کے روز بھگتنا ہوگا۔ لیکن اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اگر حاکم اپنی ذمے داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو رعایا بھی سمع و اطاعت سے انکار کردے۔ اس لئے کہ کوتاہی کا علاج کوتاہی سے ممکن نہیں۔ اس طرح مزید فساد ہوگا۔ بنابریں ملک کے مفاد عامہ کے لئے حکمرانوں کے ظلم کو برداشت کرنا' ان کے خلاف خروج و بغاوت کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ تاہم قانون جس حد تک تنقید کرنے اور اصلاح کی آواز بلند کرنے کی اجازت دے' اس حد تک ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اور اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا' خروج و بغاوت سے مختلف چیز ہے اور اس کا اہتمام کرنا اپنی اپنی طاقت کے مطابق ضروری ہے۔

٦٧٠ ـ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «إنَّهَا سَتكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ، وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا!» قالوا: يا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذلِكَ؟ قال: «تُؤَدُّونَ الحَقَّ الَّذي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللهَ الَّذِي لَكُمْ» متفقٌ عليهِ.

۸ / ٦٧٠ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے بعد خود غرض حکمرانی ہوگی (یعنی سارے مفادات خود ہی سمیٹ لینے کی ہوس۔ یا دوسرے معنی میں اپنوں کو ترجیح دینا) اور دیگر امور جنہیں تم برا سمجھو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ اس شخص کی بابت کیا حکم فرماتے ہیں جو ہم میں سے یہ زمانہ پالے؟ آپؐ نے فرمایا تم اپنا وہ حق ادا کرنا جو تمہارے ذمے ہے اور جو تمہارے حقوق (حکمرانوں کے ذمے ہیں) ان کا سوال تم اللہ سے کرنا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، باب علامات النبوة، وكتاب الفتن، باب «سترون بعدي أمورا» ـ صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بالوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول.

٦٧٠۔ فوائد: اس میں جہاں ایک طرف عوام کو حکمرانوں کے ظلم و ستم' ان کی اقربا نوازی یا خود ہی تمام قومی وسائل کو اپنے لئے مختص کرلینے کو صبر کے ساتھ برداشت کرلینے کی تلقین ہے' وہاں دوسری طرف بالواسطہ حکمرانوں کو بھی تنبیہہ ہے کہ وہ مذکورہ طور طریقے اختیار کرنے سے بچیں' ورنہ وہ عنداللہ مجرم ہوں گے۔

٦٧١ ـ وعن أبي هريرةَ رضي اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَطَاعَنِي فقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ يُطِعِ الأَمِيرَ فقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي» متفقٌ عليهِ.

۹ / ٦٧١ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے میری اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی' اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے حاکم کی اطاعت کی' اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾ وكتاب الجهاد، باب يقاتل من وراء الإمام ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية.

۶۷۱- فوائد: امیر یا حاکم سے مراد اپنے وقت کا مسلم حکمران، کسی صوبے کا گورنر و وزیراعلیٰ اور کسی علاقے کا افسر مجاز ہے۔ ان کی اطاعت، جب تک اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو، ضروری ہے اور ان کی نافرمانی سخت گناہ۔ کیونکہ نظم ملت بہت ہی ضروری ہے اور وہ اسی طرح قائم رہ سکتا ہے۔

٦٧٢ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيئاً فَلْيَصبِرِ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْراً مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» متفقٌ عليه.

۱۰ / ۶۷۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے حاکم کا کوئی کام ناپسندیدہ دیکھے تو اس کو چاہیے کہ صبر کرے اس لئے کہ وہ بالشت برابر بھی حاکم کی اطاعت سے نکلا تو اس کی موت، جاہلیت کی موت ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ "سترون بعدي أمورا تنكرونها"، وكتاب الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذير الدعاة...

۶۷۲- فوائد: اس میں بھی حکمرانوں کی اطاعت سے سرکشی کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

٦٧٣ ـ وعن أبي بكرةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ أَهَانَ السُّلطَانَ أَهَانَهُ اللهُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن. وفي الباب أحاديث كثيرة في الصحيحِ، وقد سبق بعضها في أبواب.

۱۱ / ۶۷۳ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے بادشاہ کی بے توقیری کی اللہ بھی اسے ذلیل کرے گا۔ (ترمذی، حسن)

اور اس باب میں متعدد صحیح حدیثیں ہیں، جن میں سے کچھ مختلف ابواب میں گزر چکی ہیں۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في الخلفاء. **ترمذی میں الفاظ ہیں۔**

من اهان سلطان الله فی الارض۔

۶۷۳- فوائد: بادشاہ کی بے توقیری اور اہانت سے مراد، ان کی حکم عدولی اور عدم اطاعت ہے۔ اس سے حکمرانوں کا وقار اور ان کی تمکنت و جلال متاثر ہوتا ہے جب کہ امن و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کا رعب و دبدبہ قائم رہے تاکہ جرائم پیشہ اور قانون شکن عناصر کو اپنی مذموم کارروائیوں کی جسارت نہ ہو۔ بہرحال ملکی مفاد اور مصلحت عامہ کی وجہ سے مسلمانوں کو یہی تاکید کی گئی ہے کہ جب تک حکمرانوں سے کفر صریح کا ارتکاب نہ ہو اور جب تک وہ نماز اور دیگر شعائر دین کو قائم رکھیں، اس وقت تک ان کی اطاعت کرو،

چاہے وہ عدل و انصاف کے قیام اور عوام کے دیگر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے ہی ہوں۔ اسلام کی یہ ہدایت موجودہ مغربی جمہوریت سے یکسر مختلف ہے جس میں حزب اختلاف کا وجود نہایت ضروری ہے جس کا کام ہی ہروقت حکومت پر تنقید اور اس کے خلاف لوگوں کو خروج و بغاوت پر آمادہ کرنا ہے تاکہ وہ حکومت ناکام اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوجائے اور پھر وہ خود اس کی جگہ اقتدار پر فائز ہوجائے۔ اسلام میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا یہ تصور نہیں ہے۔ سب ایک ہی امت ہے اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جن کے مفادات اور مقاصد بھی ایک ہیں اور حکمرانوں کی کوتاہیوں کے باوجود عوام کو ان کے خلاف خروج و بغاوت پر آمادہ کرنا جرم ہے۔ کیونکہ ہرچند سالوں کے بعد عام انتخابات پر قوم کے کروڑوں بلکہ اربوں روپے برباد کردینا اور گلی گلی، کوچے کوچے بلکہ گھر گھر میں انتشار و تفریق کے بیج بونا بھی اسلامی تعلیمات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام میں حکمرانی کے لئے چند سالوں کی حد مقرر نہیں ہے اور نہ وہ جلد جلد حکمرانوں کے عزل و نصب کو پسند ہی کرتا ہے۔ ان کی کوتاہیوں کو برداشت کرنے کی تاکید میں بھی یہی حکمت ہے تاکہ ایک حکمران کو حکومت کرنے کا زیادہ سے زیادہ وقت ملے کہ اسی میں عوام کا بھی مفاد ہے اور ملک کا استحکام بھی۔ کاش لوگ مغربی جمہوریت کے اس فریب اور سراب سے نکلیں اور اسلامی ہدایات کی روشنی میں اپنا نظام حکومت ترتیب دیں۔

٨١ - بَابُ النَّهْيِ عَنْ سُؤَالِ الإِمَارَةِ وَاخْتِيَارِ تَرْكِ الْوِلاَيَاتِ إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ أَوْ تَدْعُ حَاجَةٌ إِلَيْهِ

۸۱۔ عہدہ و منصب کا سوال کرنے کی ممانعت اور جب کوئی عہدہ متعین یا کوئی حاجت اس کی متقاضی نہ ہو تو حکومتی مناصب کو چھوڑ دینا بہتر ہے

قال الله تعالى: ﴿تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [القصص: ٨٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آخرت کا گھر ہم ان ہی لوگوں کے لئے کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

فائدۂ آیت: طلب امارت کا مطلب ہے کہ اس کا طالب دنیا میں بڑائی کو پسند کرتا ہے اور بڑائی پسندوں کا رویہ ہی زمین میں فساد کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیت باب کے مفہوم کو واضح کررہی ہے کہ عہدہ و منصب کی خواہش اور اس کے لئے سعی و کوشش کا انجام بالعموم برا ہی ہوتا ہے۔ حسن انجام اور عافیت اسی میں ہے کہ انسان حکومتی مناصب سے کنارہ کش رہے۔ آگے آنے والی احادیث میں اس مفہوم کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ احادیث ملاحظہ ہوں:

٦٧٤ - وعن أبي سعيد عبدِ الرحمٰنِ بنِ سَمُرَةَ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبدَ الرَّحْمٰن بْنَ سَمُرَةَ، لا تَسأَلِ الإمَارَةَ فَإنَّكَ إنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ

۱/ ۶۷۴ حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تو خود حکومت کے کسی منصب کا سوال نہ کرنا، اس لئے کہ یہ منصب اگر تجھے بغیر سوال

غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيهَا، وَإنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إلَيْهَا، وَإذَا حَلَفْتَ عَلى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غيْرَها خَيْراً مِنها فَأْتِ الَّذي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ» متفقٌ عليه.

کئے مل گیا تو اس پر (اللہ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی اور اگر سوال کرنے سے تجھے یہ ملے گا تو یہ تیرے سپرد کردیا جائے گا (اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی) اور جب تو کسی بات پر قسم اٹھالے' پھر تو کسی اور میں اس سے زیادہ بہتری دیکھے تو وہ کام اختیار کر جس میں بہتری ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب الكفارة قبل الحنث وبعده، وكتاب الأحكام، باب من لم يسأل الإمارة أعانه الله عليها - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأي غيرها خيرا. . .

۶۷۴- فوائد: امارت' سے مراد خلافت (حکومت) یا اس کا کوئی بھی منصب ہے۔ اس کی آرزو اور اس کے لئے کوشش کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بہت بڑی ذمے داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونا نہایت مشکل امر ہے۔ البتہ جس کو بغیر مانگے یہ منصب مل جائے وہ اسے قبول کرلے کیونکہ بن مانگے یہ اسی کو ملے گا جس میں اس کی خاص استعداد و صلاحیت ہوگی۔ علاوہ ازیں اللہ تعالٰی کی طرف سے بھی اس کی مدد ہوگی اور اسے خیر و سداد کی توفیق ارزانی ہوگی جبکہ خود خواہش کر کے حاصل کرنے والا اللہ کی طرف سے خیر اور سداد کی توفیق سے محروم رہے گا چنانچہ آج اس حقیقت کا عام مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ جمہوری حکمران خود کوشش کر کے بلکہ جائز و ناجائز ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرکے اقتدار حاصل کرتے ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ خیر اور سداد کی توفیق سے وہ محروم رہتے ہیں۔ اس طرح کوئی حکمران اچھا اور کامیاب ثابت نہیں ہورہا ہے کیونکہ سب اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے محروم ہیں۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ کسی کام کی بابت قسم کھالی ہے جب کہ اس میں کسی دوسرے کام کے مقابلے میں خیر اور نفع زیادہ ہے تو ایسے موقعے پر قسم توڑ کے اس کا کفارہ ادا کردیا جائے اور جس میں بہتری ہے اس کام کو کرلیا جائے۔ کفارہ قسم' ایک گردن آزاد کرنا' یا دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا یا انہیں لباس مہیا کرنا ہے۔ جو ان کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

٦٧٥ - وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إنِّي أَرَاكَ ضَعِيفاً، وَإنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ» رواه مسلم.

۲/ ۶۷۵ حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں (اس لئے تیرے لئے میری نصیحت یہ ہے کہ) تو دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ کسی یتیم کے مال کا نگران بننا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة.

٦٧٥۔ فوائد: حضرت ابوذر ؓ بڑے زاہد قسم کے صحابی تھے، دنیاوی معاملات میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اسی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں مذکورہ نصیحت فرمائی اور انہیں ان ذمے داریوں میں کمزور قرار دیا کیونکہ مذکورہ ذمے داریاں وہی شخص صحیح معنوں میں ادا کرسکتا ہے جو دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیتا اور انہیں خوب سمجھتا ہو نہ کہ وہ جسے امور دنیا سے نفرت ہو اور ان سے وہ دور بھاگتا ہو۔ اس میں عام لوگوں کی مصلحت اور ان کے مفادات اور اسی طرح یتیموں کے اموال کی حفاظت کا جذبہ بھی کارفرما ہے کیونکہ ان معاملات میں کمزور آدمی سے ان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے، گو وہ خود نقصان پہنچانے کی نیت نہ رکھتا ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی جس کام کے لائق ہو اسے وہی کام سونپنا چاہیے۔ اسے دوسرا کام سونپنے سے بات درست نہیں رہے گی۔

٦٧٦ ـ وعنه قال: قلتُ: يا رسولَ اللهِ! أَلا تَسْتَعمِلُني؟ فَضَرَبَ بيَدِهِ عَلى مَنْكِبي ثُمَّ قالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإنَّها يَوْمَ القِيامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وأَدَّى الذِي عَلَيهِ فِيها» رواه مسلم.

٣/٦٧٦ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے کہا، یارسول اللہ! کیا آپ مجھے کسی جگہ کا عامل (سرکاری عہدیدار) نہیں بنا دیتے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور فرمایا، اے ابوذر! تو کمزور ہے، اور (یہ منصب) ایک اہم امانت ہے۔ یہ قیامت والے دن رسوائی اور ندامت (کا باعث) ہو گا۔ سوائے اس شخص کے جو اسے حق کے ساتھ (اہلیت کی بنیاد پر) حاصل کرے اور ان ذمے داریوں کو پورا کرے جو اس کی بابت اس پر عائد ہوتی ہیں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة.

٦٧٦۔ فوائد: اس میں ان لوگوں کو سرکاری مناصب حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن میں دو شرطیں موجود ہوں۔ ایک اس منصب کی اہلیت اور دوسری، اس منصب کی ذمے داریوں کی ادائیگی کی استعداد و قوت۔ جیسے کوئی حکمران بنے تو عدل و انصاف قائم کرنے اور اس کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت و قوت سے بہرہ ور ہو۔ مالیات کے شعبے کا انچارج بنے تو اس کی اہلیت اور اس کی ذمے داریوں کی ادائیگی کی استعداد سے مالا مال ہو۔ گورنر یا کسی شعبے کا وزیر، مشیر یا کلرک وغیرہ جو بھی بنے، اس کی اہلیت بھی اس میں موجود ہو اور دیانت و امانت سے اس کی ذمے داریوں کو ادا کرنے کا جذبہ و استعداد بھی ہو۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ کیونکہ یہ ایک بہت بڑی امانت ہے۔ مذکورہ شرطوں کے بغیر اسے حاصل کرنا ایک گونہ خیانت ہے جس کی سخت سزا قیامت کے روز اسے بھگتنی پڑے گی۔

٦٧٧ ـ وعن أبي هُريرةَ رضِيَ الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إنَّكُمْ سَتَحرِصونَ عَلى الإمَارَةِ، وَسَتَكُونُ

٤/ ٦٧٧ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو) یہ قیامت والے دن

نَدَامَةً يَوْمَ القِيَامَةِ» رواه البخاري.

ندامت (کا باعث) ہوگی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص علي الإمارة.

۶۷۷۔ فوائد: اس میں بھی امارت و ولایت کی عظیم ذمے داریوں کے حوالے سے ان لوگوں کو ڈرایا گیا ہے جو بغیر اہلیت کے اس کی خواہش کریں گے اور پھر اس میں کوتاہیوں کی وجہ سے عنداللہ مجرم قرار پائیں گے۔ اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ انسان حکومتی ذمے داریوں سے دور ہی رہے۔ اور اگر اہلیت کی بنیاد پر اسے یہ منصب ملے تو وہ اس کے تقاضے بھی پوری دیانتداری سے ادا کرے تاکہ روز قیامت کی ندامت سے وہ محفوظ رہے۔

٨٢ - بَابُ حَثِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِي وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُلاَةِ الأُمُورِ عَلَى اتِّخَاذِ وَزِيرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوءِ وَالْقَبُولِ مِنْهُمْ

۸۲۔ بادشاہ' قاضی اور دیگر حکام مجاز کو نیک وزیر مقرر کرنے کی ترغیب اور انہیں برے ہم نشینوں سے اور ان سے (ہدیہ وغیرہ) قبول کرنے سے ڈرانے کا بیان

قَالَ الله تعالى: ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [الزخرف: ٦٧].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس روز' دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے۔

فائدۂ آیت: یعنی قیامت والے دن نیک لوگوں کی باہمی محبت اور دوستی تو قائم رہے گی کیونکہ ان کی دوستی اللہ کے لئے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بجاطور پر استدلال فرمایا کہ حکومتی ذمے داریوں کی ادائیگی کے لئے بھی نیک لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ وزیر' مشیر' اہلکار اور دیگر تمام مناصب کے لئے ایمان و تقویٰ کو بنیاد بنایا جائے تاکہ وہ صحیح مشورہ دیں اور صحیح کام کریں اور اگر حکمران نے برے اور خودغرض لوگوں کو اپنا ہم نشین اور عہدیدار (وزیر و مشیر وغیرہ) بنالیا اور ان کی باتوں اور ہدیوں کو قبول کرنا شروع کردیا تو جس طرح وہ خود غلط ہیں' حکمرانوں کو بھی غلط راستے پر لے جائیں گے اور قیامت والے دن یہ سب ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے کو کوتاہیوں اور غلطیوں کا ذمے دار ٹھہرائیں گے۔

٦٧٨ - عن أبي سعيدٍ وأبي هريرةَ رضي الله عنهما أن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَا بَعَثَ اللهُ مِن نَبِيٍّ، وَلا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيفَةٍ إلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالمَعْرُوفِ وَتَحُضُّهُ عليهِ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عليهِ، وَالمَعصُومُ من عَصَمَ

۱/ ۶۷۸ حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اور اس کے بعد جس کو بھی خلیفہ بنایا تو اس کے دو راز دار ساتھی ہوتے تھے۔ ایک محرم راز اس کو نیکی کا حکم دیتا اور اس پر اسے آمادہ کرتا اور دوسرا محرم راز اسے برائی کا حکم دیتا اور اس پر اسے آمادہ کرتا اور

اللهُ» رواه البخاري.

محفوظ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب القدر، باب المعصوم من عصم الله، وكتاب الأحكام، باب بطانة الإمام وأهل مشورته.

۶۷۸- فوائد: اس میں گویا ترغیب دی گئی ہے کہ اپنا مشیر اور محرم راز ایسے افراد کو بنایا جائے جو صلاح و تقویٰ اور امانت و دیانت میں معروف و ممتاز ہوں تاکہ وہ حکمران کو خیر خواہانہ مشورے دیں اور شر و فساد پھیلانے والوں سے بچائیں (۲) حاکم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ و رسولؐ کے احکام کے تابع ہو کر چلے کیونکہ یہی اس کی عصمت کی ضامن ہے اور اس طریقے سے ہی وہ برے لوگوں اور ان کی شرارتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

٦٧٩ - وعن عائشةَ رضيَ الله عنها قالتْ: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا أَرَادَ اللهُ بالأميرِ خيْراً، جعَلَ له وزيرَ صدقٍ، إن نَسيَ ذَكَّرَهُ، وَإن ذكَرَ أعانَهُ، وَإذَا أرَادَ بهِ غيْرَ ذٰلِكَ جعَلَ له وزيرَ سُوءٍ، إنْ نَسيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإنْ ذكَرَ لَمْ يُعِنْهُ» رواه أبو داود بإسنادٍ جيدٍ على شرط مسلم.

۲/۶۷۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے راست باز (خیر خواہ) وزیر عطا کردیتا ہے۔ وہ اگر بھولتا ہے تو وہ وزیر اسے یاد کرادیتا ہے۔ اگر اس کو یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے اور جب بھلائی کے علاوہ کسی اور بات (برائی) کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے برا وزیر مقرر کردیتا ہے۔ اگر وہ بھول جائے تو اسے یاد نہیں کراتا اور اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد نہیں کرتا۔ (اسے ابو داوٗد نے شرط مسلم پر جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الإمارة، باب اتخاذ الوزير.

۶۷۹- فوائد: اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی حاکم کے پاس اگر اصحاب ایمان و تقویٰ لوگ موجود ہوں اور وہ ہر وقت اسے صحیح مشورہ دیتے اور برائیوں سے روکتے ہوں تو یہ اللہ کی طرف سے اس کی رضامندی کی دلیل ہے اور اس کے برعکس اگر کسی حکمران کو وزیر و مشیر اور ورکرز وغیرہ ایسے ملیں جو خودغرض، ابن الوقت اور چڑھتے سورج کے پجاری ہوں جو اسے صحیح مشورے نہ دیں اور غلط خطوط پر ڈالیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس حکمران کا انجام اچھا نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے حکمرانوں کا دنیوی انجام بھی اچھا نہیں ہوتا، آخرت میں حسن انجام تو بہت دور کی بات ہے۔

٨٣ - بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوْلِيَةِ الإِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ لِمَنْ سَأَلَهَا أَوْ

۸۳- جو شخص امارت و قضاء اور دیگر مناصب حکومت کا سوال یا آرزو کرے اور اس کے لئے (کنایہ یا) اپنے کو پیش کرے تو

حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَّضَ بِهَا

ایسے شخص کو عہدہ و منصب دینا منع ہے

٦٨٠ - عن أَبي موسى الأشعَريِّ رضي الله عنه قال: دَخلتُ على النَّبيِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِن بَني عَمِّي، فقالَ أَحَدُهُمَا: يا رسولَ اللهِ! أَمِّرْنَا على بَعضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ، عَزَّ وَجَلَّ، وَقال الآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فقال: «إِنَّا وَاللهِ! لا نُوَلِّي هذا العَمَلَ أَحَداً سَأَلَه، أَو أَحَداً حَرَصَ عليهِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۸۰ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا، یارسول اللہ! جن علاقوں پر اللہ نے آپ کو حکمران بنایا ہے ان میں سے بعض کی گورنری (وغیرہ) ہمیں عنایت فرما دیں۔ دوسرے نے بھی ایسی ہی بات کی، تو آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ کی قسم! ہم حکومتی عہدوں پر ایسے کسی شخص کو مقرر نہیں کرتے جو خود اس کا سوال کرے، نہ ایسے کسی شخص کو جو اس کی خواہش رکھے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص علي الإمارة، وكتاب استتابة المرتدين، باب حكم المرتد والمرتدة - وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها.

۶۸۰- فوائد: اس حدیث سے اس باب کی تائید ہوتی ہے جو امام نوویؒ نے باندھا ہے کہ کسی ایسے شخص کو عہدہ و منصب نہ دیا جائے جو خود اس کا طالب یا حریص ہو کیونکہ ایسے لوگ بالعموم اپنے ذاتی مفادات کے لئے ان عہدوں کو حاصل کرتے ہیں، جس سے عام لوگوں کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے۔ جبکہ حکومت کا مقصد تو عام لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ چند مراعات یافتہ مخصوص لوگوں کو یا حکومتی منصب پر فائز لوگوں کو۔

* * *

١ - كِتَابُ الآدَابِ

٨٤ - بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهِ

۸۴- حیاء اور اس کی فضیلت اور اس سے متصف ہونے کی ترغیب کا بیان

٦٨١ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ الله عنهما أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الحَيَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعْهُ فَإِنَّ الحَيَاءَ مِنَ الإِيْمَانِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۸۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو شرم و حیا کے بارے میں نصیحت کررہا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس کو چھوڑ دے' یقیناً حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب الحياء من الإيمان، وكتاب الأدب، باب الحياء - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان.

۶۸۱- فوائد: انصاری اپنے جس بھائی کو سمجھا رہا تھا' وہ شرم و حیاء کا پیکر تھا۔ ایسا شخص دنیاوی معاملات میں زیادہ تیز طرار نہیں ہوتا کیونکہ حیاء انسان کو غلط کاموں' دھوکہ' فریب دہی اور جعل سازی وغیرہ سے روکتی ہے۔ اس لئے حیاء کو ایمان کا حصہ بتلایا گیا ہے۔ یہ وصف اگرچہ فطری ہوتا ہے یعنی پیدائشی طور پر بہت سے لوگ شرمیلے ہوتے ہیں تاہم ان کی تربیت کی جائے اور ان کا رخ نیکیوں کی طرف موڑ دیا جائے تو شرم و حیاء کے جذبے میں مزید اضافہ بھی ہوجاتا ہے جو اسلام کا مطلوب بھی ہے۔

٦٨٢ - وعن عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، رضي الله عنهما قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «الحَيَاءُ لا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلمٍ: «الحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ» أَوْ قَالَ: «الحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ».

۲/ ۶۸۲ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حیاء خیر ہی لاتی ہے (بخاری و مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے' حیاء تو سب خیر ہی خیر ہے (یعنی اس کا انجام بھلائی ہی بھلائی ہے)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحياء - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب شعب الإيمان.

۶۸۲- فوائد: مطلب یہ ہے کہ حیاء انسان کو اللہ کی نافرمانی' بداخلاقی اور دیگر برائیوں سے روکتی ہے جس کا نتیجہ معاشرے کے حق میں بہت اچھا ہوتا ہے- علاوہ ازیں وہ معصیتوں سے اجتناب کی وجہ سے عنداللہ بھی سرخرو رہے گا- اس لحاظ سے حیاء میں یقیناً خیر ہی خیر ہے-

٦٨٣- وعن أَبي هُريرةَ رضيَ الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «الإيمانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ، أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قولُ لا إلهَ إلا الله، وَأَدْناها إماطَةُ الأذى عَنِ الطَّريقِ، وَالحَياءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإيْمَانِ» متفقٌ عليه. «البِضْعُ»: بكسر الباءِ، ويجوز فتحها، وَهُوَ مِنَ الثَّلاثَةِ إلى العَشَرَةِ. وَ«الشُّعْبَةُ»: القِطْعَةُ وَالخَصْلَةُ. وَ«الإمَاطَةُ»: الإزالَةُ. وَ«الأذَى»: مَا يُؤْذي كَحَجَرٍ وَشَوْكٍ وَطِينٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَنَحْوِ ذلكَ.

۳ / ۶۸۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کی کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں (راوی کو ساٹھ یا ستر میں شک ہے) ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا (یعنی قبول ایمان) ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے-

(بخاری و مسلم)

البضع' باء پر زیر اور زبر دونوں جائز ہیں تین سے دس تک کے عدد کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اور شعبہ' شاخ اور خصلت کے معنی میں ہے- اماطہ کے معنی ہیں دور کردینا' ہٹا دینا' اذی' تکلیف دہ چیز- جیسے پتھر' کانٹا' مٹی' راکھ' گندگی اور اسی قسم کی چیزیں-

تخريج: تقدم في باب الدلالة على كثرة طرق الخير، برقم١٢٥.

۶۸۳- فوائد: یہ حدیث باب الدلالہ علی کثرۃ طرق الخیر' رقم ۹ / ۱۲۵ میں گزر چکی ہے- یہاں اس کے ذکر سے یہ وضاحت مقصود ہے کہ ایمان کے درجات و مراتب ہیں اور حیاء بھی ایمان کا ایک درجہ اور حصہ ہے' بلکہ اس کی نہایت اہم شاخ ہے کیونکہ نفس انسانی کی اصلاح و تربیت میں یہ ایک موثر کردار ادا کرتی ہے-

٦٨٤ - وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه، قال: كان رسولُ الله ﷺ أَشَدَّ حَياءً مِنَ العَذْرَاءِ في خِدْرِهَا، فإذا رَأَى شَيْئاً يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ في وَجْهِهِ. متفقٌ عليه. قال العلماءُ: حَقيقَةُ الحَياءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ على تَرْكِ القَبِيحِ، وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصيرِ في حَقِّ ذِي الحَقِّ. وَرَوَيْنَا عَنْ أَبي القَاسم الجُنَيْدِ رَحِمَهُ

۴ / ۶۸۴ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے گوشے میں پردہ نشیں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے- جب آپ کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتے تو ہم آپ کے چہرے کے آثار سے پہچان لیتے- (بخاری و مسلم)

علماء کہتے ہیں کہ حقیقت میں حیاء ایسے کردار کا نام ہے جو قبیح چیزوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرے اور صاحب حق

اللهُ قـال: الحَيَـاءُ رُؤْيَـةُ الآلاءِ- أَي النِّعَـم- وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيرِ، فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمَّى حَيَاءً.

کو حق پہچاننے میں سرزد ہونے والی کمی و کوتاہی سے روکے۔ ہم نے ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نعمتوں اور کوتاہیوں کو دیکھ لینے کا نام حیاء ہے‘ چنانچہ ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی حالت کو حیا کہتے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب، وباب الحياء، وكتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ.

۶۸۴- فوائد: اس میں اگرچہ نبی ﷺ کے کمال حیاء کا بیان ہے تاہم اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حیاء عورت کا خاص وصف ہے بالخصوص کنواری عورت تو شرم و حیاء کا پیکر ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب کی جو لعنتیں اسلامی ملکوں میں درآمد کی گئی ہیں ان میں سب سے بڑی لعنت عورت کو شرم و حیاء کے زیور سے محروم کرنا ہے کیونکہ اسلامی تہذیب کے لئے یہی آخری حصار ہے‘ اس کو بھی دشمن ڈھانے میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے تاکہ وہ اس فتنے سے بچ سکیں۔

٨٥ - بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

۸۵۔ راز کی حفاظت کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾﴾ [الإسراء: ٣٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور عہد کو پورا کرو‘ یقیناً عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔

فائدۂ آیت: عہد دو شخصوں کے درمیان خفیہ بات اور پیمان کا نام ہے جو ایک راز اور امانت ہوتا ہے۔ اس کی پاسداری اور حفاظت کا مطلب‘ راز کی حفاظت اور اس کی پاسداری ہے۔

٦٨٥ - عن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ القِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إلى المَرْأَةِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا» رواه مسلم.

۱/ ۶۸۵ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ قیامت کے روز اللہ کے ہاں سب سے بدتر مرتبے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی عورت سے ملاپ کرے اور عورت اس سے ملاپ کرے‘ پھر وہ (میاں بیوی کے) راز کو پھیلائے (یعنی دوستوں میں مزے لے لے کر بیان کرے) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة.

۶۸۵- فوائد: یفضی‘ (ملاپ کرنا) یہ ہم بستری اور صحبت سے کنایہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہے کہ شب زفاف (شادی کی پہلی رات) کو میاں بیوی کے درمیان جو کارروائی ہوتی ہے‘ اسے صبح مرد اپنے دوستوں میں اور بیوی اپنی سہیلیوں میں بیان کرتی ہے۔ اس حدیث نے واضح کیا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے جس سے

اجتناب ضروری ہے۔ خلوت و صحبت کی یہ کارگزاری ایک راز ہے جو صرف میاں بیوی کے درمیان ہی رہنا چاہیے' کسی تیسرے آدمی کو اس سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔

٦٨٦ ـ وعن عبدِ اللهِ بن عمرَ رضي الله عنهما أنَّ عمرَ رضي الله عنه حينَ تَأَيَّمتْ بِنْتُهُ حَفْصَةُ قال: لَقِيتُ عُثْمَانَ بن عَفَّان رضيَ الله عنه، فعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقلتُ: إنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قال: سَأَنْظُرُ في أَمْري. فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ لَقِيَنِي، فقال: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لا أَتَزَوَّجَ يَومِي هٰذَا. فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رضي الله عنه، فَقُلْتُ: إنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه، فَلَمْ يَرْجِعْ إلَيَّ شَيْئاً! فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبيُّ ﷺ، فَأَنْكَحْتُهَا إيَّاهُ. فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إلَيْكَ شَيْئاً؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قال: فَإنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أنْ أَرْجِعَ إلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إلَّا أنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أنَّ النَّبيَّ ﷺ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لأُفْشِيَ سِرَّ رسولِ اللهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبيُّ ﷺ لَقَبِلْتُهَا. رواه البخاري. قوله: «تَأَيَّمَتْ» أيْ: صَارَتْ بِلا زَوْجٍ، وَكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رضي الله عنه. «وَجَدْتَ»: غَضِبْتَ.

۲/۶۸۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ (بنت عمرؓ) سے کردیتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا' میں اپنے معاملے میں غور کروں گا۔ پس میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر وہ مجھے ملے اور کہا کہ میرے سامنے یہی بات واضح ہوئی ہے کہ میں ان دنوں میں شادی نہیں کروں گا۔ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا' اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ بنت عمرؓ سے کردوں۔ حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے' مجھے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا۔ پس میں ان پر عثمان سے زیادہ رنجیدہ ہوا۔ تو میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر نبی کریم ﷺ نے حفصہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کردیا' پھر مجھے ابوبکرؓ ملے تو انہوں نے فرمایا (اے عمر!) شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہوئے جب تم نے میرے لئے حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی تھی تو میں نے تمہیں پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے کہا' ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جب تم نے مجھے پیش کش کی تھی تو میرے لئے تمہیں جواب دینے میں صرف یہ بات مانع (رکاوٹ) ہوئی کہ میں جانتا تھا کہ نبی ﷺ نے حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ (ہاں) اگر رسول اللہ ﷺ یہ ارادہ ترک فرما دیتے تو میں حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کی پیشکش یقیناً قبول کرلیتا۔ (بخاری)

تایمت کے معنی ہیں وہ بیوہ ہوگئیں اور ان کے خاوند فوت ہوگئے تھے۔ وجدت کے معنی ہیں، تم ناراض اور غضب ناک ہوئے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدرا، وكتاب النكاح، باب عرض الإنسان ابنته أو أخته علي أهل الخير، وغيرهما من كتب الصحيح.

٦٨٦- فوائد: (١) اس میں موضوع باب، کہ رازوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور وہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کیے جائیں، کے علاوہ مزید کئی فوائد ہیں۔ مثلاً اہل خیر و صلاح کے سامنے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کی پیشکش کرنا جائز ہے۔ اس انتظار میں ہی نہیں رہنا چاہیے کہ خود لڑکے والے جب تک اس خواہش کا اظہار نہیں کریں گے، لڑکی کو خاموشی کے ساتھ گھر میں بٹھائے رکھیں گے، جیسے ہمارے ملک میں ہوتا ہے۔ یہ رواج حدیث کے خلاف اور قابل اصلاح ہے۔ (٢) جب اس بات کا علم ہوجائے کہ فلاں لڑکی سے رشتہ کرنے کے لئے فلاں شخص یا گھرانہ خواہش مند یا اس کے لئے کوشاں ہے تو جب تک ان کی بات چیت جاری ہو، درمیان میں کسی اور کو نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں۔ (٣) جس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن اس سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکا یا آپ نے خود ہی ارادہ بدل لیا، تو ایسی صورت میں مسلمان نکاح کرسکتا ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں شمار نہیں ہوتی۔

٦٨٧ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالتْ: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبيِّ ﷺ عِنْدَهُ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رضي الله عنها تَمْشِي، مَا تُخْطِىءُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رسولِ اللهِ ﷺ شَيْئاً، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا وقال: «مَرْحَباً بِابْنَتِي» ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيداً، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا، سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ، فقلتُ لَهَا: خَصَّكِ رسولُ اللهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسولُ اللهِ ﷺ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لَكِ رسولُ اللهِ ﷺ؟ قالت: مَا كنتُ لأُفْشِيَ عَلى رسولِ اللهِ ﷺ سِرَّهُ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ رسولُ اللهِ ﷺ قلتُ: عَزَمْتُ عَلَيكِ بِمَا لي عَلَيكِ مِنَ الحَقِّ، لَمَا حدَّثْتني ما قال لكِ رسولُ اللهِ ﷺ. فقالتْ: أَمَّا الآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا

٣/ ٦٨٧ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کی تمام بیویاں موجود تھیں کہ حضرت فاطمہؓ تشریف لے آئیں، ان کی چال اور رسول اللہ ﷺ کی چال میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا، میری بیٹی کو خوش آمدید ہو۔ پھر انہیں اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا اور ان کے ساتھ رازدارانہ انداز میں باتیں کیں جس سے وہ خوب روئیں۔ پس جب آپ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ چپکے سے ان سے بات کی، جس سے وہ (خوش ہوکر) ہنس پڑیں۔ میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے درمیان اپنے راز کے لئے تمہیں خاص کیا اور پھر بھی تم روتی ہو؟ پس جب رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے فاطمہؓ سے پوچھا، تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا، میں رسول اللہ ﷺ کے

حِينَ سَارَّنِي فِي المَرَّةِ الأولَى فَأَخْبَرَنِي «أَن جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ القُرْآنَ في كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، وَأَنَّهُ عَارَضَهُ الآنَ مَرَّتَيْن، وَإِنِّي لا أُرَى الأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ» فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ. فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ! أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ المُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الأُمَّةِ؟» فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ. متفقٌ عليه، وهذا لفظ مسلم.

راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا' میرا تم پر (بہ حیثیت ماں کے) جو حق ہے میں اس کے حوالے سے تمہیں قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ مجھے بتلاؤ کہ تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا بات کی تھی؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ ہاں' اب بتلاتی ہوں۔ پہلی مرتبہ جب آپ نے مجھ سے رازدارانہ گفتگو فرمائی تو آپ نے مجھے بتلایا کہ ان سے جبریل سال میں ایک یا دو مرتبہ (دو مرتبہ کا لفظ یہاں راوی کا شک ہے' صحیح' صرف ایک مرتبہ ہے' جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) قرآن کا دور کرتے ہیں (ایک دوسرے کو باری باری قرآن سناتے ہیں) اور اب کی مرتبہ (رمضان میں) یہ دور دو مرتبہ فرمایا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ موت قریب آگئی ہے پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا' کیونکہ میں تیرے لئے بہت اچھا پیش رو ہوں' پس (یہ بات سن کر) میں رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پس جب آپ ﷺ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ مجھ سے چپکے سے گفتگو کی اور فرمایا' اے فاطمہ! کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو یا (فرمایا) اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟ تو میں ہنسنے لگی جو کہ تم نے دیکھا۔ (بخاری و مسلم - اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، وكتاب الاستئذان، باب من ناجي الناس ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل فاطمة بنت النبي ﷺ رضي الله عنها.

۶۸۷- فوائد: اس میں بھی راز کی حفاظت کرنے اور اسے لوگوں سے چھپانے کا اثبات ہے۔ علاوہ ازیں غمناک بات سے بے اختیار رونے اور مصیبت پر صبر کرنے کی تاکید ہے۔ نیز نعمت پر عجب اور غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بھی بیان ہے اور قرآن مجید کے دور کرنے کا بھی۔

٦٨٨ ـ وعن ثابتٍ عن أنسٍ رضي الله عنه قال: أَتَى عَلَيَّ رسولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَلْعَبُ

۴/ ۶۸۸ حضرت ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس

مَعَ الْغِلْمَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَبَعَثَنِي فِي حَاجَةٍ، فَأَبْطَأْتُ عَلى أُمِّي. فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ: مَا حَبَسَكَ؟ فقلتُ: بَعَثَنِي رسولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَةٍ، قالت: مَا حَاجَتُهُ؟ قلتُ: إِنَّها سِرٌّ. قالت: لا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَداً. قال أَنَسٌ: وَاللهِ! لَوْ حَدَّثْتُ بِهِ أَحَداً لَحَدَّثْتُكَ بِهِ يا ثَابِتُ! رواه مسلم، وروى البخاري بَعْضَهُ مُخْتَصَراً.

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جب کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' پس آپ ؐ نے ہم (بچوں) کو سلام کیا اور مجھے ایک کام کے لئے بھیج دیا چنانچہ مجھے اپنی ماں کے پاس آنے میں دیر ہو گئی' پس جب میں آیا تو والدہ نے پوچھا' تجھے کس چیز نے روک لیا تھا؟ میں نے کہا' مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا' انہوں نے پوچھا' وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا' ایک راز ہے۔ والدہ نے فرمایا (ٹھیک ہے) رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو مت بتلانا۔

حضرت انس ؓ نے فرمایا' اللہ کی قسم' اگر وہ راز کسی کو بیان کرنا ہوتا تو اے ثابت! میں تجھ سے ضرور بیان کرتا۔ (مسلم)

اس کا کچھ حصہ مختصراً امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب حفظ السر - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل أنس بن مالك رضي الله عنه.

۶۸۸- فوائد: اس میں بھی راز کے افشاء نہ کرنے کی تاکید ہے۔ حضرت انس ؓ کے یہ کہنے پر کہ یہ ایک راز ہے' ان کی والدہ نے اسے ظاہر کرنے پر اصرار نہیں کیا بلکہ بیٹے کے موقف کی تائید کرتے ہوئے انہیں راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ بہرحال اخلاقی تعلیمات کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ دوست احباب کے رازوں کو اپنے سینوں میں ہی محفوظ رکھا جائے۔ انہیں عام نہ کیا جائے' اِلّا یہ کہ کسی راز کے افشاء کرنے کی وہ صراحۃً اجازت دے دیں۔

٨٦ - بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِنْجَازِ الْوَعْدِ

۸۶۔ عہد کے نبھانے اور وعدے کے پورا کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَأَوْفُوا۟ بِٱلْعَهْدِ ۖ إِنَّ ٱلْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا﴾ [الإسراء: ٣٤].

وقال تعالى: ﴿وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَـٰهَدتُّمْ﴾ [النحل: ٩١]. وقال تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ﴾ [المائدة: ١]. وقال تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عہد کو پورا کرو' یقیناً عہد کی بابت سوال کیا جائے گا۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم اس سے عہد کر لو (اس پر ایمان لے آؤ)

نیز فرمایا: اے ایمان والو' عہدوں کو پورا کرو۔

ءَامَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾ [الصف: ٢-٣].

اور فرمایا: اے ایمان والو' تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے ہاں یہ بات بڑی ناراضی والی ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم کرو نہیں۔

فائدۂ آیات: ایک عہد وہ ہے جو آپس میں انسان ایک دوسرے سے کرتے ہیں اور اسی طرح باہمی وعدے بھی۔ علاوہ ازیں لین دین کے معاملات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔ دوسرا عہد وہ ہے جو انسان نے اللہ سے کیا ہوا ہے کہ وہ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرے گا جو عہد الست کہلاتا ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ بھی وہ اس امر کا عہد کرتا ہے کہ اللہ کے احکام کی وہ پابندی کرے گا۔ عہد کے پورا کرنے کے حکم میں مذکورہ تمام ہی عہد شامل ہیں جن کو پورا کرنے کا انسان مکلف ہے۔

٦٨٩ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاثٌ: إذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإذا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإذَا اؤْتُمِنَ خَانَ» متفقٌ عليه. زَادَ في روايةٍ لمسلم: «وَإنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

۱/ ۶۸۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے' جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے' اسے پورا نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے۔

تخريج: تقدم في باب الأمر بأداء الأمانة، برقم١٩٩.

۶۸۹- فوائد: یہ روایت باب الامر باداء الامانۃ ' رقم ۱/ ۱۹۹ میں گزر چکی ہے -اس باب میں ذکر کرنے سے اس بات کی وضاحت ہے کہ وعدہ خلافی منافق کی نشانی ہے۔

٦٩٠ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ عمرو بنِ العاصِ رضي الله عنهما، أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال: «أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً. وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فيه خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإذا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإذا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإذَا خَاصَمَ فَجَرَ» متفقٌ عليه.

۲/ ۶۹۰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' چار چیزیں ہیں جس آدمی میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق ـ وصحيح مسلم، كتاب

الإيمان، باب خصال المنافق.

۶۹۰۔ فوائد : زبان سے ایمان و اسلام کا اظہار اور دل میں اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھنا' نفاق کہلاتا ہے۔ عہد رسالت میں منافقین کا ایک ایسا ٹولہ موجود تھا جس کی خصلتیں مذکورہ حدیثوں میں بیان ہوئی ہیں۔ دلوں میں پنہاں بغض و عناد کو انسان نہیں جان سکتے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کو بھی ان کا علم نہیں ہوتا تھا' کیونکہ آپؐ بھی نبوت کے عظیم ترین شرف و فضل کے باوجود انسان ہی تھے۔ تاہم رسول کریم ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آگاہ فرما دیا تھا۔ لیکن اب یہ جاننے کا کوئی یقینی ذریعہ موجود نہیں ہے کہ ایمان و اسلام کا اظہار کرنے والوں میں اگر کچھ لوگ منافق ہیں تو وہ کون ہیں؟ اس لئے احادیث میں منافقین کے اخلاق و کردار کی روشنی میں ان کی چند واضح علامات بیان کر دی گئی ہیں تاکہ مخلص مسلمانوں سے ان کا امتیاز ہو سکے۔

علماء نے صراحت کی ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اعتقادی اور دوسری عملی۔ اعتقادی نفاق کا مطلب ہے منافق دل میں کفر کو چھپائے رکھے اور زبان سے اس کے برعکس اسلام کا اظہار کرے۔ جیسے آج کل کمیونسٹ اور سیکولر قسم کے مسلمان خاندانوں میں پیدا ہونے والے لوگ ہیں۔ اور عملی نفاق یہ ہے کہ دل میں تو ایمان ہی ہو لیکن منافقوں والی مذکورہ خصلتیں اس میں پائی جائیں۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت عملی نفاق میں مبتلا ہے اور منافقین کی خصلتیں ان میں عام پائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے اس منافقانہ کردار اور اخلاق و عمل کی کوتاہیوں نے مسلمانوں کو دنیا بھر میں ذلیل و رسوا اور اسلام کو بے اثر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

٦٩١ ـ وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: قال لِي النبيُّ ﷺ: «لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا» فَلَمْ يَجِيءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ البَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا. فَأَتَيْتُهُ وَقلتُ لَهُ: إنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً، فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ، فقال لي: خُذْ مِثْلَيْهَا. متفقٌ عليه.

۳ / ۶۹۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ پس نبی کریم ﷺ کی زندگی میں تو بحرین کا مال نہیں آیا' حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی (آپؐ کے بعد) جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے حکم دے کر اعلان کرایا کہ جس شخص سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی عہد یا آپ پر قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا تھا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے مجھے لپ بھر کر مال دیا' میں نے اسے گنا تو وہ پانچ سو تھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا' اس سے دوگنا اور لے لو (تاکہ تین مرتبہ لپ بھر کر لینا ہو جائے) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الكفالة، باب من تكفل عن ميت دينا، وكتاب الشهادات، باب من أمر بإنجاز الوعد ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا. . .

٦٩١- فوائد: ھکذا' و ھکذا و ھکذا۔ کی وضاحت صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔ ا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ' کہ آپ نے تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔ یعنی دونوں ہاتھ بھر کر میں تجھے تین مرتبہ مال دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ نے اپنی خلافت میں نبی ﷺ کے اس عہد کو پورا فرمایا اور تین مرتبہ لپ بھر کر انہیں مال دیا (اردو میں دونوں ہتھیلیوں سے دینے کو لپ بھر کر دینا کہتے ہیں)۔

اس میں وفات کے بعد بھی عہد کے پورا کرنے کی تاکید ہے۔ گویا وفات سے کیا ہوا عہد ختم نہیں ہو گا بلکہ ورثا کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے مرنے والے کے عہد کو نبھائیں۔ اسی طرح حکومتی سطح پر کئے گئے وعدے کو پورا کرنا' نئے بننے والے حکمران کی ذمہ داری ہوگی' جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کیا۔

٨٧ ـ بَابُ الأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى مَا اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [الرعد: ١١]. وقال تعالى: ﴿وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَٰثًا﴾ [النحل: ٩٢]. «وَالأَنْكَاثُ» جَمْعُ نِكْثٍ، وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوضُ. وقال تعالى: ﴿وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ [الحديد: ١٦]. وقال تعالى: ﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ [الحديد: ٢٧].

۸۷۔ بھلائی کے جن کاموں کی عادت ہو' ان کی پابندی کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت نہیں بدلتا' جب وہ خود (گناہوں کا ارتکاب کرکے) اپنی حالت نہ بدلے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: تم اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا کاتا ہوا سوت' مضبوط کرنے (بٹنے اور درست کرنے یا محنت اٹھانے) کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ ڈالا۔

انکاث' نکث کی جمع ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا سوت۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اہل ایمان ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی' پس جب ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے (اور وہ دنیا کی لذتوں میں پھنس گئے اور اللہ کے احکام سے اعراض کیا)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: پھر جیسا چاہیے تھا ویسا اس کو نبھا نہ سکے۔

فائدۂ آیات: پہلی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر اپنا انعام نازل فرماتا ہے یعنی اسے

حکومت و بادشاہت، مال و دولت یا عزت و شرف دیتا ہے تو وہ یہ نعمت اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک وہ کفر و اعراض کا راستہ اختیار کرکے اپنی حالت نہیں بدل لیتی۔ گویا کفر اور ناشکری کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمت واپس لے کر اس اقتدار سے بہرہ ور قوم کو ذلیل و رسوا کردیتا ہے۔ دوسری آیت میں ایک تمثیل کے ذریعے سے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ نیکی کا راستہ چھوڑ کر بدی کا راستہ اختیار کرنا ایسے ہی ہے جیسے سوت کات کر خود ہی اسے تار تار کردینا اور اپنی ساری محنت کو خود ہی ضائع کرلینا۔ تیسری آیت میں بطور خاص اہل ایمان کو اہل کتاب کے سے رویے سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ، ایک مدت گزرنے کے بعد، دنیا کی لذتوں میں منہمک ہوگئے اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت اور ان کی اکثریت نافرمان ہوگئی۔ چوتھی آیت میں بھی انہی کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ جس رہبانیت کو انہوں نے اپنے طور پر اختیار کیا تھا، اسے بھی وہ نہ نبھا سکے۔ مقصد ان آیتوں کے ذکر سے یہ ہے کہ انسان کو نیکی کا راستہ اپنائے رکھنا چاہیے، اس سے انحراف نہایت خطرناک ہے۔ جیسا کہ باب کے عنوان سے بھی واضح ہے۔ اب ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

٦٩٢ - وعن عبدِ اللهِ بن عمرٍو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللهِ! لا تَكُنْ مِثْلَ فُلانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۹۲ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح مت ہونا، وہ رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا، پھر اس نے رات کو اٹھنا چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل - وصحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر.

۶۹۲۔ فوائد: اس حدیث میں یہی تاکید ہے کہ انسان جو بھی خیر اور بھلائی کا کام کرتا ہے، اسے پابندی سے کرتے رہنا چاہیے۔ اس کا ترک صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح آہستہ آہستہ وہ غیر شعوری طور پر بدی کی طرف جانا شروع کردیتا ہے، جو ایک خطرناک بات ہے۔ انسان کی عافیت، استقلال کے ساتھ نیکی کو اپنائے رکھنے میں ہی ہے۔ اسی کو استقامت کہتے ہیں۔

٨٨ - بَابُ اسْتِحْبَابِ طَيِّبِ الْكَلاَمِ وطَلاَقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

۸۸۔ عمدہ گفتگو اور ملاقات کے وقت خندہ روئی کا مظاہرہ کرنا پسندیدہ امر ہے

قال الله تعالى: ﴿وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِينَ ٨٨﴾ [الحجر: ٨٨]. وقال تعالى: ﴿وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَ﴾ [آل عمران: ١٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! تو اپنے بازو مومنوں کے لئے پست کردے (یعنی ان کے سامنے نرمی اور تواضع اختیار کر۔)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو یہ یقیناً تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبی کریم ﷺ کو نرمی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری آیت میں واضح فرمایا کہ دعوت و تبلیغ کے لئے نرمی، تواضع اور اس طرح کی دیگر اخلاقی خوبیاں بہت ضروری ہیں ورنہ لوگ قریب ہونے کی بجائے دور ہو جائیں گے۔ محبت کی بجائے نفرت کریں گے۔ ان آیات میں اخلاقی خوبیاں اختیار کرنے کی ترغیب و تاکید ہے۔ اب موضوع سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں:

٦٩٣ - عَنْ عَدِيِّ بن حَاتِمٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ» متفقٌ عليه.

۱/ ۶۹۳ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آگ سے بچو، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی ہو (یعنی اس کا صدقہ کرے) پس جو یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کے ذریعے سے بچے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب طيب الكلام، وكتاب الزكاة، وكتاب الرّقاق وغيرها من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة.

۶۹۳- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند سائل کو دینے کے لئے کھجور یا نصف کھجور بھی نہ ہو تو اس سے اچھے انداز میں گفتگو کر لینا بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایمان موجود ہو۔

٦٩٤ - وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه أَن النَّبيَّ ﷺ قال: «وَالكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ» متفقٌ عليه. وهو بعض حديث تقدم بطولِهِ.

۲/ ۶۹۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اچھی بات بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو پوری کی پوری پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے رقم ۱۲۲)

تخريج: تقدم في باب بيان كثرة طرق الخير برقم١٢٢.

۶۹۴- فوائد: گویا صدقہ یہی نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا جائے، بلکہ اچھے انداز سے گفتگو کرنا بھی صدقہ ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے اخلاقی قدروں اور آداب کو کتنی اہمیت دی ہے۔

٦٩٥ - وعن أَبي ذَرٍّ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «لا تَحْقِرَنَّ مِنَ المَعْرُوفِ شَيْئاً، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ» رواه مسلم.

۳/ ۶۹۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء.

۶۹۵- فوائد: معروف، ہر وہ کام ہے جو شرعی لحاظ سے پسندیدہ ہے۔ ایسے شرعاً مستحسن کام کو، چاہے دیکھنے میں وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ حتی کہ خندہ پیشانی سے ملنا بھی، جس کی لوگوں کی نظروں میں کوئی

خاص حیثیت شاید نہ ہو لیکن چونکہ اخلاقی اعتبار سے یہ ایک نہایت عمدہ صفت اور باطنی محبت کی مظہر ہے، اس لئے اسلام میں اس کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

٨٩ - بَابُ اسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَإِيضَاحِهِ لِلْمُخَاطَبِ وَتَكْرِيرِهِ لِيُفْهَمَ إِذَا لَمْ يُفْهَمْ إِلاَّ بِذٰلِكَ

۸۹۔ مخاطب کو سمجھانے کے لئے بات کا مکرر اور وضاحت سے کرنا جب کہ اس کے بغیر اس کا سمجھنا ممکن نہ ہو، مستحب ہے۔

٦٩٦ - عن أنسٍ رضي الله عنه أن النبيَّ ﷺ كانَ إذا تَكَلَّمَ بكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلاثاً حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإذا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلاثاً. رواه البخاري.

۱/ ۶۹۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ اسے دہراتے حتیٰ کہ وہ خوب سمجھ لی جاتی اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور انہیں سلام کرتے تو سلام بھی تین مرتبہ کرتے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا، وكتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا.

۶۹۶۔ **فوائد:** اس سے معلوم ہوا کہ تین تین مرتبہ گفتگو اور سلام کا دہرانا مستحسن ہے، بالخصوص جب کہ ضرورت اس کی داعی ہو اور سامعین کے لئے ایک دو مرتبہ میں سمجھنا مشکل ہو۔

٦٩٧ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كَانَ كَلامُ رسولِ اللهِ كَلاماً فَصْلاً يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. رواه أبو داود.

۲/ ۶۹۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو صاف اور واضح ہوتی، جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام.

۶۹۷۔ **فوائد:** فصلاً کا مفہوم شارحین نے صاف اور واضح بیان کیا ہے تاہم اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح گفتگو فرماتے کہ زبان مبارک سے نکلنے والا لفظ لفظ الگ الگ ہوتا۔ الفاظ اس طرح گڈمڈ نہ ہوتے جیسے عام طور پر تیز بولنے والوں سے ہوتے ہیں۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت اور سامع کی رعایت کرنے اور اسے بات سمجھانے کے سلیقے اور جذبے کا بیان ہے۔

٩٠ - بَابُ إِصْغَاءِ الْجَلِيسِ لِحَدِيثِ جَلِيسِهِ الَّذِي لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِي مَجْلِسِهِ

۹۰۔ اپنے ہم نشین کی جائز بات پر کان لگانے اور عالم و واعظ کا اپنی مجلس کے حاضرین کو چپ کرانے کا بیان

٦٩٨ - عـن جَـريـرِ بـنِ عـبـدِ اللهِ

۱/ ۶۹۸ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ الله ﷺ في حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «اسْتَنْصِتِ النَّاسَ» ثُمَّ قال: «لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» متفقٌ عليه.

کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (اپنے آخری حج) میں فرمایا' لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر فرمایا' تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، وكتاب الحج وغيرهما من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض.

۶۹۸- فوائد: خاموش کراؤ سے امام نووی علیہ الرحمہ نے دو باتوں پر استدلال فرمایا ہے کہ جائز بات ہو رہی ہو تو کان لگا کر توجہ سے بات سننا جائز ہے۔ (بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے) یہ ٹوہ لگانے میں شامل نہیں ہے جو ممنوع اور حرام ہے اور بات سننے کے لئے کان اس وقت لگائے جاسکتے ہیں جب خاموشی ہوگی۔ دوسری بات تو بالکل واضح ہے کہ اپنی بات سنانے کے لئے حاضرین کو خاموش ہونے اور خاموش رہنے کی تلقین کی جائے۔ مزید دیکھئے۔ باب تحریم الظلم رقم ۳/ ۲۰۵

٩١ - بَابُ الْوَعْظِ وَالاقْتِصَادِ فِيهِ

۹۱۔ وعظ و نصیحت اور اس میں میانہ روی کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے سے بلا۔

فائدۂ آیت: اس میں وعظ و نصیحت کرنے کا حکم بھی ہے اور اعتدال ملحوظ رکھنے کا بھی۔ اس لئے کہ اعتدال سے تجاوز' لوگوں کے لئے بار خاطر ہوگا' جو وعظ و تبلیغ کی حکمت کے خلاف ہے' جبکہ حکم' حکمت کے ساتھ وعظ و نصیحت کرنے کا ہے۔

٦٩٩ - عن أَبي وَائِلٍ شَقِيقِ بنِ سَلَمَةَ قال: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه يُذَكِّرُنَا في كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فقال: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. متفقٌ عليه. «يَتَخَوَّلُنَا»: يَتَعَهَّدُنَا.

۱/ ۶۹۹ حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ایک مرتبہ وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے تو ان سے ایک آدمی نے کہا' اے ابو عبدالرحمٰن! میری بڑی خواہش ہے کہ آپؓ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں' تو آپؓ نے فرمایا' مجھے روزانہ وعظ کرنے سے یہ چیز روکتی ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا' میں وعظ و نصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں' جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔

(بخاری و مسلم)

یتخولنا' ہمارا خیال رکھتے تھے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أیاما معلومة ـ وصحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الاقتصاد في الموعظة.

۶۹۹- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت میں بھی اعتدال ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے زیادہ خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ پابندی سے لوگ اکتا جاتے ہیں گو وہ پسندیدہ ہی ہو۔ اسی طرح ضروری ہے کہ تعلیم و تربیت کے لئے ایسے اوقات رکھے جائیں جن میں لوگ خوشی سے شرکت کریں نہ کہ رعب یا لالچ کے ذریعے سے ان کو اس میں شریک کیا جائے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ اتباع رسول کی بھی وضاحت ہے۔

٧٠٠ ـ وعن أبي اليَقْظَانِ عَمَّارِ بنِ يَاسِرٍ رضي الله عنهما قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ وَأَقْصِرُوا الخُطْبَةَ» رواه مسلم. «مَئِنَّةٌ» بميم مفتوحة، ثم همزة مكسورة، ثم نون مشددة، أيْ: عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلى فِقْهِهِ.

۲/ ۷۰۰ حضرت ابو الیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور اپنے خطبے میں اختصار کرنا' اس کی سمجھ داری کی علامت ہے۔ اس لئے تم نماز لمبی کیا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو۔ (مسلم)

مئنۃ' میم پر زبر' ہمزہ پر زیر' پھر نون مشدد۔ یعنی ایسی علامت جو اس کی سمجھداری پر دلالت کرے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰة والخطبة.

۷۰۰- فوائد: اس میں نماز کے لمبا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مقتدیوں کی مجبوریوں کو نظرانداز کرکے خوب لمبی نماز پڑھی جائے کیونکہ ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ نماز پڑھنے والوں میں ضعیف' بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ یہاں خطبے کے مقابلے میں نماز کو لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ مختصر ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ خطبہ تو بہت لمبا ہو اور نماز اتنی مختصر ہو جیسے کوا ٹھونگیں مارتا ہے۔ نماز پورے خشوع و خضوع' اطمینان و سکون اور اعتدال ارکان کے ساتھ پڑھی جائے' اس کا جھٹکا نہ کیا جائے اور خطبے میں اختصار کو ملحوظ رکھا جائے۔ ہمارے ملک میں اس حدیث کے برعکس عمل ہے یعنی خطبہ لمبا' بلکہ خوب لمبا' اور نماز مختصر بلکہ نہایت ہی مختصر۔ اس حدیث کے مطابق ایسے علماء' دین کی سمجھ سے بے بہرہ ہیں۔ فنعوذ بالله من هذا

٧٠١ ـ وعن مُعَاوِيَةَ بنِ الحَكَمِ السُّلَمِيِّ رضي الله عنه قال: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسولِ اللهِ ﷺ، إذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَرَمَانِي القَوْمُ

۳/ ۷۰۱ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا یرحمک اللہ' پس لوگ مجھے گھور کر دیکھنے

بِأَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ! فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ. فَلَمَّا صَلَّى رسولُ اللهِ ﷺ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّماً قَبْلَه وَلَا بَعْدَه أَحْسَنَ تَعْلِيماً مِنْه، فَوَاللهِ! مَاكَهَرَنِي وَلَاضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قال: «إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ، وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ» أَوْ كما قال رسولُ اللهِ ﷺ. قلتُ: يا رسولَ اللهِ! إني حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، قال: «فَلَا تَأْتِهِمْ»، قلتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ؟ قال: «ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَه فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدَّنَّهُم» رواه مسلم.

«الثُّكْل» بضم الثاءِ المُثلثة: المُصِيبَةُ وَالفَجِيعَة. «مَا كَهَرَنِي» أَيْ: مَا نَهَرَنِي.

لگے‘ میں نے کہا ”ہائے ماں کی جدائی“ (یہ محاورہ عرب ہے‘ جس کا مقصد بددعاء نہیں) تمہیں کیا ہے کہ تم مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہو؟ پس وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہوگیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے۔ پس میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں‘ میں نے آپ جیسا معلم (استاد) آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ جو آپ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا ہو۔ اللہ کی قسم! آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ سب و شتم کیا (صرف اتنا) فرمایا۔ بے شک یہ نماز (ایسی چیز ہے) اس میں انسانوں کی گفتگو میں سے کوئی بات درست نہیں۔ یہ تو صرف تسبیح‘ تکبیر اور قرآن پڑھنے کا نام ہے۔ یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

میں نے عرض کیا‘ یارسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت کے قریب ہوں اور (اب) اللہ اسلام کو لے آیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا‘ تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ میں نے کہا اور ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا‘ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں (یعنی دل کے بہلاوے کی بات ہے۔) یہ ان کو کام سے ہرگز نہ روکے۔ (مسلم)

الثکل‘ ثاء پر پیش‘ مصیبت اور ناگہانی آفت۔ (لیکن مذکورہ فقرے میں یہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے)

ماکھرنی‘ مجھے ڈانٹا‘ جھڑکا نہیں۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام في الصلاة ونسخ ما کان من إباحته.

۱۰۷۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جس طرح کوئی اور گفتگو منع ہے‘ اسی طرح چھینک کا جواب دینا بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ خود چھینکنے والا اگر الحمد للہ کہہ لے تو جائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی حمد ہے جو نماز میں جائز

ہے۔ دوسرے، اس میں نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ایک انداز بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نہایت احسن طریقے سے انجان لوگوں کو دین کی باتیں سمجھاتے اور ان کی لاعلمی پر مبنی کوتاہیوں پر درشتی اور کرختگی کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ اس میں معلّمین اور دعاۃ (مبلغین اسلام) وغیرہ کے لئے بڑا سبق ہے۔ تیسرے، نجومیوں سے مستقبل کے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس جانے کی ممانعت ہے۔ چوتھے، بدشگونی سے بھی آپؐ نے روکا ہے۔ کہانت اور بدشگونی دونوں جاہلیت میں عام تھیں، اسلام نے آکر ان کو ختم کیا۔ لیکن جاہل مسلمانوں میں یہ خرافات اب پھر عام ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

٧٠٢ - وعن العِرْبَاضِ بنِ سارِيَةَ رضي الله عنه قال: وَعَظَنَا رسولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْها القُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْها العُيونُ. وَذَكَرَ الحَديثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمالِهِ في باب الأَمْرِ بالمُحَافَظَةِ عَلى السُّنَّةِ، وَذَكَرْنا أَنَّ التِّرْمِذيَّ قال: إِنَّهُ حديث حسنٌ صحيحٌ.

۴/ ۷۰۲ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا بلیغ، مؤثر وعظ ارشاد فرمایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت عرباضؓ نے ساری حدیث بیان کی۔ یہ حدیث مکمل طور پر باب الامر بالمحافظہ علی السنہ (رقم ۲/ ۱۵۷) میں گزر چکی ہے اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة.

۷۰۲- فوائد: اس میں وضاحت ہے کہ بہترین وعظ اور خطبہ وہ ہے جو مختصر، جامع اور مؤثر و نافع ہو۔

٩٢ - بابُ الْوَقارِ وَالسَّكِينَةِ

۹۲۔ وقار اور سکینت کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَعِبَادُ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى ٱلْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَٰهِلُونَ قَالُوا۟ سَلَٰمًا﴾ [الفرقان: ٦٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان کا واسطہ جاہلوں سے پڑتا ہے تو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔

فائدۂ آیت: ڈگ ڈگ بھر کر چلنا، گنوار پن کی اور آہستگی سے چلنا وقار و اطمینان کی دلیل ہے۔ اسی طرح جاہلوں سے الجھنا بھی وقار و متانت کے خلاف ہے۔ اللہ کے بندے جاہلوں سے بھی مخاطبت ترک کرکے خاموش ہوکر چلے جاتے ہیں۔

٧٠٣ - عن عائشةَ رضي الله عنها قالتْ: مَا رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ مُسْتَجْمِعاً قَطُّ ضَاحِكاً حَتَّى تُرَى مِنه لَهَوَاتُه، إنَّمَا كانَ يَتَبَسَّمُ. متفقٌ عليه. «اللَّهَوات» جَمْع لَهَاةٍ: وَهِيَ اللَّحْمَة الَّتي في أَقْصَى سَقْفِ الْفَمِ.

۱/ ۷۰۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے گلے کے کوے نظر آنے لگیں۔ آپؐ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

اللھوات لھاۃ کی جمع ہے۔ حلق کا کوا، یعنی گوشت کا

وہ ٹکڑا جو منہ کے آخری بالائی حصے پر ہوتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك، وكتاب التفسير، تفسير سورة الأحقاف ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تبسمه ﷺ وحسن عشرته.

۷۰۳- فوائد: زیادہ ہنسنا' اللہ سے غفلت کی دلیل ہے -اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا (التوبہ ۸۲)- "یہ ہنسیں تھوڑا' روئیں زیادہ"- علاوہ ازیں کھلکھلا کر اور ٹھٹھے مار کر ہنسنے سے انسان کا وقار اور اس کا رعب و دبدبہ ختم ہوجاتا ہے- اس لئے باوقار' سنجیدہ اور اصحاب شرف و فضل اس طرح ہنسنے سے گریز کرتے ہیں گو ان کے لبوں پر ہروقت مسکراہٹ رہتی ہے- مطلب یہ کہ ہنسنے میں بھی دائرۂ ادب سے باہر نہیں نکلنا چاہیے-

٩٣ ـ بَابُ النَّدْبِ إِلَى إِتْيَانِ الصَّلاَةِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

۹۳- نماز' علم اور اس قسم کی دیگر عبادات کی طرف سکینت اور وقار کے ساتھ آنا مستحب ہے-

قال الله تعالى: ﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾ [الحج: ٣٢].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں- عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے-

فائدۂ آیت: شعائر' شعیرۃ کی جمع ہے -اس سے مراد دین کے اوامر و احکام ہیں جو اللہ نے مقرر کئے ہیں- جن کا ادب و احترام یعنی ان پر عمل ضروری ہے- جس طرح یہ سارے اعمال بجائے خود ادب و احترام کے قابل ہیں اسی طرح ان کی ادائیگی اور بجالانے میں بھی وقار اور سکینت کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھا جائے- یہی باب کا مفاد ہے-

٧٠٤ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «إذا أُقيمَتِ الصَّلاةُ، فَلا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا» متفقٌ عليه. زاد مسلم في روايةٍ له: «فإنَّ أَحَدَكُمْ إذا كَانَ يَعْمِدُ إلى الصَّلاَةِ فَهُوَ في صَلاةٍ».

۱/۷۰۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نماز کھڑی ہوجائے تو تم اس کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ (آرام سے معمول کی چال) چلتے ہوئے آؤ اور سکینت اختیار کرو' جو نماز امام کے ساتھ پالو' وہ پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہوجائے اسے پورا کرلو- (بخاری و مسلم)

مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں' تمہارا ایک آدمی جب نماز کا قصد کرلیتا ہے تو وہ نماز (کی حالت) میں ہی شمار ہوگا-

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب المشي إلي الجمعة، وكتاب الأذان، باب

لا يسعى إلى الصلاة مستعجلا - وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة.

۷۰۴- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے حصول کے لئے دوڑ بھاگ کر آنا ممنوع ہے کیونکہ یہ وقار کے خلاف ہے جبکہ حکم وقار اور سکینت اختیار کرنے کا ہے بالخصوص نماز وغیرہ کے لئے آتے وقت۔ (۲) جب انسان گھر سے وضو کر کے نکلتا ہے تو اسی وقت سے اسے نماز میں شمار کرلیا جاتا ہے۔ (۳) امام کے ساتھ ملنے والی رکعت مقتدی کی پہلی رکعت ہوگی۔ بعد میں جو ادا کرے گا وہ آخری رکعتیں ہوں گی۔

٧٠٥ - وعن ابن عباسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ دَفعَ مَعَ النَّبيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمع النَّبيُّ ﷺ وَرَاءَهُ زَجْراً شَدِيداً وَضَرْباً وَصَوْتاً للإِبلِ، فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وقال: «أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بالإِيضَاعِ» رواه البخاري، وروى مسلم بعضَه. «الْبِرُّ»: الطَّاعَةُ. وَ«الإِيضَاعُ» بضادٍ معجمةٍ قبلها ياءٌ وهمزةٌ مكسورةٌ، وَهُوَ الإِسْرَاعُ.

۲/ ۷۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفے کے دن نبی ﷺ کے ساتھ (عرفات سے) واپس لوٹ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ‘ مار اور اونٹوں (کے بڑبڑانے) کی آواز سنی تو آپؐ نے اپنے کوڑے کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا‘ اے لوگو! سکینت اختیار کرو (یعنی سکون سے چلو) اس لئے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔ (بخاری) اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

البر‘ نیکی اور ایضاع‘ ضاد کے ساتھ ہے جس سے پہلے یا اور ہمزہ مکسورہ ہے معنی ہیں تیز روی۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب أمر النبي ﷺ بالسكينة عند الإفاضة - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلي المزدلفة.

۷۰۵- فوائد: دفع کے معنی دھکیلنے کے ہوتے ہیں‘ اسی لئے یہ متعدی ہے لیکن اس کا عام استعمال مفعول کے بغیر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لازم کے مشابہ ہے۔ عرفات سے واپس لوٹنے کو دفع کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ اس روز لوگ عرفات سے اس طرح لوٹتے ہیں گویا انہیں دھکیلا جارہا ہے۔ اس میں بھی وقار اور سکون اختیار کرنے کی اور تیز روی سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے دوران مقامات حج پر اس ہدایت پر عمل کرنے کی بڑی شدید ضرورت ہے کیونکہ وہاں ہر جگہ انسانوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ ایسے میں ایک دوسرے کو دھکیل کر خود تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش دوسروں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ جس کا مشاہدہ ہر سال ایام حج میں ہوتا ہے لیکن مسلمانوں میں صبر و ضبط کی کمی اور اپنے مذہب کی اخلاقی ہدایات سے ناآشنائی یا بے اعتنائی کی وجہ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوپاتا اور سعودی حکومت کے بے مثال اور وسیع انتظامات کے باوجود انسانی جانوں کا ضیاع تقریباً ایک معمول سا بن گیا ہے۔ ھدی اللہ المسلمین

٩٤ - بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ

۹۴- مہمان کی عزت و تکریم کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیمؑ کے معزز

ضَيۡفِ إِبۡرَٰهِيمَ ٱلۡمُكۡرَمِينَ (٢٤) إِذۡ دَخَلُواْ عَلَيۡهِ فَقَالُواْ سَلَٰمٗاۖ قَالَ سَلَٰمٞ قَوۡمٞ مُّنكَرُونَ (٢٥) فَرَاغَ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجۡلٖ سَمِينٖ (٢٦) فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَيۡهِمۡ قَالَ أَلَا تَأۡكُلُونَ﴾ [الذاريات: ٢٤ ـ ٢٧]. وقال تعالى: ﴿وَجَآءَهُۥ قَوۡمُهُۥ يُهۡرَعُونَ إِلَيۡهِ وَمِن قَبۡلُ كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطۡهَرُ لَكُمۡۖ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُخۡزُونِ فِي ضَيۡفِيٓۖ أَلَيۡسَ مِنكُمۡ رَجُلٞ رَّشِيدٞ﴾ [هود: ٧٨].

مہمانوں کی بات پہنچی ہے، جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے سلام کیا، حضرت ابراہیمؑ نے بھی جواب میں کہا، سلام (اور کہا) انجانے لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک پلا ہوا بچھڑا (بھون کر) لائے اور ان کے قریب کیا، فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لوطؑ کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ حضرت لوط (علیہ السلام) نے فرمایا، اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں، تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔

فائدۂ آیات: قرآن مجید کے ان دونوں مقامات پر مہمانوں کی عزت و تکریم کا ذکر ہے جس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکرام ضیف کا اثبات فرمایا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے ذیل کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٧٠٦ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ قال: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بالله وَاليوم الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ باللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فليَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ يؤمِنُ بِاللهِ وَالْيومِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ» متفقٌ عليه.

ا / ٧٠٦ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (رشتے داروں سے حسن سلوک) کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله... ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث علي إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت إلا من الخير.

٧٠٦۔ فوائد: مہمان کی عزت کرنے کا مطلب ہے، خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے، حسب استطاعت خوش دلی سے اس کی مہمان نوازی کرے اور اس کے آرام و راحت کا خیال رکھے۔ صلہ رحمی کا مطلب، رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ گفتگو کم کرنے کا مطلب ہے کہ بے فائدہ اور فضول باتوں سے گریز کرے۔ زبان کو ذکر الٰہی، توبہ و استغفار اور کلمہ خیر کے لئے وقف رکھے یا پھر زیادہ

خاموش رہے۔ یہ تینوں خوبیاں ان لوگوں کی بتلائی گئی ہیں جو صحیح معنوں میں اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ ان میں کوتاہی کرنے والوں کا ایمان ناقص اور خام ہے۔

٧٠٧ ـ وعن أبي شُرَيْحٍ خُوَيلدِ بن عمرٍو الخُزَاعِيِّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَنْ كان يُؤْمِنُ باللهِ وَاليَوْمِ الآخرِ فَلْيُكرِمْ ضَيفَهُ جَائِزَتَهُ» قالوا: وما جَائِزَتُهُ يا رسولَ اللهِ؟ قال: «يَومُهُ ولَيْلَتُهُ، والضِّيَافَةُ ثَلاثَةُ أَيَّامٍ، فما كان وَرَاءَ ذلكَ فهو صَدَقَةٌ عليه» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمسلمٍ: «لا يَحِلُّ لِمُسلمٍ أن يُقِيمَ عِندَ أَخِيهِ حتى يُؤْثِمَهُ» قالوا: يا رسولَ اللهِ! وكَيْفَ يُؤْثِمُهُ؟ قال: «يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ».

٢ / ٧٠٧ حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ایک دن اور رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے)اور مہمان نوازی تین دن ہے' پس جو اس کے علاوہ ہو' وہ صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے' کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس (اتنا زیادہ) ٹھہرے حتی کہ اسے گناہگار کردے۔ صحابہؓ نے پھر عرض کیا' یارسول اللہ! اس کو گناہگار کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا' اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس کوئی چیز نہ رہے جس کے ساتھ وہ اس کی مہمان نوازی کرے۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه ـ وصحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب الضيافة.

٧٠٧۔ فوائد: اس میں مہمان نوازی کے مزید آداب و حدود کی وضاحت ہے کہ پہلے دن اور رات عمدہ کھانے کا اہتمام کیا جائے اور اس کے بعد دو دن مزید معمول کے مطابق مہمان نوازی کی جائے۔ تین دن کے بعد مہمان کو چاہیے کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔ تاہم اگر وہ نہ جائے تو اس کے بعد مہمان نوازی بطور صدقہ ہوگی۔

٩٥ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّبْشِيرِ وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

٩٥۔ خیر کی خوشخبری دینے اور مبارکباد کہنے کے استحباب کا بیان

قال الله تعالى: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝١٧ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ﴾ [الزمر: ١٧ ـ ١٨]. وقال تعالى:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دے جو بات کو سنتے ہیں' پھر اس میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ (جیسے برائی کرنے والے کو معاف

کردینا اور تنگ دست مقروض کو مہلت دینا یا قرض ہی معاف کردینا' وغیرہ)۔

﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ﴾ [التوبة: ٢١] وقال تعالى: ﴿وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [فصلت: ٣٠]. وقال تعالى: ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾ [الصافات: ١٠١]. وقال تعالى: ﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ﴾ [هود: ٦٩]. وقال تعالى: ﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ [هود: ٧١]. وقال تعالى: ﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ﴾ [آل عمران: ٣٩]. وقال تعالى: ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ﴾ الآية [آل عمران: ٤٥]، والآيات في الباب كثيرة معلومة.

وأما الأحاديث فكثيرة جدًّا، وهي مشهورة في الصحيح، منها:

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے : ان کو ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت' رضامندی اور ایسے باغات کی جن میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔

نیز فرمایا : اور تم کو خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

نیز فرمایا : پس ہم نے اس (ابراہیمؑ) کو بردبار بچے کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے۔

اور فرمایا : اور ابراہیم کی بیوی کھڑی تھی' پس وہ ہنسی اور ہم نے اسے اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا : پس زکریا کو فرشتوں نے پکارا جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے : جب فرشتوں نے کہا' اے مریمؑ ! بے شک اللہ تعالیٰ تجھے اپنے کلمے (عیسیٰ) کی خوشخبری دیتا ہے' اس کا نام مسیح ہے۔ الآیۃ (حضرت عیسیٰ کو اللہ کا کلمہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے کلمہ کن سے ہوئی ہے جو ایک اعجازی ولادت ہے)۔

اور اس باب میں متعدد مشہور آیات ہیں۔

احادیث بھی بکثرت ہیں اور صحیح میں مشہور ہیں۔

ان میں سے چند درج ذیل ہیں :

٧٠٨ - عن أبي إبراهيمَ وَيُقالُ: - أبو محمدٍ، ويقالُ أبو مُعَاوِيَةَ - عَبْدِ اللهِ بن أبي أَوْفَى رضي الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ بَشَّرَ خَدِيجَةَ رَضي الله عنها، بِبَيْتٍ في الجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لا صَخَبَ فِيهِ ولا نَصَبَ. متفقٌ عليه. «الْقَصَبُ» هُنَا:

۱/۷۰۸ حضرت ابوابراہیم۔ اور ابو محمد اور ابو معاویہ بھی کہا جاتا ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ ؓ کو خوشخبری دی کہ (ان کے لئے) جنت میں موتیوں کا گھر ہوگا' جس میں نہ شور ہوگا' نہ تکان' (بخاری و مسلم)

قصب سے یہاں مراد جوف دار(درمیان سے خالی)

اللُّؤْلُؤُ المُجَوَّفُ. وَ«الصَّخَبُ»: الصِّيَاحُ موتی ہیں- صخب' شوروغوغا اور نصب' تکان
وَاللَّغَطُ. وَ«النَّصَبُ»: التَّعَبُ. (تھکاوٹ)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب تزوج النبي ﷺ خديجة وفضلها - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل خديجة أم المؤمنين رضي الله عنها.

٧٠٨- فوائد: اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے علاوہ خیر کی خوشخبری دینے کا اثبات ہے-

٧٠٩ - وعن أبي موسى الأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه، أَنَّهُ تَوَضَّأَ في بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فقال: لَأَلْزَمَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هذا، فَجاءَ المَسْجِدَ، فَسَأَلَ عَنِ النَّبيِّ ﷺ فقالُوا: وَجَّهَ هٰهُنا، قال: فَخَرَجْتُ عَلى أَثَرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ، حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتَّى قَضَى رسولُ اللهِ ﷺ حاجَتَهُ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَإِذا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلى بِئْرِ أَرِيسٍ، وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ ساقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا في البِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ البَابِ فَقُلْتُ: لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ اليَوْمَ، فَجاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عنه فَدَفَعَ البَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذا؟ فقال: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلى رِسْلِكَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بالجَنَّةِ» فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُولُ اللهِ يُبَشِّرُكَ بالجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَمِينِ النَّبيِّ ﷺ مَعَهُ في القُفِّ، وَدَلَّى رِجْلَيْهِ في البِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَشَفَ عَنْ ساقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وقد تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلانٍ -يُرِيدُ أَخاهُ- خَيْراً يَأْتِ بِهِ، فَإِذا

٢/٧٠٩ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور باہر نکل گئے (اپنے دل میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لگ کر رہوں گا اور آج کا دن آپؐ کے ساتھ ہی گزاروں گا- چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور نبی کریم ﷺ کی بابت (لوگوں سے) پوچھا' تو صحابہؓ نے بتلایا کہ آپ نے اس طرف کا رخ فرمایا ہے (حضرت ابو موسیٰؓ) فرماتے ہیں' پس میں آپؐ کی بابت پوچھتا ہوا آپؐ کے پیچھے نکل کھڑا ہوا- حتیٰ کہ آپؐ بئر اریس (قباء کے قریب ایک باغ) پر پہنچ گئے- میں دروازے پر بیٹھ گیا' جب رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرما لیا تو میں آپؐ کی طرف گیا تو دیکھا کہ آپؐ بئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں (بخاری کی ایک روایت میں علیٰ قف البئر کے الفاظ ہیں) اور پنڈلیوں کو ننگا کر کے کنویں میں لٹکایا ہوا ہے- میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور پھر واپس آکر دروازہ پر بیٹھ گیا- اور میں نے (دل میں) کہا کہ میں آج ضرور رسول اللہ ﷺ کا دربان رہوں گا- اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے' انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا' میں نے پوچھا' کون ہے؟ انہوں نے فرمایا' ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا' ٹھہرئے- پھر میں گیا اور کہا یارسول اللہ! یہ ابوبکرؓ' اندر آنے کی اجازت طلب کررہے ہیں- آپؐ نے فرمایا' ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری (بھی) دے دو- چنانچہ میں آیا حتیٰ کہ ابوبکرؓ اندر تشریف لائے اور نبی ﷺ کے ساتھ

إنْسَانٌ يُحَرِّكُ البَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ. ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وقُلْتُ: هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ» فَجِئْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: أَذِنَ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي القُفِّ عَنْ يَسَارِهِ، وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي البِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ: إنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلانٍ خَيْراً - يَعْنِي أَخَاهُ - يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إنْسَانٌ فَحَرَّكَ البَابَ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بنُ عَفَّانَ. فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ. وجِئْتُ النَّبيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ مَعَ بَلْوى تُصِيبُهُ» فَجِئْتُ فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُولُ اللهِ بِالجَنَّةِ مَعَ بَلْوَى تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ القُفَّ قَدْ مُلِىءَ، فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الآخَرِ. قَالَ سَعِيدُ بنُ المُسَيَّبِ: فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ. متفقٌ عليه. وزادَ في روايةٍ: وَأَمَرَنِي رسولُ اللهِ بِحِفْظِ البَابِ. وَفِيها: أَنَّ عُثْمَانَ حِينَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللهَ تَعالى، ثُمَّ قَالَ: اللهُ المُسْتَعَانُ. قوله: «وَجَّهَ» بفتحِ الواوِ وتشديدِ الجيمِ، أَيْ: تَوَجَّهَ. وقوله: «بِئْر أَرِيسٍ»: هو بفتحِ الهمزةِ وكسرِ الراءِ، وبعْدَهَا ياءٌ مثَنَّاةٌ مِن تحتُ ساكِنَةٌ، ثُمَّ سِينٌ مُهْمَلَةٌ، وهو مصروفٌ، ومنهم مَنْ مَنَعَ صَرْفَهُ. و«القُفُّ» بضم القافِ وتشديدِ الفاءِ: هُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ البِئْرِ. قوله: «عَلَى رِسْلِكَ» بكسر الراء على

منڈیر پر آپؐ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا لئے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیاں ننگی کرلیں۔ میں پھر واپس آکر (دروازے پر) بیٹھ گیا اور میں (گھر سے نکلتے وقت) اپنے بھائی کو وضو‘ کرتا چھوڑ کر آیا تھا کہ مجھے خود ہی آکر مل جائے گا میں نے (دل میں) کہا اگر اللہ تعالیٰ فلاں یعنی اس کے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اس کو یہاں لے آئے گا۔ اتنے میں کوئی شخص آیا اور دروازہ ہلانے لگا‘ میں نے کہا‘ کون ہے؟ اس نے کہا‘ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)‘ پس میں نے کہا‘ ذرا ٹھہرئے! میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا‘ آپؐ کو سلام عرض کیا اور کہا‘ یہ عمرؓ ہیں‘ اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کررہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا‘ انہیں اجازت دے دو اور بتا دو کہ رسول اللہ (ﷺ) آپؐ کو جنت کی خوشخبری بھی سناتے ہیں چنانچہ وہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر آپؐ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا لئے۔ میں پھر واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور (دل میں) کہا‘ اگر اللہ تعالیٰ فلاں یعنی اس کے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے (یہاں) لے آئے۔ اتنے میں کوئی اور شخص آیا‘ اس نے دروازہ ہلایا‘ میں نے پوچھا‘ کون ہے؟ اس نے کہا‘ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ)۔ میں نے کہا اچھا ٹھہریئے! اور میں نے نبی کریم ﷺ کو آکر اطلاع دی‘ آپؐ نے فرمایا‘ انہیں اجازت دے دو اور ایک بلویٰ (حادثے) کے ساتھ جو انہیں پیش آئے گا‘ جنت کی خوشخبری سنا دو۔ چنانچہ میں آیا‘ اور ان سے کہا‘ تشریف لایئے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو ایک حادثے کے ساتھ‘ جو آپؐ کو پیش آئے گا‘ جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پس وہ اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ کنوئیں کی

المشهور، وقيل بفتحها، أَي: ارْفُقْ.

منڈیر پُر ہو گئی ہے (یعنی نبی ﷺ کے دائیں بائیں دونوں جانب جگہ نہیں ہے) پس وہ آپؐ کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔ حضرت سعید بن مسیب (مشہور تابعی اور حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کرنے والے راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل کی (یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ قبر میں بھی اسی طرح ساتھ ہوں گے جب کہ عثمانؓ کی قبر الگ ہو گی) (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے دروازے کی نگرانی کا حکم فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عثمانؓ کو جب خوشخبری سنائی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور فرمایا اللہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد طلب کی جائے۔

وجہ' واؤ پر زبر اور جیم پر تشدید۔ رخ کیا۔ بئراریس۔ ہمزہ پر زبر اور راء پر زیر اور اس کے بعد یاء ساکن اور پھر سین۔ یہ منصرف ہے اور بعض کے نزدیک غیر منصرف۔ قف' قاف پر پیش اور فاء پر تشدید' کنوئیں کے اردگرد چبوترہ یا منڈیر' علی رسلک' راء پر زیر مشہور ہے اور بعض کے نزدیک راء پر زبر ہے۔ ذرا ٹھہریں اور انتظار فرمائیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب قوله ﴿لو كنت متخذا خليلا﴾ وكتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر، وغير ذلك من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عثمان بن عفان رضي الله عنه.

۷۰۹۔ فوائد: اس حدیث کا تعلق باب سے واضح ہے کہ اس میں بھی خوشخبری دینے کا اثبات ہے (۲) خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو' ان کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی۔ اس کے بعد بھی ان کے ایمان میں شک کرنا' شقاوت ازلی کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے؟ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت جس بلوے، کی پیش گوئی فرمائی' وہ ان کی خلافت کے آخر میں پیش آیا' جب کہ عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے مکروہ اور بے بنیاد پروپیگنڈے سے متاثر فسادی گروہ نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر آپؓ کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ - اس میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے۔ (۴) بیداری کے عالم میں بھی تاویل و تعبیر جائز ہے' اسے فراست کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تمثیل میں من کل الوجوہ مشابہت یا برابری ضروری نہیں چنانچہ شیخین نبی ﷺ کے ساتھ حجرہ عائشہ میں اور

حضرت عثمان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

٧١٠ - وعنْ أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنهُ قال: كُنَّا قُعُوداً حَوْلَ رسولِ اللهِ ﷺ، وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وعُمَرُ رضيَ عنهما في نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ مِنْ بينِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينا أَنْ يُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفزعْنَا فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رسُولَ اللهِ ﷺ، حتى أَتَيْتُ حَائطاً للأنْصَارِ لِبَني النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجدُ لَهُ بَاباً؟ فَلَمْ أَجِدْ، فَإذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ في جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بئرٍ خَارِجَهُ - وَالرَّبِيعُ: الجَدْوَلُ الصَّغِيرُ - فَاحْتَفَزْتُ، فَدَخَلْتُ عَلى رسُولِ اللهِ فقَال: «أَبُو هُرَيْرَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟» قلتُ: كُنْتَ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأتَ عَلَيْنا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنا، ففَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَأَتَيْتُ هٰذَا الحائِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهؤلاءِ النَّاسُ وَرَائي. فَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ» وَأَعْطَاني نَعْلَيْهِ فَقَالَ: «اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْن، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الحائِط يَشْهَدُ أَنْ لَا إلهَ إلَّا اللهُ مُسْتَيْقِناً بها قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بالجَنَّةِ» وَذَكَرَ الحَدِيثَ بطُولِهِ، رواهُ مسلم. «الرَّبِيعُ» النَّهْرُ الصَّغِيرُ، وَهُوَ الجَدْوَلُ - بفتح الجيم - كَمَا فَسَّرَهُ في الحَدِيثِ. وقولُه: «احْتَفَزْتُ» رويَ بالرَّاءِ وبالزَّاي وَمَعْنَاهُ بالزَّاي: تَضامَمْتُ وَتَصاغَرْتُ حَتَّى أَمْكَنَنِي الدُّخُولُ.

۳/ ۷۱۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے' اور ہمارے ساتھ لوگوں میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے پس (اچانک) رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور ہمارے پاس واپس آنے میں آپؐ نے کافی دیر فرمائی تو ہم ڈر گئے کہ ہماری غیر موجودگی میں آپؐ کو قتل نہ کردیا گیا ہو اور ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں سب سے پہلے گھبرانے والا تھا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا' یہاں تک کہ میں بنی نجار انصار کے باغ کی چار دیواری پر پہنچ گیا' میں اس کے اردگرد گھوما کہ مجھے کسی دروازے کا سراغ مل جائے؟ لیکن مجھے کوئی دروازہ نہیں ملا' تاہم ایک چھوٹے سے نالے پر نظر پڑی جو باغ سے باہر ایک کنوئیں سے نکل کر باغ کے اندر جارہا تھا اور ربیع چھوٹی سی نہریا چھوٹے سے نالے کو کہتے ہیں۔ پس میں اس میں سے سمٹ سمٹا کر اندر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے (مجھے دیکھ کر) فرمایا۔ ابو ہریرہؓ؟ میں نے کہا' جی ہاں' یا رسول اللہ! فرمایا' کیا بات ہے؟ میں نے کہا' آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے' پس آپؐ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور واپسی میں آپؐ نے دیر فرمادی تو ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ کہیں آپؐ کو ہماری غیر موجودگی میں قتل نہ کردیا گیا ہو؟ چنانچہ ہم گھبرا اٹھے' گھبرانے والوں میں سب سے پہلا آدمی میں تھا۔ پس میں اس باغ تک آگیا اور میں (اندر داخل ہونے کے لئے) اس طرح سمٹ سکڑ گیا جس طرح لومڑی سمٹتی سکڑتی ہے اور لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' اے ابو ہریرہؓ! اور آپؐ نے مجھے اپنے دونوں جوتے دے کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ میرے یہ دونوں جوتے ساتھ لے جاؤ' اس باغ کی دیوار کے باہر جو

، بھی ملے، جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس پر اس کے دل میں پورا یقین ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری دے دو اور پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

الربیع، چھوٹی نہر اور یہ نالہ ہے، جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر اس کے ساتھ کی ہے۔ احتفزت، یہ راء اور زاء کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے۔ زاء کے ساتھ معنی ہیں میں نے سمٹ سمٹا کر اپنے وجود کو اتنا چھوٹا کرلیا حتیٰ کہ میرے لئے نالے سے اندر جانا ممکن ہوگیا۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، رقم٣١.

۷۱۰۔ فوائد: یہ مسئلہ پہلے وضاحت سے بیان کیا جاچکا ہے کہ دل کی گہرائی سے اللہ پر ایمان رکھنے والا، اگر اس نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا ہوگا تو وہ یقیناً جنت میں جائے گا یا تو پہلے مرحلے میں ہی چلا جائے گا، اگر اللہ کی مشیت ہوئی۔ بصورت دیگر سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ اس کا دائمی گھر جہنم نہیں، جنت ہی ہوگا۔ اس حدیث میں خوشخبری کے اثبات کے علاوہ مومن کے بہرحال جنتی ہونے کی نوید ہے۔

٧١١ ـ وعَن ابنِ شُمَاسَةَ قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بنَ العَاصِ رضيَ الله عنه، وَهُوَ في سِيَاقَةِ المَوْتِ فَبَكى طَويلاً، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إلى الجدَار، فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ: يَا أَبَتَاه، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بكَذَا؟ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بكَذَا؟ فَأَقْبَلَ بوَجْهِهِ فَقَالَ: إنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إلهَ إلَّا الله، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، إنِّي قَدْ كُنْتُ عَلى أَطْبَاقٍ ثَلاثٍ: لَقَدْ رَأَيْتُني وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضاً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنِّي، وَلَا أَحَبَّ إليَّ مِن أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْ مُتُّ عَلى تِلْكَ الحالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّار، فَلَمَّا جَعَلَ اللهُ الإِسْلامَ في قَلْبي أَتَيْتُ

۴ / ۷۱۱ حضرت ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ قریب المرگ تھے۔ پس وہ کافی دیر تک روئے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ تو ان کا صاحبزادہ کہنے لگا، ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ (دو مرتبہ انھوں نے کہا) چنانچہ آپ نے اپنا چہرہ اس کی طرف پھیرا اور فرمایا: بے شک سب سے افضل (توشہ آخرت) جو ہم تیار کریں، وہ ہے اللہ کی توحید کی گواہی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مجھ پر تین قسم کے حالات آئے (یعنی میں تین دوروں سے گزرا) میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ مجھ

النَّبيَّ ﷺ فقُلْتُ: ابْسُطْ يَمينَكَ فَلأُبَايعْكَ، فَبَسَطَ يمِينَهُ فَقَبَضْتُ يَدِي، فقَالَ: «ما لكَ يا عَمروٌ؟» قلت: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِط قَالَ: «تَشْتَرِطُ مَاذَا؟» قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَ لي، قَالَ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلاَمَ يَهْدِمُ ما كَانَ قَبلَهُ، وَأَن الهجرَة تَهدِمُ ما كان قَبْلَهَا، وَأَنَّ الحَجَّ يَهدِمُ ما كَانَ قَبلَهُ؟» وما كان أَحَدٌ أَحَبَّ إليَّ مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ، وَلَا أَجَلَّ في عَيني مِنْهُ، ومَا كُنتُ أُطِيقُ أَن أَملأَ عَيني مِنه إجْلالًا لَهُ، ولَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ ما أطَقْتُ لِأَني لم أَكُنْ أمْلأُ عيني منهُ، ولو مُتُّ على تِلكَ الحَالِ لَرَجَوتُ أن أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، ثم وُلِّينَا أَشيَاءَ ما أَدري ما حَالي فِيها؟ فَإذا أَنا مُتُّ فلا تَصحَبَنِّي نَائِحَةٌ ولا نَارٌ، فَإذا دَفَنتُمونِي، فَشُنُّوا عليَّ التُّرَابَ شَنّاً، ثم أَقيمُوا حَولَ قَبرِي قَدَرَ ما تُنحَرُ جَزورٌ، وَيُقسَمُ لحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وأَنظُرَ مَا أُرَاجِعُ بهِ رسُلَ ربي. رواه مسلم. قوله: «شُنُّوا» رُوِيَ بالشينِ المعجمَةِ وبالمهملةِ، أَي: صبُّوهُ قلِيلاً قلِيلاً والله سبحانه أعلم.

سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنے والا کوئی نہ تھا، اس وقت سب سے زیادہ محبوب بات میرے لئے یہی تھی کہ اگر میں آپؐ پر قابو پالوں تو آپؐ کو قتل کردوں۔ اگر میری موت اسی حالت میں آجاتی تو یقیناً میں جہنمیوں میں سے ہوتا۔ جب اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپؐ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپؐ کی بیعت کرلوں۔ پس آپؐ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا، میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، بتلاؤ، تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا، یہ کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو گرا دیتا ہے (ختم کردیتا) ہے اور ہجرت اپنے ماقبل کے گناہوں کو گرا دیتی ہے اور حج پہلے کے گناہوں کو گرا (مٹا) دیتا ہے؟ (چنانچہ اسلام قبول کرکے میں نے آپؐ کی بیعت کرلی، اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری نظر میں آپؐ سے زیادہ جلیل القدر کوئی نہ تھا۔ آپؐ کی عظمت و جلالت کا نقش اس طرح میرے دل میں تھا کہ میں نظر بھر کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے آپؐ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اسے بیان نہیں کرسکتا، اس لئے کہ میں نے کبھی نظر بھر کر آپؐ کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر میری موت اسی حال میں آجاتی تو یقیناً امید تھی کہ میں جنتیوں میں سے ہوتا۔ (اس کے بعد) پھر ہم کئی چیزوں کے ذمے دار بنائے گئے (حکومتی مناصب پر فائز ہوئے) میں نہیں جانتا ان کے بارے میں میرا کیا حال ہوگا؟ پس جب میں فوت ہوجاؤں تو میرے

جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے (رونے پیٹنے) والی عورت ہو نہ کوئی آگ' اور جب مجھے دفنا چکو تو مجھ پر تھوڑی تھوڑی کرکے مٹی ڈالنا' پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا کہ جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کرکے اسکا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں؟ (مسلم)

شنوا' یہ شین اور سین کے ساتھ' دونوں طرح مروی ہے۔ یعنی تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو۔ واللہ سبحانہ اعلم

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله وکذا الهجرة والحج.

۷۱۱۔ فوائد: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تین دور بیان فرمائے ہیں۔ ایک اسلام سے قبل' دوسرا اسلام کے بعد اور تیسرا جب وہ حکومت کے ذمے دارانہ مناصب (گورنری وغیرہ) پر فائز ہوئے۔ اس تیسرے دور کی گراں بار ذمے داریوں سے وہ خوف زدہ تھے کہ ان میں کوتاہیوں کا ارتکاب نہ ہوگیا ہو جن کی بنا پر بارگاہ الٰہی میں گرفت ہو۔ رضی اللہ عنہ - اس حدیث سے درج ذیل فوائد معلوم ہوئے: (۱) اسلام سے قبل کی شدید عداوت' قبول اسلام کے بعد شدید محبت میں تبدیل ہوگئی (۲) نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں نقش تھی (۳) موت کے وقت تقصیر کے خوف سے اور اللہ کی رحمت کی امید سے رونا جائز ہے (۴) اللہ کی رحمت کی بشارت کے ذریعے سے قریب المرگ شخص کی تسکین خاطر کا اہتمام کرنا چاہیے (۵) اسلام' ماقبل کے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے' بشرطیکہ اس کے بعد صحیح معنوں میں اسلام و ایمان کے تقاضوں کو بروئے کار لایا جائے۔ اسی طرح ہجرت' حج اور نماز وغیرہ سے انسان کے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں تاہم کبیرہ گناہوں کی مغفرت کے لئے خاص توبہ ضروری ہے (۶) میت پر بین اور نوحہ کرنا منع ہے (۷) موت سے پہلے وصیت کرنا مستحب ہے بالخصوص ان بدعات و رسومات کی بابت' جن کے ارتکاب کا اندیشہ ہو (۸) قبر میں منکر نکیر فرشتوں کے سوال کرنے کا اثبات' جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے (۹) دفنانے کے بعد قبر پر دیر تک کھڑے رہنا اور میت کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنا' سنت ہے' جیسا کہ دوسری روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی بابت حکم موجود ہے۔ (۱۰) دفنانے کے فورا" بعد قبر پر نیک لوگوں کی موجودگی سے صاحب قبر کو تسکین ہوتی ہے اور سوال جواب میں آسانی' اسی لئے حدیث میں تاکید ہے کہ کھڑے ہوکر اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔

٩٦ ـ بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهِ عِنْدَ فِرَاقِهِ

۹۶۔ ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت اسے وصیت کرنے نیز اس

لِسَفَرٍ وَغَيْرِهِ وَالدُّعَاءِ لَهُ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

قال اللهُ تعالَى: ﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبۡرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعۡقُوبُ يَٰبَنِيَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصۡطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ١٣٢ أَمۡ كُنتُمۡ شُهَدَآءَ إِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوبَ ٱلۡمَوۡتُ إِذۡ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعۡبُدُونَ مِنۢ بَعۡدِي قَالُواْ نَعۡبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗا وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ ﴾ [البقرة: ١٣٢ - ١٣٣].

وأما الأحاديث:

کے حق میں دعا کرنے اور اپنے لئے اس سے دعا کی درخواست کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی- اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند کرلیا ہے' پس جب تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو- کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی' جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا' تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا' ہم تیرے اور تیرے باپ دادا' ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں-

فائدۂ آیات: اس میں موت کے وقت وصیت کرنے کا ذکر ہے' جس سے امام نوویؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ سفر کے وقت بھی وصیت کرنا جائز ہے کیونکہ موت کا تو کوئی وقت مقرر ہی نہیں ہے اور سفر میں موت کا امکان حضر (اقامت) سے زیادہ ہوتا ہے' اس لئے سفر کے وقت بھی وصیت کردینا بہتر ہے-

٧١٢ - فمنها حديثُ زيدِ بنِ أَرْقَمَ رضي الله عنه - الذي سبق في باب إكرام أَهْلِ بَيْتِ رسولِ الله ﷺ - قال: قَامَ رسولُ اللهِ ﷺ فِينَا خَطِيباً، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قال: «أَمَّا بَعْدُ، أَلا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللهِ، فِيهِ الهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ» فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ، وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قال: «وَأَهْلُ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي» رواه مسلم. وَقَدْ سَبَقَ بِطُولِهِ.

۱/ ۷۱۲ احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب اکرام اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں گزر چکی ہے- انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا- پس اللہ کی حمد و ثناء بیان کی' وعظ کیا اور نصیحت فرمائی- پھر فرمایا' اما بعد' اے لوگو! یقیناً میں بھی ایک انسان ہوں' قریب ہے کہ میرے پاس بھی میرے رب کا فرستادہ آجائے اور میں اس کا پیغام قبول کرلوں (کیونکہ اسے رد کرنا تو کسی انسان کے بس میں ہی نہیں) اور میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں- ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے- پس تم اللہ کی کتاب کو حاصل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو- پھر آپؐ نے اللہ کی کتاب پر (عمل کرنے پر) ابھارا اور اس

کے بارے میں ترغیب دی۔

پھر فرمایا: (اور دوسری چیز) میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں (کہ ان پر کوئی زیادتی نہ کرنا) مسلم، یہ روایت اس سے پہلے پوری گزر چکی ہے۔

(دیکھئے رقم ۱ / ۳۴۵)

تخريج: تقدم تخريجه في رقم٣٤٥.

۷۱۲- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی بشریت کے حوالے سے فرمایا کہ انسان کی طرح موت سے مجھے بھی مفر نہیں، کاسۂ موت مجھے بھی بہرحال پینا ہے۔ اس حدیث کو یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں وصیت کرنے کا استحباب ہے۔

٧١٣ - وعن أبي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الحُوَيْرِثِ رضي الله عنه قال: أَتَيْنَا رسولَ اللهِ ﷺ وَنحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وكَانَ رسولُ اللهِ ﷺ رَحيماً رَفِيقاً، فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا، فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، فقال: «ارْجِعُوا إلى أَهْلِيكم، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ، وَعلِّمُوهُم وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا صَلاةَ كَذَا في حِينِ كَذَا، وَصَلُّوا كَذَا في حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكبَرُكُم» متفقٌ عليه. زَاد البخاري في رِوايةٍ له: «وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي». قوله: «رَحِيماً رَفِيقاً» رُوِيَ بفاءٍ وقافٍ، ورُوِيَ بقافينِ.

۲ / ۷۱۳ حضرت ابو سلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ایک جیسی عمر کے نوجوان تھے، ہم بیس راتیں آپؐ کے پاس قیام پذیر رہے اور رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے چنانچہ آپ کو خیال ہوا کہ ہم اپنے گھروالوں (کی ملاقات) کے مشتاق ہوگئے ہیں، پس آپ نے ہم سے پیچھے چھوڑے ہوئے ہمارے گھروالوں کی بابت پوچھا، تو ہم نے آپ کو اس کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ جسے سن کر آپؐ نے فرمایا، تم اپنے گھروالوں کے پاس واپس چلے جاؤ اور وہیں رہو اور ان کو بھی (دین کی باتیں) سکھاؤ اور انہیں (بھلائی کا) حکم کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ جب نماز کا وقت ہوجائے، تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ تمہیں نماز پڑھائے۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری نے اپنی ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے ''اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''۔ رحیما رفیقا، فاء اور قاف کے ساتھ (نرم دل) اور رقیقا، دو قافوں کے

ساتھ بھی مروی ہے۔ (اس کے معنی بھی وہی ہیں)۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من قال: ليؤذن في السفر مؤذن واحد - وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟.

۷۱۳- فوائد: (۱) اس میں ایک تو نوجوانوں کے علم دین حاصل کرنے کے شوق کا بیان ہے' جس کے لئے انہوں نے گھر بار چھوڑ کر سفر کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ طلب علم کے لئے اگر سفر کرنے کی بھی ضرورت پیش آجائے تو اس سے گریز نہ کیا جائے (۲) استاد یا منتظم کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلباء کے حالات سے آگاہ رہے اور اس کے مطابق مناسب اقدامات اور ہدایات کا اہتمام کرے (۳) جن کو دین کا علم اور شعور حاصل ہو جائے' ان کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو بھی دین سکھائیں جو دینی علوم اور دین سے بے بہرہ ہیں (۴) پورے شوق اور جذبے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں (۵) نمازوں کے لئے اذان کا اہتمام ضروری ہے (۶) پیشوائی کی خصوصیات میں سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں بڑا ہو' وہ امامت کا حق دار ہے۔ پیشوائی کی خصوصیات میں سب سے پہلی خصوصیت قرآن کریم کو اچھے انداز سے پڑھنا' دوسرے نمبر پر قرآن و حدیث کا علم ہے۔ یعنی جو سب سے اچھا قاری ہو' وہ امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہے' اس کے بعد جو بڑا عالم ہو' وہ ہے (۷) اذان اور امامت کی مذکورہ ہدایت کا مطلب ہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت اذان دے کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔ مدرسہ ہو یا تجارتی مرکز' سفر ہو یا حضر۔

٧١٤ ـ وعن عُمَرَ بنِ الخطَّاب رضيَ اللهُ عنه قال: اسْتأْذَنْتُ النبيَّ ﷺ في الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ، وقال: «لا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ»، فقالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بهَا الدُّنْيَا. وفي رواية قال: «أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ في دُعَائِكَ». رواه أبو داود، والترمِذي وقال: حديث حسن صحيح.

۳ / ۷۱۴ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرے کی بابت اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولنا۔ یہ آپؐ نے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا کہ اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہ ہو (یعنی یہ کلمہ ساری دنیا سے بڑھ کر مجھے عزیز ہے)۔

اور ایک روایت میں ہے' اے میرے پیارے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔

(ابو داوٗد' ترمذی' حسن' صحیح)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء - وسنن ترمذي، أبواب الدعوات - انظر رقم ٣٧٣.

۷۱۴- فوائد: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ یہاں اس امر کے اثبات کے لئے لائے ہیں کہ دوسروں سے دعا کی درخواست کی جائے' چاہے خود درخواست کرنے والا علم و شرف اور نیکی و پارسائی میں زیادہ اونچا مقام رکھتا ہو۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی تواضع کا بھی اظہار ہے کہ اپنے ایک امتی اور مرید سے دعا کی درخواست فرما رہے

ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

٧١٥ - وعن سالم بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما كَانَ يَقُولُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ سَفَراً: أُدْنُ مِنِّي حَتَّى أُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُوَدِّعُنَا، فيقُولُ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ». رواه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح.

۴ / ۷۱۵ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) آدمی سے فرماتے جب وہ کسی سفر کا ارادہ کرتا' میرے قریب ہو تاکہ میں تجھے الوداع کہوں' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں الوداع فرمایا کرتے تھے۔ آپ ؐ فرماتے' میں تیرے دین کو' تیری امانت کو اور تیرے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما يقول إذا ودّع إنسانا.

۷۱۵- فوائد: اس میں مسافر کو الوداع کہنے اور مذکورہ دعائیہ کلمات کے ساتھ اس کے حق میں دعا کرنے کا استحباب ہے۔ وہ دعا یہ ہے استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک

٧١٦ - وعن عبدِ اللهِ بنِ يَزِيدَ الخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رضي الله عنه قالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إذا أَرَادَ أَنْ يُوَدِّعَ الجَيْشَ قَالَ: «أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيمَ أَعمَالِكُمْ». حديث صحيح، رواه أبو داود وغيره بإسناد صحيح.

۵ / ۷۱۶ حضرت عبداللہ بن یزید خطمی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو الوداع کہنے کا ارادہ فرماتے تو فرمایا کرتے' استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم۔ **(ابو داؤد وغیرہ' اس کی سند صحیح ہے)**

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الدعاء عند الوداع.

۷۱۶- فوائد: یہ وہی دعا ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ اس میں صیغہ خطاب واحد کا تھا' اس میں جمع کا ہے۔ گویا لشکر اور گروہ کو رخصت کرنا ہو تو بصیغہ جمع مذکورہ دعا پڑھی جائے۔ ورنہ واحد کے صیغے کے ساتھ۔

٧١٧ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى النَّبِيِّ ﷺ فقال: يا رَسُولَ اللهِ! إني أُرِيدُ سَفَراً، فَزَوِّدْنِي، فَقَالَ: «زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوَى» قال: زِدْنِي، قال: «وَغَفَرَ ذَنْبَكَ»، قال: زِدْنِي، قال: «وَيَسَّرَ لَكَ الخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۶ / ۷۱۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یارسول اللہ! میرا سفر کرنے کا ارادہ ہے' آپ ؐ مجھے زاد راہ عنایت فرمائیں (یعنی میرے حق میں دعا فرما دیں) آپ ؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کے توشے سے آراستہ فرمائے۔ اس نے کہا' میرے لئے مزید دعاء فرمائیں' آپ ؐ نے فرمایا' اور تیرے گناہ معاف فرما دے۔ اس نے کہا' کچھ اور۔ آپ ؐ نے فرمایا' تو جہاں

کہیں بھی ہو' اللہ تعالیٰ تیرے لئے بھلائی کو آسان کردے۔ (ترمذی' یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب٤٦ .

٧١٧- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے سب سے بہتر زاد راہ اس کے لئے دعائے خیر ہے۔

٩٧ ـ بَابُ الِاسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

٩٧۔ استخارہ اور باہم مشورہ کرنے کا بیان

قَالَ الله تعالى: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ﴾ [آل عمران: ١٥٩]، وقال تعالى: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ﴾ [الشورى: ٣٨] أي: يَتَشاوَرُونَ بَيْنَهُم فِيهِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اہم معاملے میں ان سے مشورہ کر۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے (سورہ شوریٰ ٣٨) یعنی اس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔

فائدۂ آیات: پہلی آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے' اس میں آپ ؐ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشاورت سے اپنے کام کرتے ہیں۔ ان دونوں آیتوں سے واضح ہے کہ ایک دوسرے سے مشورہ کرنا چاہیے۔

٧١٨ ـ عن جابرٍ رضي الله عنه قال: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاستِخَارَةَ في الأُمُورِ كُلِّهَا كالسُّورَةِ مِنَ القُرْآنِ، يَقُولُ: «إذا هَمَّ أَحَدُكُمْ بالأمرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الفَرِيضَةِ، ثم لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ! إنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وأَسْتَقدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيمِ؛ فَإنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنتَ عَلاَّمُ الغُيُوبِ. اللَّهُمَّ! إنْ كنتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأمرَ خَيْرٌ لي في دِيني وَمَعَاشي وَعَاقِبَةِ أَمْري ـ أَوْ قالَ: عَاجِلِ أَمْري وَآجله ـ فاقْدُرْهُ لي وَيَسِّرْهُ لي، ثُمَّ بَارِكْ لي فِيهِ، وَإن كُنتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الأمْرَ شرٌّ لي في دِيني وَمَعَاشي وَعَاقِبَةِ أَمري ـ أو قال: عَاجِلِ أَمري وَآجِلِهِ ـ فاصْرِفهُ عَنِّي،

١/ ٧١٨ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن کی سورتوں کی طرح ہر معاملے میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے آپ ؐ فرماتے تھے۔ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا پڑھے۔ اللهم انی استخیرک اے اللہ! بے شک میں تیرے علم کے ذریعے سے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری طاقت کے ذریعے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں' اس لئے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے' میں قدرت سے محروم ہوں' تو علم والا ہے' میں بے علم ہوں اور تو تمام غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں' میرے دین' گذران اور انجام کے اعتبار سے یا (آپ ؐ نے فرمایا) میرے کام کے دیر یا سویر ہونے کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کو

وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لي الخيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ» قال: «ويسمِّي حاجته». رواه البخاري.

میرے مقدر میں فرما دے اور اس کو میرے لئے آسان کردے۔ پھر میرے لئے اس میں برکت نازل فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں، میرے دین، گذران اور انجام کے اعتبار سے۔ یا فرمایا۔۔ دیر سویر کے لحاظ سے میرے لئے برا ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر دے (دور کردے) اور میرے لئے بھلائی کو مقدر فرما دے وہ جہاں بھی ہے، پھر مجھ کو اس پر راضی بھی کردے۔ آپؐ نے فرمایا، اور اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، وكتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارة، وكتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿قل هو القادر﴾.

۷۱۸- **فوائد:** استخارہ کے لغوی معنی ہیں، خیر طلب کرنا۔ یعنی اس دعا کے ذریعے سے انسان اللہ سے خیر طلب کرتا ہے۔ یہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے والے کو خواب کے ذریعے سے صحیح بات بتلا دی جاتی ہے یا اس کے دل میں خیر والے پہلو کی طرف رجحان پیدا کردیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ باتیں کسی حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کو خواب یا رجحان کے ذریعے سے بتلا دیا جاتا ہو، جن کے لئے اللہ کی مشیت ہو۔ لیکن یہ اصول یا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جو بھی استخارہ کرے گا، اسے ضرور غیبی اشارہ ہوجائے گا۔ اس لئے غیبی اشارے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ استخارے کے بعد، سوچ سمجھ کر ظاہری اسباب کے مطابق جو بات مناسب لگے، اسے اختیار کرلیا جائے۔ اگر اس کی دعائے استخارہ قبول ہوگئی ہوگی تو یقیناً اس میں اس کے لئے خیر ہی ہوگی۔ بصورت دیگر نقصان کے امکان کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ بہرحال ایک مسلمان کو دعا کرنے کا حکم اور اس کی تاکید ہے، اس میں تساہل اور تغافل یا اس سے اعراض جائز نہیں۔ دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت، یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ استخارہ بھی ایک دعا ہی ہے اور اس کی تاکید و اہمیت حدیث مذکورہ بالا سے واضح ہے، اس لئے ہر اہم کام میں استخارے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔

تاہم یہ استخارہ انہی امور کے لئے ضروری ہے جن کا تعلق مباحات سے ہے، جن میں انسان کو خیر اور شر کا علم نہیں ہوتا۔ باقی جو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات ہیں، ان کی ادائیگی تو ہر صورت میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو محرمات و مکروہات شرعیہ ہیں، ان سے اجتناب ضروری ہے۔ ان اوامر و منہیات میں استخارہ کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں استخارے کا مسنون طریقہ چھوڑ کر نجومیوں، دست شناسوں اور دیگر اسی قسم کے فراڈیوں کے پاس جاکر مستقبل میں پیش آنے والے حالات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا، جہالت و نادانی کے علاوہ

بہت بڑا گناہ ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ انسان کو صرف اللہ ہی سے خیر کا طالب ہونا چاہیے تمام قدرتوں کا مالک وہی ہے' ہر قسم کی قوت کا مالک وہی ہے' اسی سے قوت و طاقت کا سوال کرنا چاہیے اور اپنے تمام معاملات اسی کو سونپنے چاہئیں۔

دعائے استخارہ' کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے۔ صرف نماز کے مکروہ اوقات میں یہ جائز نہیں کیونکہ اس کے لئے پہلے دو رکعت پڑھنی ضروری ہیں۔ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا وقت رات کو سونے سے قبل ہے' یہ بات صحیح نہیں۔ دعائے استخارہ کا پڑھنا دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد بھی صحیح ہے اور نماز ہی میں تشہد و درود کے بعد سلام پھیرنے سے قبل یا سجدے کی حالت میں بھی جائز ہے۔ دعا یاد نہ ہو تو نماز پڑھنے کے بعد کتاب میں دیکھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

٩٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ إِلَى الْعِيدِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِيقٍ وَالرُّجُوعِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ، لِتَكْثِيرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

۹۸۔ نماز عید' مریض کی عیادت' حج' جہاد اور جنازہ اور اسی قسم کے دیگر اچھے کاموں کے لئے آتے جاتے راستہ بدل لینا مستحب ہے' تاکہ عبادت کی جگہیں زیادہ ہوجائیں۔

٧١٩ ـ عن جابرٍ رضيَ اللهُ عنه قال: كَانَ النَّبيُّ ﷺ إذا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ. رواه البخاري. قوله: «خَالَفَ الطَّرِيقَ» يعني: ذَهَبَ في طَرِيقٍ، وَرَجَعَ في طَرِيقٍ آخَرَ.

۷۱۹/۱ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا (اور عیدگاہ تشریف لے جاتے تو) آتے جاتے راستہ بدل لیتے۔ (بخاری)

خالف الطریق کے معنی ہیں' ایک راستے سے جاتے اور واپس کسی دوسرے راستے سے آتے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم عيد.

۷۱۹۔ فوائد: راستہ بدلنے کی بہت سی حکمتیں علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ امام نوویؒ نے باب میں اس کی حکمت مقامات عبادت کا زیادہ ہونا بتلایا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس لئے کہ دونوں راستے قیامت والے دن گواہی دیں گے کہ یا اللہ تیری تکبیر و تہلیل کرتا ہوا یہ بندہ ہمارے اوپر سے گزرا تھا کیونکہ نماز عید کے لئے حکم ہے کہ آتے جاتے راستوں میں بہ آواز بلند تکبیرات پڑھتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہو' یا مقصد ہے کہ ایک کی بجائے دو راستوں کے فقراء' لوگوں کے صدقہ و خیرات سے بہرہ مند ہوں۔یا اس لئے کہ مسلمانوں کی قوت و اجتماعیت کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ ہو۔ وغیرہ۔ تاہم نماز عید میں راستہ بدلنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن اس کی اصل علت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم جو بھی علت نکالیں گے درست بھی ہوسکتی ہے غلط بھی' بنابریں اس پر کسی دینی حکم کی بنیاد سخت مجبوری کے علاوہ نہیں رکھی جاسکتی۔ اس لئے عبادت' جہاد جنازہ وغیرہ میں راستہ بدلنے کو مستحب قرار دینا جیسے عنوان باب میں امام نوویؒ نے کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایت یا عمل کے بغیر درست نہیں۔

٧٢٠ - وعنِ ابنِ عُمَرَ رضيَ الله عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ المُعَرَّسِ، وإذا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ العُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلى. متفقٌ عليه.

٢ / ٧٢٠ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شجرہ کے راستے سے باہر نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے اور جب مکے میں داخل ہوتے تو ثنیہ علیا (بلند گھاٹی) سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی کی طرف سے باہر نکلتے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الحج، باب خروج النبي ﷺ علي طريق الشجرة - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى.

٧٢٠- فوائد: ثنیہ- دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں- مدینے سے مکے جاتے ہوئے آپؐ بلند گھاٹی والا راستہ اور آتے وقت نچلی گھاٹی والا راستہ اختیار فرماتے- اس طرح شجرہ ایک معروف جگہ ہے‘ نبی صلی اللہ ﷺ اس سے نکل کر ذوالحلیفہ تشریف لے جاتے‘ وہاں رات گزارتے اور جب لوٹتے تو معرس کے راستے سے مدینے میں داخل ہوتے- معرس مسجد ذوالحلیفہ کو کہتے ہیں جو مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ہے (نزهة المتقين) اس سے وہی مسئلہ ثابت ہوا کہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرلیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ ﷺ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا ہے-

٩٩ - بابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الْيَمِينِ فِي كُلِّ مَا هُوَ مِنْ بَابِ التَّكْرِيمِ كَالْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ، وَلُبْسِ الثَّوْبِ وَالنَّعْلِ وَالْخُفِّ وَالسَّرَاوِيلِ وَدُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَالسِّوَاكِ، وَالاكْتِحَالِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ وَحَلْقِ الرَّأْسِ، وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَالْمُصَافَحَةِ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَالْخُرُوجِ مِنَ الْخَلَاءِ، وَالْأَخْذِ وَالْعَطَاءِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ فِي مَعْنَاهُ. وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ الْيَسَارِ فِي ضِدِّ ذٰلِكَ، كَالِامْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ، وَدُخُولِ الْخَلَاءِ، وَالْخُرُوجِ مِنَ

٩٩- ہر باعزت کام میں دائیں ہاتھ پاؤں کو مقدم کرنا مستحب ہے

جیسے وضو‘ غسل‘ تیمم‘ کپڑے‘ جوتے‘ موزے اور شلوار پہننے‘ مسجد میں داخل ہونے‘ مسواک کرنے‘ سرمہ لگانے‘ ناخن کاٹنے‘ موچھیں کترنے‘ بغل کے بال اکھیڑنے‘ سر کے بال مونڈنے‘ نماز کا سلام پھیرنے‘ کھانے پینے‘ مصافحہ کرنے‘ حجر اسود کو چومنے‘ بیت الخلاء سے نکلنے‘ کوئی چیز لینے اور دینے اور ان کے علاوہ اس قسم کے دوسرے کاموں میں اور ان کے برعکس دوسرے کاموں میں بائیں ہاتھ پاؤں کو مقدم کرنا مستحب ہے- جیسے ناک صاف کرنا‘ بائیں طرف

الْمَسْجِدِ، وَخَلْعِ الْخُفِّ وَالنَّعْلِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالثَّوْبِ، وَالاِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ

قال الله تعالى: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَيَقُولُ هَآؤُمُ ٱقْرَءُوا۟ كِتَٰبِيَهْ﴾ الآيات [الحاقة: ١٩]، وقال تعالى: ﴿فَأَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَأَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ﴾ [الواقعة: ٨، ٩].

تھوکنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، موزے، جوتے، شلوار اور کپڑے اتارنا، استنجا کرنا، گندے افعال اور اس طرح کے کام کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس جس شخص کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا، لو یہ میرا نامہ اعمال پڑھو۔

اور فرمایا: پس دائیں ہاتھ والے (سبحان اللہ) دائیں ہاتھ والے کیا (ہی چین میں) ہیں اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (گرفتار عذاب) ہیں۔

فوائد آیات: اہل ایمان جو قیامت والے دن اللہ کی رحمت و مغفرت سے شاد کام ہوں گے، ان کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے جو ان کی سعادت اور خوش بختی کی علامت ہوگی۔ اسی لئے ان کو قرآن کریم میں اصحاب الیمین کہا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں اصحاب الیمین اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ عرش کے دائیں جانب ہوں گے۔ بہرحال ان آیات سے امام نوویؒ نے اچھے کاموں میں دائیں اعضاء کو مقدم کرنے اور ناپسندیدہ کاموں میں بائیں ہاتھ پیروں کے استعمال کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بابت واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

٧٢١ - عن عائشة رضيَ الله عنها قالَتْ: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ في شَأْنِهِ كُلِّه: في طُهُورِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وتنعُّلِهِ. متفقٌ عليه.

۱/۷۲۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں (جیسے) وضو کرنے، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، وكتاب اللباس وغيرهما من كتب الصحيح - وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره.

٧٢٢ - وعنها قالت: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ اليُمْنَى لِطَهُورِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتِ اليُسْرَى لِخَلائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى. حديث صحيح، رواه أبو داود وغيره بإسنادٍ صحيح.

۲/۷۲۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ تو آپؐ کے وضوء اور کھانے کے لئے اور آپؐ کا بایاں ہاتھ استنجاء اور دوسرے گندے کاموں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

(ابو داؤد- یہ حدیث صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء.

۷۲۲- فوائد: لخلائه کا مطلب ہے استنجا کرنا، ڈھیلے پکڑنا اور گندگی صاف کرنا۔ اذی، ایسے کام جن میں گندگی

اور کراہت ہو جیسے تھوک، ناک صاف کرنا وغیرہ۔ دونوں حدیثوں میں نبی کریم ﷺ کے عمل کا بیان ہے جو تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ اور قابل اتباع ہے۔

٧٢٣ - وعن أُم عَطِيَّةَ رضيَ الله عنها أَنَّ النبيَّ ﷺ قالَ لَهُنَّ في غَسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رضي الله عنها: «ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الوُضُوءِ مِنْهَا» متفقٌ عليه.

۳/ ۷۲۳ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل وفات کے سلسلے میں فرمایا کہ اس کے اعضاء میں سے داہنے عضو سے اور اعضاء وضو سے ابتدا کرنا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، وكتاب الجنائز، باب يبدأ بميامن الميّت، - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في غسل الميّت.

۷۲۳۔ فوائد: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح زندگی میں تیامن (دائیں طرف کو اختیار کرنا) پسندیدہ ہے اسی طرح وفات کے بعد میت کو غسل دینے میں بھی اسی اصول کو سامنے رکھا جائے گا۔ (۲) حضرت ام عطیہؓ غسل دینے والی عورتوں میں شامل تھیں، نبی کریم ﷺ نے ان سمیت تمام عورتوں کو مذکورہ ہدایت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو یا تو نہایت قریبی محرم (یعنی خاوند) غسل دے یا پھر عورتیں ہی مل کر غسل دیں۔

٧٢٤ - وعن أبي هُريرةَ رضيَ الله عنه أن رسولَ الله ﷺ قال: «إذا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ باليُمْنى، وَإذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بالشِّمَالِ. لِتكُنِ اليُمْنى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ» متفقٌ عليه.

۴/ ۷۲۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پیر سے پہل کرے اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے۔ جوتا پہنتے وقت دایاں پیر پہلے ہو اور جوتا اتارتے وقت اسے آخر میں ہونا چاہیے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ينزع نعله اليسرى - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب إذا انتعل فليبدأ باليمين، وإذا خلع فليبدأ بالشمال.

۷۲۴۔ فوائد: اس میں جوتے پہننے اور اتارنے کے آداب بیان کئے گئے ہیں، اتباع رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اس کا خیال رکھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

٧٢٥ - وعن حَفْصَةَ رضيَ الله عنها أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ، كان يَجْعَلُ يَمِينَه لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ يَسَارَهُ لِمَا سِوَى ذلكَ. رواه أبو داود والترمذي وغيره.

۵/ ۶۲۵ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ، اپنے کھانے، پینے اور کپڑے پہننے کے لئے استعمال فرماتے تھے اور بایاں ہاتھ ان کے سوا دوسرے کاموں کے لئے

(اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء.

٧٢٦ - وعن أبي هُريرةَ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذا لَبِسْتُمْ، وَإذا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَؤُوا بِأَيَامِنكُمْ» حديث صحيح، رواه أبو داود والترمذي بإسناد صحيح.

٦/ ٧٢٦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم کپڑا پہنو اور وضو کرو تو دائیں اعضاء سے ابتدا کرو۔

(ابو داؤد' ترمذی' اس کی سند صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب الانتعال - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء بأي رجل يبدأ إذا انتعل؟ - واللفظ لأبي داود.

٧٢٧ - وعن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أتى منًى، فَأَتَى الجَمْرَةَ فرَمَاهَا، ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ بِمِنًى، وَنَحَرَ، ثُمَّ قال لِلحلاَّقِ: «خُذْ» وَأَشَارَ إلى جَانِبِهِ الأَيْمَنِ، ثُمَّ الأَيْسَرِ، ثمَّ جعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ. متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: لمَّا رَمَى الجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ، نَاوَلَ الحَلاَّقَ شِقَّهُ الأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثم دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الأنصَارِيَّ رضي الله عنه، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الأَيْسَرَ فقال: «احْلِقْ» فَحلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فقال: «اقسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ».

٧/ ٧٢٧ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ پہنچے تو جمرے پر آئے اور اسے کنکریاں ماریں' پھر منیٰ سے اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور جانور قربان کیا' پھر سر مونڈنے والے سے فرمایا' پہلے اس حصے کے بال کاٹ اور (ہاتھ سے) اپنی دائیں جانب اشارہ فرمایا۔ پھر بائیں حصے کے۔ پھر آپؐ نے وہ بال (بطور تبرک) لوگوں کو دینے شروع کر دیئے۔

(بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے جب آپؐ نے جمرے کو کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی ذبح کرلی اور سر منڈوانے لگے تو آپؐ نے سر مونڈنے والے کی طرف اپنے (سر کا) دایاں حصہ کیا' اس نے اسے مونڈ دیا' پھر آپؐ نے حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کو بلا کر وہ بال انہیں دے دیئے۔ پھر آپؐ نے (مونڈنے والے کی طرف) اپنا بایاں حصہ کیا اور فرمایا اس کے بال مونڈ' پس اس نے وہ بھی مونڈ دیئے' آپؐ نے وہ بال بھی حضرت ابو طلحہؓ کو دے دیئے اور فرمایا' انہیں لوگوں میں بانٹ دو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم يحلق.

٧٢٧- فوائد: (ا) دس ذوالحجہ کو عرفات سے واپس آکر صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنی ہوتی ہیں۔ پھر قربانی اور پھر حلق' اور پھر خانہ کعبہ جاکر طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ یوم النحر کو یہ چار کام اسی ترتیب سے

کیے جائیں تاہم کسی وجہ سے تقدیم و تاخیر ہو جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس روز کنکریاں مارنے کے بعد محرم حلال ہو جاتا ہے لیکن یہ حلت صغریٰ ہے یعنی بیوی کے علاوہ دوسری چیزیں اس کے لئے حلال ہو جاتی ہیں، جیسے خوشبو وغیرہ لگانا اور طواف افاضہ کے بعد مکمل حلال ہو جاتا ہے (۲) دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ حلق یا تقصیر میں سر کے دائیں جانب سے اس کا آغاز کیا جائے (۳) اس میں بالوں کو بطور تبرک تقسیم کرنے کا بھی ذکر ہے جو نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اب بھی رسول اللہ ﷺ کے آثار باعث تبرک ہیں بشرطیکہ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ کے آثار ہوں۔

* * *

٢ ـ كِتَابُ أَدَبِ الطَّعَامِ

١٠٠ ـ بَابُ التَّسْمِيَةِ فِي أَوَّلِهِ وَالْحَمْدِ فِي آخِرِهِ

۱۰۰۔ کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا اور اس کے آخر میں الحمدللہ کہنا

٧٢٨ ـ عن عُمَرَ بنِ أبي سَلَمَةَ رضي الله عنهما قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «سَمِّ اللهَ وكُلْ بِيَمِينِكَ، وكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» متفقٌ عليه.

۱/ ۷۲۸ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا' اللہ کا نام لو (یعنی آغاز میں بسم اللہ پڑھو) اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية علي الطعام، والأكل باليمين، وباب الأكل مما يليه ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۲۸۔ فوائد: اس میں سب سے پہلا ادب یہ بتلایا گیا ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانے یا پینے کا آغاز کیا جائے۔ دوسرا ادب یہ کہ اپنی طرف سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ دوسروں کے سامنے سے چن چن کر مت کھاؤ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کسی بڑے برتن (طباق' سینی' یا تھالی وغیرہ) میں بیک وقت کئی افراد مل کر کھائیں اور کھانا بھی ایک ہی قسم کا ہو۔ اگر انواع و اقسام کی چیزیں ہوں (جیسے مختلف پھل) تو پھر دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی ہاتھ بڑھا کر چیز لینا جائز ہوگا۔ یہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے۔

٧٢٩ ـ وعن عَائشةَ رضيَ الله عنها قالَتْ: قالَ رسولُ الله ﷺ: «إذا أكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تعَالَى، فإنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ تعالى في أوَّلِهِ، فَلْيَقُلْ:

۲/ ۷۲۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اللہ کا نام یاد کرے (بسم اللہ پڑھے) اگر کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس

بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

طرح کہہ لے بسم اللہ اولہ وآخرہ (اول اور آخر دونوں حالتوں میں اللہ کے نام سے)

(ابوداؤد، ترمذی، حسن صحیح)

تخریج: سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام - وسنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام.

۷۲۹- فوائد: اس میں مزید آسانی عطا کردی گئی ہے کہ آغاز میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو درمیان میں یا آخر میں جب بھی یاد آجائے تو مذکورہ الفاظ میں اللہ کو یاد کرلیا جائے۔

٧٣٠ - وعن جابرٍ رضيَ الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «إذا دَخَلَ الرَّجُل بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللهَ تعالى عِنْدَ دُخُولِهِ وعِنْدَ طَعامِهِ، قال الشَّيْطانُ لأَصْحَابِهِ: لا مَبيت لَكُم ولا عَشَاءَ، وإذا دخَل، فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالى عِنْد دخُولِهِ، قال الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ المَبيتَ؛ وإذا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالى عِنْدَ طَعَامِهِ قال: أَدْرَكْتُمُ المَبيتَ وَالعَشَاءَ» رواه مسلم.

۳/ ۷۳۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپؐ فرما رہے تھے جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے اور کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے (یہاں) تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا اور جب داخل ہوتا ہے لیکن داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا، تو شیطان کہتا ہے تمہیں (یہاں) رات گزارنے کا ٹھکانا مل گیا ہے اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں شب باشی کا ٹھکانا اور کھانا دونوں مل گئے ہیں۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۳۰- فوائد: معلوم ہوا کہ مذکورہ اوقات میں شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں سے بچنے کے لئے اللہ کا نام لینا ضروری ہے اور اللہ کا نام لینے سے مراد وہ مسنون دعائیں ہیں جو ایسے موقعوں کے لئے احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جیسے کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور گھر میں داخل ہوتے وقت اللھم انی اسئلک خیر المولج وخیر المخرج بسم اللہ ولجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا، پڑھنا۔

٧٣١ - وعن حُذَيْفَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: كُنَّا إذا حَضَرْنَا مَعَ رَسولِ اللهِ ﷺ طَعَاماً، لَمْ نَضَعْ أيدِينَا حَتَّى يَبْدَأَ رسولُ اللهِ ﷺ فَيَضَعَ يَدَه. وَإنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَاماً، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كأنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا في الطَّعَامِ، فَأَخَذَ

۴/ ۷۳۱ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو ہم کھانے میں اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالتے جب تک رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر پہل نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم کھانے میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے کہ اچانک ایک لڑکی آئی، گویا کہ اسے

رسولُ اللهِ ﷺ بيدِهَا، ثمَّ جاءَ أَعرَابيٌّ كأنَّما يُدْفعُ، فأَخَذَ بيَدِهِ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أنْ لا يُذْكَرُ اسمُ اللهِ تعالى عليه، وَإنَّهُ جاءَ بهذهِ الجارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بهَا، فَأَخَذْتُ بيدِهَا، فَجاءَ بهذا الأَعْرَابيِّ لِيَسْتَحِلَّ بهِ، فَأَخَذْتُ بيَدِهِ، وَالَّذي نَفسي بِيَدِه! إنَّ يَدَه في يَدي معَ يَدَيْهِمَا» ثمَّ ذَكَرَ اسمَ اللهِ تَعالى وَأكلَ. رواه مسلم.

دھکیلا جارہا ہے (یعنی تیزی سے آئی) اور کھانے میں اپنا ہاتھ ڈالنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا (اور وہ بھی اتنی تیزی سے آیا) گویا کہ اسے دھکیلا جارہا ہے۔ پس آپؐ نے اس کا (بھی) ہاتھ پکڑلیا اور آپؐ نے فرمایا' جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے اور وہی شیطان اس لڑکی کو لایا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے وہ اس کو حلال کرلے تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر وہ اس دیہاتی کو لایا تاکہ اس کے ذریعے سے کھانے کو حلال کرلے تو میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یقیناً اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۳۱- فوائد: اس میں بھی اللہ کا نام نہ لئے جانے کی صورت میں شیطان اور اس کے چیلوں کی شرکت کا اثبات ہے۔ اس لئے کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ اس میں ہاتھ پکڑنے کا جو واقعہ مذکور ہے' یقیناً ایسا ہوا ہوگا' آپؐ نے اللہ کی طرف سے علم پاکر ان کے ہاتھ پکڑلئے اور ان کی شرکت سے کھانے کو محفوظ رکھا۔ ہمارے پاس نہ وہ ذریعہ علم ہے جو ایک پیغمبر کے پاس ہوتا ہے اور نہ وہ طاقت جو تائید الٰہی سے انہیں حاصل ہوتی ہے۔ بنابریں ہمارے لئے شیطان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایسے موقعوں پر پہلے اللہ کا نام لیں۔ دوسرے' اس میں کھانے کا ایک ادب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کھانے کا آغاز وہ کرے جو بڑا اور معزز ہو۔ نہ یہ کہ بیک بارگی ڈھورڈنگروں کی طرح کھانے پر پل پڑیں جیسا کہ آج کل دعوتوں میں یہ بے ہودگی عام ہے اور یہ اسلام کی تعلیمات سے انحراف کا نتیجہ ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان اب کھانا بھی انسانوں کی طرح نہیں کھا سکتے بلکہ اللہ نے ان کو ایسا ڈنگر بنادیا ہے جس کو کبھی کھانا دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو۔ ع

حذر اے چیرہ دستاں' سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

٧٣٢ ـ وعن أُمَيَّةَ بنِ مَخشِيٍّ الصَّحَابيِّ رضيَ الله عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ جالساً، وَرَجُلٌ يأكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ اللهَ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ لُقْمَةٌ، فلَمَّا

۵/ ۷۳۲ حضرت امیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک آدمی بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھارہا تھا حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا اور اسے اس نے

رَفَعَهَا إلى فِيهِ، قَالَ: بِسمِ الله أوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النبيُّ ﷺ، ثمَّ قالَ: «مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسمَ اللهِ اسْتَقَاءَ مَا في بَطْنِهِ». رواه أبو داود، والنسائي.

اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو (یاد آنے پر) اس نے کہا‘ بسم اللہ اولہ وآخرہ- تو نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا رہا‘ پس جب اس نے اللہ کا نام لیا تو اس نے اپنے پیٹ کا سارا کھانا قے کرکے باہر نکال دیا- (ابو داؤد‘ نسائی)

تخريج: سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة، باب التسمية علي الطعام.

امام منذری نے اسے سنن الکبری للنسائی کی طرف منسوب کیا ہے- شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے-

٧٣٣ ـ وعن عائشةَ رضيَ الله عنها قالَتْ: كَانَ رسولُ الله ﷺ يَأكُلُ طَعَاماً في ستَّةٍ مِنْ أَصحَابِهِ، فَجاءَ أَعْرابيٌّ، فَأكَلَهُ بِلُقْمَتَيْن، فقال رسولُ الله ﷺ: «أما إنَّهُ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ»، رواه الترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۶ / ۷۳۳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ سن لو‘ اگر یہ اللہ کا نام لے لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہوجاتا- (ترمذی‘ حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية علي الطعام.

۷۳۳- فوائد: اللہ کے نام سے کھانے میں برکت پڑتی ہے اور نام نہ لینے سے برکت اٹھ جاتی ہے-

٧٣٤ ـ وعن أبي أُمامة رضيَ الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ كانَ إذا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قال: «الحَمْدُ للهِ كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيه، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبُّنَا» رواه البخاري.

۷ / ۷۳۴ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے‘ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں‘ ایسی تعریف جو بہت ہو‘ پاکیزہ ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو- نہ اس سے کفایت کی گئی ہے نہ یہ آخری کھانا ہے اور نہ اس سے بے نیازی ہوسکتی ہے-‘ اے ہمارے رب! (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يقول إذا فرغ من طعامه.

۷۳۴- فوائد: غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ‘ میں ضمیر کھانے کی طرف لوٹتی ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے یعنی ہم نے کھانا تو کھالیا ہے لیکن یہ اتنا کافی نہیں ہے کہ اس کے بعد ہمیں اس کی مزید ضرورت نہ رہے بلکہ اے رب! ہمیں تیرے رزق کی ہروقت ضرورت ہے- ولا مودع‘ یہ وداع سے ہے یعنی یہ ہمارا آخری کھانا نہیں ہے اور نہ ہم اس سے کبھی بے نیاز ہوسکتے ہیں- بعض نے ضمیر کا مرجع اللہ کو اور بعض نے حمد کو بتلایا ہے- مائدہ کے معنی بقیہ کھانے یا مطلق کھانے یا کھانے کے برتن کے ہیں- اردو کے دسترخوان میں بھی یہ سارے مفہوم آجاتے ہیں- کھانے کے آخر میں اس دعائے ماثور کے ذریعے سے اللہ کی حمد کرلینی مسنون و مستحب ہے-

٧٣٥ ـ وعن مُعَاذِ بن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه قالَ: قَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ طَعَاماً فقال: الحَمْدُ للهِ الَّذي أَطْعَمَني هذا، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ.

۸/ ۷۳۵ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے کھانا کھایا، پھر یہ دعا پڑھی، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ رزق مجھے دیا، بغیر میری طاقت یا تدبیر اور قوت کے۔ تو اس کے اگلے گناہ (صغیرہ) معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(ابوداؤد ترمذی۔ یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، أوائل كتاب اللباس ـ وسنن ترمذي، أبواب الدعوات.

۷۳۵۔ فوائد: اس میں کھانے کے آخر میں اللہ کی حمد بیان کرنے کا نتیجہ اور ثواب بتلایا گیا ہے کہ اس کے پچھلے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

١٠١ ـ بَابُ لاَ يَعِيبُ الطَّعَامَ وَاسْتِحْبَابُ مَدْحِهِ

۱۰۱۔ کھانے کے عیب نہ نکالنے اور کھانے کی تعریف کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

٧٣٦ ـ عن أبي هُريرة رضيَ اللهُ عنهُ قالَ: مَا عَابَ رسُولُ اللهِ ﷺ طَعَاماً قَطُّ، إن اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. متفقٌ عليه.

۱/ ۷۳۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر وہ کھانا پسند ہوتا تو کھالیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب لا يعيب الطعام.

۷۳۶۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ہے جس میں ہم سب مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ ہم مسلمانوں کا طرز عمل اس اسوہ حسنہ کے برعکس ہے۔ ہم کھانوں کے ذائقے میں ذرا سی کمی بیشی پر آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں اور ایک طوفان برپا کردیتے ہیں۔ کاش ہم اپنے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کو اپنا سکیں۔

٧٣٧ ـ وعن جابرٍ رضيَ الله عنه أنَّ النبيّ ﷺ سَأَلَ أَهْلَهُ الأُدْمَ فقالُوا: ما عِنْدَنَا إلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ ويقول: «نِعْمَ الأُدْمُ الخَلُّ، نِعْمَ الأُدْمُ الخَلُّ» رواه مسلم.

۲/ ۷۳۷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، تو انہوں نے کہا، ہمارے پاس سرکے کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو آپؐ نے وہی منگوایا اور (اس کے ساتھ) کھانا شروع کردیا اور فرمانے لگے کہ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة الخل والتأدم به.

۷۳۷- فوائد: اس میں بھی نبی ﷺ کی اس سادگی اور تواضع کا بیان ہے جو کھانے پینے کے معاملے میں آپ نے ہمیشہ اختیار کیے رکھی- جس طرح رہن سہن اور پوشاک میں آپ نے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے گریز کیا' اسی طرح خوراک میں بھی تکلّفات سے اجتناب برتا بلکہ پر تکلف کھانے تو کجا' جو بھی سامنے یا میسر آجاتا اس سے گزارہ کرلیتے- ادم' ادام کی جمع ہے' اس کے معنی سالن کے ہیں یعنی جس کے ساتھ بھی روٹی کھائی جاسکے وہ ادام (سالن) ہے-

١٠٢ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَائِمٌ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ

۱۰۲- روزے دار کے سامنے جب کھانا آئے مگر وہ روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے؟

٧٣٨ ـ عن أبي هُريرة رضيَ اللهُ عنه قالَ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا دُعِيَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُجِبْ؛ فَإِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِراً فَلْيَطْعَمْ» رواه مسلم. قال العُلَمَاءُ: مَعْنى «فَلْيُصَلِّ»: فَلْيَدْعُ، ومعنى «فَلْيَطْعَمْ»: فَلْيَأْكُلْ.

۱/ ۷۳۸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ قبول کرے- اگر وہ روزہ دار ہو تو (دعوت کرنے والے کے حق میں) دعا کردے اور اگر روزے سے نہ ہو (یا نفلی روزہ ہو اور اسے توڑلے) تو دعوت کھالے- (مسلم)

علماء نے کہا ہے فلیصل کے معنی ہیں کہ وہ دعا کردے اور فلیطعم کے معنی ہیں' کھالے-

تخريج: صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة.

۷۳۸- فوائد: نفلی روزہ شرعاً توڑنے کی اجازت ہے اس کی کوئی قضا نہیں ہے- جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے-اس لئے دعوت ملنے پر روزہ توڑ کر بھی دعوت کھالینا جائز ہے' تاہم اگر کوئی روزہ توڑنا پسند نہ کرے تو دعوت دینے والے کے حق میں خیر و برکت کی دعا کر دے- تاہم ایسی دعوتیں قبول کرنے سے انکار کردیا جائے جن میں اسراف' بے ہودہ غیر شرعی رسموں اور اللہ کی نافرمانیوں کا علانیہ ارتکاب کیا جاتا ہے- جیسے شادی بیاہ' منگنی' ولیمے اور سالگرہ کی تقریبات وغیرہ ہیں- ان کا بائیکاٹ نہایت ضروری ہے' ورنہ شریک ہونے والا بھی گناہگار ہوگا-

١٠٣ ـ بَابُ مُا يَقُولُهُ مَنْ دُعِيَ إِلَى طَعَام فَتَبِعَهُ غَيْرُهُ

۱۰۳- کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی لگ جائے تو وہ اس کو کیا کہے؟

٧٣٩ ـ عن أبي مسعودِ البَدْرِيِّ رضيَ الله عنه قال: دَعَا رَجُلٌ النَّبيَّ ﷺ لِطَعَام صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ

۱/ ۷۳۹ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا' آپ پانچویں

رَجُلٌ، فَلَمَّا بَلَغَ البابَ، قال النبيُّ ﷺ: «إنَّ هذا تَبِعَنا؛ فَإنْ شِئْتَ أنْ تَأْذَنَ لَهُ، وَإنْ شِئْتَ رَجَعَ» قال: بل آذَنُ لهُ يا رسولَ اللهِ! متفق عليه.

تھے (یعنی مدعوین میں آپ کے علاوہ چار آدمی اور تھے) پس ان کے ساتھ ایک (چھٹا) آدمی اور شامل ہو گیا۔ جب آپؐ (داعی کے) دروازے پر پہنچے تو اس سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ آگیا ہے اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور اگر چاہو تو واپس چلا جائے‘ اس نے کہا (نہیں) یارسول اللہ! بلکہ میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب الرجل يتكلف الطعام لإخوانه، وكتاب البيوع وكتاب المظالم ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب ما يفعل الضيف إذا تبعه غير من دعاه صاحب الطعام.

۷۳۹- فوائد: بغیر دعوت کے اس طرح طفیلی بن کر دعوت میں شریک ہونا غیر اخلاقی حرکت ہے تاہم صاحب دعوت سے اجازت لے لی جائے تو اس کی گنجائش ہے‘ چنانچہ نبی ﷺ نے اسی لئے اجازت طلب فرمائی۔

١٠٤ ـ بَابُ الأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ وَوَعْظِهِ وَتَأْدِيبِهِ مَنْ يُسِيءُ أَكْلَهُ

۱۰۴۔ اپنے سامنے کھانے کا اور نامناسب انداز سے کھانے والے کو نصیحت و تادیب کرنے کا بیان

٧٤٠ ـ عن عمر بن أبي سَلَمَةَ رضي الله عنهما قال: كنْتُ غلاماً في حِجْرِ رسولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ في الصَّحْفَةِ، فقال لِي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا غُلامُ! سَمِّ اللهَ تَعَالى، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» متفقٌ عليه. قوله: «تَطِيْشُ» بكسر الطاء وبعدها ياءٌ مثناة من تحت، معناه: تتحرّك وتمتدّ إلى نواحي الصَّحْفَةِ.

۱/۷۴۰ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں نوعمر بچہ تھا (کیونکہ ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے حبالہ عقد میں آگئی تھیں) اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) پورے برتن میں گھومتا تھا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔

(بخاری و مسلم)

تطیش‘ طاء پر زیر اور اس کے بعد یاء۔ اس کے معنی ہیں اس کا ہاتھ حرکت کرتا اور برتن کے کناروں تک دراز ہوتا تھا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية علي الطعام والأكل باليمين، وباب

الأكل مما يليه - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما.

۷۴۰- فوائد: غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں' صحفة ' ایسے برتن کو جس میں پانچ آدمیوں کا اور قصعة ' ایسے برتن کو کہتے ہیں جس میں دس آدمیوں کا کھانا آجائے- اس میں نبی ﷺ نے اپنے زیر پرورش بچے کو کھانے کے آداب بتلائے ہیں- اس طرح ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے زیر تربیت بچوں کی پرورش کرے-

٧٤١ - وعن سَلَمَةَ بنِ الأكْوَعِ رضيَ اللهُ عنه أن رَجُلاً أكَلَ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ بشِمالِه، فقال: «كُلْ بيَمِينِكَ» قال: لا أستطيعُ، قالَ: «لا اسْتَطَعْتَ» ما مَنَعَهُ إلَّا الكِبْرُ! فَمَا رَفعَهَا إلى فِيهِ. رواه مسلم.

۲/۷۴۱ **حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپؐ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھا' اس نے کہا' میں اس کی طاقت نہیں رکھتا- آپؐ نے فرمایا' تو نہ ہی طاقت رکھے- اسے (نبی ﷺ کا حکم ماننے سے) صرف تکبر نے روکا' پس وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ کی طرف نہ اٹھا سکا- (یعنی آپؐ کی بددعاء سے اس کا ہاتھ مفلوج ہوگیا اور وہ اسے اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا) (مسلم)**

تخريج: تقدم في رقم١٥٩ وفي رقم٦١٣.

۷۴۱- فوائد: یہ روایت اس سے قبل حدیث نمبر ۱۵۹ اور ۶۱۳ میں بھی گزر چکی ہے- باب کی مناسبت سے یہاں بھی اسے نقل کیا گیا ہے- اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کے جو آداب ہیں' ان کا خیال رکھنا اور لوگوں کو ان کی تاکید کرنا چاہیے- نیز محض تکبراً صحیح بات کا انکار کرنا بہت بڑا جرم ہے جس سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے- اس میں نبی کریم ﷺ کے معجزے کا بھی اثبات ہے کہ آپؐ کی بددعا سے وہ اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا-

١٠٥ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ القِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا إِذَا أَكَلَ جَمَاعَةٌ إِلاَّ بِإِذْنِ رِفْقَتِهِ

۱۰۵- جب چند افراد مل کر کھا رہے ہوں تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کھجوروں یا اس قسم کی دیگر چیزوں کو دو دو اکٹھا کرنا منع ہے-

٧٤٢ - عن جَبَلَةَ بن سُحَيْمٍ قال: أَصَابَنَا عامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرُزِقْنَا تَمْراً، وَكَانَ عَبْدُ الله بن عمر رضي الله عنهما يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ فيقولُ: لا تُقَارِنُوا، فإن النبي ﷺ نَهى عَنِ الإقرانِ، ثم يقولُ: إلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ

۱/۷۴۲ **حضرت جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں قحط سالی کا شکار ہوگئے تو ہمیں چند کھجوریں دی گئیں- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو ہم کھجوریں کھا رہے تھے تو فرمانے لگے کہ دو دو ملا کر نہ کھاؤ' اس لئے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ملانے سے منع**

أَخَاهُ. متفقٌ عليه.

فرمایا ہے، پھر فرمایا، مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی (ساتھی) سے اجازت لے لے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب إذا إذن إنسان لآخر شيئا جاز، وكتاب الشركة، باب القران في التمر بين الشركاء... وكتاب الأطعمة، باب القران في التمر - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب نهي الآكل مع جماعة عن قران تمرتين...

۷۴۲۔ فوائد: اس میں آج کل کے مسلمانوں کے لئے بڑی اہم ہدایت ہے جو اخلاقیات سے بالکل نابلد ہو گئے ہیں۔ دعوتوں میں عام طور پر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنے اردگرد کے ساتھیوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پلیٹ بھرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ کھانے کی یہ حرص ہمارے پیغمبرؐ کی مذکورہ تعلیم و ہدایت کے خلاف ہے، جس کا مقصد دوسرے ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ہے صرف اپنے پیٹ کے لئے ہی ایندھن فراہم کرنا نہیں۔

١٠٦ - بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنْ يَأْكُلُ وَلاَ يَشْبَعُ

۱۰۶۔ جو شخص کھانا کھائے اور سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

٧٤٣ - عن وَحْشِيِّ بنِ حربٍ رضيَ الله عنه أن أَصحابَ رسولِ الله ﷺ قالُوا: يا رسولَ اللهِ! إنَّا نَأْكُلُ وَلاَ نَشْبَعُ؟ قال: «فلَعَلَّكُمْ تفترِقُون» قالُوا: نَعَمْ. قال: «فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فيه» رواه أبو داود.

۱/ ۷۴۳ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: پس تم کھانا اجتماعی طریقے سے کھاؤ اور اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) تمہارے لئے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب الاجتماع علي الطعام.

۷۴۳۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھ کر اور اجتماعی طور پر ایک ہی برتن میں کھانا شکم سیری اور حصول برکت کا سبب ہیں اور ان سے گریز بے برکتی کا باعث۔

١٠٧ - بَابُ الأَمْرِ بِالأَكْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الأَكْلِ مِنْ وَسَطِهَا

۱۰۷۔ پیالے کی ایک جانب سے کھانے کا حکم اور اس کے درمیان سے کھانے کی ممانعت

فيه: قوله ﷺ: «وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» متفقٌ عليه كما سبق.

اس باب میں صحیحین کی ایک حدیث تو وہ ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ (دیکھو باب نمبر ۱۰۴ رقم ۱/ ۷۴۰)

٧٤٤ - وعن ابنِ عباسٍ رضيَ اللهُ

۱/ ۷۴۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی

عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ، فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

کریم ﷺ نے فرمایا، برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، پس تم اس کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور اس کے درمیان میں سے مت کھاؤ۔

(ابو داؤد و ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في الأكل من أعلي الصحفة ـ وسنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في كراهية الأكل من وسط الطعام.

۷۴۴- فوائد: کناروں سے مراد برتن کے کنارے اور اس کا درمیان ہے۔ اس میں کھانے کا ادب بتلایا گیا ہے کہ درمیان میں سے مت کھاؤ بلکہ اپنے سامنے سے اور کنارے سے کھاؤ، خاص طور پر جب کوئی اور بھی ساتھ کھارہا ہو۔ اسی طرح روٹی بھی درمیان میں سے کھالینا اور اس کے کنارے بچا دینا، ممنوع ہوگا۔

٧٤٥ ـ وعن عبدِ اللهِ بنِ بُسْرٍ رضيَ الله عنه قال: كان لِلنَّبيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لها: الْغَرَّاءُ، يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحَى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يعني وقد ثُرِدَ فيها، فَالتَفُّوا عليها، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رسولُ اللهِ ﷺ. فقالَ أعرابيٌّ: ما هذه الجِلْسَةُ؟ قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ الله جَعَلَني عَبْداً كَرِيماً، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّاراً عَنِيداً»، ثمَّ قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فيها» رواه أبو داود بإسناد جيد. «ذِرْوَتَهَا»: أَعْلاها؛ بكسر الذال وضمها.

۲/ ۷۴۵ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک پیالہ تھا، جسے غراء کہا جاتا تھا اسے چار آدمی (چاروں طرف سے پکڑ کر) اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا (یعنی تقریباً دن کا چوتھائی حصہ) اور صحابہ رضی اللہ عنہم چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ (اٹھا کر) لایا جاتا اور اس میں ثرید تیار کیا ہوتا تھا (یعنی شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوتے تھے) پس لوگ اس کے گرد جمع ہوجاتے اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ چنانچہ ایک دیہاتی نے کہا، یہ کیسی نشست ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً مجھے اللہ تعالیٰ نے مہربان بندہ بنایا ہے، مجھے متکبر اور عناد رکھنے والا نہیں بنایا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم اس کے کناروں سے کھاؤ اور اس کا اوپر والا (درمیانی) حصہ چھوڑ دو، تو اس میں برکت دی جائے گی۔ (ابو داؤد نے اسے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

ذروتھا، ذال پر زیر اور پیش دونوں طرح جائز ہے۔ معنی ہیں، بالائی حصہ (یعنی درمیانی حصہ)

تخریج: سنن أبي داود برقم٣٧٧٣ ـ وسنن ابن ماجة برقم٣٢٦٣ وإسناده صحيح.

۷۴۵- فوائد: اس میں بھی اجتماعی طور پر کھانے اور کناروں سے کھانے کو باعث برکت بتلایا گیا ہے۔ نیز گھٹنوں

کے بل بیٹھنے کا استحباب ہے۔ علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ کے شرف و فضل اور آپؐ کی تواضع اور عاجزی کا بیان ہے۔

١٠٨ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الأَكْلِ مُتَّكِئاً

۱۰۸۔ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے

٧٤٦ - عن أَبي جُحَيْفَةَ وَهْبِ بنِ عبدِ الله رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لا آكُلُ مُتَّكِئاً» رواه البخاري. قال الخَطَّابيُّ: المُتَّكِيءُ هُنَا: هو الجالِسُ مُعْتَمِداً على وِطاءٍ تحته، قال: وَأَرَادَ أَنَّهُ لا يَقْعُدُ عَلى الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ كَفِعْلِ مَنْ يُرِيدُ الإِكْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ، بل يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزاً لا مُسْتَوْطِناً، وَيَأْكُلُ بُلْغَةً. هذا كلامُ الخَطَّابي، وَأَشَار غَيْرُهُ إلى أَنَّ المُتَّكِيءَ هو المائلُ عَلى جَنْبِه، والله أعلم.

۱/ ۷۴۶ حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

امام خطابیؒ فرماتے ہیں، یہاں ٹیک لگانے والے سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے نیچے بچھائے ہوئے گدے پر سہارا لے کر بیٹھے۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ آپؐ گدے اور تکیوں پر اس شخص کی طرح نہ بیٹھتے جو زیادہ کھانا کھانے کا ارادہ کرتا ہے، بلکہ غیر مطمئن ہو کر بیٹھتے نہ کہ اطمینان اور قرار پکڑ کر اور بقدر کفایت کھاتے۔ یہ امام خطابیؒ کا قول ہے اور امام خطابیؒ کے علاوہ دوسروں نے اشارہ کیا ہے کہ تکیہ لگانے والے سے مراد وہ ہے جو ایک جانب جھک کر کھائے۔ واللہ اعلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب الأكل متكئا.

۷۴۶۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ ٹیک لگانے سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کسی ایک جانب جھک کر کھانا، اتکاء ہے، جیسے دائیں یا بائیں ہاتھ پر یا دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا وغیرہ اور امام خطابیؒ کے نزدیک ٹیک لگانا یہ ہے کہ اپنے نیچے گدا بچھا کر اطمینان اور سہولت سے بیٹھا جائے۔ جیسے عام طور پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا جاتا ہے اس طرح کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ کا طریقہ تھوڑا اور بقدر کفایت کھانا کھانا تھا تاہم آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو ٹیک لگا کر بیٹھنا قرار دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لئے ٹیک لگانے کا پہلا مفہوم ہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کھانے والے کے لئے بیٹھنے کا مستحب انداز یہ ہے کہ گھٹنوں کے بل پیروں کی پشت (تلووں) پر بیٹھے یا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پر بیٹھے۔ (فتح الباری، کتاب وباب مذکور)

٧٤٧ - وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قال: رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ جَالساً مُقْعِياً يَأْكُلُ تَمْراً. رواه مسلم. «المُقْعِي»: هو الذي يُلْصِقُ أَلْيَتَيْهِ بالأرضِ، ويَنْصِبُ سَاقَيْهِ.

۲/ ۷۴۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپؐ کے دونوں زانو کھڑے ہوئے تھے اور آپؐ کھجور تناول فرما رہے تھے۔ (مسلم)

المقعی، وہ شخص ہے جو اپنے چوتڑوں کو زمین کے

ساتھ ملاتا اور اپنی پنڈلیوں کو کھڑا رکھتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب تواضع الأكل وصفة قعوده.

۷۴۷۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے ایک اور انداز نشست کا ذکر ہے۔ یہ زیادہ غیر اطمینان بخش حالت ہے لیکن یہ اس وقت کی کیفیت ہے جب آپؐ بہت جلدی میں ہوتے اور چند کھجوروں کے ذریعے سے بھوک مٹا کر کسی اہم تر کام کے لئے فارغ ہونا مقصود ہوتا جیسا کہ آپؐ کی وضاحت حضرت انسؓ ہی کی ایک دوسری حدیث میں موجود ہے جو صحیح مسلم کے باب مذکور میں ہی موجود ہے۔

١٠٩ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الأَكْلِ بِثَلاَثِ أَصَابِعَ، وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الأَصَابِعِ، وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَأَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَأَكْلِهَا وَجَوَازِ مَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

۱۰۹۔ تین انگلیوں سے کھانے' انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کے پسندیدہ ہونے کا اور چاٹنے سے پہلے انہیں صاف کرنے کی کراہت' گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھا لینے اور چاٹنے کے بعد انگلیوں کو کلائی اور تلووں وغیرہ سے صاف کرنے کا بیان

٧٤٨ - عنِ ابنِ عباسٍ رضيَ الله عنهما قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَاماً، فَلاَ يَمسَحْ أَصَابِعَهُ حتى يَلعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَها» متفقٌ عليه.

۱ / ۷۴۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ (پہلے) انہیں چاٹ لے یا چٹوا لے' (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأطعمة، باب لعق الأصابع - وصحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۴۸۔ فوائد: کپڑے سے پونچھنے یا پانی سے دھونے سے قبل انگلیوں کو چاٹ لینا یا کسی ایسے شخص سے چٹوا لینا' جس کے لئے اس میں کراہت نہ ہو' جیسے بیوی' اولاد یا عقیدت مند مرید وغیرہ' پسندیدہ امر ہے' کیونکہ اس کا حکم ہے۔ اس کی علت اور حکمت کیا ہے؟ آگے بعض احادیث میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

٧٤٩ - وعن كَعبِ بنِ مالكٍ رضيَ اللهُ عنه قال: رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ بِثلاثِ أَصَابِعَ، فإذا فَرَغَ لَعِقَها. رواه مسلم.

۲ / ۷۴۹ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا' پھر جب آپ کھا کر فارغ ہو گئے تو ان کو چاٹ لیا۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۴۹۔ فوائد: (۱) تین انگلیوں سے کم کھانا بالعموم متکبرین کی عادت اور پورے ہاتھوں کا استعمال زیادہ حرص کی

علامت ہے ۔ اس لئے سب سے بہتر طریقہ، طریقہ نبوی ہی ہے تاہم حسب ضرورت زیادہ انگلیوں کا استعمال بھی جائز ہے، اسی طرح ہاتھوں کا استعمال بھی۔ (۲) اس میں بھی انگلیوں کے چاٹنے کا اثبات ہے۔

٧٥٠ - وعن جابرٍ رضيَ الله عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بلَعْقِ الأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وقال: «إنَّكُمْ لا تَدرُونَ في أَيِّ طَعَامِكم البرَكَةُ» رواه مسلم.

۳/ ۷۵۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم فرمایا ہے اور آپؐ نے فرمایا یقیناً تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے؟ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۵۰- فوائد: اس میں انگلیاں اور برتن چاٹنے کی حکمت کا ذکر ہے کہ کھانے والے کو پتہ نہیں کہ اس نے جو کچھ کھایا ہے اس میں برکت ہے یا جو اجزاء اس کی انگلیوں میں یا کھانے کے برتنوں میں رہ گئے ہیں ان کے اندر ہے؟ اس لئے ان اجزاء کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ انہیں بھی چاٹ کر اپنی خوراک میں شامل کرلیا جائے۔ ممکن ہے انہی میں برکت ہو اور وہ انسان کی صحت و قوت کے لئے زیادہ مفید ہوں۔ علاوہ ازیں اس طرح انسان اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

٧٥١ - وعنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذا وَقعَت لُقمَةُ أَحدِكُمْ، فليأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ ما كان بها مِن أَذًى وليأْكُلْهَا، ولا يَدَعْهَا للشَّيْطَانِ، ولا يَمسَحْ يَدَهُ بِالْمِنديلِ حتَّى يَلعَقَ أَصَابعَهُ فإنه لا يَدري في أيِّ طعامِهِ البرَكَةُ» رواه مسلم.

۴/ ۷۵۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو گندگی (مٹی) لگ گئی ہو اسے صاف کرلے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ کو تولیے سے نہ پونچھے یہاں تک کہ (پہلے) اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے؟ (مسلم، کتاب و باب مذکور)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۵۱- فوائد: اس میں گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر، اسے صاف کرکے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، جس میں تواضع کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری سے اجتناب بھی۔ آج کل لوگ اس حکم نبوی کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور اس طرح کرنے میں اپنی توہین اور سبکی محسوس کرتے ہیں بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ لقمہ دو لقمہ نہیں، سیروں کے حساب سے کھانا باہر گلیوں اور گھوروں پر پھینک دیتے ہیں۔ اسی طرح برتن کو چاٹ کر صاف کرنا تو کجا، برتنوں میں کھانا چھوڑ دینا ضروری سمجھتے ہیں جسے بالآخر کوڑوں کے ڈھیر میں یا نالیوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ افسوس یہ امت اپنے پیغمبر (ﷺ) کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ سے کتنی دور ہوگئی ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

٧٥٢ - وعنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إنَّ الشَّيْطَانَ يحضُرُ أحدَكم عِندَ كُلِّ

۵/ ۷۵۲ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ شیطان تمہارے ایک کے ساتھ،

شَيءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حتى يَحْضُرَهُ عِندَ طَعَامِهِ؛ فَإذا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكم فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِط ما كانَ بها مِن أَذى، ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا ولا يَدعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فإذا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ؛ فإنه لا يَدرِي في أيِّ طعامِهِ البَرَكَةُ» رواه مسلم.

اس کے ہر کام کے وقت موجود رہتا ہے‘ حتیٰ کہ اس کے کھانے کے وقت بھی اس کے پاس موجود رہتا ہے‘ پس جب تم میں کسی سے لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس میں جو گندگی (مٹی وغیرہ) لگ گئی ہے‘ اس سے اسے صاف کرلے پھر اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ پھر جب کھاکر فارغ ہوجائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے‘ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے؟ (مسلم) (کتاب و باب مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

۷۵۲- فوائد: شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہر وقت بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے- حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی- اسی لئے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کی تاکید ہے تاکہ انسان شیطان کی شرکت اور شرارتوں سے محفوظ ہوجائے اور گرے ہوئے لقمے کو چھوڑ دینا اور اسے نہ اٹھانا‘ گویا شیطان اور اس کے چیلوں چانٹوں کو وسوسہ اندازی کا موقع فراہم کرنا ہے- فنعوذ بالله من الشيطان الرجيم واعوانه

٧٥٣ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا أَكَلَ طَعَاماً، لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلاثَ، وقالَ: «إذا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكم فَلْيَأْخُذْهَا، ولْيُمِطْ عنها الأذَى، ولْيَأْكُلْهَا، ولا يَدَعْهَا لِلشَّيطَانِ» وَأَمَرَنَا أن نَسْلُتَ القَصعَةَ وقال: «إنَّكم لا تَدْرُونَ في أيِّ طَعَامِكم البَرَكَةُ» رواه مسلم.

۶ / ۷۵۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھالے اور اس سے گندگی (مٹی‘ ریت وغیرہ) کو صاف کرلے اور کھالے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور آپ ؐ ہمیں یہ حکم (بھی) دیتے کہ ہم سالن کا برتن چاٹ کر صاف کیا کریں اور فرماتے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ مسلم (حوالہ مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة.

٧٥٤ ـ وعن سعيد بنِ الحارثِ أنه سأل جابراً رضيَ الله عنه عنِ الوضوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فقال: لا، قد كُنَّا زَمَنَ النبيِّ ﷺ لا نَجِدُ مِثلَ ذلكَ الطعامِ إلَّا قليلاً، فإذا نحنُ وَجَدْنَاهُ، لَم يَكُنْ لَنا

۷ / ۷۵۴ حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو (ٹوٹنے) کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا‘ وضو نہیں ٹوٹتا- (پھر فرمایا) کہ نبی ﷺ کے زمانے میں اس قسم کے کھانے (جو آگ پر پکے ہوتے) ہمیں

مَنَادِيلُ إلَّا أَكُفَّنَا وسَوَاعِدَنَا وأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّي وَلا نَتَوَضَّأُ. رواه البخاري.

بہت کم میسر آتے تھے۔ پس جب ہم اس قسم کا کھانا کھاتے تو رومال تولیے تو ہمارے پاس ہوتے نہیں تھے، بس یہ ہتھیلیاں، کلائیاں اور تلوے ہی تھے (جن سے ہم ہاتھ پونچھ لیتے) پھر ہم نماز پڑھ لیتے اور (نیا) وضو نہ کرتے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأطعمة، باب المنديل.

۷۵۴۔ فوائد: (۱) اس میں ایک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سادہ زندگی کا بیان ہے، ان کو جو کچھ میسر آتا اس میں گزارہ کرلیتے، عیش و راحت اور پر تکلف کھانوں سے وہ ناآشنا تھے (۲) آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ابتدائے اسلام میں البتہ یہ حکم دیا گیا تھا جو بعد میں منسوخ ہوگیا (۳) رومال، تولیہ اور پانی میسر نہ ہو تو ہاتھوں کو ہتھیلیوں اور کلائیوں وغیرہ سے پونچھا جاسکتا ہے تاکہ نماز پڑھتے وقت یہ گندے ہاتھ کپڑوں کی خرابی کا باعث نہ بنیں۔

١١٠ ـ بابُ تَكْثِيرِ الأَيْدِي عَلَى الطَّعَامِ

۱۱۰۔ کھانے پر ہاتھوں کی زیادتی یعنی کھانا تھوڑا ہو مگر کھانے والے زیادہ ہوں

٧٥٥ ـ عن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ تعالى عنه قالَ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «طَعَامُ الاثنَينِ كافي الثَّلاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاثَةِ كافي الأربَعَةِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۷۵۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔

(بخاری و مسلم)

یہ روایت باب الایثار والمواساۃ رقم ۲/ ۵۶۵ میں پہلے گزر چکی ہے۔

تخريج: تقدم في باب الإيثار والمواساة برقم٥٦٥.

٧٥٦ ـ وعن جابرٍ رضيَ اللهُ عنهُ قالَ: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «طَعَامُ الوَاحِدِ يَكْفِي الاثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الاثْنَيْنِ يَكْفِي الأَرْبَعَةَ، وطعامُ الأَرْبَعَةِ، يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ» رواه مسلم.

۲/ ۷۵۶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل... برقم٢٠٥٩.

۷۵۶۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مل کر کھانے میں برکت ہے اور اس طرح تھوڑا کھانا بھی زیادہ آدمیوں کو

کافی ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح باہم الفت و محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ باب ٦٢، باب الایثار والمواساۃ۔

١١١ ـ بَابُ أَدَبِ الشُّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلاَثاً خَارِجَ الإِنَاءِ، وَكَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِي الإِنَاءِ، وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الإِنَاءِ عَلَى الأَيْمَنِ فَالأَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِىءِ

١١١۔ پینے کا ادب اور برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب اور برتن میں سانس لینے کی کراہت اور برتن کو مبتدی کے بعد دائیں طرف باری باری گھمانے کا پسندیدہ ہونا

٧٥٧ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ كانَ يتنَفَّسُ في الشَّرَابِ ثَلاثاً. متفقٌ عليه. يعني: يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الإِناءِ.

١ / ٧٥٧ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کی چیز (مشروب) تین سانس میں پیتے تھے۔ یعنی برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب بنفسين أو ثلاثة ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهة التنفس في الإناء.

٧٥٧۔ فوائد: پینے والی چیز تین سانس میں پی جائے یعنی پی کر برتن سے منہ ہٹا کر سانس لیا جائے، پھر تھوڑا پی کر منہ برتن سے باہر کرکے سانس لیا جائے، تیسری مرتبہ بھی اس طرح کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ معدہ پر یکبارگی بوجھ نہیں پڑتا نیز آدمی حیوانی مشابہت سے بچ جاتا ہے علاوہ ازیں برتن میں سانس نہ لینے کا خوشگوار اثر اس کے مستقبل پر پڑتا ہے۔

٧٥٨ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا تَشْرَبُوا وَاحِداً كَشُرْبِ البَعِيرِ، وَلكِنِ اشْرَبُوا مَثْنى وَثُلاثَ، وَسَمُّوا إذا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدوا إذا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

٢ / ٧٥٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم اونٹ کے پینے کی مانند، ایک ہی سانس میں پانی مت پیؤ، بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو اور جب پینے لگو تو اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) اور جب (فارغ ہوکر) برتن اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو (یعنی الحمدللہ کہو) (ترمذی، حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في التنفس في الإناء.

یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ دیکھیں تخریج المشکاۃ، البانی، رقم ٤٢٧٨

٧٥٨۔ فوائد: اس حدیث میں بھی ایک ہی سانس میں مشروب پینے کی ممانعت ہے۔

٧٥٩ ـ وعن أبي قَتَادَةَ رضي الله عنه

٣ / ٧٥٩ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

أن النبيَّ ﷺ نَهى أن يُتَنفَّس في الإناء. متفقٌ عليه. يعني: يَتَنفَّسُ في نَفْسِ الإناءِ.

کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

آپ ؐ کی مراد یہ ہے کہ پیتے وقت خود برتن کے اندر ہی سانس لیا جائے (یہ منع ہے۔ برتن سے منہ ہٹاکر سانس لینا چاہیے)۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب النهي عن التنفس في الإناء، وكتاب الوضوء ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهة التنفس في الإناء.

۷۵۹۔ فوائد: اس کی حکمت اور فائدہ واضح ہے کہ برتن کے اندر ہی سانس لینے میں اندر کی بدبو یا تھوک وغیرہ پانی میں مل جائے گا جس سے انسان کراہت بھی محسوس کرتا ہے اور یہ چیز صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔

٧٦٠ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قد شِيبَ بماءٍ، وعَنْ يَمينِهِ أَعْرَابيٌّ، وعَنْ يَسَارِهِ أبو بكرٍ رضي الله عنه، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الأعْرَابيَّ وقال: «الأيمَنَ فالأيمَنَ» متفقٌ عليه. قوله: «شِيبَ» أي: خُلِط.

۴/ ۷۶۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا اور آپ ؐ کی دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس آپ ؐ نے اسے نوش فرمایا' پھر دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا' دائیں والا (مقدم ہے) پھر دائیں والا (آخر تک) (بخاری و مسلم)

شیب کے معنی ہیں ملایا ہوا (یعنی ایسا دودھ تھا جس میں پانی ملایا ہوا تھا۔)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، وباب الأيمن فالأيمن ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء باللبن.

٧٦١ ـ وعن سهلِ بنِ سعدٍ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بشرابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وعَنْ يَمِينِهِ غُلامٌ، وعن يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فقال لِلغُلام: «أَتَأْذَنُ لي أنْ أُعْطِيَ هؤُلاءِ»؟ فقالَ الغلامُ: لا واللهِ! لا أُوثِرُ بنَصِيبي مِنكَ أَحَداً، فَتَلَّهُ رسولُ اللهِ ﷺ في يدِهِ. متفقٌ عليه. قوله: «تَلَّهُ»، أَيْ: وَضَعَهُ، وهذا الغُلامُ هو ابْنُ عباسٍ رضي الله عنهما.

۵/ ۷۶۱ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب (پینے کی کوئی چیز' پانی یا دودھ) لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب کچھ بزرگ (عمر رسیدہ لوگ) تھے۔ چنانچہ آپ نے لڑکے سے فرمایا' کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں (تجھ سے پہلے) ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟ تو لڑکے نے کہا۔ نہیں' اللہ کی قسم! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصے میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ

نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(بخاری و مسلم)

تلہ کے معنی ہیں اسے رکھ دیا اور یہ لڑکا، حضرت ابن عباس تھے۔ رضی اللہ عنہما۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطي الأكبر ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب استحباب إدارة الماء باللبن.

۷۶۱- فوائد: یہ حدیث اس سے قبل باب التنافس فی امور الاخرۃ، رقم ۱/ ۵۶۹ میں بھی گزر چکی ہے۔ اس مقام پر شیخ البانی حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ متاخرین میں جو یہ مشہور ہے کہ حاضرین مجلس میں سے بڑی عمر والے شخص سے ابتداء کرنا سنت ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تقسیم کنندہ اپنی ذات سے آغاز کرے اور اس کے بعد الایمن فالایمن کے مطابق حاضرین میں تقسیم کرے، بلکہ حدیث میں نبی کریم ﷺ کے پہلے پینے کا جو ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے وہ مشروب (اپنے لئے) طلب فرمایا تھا اس لحاظ سے آپؐ ہی کو وہ سب سے پہلے پینا تھا۔ ورنہ اگر ایسی صورت نہ ہو تو حدیث میں عموم ہے کہ ابتداء دائیں جانب سے کی جائے، نہ تقسیم کرنے والا اپنے کو مقدم کرے، نہ حاضرین میں سے کسی بڑے آدمی کو، بلکہ دائیں جانب سے آغاز کرے اور پھر ترتیب وار تقسیم کرتا چلا جائے۔ اسی لئے شیخ البانی فرماتے ہیں کہ امام نووی کا بعد میں بعد المبتدی (ابتداء کرنے والا اپنے بعد دائیں جانب سے آغاز کرے) کہنا صحیح نہیں۔ اس کے بغیر صرف یہ کہا جائے کہ برتن کو دائیں طرف سے باری باری گھمانا پسندیدہ ہے۔

(دیکھئے ریاض الصالحین، بہ تحقیق شیخ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ، باب التنافس فی امور الاخرۃ ص ۲۵۹ کا حاشیہ)

١١٢ ـ بَابُ كَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا

وَبيَانِ أَنَّهُ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ لاَ تَحْرِيم

۱۱۲- مشک یا اس قسم کی کسی چیز کو منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے، تاہم حرام نہیں

٧٦٢ ـ عَن أَبي سعيدِ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه قال: نَهَى رسولُ اللهِ ﷺ عنِ اخْتِنَاثِ الأسْقِيَةِ. يعني: أَنْ تُكسَرَ أَفْوَاهُها، وَيُشْرَبَ منْها. متفقٌ عليه.

۱/ ۷۶۲ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکوں کے موہنوں کو موڑنے سے منع فرمایا ہے یعنی ان کے منہ کھول (اور موڑ) کر ان سے پانی پیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب اختناث الأسقية ـ وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب. . . .

۷۶۲- فوائد: مشک یا اسی قسم کی اور کوئی چیز جو بند ہو اس سے منہ لگا کر پانی پینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ مشک کے اندر کوئی موذی چیز بھی ہو سکتی ہے جو پیٹ میں جاسکتی ہے، اس لئے براہ راست منہ لگا کر پانی پینے کی بجائے پہلے کسی برتن میں پانی نکالا جائے اور پھر پیا جائے تاکہ نقصان کا اندیشہ باقی نہ

رہے۔

٧٦٣ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: نَهى رسولُ الله ﷺ أن يُشْرَبَ مِنْ فِي السِّقاءِ أو القِرْبَةِ. متفقٌ عليه.

۲ / ۷۶۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مشک سے یا مشک نما کسی برتن سے پانی پیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأشربة، باب الشرب من فم السقاء.

یہ روایت صحیح مسلم میں نہیں مل سکی۔ واللہ اعلم۔

۷۶۳- فوائد: قربہ‘ بھی مشک ہی کی طرح کا کوئی برتن ہوتا تھا‘ یہ چھوٹا بڑا دونوں طرح کا ہوتا تھا‘ جب کہ سقاء عام طور پر چھوٹی مشک کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

٧٦٤ - وعن أُمِّ ثابتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابتٍ أُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثابتٍ رضي الله عنه وعنها قالت: دخل عَلَيَّ رسولُ الله ﷺ، فَشَرِبَ مِن فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قائماً، فَقُمْتُ إلى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ. رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح. وإنَّما قَطَعَتْهَا لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رسولِ الله ﷺ، وَتَتَبَرَّكَ بِهِ، وَتَصُونَهُ عَنِ الابْتِذَالِ. وهٰذا الحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى بَيَانِ الجَوَازِ، والحديثانِ السابقان لبيانِ الأفضلِ والأكملِ والله أعلم.

۳ / ۷۶۴ حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت‘ ہمشیرۂ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا۔ پس میں اٹھی اور اس کا منہ والا حصہ میں نے (بطور تبرک رکھنے کے لئے) کاٹ لیا۔ (ترمذی‘ حسن صحیح)

حضرت ام ثابت رضی اللہ عنہا نے وہ اس لئے کاٹا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے منہ سے لگنے والی جگہ کو محفوظ کرلیں اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسے عام استعمال سے بچائیں اور یہ حدیث جواز کے بیان پر محمول ہے اور پہلی دونوں حدیثیں افضل و اکمل طریقے کے بیان پر۔ واللہ اعلم

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في الرخصة في اختناث الأسقية.

۷۶۴- فوائد: (۱) پہلی دو حدیثوں میں براہ راست مشکیزے وغیرہ سے پانی پینے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا جبکہ آپؐ نے خود مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا‘ جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح پانی نہ پینا افضل اور اکمل ہے۔ تاہم اگر کبھی ضرورت پیش آجائے تو پینا بھی جائز ہے۔ اسی لئے امام نوویؒ نے باب میں بھی صراحت فرما دی کہ یہ کراہت تنزیہی ہے‘ کراہت تحریمی نہیں ہے۔ یعنی اس سے بچنا بہتر ہے تاہم بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز بھی ہے کیونکہ یہ حرام نہیں ہے۔ (۲) اسی طرح نبی ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسے عبادت اور الوہیت کا مظہر نہ بنالے۔

١١٣ - بابُ كَرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

۱۱۳- پانی (شربت چائے دودھ وغیرہ) میں

پھونک مارنے کی کراہت کا بیان

٧٦٥ ـ عن أبي سعيدٍ الخدريِّ رضيَ الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ نَهَى عَنِ النَّفخِ في الشَّرَابِ، فقال رَجُلٌ: القَذَاةُ أراها في الإِناءِ؟ فقال: «أَهْرِقْهَا»، قال: إنِّي لا أَرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قال: «فَأَبِنِ القَدَحَ إذاً عَنْ فِيكَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱/ ۷۶۵ **حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا تو ایک آدمی نے کہا میں (بعض دفعہ) برتن میں تنکے وغیرہ دیکھتا ہوں (تو کیا کروں؟) آپ نے ارشاد فرمایا، اس میں سے (کچھ) پانی انڈیل دو۔ اس نے کہا، میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ پس اس وقت تم اپنا منہ برتن سے ہٹالو (یعنی پہلے، دوسرے اور تیسرے سانس کے لئے اپنا منہ برتن سے دور کرلو)**

(ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب كراهية النفخ في الشراب.

۷۶۵۔ فوائد: برتن میں تنکا یا اس قسم کی کوئی چیز نظر آئے تو اس میں پھونک مارنے کی بجائے، تھوڑا یا زیادہ پانی یا اگر کوئی نقصان دہ چیز ہو تو سارا کا سارا ہی انڈیل دیا جائے لیکن اگر مشروب قیمتی ہو تو بجائے اس طرح تنکا وغیرہ گرانے کے اسے چمچ سے نکالا جا سکتا ہے کیونکہ ایک تنکے کی وجہ سے سارا مشروب گرانا اچھا نہیں۔ اسی طرح ایک سانس میں سیرابی نہ ہو تو منہ برتن سے دور کرلیا جائے اور سانس لے کر پھر پانی پیا جائے ۔اس طرح تین سانس میں پانی پینا مستحب بھی ہے اور سیرابی کا باعث بھی۔ تاہم اگر گرم چیز ہو، جیسے چائے دودھ وغیرہ تو پھر گھونٹ گھونٹ کر کے پینا بھی جائز ہے، چاہے کتنے بھی گھونٹ ہو جائیں۔

٧٦٦ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما أنَّ النبيَّ ﷺ نهى أن يُتَنَفَّسَ في الإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فيهِ. رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۲/ ۷۶۶ **حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔**

(ترمذی کتاب و باب مذکور)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب كراهية النفخ في الشراب.

١١٤ ـ بَابُ بيَانِ جَوَازِ الشُّرْبِ قَائِماً وَبَيَانِ أَنَّ الأَكْمَلَ والأفْضَلَ الشُّرْبِ قَاعِداً

۱۱۴۔ کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز اور بیٹھ کر پینے کے افضل ہونے کا بیان

فيه حديث كبشة السابق.

اس میں ایک تو حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو اس سے ماقبل کے باب میں گزری۔ اس میں کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز ہے۔ دیکھئے۔ رقم ۳/

۷۶۴- ذیل میں چند احادیث اور ملاحظہ فرمائیں۔

٧٦٧ - وعن ابنِ عباسٍ رضي اللهُ عنهما قال: سَقَيْتُ النَّبيَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. متفقٌ عليه.

۱/ ۷۶۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما **سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم** ﷺ **کو زمزم کا پانی پلایا تو آپؐ نے اسے نوش فرمایا جب کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)**

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب قائما، وكتاب الحج، باب ماجاء في زمزم - وصحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائما.

٧٦٨ - وعـن النـزَّالِ بـن سَبْـرَةَ رَضيَ اللهُ عنه قالَ: أَتَى عَليٌّ رضيَ اللهُ عنهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ قَائماً، وقالَ: إنِّي رَأَيْتُ رَسولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ كما رَأَيْتُمُوني فَعَلْتُ. رواهُ البخاري.

۲/ ۷۶۸ حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ **سے روایت ہے کہ حضرت علی** رضی اللہ عنہ **باب الرحبہ (غالبًا مسجد کے کھلے صحن) میں تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پانی پیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ** ﷺ **کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے کیا۔ (بخاری)**

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب الشرب قائما.

٧٦٩ - وعن ابنِ عُمَرَ رضيَ اللهُ عنهما قال: كنَّا نَأْكُلُ علَى عَهْدِ رسُولِ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشي، ونَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ. رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۳/ ۷۶۹ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما **سے روایت ہے کہ ہم نبی** ﷺ **کے زمانے میں چلتے چلتے کھالیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔ (ترمذی، حسن صحیح)**

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في النهي في الشرب قائما.

۷۶۹- فوائد: یہ صحابہ رضی اللہ عنہم **کا مستقل معمول نہیں تھا، بلکہ مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ بوقت ضرورت کبھی کبھی اس طرح کرلیا کرتے تھے ورنہ آگے حدیث آرہی ہے کہ کھڑے ہوکر کھانا پینا ایک نہایت قبیح عمل ہے۔ بعض علماء نے ممانعت کی احادیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ ابن حجر نے اسی رائے کو پسند کیا ہے۔ (فتح الباری۔ کتاب الاشربہ، باب الشرب قائما)**

٧٧٠ - وعن عمرِو بنِ شعيبٍ عن أبيهِ عن جدِّه رضيَ اللهُ عنه قال: رَأَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائماً وقَاعِداً. رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۴/ ۷۷۰ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ **کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے (دونوں طرح سے) پیتے ہوئے دیکھا ہے۔**

(ترمذی، حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائما.

٧٧١ ـ وعن أَنَسٍ رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهى أَنْ يَشربَ الرَّجُلُ قائماً. قال قتادة: فَقُلْنا لأنسٍ: فالأكلُ؟ قالَ: ذلكَ أَشَرُّ ـ أَو أَخْبَثُ ـ. رواهُ مسلم. وفي رواية له: أنَّ النبيَّ ﷺ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائماً.

۵ / ۷۷۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا' یہ تو سب سے بدتر یا سب سے زیادہ خبیث (عمل) ہے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے' نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائما برقم٢٠٢٤.

٧٧٢ ـ وعن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائماً، فَمَنْ نَسِيَ فلْيَسْتَقِىءْ» رواهُ مسلم.

۶ / ۷۷۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے تو اسے چاہیے کہ قے کر دے۔ (مسلم) (حوالہ مذکور)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائما برقم٢٠٢٦.

۷۷۲- فوائد: ابتداء میں ذکر کردہ احادیث سے اگرچہ کھڑے کھڑے پانی پینے اور کھانے کا جواز ملتا ہے لیکن ان پر عمل صرف بوقت ضرورت (یا مجبوری) ہی کیا جاسکتا ہے ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر ہی کھایا پیا جائے' یہی افضل عمل ہے۔ آج کل دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اس میں یہ سہولت ہے کہ بیک وقت سارے لوگ فارغ ہوجاتے ہیں لیکن دوسری طرف اس کی قباحتوں کو' جو اس ایک سہولت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں' نہیں دیکھتے۔ اس میں ایک تو مغرب کی نقالی ہے جو حرام ہے۔ دوسرے نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ تیسرے' اس میں جو بھگدڑ مچتی ہے وہ کسی باوقار اور شریف قوم کے شایان شان نہیں۔ چوتھے' اس میں ڈھور ڈنگروں کے ساتھ مشابہت ہے' گویا اشرف المخلوقات انسانوں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح چارہ ڈال کر کھول دیا جاتا ہے پھر جو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے اس پر جانور بھی شاید شرما جاتے ہوں۔ پانچویں' انسان نما جانوروں کو باڑے یا اصطبل میں جمع کرنے کے لئے وقت پر آنے والوں کو نہایت اذیت ناک انتظار کی زحمت میں مبتلا رکھا جاتا ہے جس سے ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انتظار کی شدید مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ششم' اس انتظار کی گھڑیوں میں یا تو فلمی ریکارڈنگ سننے پر انسان مجبور ہوتا ہے یا بھانڈ میراثیوں کی جگتیں یا میوزک کی دھنیں سننے پر۔ ہفتم یہ کہ اس طرح کھانا ضائع بھی بہت ہوتا ہے۔ بہرحال دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج یکسر غلط ہے اور مذکورہ سارے کام بھی شیطانی ہیں۔ اس لئے دعوتوں کا یہ انداز بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

١١٥ ـ بابُ اسْتِحْبَابِ كَوْنِ سَاقِي الْقَوْمِ آخِرَهُمْ شُرْباً

۱۱۵۔ مستحب ہے کہ پلانے والا خود سب سے آخر میں پیئے

٧٧٣ ـ عن أَبي قتادة رضيَ اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «سَاقِي القَوْمِ آخِرُهُمْ» يعني: شرْباً. رواهُ الترمذي وقالَ: حديث حسن صحيح.

۱/ ۷۷۳ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا قوم کا ساقی ان کے آخر میں ہوتا ہے یعنی سب کو پلا کر آخر میں پیتا ہے۔

(ترمذی، حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الأشربة، باب ما جاء أن ساقي القوم آخرهم شرابا.

۷۷۳۔ فوائد: امام صاحب نے جو باب باندھا ہے اس حدیث سے اس پر استدلال فرمایا ہے۔ اس لئے تقسیم کا ادب یہی ہے کہ تقسیم کرنے والا، خود آخر میں کھائے یا پیئے۔ یہ آدمی کے زیادہ شایان شان ہے۔ اس میں انسان کی عزت اور وقار زیادہ ہے۔

١١٦ ـ بابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيعِ الأَوَانِي الطَّاهِرَةِ غَيْرَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَجَوَازِ الْكَرْعِ ـ وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِنَاءٍ وَلاَ يَدٍ ـ وَتَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَالأَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الاِسْتِعْمَالِ

۱۱۶۔ سونے چاندی کے علاوہ تمام پاک برتنوں سے پینے اور نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور ہاتھ کے، کنارے سے پینے کا جواز اور کھانے پینے اور طہارت اور دیگر استعمالات میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی حرمت

٧٧٤ ـ عَنْ أَنسٍ رضيَ اللهُ عنه قال: حَضَرَتِ الصَّلاةُ، فَقَامَ مَنْ كانَ قَرِيبَ الدَّارِ إلى أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ، فَصَغُرَ المِخْضَبُ أَنْ يَبْسُطَ فِيهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ القَوْمُ كُلُّهُمْ. قَالُوا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قالَ: ثَمانِينَ وَزِيَادَةً. متّفقٌ عليه،

هذه رواية البخاري. وفي روايةٍ له ولمسلم:

۱/ ۷۷۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت آیا تو قریب قریب گھر والے تو (وضو کرنے کے لئے) اپنے گھروں میں جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک ٹپ (پانی سے بھرا ہوا لگن) لایا گیا، وہ ٹپ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی (یعنی چھوٹا سا برتن تھا، اسی حساب سے اس میں پانی تھا) لیکن سارے لوگوں نے اس سے وضو کرلیا، لوگوں نے پوچھا، تم کتنے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ۔ (بخاری و مسلم)

یہ بخاری کی روایت ہے اور صحیحین کی ایک اور

انَّ النبيَّ ﷺ دَعَا بإنَاءٍ مِنْ ماءٍ، فَأُتيَ بقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيهِ شَيءٌ مِنْ مَاءٍ، فَوَضَعَ أَصَابعَهُ فِيهِ. قَالَ أَنسٌ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إلى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إلى الثَّمَانِينَ.

روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا چنانچہ آپ کے پاس ایک ایسا پیالہ لایا گیا جس کا منہ کھلا تھا اور گہرائی کم تھی‘ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنی انگلیاں رکھ دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں‘ پس میں پانی کو دیکھ رہا تھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے (چشمے کی طرح) پھوٹ رہا تھا‘ پس جن لوگوں نے (اس پانی سے) وضو کیا اس کا میں نے شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ.

۷۷۴- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے بابرکت معجزے کے علاوہ پتھر کے برتن کے استعمال کا جواز ہے۔

٧٧٥ ـ وعَن عبدِ اللهِ بنِ زيدٍ رضيَ اللهُ عنه قال: أَتَانَا النَّبيُّ ﷺ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً في تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ. رواه البُخاري. «الصُّفْر» بضم الصاد، ويجوز كسرها؛ وهو النحاسُ. و«التَّوْر»: كالقدح، وهو بالتاء المثناة من فوق.

۲/۷۷۵ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ہم نے پیتل کے ایک برتن میں آپ کو پانی پیش کیا‘ آپ نے (اس سے) وضو فرمایا۔ (بخاری)

الصفر‘ صاد پر پیش‘ اور اس پر زیر بھی جائز ہے۔ اس کے معنی پیتل کے ہیں۔ تَور‘ پیالے کی طرح ایک برتن ہے۔ یہ تاء کے ساتھ ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من التّور.

۷۷۵- فائدہ: اس میں وضوء کے لئے پیتل کے برتن کے استعمال کا جواز ہے۔

٧٧٦ ـ وعن جابرٍ رضيَ اللهُ عنه أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الأنصارِ، وَمَعَهُ صاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «إنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هذِهِ اللَّيْلَةَ في شَنَّةٍ وَإلَّا كَرَعْنَا» رواهُ البخاري. «الشَّنُّ»: القِرْبَة.

۳/۷۷۶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری آدمی کے پاس تشریف لے گئے آپ کے ساتھ آپ کا ایک ساتھی بھی تھا پس رسول اللہ ﷺ نے (اس انصاری سے) فرمایا‘ اگر تیرے پاس مشکیزے میں اس رات کا باسی پانی ہے (تو ہمیں پینے کے لئے دے) ورنہ ہم نہر وغیرہ سے خود منہ لگا کر پی لیں گے۔ (بخاری)

شن کے معنی مشکیزے کے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، وباب الكرع في

الحوض.

۷۷۶۔ فوائد: امام نوویؒ نے باب میں جس کرع کا ذکر فرمایا ہے یعنی برتن اور ہاتھ کے بغیر منہ لگا کر نہر وغیرہ سے پانی پینے کا جواز' اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔ اس سے استدلال واضح ہے۔ گرمی کے موسم میں رات کا ٹھنڈا پانی بہت اچھا لگتا ہے' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے رات کا باسی پانی طلب فرمایا۔ کیونکہ پانی اس طرح کا باسی نہیں ہوتا جس طرح کھانے پینے کی دوسری چیزیں ہو جاتی ہیں۔

٧٧٧ ـ وعن حذيفةَ رضيَ اللهُ عنه قالَ: إنَّ النَّبيَّ ﷺ نَهانَا عَنِ الحَريرِ والدِّيبَاجِ والشُّربِ في آنيَةِ الذَّهَبِ والفِضَّةِ، وقالَ: «هِيَ لهُمْ في الدُّنْيَا، وهيَ لَكُمْ في الآخِرَةِ» متفقٌ عليهِ.

۴/۷۷۷ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ریشمی لباس کے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں (کھانے) پینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں (یعنی وہ اللہ کے احکام سے بے پروا ہو کر ان کا استعمال کرتے ہیں) اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں (جو اللہ تمہیں تمہاری نیکیوں کے صلے میں عطا فرمائے گا)

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال، وكتاب الأشربة، باب الشرب في آنية الذهب، وباب آنية الفضة ـ صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة.

۷۷۷۔ فوائد: حریر اور دیباج' دونوں ریشمی لباس ہیں۔ یہ دنیا میں مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے جائز ہیں اور سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ البتہ جمہور علماء کے نزدیک عورتیں سونے چاندی کا بنا ہوا زیور استعمال کر سکتی ہیں تاہم اس سے بھی اجتناب کیا جائے تو بہت بہتر ہے اور ان کا ترک بہت سی قباحتوں کے ختم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

٧٧٨ ـ وعن أمِّ سلمةَ رضيَ اللهُ عنها أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «الَّذي يَشْرَبُ في آنِيَةِ الفِضَّةِ إنَّما يُجَرْجِرُ في بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ» متفقٌ عليهِ. وفي روايةٍ لمسلم: «إنَّ الَّذي يَأكُلُ أَوْ يَشْرَبُ في آنِيَةِ الفِضَّةِ والذَّهَبِ». وفي روايةٍ له: «مَنْ شَرِبَ في إنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَإنَّما يُجَرْجِرُ في بَطْنِهِ نَاراً مِنْ جَهَنَّمَ».

۵/۷۷۸ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے' وہ یقیناً جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں بھرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بے شک وہ آدمی جو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے' وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب آنية الفضة ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال أواني الذهب. . .

۷۷۸- **فوائد:** سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا' ایک تو فضول خرچی ہے' دوسرے متکبرین کی عادت اور ان کا شیوہ ہے اور یہ دونوں ہی باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں' اس لئے یہ کبیرہ گناہ ہے' جس کی سزا جہنم کی آگ ہے۔

◆ ◆

٣ ـ كِتَابُ اللِّبَاسِ

١١٧ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الثَّوْبِ الأَبْيَضِ، وَجَوَازِ الأَحْمَرِ وَالأَخْضَرِ وَالأَصْفَرِ وَالأَسْوَدِ وَجَوَازِهِ مِنْ قُطْنٍ وَكَتَّانٍ وَشَعْرٍ وَصُوفٍ وَغَيْرِهَا إلاَّ الْحَرِيرَ

۱۱۷۔ سفید کپڑے کے مستحب ہونے اور سرخ' سبز' زرد اور سیاہ رنگ کے نیز ریشم کے علاوہ سوت' بالوں اور اون وغیرہ کے کپڑوں کے جائز ہونے کا بیان

قالَ اللهُ تعالى: ﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدۡ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسٗا يُوَٰرِي سَوۡءَٰتِكُمۡ وَرِيشٗاۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقۡوَىٰ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ﴾ [الأعراف: ٢٦] وقال تعالى: ﴿وَجَعَلَ لَكُمۡ سَرَٰبِيلَ تَقِيكُمُ ٱلۡحَرَّ وَسَرَٰبِيلَ تَقِيكُم بَأۡسَكُمۡ﴾ [النحل: ٨١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور زینت کا سامان اتارا' اور پرہیزگاری کا لباس' یہ زیادہ بہتر ہے۔

اور فرمایا: اور تمہارے لئے ایسے لباس (قمیض' زرہ اور چادر وغیرہ) بنائے جو تمہیں گرمی (اور سردی) سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس بھی جو لڑائی میں تمہارا بچاؤ کرتے ہیں۔

فائدہ آیات: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لباس کی نعمت کا اور ان کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمہیں موسم کی شدتوں (گرمی سردی) سے اور جنگ میں نیزوں' تلواروں وغیرہ کی ضربوں اور طعنوں سے بچاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ تمہاری زینت کا اور تمہارے حسن و جمال میں اضافے کا بھی باعث ہیں۔ اس سے امام صاحب موصوف کا مقصد یہ ہے کہ انسان یہ لباس استعمال کرے گا تو مذکورہ فوائد اسے حاصل ہوں گے' جس سے ہر قسم کے لباس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ تاہم چونکہ ریشمی لباس کی مردوں کے لئے ممانعت آچکی ہے' اس لئے یہ جواز سے مستثنیٰ ہو گا۔ اسی طرح احادیث میں سفید لباس کو بہتر قرار دیا گیا ہے' اس لئے سفید رنگ بہتر ہے اور دوسرے رنگوں کا لباس جائز ہے تاہم ایسے رنگ' جن کا چلن (رواج) عورتوں میں ہو' وہ عورتوں سے مشابہت کی

وجہ سے ممنوع قرار پائیں گے کیونکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ اب اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ ہوں:

٧٧٩ - وعن ابنِ عبَّاسٍ رضيَ اللهُ عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ البَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ» رواهُ أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱ / ۷۷۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم سفید کپڑے پہنا کرو، اس لئے کہ یہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفنایا کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في البياض - وسنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما يستحبّ من الأكفان.

٧٨٠ - وعنْ سَمُرَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «الْبَسُوا البَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وكَفِّنُوا فِيها مَوْتَاكُمْ» رواهُ النسائي، والحاكم وقال: حديث صحيح.

۲ / ۷۸۰ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید پوشاک استعمال کرو، اس لئے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دو۔ (نسائی و حاکم، صحیح حدیث ہے)

تخريج: سنن نسائی، كتاب الجنائز، باب أيّ الكفن خير؟ والمستدرك للحاكم ج٤ص١٨٥.

۷۸۰۔ فوائد: ان دونوں احادیث میں زندہ اور مردہ دونوں کے لئے سفید لباس کو بہتر، پاکیزہ اور عمدہ بتلایا گیا ہے، اس لئے کہ اس میں جو وقار اور حسن و رعنائی ہے، وہ مردانہ جلال و عظمت کے مطابق ہے جبکہ دوسرے رنگوں میں متکبرین یا عورتوں وغیرہ سے مشابہت کا امکان ہے۔

٧٨١ - وعن البراءِ رضيَ اللهُ عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ مَرْبُوعاً وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ في حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئاً قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ. متَّفقٌ عليهِ.

۳ / ۷۸۱ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے، میں نے آپ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپؐ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب الثوب الأحمر، وكتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ - وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في صفة النبي ﷺ وأنه كان أحسن الناس وجهًا.

۷۸۱۔ فوائد: اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ مردوں کے لئے سرخ لباس بھی جائز ہے، جیسا کہ امام نوویؒ کا رجحان ہے اور مذکورہ باب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ تاہم بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ سرخ لباس خالص سرخ رنگ کا نہیں تھا بلکہ اس میں سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں جس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔

اس لئے ان کے نزدیک خالص سرخ رنگ کے کپڑے، جس طرح عورتیں پہنتی ہیں، مردوں کے لئے جائز نہیں ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ حالات و ظروف کے مطابق اس کا حکم ہوگا، اگر کسی جگہ یہ رنگ کافروں کا شعار یا عورتوں میں اس کا چلن عام ہوگا تو مسلمان مردوں کے لئے، کفار سے مشابہت یا عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے، ناجائز اور بصورت دیگر جائز ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ گھر کے اندر مرد کے لئے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز ہے اور گھر سے باہر اجتماعات اور مجلسوں میں ناجائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سرخ رنگ کا لباس (مردوں کے لئے) بجائے خود ممنوع نہیں۔ حالات و ظروف کے مطابق اس کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ ہوگا۔ جیسے آج کل ہمارے زمانے اور معاشرے میں خالص سرخ رنگ کا جوڑا عورتوں کا بالخصوص شادی کے موقع پر دلہنوں کا مخصوص لباس ہے، اس لئے مردوں کے لئے اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔ تاہم یہ عدم جواز صرف عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے ہے ورنہ اس کی ممانعت کی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے واللہ اعلم۔

٧٨٢ - وعن أبي جُحَيْفَةَ وَهْب بن عبدِ اللهِ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: رَأَيْتُ النَّبيَّ ﷺ بمَكَّةَ وَهُوَ بالأَبْطَح في قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ نَاضِحٍ ونَائِلٍ، فَخَرَجَ النبيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إلى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بلالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، يقولُ يَمِيناً وشِمَالاً: حَيّ عَلى الصَّلاةِ، حَيّ عَلى الفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الكَلْبُ وَالحِمَارُ لَا يُمْنَعُ. متَّفقٌ عليه. «العَنَزَةُ» بفتح النونِ: نحوُ العُكازَةِ.

۴ / ۷۸۲ حضرت ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے میں جبکہ آپؐ ابطح جگہ (وادی کے نشیب) میں تھے، سرخ رنگ کے چمڑے سے بنے ہوئے خیمے میں دیکھا۔ پس حضرت بلال ؓ آپ کے لئے وضو کا پانی لے کر باہر نکلے کچھ لوگ تو وہ تھے جنہیں صرف کچھ چھینٹے مل سکے اور بعض وہ تھے جنہیں کچھ پانی مل گیا۔ پھر نبی ﷺ بھی باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم اطہر پر سرخ رنگ کا جوڑا تھا۔ (جس سے آپ کی سفیدی نمایاں ہو رہی تھی) گویا کہ میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال ؓ نے اذان دی اور میں بلالؓ کے منہ کا ادھر اور ادھر کرتے ہوئے خیال رکھ رہا تھا (یا پیچھا کر رہا تھا) وہ حی علی الصلوٰۃ کہتے ہوئے دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے بائیں طرف منہ پھیرتے۔ پھر ایک ڈنڈا (سترے کے طور پر) آپ کے لئے گاڑ دیا گیا، پس آپ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی، آپؐ کے (سترے کے) آگے سے کتا اور گدھا گزرتا جنہیں روکا نہیں جاتا تھا، (بخاری و مسلم)

عنزہ، نون کے زبر کے ساتھ، پھل لگے ڈنڈے جیسا ڈنڈا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الأحمر، وغيره من الكتب

- وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى.

۷۸۲- فوائد: ابطح ایک جگہ کا نام ہے اسے وادی محصب بھی کہتے ہیں۔ ابطح لغت میں نشیبی جگہ کو کہتے ہیں اور یہ نشیب میں اور برساتی پانی کی گزرگاہ تھی، اس لئے یہ نام پڑ گیا۔ "فمن ناضح ومن نائل" کا مطلب ہے کہ جن کو پانی نہیں ملا، ان پر ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں کی تری سے چھڑکاؤ کر دیا جن کو پانی ملا تھا اور نائل وہ لوگ ہیں جنہیں پانی مل گیا تھا اور وہ انہوں نے اپنے ہاتھوں وغیرہ پر مل لیا تھا۔ یہ انہوں نے تبرک کے طور پر کیا تھا۔ دوسری روایت میں اس مفہوم کو زیادہ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "جن کو پانی ملا وہ انہوں نے مل لیا اور جن کو نہیں ملا انہوں نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری لے کر اپنے جسم پر لگالی" (مسلم، حوالہ مذکور)

اس میں ایک تو وہی سرخ رنگ کا لباس پہننے کا جواز ہے (جس کی تفصیل، ماقبل کی حدیث کے فوائد میں ہم بیان کر آئے ہیں) دوسرے، اس میں سترے کا مسئلہ ہے کہ آگے کوئی دیوار وغیرہ نہ ہو تو ضروری ہے کہ کوئی چیز سامنے بطور سترہ رکھ لی جائے، اس سترے کے آگے سے گزرنے میں نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ تیسرے، اس میں تبرک کا اثبات ہے، جیسا کہ پہلے بھی بعض مقامات پر اس کا جواز و ثبوت گزر چکا ہے۔

٧٨٣ - وعن أبي رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رضيَ الله عنه قال: رَأَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ وعلَيْه ثوبانِ أَخْضَرانِ. رواهُ أبُو داود، والترمذي بإسْنادٍ صحيحٍ.

۵/ ۷۸۳ حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ (ابو داؤد، ترمذی، سند صحیح کے ساتھ)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب الرخصة في اللون الأحمر - سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في الثوب الأخضر.

۷۸۳- فوائد: اس میں سبز رنگ کے کپڑے پہننے کا جواز ہے۔

٧٨٤ - وعن جابرٍ رضيَ اللهُ عنه، أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ دخَلَ يَوْمَ فتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمامَةٌ سَوْداءُ. رواهُ مسلم.

۶/ ۷۸۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکے میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام.

۷۸۴- فوائد: اس میں سیاہ رنگ کا لباس، عمامہ اور چادر وغیرہ پہننے کا جواز ہے۔ تاہم ہمارے ملک میں سیاہ لباس ایک مخصوص فرقہ، ماتم اور اپنے شعار کے طور پر پہنتا ہے۔ اس لئے اس کی مشابہت سے بچنے کے لئے مکمل سیاہ لباس سے اجتناب بہتر ہے۔ تاہم خالی سیاہ پگڑی سے مشابہت نہیں ہوتی اس لئے اس میں کراہت کا کوئی پہلو نہیں۔

٧٨٥ - وعن أبي سعيدٍ عمرو بنِ حُرَيْثٍ رضي الله عنه قال: كَأَنِّي أنظُرُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ وعلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْداءُ، قدْ

۷/ ۷۸۵ حضرت ابو سعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی ہے، آپ

أرْخى طَرَفيها بَيْنَ كتفيْهِ. رواه مسلم. وفي روايةٍ له: أن رسولَ اللهِ ﷺ خطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام.

٧٨٦ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: كُفِّنَ رسولُ اللهِ ﷺ في ثلاثةِ أثْوابٍ بيضٍ سَحُوليَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فيهَا قَمِيصٌ وَلا عِمَامَةٌ. متفقٌ عليه.

«السَّحُوليَّةُ» بفتحِ السين وضمها وضم الحاء المهملتين: ثيابٌ تُنْسَبُ إلى سَحُولَ: قَرْيَةٍ باليَمَنِ. «وَالكُرْسُفُ»: القُطْن.

۸ / ۷۸۶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفنایا گیا جو (یمن کے علاقے) سحول کے بنے ہوئے تھے اس میں قمیض تھی نہ پگڑی۔ (بخاری و مسلم)

السحولیہ، سین پر زبر اور پیش دونوں صحیح ہیں اور حاء پر پیش ہے۔ ایسے کپڑے جو یمن کی بستی سحول کی طرف منسوب ہیں، کرسف کے معنی روئی کے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في كفن الميت.

۷۸۶- فوائد: آدمی کے کفن میں تین کپڑے ہونے چاہئیں، جن میں نہ قمیض ہو اور نہ پگڑی وغیرہ۔ نیز کفن کے کپڑے سفید ہوں تو بہتر ہے تاہم دوسرے رنگ کے کپڑوں میں بھی کفنانا جائز ہے۔

٧٨٧ - وعنها قالت: خَرَجَ رسولُ اللهِ ﷺ ذاتَ غَدَاةٍ، وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَد. رواه مسلم.

«المِرْط» بكسر الميم: وهو كساءٌ. و«المُرَحَّل» بالحاء المهملة: هُو الذي فيه صورةُ رِحالِ الإبلِ، وَهِيَ الأكْوَارُ.

۹ / ۷۸۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ کے جسم اطہر پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک نقش و نگار والی چادر تھی۔ (مسلم)

المرط، میم پر زیر بمعنی چادر۔ المرحل، حاء کے ساتھ، وہ کپڑا جس میں اونٹ کے کجاووں کی تصویریں ہوں اور اسی کو اکوار بھی کہتے ہیں۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب التواضع في اللباس والاقتصاد علي الغليظ منه. . . .

۷۸۷- فوائد: اس میں بالوں سے بنی ہوئی چیز کا، سیاہ رنگ کا کپڑا پہننے کا اور غیر ذی روح کی تصویر کا جواز ہے۔

٧٨٨ - وعن المُغيرةِ بنِ شُعْبَةَ

۱۰ / ۷۸۸ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رضي الله عنه قال: كنتُ مع رسولِ اللهِ ﷺ ذاتَ ليلةٍ في مسيرٍ، فقال لي: «أَمَعَكَ مَاءٌ»؟ قلتُ: نَعَمْ، فَنَزَلَ عن راحِلَتِهِ فَمَشى حتى تَوَارَى في سَوادِ اللَّيْلِ ثم جاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الإِداوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فلم يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ منها حتى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنزعَ خُفَّيْهِ فقال: «دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ» وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. متفق عليه. وفي روايةٍ: وعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ. وفي روايةٍ أَنَّ هذهِ الْقَضِيَّةَ كانت في غَزْوَةِ تَبُوكَ.

کہ میں ایک سفر میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ؐ نے مجھ سے فرمایا، کیا تیرے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا، ہاں، پس آپ ؐ اپنی سواری سے اترے اور چل پڑے یہاں تک کہ آپ رات کی تاریکی میں چھپ گئے۔ پھر آپ تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ پر پانی ڈالا، پس آپ نے اپنا چہرہ مبارک دھویا اور آپ کے جسم پر اونی جبہ تھا آپ نے اس سے اپنے بازو نکالنے کی کوشش فرمائی لیکن نہ نکال سکے یہاں تک کہ انہیں جبے کے نیچے سے نکالا، پس آپ نے اپنے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا، پھر میں آپ کے جوتے اتارنے کے لئے جھکا تو آپ ؐ نے فرمایا، انہیں چھوڑ دے، اس لئے کہ میں نے پاؤں پاکیزگی کی حالت میں ان میں داخل کئے ہیں اور آپ نے ان پر مسح فرمایا، (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ؐ کے جسم اطہر پر شامی جبہ تھا، جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من لبس جبّة ضيّقة الكمّين في السفر، وباب جبّة الصوف في الغزو ـ وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب المسح علي الخفين.

۷۸۸۔ فوائد: اس میں اونی لباس پہننے کا جواز ہے۔ علاوہ ازیں قضائے حاجت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی لوگوں کی نظروں سے دور نکل جائے۔ موزوں اور جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ موزے وضو کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔ مقیم ایک رات دن اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کرسکتا ہے۔ تاہم جنابت کی حالت میں مسح کرنا جائز نہیں ہوگا، اس صورت میں پورا غسل واجب ہے۔

١١٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيصِ

۱۱۸۔ قمیض کا پہننا پسندیدہ ہے

٧٨٩ ـ عن أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها قالت: كان أَحَبَّ الثِّيابِ إلى رسولِ اللهِ ﷺ القَمِيصُ. رواه أبو داود،

۱/ ۷۸۹ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ قمیض تھی۔

والترمذي، وقال: حديث حسن.

(ابوداوٗد' ترمذی' یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في لبس الجبّة والخفّين.

۷۸۹- فوائد: عہد رسالت میں عربوں کا عام لباس دو چادریں (رداء اور ازار) تھا۔ ایک چادر نیچے اور ایک چادر اوپر۔ کچھ رواج قمیص کا بھی تھا جو نہایت قلیل تھا تاہم چادروں کے مقابلے میں قمیص میں پردہ بھی زیادہ ہے اور آسانی بھی زیادہ۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس کو سب سے زیادہ پسند فرمایا۔ آج کل کے حساب سے بھی قمیص شلوار انگریزوں کے کوٹ پتلون' شرٹ' نیکر وغیرہ سے زیادہ آسان اور زیادہ باپردہ ہے نیز انگریزوں کی اس نقالی سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے جو دینی اور ملکی دونوں اعتبار سے نہایت غلط حرکت ہے۔

١١٩ - بَابُ صِفَةِ طُولِ الْقَمِيصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرَفِ الْعِمَامَةِ وَتَحرِيمِ إِسْبَالِ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى سَبِيلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهِ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ

۱۱۹- قمیص' آستین اور تہ بند (یا شلوار' پاجامہ) اور پگڑی کا کنارہ کتنا لمبا ہو؟ نیز تکبر کے طور پر ان میں سے کسی کو بھی لٹکانے کی حرمت اور بغیر تکبر کے لٹکانے کی کراہت کا بیان

٧٩٠ - عن أسماءَ بنتِ يزيدَ الأنصاريَّةِ رضي الله عنها قالت: كان كُمُّ قميصِ رسولِ اللهِ ﷺ إلى الرُّسْغِ. رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۷۹۰ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھی۔ (ابو داوٗد' ترمذی' یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص - وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في القمص.

۷۹۰- فائدہ: اس میں آستینوں کی لمبائی کی حد بیان کردی گئی ہے کہ وہ پہنچوں تک ہونی چاہیے۔

٧٩١ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما أنّ النبيَّ ﷺ قال: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إليهِ يَوْمَ القِيَامَةِ» فقال أبو بكر: يا رسولَ اللهِ! إن إزاري يَسْتَرْخي إلَّا أنْ أتَعَاهَدَهُ، فقال له رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ». رواه البخاري، وروى مسلم بعضه.

۲/ ۷۹۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی تکبر کے طور پر اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ! میرا تہ بند ضرور ہی نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں بہت زیادہ اس کا خیال رکھوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا' تم

ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

(بخاری، مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب ﴿لو كنت متخذا خليلا﴾ ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز إرخاءه إليه وما يستحب.

۷۹۱۔ فائدہ: اس میں ان لوگوں کے لئے کچھ گنجائش ہے جن کی شلوار، تہ بند وغیرہ غیر ارادی طور پر نیچے لٹک جاتی ہے۔ لیکن ارادۃً رکھنا اور اس وعید (سزا) کو معمولی جاننا بڑا جرم ہے۔ اس سلسلے کی تمام احادیث کو سامنے رکھنا چاہئے۔

٧٩٢ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا يَنْظُرُ اللهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ إلى مَنْ جَرَّ إزارَهُ بَطَراً» متفق عليه.

۳ / ۷۹۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جو اپنا تہ بند تکبر کے طور پر لٹکاتا اور گھسیٹ کر چلتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من غير خيلاء ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء.

۷۹۲۔ فائدہ: بطر کے معنی ہیں، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنا اور ان پر اس کا شکر ادا نہ کرنا، جس کا لازمی نتیجہ اترانا اور تکبر کرنا ہے، جس کی ایک علامت لباس کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔

٧٩٣ ـ وعنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: «مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الإزارِ فَفِي النَّارِ» رواه البخاري.

۴ / ۷۹۳ سابق راوی سے ہی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تہ بند (وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، پس وہ آگ میں ہوگا۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففي النار.

۷۹۳۔ فوائد: بظاہر یہ مفہوم ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والا کپڑا جہنم میں ہوگا۔ لیکن جب کپڑا جہنم میں جلے گا تو کپڑے والا تو بطریق اولیٰ جہنم میں جائے گا۔ اسی لئے منقول ہے کہ حضرت نافع سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا، کپڑوں کا کیا گناہ؟ مراد انسان کے قدم ہیں جو آگ کا ایندھن بنیں گے۔

٧٩٤ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «ثلاثةٌ لا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ القِيامَةِ، ولا يَنْظُرُ إليْهِم، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلهُمْ عَذَابٌ أَليمٌ» قال: فقرأها رسولُ

۵ / ۷۹۴ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان

الله ﷺ ثلاث مِرَارٍ. قال أبو ذرٍّ: خابُوا وخَسِرُوا! مَنْ هُمْ يا رسولَ الله! قال: «المُسْبِلُ، والمنَّانُ، وَالمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بالحَلفِ الكاذِبِ» رواه مسلم. وفي روايةٍ له: «المُسْبِلُ إزارَهُ».

کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا، یہ نامراد ہوئے اور خسارے میں پڑے، اللہ کے رسولؐ، یہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان کرکے احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے اپنا تہ بند (یا شلوار، پاجامہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف. . . .

۷۹۴۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ تینوں کام کبیرہ گناہ ہیں لیکن بدقسمتی سے مسلمان معاشروں میں یہ تینوں گناہ عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی عملی کوتاہیوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

٧٩٥ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «الإسْبَالُ في الإزارِ، وَالقَمِيصِ، وَالعِمَامَةِ؛ مَنْ جَرَّ شَيئاً خُيَلاءَ لم يَنظُرِ الله إليهِ يَومَ القِيامَةِ» رواه أبو داود والنسائي بإسنادٍ صحيح.

۶/ ۷۹۵ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسبال (کپڑا زیادہ لٹکانا) تہ بند، قمیص اور پگڑی میں ہے (یعنی ان تینوں میں اسبال سخت گناہ ہے) جو بھی تکبر کے طور پر کپڑا لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔ (ابو داوٗد، نسائی، یہ صحیح حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار - وسنن نسائی، كتاب الزينة، باب التغليظ في جر الإزار، وباب إسبال الإزار.

۷۹۵۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح تہ بند، پاجامہ، شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح قمیض اور پگڑی میں بھی تکبر کے طور پر ضرورت سے زیادہ لٹکانا سخت گناہ ہے۔

٧٩٦ - وعن أبي جُرَيٍّ جَابِرِ بن سُلَيمٍ رضي الله عنه قال: رَأَيْتُ رَجلاً يصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ؛ لا يَقُولُ شَيئاً إلَّا صَدَرُوا عنه؛ قلتُ: من هذا؟ قالوا: رسولُ اللهِ ﷺ. قلتُ: عَليكَ السَّلامُ

۷/ ۷۹۶ حضرت ابو جری جابر بن سلیم ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عمل کرتے ہیں، وہ جو کچھ کہتا ہے، اسے وہ قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا، یہ اللہ کے رسول ہیں، ﷺ۔ میں نے کہا علیک السلام یا رسول اللہ! دو مرتبہ کہا، آپؐ نے فرمایا، علیک

يا رسولَ الله! ـ مَرَّتَيْن ـ قال: «لا تَقُل عَلَيْكَ السَّلامُ، عَلَيْكَ السَّلامُ تَحِيَّةُ المَوْتَى. قُلْ: السَّلامُ عَلَيكَ» قال: قلتُ: أنتَ رسولُ الله؟ قال: «أَنَا رسولُ اللهِ الذي إذا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإذا أَصَابَكَ عامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنبَتَها لَكَ، وإذا كُنتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلاةٍ، فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ، فَدَعَوْتَه رَدَّهَا عَلَيكَ» قال: قلتُ: اعْهَدْ إليَّ. قال: «لا تَسُبَّنَّ أَحَداً» قال: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا، وَلَا عَبْداً، وَلَا بَعِيراً، وَلَا شَاةً «وَلا تحقِرَنَّ مِنَ المَعرُوفِ شَيْئاً؛ وأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إليهِ وجهُكَ؛ إنَّ ذلكَ مِنَ المَعرُوفِ. وارفَعْ إِزَارَكَ إلى نِصفِ السَّاقِ، فَإن أَبيتَ فَإلى الكَعبَيْن، وإِيَّاكَ وإسْبالَ الإِزَارِ فَإنَّها مِن المَخِيلَةِ وإنَّ الله لا يُحِبُّ المَخِيلَةَ، وإنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بمَا يَعْلَمُ فيكَ فَلا تُعَيِّرْهُ بما تَعلَمُ فيهِ، فإنَّمَا وبَالُ ذلكَ عليهِ» رواه أبو داود والترمذي بإسنادٍ صحيحٍ، وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

السلام مت کہو، علیک السلام تو مردوں کا سلام ہے، تم کہو، السلام علیک۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، میں نے کہا، آپؐ اللہ کے رسول ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (ہاں) میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ اسے تجھ سے دور کردے گا اور جب تو قحط سالی میں مبتلا ہو اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیرے لئے زمین سے پیداوار نکال دے گا اور جب تو کسی جنگل بیابان میں ہو اور تیری سواری گم ہوجائے تو اس سے التجاء کرے تو وہ اسے تجھ پر لوٹا دے گا (حضرت جابرؓ کہتے ہیں) میں نے کہا، آپؐ مجھے عملی ہدایات دیں۔ آپؐ نے فرمایا، کسی کو ہرگز سب و شتم نہ کرنا چنانچہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد آدمی کو گالی دی نہ کسی غلام کو، کسی اونٹ کو برا کہا نہ کسی بکری کو۔ (دوسری ہدایت یہ فرمائی) نیکی کے کسی بھی کام کو ہرگز حقیر مت سمجھنا اور تیرا اپنے بھائی سے کشادہ روئی کے ساتھ بات کرنا بھی یقیناً نیکی کے کاموں میں سے ہے (اس لئے اسے بھی اختیار کرنے سے گریز نہ کرنا) اور اپنا تہ بند (شلوار، پاجامہ) آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا، اگر یہ تیرے لئے ممکن نہ ہو تو ٹخنوں تک تو ضرور اونچا رکھنا اور ٹخنوں سے نیچے (کپڑا) لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی شخص تجھے گالی دے یا تجھے ایسی بات پر عار دلائے جو تیرے اندر موجود ہے جس کو وہ جانتا ہے تو تو اسے ایسی بات پر عار مت دلانا جو اس کے اندر موجود ہے۔ اور تیرے علم میں ہے - اس لئے کہ اس کا وبال اسی پر ہے (نہ کہ تجھ پر۔) (ابو داوٗد، ترمذی۔ حسن صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقول عليك السلام ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في كراهية أن يقول عليك السلام مبتدئا.

۷۹۶۔ فوائد: صدر یصدر کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ یصدر الناس عن رایہ۔ کا مطلب ہوگا، عمل کرنے

کے لئے اس کی رائے لے کر گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اس کو ہم اردو میں' اس کی رائے پر عمل کرتے یا اس کو قبول کرتے ہیں' سے تعبیر کرتے ہیں' جیسے گھاٹ سے پانی پی کر جانے والے کو صادر کہتے ہیں۔ علیک السلام کو مردوں کا سلام جو کہا گیا ہے تو وہ بہ اعتبار زمانہ جاہلیت کے ہے یعنی دور جاہلیت میں یہ رواج تھا ورنہ اسلام میں تو زندوں اور مردوں دونوں کے لئے السلام علیکم ہی سلام ہے جیسا کہ اہل قبور کے لئے حدیث میں دعا منقول ہے۔ السلام علیکم اہل الدیار من المومنین الخ (مسلم' بحوالہ' مشکوۃ 'کتاب الجنائز' باب زیارۃ القبور)

اس میں ایک تو شلوار 'پاجامہ وغیرہ کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھنے کو افضل بتلایا گیا ہے کیونکہ اس میں تواضع کا زیادہ اظہار ہے۔ تاہم ٹخنوں تک کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے کہ ٹخنے ننگے ہوں۔ لیکن ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا کبیرہ گناہ ہے جس پر جہنم کی وعید ہے' جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسرے' کسی بھی بھلائی کے کام سے یہ سمجھ کر گریز نہ کیا جائے کہ یہ تو معمولی کام ہے' بلکہ بھلائی کے ہر کام کو' چاہے بظاہر چھوٹا معلوم ہوتا ہو کیا جائے اور اسے ترک نہ کیا جائے۔ تیسرے' کسی کو اس کی غلطی اور کوتاہی پر عار مت دلاؤ۔ یعنی لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرکے اسے شرمندہ نہ کرو البتہ تنہائی میں اس کو اصلاح کی غرض سے سمجھانا اور اس کو تاہی سے گریز کرنے کی تلقین کرنا اور بات ہے' اس کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ نہایت مستحسن ہے۔

٧٩٧ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: بينما رجل يُصَلِّي مُسْبِلٌ إزارَه، قال له رسولُ اللهِ ﷺ: «اذهَب فتوَضَّأْ» فَذَهَبَ فتَوَضَّأَ، ثم جاءَ، فقال: «اذهَبْ فَتَوَضَّأْ» فقال له رجُلٌ: يا رسولَ اللهِ! ما لكَ أَمَرْتَهُ أَن يَتَوَضَّأَ ثم سَكَتَّ عنه؟ قال: «إنه كانَ يُصَلِّي وهو مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وإن الله لا يَقْبَلُ صَلاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ». رواه أبو داوَدَ بإسنادٍ صحيحٍ على شرط مسلم.

٨ / ٧٩٧ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک وقت ایک آدمی اپنا تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا' اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جا اور وضو کر۔ چنانچہ وہ گیا اور وضو کرکے آیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا' جا اور وضو کر' ایک آدمی نے آپؐ سے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے آپؐ اسے وضو کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور پھر خاموش ہو جاتے ہیں (یعنی دوبارہ وضوء کرنے کی وجہ بیان نہیں فرماتے)۔ آپؐ نے فرمایا وہ اس حال میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا تہ بند (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کا کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹک رہا ہو۔ (اسے ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ امام مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في إسبال الإزار، وكتاب الصلاة، باب الإسبال في الصلاة.

٧٩٧۔ فوائد: اس روایت سے بعض علماء استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار' پاجامہ لٹکانے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن شیخ البانی نے وضاحت کی ہے کہ اس روایت کی سند کو صحیح قرار دینے

والوں کو وہم ہوا ہے ۔اس میں ایک راوی ابو جعفر مدنی مجہول ہے۔ اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ نے اسے ضعیف ابی داؤد میں درج کیا ہے' ملاحظہ ہو ابواب مذکورہ و تخریج المشکوۃ ' ج ا' ص ۲۳۸۔ تاہم جہاں تک ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا تعلق ہے' اس کی بابت نہایت سخت وعیدیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے نماز اور غیر نماز' دونوں حالتوں میں شلوار' پاجامہ' تہ بند اور پتلون وغیرہ کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع اور حرام ہے اور اس پر جہنم کی سخت وعید ہے۔

۷۹۸ ـ وعن قَيسِ بنِ بشرِ التَّغْلِبيِّ قال: أَخْبَرَني أبي ـ وكان جَلِيساً لأبي الدَّرْداءِ ـ قال: كان بِدِمشقَ رَجُلٌ من أَصحَابِ النبيِّ ﷺ يقال له: سهلُ بنُ الحَنْظَلِيَّة، وكان رجُلاً مُتَوَحِّداً قَلَّمَا يُجَالسُ النَّاسَ، إنَّمَا هو صَلاةٌ فَإذا فَرَغَ فَإنَّمَا هو تَسبيحٌ وتَكبيرٌ حتى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا ونَحنُ عِندَ أبي الدَّرداءِ، فقال له أبو الدَّرداءِ: كَلِمةً تَنْفَعُنَا ولا تَضُرُّكَ. قال: بَعَثَ رسولُ اللهِ ﷺ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنهم فَجَلَسَ في المَجْلِسِ الذي يَجلِسُ فيهِ رسولُ اللهِ ﷺ، فقال لِرجُلٍ إلى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيتَنَا حِينَ التَقَيْنَا نَحنُ وَالعَدُوّ، فَحَمَلَ فُلانٌ وَطَعَنَ، فقال: خُذْها مِنِّي، وَأَنَا الغُلامُ الغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرَى في قوْلِهِ؟ قال: مَا أُرَاهُ إلَّا قَدْ بَطَلَ أَجرُهُ. فَسَمِعَ بذلكَ آخَرُ فقال: مَا أَرَى بذلكَ بَأْساً، فَتَنَازَعَا حَتى سَمِعَ رسولُ اللهِ ﷺ فقال: «سُبْحَانَ الله؟ لا بَأْسَ أَنْ يُؤْجَرَ ويُحْمَدَ» فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بذلكَ، وَجَعَلَ يَرْفعُ رَأْسَهُ إليْهِ وَيَقُولُ: أَنْتَ سَمِعْتَ ذلكَ مِنْ رسولِ اللهِ ﷺ!؟ فيقول: نعَمْ. فما زَالَ يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتى إنِّي لأقولُ لَيَبْرُكَنَّ عَلى رُكبَتَيْهِ. قال: فَمَرَّ بنَا يوماً آخَرَ، فقال له أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا

۹ / ۷۹۸ حضرت قیس بن بشر تغلبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد بشر نے جو حضرت ابو الدردا' رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے' خبردی کہ دمشق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص تھے جن کو ابن الحنظلیہ کہا جاتا تھا اور وہ تنہائی پسند آدمی تھے' لوگوں کے ساتھ کم ہی اٹھتے بیٹھتے تھے' ان کی توجہ نمازپڑھنے پر ہی (رہتی) تھی' جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے گھر آنے تک تسبیح و تکبیر میں مصروف رہتے۔ پس یہ (ایک مرتبہ) ہمارے پاس سے گزرے جب کہ ہم حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا' ایسی بات بیان فرمائیے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور آپ کو نقصان نہ دے۔ انہوں نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے (جہاد کے لئے) ایک لشکر بھیجا پھر (جب) وہ واپس آیا تو ان میں سے ایک آدمی آیا اور اس مجلس میں بیٹھ گیا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے' پس اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا' اگر تو ہمیں اس وقت دیکھتا جب ہم اور دشمن ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے (تو کیا خوب ہوتا پس ہم میں سے) ایک آدمی نے نیزہ اٹھایا اور کسی کو مارا اور (ساتھ ہی یہ کہا) لو مجھ سے لڑائی کا مزہ چکھ لو' میں ایک غفاری لڑکا ہوں۔ اس آدمی کی اس بات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا میرا خیال ہے اس کا اجر ضائع ہوگیا' اس کی یہ بات ایک دوسرے شخص نے سنی تو کہا' میرے خیال میں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ اس

وَلا تَضُرُّكَ، قال: قال لَنا رسولُ اللهِ ﷺ: «المُنفِقُ عَلى الخَيلِ كالبَاسِطِ يَدَه بالصَّدَقَةِ لا يَقْبِضُها». ثم مَرَّ بنا يوماً آخَرَ، فقال له أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمةً تَنفَعُنَا وَلا تَضُرُّكَ، قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الأَسَدِيُّ! لَولا طُولُ جُمَّتِهِ وَإسْبَالُ إِزَارِهِ!» فَبَلَغَ خُرَيماً، فعَجَّلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فقَطَعَ بها جُمَّتَهُ إلى أُذنيْهِ، ورَفَعَ إزارَهُ إلى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ. ثمَّ مَرَّ بنَا يَوْماً آخرَ فقالَ: لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمةً تَنفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «إنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلى إخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حتى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ في النَّاسِ؛ فَإنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ». رواهُ أبو داود بإسنادٍ حسنٍ، إلَّا قَيْسَ بنَ بشرٍ، فاخْتَلَفُوا في تَوْثيقِهِ وتَضْعِيفِهِ، وقد روى له مسلم.

سے مقصود فخر و غرور کا اظہار نہیں، بلکہ دشمن کو مرعوب اور خوفزدہ کرنا ہے) پس یہ دونوں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے سن لیا، تو آپ ؐ نے فرمایا، سبحان اللہ، اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے اجر بھی دیا جائے اور اس کی تعریف بھی کی جائے۔ پس میں نے حضرت ابوالدرداؓ کو دیکھا کہ اس بات سے وہ خوش ہوئے ہیں اور اس کی طرف سر اٹھا کر فرمانے لگے، کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ وہ کہنے لگے، ہاں۔ پس وہ مسلسل ان پر یہ بات موڑتے رہے یہاں تک کہ میں کہنے لگا یہ ضرور ابن الحنظلیہ ؓ گھٹنوں پر بیٹھ جائیں گے (یعنی قربت کے طور پر یہ زیادہ قربت کے اظہار کے لئے استعارہ ہے) راوی نے بیان کیا کہ ایک اور دوسرے دن وہ صحابی شخص ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداؓ نے کہا ہمیں ایسی بات بیان فرمائیے جو ہمیں نفع دے اور آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ انہوں نے کہا ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جہاد کے) گھوڑوں پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو صدقے کے لئے اپنا ہاتھ کھلا رکھے اسے (کبھی) بند نہ کرے۔ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت ابوالدرداؓ نے کہا ہمیں ایسی بات بیان فرمائیے جو ہمارے لئے نفع بخش ہو اور آپ کے لئے نقصان کا باعث نہ ہو۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خریم اسدیؓ اچھا آدمی ہے اگر اس کے سر کے بال لمبے نہ ہوتے اور اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا نہ ہوتا۔ یہ بات خریم کو پہنچی تو انہوں نے فوری طور پر ایک چھری لی اور اس سے اپنے سر کے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ کر اپنے کانوں تک کرلیا اور اپنا تہ بند اٹھا کر آدھی پنڈلی تک اونچا کرلیا۔ ابن الحنظلیہ پھر ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت

ابوالدرداءؓ نے کہا، ہمیں ایسی بات ارشاد فرمائیے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کو نقصان نہ ہو۔ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو، پس اپنے کجاووں اور اپنے لباس کو درست کرلو، یہاں تک کہ تم ایسے ہوجاؤ جیسے چہرے پر تل والا شخص لوگوں میں نمایاں اور خوبصورت ہوتا ہے (یعنی سفر سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے اپنے کو بنا سنوار لو، تاکہ گھر والے تمہیں دیکھ کر خوش ہوں، متوحش نہ ہوں) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو بھی پسند نہیں فرماتا جو بغیر ارادے کے بدہیئتی (مکروہ شکل و صورت) اختیار کرتے ہیں اور ان کو جو بہ تکلف ایسا کرتے ہیں۔

اس کو ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔البتہ اس کے راوی قیس بن بشر کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں محدثینؒ کے درمیان اختلاف ہے (یعنی کوئی ثقہ قرار دیتا ہے اور کوئی ضعیف) اور امام مسلمؒ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار - ومسند أحمد٤/ ١٧٩ وصححه الحاكم ووافقه الذهبي٤/ ١٨٣ . شیخ البانی نے کہا ہے کہ قیس کے ضعف کی صراحت میری نظر سے نہیں گزری۔ صرف اس کا باپ غیر معروف ہے۔ دیکھئے الارواء، رقم ۲۱۲۳۔

۷۹۸- فوائد: (۱) انسان جنگ میں اپنی شجاعت و بہادری کی تعریف کرسکتا ہے جبکہ اس سے مقصد، دشمن کو مرعوب کرنا ہو (۲) یہ قابل گرفت فعل نہیں بلکہ حسن نیت کی وجہ سے اس پر اجر کا بھی مستحق ہوگا اور اہل دنیا الگ اس کی تعریفیں کریں گے (۳) سر کے بالوں کی تین قسمیں یا صورتیں ہیں جو بال کندھوں تک آئیں انہیں جمہ اور جو کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں لمہ اور جو کانوں کی لو تک ہوں انہیں وفرہ کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بال مبارک لمہ سے کم اور وفرہ سے زیادہ تھے۔ گویا آپؐ کے بال بھی لمبے تھے لیکن جمہ نہیں تھے جن کو آپؐ نے ناپسند فرمایا ہے (۴) سفر سے واپسی پر مستحب ہے کہ انسان اپنی شکل و صورت اور لباس کی اصلاح کرلے، سفر کے گردوغبار یا تعب و تکان سے اس کا حلیہ بگڑا ہوا نہ ہو، ایسی بدہیئتی بالقصد ہو یا بلاقصد، اللہ کو بھی ناپسند ہے اور گھر والوں کی بھی نفرت کا باعث (۵) بغرض اصلاح غائب شخص کی کوتاہیوں کا اظہار جائز ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے خریم کی بابت ارشاد فرمایا، یہ غیبت میں شامل نہیں (۶) فحش ویسے تو زیادہ قبیح قسم کے گناہ کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ ردی حالت اور بری ہیئت اختیار کرنے کے مفہوم میں ہے جو جمال کے منافی ہو۔

٧٩٩ - وعن أبي سعيدٍ الخدْريِّ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «إزرَةُ المُسلِمِ إلى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ - أو لا جُنَاحَ - فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الكَعْبَيْنِ، فما كانَ أَسْفَلَ مِنَ الكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَراً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إليهِ». رواهُ أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۱۰/ ۷۹۹ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مسلمان کا تہ بند آدھی پنڈلی تک ہے اور کوئی حرج یا کوئی گناہ نہیں اگر آدھی پنڈلی سے ٹخنوں تک کے درمیان ہو اور جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا پس وہ آگ میں ہوگا اور جو اپنا تہ بند (شلوار' پاجامہ وغیرہ) تکبر کے طور پر ٹخنوں سے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے گا' اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا- (ابو داؤد نے صحیح سند سے روایت کیا)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار.

٨٠٠ - وعن ابنِ عمر رضيَ اللهُ عنهما قال: مَرَرْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي إِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: «يَا عَبْدَ اللهِ! ارْفَعْ إِزَارَكَ» فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ: «زِدْ»، فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ القَوْمِ: إلى أَيْنَ؟ فَقَالَ: «إِلَى أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ». رواهُ مسلم.

۱۱/ ۸۰۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور میرا تہ بند لٹکا ہوا تھا' تو آپ ؐ نے فرمایا' اے عبداللہ ؓ! اپنا تہ بند اونچا کرو' چنانچہ میں نے اسے اونچا کرلیا' آپ ؐ نے پھر فرمایا' اور اونچا کرو' پس میں نے اور اونچا کرلیا- اس کے بعد تو میں (ہمیشہ) اس کا خیال رکھنے لگا- پس بعض لوگوں نے پوچھا' تہ بند کہاں تک ہو؟ تو ابن عمر ؓ نے فرمایا' آدھی پنڈلیوں تک- (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء

۸۰۰- فوائد: ازار سے مراد وہ کپڑا ہے جو ناف سے لے کر ٹخنوں تک کے حصے کو ڈھانپنے کے لئے استعمال کیا جائے' وہ تہ بند ہو یا شلوار' پاجامہ ہو یا پتلون' یہ سب ازار میں شامل ہیں- ان میں سے ہر کپڑا آدھی پنڈلی تک ہو تو زیادہ بہتر ہے تاہم ٹخنوں تک رکھنے کی اجازت ہے' ٹخنے ننگے رہنے چاہئیں یہ بہت ضروری ہے- ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا کبیرہ گناہ ہے- یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے- عورتوں کے لئے اس کے برعکس ٹخنے بلکہ پیر تک ڈھانپنے ضروری ہیں بالخصوص جب وہ باہر نکلیں تاکہ ان کے پاؤں پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے-

٨٠١ - وعنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إليهِ يَوْمَ القِيَامَةِ» فقالتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُولِهِنَّ، قال: «يُرْخِينَ شِبْراً». قالتْ: إذاً تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ. قال: «فَيُرْخِينَهُ ذِراعاً لَا يَزِدْنَ». رواهُ أبو داود

۱۲/ ۸۰۱ سابق راوی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص تکبر کے طور پر اپنا کپڑا لٹکا اور گھسیٹ کر چلے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا- یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا' عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟ آپ ؐ نے فرمایا وہ (نصف پنڈلی سے) ایک

والترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيح .

بالشت نیچے لٹکالیں۔ انہوں نے عرض کیا، تب ان کے پاؤں ننگے ہوجائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو وہ ایک ہاتھ کے برابر لٹکالیں، اس سے زیادہ نہیں۔ (ابو داؤد، ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن أبي داود، أبواب اللباس، باب في الانتعال ـ وسنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في القمص .

۸۰۱۔ فوائد: اس میں وضاحت کردی گئی کہ عورتیں اپنی چادروں کے دامن یا شلوار (نصف پنڈلی سے) ایک ذراع تک لٹکا کر رکھیں تاکہ ان کے پیر بھی نظر نہ آئیں۔ ذراع، کہنی سے انگلیوں کے کنارے تک کے حصے کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ ایک ہاتھ کرلیا جاتا ہے۔ عورتوں کے لئے یہ حکم مردوں کے مقابلے میں نصف پنڈلی سے یا ٹخنوں سے ایک بالشت یا ایک ہاتھ مزید لٹکانا ہے۔ اور یہ حکم ان کی تکمیل ستر کے لئے دیا گیا ہے جس کا انہیں بہت خیال رکھنا چاہئے۔

١٢٠ ـ بابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعاً

۱۲۰۔ تواضع کے طور پر عمدہ لباس ترک کردینا پسندیدہ ہے

قَدْ سَبَقَ فِي بَابِ فَضْلِ الجُوعِ وَخُشُونَةِ العَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهذا البَابِ.

باب فضل الجوع و خشونۃ العیش میں کچھ باتیں گزر چکی ہیں جو اس باب سے متعلق ہیں۔ (اب اس سلسلے میں ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے)

٨٠٢ ـ وعن معاذِ بنِ أنسٍ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعاً للهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ القِيَامَةِ عَلى رُؤُوسِ الخَلائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الإِيمانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا». رواهُ الترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۸۰۲ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے محض اللہ کی رضا کے لئے تواضع کے طور پر عمدہ لباس پہننا چھوڑ دیا، درآں حالیکہ وہ اس کی طاقت رکھتا تھا، تو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے اسے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا وہ پسند کرے، پہن لے۔

(ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب صفة القيامة.

۸۰۲۔ فوائد: اس میں تواضع کی اور دوسروں پر برتری نہ جتلانے کی فضیلت کا بیان ہے۔ ایمان کے جوڑے سے مراد، جنت میں لباس کے وہ اعلیٰ جوڑے ہیں جو صرف اہل ایمان کے لئے اللہ نے وہاں تیار کئے ہیں۔ (اللھم اجعلنا منھم)

١٢١ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّوَسطِ فِي اللِّبَاسِ وَلاَ يَقْتَصِرُ عَلَى مَا يُزْرِي بِهِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَلاَ مَقْصُودٍ شَرْعِي

۱۲۱۔ لباس میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے اور بلاضرورت اور کسی مقصود کے بغیر ایسا حقیر لباس نہ پہنے جو اس کی شخصیت کو عیب ناک کردے

٨٠٣ ـ عن عمرو بنِ شُعَيْبٍ عَن أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ اللهَ يُحبُّ أَنْ يَرى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلى عَبْدِهِ». رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسن.

۱/ ۸۰۳ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

(ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء أن الله تعالي يحب أن يرى أثر نعمته علي عبده.

۸۰۳۔ فوائد: جس طرح اللہ کی رضا کے لئے تواضع کے طور پر سادہ لباس پہننا پسندیدہ ہے۔ اسی طرح اللہ کی نعمتوں کے اظہار کی غرض سے عمدہ لباس پہننا' اعمال خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا' محتاجوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ تعاون اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا' بھی بہت پسندیدہ ہے۔ عمدہ اور قیمتی لباس تکبر اور برتری کے اظہار کے طور پر پہننا سخت جرم ہے فی نفسہٖ جرم نہیں بلکہ اظہار نعمت کی نیت سے پہننے پر تو بہت پسندیدہ ہے۔ گویا نیتوں کے اعتبار سے ایک ہی عمل' ایک شخص کے لئے اچھا ہے تو دوسرے کے لئے برا۔ اس لئے اخلاص عمل اور تصحیح نیت بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ اتباع سنت نبوی بھی۔

(علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم)

١٢٢ ـ بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

۱۲۲۔ مردوں کے لئے ریشم کا پہننا' اس پر بیٹھنا اور اس کا تکیہ لگانا حرام ہے البتہ عورتوں کے لئے ریشمی لباس پہننا جائز ہے۔

٨٠٤ ـ عن عمرَ بنِ الخطَّابِ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَلْبَسُوا الحَرِيرَ؛ فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ في الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ في الآخِرَةِ» متفقٌ عليه.

۱/ ۸۰۴ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ریشم کا لباس مت پہنو' اس لئے کہ جو (مرد) اسے دنیا میں پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال. . . ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة علي الرجال

والنساء وخاتم الذهب والحرير علي الرجال وإباحته للنساء.

۸۰۴- فوائد: اس نہی کے مخاطب مسلمان مرد ہیں کیونکہ عورتوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے مردوں کے لئے یہ اس لئے حرام ہے کہ اس میں زیب و زینت کا پہلو ہے جو عورتوں کا وصف خاص ہے۔ مردوں کے لئے یہ پسندیدہ نہیں کیونکہ اس سے مرد کی مردانہ خصوصیات' شجاعت' شہامت و تہور وغیرہ متاثر ہوتی ہیں۔ دوسرے اس میں تکبرو رعونت کا بھی اظہار ہے اور یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔ تیسرے' مشرکین و کفار سے مشابہت ہے۔ چوتھے' اس کا استعمال اس سادگی کے خلاف ہے جو اسلام ایک مسلمان کے اندر دیکھنا پسند کرتا ہے اور جسے نبی ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ البذاذة من الایمان (کتاب الزهد للامام احمد' ابن ماجه و مستدرک حاکم' صححه الحاکم واقره الذهبی' بحواله فیض القدیر' للمناوی ۳ / ۲۱۷) بذاذة ایمان کا حصہ ہے بذاذة کا مطلب' پرتکلف لباس' قیمتی پوشاک اور آرائش و زیبائش کی بجائے سادہ اور بے تکلف رہن سہن اختیار کرنا ہے۔

٨٠٥ ـ وعنه قال: سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «إنَّمَا يَلْبَسُ الحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لِلبُخاري: «مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الآخِرَةِ».
قولُه: «مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ»، أَيْ: لَا نَصِيبَ لَهُ.

۲ / ۸۰۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم تو وہی پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہیں۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

من لا خلاق له کے معنی ہیں' اس کا حصہ نہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة علي الرجال والنساء.

۸۰۵- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ ریشمی لباس کا استعمال مرد کے لئے کبیرہ گناہ ہے' جس سے اس نے اگر مرنے سے قبل خالص توبہ نہ کی تو جنت سے محرومی کا اندیشہ ہے۔ لیکن افسوس آجکل مرد خصوصاً نوجوان عورتوں کے سے ریشمی لباس بکثرت پہن رہے ہیں ایک مسلمان کے لئے ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

٨٠٦ ـ وعن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ في الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ في الآخِرَةِ» متفقٌ عليه.

۳ / ۸۰۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے دنیا میں ریشم پہنا' وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا (کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جائے گا) (بخاری و مسلم) (حوالہ مذکور)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه - وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة علي الرجال

والنساء.

٨٠٧ ـ وعن عليٍّ رضيَ اللهُ عنه قال: رَأَيْتُ رسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ حَرِيراً، فَجَعَلَهُ في يَمِينِهِ، وَذَهَباً فَجَعَلَهُ في شِمَالِهِ، ثُمَّ قال: «إنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلى ذُكُورِ أُمَّتِي». رواهُ أبو داود بإسنادٍ حسن.

۴ / ٨٠٧ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم پکڑ کر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا پکڑ کر اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا۔ پھر فرمایا' یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (اس کو ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في الحرير للنساء.

٨٠٨ ـ وعن أبي مُوسى الأشْعَرِيِّ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قال: «حُرِّمَ لِبَاسُ الحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلى ذُكُورِ أُمَّتِي، وَأُحِلَّ لإنَاثِهِمْ». رواهُ الترمذي وقال: حديثٌ حسن صحيحٌ.

۵ / ٨٠٨ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور ان کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے' (ترمذی' حسن صحیح)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما جاء في الحرير والذهب.

٨٠٨- فوائد: مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ ریشم اور سونا عورتوں کے لئے حلال ہے لیکن حلال ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ سونے کے زیورات کو شادی کا لازمی جزء بنالیا جائے۔ جیسا کہ بدقسمتی سے مسلمان معاشروں میں یہ بیماری عام ہے اور جس کی وجہ سے بے وسیلہ لوگوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے حالانکہ اس کے جواز کا مطلب صرف یہ ہے کہ بوقت ضرورت اور بحسب استطاعت عورتیں سونا استعمال کرسکتی ہیں نہ کہ اس کے بغیر شادی کا تصور ہی ممکن نہ رہے۔ ھدی اللہ المسلمین

٨٠٩ ـ وعن حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عنه قال: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أنْ نَشْرَبَ في آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وعَنْ لُبْسِ الحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ، وَأَنْ نَجلِسَ عَلَيْهِ. رواهُ البخاري.

۶ / ٨٠٩ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے اور ریشم کا لباس پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وما يجوز منه.

٨٠٩- فوائد: ریشم کی مختلف قسمیں ہیں۔ باریک ریشم کو استبرق اور موٹے ریشم کو دیباج کہا جاتا ہے۔ یعنی ریشم کی ہر قسم مراد ہے۔ اصل ریشم (حریر) تو وہی ہے جو قدرتی ہے اور ریشم کے کیڑوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تاہم آج کل بعض کپڑے ایسے بھی بن گئے ہیں جو کیڑوں سے حاصل کردہ ریشم سے تو بنے ہوئے نہیں ہوتے لیکن دیکھنے میں وہ ریشمی کپڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ایسے مصنوعی کپڑے مردوں کے لئے حرام نہیں ہیں جیسے بوسکی اور

سلکی قسم کے کپڑے ہیں۔ البتہ ان کی کچھ قسمیں اگر ایسی ہوں جنہیں صرف عورتیں ہی پہنتی ہوں اور انہی میں ان کا چلن ہو تو ایسے کپڑے یا رنگ، عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے، مردوں کے لئے حرام ہوں گے۔ علاوہ ازیں ریشم کے کپڑوں پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے۔ اس لئے ریشم کے کپڑوں سے لحاف، گدے اور تکیے وغیرہ بنانا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انہیں مرد اور عورت دونوں ہی استعمال کرتے ہیں۔ بنابریں یہ رواج بھی قابل اصلاح ہے۔

١٢٣ ـ بَابُ جَوَازِ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِمَنْ بِهِ حِكَّةٌ

۱۲۳۔ جس کو خارش ہو، اس کے لئے ریشمی لباس پہننے کا جواز

٨١٠ ـ عن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه قال: رَخَّصَ رسُولُ اللهِ ﷺ، للزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ عَوْفٍ رضيَ الله عنهما في لُبْسِ الحَريرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا. متفقٌ عليه.

۱/ ۸۱۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشم کا لباس پہننے کی رخصت دے دی تھی کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب ما يرخص من الحرير للحكّة، وكتاب الجهاد، باب الحرير في الحرب ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب إباحة لبس الحرير للرجل إذا كانت به حكة أو نحوها.

۸۱۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ خاص ضرورت کے وقت مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہے۔ جیسے خارش کی بیماری میں۔ اسی طرح کی کسی اور بیماری میں بھی، اگر ضرورت ہو، تو پہنا جاسکتا ہے۔ اسی طرح گرمی سردی کی شدت سے بچنے کے لئے کسی کے پاس سوائے ریشمی لباس کے اور کوئی کپڑا نہ ہو، تو اس کے لئے بھی اس کا جواز ہوگا۔

١٢٤ ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُودِ النُّمُورِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا

۱۲۴۔ چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت کا بیان

٨١١ ـ عن مُعَاوِيَةَ رضيَ اللهُ عنه قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَرْكَبُوا الخَزَّ وَلَا النِّمَارَ». حديث حسن، رواهُ أبو داود وغيره بإسنادٍ حسنٍ.

۱/ ۸۱۱ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم ریشم اور چیتے کی کھال پر مت سوار ہونا۔ (اسے ابو داود وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع.

۸۱۱۔ فوائد: خز، کی بابت بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اون اور ریشم سے مل کر بنتا ہے۔ اس لئے وہ مَردوں کے لئے بھی اس کے استعمال کے جواز کے قائل ہیں۔ حدیث میں اس کے استعمال سے اس لئے روکا گیا ہے کہ اس وقت غیر مسلم عجمی اور مترفین (آخرت فراموش، خوش حال لوگ) ہی اسے پہنتے تھے، نہی کا مقصد ان کی مشابہت

سے روکنا تھا' اس لئے ان کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے اور اگر خز سے مراد ریشم ہی ہے جیسا کہ اکثر علماء کی رائے ہے تو پھر یہ نہی نہی تحریمی ہوگی اور اس کا استعمال بالکل حرام ہوگا۔ بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ ریشم کی بنی ہوئی زین اور کجاوہ پر سوار ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح چیتے کی کھال کی بنی ہوئی چیز (جیکٹ وغیرہ) کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔ اس میں تکبر کا اظہار بھی ہے اور غیر مسلموں کے طور اطوار سے مشابہت بھی۔

٨١٢ ـ وعن أبي المَلِيحِ عن أبيهِ، رضيَ اللهُ عنه، أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ نَهى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ. رواهُ أبو داود، والترمذيُّ، والنسائيُّ بأَسَانيدَ صحاحٍ. وفي روايةِ الترمذي: نهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

۲ / ۸۱۲ حضرت ابوالملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں (کے استعمال) سے منع فرمایا ہے۔

(ابو داؤد' ترمذی' نسائی۔ ان کی سندیں صحیح ہیں)

اور ترمذی کی روایت میں ہے درندوں کی کھالوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع ـ وسنن ترمذي، أبواب اللباس برقم١٧٧١ ـ وسنن نسائي، كتاب الفرع والعتيرة، باب النهي عن الانتفاع بجلود السباع.

۸۱۲۔ فوائد: اس حدیث میں عموم ہے یعنی ہر قسم کے درندوں کی کھال سے انتفاع (نفع اٹھانا) اور اس کا استعمال میں لانا حرام ہے۔ اس نہی کی علت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ درندوں کی کھالوں پر جو بال ہوتے ہیں دباغت سے بھی صاف نہیں ہوتے اس لئے ان میں نجاست باقی رہتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف غیرمدبوغ کھالوں کے لئے ہے' مدبوغ کھالیں حکم نہی سے مستثنیٰ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فضول خرچ اور متکبرین انہیں استعمال کرتے ہیں ان سے مشابہت کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہی عام ہے' درندوں کی کھالیں مدبوغ ہوں یا غیر مدبوغ' دونوں کا ہی استعمال ممنوع ہے اور جس حدیث میں آتا ہے کہ دباغت (رنگنے) سے ہر کھال پاک ہوجاتی ہے' زیر بحث حدیث اس کی مخصص ہے۔ یعنی اس حدیث کی وجہ سے درندوں کی کھالیں کل اهاب دبغ فقد طهر (جس کھال کو بھی رنگ دیا گیا' وہ پاک ہوگئی) کے عموم سے نکل جائیں گی اور درندوں کی کھالیں ہر صورت میں ناپاک ہی رہیں گی اور ان کا استعمال ناجائز ہوگا۔ (عون المعبود)

١٢٥ ـ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا لَبِسَ ثَوْباً جَدِيداً أَوْ نَعْلاً أَوْ نَحْوَهُ

۱۲۵۔ نیا لباس یا جوتا وغیرہ پہنتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

٨١٣ ـ عن أبي سعيد الخُدْريِّ رضيَ اللهُ عنه قال: كانَ رسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْباً سَمَّاهُ باسْمِهِ ـ عِمَامَةً، أَوْ قَمِيصاً، أَوْ رِدَاءً ـ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! لَكَ

۱ / ۸۱۳ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کا نام لیتے (مثلاً) پگڑی' قمیض یا چادر اور یہ دعا پڑھتے' اے اللہ! تیرے لئے تعریفیں ہیں' تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے' میں اس کی بھلائی کا اور جس غرض کے

الحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ». رواهُ أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں‘ اور اس کے شر سے اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

(ابو داوٗد‘ ترمذی حسن حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، أوّل كتاب اللباس - سنن ترمذي، أبواب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديدا.

۸۱۳- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نیا لباس پہنتے وقت یہ مسنون دعا پڑھنی چاہیے اور امام نووی ؒ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نیا جوتا یا اور اسی قسم کی کوئی چیز جب پہنی جائے تو اس وقت بھی یہ دعا پڑھی جائے جیسا کہ باب سے واضح ہے۔

١٢٦ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الاِبْتِدَاءِ بِالْيَمِينِ فِي اللِّبَاسِ

۱۲۶۔ لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنے کا استحباب

هذا الباب قد تقدم مقصوده وذكرنا الأحاديث الصحيحة فيه.

اس باب کا ماحصل اور مقصود پہلے گزر چکا ہے اور اس میں صحیح حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔

(ملاحظہ ہو‘ باب ۹۹‘ باب استحباب تقدیم الیمین فی کل ماھو من باب التکریم)

* * *

٤ ـ كِتَابُ آدَابِ النَّوْمِ وَالإِضْطِجَاعِ وَالْقُعُوْدِ وَالْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ وَالرُّؤْيَا

سونے، لیٹنے، بیٹھنے، مجلس، ہم نشین اور خواب کے آداب

١٤٧ ـ بَابُ مَا يَقُوْلُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

۱۴۷۔ سونے کے وقت کی دعائیں

٨١٤ ـ عَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ رضي الله عنهما قال: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ إذا أَوَى إلى فِرَاشِهِ نَامَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ، ثُمَّ قال: «اللَّهُمَّ! أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ». رواه البخاري بهذا اللفظ في كتاب الأدب من صحيحه.

۱/ ۸۱۴ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر قرار پکڑتے تو دائیں کروٹ پر سوتے پھر یہ دعا پڑھتے' اے اللہ! میں نے اپنا نفس تجھے سونپ دیا اور اپنا رخ تیری طرف موڑ لیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا اور اپنی پشت شوق و رغبت اور خوف کے ساتھ تیری طرف لگائی اور تجھ سے بھاگ کر تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور چھٹکارے کی جگہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس پیغمبر پر جو تو نے بھیجا۔ (امام بخاری نے ان الفاظ سے یہ روایت اپنی صحیح کی کتاب الادب میں روایت کی ہے)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب النوم علي الشق الأيمن.

۸۱۴۔ فوائد: اس میں رات کو سوتے وقت اپنے ایمان و اسلام اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی تجدید ہے۔ ہر مسلمان اس طرح رات کو تجدید عہد کرلیا کرے تو یقیناً دن کی مصروفیتوں میں بھی اسے اللہ اور اس کے احکام یاد رہیں گے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (باب نمبر۷' باب فی الیقین والتوکل' رقم ۷ / ۸۰)

٨١٥ ـ وعنه قال: قال لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إذا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ للصَّلاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلى شِقِّكَ الأيْمَنِ، وَقُلْ..» وَذَكَرَ نَحْوَهُ، وفيه: «وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ» متفق عليه.

۲/ ۸۱۵ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ تو اس طرح وضوء کرو جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعاء پڑھو' اور پھر راوی نے مذکورہ دعاء ذکر کی۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ ان کلمات کو اپنی آخری گفتگو بناؤ (یعنی اس کے بعد بغیر کوئی گفتگو کئے سو جاؤ) بخاری و مسلم

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب فضل من بات علي الوضوء ـ وصحيح مسلم، كتاب الذكر، باب ما يقول عند النوم .

٨١٦ ـ وعن عائشةَ رضيَ الله عنها قالت: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلى شِقِّهِ الأيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ المُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَهُ. متفقٌ عليه.

۲/ ۸۱۶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو (تہجد کی نفلی نماز) گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ پس جب صبح صادق ہوجاتی تو ہلکی سی دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھتے' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے' یہاں تک کہ موذن آتا اور آپ کو (فجر کی نماز کی) اطلاع دیتا (تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب الضجع علي الأيمن ـ وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل.

۸۱۶۔ فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے قیام اللیل (نماز تہجد) کی تفصیل ہے۔ یہ وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رمضان اور غیر رمضان' بارہ مہینے آپ گیارہ رکعتیں ہی پڑھتے۔ آٹھ رکعتیں' قیام اللیل' جسے رمضان میں تراویح کہتے ہیں اور تین رکعات وتر۔ علاوہ ازیں اس میں فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنے کا بھی ذکر ہے جس سے اس کا سنت ہونا واضح ہے۔

٨١٧ ـ وعن حُذَيْفَةَ رضي الله عنه قال: كان النبيُّ ﷺ إذا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا» وَإذا اسْتَيْقَظَ قالَ: «الحَمْدُ للهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإلَيْهِ النُّشُورُ» رواه البخاري.

۴/ ۸۱۷ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ رات کو اپنی خواب گاہ میں قرار پکڑتے تو اپنا (دایاں) ہاتھ اپنے (دائیں) رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے' اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے' تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے

بعد زندگی عطا کی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا نام، وباب ما يقول إذا أصبح، وباب وضع اليد اليمني تحت الخدّ الأيمن.

۸۱۷- فوائد: اس دعا میں نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے تعبیر فرمایا ہے۔ پھر اس دعا کے ذریعے سے قیامت کے تصور کو مستحضر کیا گیا ہے۔ بہرحال سوتے اور اٹھتے وقت یہ دعائیں پڑھنا مسنون ہیں۔

٨١٨ - وعن يَعِيشَ بنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رضي الله عنه قال: قال أبي: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ في المَسْجِدِ عَلى بَطْني إذا رَجُلٌ يُحَرِّكُني بِرِجْلِهِ فقال: «إنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ» قال: فَنَظَرْتُ، فَإِذا رسولُ اللهِ ﷺ. رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۵ / ۸۱۸ حضرت یعیش بن طخفہ غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا' ایک وقت میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا لیٹنے کی یہ حالت اللہ کو ناراض کرنے والی ہے۔ میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔

(اسے ابوداؤد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب النوم، باب في الرجل ينبطح علي بطنه.

۸۱۸- فوائد: پیٹ کے بل یعنی الٹا سونا ممنوع اور سخت ناپسندیدہ ہے۔ تہذیب و شائستگی کے خلاف ہونے کے علاوہ اس کے اخلاقی اور طبی نقصانات بھی ہیں۔

٨١٩ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تعالى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تعالى تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاً لا يَذْكُرُ اللهَ تعالى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ» رواه أبو داود بإسنادٍ حسن.

«التِّرَةُ» بكسر التاءِ المثناة من فوق، وهي: النَّقْصُ، وَقِيلَ: التَّبِعَةُ.

۶ / ۸۱۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جگہ بیٹھا' اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسرت ہوگی (یا وبال ہوگا) اور جو کسی بستر پر لیٹے' اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ کی طرف سے حسرت ہوگی (یاوبال ہوگا)

(اسے ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

الترۃ' تاء پر زیر' معنی ہیں کوتاہی (یعنی کوتاہی پر حسرت) اور بعض کے نزدیک وبال۔

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله تعالي.

۸۱۹- فوائد: مستحب ہے کہ ہر مجلس میں اور روزانہ سوتے وقت اللہ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ کے ذکر سے غفلت، اللہ کی طرف سے وبال کا باعث ہے۔ یا نہیں تو کم از کم انسان کو اپنی اس کوتاہی پر حسرت ہوگی۔

١٢٨ ـ بابُ جَوَازِ الاسْتِلْقَاءِ عَلَى الْقَفَا وَوَضْعِ إحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الأُخْرَى إذَا لَمْ يَخَفِ انْكِشَافَ الْعَوْرَةِ وَجَوَازِ الْقُعُودِ مُتَرَبِّعاً وَمُحْتَبِياً

۱۲۸- چت لیٹنے کا اور جب ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹنے کا اور چوکڑی مار کر اور اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد کرکے بیٹھنے کا جواز

٨٢٠ ـ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ رأى رسولَ اللهِ ﷺ مُسْتَلْقِياً فِي المَسْجِدِ، وَاضِعاً إحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الأُخْرَى. متفقٌ عليه.

۸۲۰/۱ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹا ہوا دیکھا، آپ ؐ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المساجد، باب الاستلقاء في المسجد، وكتاب اللباس، باب الاستلقاء ووضع الرِّجل على الأخري ـ وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب في إباحة الاستلقاء ووضع إحدى الرِّجلين علي الأخري .

٨٢١ ـ وعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضي الله عنه قال: كان النبيُّ ﷺ إذَا صَلَّى الفَجْرَ تَرَبَّعَ في مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ. حديث صحيح، رواه أبو داود وغيره بأسانيد صحيحة.

۸۲۱/۲ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنی جائے نشست پر چوکڑی مار کر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح روشن ہوکر طلوع ہوجاتا۔ حدیث صحیح ہے۔ (ابو داؤد وغیرہ نے اسے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح ـ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يجلس متربعا .

۸۲۱- فوائد: اس حدیث میں چوکڑی مار کر بیٹھنے اور نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک مسجد میں ٹھہرے رہنے کا استحباب ہے۔ مطلب یہ کہ یہ عمل ضروری نہیں البتہ اس طرح کرنے سے ثواب ملے گا۔

٨٢٢ ـ وعَنِ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قال: رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ بِفِنَاءِ الكَعْبَةِ مُحْتَبِياً بِيَدَيْهِ هكذا. وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الاحْتِبَاءَ، وَهُوَ القُرْفُصَاءُ. رواه البخاري.

۸۲۲/۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صحن کعبہ میں اپنے ہاتھوں کے ساتھ اس طرح احتباء کرتے ہوئے دیکھا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء کی کیفیت بیان کی اور وہ قرفصاء کی کیفیت تھی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان باب الاحتباء باليد وهو القرفصاء.

۸۲۲- فوائد: احتباء یا قرفصاء یہ ہے کہ دونوں زانو کھڑے رہیں اور سرینوں پر بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھ لے۔ جیسے اکڑوں بیٹھ کر ٹانگوں کے گرد باندھ لیا جائے۔ اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

٨٢٣ - وعن قَيْلَةَ بنتِ مَخْرَمَةَ رضي الله عنها قالت: رَأَيْتُ النبيَّ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ القُرْفُصَاءَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ المُتَخَشِّعَ في الجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الفَرَق. رواه أبو داود، والترمذي.

۴/ ۸۲۳ **حضرت قیلہ بنت مخرمہ** رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا (یعنی اکڑوں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے ٹانگوں کے گرد حلقہ بنائے ہوئے) پس جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھنے میں خشوع اختیار کرتے ہوئے دیکھا تو ڈر کے مارے مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔

(ابو داؤد' ترمذی)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب جلوس الرجل - وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان برقم۸۲۳.

٨٢٤ - وعنِ الشَّرِيد بنِ سُوَيدٍ رضي الله عنه قال: مَرَّ بي رسولُ الله ﷺ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ اليُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي، وَاتَّكَأْتُ عَلى أَلْيَةِ يَدِي فقال: «أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟!» رواه أبو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

۵/ ۸۲۴ **حضرت شرید بن سوید** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور ہاتھ کے انگوٹھے کے نچلے حصے پر ٹیک لگائے ہوئے تھا' آپ نے فرمایا' کیا تو ان لوگوں کی طرح بیٹھتا ہے جن پر غضب الٰہی نازل کیا گیا۔

(ابو داؤد- صحیح سند کے ساتھ)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الجلسة المكروهة.

۸۲۴- فوائد: الیۃ الید' سے مراد ہاتھ کی اصل ہے یعنی وہ اصل جس کا سرا انگوٹھے کی اصل پر ختم ہوتا ہے اس کو الیۃ الید کہتے ہیں اور ہاتھ کا دوسرا سرا جس کی اصل چھنگلی ہے اس کو صرہ کہا جاتا ہے (نھایہ)

جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ ان کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے لیکن بدقسمتی سے آج کل مسلمان ہر معاملے میں یہود و نصاریٰ کی نقالی کرنے میں فخر محسوس کرتے اور دنیوی ترقی کے لئے اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

١٢٩ - بَابٌ فِي آدَابِ المَجْلِسِ وَالجَلِيسِ

۱۲۹- مجلس اور ہم نشیں کے آداب

٨٢٥ - عن ابنِ عُمَرَ رضي الله

۱/ ۸۲۵ **حضرت ابن عمر** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول

عنهما قال: قال رسولُ الله ﷺ: «لا يُقيمَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلاً مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا» وَكَانَ ابنُ عُمَرَ إذا قامَ له رَجُل مِنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجلِسْ فِيهِ. متفقٌ عليه.

اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی آدمی کو اس کی مجلس سے اٹھا کر پھر خود اس پر بیٹھ جائے، لیکن تم مجلس میں فراخی اور گنجائش پیدا کرو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب کوئی آدمی آپؓ کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو آپؓ اس جگہ نہ بیٹھتے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه، وباب «إذا قيل لكم تفسحوا» وكتاب الجمعة، باب لا يقيم الرجل أخاه من مقعده ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه.

۸۲۵۔ فوائد: اس میں ایک تو مجلس کو فراخ رکھنے کی تاکید ہے تاکہ ہر آنے والے کو مجلس میں بیٹھنے کی جگہ مل جائے اور تنگی محسوس نہ ہو۔ دوسرے، کسی بیٹھے ہوئے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس پر بیٹھنا ممنوع ہے، چاہے بیٹھا ہوا شخص مفضول اور کمتر رتبے کا آدمی ہو لیکن اگر وہ پہلے آکر ایک جگہ بیٹھ گیا ہے تو بعد میں آنے والے کسی بھی شخص کے لئے اسے وہاں سے اٹھانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ خود ہی اپنے سے افضل آدمی کے لئے، اپنی جگہ چھوڑ دے اور اسے وہاں بیٹھنے کی پیشکش کرے تو پھر وہاں بیٹھنا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمر اس صورت میں بھی وہاں نہیں بیٹھتے تھے تو یہ ان کے غایت درجہ زہد و تقویٰ اور احتیاط کا نتیجہ تھا ورنہ اس کی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ اس طرح بازار وغیرہ سے کوئی شخص اپنا سودا بیچنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص کرلے تو اس پر اس کا حق فائق ہے اور وہ وہاں آکر بیٹھنے والے دوسرے شخص کو اٹھا سکتا ہے۔ البتہ ملک کی انتظامیہ ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لئے بازاروں اور سڑکوں پر سودا بیچنے والوں کو اٹھانے اور منع کرنے کا حق رکھتی ہے لیکن اس کے لئے ایک متعین اور واضح قانون ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ ایک سرکاری اہلکار تو رشوت وصول کرکے ناجائز تجاوزات کی اجازت دیئے رکھے اور کچھ عرصے کے بعد کوئی دوسرا اہلکار ان کے خلاف میدان عمل میں آجائے اور یہ آنکھ مچولی یا تعمیر و تخریب ہمارے ملک میں عام ہے اور سالہا سال سے ہم اس کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ کچھ عرصے کے لئے تجاوزات کی اجازت ہوتی ہے اور پھر کسی وقت اچانک ان کے خلاف اقدامات شروع کردیئے جاتے ہیں۔ اگر تجاوزات کی اجازت نہیں ہے (اور یقیناً نہیں ہے) تو پھر اس سے چشم پوشی کرنے والے اہلکاروں کو سزا ملنی چاہیے، نہ یہ کہ پہلے لوگوں کو سڑک پر اپنا اڈا جمانے کی اجازت دے دی جائے اور پھر ایک دن آکر اچانک انہیں مسمار کردیا جائے۔ یہ دو عملی یا دوغلی پالیسی نہ شرعاً جائز ہے نہ اخلاقاً اور نہ قانوناً۔ اس پالیسی نے تجاوزات کی بھرمار کررکھی ہے جس سے عوام کو سخت پریشانیاں لاحق ہیں۔ سڑکوں پر دکانیں اور ورکشاپیں قائم ہیں اور ٹریفک کو چلنے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ کوئی حکومت اس مسئلے کو سنجیدگی سے حل نہیں کرسکی اور نہ بظاہر آئندہ ہی اس کی کوئی امید نظر آتی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

٨٢٦ ـ وعن أبي هُرَيرةَ رَضيَ الله

۲/۸۲۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول

عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «إذا قامَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ» رواه مسلم.

اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس سے اٹھے، پھر واپس آجائے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو أحق به.

٨٢٧ - وعن جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ رضيَ اللهُ عنهما قال: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي. رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن.

۳ / ۸۲۷ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر کوئی جہاں پہنچتا، وہیں بیٹھ جاتا۔

(ابوداؤد، ترمذی، حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في التحلق - وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب "اجلس حيث انتهىٰ بك المجلس".

۸۲۷- فوائد: اس میں مجلس کا ادب بیان کیا گیا ہے کہ جہاں جگہ ملے، وہیں بیٹھتے جاؤ۔ گردنیں پھلانگ کر آگے آنے کی کوشش نہ کی جائے نہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھا جائے۔

٨٢٨ - وعن أبي عبدِ الله سَلْمَانَ الفارسيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَينِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الجُمُعَةِ الأُخْرَى» رواه البخاري.

۴ / ۸۲۸ حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی جمعے کے دن غسل کرے اور امکانی حد تک خوب پاکیزگی حاصل کرے، گھر میں موجود تیل یا خوشبو استعمال کرے پھر وہ (جمعے کی ادائیگی کے لئے) گھر سے نکلے اور (مسجد میں پہنچ کر) دو آدمیوں کے درمیان (گھس کر) ان کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے، پھر اس کے لئے جو مقدر ہے، وہ نماز پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو وہ خاموش رہے تو اس کے ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک درمیانی مدت کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة، وباب لا يفرق بين الاثنين يوم الجمعة .

۸۲۸- فوائد: (۱) اس میں جمعے کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ بعض کے نزدیک یہ غسل مستحب اور بعض کے نزدیک واجب ہے (۲) اس کا وقت صبح صادق سے زوال تک ہے، گویا جمعے کی ادائیگی کے لئے جانے سے پہلے پہلے ہے (۳) تیل یا خوشبو کا استعمال بھی پسندیدہ ہے (۴) اس میں مجلس کے آداب کا بھی بیان ہے مثلاً گردنیں پھلانگ کر آگے نہ جائے بلکہ جہاں جگہ خالی ہو وہیں پیچھے بیٹھ جائے۔ دو شخصوں کے درمیان

گھس کر نہ بیٹھے (۵) مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے دوگانہ ادا کیا جائے حتیٰ کہ خطیب خطبہ دے رہا ہو، تب بھی مختصر دو رکعت پڑھ کر مسجد میں بیٹھا جائے (۶) خطبے سے پہلے جتنا وقت ملے، نوافل کا اہتمام کیا جائے (۸) مذکورہ آداب و شروط کے ساتھ ادا کئے گئے جمعے کی فضیلت ہے کہ ایک ہفتے کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں لیکن یہ معاف ہونے والے گناہ وہ ہیں جو صغیرہ اور حقوق اللہ سے متعلق ہوتے ہیں ورنہ کبیرہ گناہ خاص توبہ کے بغیر اور حقوق العباد سے متعلقہ گناہ حقوق کی ادائیگی یا بندوں سے معاف کروائے بغیر، معاف نہیں ہوں گے۔

٨٢٩ - وعن عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ عن أَبيهِ عن جَدِّهِ رضي الله عنه أن رَسولَ الله ﷺ قال: «لا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إلَّا بِإِذْنِهِمَا» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن. وفي روايةٍ لأبي داود: «لَا يُجْلَسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إلا بِإِذْنِهِمَا».

۵/ ۸۲۹ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو شخصوں کے درمیان جدائی ڈالے مگر ان کی اجازت سے۔ (ابو داؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا، یہ حدیث حسن ہے)

اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے، دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھا جائے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يجلس بين الرجلين بغير إذنهما - وسنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية الجلوس بين الرجلين بغير إذنهما.

۸۲۹- فوائد: اس میں بھی پہلے سے بیٹھے ہوئے دو شخصوں کے درمیان گھس کر بیٹھنے کی ممانعت ہے، الا یہ کہ وہ اجازت دے دیں یا ان کے درمیان کافی جگہ ہو۔

٨٣٠ - وعن حُذَيْفَةَ بنِ اليَمَانِ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الحَلْقَةِ. رواه أبو داودَ بإسنادٍ حسن. وروى الترمذي عن أبي مِجْلَزٍ: أَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ، فقال حُذَيْفَةُ: مَلْعُونٌ عَلى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ - أَوْ: لَعَنَ اللهُ عَلى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ - مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الحَلْقَةِ. قال الترمذي: حديث حسن صحيح.

۶/ ۸۳۰ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حلقے کے درمیان میں بیٹھے۔ (اسے ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

اور امام ترمذی نے ابو مجلز سے روایت کیا کہ ایک آدمی کسی حلقے کے درمیان میں بیٹھا تو حضرت حذیفہ ؓ نے فرمایا، حلقے کے درمیان میں بیٹھنے والا حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک پر ملعون ہے یا اللہ نے محمد ﷺ کی زبان مبارک سے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

(امام ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الجلوس وسط الحلقة وسنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية القعود وسط الحلقة.

۸۳۰- فائدہ : اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان گھس کر بیٹھنا منع ہے اس سے دوسرے لوگوں کا احترام، استحقاق اور جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، یعنی ابو مجلز نے جس کا نام لاحق بن حمید ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔ تاہم صحیح احادیث سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

٨٣١ - وعن أبي سعيدِ الخُدْريِّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «خَيْرُ المَجَالِسِ أَوْسَعُهَا». رواه أبو داود بإسناد صحيح على شرطِ البخاري.

۷ / ۸۳۱ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے بہتر مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ فراخ ہو۔ (اسے ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ شرط بخاری پر روایت کیا ہے)

تخريج : سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في سعة المجلس.

۸۳۱- فائدہ : مجلس تنگ ہو تو بیٹھنے والے گھٹن اور تنگی اور اس کے برعکس مجلس کشادہ اور فراخ ہو تو راحت اور سکون محسوس کرتے ہیں علاوہ ازیں باہر سے آکر بیٹھنے والے کے لئے بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی، نہ مجلس کی بات چیت متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے مجلس کی فراخی کی تاکید اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٨٣٢ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ جَلَسَ في مَجْلِسٍ، فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ فقال قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذلكَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ؛ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كان في مَجْلِسِهِ ذلكَ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۸ / ۸۳۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت سی لایعنی باتیں کیں۔ پس اپنی اس مجلس سے کھڑے ہونے سے قبل اس نے کہا، اے اللہ! تو پاک ہے اپنی خوبیوں کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(ترمذی حدیث حسن صحیح ہے)

تخريج : سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه.

۸۳۲- فائدہ : لغط، شوروغوغا کو کہتے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ بے فائدہ باتوں کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے یعنی ایسی باتیں جن سے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس میں بھی گناہوں کی مغفرت سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد سے متعلقہ گناہ نہیں۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے صراحت ہوتی ہے۔

٨٣٣ - وعن أبي بَرْزَةَ رضي الله عنه قال: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ يقولُ بأَخَرَةٍ إذا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ المَجْلِسِ: «سُبْحَانَكَ

۹ / ۸۳۳ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ کلمات ارشاد فرماتے، اے اللہ! تو

اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ» فقال رجلٌ: يارسولَ الله! إنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضَى؟ قال: «ذلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ في المَجْلِسِ» رواه أبو داودَ. ورواه الحاكم أبو عبدِ اللهِ في «المستدرك» من رواية عائشةَ رضي الله عنها وقال: صحيح الإسناد.

پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ (ایک مرتبہ ایک آدمی نے یہ پڑھتے ہوئے سنا) تو اس آدمی نے کہا، یارسول اللہ! آپ ایسی بات فرما رہے ہیں جو پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا، یہ ان (بے فائدہ) باتوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں ہوجاتی ہیں۔ (ابو داؤد و مستدرک حاکم۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كفارة المجلس - ومستدرك حاكم ١/ ٥٣٧

۸۳۳- فوائد: اخرة (ہمزہ اور خاء پر زبر) اس کے معنی "مجلس کے آخر یا عمر کے آخری دور" کئے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک بے فائدہ باتوں سے آلودہ ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود آپ یہ دعا پڑھتے تھے، جس سے مقصود اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تعریف کرنا اور امت کو تعلیم دینا تھا۔ اس کا ہمیں ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔

٨٣٤ - وعن ابن عمرَ رضي الله عنهما قال: قلَّما كان رسولُ الله ﷺ يقُومُ مِن مَجْلِسٍ حَتَّى يَدْعُوَ بهؤلاء الدَّعَوَاتِ: «اللَّهُمَّ! اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ وَمِنَ اليَقِينِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا. اللَّهُمَّ! مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا في دِينِنَا، وَلا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلا مَبْلَغَ عِلمِنَا، وَلا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لا يَرْحَمُنَا» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۱۰/ ۸۳۴ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ نبی ﷺ ان کلمات کو کہے بغیر کسی مجلس سے اٹھتے۔ اے اللہ! اپنے خوف کا اتنا حصہ ہمیں عطا فرما دے جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہوجائے اور اتنی اطاعت و عبادت کی توفیق دے جو ہمیں تیری جنت کا مستحق بنادے اور اتنا یقین عنایت فرما کہ جس کے ذریعے سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں ہلکی کردے (یعنی انہیں آسانی سے برداشت کرلیں) اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور اپنی قوت سے نفع اٹھانے کا موقع عطا فرما (یعنی عمر کے آخری لمحے تک یہ حواس باقی رہیں) اور اس کو ہمارا وارث بنا (یعنی یہ حواس اس طرح باقی رہیں جیسے وارث باقی رہتا اور میت کا جانشین بنتا ہے) اور تو ہمارا بدلہ اور انتقام ان سے لے جو ہم پر ظلم کریں اور ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش

میں نہ ڈالنا اور دنیا ہی کو ہماری سب سے بڑی سوچ اور ہمارا مبلغ علم نہ بنانا (کہ دنیا سے آگے ہم نہ کوئی بات سوچیں اور نہ اس کا کوئی علم ہی ہمیں ہو) اور ہم پر ایسے لوگوں کا غلبہ و تسلط نہ فرمانا جو ہم پر رحم نہ کریں۔

(ترمذی، حسن درجے کی حدیث ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب دعاء حين يقوم من مجلسه.

۸۳۴- فوائد: یہ دعا بڑی جامع اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو شامل ہے۔

٨٣٥ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِن قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لا يَذْكُرُونَ اللهَ تعالى فِيهِ، إلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكانَ لَهُمْ حَسرَةٌ». رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۱۱/ ۸۳۵ **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو لوگ کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کئے بغیر اٹھ جاتے ہیں، تو وہ ایسے ہیں جیسے وہ کسی مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہیں اور یہ مجلس ان کے لئے حسرت (کا باعث) ہوگی۔**

(ابو داؤد، اس کی سند صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله.

۸۳۵- فائدہ: اس میں اللہ کی یاد سے غفلت پر سخت تنبیہ ہے، اس لئے کہ یہ غفلت ہی معصیتوں کی بنیاد ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

٨٣٦ - وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تعالى فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلى نَبِيِّهِمْ فِيهِ، إلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَإنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۱۲/ ۸۳۶ **سابق راوی ہی سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں، اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نہ اپنے نبی ؐ پر درود بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لئے حسرت (یا آگ) ہوگی۔ پس اگر اللہ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔ (ترمذی، حسن حدیث ہے)**

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب القوم يجلسون ولا يذكرون الله تعالى.

۸۳۶- فائدہ: ترۃ، کے معنی حسرت اور ندامت کے ہیں اور بعض نے آگ کے بھی کئے ہیں۔ یعنی اس کا نتیجہ جہنم کی آگ بھی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے مجلس میں اللہ کے ذکر کرنے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ترک پر عذاب نار کی وعید ہے۔

٨٣٧ - وعنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ قَعَدَ مَقعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تعالى فِيهِ كَانَتْ

۱۳/ ۸۳۷ **سابق راوی ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا، اس**

عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاً لا يَذْكُرُ اللهَ تعالى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ تِرَةٌ» رواه أبو داود . وقد سبق قريباً، وشرحنا «التِّرَةَ» فِيهِ.

میں اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا، تو یہ مجلس اس پر اللہ کی طرف سے حسرت و ندامت ہوگی اور جو کسی خواب گاہ میں لیٹا، اس میں اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو یہ اس کے لئے اللہ کی طرف سے حسرت (یا آگ کا باعث) ہو گی۔

(ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله تعالى.

۸۳۷- فوائد: اس باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مجلس اور ہر آرام گاہ میں اللہ کا ذکر کیا جائے تاکہ انسان کا رابطہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار رہے اور غفلت کا پردہ اس کے قلب و ذہن پر نہ پڑے، کیونکہ غفلت سے انسان گناہوں پر اور اللہ کی حدوں کو توڑنے اور اس کے ضابطوں کو پامال کرنے پر دلیر ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں جب انسان کو اللہ یاد رہے گا تو وہ مجلسوں میں کسی کی غیبت، بدگوئی، طعن و تشنیع وغیرہ سے بھی محفوظ رہے گا جو آج کل کی مجالس کا دلچسپ مشغلہ ہے اور جس سے باہم نفرت و عداوت اور بغض و عناد اور تفریق و تشتت پیدا ہوتا یا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مسلمان ان سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔ البتہ مجلسوں میں اللہ اور رسول کی باتیں کی جائیں، علمی مباحث ہوں، مسلمانوں کے حالات اور ان کی اصلاح کی بابت گفتگو ہو، مسلمانوں کی پستیوں کا تجزیہ اور ان کی ترقی و عظمت رفتہ کی بازیافت پر مذاکرہ و مناقشہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

١٣٠ ـ بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

۱۳۰۔ خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ مَنَامُكُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ﴾ [الروم: ٢٣].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا (بھی) ہے۔

فائدۂ آیت: انسان سوتا ہے تو اس کے شعور و حواس ختم ہو جاتے ہیں اور وہ میت کی طرح ہوجاتا ہے۔ پھر جب بیدار ہوتا ہے تو اس کے شعور و حواس بحال ہوجاتے ہیں گویا اس کو دوبارہ زندگی مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے کمال قدرت اور توحید الوہیت کی دلیل ہے۔

٨٣٨ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إلَّا المُبَشِّرَاتُ» قالوا: وَمَا المُبَشِّرَاتُ؟ قال: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ» رواه البخاري.

۱/ ۸۳۸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت کے حصوں میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، مبشرات (خوش خبری دینے والے) سے کیا مراد ہے؟ آپ ؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا، نیک خواب۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب المبشِّرات.

۸۳۸- فوائد: خواب میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے۔ خوش کن مناظر بھی اور ڈراؤنے مظاہر بھی اور بعض دفعہ

مستقبل قریب یا بعید میں پیش آنے والے واقعات خواب میں دکھلا دیئے جاتے ہیں، جس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مطابق وہ واقعہ رونما ہوتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب سلسلہ نبوت تو بند ہے اس لئے وحی بھی کسی پر نہیں اتر سکتی۔ البتہ نبوت کی ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وہ ہے خواب میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبردہی۔ یہ اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے بھی۔ لیکن بطور تغلیب اسے صرف مبشرات کہا ہے، حالانکہ یہ منذرات (ڈرانے والے) بھی ہوتے ہیں۔

٨٣٩ ـ وعنه أن النَّبيَّ ﷺ قال: «إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا المُؤْمِنِ تَكذِبُ، وَرُؤْيَا المُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ: «أَصْدَقُكُم رُؤْيَا أَصْدَقُكُم حَدِيثاً».

۲/ ۸۳۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب زمانہ (قیامت کے) قریب ہوجائے گا تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے، تم میں خواب کے اعتبار سے زیادہ سچے وہ ہیں جو تم میں بات میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب القيد في المنام ـ وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا.

۸۳۹۔ فوائد: "اقترب الزمان" کا مطلب ہے، جب دنیا کی مدت ختم ہونے کے قریب ہوجائے گی اور مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بعض مومنوں کو خواب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مستقبل کے حالات سے خبردار کردیتا ہے جیسے نبیوں کو وحی کے ذریعے سے آگاہ کیا جاتا رہا ہے۔

٨٤٠ ـ وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ رَآنِي فِي المَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي اليَقَظَةِ ـ أَوْ كَأَنَّمَا رَآنِي فِي اليَقَظَةِ ـ لا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي». متفقٌ عليه.

۳/ ۸۴۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ عنقریب مجھے (روز قیامت) حالت بیداری میں دیکھے گا۔ یا (فرمایا) گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا (اس لئے کہ) شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب من رأى النبي ﷺ في المنام ـ وصحيح مسلم، كتاب الرؤيا، باب قول النبي ﷺ من رآني في المنام فقد رآني.

۸۴۰۔ فوائد: اس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ کون سی بات ارشاد فرمائی تھی؟ پہلی بات فرمائی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ قیامت کے روز بھی وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ یہ گویا اس کے مومن ہونے کی تصدیق ہے۔ اور اگر دوسری بات ہے تو مفہوم واضح ہی ہے۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ شیطان کسی بزرگانہ شکل میں آئے اور اس مغالطے میں ڈال دے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا

ہے' درآں حالیکہ وہ شکل کسی اور بزرگ کی ہو۔ اس لئے ہر مسلمان کو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک یاد ہونا چاہیے تاکہ شیطان اس کو دھوکے میں نہ ڈال سکے۔

٨٤١ ـ وعن أبي سعيدٍ الخدْري رضي الله عنه أنهُ سَمعَ النبيَّ ﷺ يقول: «إذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإنَّمَا هِيَ مِنَ اللهِ تعالى، فَلْيَحْمَدِ اللهَ عَلَيْهَا، وَلْيُحَدِّثْ بِهَا ـ وفي روايةٍ: فَلا يُحَدِّثْ بِهَا إلَّا مَنْ يُحِبُّ ـ وَإذا رَأَى غَيرَ ذٰلكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَإنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلا يَذْكُرْهَا لأَحَدٍ، فإنها لا تضُرُّهُ» متفقٌ عليه.

۴/۸۴۱ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے' پس وہ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کرے۔ ایک اور روایت میں ہے پس اسے صرف ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت رکھتے ہیں اور جب اس کے برعکس ناپسندیدہ بات خواب میں دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے' پس وہ اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اسے بیان نہ کرے کیونکہ وہ اسے نقصان نہیں دے گا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا الصالحة من الله ـ وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا.

۸۴۱۔ فوائد: اس میں اچھے اور برے خواب دونوں کی بابت ہدایات دی گئی ہیں کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے اطلاع ہوتی ہے' اس لئے اسے بیان کرنا ہی ہو تو صرف اپنے خاص عزیز و اقارب کو بتلائیں' تاکہ برادران یوسف کی طرح کسی کے دل میں بغض و عناد پیدا نہ ہو اور اگر خواب برا ہے تو اسے بیان کرنے سے گریز کریں کیونکہ اکثر یہ وساوس شیطانی ہوتے ہیں اس لئے اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں کہ وہ بدشگونی پر محمول کریں۔ بلکہ اللہ سے شیطان کے شر سے پناہ مانگیں اور اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد و توکل کریں تو یقیناً وہ خواب انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔

٨٤٢ ـ وعن أبي قَتَادَةَ رضي الله عنه قال: قال النبيُّ ﷺ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ ـ وفي روايةٍ: الرُّؤْيَا الحَسَنَةُ ـ مِنَ اللهِ، وَالحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى شَيئاً يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلاثاً، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ؛ فَإنَّهَا لا تَضُرُّهُ» متفقٌ عليه.

«النَّفْثُ»: نَفْخٌ لطِيفٌ لا رِيقَ مَعَهُ.

۵/۸۴۲ حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' نیک خواب اور ایک روایت میں ہے اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ پس جو شخص کوئی ناپسندیدہ چیز (خواب میں) دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے' پس یہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (بخاری و مسلم)

النفث' ایسی غیر محسوس پھونک' جس میں

تھوک نہ ہو۔

تخریج: صحيح بخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزءا۔ وصحيح مسلم، أول كتاب الرؤيا.

۸۴۲۔ فوائد: رؤیا اور حلم دونوں کے معنی خواب کے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں رؤیا بالعموم اچھے خواب اور حلم برے خواب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ برا خواب دیکھنے سے انسان کو جو ذہنی پریشانی ہوتی ہے' اس میں اس کا حل بتلایا گیا ہے۔

٨٤٣ ـ وعن جابرٍ رضي الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُق عَن يَسَارِهِ ثَلاثاً، وَلْيَستَعِذ باللهِ مِنَ الشَّيطانِ ثَلاثاً، وَلْيَتَحَوَّلْ عَن جَنبِهِ الذي كان عليه». رواه مسلم.

۶ / ۸۴۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ پھونک مارے اور تین مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں شیطان سے پناہ مانگے اور اپنے اس پہلو کو بدل لے جس پر وہ (لیٹا) ہو۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، أول كتاب التعبير.

۸۴۳۔ فوائد: اس میں ایک اور اضافہ ہے کہ اپنا پہلو بدل لے۔ انسان دائیں کروٹ پر لیٹا ہوا ہے تو بائیں کروٹ پر اور بائیں پر لیٹا ہوا ہے تو دائیں پہلو پر ہوجائے۔ یہ بطور تفاؤل اس طرح کیا گیا ہے کہ برا خواب اللہ کے حکم سے اچھے خواب میں تبدیل ہوجائے۔

٨٤٤ ـ وعن أبي الأسْقَع وَاثِلَةَ بن الأَسقَعِ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ مِن أَعظَمِ الفِرَى أَن يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إلى غَيرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرِيَ عَينَهُ مَا لَم تَرَ، أَوْ يَقُولَ على رسولِ اللهِ ﷺ مَا لم يَقُلْ» رواه البخاري.

۷ / ۸۴۴ حضرت ابو اسقع واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ سب سے بڑا افتراء (بہتان) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے' یا اپنی آنکھوں کو وہ کچھ دکھائے جو اس نے نہیں دیکھا (یعنی بغیر کچھ دیکھے یوں ہی من گھڑت خواب بیان کرے) یا رسول اللہ ﷺ کے ذمے ایسی بات لگائے جو آپ ؐ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المناقب برقم٣٥٠٩.

۸۴۴۔ فوائد: باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت ابوت کرنا کبیرہ گناہ ہے' اس لئے کہ اس میں نسب کا ضیاع اور اختلاط ہے۔ جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جھوٹا خواب بیان کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے کہ اس میں آدمی اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کہ مجھے اللہ نے اس طرح دکھایا' دراں حالیکہ اللہ نے اسے نہیں دکھلایا ہوتا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹی حدیثوں کی نسبت کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں میں گمراہی پھیلتی یا آپ ؐ کی شخصیت داغ دار ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی بڑے گھناؤنے جرم ہیں۔ لیکن

افسوس ہے کہ غیر محتاط علماء بالخصوص قصہ گو واعظین اور شیریں بیاں خطیبوں میں جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی بیماری عام ہے۔ ضعیف حدیث بھی' اس کے ضعف کی صراحت کئے بغیر بیان کرنا' اس وعید میں شامل ہے۔ اس لئے ضعیف حدیثیں بھی بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

آج کل بعض جاہ پسند اور شہرت طلب قسم کے نام نہاد علماء ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے خوابوں کی بنیاد پر بڑے بڑے دعوے کئے ہیں حتیٰ کہ وہ ہر کام سے پہلے نبی کریم ﷺ سے ملاقات اور مشورہ لینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ خوابوں کے ذریعے سے اپنے باطل مذاہب کی حقانیت کا دعویٰ اور دوسرے صحیح مسلک کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں فضول اور بے سروپا ہیں۔ خواب کسی بھی چیز کے حلال یا حرام اور اسی طرح حق یا باطل ہونے کی بنیاد نہیں بن سکتے' ان کے لئے واضح شرعی دلائل کی ضرورت ہے۔

* * *

٥ ـ كِتَابُ السَّلَامِ

١٣١ ـ بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْأَمْرِ بِإِفْشَائِهِ

قال الله تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ حَتَّىٰ تَسۡتَأۡنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهۡلِهَاۚ ﴾ [النور: ٢٧]. وقال تعالى: ﴿ فَإِذَا دَخَلۡتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ مُبَٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾ [النور: ٦١]. وقال تعالى: ﴿ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحۡسَنَ مِنۡهَآ أَوۡ رُدُّوهَآۗ ﴾ [النساء: ٨٦]. وقال تعالى: ﴿ هَلۡ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ضَيۡفِ إِبۡرَٰهِيمَ ٱلۡمُكۡرَمِينَ ۝٢٤ إِذۡ دَخَلُواْ عَلَيۡهِ فَقَالُواْ سَلَٰمًاۖ قَالَ سَلَٰمٌ ﴾ [الذاريات: ٢٤، ٢٥].

۱۳۱۔ سلام کرنے کی فضیلت اور اس کے پھیلانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو، تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔

اور فرمایا: بس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے نفسوں پر سلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے، مبارک اور پاکیزہ۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جب تمہیں (سلام کا) تحفہ دیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ انہیں دو (یعنی سلام کے ساتھ، رحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہو) یا وہی انہیں لوٹا دو (یعنی صرف وعلیکم السلام جواب میں کہہ دو)

اور فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی، جب وہ اس کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا، تو ابراہیمؑ نے بھی سلام کہا۔

فوائد آیات: ان تمام مذکورہ آیات میں سلام کرنے کی تاکید، اس کی فضیلت اور اس کے بعض احکام و آداب کا بیان ہے۔ اب ذیل میں احادیث ملاحظہ ہوں۔

٨٤٥ ـ وعن عبد اللهِ بنِ عمرِو بنِ العاصِ رضي الله عنهما أن رجلاً سَأَلَ رسولَ اللهِ ﷺ: أَيُّ الإِسْلام خَيْرٌ؟ قالَ: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِف» متفقٌ عليه.

۱ / ۸۴۵ **حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، اسلام کی کون سی بات زیادہ بہتر ہے؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا، تم (بھوکے کو) کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو، چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام في الإسلام، ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأيّ أموره أفضل؟.

۸۴۵- فوائد: مساکین و غرباء کو کھانا کھلانا بہت اچھا ہے۔ لیکن اس میں ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کردینا بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہر شناسا اور غیر شناسا کو سلام کرنا بھی بہت اچھی صفت ہے۔ یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ ان سے محبت پیدا ہوتی اور نفرت و کدورت دور ہوتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سلام، السلام علیکم ہی ہے، نمستے، یا آداب عرض، یا شب بخیر اور گڈ مارننگ وغیرہ وغیرہ کہنا نہیں ہے، یہ سب غلط ہے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ سلام نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ غیروں کی نقالی اور اللہ کے حکم سے اعراض ہے۔

٨٤٦ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «لَمَّا خَلَقَ الله تعالى آدمَ ﷺ قال: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلى أُولئكَ ـ نَفَرٍ مِنَ المَلائكةِ جُلُوسٍ ـ فاسْتَمِعْ ما يُحَيُّونَكَ، فإنَّها تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، فقالوا: السَّلامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللهِ» متفقٌ عليه.

۲ / ۸۴۶ **حضرت ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب اللہ نے حضرت آدم ؑ کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جا، اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اس جماعت کو سلام کر اور وہ جو جواب دیں، اسے غور سے سن، کیونکہ وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس حضرت آدم ؑ نے جاکر کہا السلام علیکم، تو انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ پس انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کردیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأنبياء، وكتاب الاستئذان، باب بدء السلام ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنة. . .، باب يدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطير.

۸۴۶- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم، مسلمانوں والا یہ سلام حضرت آدم علیہ السلام سے ہی چلا آرہا ہے اور ہر آسمانی دین میں یہی سلام رائج رہا ہے۔ البتہ دیگر احادیث کی رو سے ابتدا میں ہی السلام علیکم کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ کرلینا مستحب ہے، اس سے ثواب میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔

٨٤٧ ـ وعن أبي عُمارةَ البَرَاءِ بنِ عازِبٍ رضي الله عنهما قال: أمرنا رسولُ اللهِ ﷺ بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ المَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ العَاطِسِ،

۳ / ۸۴۷ **حضرت ابو عمارہ براء بن عازب** رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا، بیمار کی مزاج پرسی کا، جنازوں کے پیچھے چلنے یعنی اس میں شریک ہونے کا، چھینکنے والے کی چھینک کا

وَنَصْرِ الضَّعيفِ، وَعَوْنِ المَظْلُوم، وَإفْشَاءِ السَّلام، وَإبرارِ المُقْسِم. متفقٌ عليه، هذا لفظ إِحدى روايات البُخَاري.

جواب (یرحمک اللہ کہہ کر) دینے کا‘ کمزور کی مدد کرنے کا‘ مظلوم کی فریاد رسی کرنے کا‘ سلام پھیلانے کا اور قسم دلانے والے کی قسم کے پورا کر دینے کا (تاکہ قسم کھانے والے کو تکلیف نہ ہو) (بخاری و مسلم۔ یہ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب إفشاء السلام - وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام.

۸۴۷- فوائد: مسلمانوں کے یہ باہمی حقوق ایسے ہیں کہ ان سے آپس میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے اور ان کے درمیان ربط و تعلق میں اضافہ ہوتا اور ایک دوسرے کے بارے میں احترام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

٨٤٨ - وعن أَبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «لَاتَدْخُلُوا الجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلا أَدُلُّكُمْ عَلى شَيْءٍ إذا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلامَ بَيْنَكُمْ» رواه مسلم.

۴ / ۸۴۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ تم جنت میں نہیں جاؤ گے‘ یہاں تک کہ ایمان لاؤ‘ اور تم مومن نہیں ہوگے‘ یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور عام کرو۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون، وأن محبة المؤمنين من الإيمان.

۸۴۸- فوائد: اس میں دخول جنت کے لئے ایمان کو اصل بنیاد اور اس بنیاد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کے درمیان محبت کو اور باہمی محبت کے لئے سلام کے پھیلانے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

٨٤٩ - وعن أَبي يوسفَ عبدِ الله بن سلام رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الأَرْحَامَ، وَصَلُّوا والنَّاسُ نِيامٌ، تَدْخُلُوا الجَنَّةَ بِسَلامٍ» رواه الترمذيُّ وقال: حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۵ / ۸۴۹ حضرت ابویوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا‘ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ‘ لوگوں کو کھانا کھلاؤ‘ رحموں کو ملاؤ (یعنی رشتے داریوں کے حقوق ادا کرو) اور اس وقت اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں (یعنی تہجد کی نماز) تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے۔ (ترمذی اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في فضل إطعام الطعام.

۸۴۹- فائدہ: یہ ساری باتیں ایک مومن کے لئے ضروری ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک خصلت جنت میں

لے جانے کا سبب ہے۔

٨٥٠ ـ وعـن الطُّفَيْـل بـنِ أُبـيِّ بـنِ كَعْبٍ أَنَّهُ كانَ يَأْتي عبدَ الله بنَ عُمَرَ، فَيَغْدُو مَعَهُ إلى السُّوقِ، قال: فإذا غَدَوْنَا إلى السُّوقِ، لَمْ يَمُرَّ عبدُ اللهِ عَلى سَقَّاطٍ وَلا صاحِبِ بِيْعَةٍ، وَلَا مِسْكِينٍ، وَلَا أَحَدٍ إلَّا سَلَّـمَ عَلَيْـهِ، قـال الطُّفَيْـلُ: فَجِئْـتُ عبدَ الله بنَ عُمَرَ يَوْماً، فَاسْتَتْبَعَني إلى السُّوقِ، فَقُلْتُ لهُ: ما تَصْنَعُ بالسُّوقِ، وَأَنْتَ لا تَقِفُ عَلى البَيِّعِ وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلَا تَسُومُ بهَا، وَلَا تَجْلِسُ في مَجَالِسِ السُّوقِ؟ وَأَقُولُ: اجْلِسْ بنا ههُنا نَتَحَدَّثْ، فقـال: يَـا أَبَـا بَطْـنٍ! ـ وَكَـانَ الطُّفَيْلُ ذا بَطْـنٍ ـ إنَّمَـا نَغْـدُو مِـنْ أَجْلِ السَّـلام، فَنُسَلِّـمُ عَلـى مَـنْ لَقِينـاهُ. رواه مالك في الموطأ بإسنادٍ صحيحٍ.

٦/ ٨٥٠ حضرت طفیل بن ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کرتے تھے، پھر ان کے ساتھ بازار جاتے، وہ بیان کرتے ہیں، پس جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ بن عمرؓ کا گزر کسی کباڑیئے کے پاس سے ہوتا یا کسی تاجر یا مسکین کے پاس سے ہوتا تو وہ سب کو سلام کرتے۔ طفیلؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار چلنے کو کہا، میں نے ان سے کہا، آپؓ بازار میں کیا کریں گے؟ آپؓ کسی سودا فروخت کرنے والے کے پاس ٹھہرتے ہیں، نہ کسی سامان کے متعلق پوچھتے ہیں اور نہ اس کا بھاؤ کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ (اس لئے) میں تو کہتا ہوں کہ آپؓ یہیں تشریف رکھیں، ہم آپس میں گفتگو کریں۔ تو انہوں نے فرمایا اے ابوبطن! (پیٹ والے) ان کا پیٹ بڑھا ہوا تھا (اس لئے انہیں اس طرح کہا) ہم تو صرف سلام کرنے کی غرض سے ہی بازار جاتے ہیں، جو بھی ملے ہم اسے سلام کریں۔

(مؤطا، اس کی سند صحیح ہے)

تخريج: مؤطأ الإمام مالك، كتاب السلام، باب جامع السلام.

٨٥٠- فوائد: غدا یغدو صبح سویرے جانے کو کہتے ہیں لیکن اسے مطلق جانے کے مفہوم میں بھی بول لیتے ہیں اور یہاں یہ مطلق جانے کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح صاحب بیعۃ میں بیعۃ 'باء پر زیر ہے' الحالۃ من المبیع جیسے رکبۃ اور قعدۃ (سواری کی حالت اور بیٹھنے کی حالت) ہے۔ اسی طرح لاتقف علی البیع کے البیع' میں یاء مشدد ہے' بمعنی بائع' فروخت کنندہ۔

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبہ افشائے سلام کا بیان ہے جو اتباع رسولؐ کا مظہر ہے۔ دوسرے کسی شخص کو اس کے کسی وصفی نام سے پکارنا جائز ہے بشرطیکہ اسے ناگوار نہ ہو اور نہ اس سے اس کی تحقیر ہی مقصود ہو۔

١٣٢ ـ بَاب كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

۱۳۲۔ سلام کی کیفیت کا بیان

يُسْتَحَـبُّ أَنْ يَقُـولَ المُبْتَـدِىءُ بِـالسَّـلام: السَّـلامُ عَلَيْكُـمْ وَرَحْمَـةُ الله

امام نوویؒ فرماتے ہیں:
سلام میں پہل کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ

وَبَـرَكَاتُهُ؛ فَيَأتي بضَمِيرِ الجَمْعِ، وَإِنْ كَانَ المُسَلَّمُ عَلَيْهِ واحِداً، وَيقولُ المُجيبُ: وَعَلَيْكُمُ السَّلامُ وَرَحْمَةُ الله وَبَـرَكَاتُهُ؛ فَيَأتِي بِواوِ العَطفِ في قوله: وَعَلَيْكُمْ.

وہ جمع کی ضمیر کے ساتھ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اگرچہ جس کو وہ سلام کررہا ہے ایک شخص ہی ہو اور جواب دینے والا بھی جمع کی ضمیر کے ساتھ جواب دے، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، علیکم سے پہلے واؤ عاطفہ بھی لگائے، جیسے وعلیکم۔

٨٥١ ـ عن عِمْرَانَ بنِ الحُصَيْنِ رضي الله عنهما قال: جاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثم جَلَسَ، فقال النبيُّ ﷺ: «عَشْرٌ» ثم جاءَ آخرُ فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله، فَرَدَّ عليهِ فَجَلَسَ، فقال: «عِشْرُونَ» ثم جاءَ آخرُ، فقال: السَّلامُ عَلَيكُم وَرَحْمَةُ الله وَبرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فقال: «ثَلاثونَ» رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۸۵۱ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اس کے لئے) دس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا (اس کے لئے) بیس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا (اس کے لئے) تیس نیکیاں ہیں۔

(ابو داوٗد، ترمذی۔ حسن حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيف السلام؟ ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما ذكر في فضل السلام.

۸۵۱- فوائد: اس سے واضح ہے کہ صرف السلام علیکم کے کہنے سے دس نیکیاں ملیں گی اور رحمۃ اللہ کے اضافے سے مزید دس اور وبرکاتہ کے اضافے سے مزید دس نیکیاں ملیں گی تاہم اس سے زیادہ الفاظ کا اضافہ احادیث سے ثابت نہیں۔ اس لئے اسی پر کفایت کرنا بہتر ہے۔

٨٥٢ ـ وعن عائشةَ رضي الله عنها قالـتْ: قـال لـي رسـولُ اللهِ ﷺ: «هـذا جبريلُ يَقرأُ عَلَيْكِ السَّلامَ» قالَتْ: قُلتُ: «وَعَلَيْهِ السَّلامُ ورحْمَةُ الله وَبَـرَكَاتُهُ» متفقٌ عليه. وهكـذا وقـع فـي بعـض روايـات الصحيحين: «وَبَـرَكَـاتـهُ» وَفـي بَعْضِهـا بحَذْفِهَا، وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ.

۲/ ۸۵۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ جبریلؑ ہیں جو تجھے سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے جواب میں کہا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، (بخاری و مسلم)

صحیحین (بخاری و مسلم) کی بعض روایات میں اسی طرح ''وبرکاتہ'' کے ساتھ ہے اور بعض میں اس کے بغیر ہے

اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے۔ (اس لیے "وبرکاتہ" کا اضافہ صحیح ہے)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب بدء الخلق - وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب في فضل عائشة رضی الله عنها.

۸۵۲- فوائد: اس میں ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اثبات ہے۔ دوسرے' غائبانہ سلام کا جواب دینے کے طریقے کا بیان ہے کہ جواب میں وعلیکم کی بجائے علیہ السلام (ضمیر غائب کے ساتھ) کہا جائے۔

٨٥٣ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ، كانَ إذا تكلَّمَ بكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثلاثاً حتى تُفهَمَ عنه، وَإذا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيهِم سَلَّمَ عَلَيْهِم ثَلاثاً. رواهُ البخاري. وهٰذا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إذا كانَ الجَمْعُ كَثِيراً.

۳/ ۸۵۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم کے پاس آکر سلام کہتے تو سلام بھی تین مرتبہ کہتے' (بخاری) یہ اس صورت میں ہے جب لوگ بہت زیادہ ہوتے۔

تخریج: صحیح بخاري، کتاب العلم، باب من أعاد الحدیث ثلاثا، وکتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا.

۸۵۳- فوائد: اس میں نبی کریم ﷺ کے کرم و اخلاق کے ایک پہلو کا بیان ہے کہ آپ لوگوں کے جذبات کا احترام اور ان کی خاطرداری کا اہتمام فرماتے تھے کیونکہ سب کا سلام سننا اور جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ اگر مجمع میں سے ایک شخص بھی سلام سن کر جواب دے دے تو کافی ہے' یہ دل داری کا ہی اہتمام ہے کہ اس کے باوجود آپ تین تین مرتبہ سلام کہتے تاکہ سب سن لیں اور کسی کو شکوہ نہ ہو۔

٨٥٤ ـ وعن المِقْدَادِ رضي الله عنه في حديثِهِ الطويل قال: كُنَّا نَرفَعُ للنَّبيِّ ﷺ نَصيبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجيءُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسليماً لا يُوقِظُ نَائماً، وَيُسْمِعُ اليَقظَانَ، فَجاءَ النبيُّ ﷺ فَسَلَّمَ كما كانَ يُسَلِّمُ. رواه مسلم.

۴/ ۸۵۴ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنی طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے لئے ان کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے' پس آپؐ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے کو بیدار نہ کرتے اور اور بیدار کو سنا دیتے۔ پس نبی ﷺ تشریف لائے اور اسی طرح سلام کیا جس طرح آپ کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب فضل الضیف وفضل إیثاره.

۸۵۴- فوائد: اس میں اس مسئلے کی وضاحت ہے کہ جہاں کچھ لوگ سوئے ہوئے اور کچھ بیدار ہوں تو کس طرح سلام کیا جائے؟ اس طرح کہ سوئے ہوئے بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہوں وہ سلام کی آواز سن کر جواب دے دیں۔

٨٥٥ ـ وعن أَسْمَاءَ بنتِ يزيدَ رضي الله عنها أن رسولَ اللهِ ﷺ مَرَّ في المَسْجدِ يوماً، وَعُصبةٌ مِنَ النِّساءِ قُعودٌ، فَألْوى بِيَدِهِ بالتَّسْليمِ. رواه الترمذي وقال: حديث حسن. وهٰذا مَحْمُولٌ عَلى أنه ﷺ جَمَعَ بَيْنَ اللَّفظ والإشَارة، ويُؤَيِّدُهُ أن في رِوايةِ أَبي داود: «فَسَلَّمَ عَلَيْنَا».

۵ / ۸۵۵ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد سے گزرے اور وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ پس آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (ترمذی، حسن)

یہ اس صورت پر محمول ہے کہ آپ نے الفاظ اور اشارہ دونوں کو جمع فرمالیا، یعنی منہ سے السلام علیکم کے الفاظ ادا فرمائے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا۔ اور اس کی تائید ابو داؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آپؐ نے ہمیں سلام کہا۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم علي النساء ـ وسنن أبي داود رقم الحديث٥٢٠٢.

۸۵۵۔ فوائد: (ا) دور سے صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ طریقہ غیر مسلموں میں رائج ہے۔ البتہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے (۲) نبی ﷺ کے لئے عورتوں کو سلام کہنا جائز تھا کیونکہ آپؐ تو مغفور اور اللہ کی حفاظت میں رہنے والے تھے۔ تاہم دوسروں کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں اندیشہ فتنہ ہے، ہاں جہاں فتنے اور دیگر خرابیوں کا خطرہ نہ ہو تو وہاں حدیث پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ جیسے محترم اور عمر رسیدہ قسم کی عورتوں کو سلام کرنا، یہ جائز ہے تاہم جوان عورتوں کو سلام کرنا فتنے کا باعث بن سکتا ہے اس لئے جہاں فتنے کا خوف ہو سلام نہ کیا جائے۔

٨٥٦ ـ وعن أبي جُرَيّ الهُجَيْمِيِّ رضي الله عنه قال: أَتَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلامُ يا رسولَ اللهِ! قَالَ: «لا تَقُل: عَلَيْكَ السَّلامُ، فإنَّ عَلَيْكَ السَّلامُ تَحِيَّةُ المَوْتىٰ». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح. وقد سبق بطوله.

۶ / ۸۵۶ حضرت ابو جری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا علیک السلام، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا علیک السلام مت کہو، اس لئے کہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی، حسن صحیح) یہ حدیث پوری پہلے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے، رقم الحدیث ۷ / ۷۹۶)

تخريج: سبق في رقم٧٩٦.

۸۵۶۔ فوائد: اسے مردوں کا سلام، زمانہ جاہلیت کے اعتبار سے فرمایا ہے، ورنہ اسلام میں تو زندہ اور مردہ دونوں کے لئے السلام علیکم ہی ہے۔

١٣٣ ـ بَابُ آدَابِ السَّلَامِ

۱۳۳۔ سلام کے آداب کا بیان

٨٥٧ ـ عن أبي هريرةَ رضي الله عنه

۱ / ۸۵۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول

أن رسولَ اللهِ ﷺ قال: «يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلى المَاشي، والمَاشي عَلى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلى الكَثِيرِ» متفقٌ عليه. وفي روايةٍ للبخاري: «وَالصَّغِيرُ عَلى الكَبِيرِ».

اللہ ﷺ نے فرمایا' سوار پیادہ چلنے والے کو اور چلنے والا' بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی روایت میں ہے اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب تسليم القليل علي الكثير، وباب تسليم الراكب علي الماشي، وباب تسليم الماشى علي القاعد ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب تسليم الراكب علي الماشى.

۸۵۷۔ فوائد: مذکورہ طریقے سے سلام کرنا چاہیے۔ اس میں رتبوں کا اعتبار نہیں' مذکورہ صورتوں کا اعتبار ہو گا۔

٨٥٨ ـ وعن أبي أُمَامَةَ صُدَيِّ بنِ عَجْلانَ البَاهِلِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ أَوْلى النَّاسِ باللهِ مَنْ بَدَأَهم بالسَّلامِ». رواه أبو داود بإسنادٍ جيدٍ.

ورواه الترمذي عن أبي أُمَامَةَ رضي الله عنه: قيلَ: يا رسولَ اللهِ! الرَّجُلانِ يَلْتَقِيَانِ، أَيُّهُما يَبْدَأُ بِالسَّلامِ؟ قال: «أَوْلاهُمَا بِالله تعالى». قال الترمذي: هذا حديثٌ حسنٌ.

۲ / ۸۵۸ حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک لوگوں میں اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ اس کو ابو داؤد نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا اور ترمذی نے بھی اسے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس میں ہے کہ) آپ سے دریافت کیا گیا' اے اللہ کے رسول! (یہ بتلائیے) دو آدمی جو آپس میں ملیں' ان میں سے سلام میں کون پہل کرے؟ آپ نے فرمایا' جو ان میں سے اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ (ترمذی' حدیث حسن درجے کی ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب فضل من بدأ بالسلام ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في فضل الذي يبدأ بالسلام.

۸۵۸۔ فوائد: جس کا تعلق اللہ سے گہرا اور پختہ ہوتا ہے اس میں تواضع اور فروتنی بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے سلام میں پہل کرنے کی سعادت بھی اسی کے حصے میں آتی ہے اور دوسرے لوگ اکڑفوں میں ہی رہ جاتے ہیں۔

١٣٤ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ إِعَادَةِ السَّلاَمِ عَلَى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلَى قُرْبٍ بِأَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، ثُمَّ دَخَلَ فِي

۱۳۴۔ بار بار سلام کے دہرانے کے مستحب ہونے کا بیان جیسے کوئی مل کر اندر گیا' پھر فوراً باہر آگیا' باہر سے اندر گیا یا ان کے درمیان درخت' اور اس قسم کی کوئی چیز

الْحَالِ، أَوْ حَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوُهَا

حائل ہو گئی، تو پھر سلام کرنا

٨٥٩ ـ عن أبي هُريرةَ رضيَ الله عنه في حَديثِ المُسيءِ صَلاَتَهُ أَنهُ جاءَ فصلى، ثُمَّ جاءَ إلى النبيِّ ﷺ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلامَ، فقال: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فإنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جاءَ فَسَلَّمَ عَلى النَّبيِّ ﷺ، حَتى فَعَلَ ذلكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ. متفقٌ عليه.

۱/ ۸۵۹ **حضرت ابوہریرہ ؓ** حدیث مسیئی الصلوۃ (نماز بگاڑ کر پڑھنے والے کے قصے) میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ آیا اور نماز پڑھی، پھر نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ؐ کو سلام کیا، آپ ؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا لوٹ جا، پھر نماز پڑھ، اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ وہ واپس گیا اور نماز پڑھی، پھر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا (آپ ؐ نے سلام کا جواب دے کر پھر اسے دوبارہ نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی) حتیٰ کہ تین مرتبہ ایسا کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها. . .، وباب استواء الظهر في الركوع، وكتاب الإيمان، وكتاب الإستئذان ـ وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة.

۸۵۹۔ فوائد: اس میں تھوڑے سے وقفے اور فاصلے پر بار بار سلام کرنے کا اثبات ہے۔ جیسا کہ امام صاحب نے باب باندھا ہے۔

٨٦٠ ـ وعنه عَنْ رسولِ اللهِ ﷺ قال: «إذا لقِيَ أَحَدُكُمْ أَخاه، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بيْنَهُمَا شَجَرَةٌ، أَوْ جِدارٌ، أَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ» رواه أبو داود.

۲/ ۸۶۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو ملے تو اسے سلام کہے، پس اگر ان کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہوجائے، پھر اسے ملے تو اسے چاہیے کہ پھر سلام کرے۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلّم عليه؟.

امام صاحب نے جو باب باندھا ہے یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے جو بالکل واضح اور باب کو ثابت کر رہی ہے۔

١٣٥ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلامِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

۱۳۵۔ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے

قال الله تعالى: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ [النور: ٦١].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں (گھر والوں) کو سلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے بابرکت اور پاکیزہ۔

٨٦١ ـ وعن أنسٍ رضيَ الله عنه قالَ: قالَ لي رسولُ اللهِ ﷺ: «يَا بُنَيَّ! إذا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ، وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۱/ ۸۶۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو' تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ (ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم إذا دخل بيته.

۸۶۱۔ فوائد: بہت سے لوگ جب اپنے گھر جاتے ہیں تو اپنے بیوی بچوں کو سلام کرنے میں اپنی سبکی محسوس کرتے ہیں حالانکہ یہ خیر و برکت اور سلامتی کی دعا ہے۔ اس لئے اس میں حجاب محسوس کرنا اچھا نہیں بلکہ آتے جاتے سلام ضرور کرنا چاہیے۔

١٣٦ ـ بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

۱۳۶۔ بچوں کو سلام کرنے کا بیان

٨٦٢ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وقال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ. متفق عليه.

۱/ ۸۶۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم علي الصبيان ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب السلام علي الصبيان.

۸۶۲۔ فوائد: بچوں کو سلام کرنے میں بھی تواضع کا اظہار اور ان کی دلجوئی کا اہتمام ہے۔ علاوہ ازیں سلام کی اہمیت بھی ان پر واضح ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ سنت رسولؐ اور اسوہ پیغمبرؐ ہے۔ اس لئے اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔

١٣٧ ـ بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى زَوْجَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهِ وَعَلَى أَجْنَبِيَّةٍ وَأَجْنَبِيَّاتٍ لَا يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ، وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

۱۳۷۔ آدمی کا اپنی بیوی کو' اپنی محرم عورت کو اور فتنے کا خوف نہ ہو تو اجنبی عورت یا (عام) عورتوں کو سلام کرنا' اسی شرط کے ساتھ عورتوں کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

٨٦٣ ـ عن سَهْلِ بن سَعْدٍ رضيَ الله عَنْهُ قالَ: كانَتْ فِينا امْرَأَةٌ ـ وفي روايةٍ: كانَتْ لَنا عَجُوزٌ ـ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُهُ في القِدْرِ، وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ

۱/ ۸۶۳ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے محلے میں ایک عورت تھی اور ایک روایت میں ہے' بوڑھی عورت تھی وہ چقندر کی جڑیں لیتی اور انہیں ہانڈی میں ڈالتی (پکاتی) اور جو کے کچھ دانے پیستی۔

شَعِيرٍ، فَإِذا صَلَّيْنَا الجُمُعَةَ، وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْها، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا. رواه البخاري.

قوله: «تُكَرْكِرُ» أَيْ: تَطحَنُ.

جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے' اسے سلام کرتے تو وہ یہ کھانا ہمارے سامنے پیش کرتی۔ (بخاری)

"تکرکر" کے معنی ہیں پیستی۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب القائلة بعد الجمعة، وكتاب الحرث، وكتاب الأطعمة، وكتاب الاستئذان.

٨٦٤ ـ وعَنْ أُمِّ هَانِيءٍ فَاخِتَةَ بنتِ أَبي طالب رضيَ اللهُ عَنْها قالَتْ: أَتَيْتُ النبيَّ ﷺ يَوْمَ الفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ، وذكرتِ الحديث. رواه مسلم.

۲ / ۸۶۴ حضرت ام ھانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' کہ میں فتح مکہ والے دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو کپڑے سے پردہ کئے ہوئی تھیں۔ پس میں نے آکر سلام عرض کیا۔ آگے لمبی حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه.

۸۶۴- فوائد: مذکورہ حدیث میں مردوں کا بوڑھی عورت کو اور اس حدیث میں ایک عورت کا نبی ﷺ کو سلام کرنے کا ذکر ہے۔ جس سے باب مذکور کے مفہوم کا اثبات ہوتا ہے۔

٨٦٥ ـ وعن أسماءَ بنتِ يزيدَ رضي الله عنها قالت: مَرَّ عَلَيْنَا النبيُّ ﷺ في نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسنٌ، وهذا لفظ أبي داود، ولفظ الترمذي: أَنَّ رسولَ الله ﷺ مَرَّ في المَسْجِدِ يَوْماً، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ.

۳ / ۸۶۵ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم چند عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپؐ نے ہمیں سلام کیا۔ (ابو داؤد' ترمذی' حدیث حسن ہے) اور یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں اور ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ سلام کیا۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب السلام علي النساء ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم علي النساء.

۸۶۵- فوائد: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جہاں فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو تو مرد عورت کو اور عورت مرد کو سلام کرسکتی ہے۔ عورتوں کی جماعت ہو یا بوڑھی عورت ہو تو مردوں کا ان کو سلام کرنا جائز ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ جوان عورت کا جب کہ وہ تنہا ہو مرد کو سلام کرنا اور اسی طرح مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا صحیح نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں فتنے کا اندیشہ ہے۔

١٣٨ ـ بَابُ تَحْرِيمِ ابْتِدَائِنَا الْكُفَّارَ

۱۳۸۔ کافر کو سلام میں پہل کرنے کے حرام

بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَّةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ مَجْلِسٍ فِيهِمْ مُسْلِمُونَ وَكُفَّارٌ

ہونے اور ان کو سلام کا جواب دینے کا طریقہ اور کافروں اور مسلمانوں کی مشترکہ مجلس میں سلام کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

٨٦٦ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أنّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «لا تَبدَؤوا اليَهُودَ ولا النَّصَارى بِالسَّلام، فإذا لَقِيتُم أَحَدَهُم في طَرِيق فَاضطَرُّوهُ إلى أَضْيَقِهِ» رواه مسلم.

١/ ٨٦٦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یہود اور نصاری کو سلام کرنے میں پہل مت کرو' جب تم ان میں سے کسی کو راستے میں ملو تو اسے راستے کے تنگ ترحصے پر چلنے پر مجبور کردو۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام وكيف يرد عليهم؟.

٨٦٦۔ فوائد: تنگ تر راستے سے مراد ہے' ایک کنارہ' یعنی جب راستے میں بھیڑ ہو تو درمیان میں مسلمانوں کو چلنا چاہیے تاکہ ان کی شوکت و حشمت کا اظہار ہو اور غیر مسلموں کو مجبور کیا جائے کہ وہ کناروں پر چلیں۔

٨٦٧ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إذا سَلَّمَ عَلَيْكُم أهلُ الكِتَابِ فَقُولُوا: وَعَلَيكُم» متفقٌ عليه.

٢/ ٨٦٧ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں تو تم (صرف) وعلیکم کہا کرو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب كيف يرد علي أهل الذمة السلام؟ ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام.

٨٦٨ ـ وعن أُسامَةَ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ ﷺ مَرَّ عَلى مَجلِسٍ فِيهِ أَخلاطٌ مِنَ المُسْلِمِينَ والمُشْرِكِينَ ـ عَبَدَةِ الأوثَانِ واليَهُودِ ـ فَسَلَّمَ عَلَيْهِم النبيُّ ﷺ. متفقٌ عليه.

٣/ ٨٦٨ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسی مجلس سے ہوا جس میں مسلمان' مشرک' بت پرست اور یہود ملے جلے لوگ تھے' پس نبی ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم علي مجلس فيه أخلاط ـ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب في دعاء النبي ﷺ وصبره علي أذي المنافقين.

٨٦٨۔ فوائد: گویا اس طرح مشترکہ مجلس میں مسلمانوں کو اپنا مخاطب سمجھ کر انہیں السلام علیکم کہنا چاہیے۔

١٣٩ ـ بابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ إِذَا قَامَ

۱۳۹۔ جب مجلس سے اٹھے اور اپنے

مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهُ أَوْ جَلِيسَهُ

ساتھیوں یا ساتھی سے جدا ہو تو سلام کرنا مستحب ہے

٨٦٩ - عن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا انتَهى أَحَدُكُم إلى المَجْلِسِ فَلْيُسَلِّم، فَإذا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الأولى بِأَحَقَّ مِنَ الآخِرَةِ» رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۱/ ۸۶۹ **حضرت ابوہریرہ** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے، اس لئے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ فائق نہیں ہے۔

(ابو داوٗد، ترمذی، حسن حدیث ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب السلام إذا قام من المجلس - وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم عند القيام وعند القعود.

۸۶۹- فوائد: پہلا سلام تو وہ ہے جو مجلس میں پہنچتے ہی کیا جائے اور دوسرا وہ جو مجلس سے اٹھتے وقت کیا جائے۔ دونوں سلام ضروری ہیں۔ پہلا دوسرے سے فائق نہیں ہے، کا مطلب بھی یہی ہے کہ دونوں اوقات میں سلام کیا جائے۔

١٤٠ - بَابُ الِاسْتِئْذَانِ وَآدَابِهِ

۱۴۰- اجازت حاصل کرنے اور اس کے آداب کا بیان

قال الله تعالى: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ بُيُوتِكُمۡ حَتَّىٰ تَسۡتَأۡنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهۡلِهَاۚ ﴾ [النور: ٢٧]. وقال تعالى: ﴿وَإِذَا بَلَغَ ٱلۡأَطۡفَٰلُ مِنكُمُ ٱلۡحُلُمَ فَلۡيَسۡتَـٔۡذِنُواْ كَمَا ٱسۡتَـٔۡذَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۚ ﴾ [النور: ٥٩].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو، تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ (اندر داخل ہونے کے لئے) اسی طرح اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت مانگتے تھے۔

فائدہ آیات: ان آیات میں گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کے مخاطب بالغ مرد ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بھی اجازت طلبی کے بغیر داخل ہونا ممنوع ہے۔

٨٧٠ - وعن أَبي موسى الأشْعَرِيِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «الاسْتِئْذَانُ ثَلاثٌ، فَإِن أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا

۱/ ۸۷۰ **حضرت ابوموسیٰ اشعری** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اجازت طلب کرنا تین مرتبہ ہے، پس اگر اجازت دے دی جائے (تو اندر چلا جائے)

فَارْجِعْ» متفقٌ عليه .

ورنہ واپس لوٹ جائے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا - وصحيح مسلم، أول كتاب الاستئذان.

٨٧١ - وعن سهلِ بنِ سعدٍ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّمَا جُعِلَ الاستئذَانُ مِنْ أَجْلِ البَصَرِ» متفق عليه .

۲/ ۸۷۱ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اجازت کا طلب کرنا اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر - وصحيح مسلم، كتاب الاستئذان، باب تحريم النظر في بيت غيره.

۸۷۱۔ فوائد: انسان اپنے گھر کے خلوت خانے میں مختلف کاموں میں مصروف ہوتا ہے۔علاوہ ازیں عورتیں بھی اپنے کام کاج میں لگی ہوتی ہیں۔ اگر کسی گھر کے اندر داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا ضروری نہ ہوتا تو بہت سوں کی پردہ دری ہوتی اور نامحرم عورتوں پر بھی نظر پڑتی۔ ان دونوں قباحتوں کے سدباب کے لئے اجازت طلب کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

٨٧٢ - وعن رِبْعِيِّ بنِ حِرَاشٍ قال: حـدَّثَنَا رَجُلٌ من بَنِي عَامِرٍ اسْتَأْذَنَ على النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ في بيتٍ، فقال: أَأَلِجُ؟ فقال رسولُ اللهِ ﷺ لخَادِمِهِ: «اخرج إلى هذا فَعَلِّمْهُ الاستئذَانَ، فَقُلْ لَهُ: قُل: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟» فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فقال: السَّلامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ له النَّبِيُّ ﷺ، فدخلَ. رواه أبو داود بإسناد صحيح .

۳/ ۸۷۲ حضرت ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ ہمیں بنوعامر قبیلے کے ایک آدمی نے بتلایا' کہ اس نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی جب کہ آپ گھر کے اندر موجود تھے۔ پس اس نے ان الفاظ میں اجازت مانگی' کیا میں اندر داخل ہوجاؤں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا' اس شخص کے پاس جا اور اسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلا' اور اس سے کہہ کہ ان الفاظ کے ساتھ اجازت مانگ۔ السلام علیکم' کیا میں اندر آجاؤں؟ پس اس آدمی نے سن کر کہا' السلام علیکم' کیا میں اندر آجاؤں؟ پس نبی کریم ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اندر داخل ہوگیا۔

(ابو داؤد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيفية الاستئذان.

۸۷۲۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دروازے پر کھڑے ہوکر پہلے سلام کیا جائے اور پھر اندر جانے کی اجازت طلب کی جائے۔ نیز جسے معلوم نہ ہو اسے دین کی باتیں سکھلائی جائیں تاکہ وہ بھی شریعت کے مطابق عمل اختیار کرے۔

٨٧٣ ـ وعن كِلْدَةَ بنِ الحنبل رضي الله عنه قال: أَتَيْتُ النَّبيَّ ﷺ، فَدَخَلْتُ عَليهِ ولم أُسَلِّم، فقال النبيُّ ﷺ: «ارْجِع فقل: السَّلامُ عَلَيْكُم أَأَدْخُلُ؟» رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۸۷۳ حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کئے بغیر ہی اندر داخل ہوگیا تو نبی ﷺ نے فرمایا' واپس لوٹ جا اور اس طرح کہہ' السلام علیکم 'کیا میں اندر آجاؤں؟ (ابو داوٗد' ترمذی 'حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيفية الاستئذان ـ وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في التسليم قبل الاستئذان.

١٤١ ـ بَابُ بَيَانِ أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأْذِنِ: مَنْ أَنْتَ؟ أَنْ يَقُولَ: فُلَانٌ، فَيُسَمِّيَ نَفْسَهُ بِمَا يُعْرَفُ بِهِ مِنِ اسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ، وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ: «أَنَا» وَنَحْوَهَا

۱۴۱۔ اجازت طلب کرنے والے سے جب پوچھا جائے 'تم کون ہو؟ تو سنت یہ ہے کہ وہ جس نام یا کنیت سے مشہور ہو' وہ بیان کرے ''میں ہوں'' یا اس قسم کے الفاظ نہ بولے۔

٨٧٤ ـ عن أنسٍ رضي الله عنه في حديثه المشهور في الإسراءِ قال: قال رسولُ الله ﷺ: «ثُمَّ صَعِدَ بي جبْريلُ إلى السَّماءِ الدُّنيا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيلَ: مَنْ هٰذا؟ قال: جِبْريلُ، قِيلَ: ومَنْ مَعَكَ؟ قال: مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ إلى السَّماءِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَسائِرِهِنَّ، وَيُقَالُ في بَابِ كُلِّ سَماءٍ: مَن هذا؟ فَيَقُولُ: جِبْريلُ» متفقٌ عليه.

۱/ ۸۷۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کی مشہور حدیث اسراء (معراج کی بابت) میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پھر مجھے جبریل آسمان دنیا پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا' تو کہا گیا' یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا' جبریل۔ پوچھا گیا' تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ)' پھر دوسرے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا' پوچھا گیا' یہ کون ہے؟ کہا' جبریل ؑ۔ کہا گیا' اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا' محمد (ﷺ) اور پھر تیسرے' چوتھے اور باقی آسمانوں پر چڑھے اور ہر آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا' یہ کون ہے؟ تو جبریل ؑ جواب میں کہتے' جبریل ؑ۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة ـ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ.

٨٧٥ ـ وعن أبي ذَرٍّ رضي الله عنه

۲/ ۸۷۵ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

قال: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِن اللَّيَالي، فَإذا رسولُ اللهِ ﷺ يَمْشي وَحْدَهُ، فَجَعَلْتُ أَمْشِي في ظِلِّ القَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَآني فقال: «مَنْ هذا؟»، فقلتُ: أَبو ذَرٍّ. متفقٌ عليه.

رات کو میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے چل رہے ہیں، تو میں بھی چاند کے سائے (چاندنی) میں (آپؐ کے پیچھے پیچھے) چلنے لگا۔ پس آپ مڑے تو مجھے دیکھ لیا اور فرمایا، یہ کون ہے؟ میں نے کہا، ابو ذر رضی اللہ عنہ - (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب المكثرون هم المقلّون - وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة.

٨٧٦ - وعن أُمِّ هَانِىءٍ رضي الله عنها قالتْ: أَتَيْتُ النبيَّ ﷺ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ، فقال: «مَنْ هذِهِ؟» فقلتُ: أَنَا أُمُّ هَانِىءٍ. متفقٌ عليه.

۳/۸۷۶ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آئی جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آپؐ کو پردہ کئے ہوئے تھیں، آپؐ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ میں نے کہا، میں ام ھانیؓ ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري وصحيح مسلم - وقد سبق في رقم٨٦٤.

۸۷۶- فوائد: یہ روایت اس سے قبل بھی گزر چکی ہے، ملاحظہ ہو باب نمبر ۱۳۷، رقم ۲/ ۸۶۴ (لیکن یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کی گئی ہے)

٨٧٧ - وعن جابرٍ رضي الله عنه قال: أَتَيْتُ النبيَّ ﷺ فَدَقَقْتُ البَابَ، فقال: «مَنْ ذا؟» فقلتُ: أَنَا، فقال: «أَنَا أَنَا؟!» كَأَنَّهُ كَرِهَهَا. متفقٌ عليه.

۴/ ۸۷۷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا، کون ہے یہ؟ میں نے کہا "میں" ہوں آپ نے فرمایا، "میں میں" (کیا ہے؟) گویا آپؐ نے اسے برا سمجھا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب إذا قال من فقال أنا - وصحيح مسلم، كتاب الاستئذان، باب كراهة قول المستأذن أنا، إذا قيل من هذا، برقم٢١٥٥.

۸۷۷- فوائد: (۱) مذکورہ روایات سے واضح ہے کہ اندر سے جب اجازت طلب کرنے والے کی بابت پوچھا جائے تو وہ یہ نہ کہے O"میں O" بلکہ اپنا نام (اور اگر کنیت سے مشہور تو کنیت) بتلائے (۲) دروازہ کھٹکھٹانا بھی اور آج کل گھنٹی بجا دینا بھی اجازت طلب کرنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ پھر جب صاحب خانہ دروازے پر آئے تو اسے پہلے سلام کیا جائے اور پھر کوئی گفتگو کی جائے۔

١٤٢ بَابُ اسْتِحْبَابِ تَشْمِيتِ العَاطِسِ إذَا حَمِدَ

۱۴۲۔ چھینکنے والا جب الحمد للہ کہے تو اس کو جواب میں یرحمک اللہ کہنا

اللهَ تَعالَى وَكَرَاهَةِ تَشْمِيتِهِ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ تَعالَى، وَبَيَـانِ آدَابِ التَّشْمِيـتِ وَالْعُطَـاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

مستحب اور نہ کہے تو جواب دینا بھی ناپسندیدہ ہے اور چھینک کا جواب دینے، چھینکنے اور جمائی کے آداب کا بیان

٨٧٨ - عن أبي هُرَيرةَ رضيَ اللهُ عنهُ أن النبيَّ ﷺ قال: «إن الله يُحبُّ العُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ الله تعالى كَانَ حَقاً عَلى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ؛ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ» رواه البخاري.

۱/ ٨٧٨ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہر اس مسلمان کے لئے جو اسے سنے، یہ کہنا ضروری ہے، یرحمك الله (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) لیکن جمائی تو شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنی طاقت بھر اسے روکے۔ اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب ما يستحب من العطاس ويكره من التثاؤب.

۸۷۸۔ فوائد: چھینک سے انسان کا دماغ ہلکا ہو جاتا اور جسم راحت محسوس کرتا ہے اس لئے یہ پسندیدہ ہے اور اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔ اس کے برعکس جمائی، بسیار خوری، کسل اور ثقل (بوجھ) کی علامت ہے، اس لئے اسے ناپسندیدہ کہا گیا ہے، اور اسے روکنے کی تاکید کی گئی ہے، منہ بند کرکے یا منہ پر ہاتھ رکھ کر۔ اس لئے کہ جس کام سے شیطان خوش ہو، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

٨٧٩ - وعنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إذا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: الحَمْدُ للهِ؛ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ. فَإذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ». رواه البخاري.

۲/ ۸۷۹ سابق راوی ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ الحمدللہ کہے اور (سننے والا) اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کے لئے یہ دعا کرے "یرحمك الله" (اللہ تجھ پر رحم کرے) پس جب وہ اس کو یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا کہے یهديكم الله ويصلح بالكم (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے) (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب إذا عطس كيف يشمت.

۸۷۹۔ فوائد: اس میں ایک دوسرے کے حق میں کس طرح دعائے خیر کرنے اور احسان کے بدلے احسان کرنے

کا سبق ہے جس سے باہم محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی ان سنہری تعلیمات پر عمل کریں۔

٨٨٠ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «إذا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتُوهُ، فَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللهَ فَلا تُشَمِّتُوهُ» رواه مسلم.

۳ / ۸۸۰ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرے (الحمدللہ کہے) تو تم اس کے حق میں دعائے خیر کرو (یعنی یرحمک اللہ کہو) اور اگر اس نے اللہ کی حمد بیان نہیں کی تو تم بھی اس کو (یرحمک اللہ کے ساتھ) جواب مت دو۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب تشمیت العاطس.

۸۸۰- فوائد: تشمیت کے معنی ہیں، خیر و برکت کی دعا کرنا، اور بعض کے نزدیک معنی ہیں اللہ تعالیٰ تجھے ایسی چیزوں سے دور رکھے جن سے تیرے دشمن خوش ہوں۔

٨٨١ ـ وعن أنس رضي الله عنه قال: عَطَسَ رَجُلانِ عِنْدَ النبيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ، فَقَالَ الَّذي لَمْ يُشَمِّتْهُ: عَطَسَ فُلانٌ فَشَمَّتَّهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْني! فَقَالَ: «هٰذَا حَمِدَ اللهَ، وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللهَ». متفق عليه.

۴ / ۸۸۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، تو آپ نے ان میں سے ایک کو جواب دیا (یعنی اس کے لئے یرحمک اللہ کہا) اور دوسرے کو جواب نہیں دیا، پس جس کو آپ ؐ نے جواب نہیں دیا تھا، اس نے کہا، فلاں شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا۔ آپ ؐ نے فرمایا، اس شخص نے (جب اس کو چھینک آئی) الحمدللہ کہا اور تو نے اللہ کی حمد نہیں کی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب لا یشمت العاطس إذا لم یحمد ـ وصحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب تشمیت العاطس.

۸۸۱- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دعائے خیر کا مستحق وہی ہے جو سنت کے مطابق چھینک آنے پر الحمدللہ کہے۔ ورنہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں، اگر اسے مسئلے کا علم نہیں تو اسے سمجھا دینا چاہئے۔

٨٨٢ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا عَطَسَ

۵ / ۸۸۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنے منہ پر

وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلى فِيهِ، وَخَفَضَ - أَوْ غَضَّ - بهَا صَوْتَهُ. شَكَّ الراوي. رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا رکھ لیتے اور اس کے ذریعے سے اپنی آواز کو ہلکا یا پست کرتے۔ راوی کو شک ہے کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے خفض کا لفظ استعمال کیا تھا یا غض کا' (مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے)

(ابو داوٗد' ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في العطاس - وسنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في خفض الصوت وتخمير الوجه عند العطاس.

۸۸۲- فوائد : یہ ایک نہایت ہی اہم بات ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ بالخصوص مجلس میں یہ بہت ضروری ہے کہ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیا جائے تاکہ ایک آواز پست ہوجائے' دوسرے' منہ اور ناک سے نکلنے والے ذرات دوسروں کے لئے ناگواری کا باعث نہ بنیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے جہاں تہذیب و شائستگی کی تعلیم دی ہے وہاں دوسروں کے احساسات کا خیال رکھنے کی بھی تلقین کی ہے۔ سبحان اللہ! کتنا عالی شان دین ہے اسلام۔

٨٨٣ - وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: كان اليَهودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ رسولِ الله ﷺ، يَرْجُونَ أَنْ يَقولَ لهم: يَرْحَمُكُمُ اللهُ، فيقولُ: «يَهْدِيكمُ اللهَ وَيُصْلحُ بَالكمْ». رواه أبو داودَ، والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.

۶ / ۸۸۳ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہ تکلف چھینکتے' اس امید پر کہ آپ ان کے لئے یرحمک اللہ کہیں گے لیکن آپ (اس کی بجائے) کہتے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ (ابو داوٗد' ترمذی' حسن صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، كيف يشمت الذمي؟ - وسنن ترمذي، أبواب الأدب، باب ما جاء كيف يشمت العاطس؟.

۸۸۳- فوائد : اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی چھینک کے جواب میں صرف یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہا جائے۔

٨٨٤ - وعن أبي سعيدٍ الخُدْريِّ رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إذا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ» رواه مسلم.

۷ / ۸۸۴ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ بند کرلے' اس لئے کہ شیطان اندر داخل ہوجاتا ہے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب.

۸۸۴- فوائد : جمائی کے وقت منہ کو ہاتھ سے بند کرلینا چاہیے۔ اسی طرح اس موقعے پر آواز نکالنے سے بھی منع کیا گیا ہے' اس سے بھی شیطان ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔ گویا شیطان کو ذلیل کرنے اور اسے ناکام بنانے کا کوئی

موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

١٤٣ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَاءِ وبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيلِ يَدِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ، وَتَقْبِيلِ وَلَدِهِ شَفَقَةً، وَمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ، وَكَرَاهِيَةِ الانْحِنَاءِ

۱۴۳۔ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے، خندہ روئی سے پیش آنے، نیک آدمی کے ہاتھ کو اور شفقت سے اپنے بچے کو چومنے اور سفر سے آنے والے سے معانقہ کرنے کے مستحب ہونے کا اور جھک کر ملنے کے مکروہ ہونے کا بیان۔

٨٨٥ ـ عن أبي الخَطَّابِ قَتَادَةَ قال: قلتُ لأَنَسٍ: أَكَانَتِ المُصَافَحَةُ في أَصْحَابِ رسولِ الله ﷺ؟ قال: نَعَمْ. رواه البخاري.

۱/ ۸۸۵ ابو الخطاب قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے **حضرت انس** رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں مصافحے کا معمول تھا؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب المصافحة.

۸۸۵۔ فوائد: مصافحہ 'صفحۃ' سے مفاعلہ کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں ایک ہتھیلی کو دوسرے شخص کی ہتھیلی سے ملانا۔ اس لفظ سے ہی واضح ہوتا ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے اور مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔ بہرحال سلام کے ساتھ مصافحہ بھی صحابہؓ کا معمول تھا۔

٨٨٦ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: لمَّا جاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قال رسولُ الله ﷺ: «قَدْ جَاءَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالمُصَافَحَةِ» رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح.

۲/ ۸۸۶ **حضرت انس** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن والے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو پہلے پہل مصافحہ کرنے کا طریقہ لائے۔

(اسے ابو داوٗد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب المصافحة.

۸۸۶۔ فوائد: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کرنے کا طریقہ یمن میں رائج تھا، وہاں سے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں بھی آکر انہوں نے اس کا اظہار کیا، جسے نبی ﷺ نے بھی پسند فرمایا، یوں یہ آپؐ کی تقریری سنت ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے جو اچھے طریقے مروج تھے وہ رہنے دیئے اور جو برے تھے وہ بدل دیئے۔ گویا نبی ﷺ کو ہر بات میں حسن پسند تھا اور قبح ناپسند۔

٨٨٧ ـ وعن البَرَاءِ رضي الله عنه قال: قالَ رسولُ الله ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ

۳/ ۸۸۷ **حضرت براء بن عازب** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو دو مسلمان باہم

يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا» رواه أبو داود.

ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو قبل اس کے کہ وہ جدا ہوں، ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب المصافحة.

۸۸۷- فوائد: بخش دیئے جانے کا مطلب ہے کہ ان کے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد، ان کی ادائیگی کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ بہرحال ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات اور مصافحہ جہاں ازدیاد محبت کا باعث ہے، وہاں مغفرت ذنوب کا بھی سبب ہے۔

٨٨٨ - وعن أنسٍ رضي الله عنه قال: قالَ رَجُلٌ: يا رسولَ اللهِ! الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ، أَيَنْحَنِي لَهُ؟ قال: «لا» قال: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قال: «لا» قال: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قال: «نَعَمْ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۸۸۸ **حضرت انس رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے آدمی اپنے بھائی یا دوست کو ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جھکے؟ آپؐ نے فرمایا، نہیں۔ اس نے پوچھا، کیا پس اس سے لپٹ جائے اور اس کا بوسہ لے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا، پس اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

(ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في المصافحة.

۸۸۸- فوائد: اس میں ملاقات کے وقت جھکنے کی ممانعت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رکوع کی حد تک جھکنا منع ہے لیکن حدیث میں جھکنے سے مطلقاً روکا گیا ہے اس لئے جھکنا مطلقاً ہی ممنوع ہوگا۔ جب مطلقاً جھکنا ممنوع ہے تو جھک کر کسی کے گھٹنوں اور پیروں کو ہاتھ لگانا کیوں کر جائز ہوگا؟ جو اہل بدعت اور پیر پرستوں میں رائج ہے۔ دوسرے اس حدیث میں معانقہ (گلے ملنے سے) بھی روکا گیا ہے اور بوسہ سے بھی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب ملے تو معانقہ کرے اور بوسہ لے یہ جائز نہیں۔ ہاں مدت کے بعد یا سفر سے آکر ملے تو معانقہ کرسکتا ہے جیسا کہ کئی احادیث میں آیا ہے۔ تیسرے، اس میں بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی صراحت ہے۔ اس میں یہ نہیں پوچھا گیا کہ دونوں ہاتھوں کو پکڑے اور مصافحہ کرے، بلکہ اس نے پوچھا، اس کے ہاتھ کو پکڑے اور مصافحہ کرے۔ جس کا جواب نبی ﷺ نے اثبات میں دیا۔ جس سے مصافحے کا مسنون طریقہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا معلوم ہوا۔

٨٨٩ - وعن صَفْوَانَ بنِ عَسَّالٍ رضي الله عنه قال: قال يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اذْهَبْ بِنَا إِلَى هذا النَّبِيِّ، فَأَتَيَا رسولَ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ؛ فَذَكَرَ الحديثَ إلى قوله: فَقَبَّلا يَدَهُ

۵/ ۸۸۹ **حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا، چل ہم اس پیغمبر کے پاس چلیں۔ پس وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے (حضرت موسیٰ کو دی گئیں) نو واضح نشانیوں کی بابت پوچھا، راوی نے آگے حدیث

وَرِجْلَهُ، وقالا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ. رواه الترمذي وغيره بأسانيد صحيحةٍ.

بیان کی، جس میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے آپ ؐ کے ہاتھ اور پیر کو بوسہ دیا اور کہا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ؐ پیغمبر ہیں۔ (اسے ترمذی وغیرہ نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في قبلة اليد والرجل - وسنن نسائی، كتاب السير، وكتاب المحاربة - وسنن ابن ماجة برقم ٣٧٠٥.

۸۸۹- فوائد: یہ روایت مذکورہ تینوں کتابوں میں ہے۔ لیکن ایک تو ان کی سندیں الگ الگ نہیں ہیں جیسا کہ امام نووی کے قول اسانید صحیحہ کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ بقول شیخ البانی تینوں جگہ ایک ہی سند سے مروی ہے۔ دوسرے اس سند میں عبداللہ بن سلمہ مرادی راوی ہے جسے حفاظ حدیث اور محققین نے ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ شیخ البانی حفظہ اللہ نے اسے ضعیف ابی داؤد، ضعیف الترمذی اور ضعیف سنن النسائی میں درج کیا ہے۔

٨٩٠ - وعن ابنِ عمرَ رضي الله عنهما قصةٌ قال فيها: فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبيِّ ﷺ فقبَّلْنَا يَدَهُ. رواه أبو داود.

۶/ ۸۹۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک قصہ منقول ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے قریب آئے اور آپ ؐ کے ہاتھ کو ہم نے بوسہ دیا۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب قبلة اليد، وأواخر كتاب الجهاد.

۸۹۰- فوائد: اس کی سند میں بھی یزید بن ابی زیاد ہاشمی راوی ہے جو ضعیف ہے۔ آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسی لئے شیخ البانی نے اسے بھی ضعیف ابی داؤد اور ضعیف ابن ماجہ میں درج کیا ہے۔ تاہم بعض دیگر علماء نے کہا ہے کہ اس باب میں اس کے علاوہ بھی بعض روایات آتی ہیں جن کا مجموعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بعض موقعوں پر بعض صحابہ نے نبی ﷺ کی دست بوسی کی ہے۔ اس لئے عادت بنائے بغیر اگر کسی بزرگ یا متقی عالم کی دست بوسی کرلی جائے تو جائز ہے۔ (ریاض الصالحین بہ تحقیق الشیخ شعیب الارنوؤط، عبدالعزیز رباح واحمد یوسف الدقاق)

٨٩١ - وعن عائشةَ رضي الله عنها قالت: قَدِمَ زَيْدُ بنُ حَارِثَةَ المَدِينَةَ ورسولُ اللهِ ﷺ في بَيْتي، فَأَتَاهُ فَقَرَعَ البَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النبيُّ ﷺ يَجُرُّ ثَوبَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَه. رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۷/ ۸۹۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے، پس زید آپ ؐ کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، پس نبی ﷺ (شوق و وارفتگی کے عالم میں) اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف گئے، ان سے معانقہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔ (ترمذی، حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الاستئذان، باب ما جاء في المعانقة والقبلة.

۸۹۱- فوائد: اسے بھی شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے، اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو تدلیس میں مشہور

ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں دو اور راوی ضعیف ہیں (ریاض الصالحین بہ تحقیق الشیخ شعیب الارنووط) بہرحال علمائے محققین اور حفاظ حدیث کے نزدیک بوسہ لینے والی روایات سندا" مجروح اور ضعیف ہیں۔ اس لئے ملاقات کے وقت صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے البتہ معانقہ کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے معانقہ کو مستحب بتایا ہے۔ بعض ممالک میں بوسہ کا بہت رواج ہے انہیں اس سے بچنا چاہئے' اس سے اور دروازے بھی کھل سکتے ہیں۔

٨٩٢ ـ وعن أبي ذرٍّ رضي الله عنه قال: قال لي رسولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَحقِرَنَّ مِنَ المَعْرُوفِ شَيْئاً، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَلِيقٍ» رواه مسلم.

٨ / ٨٩٢ حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی بھلائی کو ہرگز حقیر نہ جاننا اگرچہ تیرا اپنے بھائی سے خندہ روئی سے ملنا ہی ہو (یعنی اسے بھی معمولی نیکی نہ سمجھنا' یہ بھی بڑی نیکی ہوسکتی ہے)۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، وقد سبق في باب استحباب طيب الكلام وطلاقة الوجه، برقم٦٩٥.

٨٩٢۔ فوائد: یہ حدیث باب استحباب طیب الکلام وطلاقۃ الوجہ میں گزر چکی ہے۔ دیکھئے رقم ٣ / ٦٩٥

٨٩٣ ـ وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه قال: قَبَّلَ النبيُّ ﷺ الحسنَ بْنَ عَليٍّ رضي الله عنهما، فقال الأَقْرَعُ بنُ حَابِسٍ: إنَّ لي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَداً. فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لا يَرْحَمْ لا يُرْحَمْ!» متفقٌ عليه.

٩ / ٨٩٣ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی ؓ کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس نے کہا' میرے دس بچے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا' پس نبی ﷺ نے فرمایا' جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري وصحيح مسلم، وقد سبق في باب تعظيم حرمات المسلمين برقم٢٢٥.

٨٩٣۔ فوائد: یہ حدیث بھی باب تعظیم حرمات المسلمین رقم ٤ / ٢٢٥ میں گزر چکی ہے۔ بچوں کو پیار کرنا اور ان کو چومنا' رحم و شفقت کا ایک حصہ ہے' جو اس سے محروم ہوتا ہے اور لوگوں سے رحم و شفقت کا معاملہ نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہ سکتا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ ارحم من فی الارض' یرحمک من فی السماء اور ارحموا ترحموا واغفروا یغفرلکم (صحیح الجامع الصغیر رقم ٨٩٦' ٨٩٧' ج ١' ص ٢١٦) "تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا' تم معاف کرو' تمہیں معاف کردیا جائے گا۔"

* * *

٦ - كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ

١٤٤ - بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَتَشْيِيعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلاَةِ عَلَيْهِ، وَحُضُوْرِ دَفْنِهِ وَالْمُكْثِ عِنْدَ قَبْرِهِ بَعْدَ دَفْنِهِ

۱۴۴- مریض کی تیمارداری کرنے‘ جنازے کے ساتھ جانے‘ جنازے کی نماز پڑھنے‘ اس کی تدفین میں شریک ہونے اور دفنانے کے بعد اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہرنے کا بیان

٨٩٤ - عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضي الله عنهما قال: أَمَرَنَا رسولُ اللهِ ﷺ بعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ السَّلام. متفقٌ عليه.

۱/ ۸۹۴ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے‘ جنازے کے ساتھ چلنے‘ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے‘ قسم دلانے والے کی قسم پوری کردینے‘ مظلوم کی مدد کرنے‘ دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري وصحیح مسلم، وقد سبق في كتاب السلام، برقم٨٤٧.

فائدہ: یہ حدیث‘ کتاب السلام رقم ۳/ ۸۴۷ میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کیا ہے۔

٨٩٥ - وعن أبي هريرةَ رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ» متفقٌ عليه.

۲/ ۸۹۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں‘ سلام کا جواب دینا‘ بیمار کی مزاج پرسی کرنا‘ جنازوں میں پیچھے چلنا‘ دعوت کا قبول کرنا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری و مسلم)

۸۹۵- فوائد: یہ روایت بھی باب تعظیم حرمات المسلمین‘ رقم ۱۷/ ۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

٨٩٦ - وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي! قَالَ: يَارَبِّ! كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ

۳/ ۸۹۶ سابق راوی ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا‘ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا‘ تو تو نے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی۔ انسان کہے گا‘ اے

العَالَمِينَ؟! قال: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ! اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي! قال: يَا رَبِّ! كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ؟! قال: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟ يَاابْنَ آدَمَ! اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي! قال: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ العَالَمِينَ؟! قال: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي؟» رواه مسلم.

میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کرتا جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی۔ کیا تجھے علم نہیں تھا اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً تو مجھے اس کے پاس پاتا (یعنی میری رضا تجھے حاصل ہوجاتی) اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھلایا نہیں' وہ کہے گا' اے میرے رب! میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا جب کہ تو تو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔ اللہ فرمائے گا' کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا' پس تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا' وہ کہے گا' اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ کیا تو نے نہیں جانا' اگر تو اس کو پانی پلادیتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل عيادة المريض.

٨٩٦- فوائد: الخلق كلهم عيال الله' تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے فاحبهم الى الله انفعهم لعياله پس وہ شخص اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے لئے زیادہ نفع بخش ہے۔ یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے (دیکھئے الجامع الصغیر مع شرحہ فتح القدیر' ج ۳' ص ۵۰۵) لیکن متن میں مذکورہ روایت کا مفہوم بھی یہی ہے جو اس میں بیان ہوا ہے۔ اللہ کی ضرورت مند مخلوق کی خدمت کرنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اللہ کو بہت پسند ہے اور اس کی وہ بہترین جزاء عنایت فرمائے گا۔ اس میں اہل حاجات کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہایت موثر اور بلیغ انداز میں تعلیم دی گئی ہے۔

٨٩٧ ـ وعن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: «عُودُوا المَرِيضَ، وَأَطْعِمُوا الجَائِعَ، وَفُكُّوا

۴ / ۸۹۷ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مریض کی عیادت کرو' بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کراؤ۔ (بخاری)

العَانِيَ»رواه البخاري «العَانِي»: الأَسِير. العانی کے معنی ہیں' قیدی

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المرضىٰ، باب وجوب عيادة المريض.

۸۹۷- فوائد: اسلام نے مسلمانوں کو باہم تعاون کرنے کی جو تاکید کی ہے گذشتہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی اسی تعلیم کا حصہ ہے۔ قیدی سے مراد وہ مسلمان قیدی ہے جو کسی طریقے سے یا جنگ میں کافروں کا قیدی بن گیا ہے۔ ایسے مسلمان قیدیوں کو کفار کے زنداں خانوں سے آزاد اور رہا کرانا ضروری ہے اور اسی میں وہ قیدی بھی آسکتے ہیں جو ناجائز مقدمات میں پھنسے ہوئے یا جیلوں میں محبوس ہوں۔ اور اسی طرح وہ بھی اس میں شامل ہیں جو قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے یا کسی کے ضامن بننے کی وجہ سے مالی تعاون کے ضرورت مند ہوں۔ ان کو بھی اس بوجھ سے نکالنا اور ذلت و خواری سے بچانا ضروری ہے۔

۸۹۸ ـ وعن ثَوْبَانَ رضي اللهُ عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «إنَّ المُسْلِمَ إذا عَادَ أَخاهُ المُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ في خُرْفَةِ الجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ» قِيلَ: يَا رسولَ اللهِ! وَمَا خُرْفَةُ الجَنَّةِ؟ قال: «جَنَاها». رواه مسلم.

۵ / ۸۹۸ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ جنت کے تازہ پھلوں کے چننے میں مصروف رہتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کے تازہ پھل چننا۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة. باب فضل عيادة المريض.

۸۹۹ ـ وعن عَليٍّ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِماً غُدْوَةً إلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ في الجَنَّةِ». رواه الترمذي وقال: حديث حسن. «الخَرِيفُ»: التَّمْرُ المَخْرُوفُ، أي: المُجْتَنَى.

۶ / ۸۹۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے) الخریف۔ چنے ہوئے پھل۔

تخریج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض.

۸۹۹- فوائد: اس میں اور اس سے ماقبل کی روایت میں مریض کی عیادت کی فضیلت بیان کی گئی ہے

۹۰۰ ـ وعن أنسٍ رضي اللهُ عنه قال: كَانَ غُلامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأسِهِ فقالَ لَهُ: «أَسْلِمْ» فَنَظَرَ إِلى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ؟ فقال:

۷ / ۹۰۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا' وہ بیمار ہوگیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے' پس آپؐ اس کے سرہانے بیٹھ گئے

أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يقولُ: «الحَمْدُ للهِ الَّذي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ» رواه البخاري.

اور اس سے فرمایا، اسلام قبول کرلے، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا، تو اس نے کہا ابوالقاسم (ﷺ) کی بات مان لے، پس وہ مسلمان ہوگیا۔ پس نبی ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلي عليه؟ .

۹۰۰۔ فوائد: اس میں کافر کی عیادت کرنے کا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کا، صالحین کی صحبت کے اثرات کا اور اہل کفر سے مایوس نہ ہونے کا اور والدین کا اپنی اولاد کو نیکی اختیار کرنے کی، گو وہ خود اس سے دور ہوں، تلقین کرنے کا بیان ہے۔

١٤٥ ـ بَابُ مَا يُدْعَى بِهِ لِلْمَرِيضِ

۱۴۵۔ بیمار کو کن الفاظ سے دعا دی جائے

٩٠١ ـ عن عائشةَ رضي الله عنها، أنّ النبيَّ ﷺ كَانَ إذا اشْتَكَى الإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ، قال النَّبيُّ ﷺ بأُصْبُعِهِ هكذا، وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّاوي سَبَّابَتَهُ بالأرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وقال: «بِسْمِ اللهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا» متفقٌ عليه.

۱ / ۹۰۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی کسی بیماری کی بابت عرض کرتا یا اس کو کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی کے ساتھ ایسے کرتے اور حدیث کے راوی حضرت سفیانؒ نے اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھی پھر اسے اٹھایا (یعنی اس طرح آپؐ کرتے) اور یہ دعا پڑھتے، "اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے مل کر، ہمارے رب کے حکم سے، ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہوگی"۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي ﷺ - وصحيج مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة.

۹۰۱۔ فوائد: (۱) یعنی آپؐ اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھ کر اٹھالیتے اور اس میں اپنے لعاب دہن کی آمیزش کرکے مریض کے درد والے حصے یا زخم پر رکھتے اور مذکورہ دعا پڑھتے۔ جس سے اللہ کے حکم سے مریض شفایاب ہوجاتا۔ بعض کے نزدیک یہ آپؐ کا معجزہ تھا، اس لئے یہ عمل آپؐ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ یہ مٹی بھی مدینے کی خاص مٹی تھی اور آپؐ کے لعاب دہن کو بھی خاص شرف حاصل تھا۔ لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس قول کو محل نظر کہا ہے۔ تھوک اور مٹی تو ظاہری اسباب ہیں جنہیں اختیار کرنے کا حکم ہے، اس میں تاثیر شفاء کا پیدا ہوجانا من جانب اللہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دم مسنون ہے اور اس میں اصل تاثیر "باذن ربنا" کے لفظ کی ہے۔ مومن کے منہ کا لعاب اور مٹی خواہ کسی بھی سرزمین کی ہو اس شفابخشی کا صرف ایک حصہ ہیں اور تجربے

سے اس دم کا بے حد مؤثر ہونا ثابت ہے۔ (۲) اہل علم و اہل صلاح و تقویٰ کی طرف بھی جسمانی تکالیف کے ازالے اور دعا کے لئے رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ تعویذ گنڈوں اور مشرکانہ طریقوں سے علاج نہ کرتے ہوں۔

٩٠٢ ـ وعنها أنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ يَعُودُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ اليُمْنى ويقولُ: «اللَّهُمَّ! رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ البَأْسَ، وَاشْفِ، أَنْتَ الشَّافِي لا شِفَاءَ إلَّا شِفَاؤُكَ، شِفاءً لا يُغَادِرُ سَقَماً» متفقٌ عليه.

۲/ ۹۰۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بعض گھر والوں کی بیمار پرسی کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ مریض کے درد والے حصے پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے' اے اللہ! لوگوں کے پروردگار' تکلیف کو دور فرما دے' تو شفاء عطا فرما' تو ہی شفاء دینے والا ہے' تیری ہی شفاء شفاء ہے' تو ایسی شفاء دے جو بیماری کو نہ چھوڑے (اسے بالکل ختم کر دے) (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي ﷺ، وباب مسح الراقي ـ وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

۹۰۲- فائدہ: ریاض الصالحین میں یعود ہے (بیمار پرسی کرتے) لیکن صحیح بخاری میں یہ یعوذ ہے جس کو حافظ ابن حجر نے یرقی کے ہم معنی قرار دیا ہے' یعنی دم کرتے۔

٩٠٣ ـ وعن أنسٍ رضي الله عنه، أنه قَالَ لِثَابِتٍ رحمه الله: أَلا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رسولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: اللَّهُمَّ! رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ البَأْسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لا شَافِيَ إلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لا يُغَادِرُ سَقَماً. رواه البخاري.

۳/ ۹۰۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ثابت (بنانی' تابعی) رحمہ اللہ سے کہا' کیا میں تم پر رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا' کیوں نہیں۔ حضرت انس ؓ نے یہ دعاء پڑھی' اے اللہ' لوگوں کے پروردگار' تکلیف کو لے جانے والے' تو شفاء عطا فرما' تو ہی شفاء دینے والا ہے' تیرے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں۔ تو ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری کو نہ چھوڑے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي ﷺ.

فوائد: مذکورہ روایات سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دم کرنا ثابت ہے' اس لئے دم کرنے کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے اسماء و صفات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے سے ہو یا معوذات و سورہ فاتحہ وغیرہ قرآنی سورتوں اور آیات سے ہو۔ اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ یہ ظاہری اسباب بذات خود مؤثر نہیں' یہ اللہ کی مشیت اور تقدیر سے ہی مؤثر ہو سکتے ہیں۔

٩٠٤ ـ وعن سعدِ بنِ أبي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قال: عَادَني رسولُ اللهِ ﷺ فقال: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْداً، اللَّهُمَّ اشْفِ

۴/ ۹۰۴ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو دعا فرمائی "اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما' اے

سَعْداً، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْداً» رواه مسلم.

اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما' اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما"۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

۹۰۴۔ فوائد: مریض کے لئے بطور خاص اس کا نام لے کر دعائے صحت و شفاء کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح تکرار کے ساتھ بار بار بارگاہ الٰہی میں الحاح و زاری سے التجا و دعا کی جائے' تاکہ اللہ کے ہاں شرف قبولیت پائے۔

٩٠٥ ـ وعن أبي عبدِ اللهِ عثمانَ بنِ أبي العاصِ رضي الله عنه، أَنهُ شَكا إلى رسولِ اللهِ ﷺ وَجعاً يَجِدُهُ في جَسَدِهِ، فقال له رسولُ اللهِ ﷺ: «ضَعْ يَدَكَ عَلى الذي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسمِ اللهِ، ثَلاثاً، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحاذِرُ» رواه مسلم.

۵ / ۹۰۵ حضرت ابو عبداللہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو اپنے اس درد کی بابت بتلایا جو وہ اپنے جسم میں محسوس کر رہے تھے۔ تو رسول اللہ (ﷺ) نے انہیں فرمایا' اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھو جو درد کرتا ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ باللہ وقدرتہ من شرما اجد واحاذر کہو۔ یعنی میں اللہ کی پناہ اور اس کی قدرت میں آتا ہوں' اس برائی سے جو میں پاتا اور جس سے ڈرتا ہوں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

۹۰۵۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ انسان خود بھی مسنون دعائیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کر سکتا ہے۔ دوسروں سے ہی دم کرانا ضروری نہیں۔

٩٠٦ ـ وعن ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما عن النبيِّ ﷺ قال: «مَنْ عَادَ مَرِيضاً لَمْ يَحْضُرْهُ أَجَلُهُ، فقالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ العَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ؛ إِلَّا عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذلكَ المَرَضِ» رواه أبو داودَ والترمذي وقال: حديث حسن، وقال الحاكِم: حديث صحيح على شرطِ البخاري.

۶ / ۹۰۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے' اس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے' "میں اللہ و برتر سے جو عرش عظیم کا مالک بھی ہے' یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت بخش دے گا"۔ (ابو داؤد ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور امام حاکم نے کہا یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للمريض عند العيادة ـ وسنن ترمذي، أبواب الطهارة، برقم ٢٠٨٤.

۹۰۶۔ فوائد: صدق و اخلاص سے کی گئی دعا کی قبولیت کا بہت امکان ہوتا ہے اس لئے پورے یقین و اذعان سے

مریض کی صحت یابی کی دعا کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں مسنون دعاؤں میں بھی خصوصی تاثیر و برکت ہے، اس لئے اصل منقول الفاظ پڑھے جائیں۔

٩٠٧ ـ وعنه أَنَّ النَّبيَّ ﷺ دَخَلَ عَلى أَعْرَابيٍّ يَعُودُهُ، وكانَ إذا دَخَلَ عَلى مَنْ يَعُودُهُ قال: «لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إنْ شَاءَ اللهُ» رواه البخاري.

۷/۹۰۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دیہاتی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ جس کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے تو فرماتے لا باس .... کوئی فکر نہیں اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضي، باب عيادة الأعراب .

۹۰۷- فوائد: طہور کے معنی ہیں یہ بیماری تیرے نفس کو گناہوں سے پاک کر دے گی۔ مریض کے پاس بیٹھ کر اس کی دل جوئی کرنا اور اس سے حوصلہ افزاء باتیں کرنا سنت ہے۔

٩٠٨ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه أن جبْرِيلَ أَتى النَّبيَّ ﷺ، فقال: «يَامُحَمَّدُ! اشْتَكَيْتَ؟ قال: نَعَمْ، قـال: بِسْـمِ اللهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ» رواه مسلم.

۸/۹۰۸ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام، نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اے محمد (ﷺ)! کیا آپؐ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ "اللہ کے نام سے، آپؐ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپؐ کو ایذا پہنچائے۔ ہر حاسد نفس اور آنکھ کے شر سے۔ اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے، اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقي برقم٢١٨٦.

۹۰۸- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایک بشر تھے اور بشری عوارض (بیماری، تکلیف وغیرہ) آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے لئے ان چیزوں سے صحت و سلامتی کی دعا کی گئی۔ ہمیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں یہ دعائیں پڑھنی چاہئیں۔

٩٠٩ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ وأبي هريرةَ، رضيَ اللهُ عنهما، أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلى رسولِ اللهِ ﷺ أنه قال: «مَنْ قالَ: لا إلهَ إلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، صَدَّقَهُ رَبُّهُ، فقال: لا إلهَ إلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ. وإذا قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، قال: يقولُ: لا إلهَ إلَّا أَنَا وَحْدِي لا شَرِيكَ لِي.

۹/۹۰۹ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس نے بھی کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے، میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، تو

وإذا قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، قال: لا إلهَ إلَّا أَنَا لِيَ المُلْكُ وَلِيَ الحَمْدُ. وإذا قال: لا إلهَ إلَّا اللهُ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إلَّا باللهِ، قال: لا إلهَ إلَّا أَنَا وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إلَّا بي» وَكَانَ يقولُ: «مَنْ قالَهَا في مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

آپ ؐ نے فرمایا‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے‘ میرے سوا کوئی معبود نہیں‘ میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد‘ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے‘ میرے سوا کوئی معبود نہیں‘ میرے لئے ہی تعریف ہے اور میری ہی بادشاہی ہے اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ‘ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت دینا بھی صرف میرا کام ہے اور نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے جو شخص مذکورہ کلمات اپنی بیماری میں پڑھے‘ پھر وہ اس میں مرجائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی (یعنی وہ جہنم میں نہیں جائے گا) (ترمذی‘ حسن)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما يقول العبد إذا مرض.

۹۰۹۔ فوائد: مذکورہ کلمات اللہ کی توحید اور اس کی عظمت پر مبنی ہیں۔ بیماری میں بالخصوص ان کا پڑھنا حسن خاتمہ کا باعث ہے۔

١٤٦ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ أَهْلِ الْمَرِيضِ عَنْ حَالِهِ

۱۴۶۔ مریض کے گھر والوں سے مریض کی بابت پوچھنا مستحب ہے

٩١٠ ـ عن ابن عباسٍ رضي الله عنهما، أَنَّ عليَّ بنَ أبي طالب رضيَ اللهُ عنهُ خرجَ مِنْ عِنْدِ رسولِ الله ﷺ في وَجَعِهِ الَّذي تُوُفِّيَ فيهِ، فقالَ النَّاسُ: يا أَبَا الحَسَنِ! كَيفَ أَصْبَحَ رسولُ اللهِ ﷺ؟ قال: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئاً. رواه البخاري.

۱/ ۹۱۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے‘ آپ ؐ کی اس بیماری میں باہر نکلے جس میں آپ ؐ کی وفات ہوئی‘ تو لوگوں نے پوچھا‘ اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ نے کیسے صبح کی؟ حضرت علی ؓ نے جواب دیا‘ الحمدللہ‘ آپ ؐ نے بہتر ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الاستئذان، باب المعانقة، وكتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ.

۹۱۰۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ مریض زیادہ نازک حالت میں ہو اور اس سے ملنا ممکن یا مفید نہ ہو تو اس کی بابت اس کے گھر والوں سے پوچھنا مستحب ہے۔ اسی طرح گھر والوں کے لئے ضروری ہے کہ مریض کی حالت‘

مسرت افزاء انداز میں بیان کریں تاکہ پوچھنے والے کے دلوں کو بھی ہمت و حوصلہ ہو۔

١٤٧ - بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ أَيِسَ مِنْ حَيَاتِهِ

۱۴۷۔ اپنی زندگی سے مایوس ہونے والا شخص کیا دعا پڑھے؟

٩١١ - عن عائشةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: سَمِعْتُ النبيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الأَعْلَى» متفق عليه.

۱/ ۹۱۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ میری طرف سہارا لگائے ہوئے تھے‘ فرماتے تھے‘ اے میرے اللہ! مجھے بخش دے‘ مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب تمني المريض الموت - وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

۹۱۱۔ فوائد: رفیق اعلیٰ سے مراد‘ اکثر علماء کے نزدیک ذات باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام رفیق بھی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد فرشتے‘ انبیاء و شہداء اور صالحین ہیں۔ جیسے حضرت یوسف ؑ نے دعا فرمائی تھی الحقنی بالصالحین (سورہ یوسف ۱۰۱) "مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے"۔ بہرحال موت کے وقت اپنا تعلق دنیا سے منقطع کرکے آخرت سے جوڑ لینا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی طلب مغفرت کا مطلب رفع درجات اور اضافہ حسنات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے تھے۔

٩١٢ - وعنها قالت: رَأَيْتُ رسولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ بِالمَوْتِ، عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي القَدَحِ، ثُمَّ يَمسَحُ وَجْهَهُ بالماءِ، ثم يقول: «اللَّهُمَّ! أَعِنِّي عَلَى غَمَرَاتِ المَوْتِ وَسَكَرَاتِ المَوْتِ». رواه الترمذي.

۲/ ۹۱۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موت کے وقت دیکھا کہ آپ ؐ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا‘ آپ اپنا ہاتھ پیالے میں ڈالتے‘ پھر اپنے چہرہ مبارک پر پانی ملتے اور فرماتے‘ اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔ (ترمذی)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في التشديد عند الموت.

۹۱۲۔ فوائد: اس میں بھی نبی کریم ﷺ کی بشریت کا اثبات ہے کہ انسانوں کی طرح بیماری کی شدت آپ ؐ پر بھی طاری ہوئی اور اس کی المناکی کو آپ ؐ نے محسوس کیا۔ آخری ایام میں آپ ؐ شدید بخار میں مبتلا رہے۔ اسی شدت حرارت کو کم کرنے کے لئے آپ ؐ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں تر کرکے اپنے چہرہ انور پر پھیرتے۔ اسی طرح روح کی جدائی کے وقت عام انسانوں کو جو تکلیف ہوتی ہے‘ اس سے بھی آپ ؐ دوچار ہوئے اور اس کی آسانی کے لئے بھی دعا فرمائی اور اللہ سے مدد طلب کی (ﷺ)۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اسے ضعیف سنن الترمذی (رقم ۱۶۴) میں درج کیا ہے۔ مزید دیکھئے تعلیق المشکوۃ‘ رقم ۱۵۱۴۔ جلد اول‘ ص ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ تاہم موت کے وقت آپ پر غشی کا طاری ہونا صحیح روایات سے ثابت ہے (صحیح بخاری‘ کتاب المغازی‘

باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ' وباب آخر ما تکلم بہ النبی ﷺ)

اس باب کی دونوں روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان کو آخری وقت میں بالخصوص اللہ کی مدد کا طالب ہونا چاہیے۔

١٤٨ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ أَهْلِ الْمَرِيضِ وَمَنْ يَخْدُمُهُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ وَالصَّبْرِ عَلَى مَا يَشُقُّ مِنْ أَمْرِهِ وَكَذَا الْوَصِيَّةِ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهِ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ وَنَحْوِهِمَا

۱۴۸۔ مریض کے خاندان اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے' تکلیف اٹھانے اور اس کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین' اسی طرح جس کی موت کا سبب قریب ہو یعنی اس پر حد یا قصاص وغیرہ نافذ ہونے والا ہو' اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کا بیان۔

٩١٣ ـ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رضي الله عنهما أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَىٰ مِنَ الزِّنَا، فقالت: يا رسولَ اللهِ! أَصَبْتُ حَدّاً فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا رسولُ اللهِ ﷺ وليَّهَا، فقال: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا» فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بها النبيُّ ﷺ فشُدَّتْ عَلَيها ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بها فرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّى عَلَيها. رواه مسلم.

۱/ ۹۱۳ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت جو زنا کے نتیجے میں حاملہ تھی' نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول! (میں جرم کا ارتکاب کرکے) حد کو پہنچ گئی ہوں۔ آپ وہ حد مجھ پر نافذ فرمائیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے ولی (سرپرست) کو طلب فرمایا اور اس سے فرمایا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو' پس جب یہ بچہ جَن لے تو اسے میرے پاس لانا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (یعنی زچگی کے بعد اس عورت کو آپؐ کی خدمت میں پیش کردیا) تو نبی ﷺ نے اس کی بابت حکم فرمایا' پس اس پر اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھے گئے پھر آپؐ کے حکم سے اسے سنگسار کردیا گیا' پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب من اعْتَرَفَ علي نفسه بالزنٰي.

۹۱۳۔ فوائد: امام نوویؒ نے جو باب باندھا ہے' اس کا اثبات اس حدیث سے ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا سے اگر حمل ٹھہر جائے تو اس عورت پر فوراً حد کا نفاذ نہیں ہوگا بلکہ وضع حمل کے بعد ہوگا

کیونکہ اس میں بچے کا تو کوئی قصور نہیں۔ اسی طرح حد کا نفاذ اس کے گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

١٤٩ - بَابُ جَوَازِ قَوْلِ المَرِيْضِ: أَنَا وَجِعٌ، أَوْ شَدِيْدُ الوَجَعِ، أَوْ مَوْعُوكٌ، أَوْ وَا رَأْسَاهْ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ، وَبَيَانِ أَنَّهُ لاَ كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى سَبِيلِ التَّسَخُّطِ وَإِظْهَارِ الجَزَعِ

۱۴۹۔ مریض کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف یا شدید تکلیف ہے یا بخار ہے یا ہائے میرا سر، وغیرہ بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ اللہ سے ناراضی اور جزع فزع کے اظہار کے طور پر نہ ہو

٩١٤ - عن ابنِ مسعودٍ رضيَ الله عنه قال: دَخلتُ عَلَى النَّبيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ، فقُلْتُ: إنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكاً شَدِيداً، فقال: «أَجَلْ إنِّي أُوعَكُ كما يُوعَكُ رَجُلانِ مِنْكُمْ» متفقٌ عليه.

۱ / ۹۱۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار تھا، میں نے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا اور کہا کہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔ مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب شدة المرض، وباب «أشد الناس بلاء الأنبياء» وباب ما يقال للمريض وما يجيب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أو نحو ذلك.

۹۱۴۔ فوائد: اس میں بھی بشریت رسول ﷺ کے ساتھ، باب میں بیان کردہ باتوں کا اثبات و جواز ہے۔

٩١٥ - وعن سعدِ بنِ أبي وَقَّاصٍ رضيَ الله عنه قال: جاءَني رسولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِي ما تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلاَ يَرِثُنِي إلَّا ابْنَتِي، وذكر الحديث. متفقٌ عليه.

۲ / ۹۱۵ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ میرے اس شدید درد میں جو مجھے لاحق تھا، میری مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے، تو میں نے عرض کیا، میں جس حالت کو پہنچ گیا ہوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار آدمی ہوں لیکن میری وارث میری ایک ہی بیٹی ہے۔ پھر باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب قول المريض إني وجع، وكتاب الوصايا - وصحيح مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث.

٩١٦ - وعنِ القاسمِ بنِ محمدٍ قال: قالَتْ عَائِشَةُ رضيَ اللهُ عنها: وَا رَأْسَاهْ، فقال النَّبيُّ ﷺ: «بَلْ أَنَا

۳ / ۹۱۶ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ہائے میرے سر کا درد! تو نبی ﷺ نے فرمایا، بلکہ میں کہتا ہوں ہائے میرے سر کا درد۔ اور باقی

وَا رَأْسَاهْ»، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. رواه البخاري.

حدیث بیان کی۔ (بخاری)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب المرضى، باب قول المريض إني وجع أو وارأساه.

۹۱۶- فوائد: یعنی حضرت عائشہ ؓ کے سر میں درد ہوا‘ جس کا اظہار انہوں نے کیا‘ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا‘ میرا سر بھی درد کی شدت سے پھٹا جارہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ درد و تکلیف کی شدت کا زبان سے اظہار جائز ہے اگر مقصد اللہ سے ناراضی کا یا جزع فزع کے اظہار کا نہیں ہے۔ قاسم‘ محمد بن ابی بکر ؓ کے صاحبزادے یعنی حضرت عائشہ کے برادر زاد (بھتیجے) ہیں۔ یہ مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

١٥٠ - بَابُ تَلْقِينِ الْمُحْتَضَرِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

۱۵۰۔ قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے کا بیان

٩١٧ - عن معاذٍ رضيَ الله عنه قالَ: قالَ رسُولُ اللهِ ﷺ: «من كانَ آخِرَ كَلامِهِ لا إلهَ إلَّا الله دَخلَ الجَنَّةَ». رواه أبو داود والحاكم وقال: صحيح الإسناد.

۱/ ۹۱۷ حضرت معاذ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی آخری گفتگو لا الہ الا اللہ ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔

(ابو داوٗد‘ حاکم‘ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في التلقين ـ والمستدرك للحاكم ١/ ٣٥١.

۹۱۷- فوائد: اس کا مطلب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا زبان پر جاری ہوجانا‘ اس کے مومن ہونے کے علامت ہے اور مومن یقیناً جنتی ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پہلے مرحلے میں ہی جنت میں چلا جائے گا یا سزا بھگتنے کے بعد دوسرے مرحلے میں جائے گا۔ یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اسی طرح توحید اور اس کے تقاضوں کو بھی اگر وہ سمجھنے اور شرک سے اجتناب کرنے والا ہوگا‘ تب جنت میں جائے گا ورنہ بہت سے نام نہاد کلمہ گو شرک صریح میں مبتلا ہیں‘ وہ کس طرح جنت میں جاسکتے ہیں؟

٩١٨ - وعن أبي سعيدِ الخُدْرِيِّ رضيَ اللهُ عنهُ قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لا إلهَ إلَّا اللهُ» رواه مسلم.

۲/ ۹۱۸ حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرو۔ (مسلم)

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب تلقين الموتى لا إله إلا الله.

۹۱۸- فوائد: مُردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو قریب المرگ ہوں اور تلقین کا مطلب بعض کے نزدیک یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ پڑھا جائے تاکہ اسے سن کر وہ بھی پڑھ لیں۔ ان کو پڑھنے کی تلقین نہ کی جائے کیونکہ اس طرح کرنے میں خطرہ ہے کہ کہیں وہ گھبراہٹ یا جھنجلاہٹ میں انکار نہ کردیں جس سے کفر لازم آسکتا ہے اعاذنا اللہ منہ لیکن شیخ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو درست قرار نہیں دیا اور لکھا ہے کہ تلقین کا مطلب یہی ہے کہ اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ تفصیل اور دلیل کے لئے دیکھئے احکام الجنائز باب تلقین المیت۔

١٥١ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ بَعْدَ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

۱۵۱۔ مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟

٩١٩ ـ عن أُمِّ سَلَمَةَ رضيَ اللهُ عنها قالت: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلى أَبي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: «إنَّ الرُّوحَ إذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ» فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فقال: «لَا تَدْعُوا عَلى أَنْفُسِكُمْ إلَّا بِخَيْرٍ، فَإنَّ المَلائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلى مَا تَقُولونَ» ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي المَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ في عَقِبِهِ فِي الغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ! وَافْسَحْ لَهُ في قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فيه» رواه مسلم.

۱ / ۹۱۹ **حضرت ام سلمہ** رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ (قبض روح کے بعد) ان کی آنکھیں اوپر کو کھلی ہوئی تھیں (جیسے کسی کے تعاقب میں ہوتی ہیں) تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کردیں' پھر فرمایا بے شک روح جب قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے لگتی ہیں۔ پس ان کے گھروالوں میں سے کچھ لوگ چیخ کررونے لگے تو آپ نے فرمایا' تم اپنی جانوں کے لئے بھلائی ہی کی دعا کرو' اس لئے کہ فرشتے' جو تم کہتے ہو' اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا اے اللہ ابو سلمہ ؓ کو بخش دے اور اس کے درجے مہدیین میں بلند فرما اور اس کے بعداس کے پسماندگان میں اس کا جانشین بن جا اور ہمیں اور اس کو اے رب العالمین! بخش دے اس کی قبر کو فراخ کردے اور اس کے لئے اس کی قبر کو روشن فرما۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في إغماض الميّت والدعاء له إذا حضر.

۹۱۹۔ فوائد: (۱) انسان کی روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اس کے تعاقب میں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس لئے میت کی آنکھیں بند کردینی چاہئیں۔ (۲) ایسی مجالس میں بددعاء نہ کی جائے کیونکہ وہاں موجود فرشتے آمین کہتے ہیں (۳) اہل علم و فضل کو چاہیے کہ وہ میت والے گھر میں آئیں اور میت کے لئے مغفرت کی اور متعلقین کے لئے صبر جمیل اور دیگر امور خیر کی دعا کریں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے میت کو نفع پہنچتا ہے' جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ اس لئے مرنے کے بعد مرنے والے کے گھر آکر تعزیت کرنا اور دعا کرنا ایک مسنون عمل ہے جس کے جائز بلکہ سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں جو رواج ہے کہ باہر دری یا صفیں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور تین دن تک بیٹھے رہتے ہیں۔ ان ایام میں لوگ آتے ہیں اور گھڑی گھڑی ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ مسنون نہیں اور نہ اس موقع پر فاتحہ پڑھنے ہی کا کوئی جواز ہے۔ اس لئے اس رواج سے بچتے ہوئے مذکورہ سنت طریقے سے دعا کرنی چاہئے' میت کے لئے بھی اور اس کے ورثاء کے لئے بھی۔ اس موقع پر نبی ﷺ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے بہتر ہاتھ اٹھائے بغیر

ہی دعا کرنا ہے کیونکہ طریقہ نبوی اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم یہی ہے۔

١٥٢ - بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ المَيِّتِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ مَاتَ لَهُ مَيِّتٌ

۱۵۲۔ میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کے گھر موت کا حادثہ ہوا ہے، وہ کیا کہے؟

٩٢٠ - عن أُمِّ سَلَمَةَ رضيَ الله عنها قالت: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إذا حَضَرْتُمُ المَرِيضَ - أَوِ المَيِّتَ - فَقُولُوا خَيراً؛ فَإنَّ المَلائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلى مَا تَقُولُونَ»، قالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، أَتَيْتُ النَّبيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يا رَسُولَ الله! إنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قالَ: «قُولي: اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَلَهُ، وَأَعْقِبْني مِنْه عُقْبَى حَسَنَةً» فقلتُ، فَأَعْقَبَني اللهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لي مِنْهُ: مُحَمَّداً ﷺ. رواه مسلم هكذا: «إذا حَضَرْتُمُ المَرِيضَ» أَوِ «المَيِّتَ» عَلى الشَّكِّ، ورواه أبو داود وغيره: «المَيِّتَ» بلا شَكّ.

۱/ ۹۲۰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو بھلی بات کہو، اس لئے کہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب (میرے خاوند) ابو سلمہؓ فوت ہوگئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! ابوسلمہ وفات پاگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ دعا پڑھو، اے اللہ! مجھے اور اسے بخش دے اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما، پس میں نے انہی الفاظ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل محمد (ﷺ) عطا فرما دیئے۔ (مسلم نے اسی طرح "جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ" شک کے ساتھ روایت کیا ہے۔ البتہ ابو داؤد وغیرہ نے بغیر شک کے "المیت" کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یعنی جب تم میت کے پاس آؤ۔)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المريض والميت - و سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب ما يستحب أن يقال عند الميت من الكلام.

۹۲۰۔ فوائد: ورثاء میت کو چاہیے کہ وہ مرنے والے کے خلاء کو پر کرنے کے لئے یہ مسنون دعا پڑھا کریں تاکہ انہیں بدل ہی نہیں نعم البدل ملے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے کوئی بات مشکل نہیں۔

٩٢١ - وعنها قالت: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول: «مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فيقولُ: إنَّا للهِ وَإنَّا إلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ اؤْجُرْني في مُصِيبَتي، وَأَخْلِفْ لي خَيْراً مِنْهَا، إلَّا أَجَرَهُ اللهُ تَعالى في مُصِيبَتِهِ وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْراً مِنْهَا». قالت: فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَة، قلتُ كَمَا أَمَرَني رسولُ اللهِ ﷺ،

۲/ ۹۲۱ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ 'ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کی جگہ بہتر بدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت میں اجر عطا کرتا اور اس کی جگہ اسے بہتر جانشین عطا فرماتا ہے۔

فَأَخْلَفَ اللهُ لي خَيْراً مِنْهُ رسولَ اللهِ ﷺ. رواه مسلم.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوگئے تو میں نے اسی طرح دعا کی جس طرح مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے (بہت) بہتر جانشین یعنی رسول اللہ ﷺ عطا فرمادیئے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة.

۹۲۱- فوائد: مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگیا۔ اس طرح دنیا میں ہی اللہ نے انہیں بہتر ہی نہیں بلکہ بہترین بدل عطا فرما دیا۔ اگر کسی کو دنیا میں بہتر بدلہ نہیں ملے گا تو آخرت میں تو یقینی ہے۔ بہرحال یہ بھی اللہ کی مشیت پر ہی موقوف ہے اور وہی بندوں کی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے۔

٩٢٢ - وعن أبي موسى رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «إذا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ، قال اللهُ تعالى لمَلائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: فَمَاذا قال عَبْدِي؟ فيقولُونَ: حَمِدَكَ واسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللهُ تعالى: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتاً في الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ» رواه الترمذي وقال: حديث حسن.

۳/ ۹۲۲ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندے کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں' ہاں۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ کہتے ہیں' ہاں۔ تو اللہ فرماتا ہے' پس میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ بتلاتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (ترمذی' اور کہا یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب.

۹۲۲- فوائد: ولد (بچہ) سے مراد انسان کی اولاد ہے چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ اولاد کی وفات والدین کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے لیکن اس پر صبر کرنا اللہ کی تقدیر پر شاکر رہنا' اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

٩٢٣ - وعن أبي هُريرةَ رضي اللهُ عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «يقولُ اللهُ تعالى: ما لِعَبْدِي المُؤْمِنِ عِنْدي جَزاءٌ إذا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إلاَّ الجَنَّةَ» رواه البخاري.

۴/ ۹۲۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' مومن بندے کے لئے میرے پاس' جب میں اس کی دنیا کی پسندیدہ چیز چھین لوں' پھر وہ اس پر ثواب کی نیت رکھے (اور صبر کرے) جنت کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب العمل الذي يبتغي به وجه الله تعالي - وانظر رقم٣٢، باب الصبر.

٩٢٤ - وعن أُسامة بن زيدٍ رضي الله عنهما قال: أَرْسَلَتْ إحْدى بَناتِ النبيِّ ﷺ إلَيْهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أنَّ صَبِيّاً لَهَا - أَوِ ابْناً - في المَوْتِ فقال لِلرَّسولِ: «ارْجِعْ إلَيْها، فَأَخْبِرْهَا أنَّ لِلهِ تَعَالى مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ» وذكر تمام الحديث. متفقٌ عليه.

۵ / ۹۲۴ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی نے آپ کو بلوانے کے لئے پیغام بھیجا اور آپ کو اطلاع دی کہ اس کا بچہ یا بیٹا موت کی آغوش میں ہے' تو آپ نے قاصد سے فرمایا' جا واپس جا اور اس سے کہہ کہ اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز اس کے پاس ایک وقت مقرر کے ساتھ ہے' پس اس کو حکم دے کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے اور باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب قول الرسول ﷺ "يعذب الميّت ببعض بكاء أهله" - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء علي الميّت.

۹۲۴- فوائد: اس میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کا بیان ہے۔ یہ روایت باب الصبر رقم ۲۹ میں بھی گزر چکی ہے۔

١٥٣ - بَابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَلاَ نِيَاحَةٍ

۱۵۳- میت پر بین اور نوحے کے بغیر رونے کے جائز ہونے کا بیان

أَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَأْتِي فِيهَا بَابٌ في كِتَابِ النَّهْيِ؛ إنْ شَاءَ الله تعالى. وَأَمَّا البُكَاءُ فَجَاءَتْ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ بالنَّهْيِ عَنْهُ، وَأَنَّ المَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ، وَهِيَ مُتَأَوَّلَةٌ وَمَحْمُولَةٌ عَلَى مَنْ أَوْصَى بِهِ، وَالنَّهْيُ إنَّما هُوَ عَنِ البُكَاءِ الَّذِي فِيهِ نَدْبٌ، أَوْ نِيَاحَةٌ، وَالدَّلِيلُ عَلَى جَوَازِ البُكَاءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَلا نِيَاحَةٍ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ، مِنْهَا:

نوحہ کرنا تو حرام ہے جس پر عنقریب "کتاب النہی" میں ان شاء اللہ ایک باب آئے گا۔ البتہ رونا (یعنی چیخ پکار کرنا) اس کی ممانعت کی بھی احادیث ہیں اور یہ جو حدیث ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اس کی تاویل کی گئی ہے اور اسے ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو رونے پیٹنے کی وصیت کر کے جائیں۔ اور رونا وہ ممنوع ہے جس میں بین اور نوحہ ہو' ورنہ بغیر بین اور نوحے کے رونے کے جواز پر بکثرت احادیث دلالت کرتی ہیں جیسے۔

٩٢٥ - عَنِ ابنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَادَ سَعْدَ بنَ

۱ / ۹۲۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کی

عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وسَعْدُ بْنُ أَبي وَقَّاصٍ، وعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنهم، فَبَكَى رسولُ اللهِ ﷺ، فلمَّا رَأَى القَوْمُ بُكَاءَ رسولِ اللهِ ﷺ، بَكَوْا؛ فقال: «أَلا تَسْمَعُونَ؟ إنَّ اللهَ لا يُعَذِّبُ بدمْعِ العَيْنِ، وَلا بِحُزْنِ القَلْبِ، وَلكِنْ يُعَذِّبُ بِهذَا أَوْ يَرْحَمُ» وَأَشَارَ إلى لِسَانِهِ. متفقٌ عليه.

اور آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے (وہاں پہنچ کر) رسول اللہ ﷺ (بے اختیار) رو پڑے۔ پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ پس آپ نے فرمایا، کیا تم سنتے نہیں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا اور اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب البكاء عند المريض ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء علي الميّت.

۹۲۵۔ فوائد: مطلب یہ ہے کہ شدت غم سے آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہوجانا، اسی طرح دل کا غمگین ہونا، یہ دونوں چیزیں فطری ہیں جن پر انسان کا اختیار نہیں بلکہ یہ رحمت کا ایک حصہ ہیں۔ یہ ممنوع ہیں نہ قابل مؤاخذہ۔ مؤاخذہ جس پر ہوگا اور جس کی ممانعت ہے وہ ہے زبان سے بین اور نوحہ کرنا۔ لیکن اگر اسی زبان سے صبر و شکر کے کلمات ادا کئے جائیں تو انسان رحمت الٰہی کا مستحق ہوگا۔ ندب کے معنی ہیں مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ اور نوحہ کا مطلب ہے چیخ چیخ کر ان کا ذکر کرنا اور پھر اس پر جزع فزع کرنا۔ یہ دونوں مل کر ممنوع ہیں جسے ہم بین اور ماتم کرنا کہتے ہیں۔ ورنہ محض مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ محمود و مستحسن ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی انہیں اختیار کرنے کی ترغیب ہو۔ اسی طرح جو حدیث ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے اس میں بھی ایک تو رونے سے مراد وہی بین اور ماتم کرنا ہے ورنہ محض رونا تو فطری عمل ہے، وہ نہ ممنوع ہے نہ قابل گرفت۔ علاوہ ازیں یہ حکم ایسے شخص کے لئے ہے جو خود بھی اپنی زندگی میں نوحہ و ماتم کرتا رہا ہوگا، یا اپنی میت پر نوحہ و ماتم کرنے کی وصیت کرکے مرا ہوگا یا اس کے علم میں ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد میرے گھر والے مجھ پر خوب نوحہ و ماتم کریں گے جیسے کہ بعض خاندانوں میں رواج ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ انہیں منع کرکے نہیں مرا۔ ان تینوں صورتوں میں وہ خود بھی شریک جرم متصور ہوگا اور اس پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ لیکن اگر تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں ہوگی اور اس کے باوجود میت کے گھر والے محض اپنی جہالت کی وجہ سے اس پر نوحہ و ماتم کریں گے تو سارا گناہ نوحہ و ماتم کرنے والوں کو ہی ہوگا، میت کو ان کی وجہ سے عذاب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ کسی طرح بھی ان کے اس گناہ میں شریک نہیں ہے۔ اس لئے لاتزروازرۃ وزراخری (بنی اسرائیل ۱۵) کے مطابق اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔

۹۲۶ ـ وعن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ رضي اللهُ عنهما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ رُفِعَ إليهِ

۹۲۶ / ۲ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کے نواسے کو اٹھا

ابنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ في المَوْتِ، فَفاضَتْ عَيْنا رسولِ اللهِ ﷺ، فقال له سعدٌ: مَا هٰذا يا رسولَ اللهِ؟! قال: «هٰذِهِ رحمةٌ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالى في قُلوبِ عِبَادِهِ، وَإنمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ» متفقٌ عليه.

کر لایا گیا جو مرنے کے قریب تھا، پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا، یارسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحمت فرماتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ "يعذب الميّت ببعض بكاء أهله عليه" ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء علي الميّت.

٩٢٧ ـ وعن أنسٍ رضيَ اللهُ عنه أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ عَلى ابْنِهِ إبْرَاهِيمَ رضي الله عنه وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِه فَجَعَلَتْ عَيْنَا رسولِ اللهِ ﷺ تَذْرِفَانِ. فقال له عبدُ الرَّحمٰن بنُ عوْفٍ: وأنتَ يا رسولَ اللهِ؟! فقال: «يَا ابْنَ عَوْفٍ! إنَّها رَحْمَةٌ» ثُمَّ أَتْبَعَها بأُخْرَى، فقال: «إنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقولُ إلَّا ما يُرْضِي رَبَّنا، وَإنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إبْرَاهِيمُ! لَمَحْزُونُونَ». رواه البخاري، وروى مسلم بعضه. والأحاديث في الباب كثيرة في الصحيح مشهورة. والله أعلم.

۳/۹۲۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیمؑ کے پاس آئے اور وہ جان کنی کے عالم میں تھا، پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے ساغر چھلک پڑے۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا اور آپ بھی (روتے ہیں) یارسول اللہ؟ پس آپ نے فرمایا، اے ابن عوف! یہ رحمت و شفقت ہے اور آپ پھر دوبارہ رو پڑے اور فرمایا۔ بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کردے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمزدہ ہیں۔ (بخاری)

اور مسلم نے بھی اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

اور اس باب میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں جو مشہور ہیں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ "إنا بك لمحزونون" ـ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه...

۹۲۷- فوائد: ابراہیم، نبی ﷺ کا وہ بیٹا تھا جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا، وفات کا یہ واقعہ دس ہجری کا ہے۔ ان احادیث سے رونے کا جواز بالکل واضح ہے لیکن وہ رونا جس میں بین اور نوحہ نہ ہو۔

١٥٤ ـ بَابُ الْكَفِّ عَمَّا يُرَى فِي الْمَيِّتِ

۱۵۴۔ میت کے عیب کے بیان کرنے سے

مِنْ مَكْرُوهٍ

زبان کو روکنے کی تاکید

٩٢٨ - عن أَبي رافع أَسْلَمَ مولى رسولِ اللهِ ﷺ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «مَنْ غَسَّلَ مَيِّتاً فَكَتَمَ عَلَيْه، غفَرَ اللهُ لَهُ أَرْبَعِيْنَ مَرَّةً» رواه الحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم.

۱/ ۹۲۸ حضرت ابو رافع اسلمؓ، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام، سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی میت کو غسل دے (اور وہ اس میں کوئی عیب دیکھے) پس وہ اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرمائے گا۔ (اسے امام حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے)

تخريج: المستدرك١/ ٣٥٤، ٣٦٢ ووافقه الذهبي.

۹۲۸- فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ دوران غسل کوئی جسمانی عیب نظر آئے یا کسی وجہ سے اس کی شکل و صورت میں تغیر رونما ہوجائے تو اسے بیان کرنے سے گریز کیا جائے تا کہ اس کی ذلت و رسوائی نہ ہو۔ بعض علماء عبرت کے طور پر مسخ شدہ لاش کی بابت بیان کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں تاہم حدیث میں پردہ ڈالنے ہی کا حکم ہے اس لئے پردہ پوشی ہی صحیح ہے۔

١٥٥ - بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَتَشْيِيعِهِ وَحُضُورِ دَفْنِهِ وَكَرَاهَةِ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

۱۵۵۔ نماز جنازہ پڑھنے، جنازے کے ساتھ چلنے، تدفین میں شریک ہونے کا بیان اور جنازوں کے ساتھ عورتوں کے چلنے کی کراہت

وَقَدْ سَبَقَ فَضْلُ التَّشْيِيعِ.

جنازے کے ساتھ چلنے کی فضیلت پہلے گزر چکی ہے۔ مزید احادیث ملاحظہ ہوں:

٩٢٩ - عن أبي هُرَيرَةَ رَضيَ اللهُ عنه قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَهِدَ الجنازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيها، فَلَهُ قِيراطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ، فَلَهُ قِيراطانِ» قِيلَ: وَمَا القِيراطَانِ؟ قال: «مِثْلُ الجَبَلَيْنِ العَظِيمَيْنِ». متفقٌ عليه.

۱/ ۹۲۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جنازے میں حاضر ہوا یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو اس کے دفن تک موجود رہے، اس کے لئے دو قیراط اجر ہے۔ دریافت کیا گیا دو قیراط کی مقدار کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دو بڑے پہاڑوں کی مثل۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب من انتظر حتى تدفن - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فضل الصلاة علي الجنازة واتباعها.

۹۲۹- فوائد : اس میں مسلمان کے جنازے میں شرکت کی فضیلت کا بیان ہے- اگر جنازے اور نماز میں شرکت کی جائے تو ایک بڑے پہاڑ کی مانند اجر ملے گا اور اگر تدفین میں بھی شریک ہوا جائے تو اس سے دگنا اجر ملے گا' یعنی دو بڑے پہاڑوں کے برابر-

٩٣٠ ـ وعنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: «مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إيمَاناً وَاحْتِسَاباً، وكانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّي عَلَيها وَيُفرَغَ مِنْ دَفنِها، فَإنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيهَا، ثم رَجَعَ قَبْلَ أَن تُدْفَنَ، فَإنَّهُ يَرجِعُ بِقِيرَاطٍ» رواه البخاري.

۲/ ۹۳۰ سابق راوی ہی سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے چلے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے گا تو وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا' ہر قیراط احد پہاڑ کی مانند ہے اور جو اس کو دفنائے جانے سے قبل صرف نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط کے ساتھ واپس آئے گا- (بخاری)

تخریج : صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب اتباع الجنازة من الإيمان.

۹۳۰- فوائد : اس میں واضح کردیا گیا کہ یہ اجر عظیم صرف اس شخص کے لئے ہے جو ایمان کے تقاضے سے اور محض اللہ کی رضا کے لئے اس کا حکم سمجھ کر جنازے میں شرکت کرے اور اس کے برعکس جو کسی اور غرض کے لئے شریک ہوتے ہیں مثلاً یہ ہمارا پڑوسی ہے' افسر ہے' ہمارا رشتہ دار ہے وغیرہ اور صرف لحاظ داری یا قرابت داری کی نیت دل میں ہوتی ہے تو اس صورت میں اجر کی توقع نہیں کرنی چاہئے

٩٣١ ـ وعن أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ الله عنها قالَتْ: نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَلم يُعزَمْ عَلَيْنَا» متفقٌ عليه. ومَعناه: ولَمْ يُشَدَّد في النَّهيِ كما يُشَدَّدُ في المُحَرَّمَاتِ.

۳ / ۹۳۱ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہمیں (عورتوں کو) جنازوں کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر سختی نہیں کی گئی ہے- (جس طرح اور بعض احکام میں سخت تاکیدیں کی گئی ہیں)

(بخاری و مسلم)

اس کا مطلب ہے منع تو یقیناً کیا گیا ہے لیکن اس میں سختی نہیں کی گئی جس طرح دوسرے محرمات میں سختی کی گئی ہے-

تخریج : صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب نهي النساء عن اتباع الجنائز، برقم٩٣٨.

۹۳۱- فوائد : مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو- دوسرے' عورتیں جزع فزع زیادہ کرتی ہیں- اس لئے شریعت نے سداً للذریعہ انہیں جنازوں میں شریک ہونے سے روک دیا ہے- تاہم جہاں یہ مفاسد نہ ہوں وہاں ان کے لئے شرکت کی گنجائش ہے -عدم تشدید کا مطلب

حسب ضرورت و اقتضاء اس کا جواز ہے مگر بشرائط مذکورہ۔ اسی لئے جمہور علماء نے اس نہی کو نہی تنزیہی قرار دیا ہے۔ یعنی عورتوں کا جنازوں کے ساتھ نہ جانا بہتر ہے۔ (فتح الباری)

١٥٦ - بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكَثُّرِ الْمُصَلِّينَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوفِهِمْ ثَلَاثَـةً فَأَكْثَرَ

۱۵۶۔ نماز جنازہ میں نمازیوں کا زیادہ ہونا اور تین یا اس سے زیادہ صفیں بنانا مستحب ہے

٩٣٢ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عنها قَالَتْ: قَالَ رسولُ الله ﷺ: «مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيهِ أُمَّةٌ مِنَ المُسْلِمينَ يَبلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُم يَشْفَعُونَ له إلا شُفِّعُوا فِيهِ» رواه مسلم.

۱/ ۹۳۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس مسلمان میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو' سب میت کی بخشش کی سفارش کریں تو اس کی بابت ان کی سفارش قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مائة شفّعوا فیه.

٩٣٣ - وعن ابنِ عباسٍ رضيَ الله عنهما قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقُولُ: «مَا منْ رَجُلٍ مُسْلمٍ يَمُوتُ، فَيَقومُ عَلى جَنازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلاً لَا يُشرِكُونَ بِاللهِ شَيئاً إلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ» رواه مسلم.

۲/ ۹۳۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں' تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی مغفرت کی سفارش کو قبول فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه أربعون شفّعوا فیه.

٩٣٤ - وعن مَرْثَدِ بن عبدِ الله اليَزَنيِّ قال: كانَ مَالِكُ بنُ هُبَيْرَةَ رضي الله عنه إذا صَلَّى عَلى الجَنازَةِ، فتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيها، جَزَّأَهُمْ عَلَيها ثَلاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثم قال: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلَّى عَلَيهِ ثَلاثَةُ صُفُوفٍ، فَقَدْ أَوْجَبَ». رواه أبو داود، والترمذِي وقال: حديث حسن.

۳/ ۹۳۴ حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب جنازے کی نماز پڑھنے لگتے اور لوگوں کا مجمع تھوڑا سمجھتے تو لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے۔ پھر فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اس نے جنت واجب کرلی۔

(ابو داؤد ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخریج: سنن أبي داود، کتاب الجنائز، باب الصفوف علي الجنازة - وسنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في الصلاة علي الجنازة والشفاعة للميت.

۹۳۴۔ فوائد: (ا) ان روایات سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت نہایت پسندیدہ ہے لیکن ہوں وہ اہل ایمان و توحید۔ اہل شرک و بدعت جتنے بھی ہوں' اللہ کے ہاں ان کی کوئی اہمیت

نہیں۔ وہ جنازہ پڑھیں نہ پڑھیں ایک جیسا ہے۔ (۲) اگر آدمی تھوڑے ہوں تو انہیں تین صفوں میں تقسیم کرلینا بہتر ہے۔ مختلف روایات میں مختلف تعداد بیان ہوئی ہے جس سے مقصود کثرت ہے اور کثرت بھی' کثرت محض نہیں' اہل ایمان و تقویٰ اور اہل توحید کی کثرت۔ کثر اللہ سوادھم

١٥٧ ـ بَابُ مَا يُقرَأُ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

۱۵۷۔ نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

يُكبِّرُ أَرْبَعَ تكبيراتٍ: يتعوَّذُ بَعْدَ الأُولى، ثمَّ يَقْرَأُ فاتِحَةَ الكِتابِ، ثمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ، ثمَّ يُصَلِّي عَلى النبيِّ ﷺ، فيقول: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّدٍ، وَعَلى آلِ مُحَمَّدٍ. وَالأَفضَلُ أن يُتِمَّهُ بقوله: كما صَلَّيْتَ عَلى إبراهِيمَ. . إلى قولِهِ: إنَّكَ حَمِيدٌ مَجيدٌ. وَلا يَفْعَلُ مَا يَفعَلُهُ كثيرٌ مِنَ العَوامِّ مِنْ قِراءَتِهِم ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ﴾ الآية [الأحزاب: ٥٦] فإنَّهُ لا تَصِحُّ صَلاتُهُ إذا اقتصرَ عليه. ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ، ويَدعُو لِلمَيِّتِ ولِلمُسْلِمينَ بِمَا سَنَذْكُرُهُ من الأحاديثِ إن شاءَ الله تعالى، ثم يُكبِّرُ الرَّابعَةَ ويَدعُو، ومِنْ أَحْسَنِهِ: اللَّهُمَّ لا تحرِمْنا أَجْرَهُ، ولا تفتِنّا بعدَهُ، واغفِرْ لَنا ولَهُ. والمُخْتارُ أَنه يُطَوِّلُ الدُّعاءَ في الرَّابعة خِلافَ ما يَعْتَادُهُ أَكثَرُ النَّاس؛ لحديث ابن أبي أَوْفى الذي سنَذْكُرُهُ إن شاءَ الله تعالى. فأَمَّا الأَدْعِيَةُ المأثُورَةُ بَعْدَ التَّكبيرةِ الثالثة، فمنها:

نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہے' پہلی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ (اور کوئی ایک سورت) پڑھے پھر دوسری تکبیر کہہ کر نبی ﷺ پر درود پڑھے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد افضل یہی ہے کہ حمید مجید تک پورا درود پڑھے اور عوام کی اکثریت اپنی قراء ت میں صرف یہ آیت پڑھتی ہے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الایۃ 'اس طرح نہ کرے' اس کا پڑھنا صحیح نہیں اور نہ اس پر اکتفاء کرنے سے نماز ہی صحیح ہوگی (کیونکہ یہ غیر مسنون طریقہ ہے) پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت اور مسلمانوں کے لئے وہ دعائیں پڑھیں جو ہم آئندہ احادیث سے انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کرے اور بہترین دعاؤں میں سے یہ ہے اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ اور پسندیدہ ہے کہ چوتھی مرتبہ میں خوب لمبی دعا کرے برعکس اس کے جس کے لوگ عادی ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی اوفی کی حدیث سے ثابت ہے جس کو ہم انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں نبی ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

٩٣٥ ـ عن أبي عبدِ الرحمٰنِ عَوْفِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه قال: صلَّى رسولُ اللهِ ﷺ عَلَى جَنازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ

۱/ ۹۳۵ حضرت ابو عبدالرحمن' عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو آپ کی وہ دعا میں نے یاد کرلی۔ آپ

دُعَائِهِ وَهُوَ: يَقُولُ: «اللّهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ، وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الخَطَايَا، كما نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْه الجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ» حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذلكَ المَيِّتَ. رواه مسلم.

فرماتے تھے، اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اس کو عذاب سے عافیت دے اور اس کو معاف کردے، اس کی مہمان نوازی اچھی کر، اس کی قبر فراخ کردے، اس کو پانی برف اور اولوں کے ساتھ دھو دے، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کردیا اور اس کو اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں بہتر گھر، اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا (حدیث کے راوی حضرت عوفؓ فرماتے ہیں) نبی ﷺ نے یہ دعا اس انداز سے مانگی حتی کہ میں نے آرزو کی کہ یہ میت میں خود ہوتا۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميّت في الصلاة.

٩٣٦ ـ وعن أبي هُريرة وأَبي قَتَادَةَ، وأبي إِبْراهيمَ الأَشْهَلِيِّ عَنْ أَبيه ـ وَأَبُوه صَحَابيٌّ ـ رضي الله عنهم عنِ النبيِّ ﷺ أَنَّه صَلَّى عَلى جَنَازَةٍ فقال: «اللّهُمَّ! اغفِرْ لحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنا وَأُنْثَانَا، وَشاهِدِنا وغائِبِنَا. اللّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَه مِنَّا، فَأَحْيِه عَلى الإسلام، وَمَنْ تَوَفَّيْتَه مِنَّا، فتَوَفَّهُ عَلى الإيمانِ؛ اللّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ» رواه الترمذي من رواية أبي هُرَيْرَةَ وَالأشهَلِيِّ، ورواه أبو داود من رواية أبي هريرة وأبي قَتَادَةَ. قال الحاكم: حديث أبي هريرة صَحيحٌ على شَرْطِ البُخاريِّ ومُسْلِمٍ، قال التِّرْمِذيُّ: قال البخاريُّ: أصحُّ رواياتِ هذا الحديث روايةُ الأَشْهَلِيِّ. قال البخاري: وَأَصحُّ شيءٍ في الباب حديث عَوْفِ بن مالكٍ.

٢/٩٣٦ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم اور ابو ابراہیم اشہلی اپنے باپ سے، جو صحابی ہیں، روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی، تو اس میں دعا فرمائی۔ اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردہ کو، ہمارے چھوٹے اور بڑے کو، ہمارے مردوں اور عورتوں کو، ہمارے حاضر اور غائب سب کو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے۔ پس اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو فوت کرے اس کو ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد کسی آزمائش سے دوچار نہ کرنا۔

اس کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور اشہلی کی روایت سے اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ابو ہریرہؓ کی حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ امام بخاری نے فرمایا، اس حدیث کی

روایات میں اشہلی کی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ صحیح عوف بن مالک کی حدیث ہے۔

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب مايقول في الصلاة على الميّت ـ وسنن أبي داود، كتاب الجنائر باب الدعاء للميت.

٩٣٧ ـ وعن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقول: «إذا صَلَّيْتُمْ عَلى المَيِّت، فَأَخْلِصُوا لهُ الدُّعَاءَ» رواه أبو داود.

۳/ ۹۳۷ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت.

٩٣٨ ـ وعَنْهُ عَنِ النَّبيِّ ﷺ في الصَّلاةِ عَلى الجِنَازَةِ: «اللّهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلإِسْلام، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلانيتِها، جئْنَاكَ شُفعَاءَ لَهُ، فاغفِرْ لهُ» رواه أبو داود.

۴/ ۹۳۸ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنازے پر نماز میں یہ دعا پڑھی' اے اللہ! تو ہی اس کا رب ہے' تو نے ہی اسے پیدا فرمایا' تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت و توفیق دی اور تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں' پس تو اس کو بخش دے۔

(ابو داؤد) (حوالہ مذکور)

تخريج: سنن أبى داود، الجنائز، باب الدعاء للميت(ضعيف أبى داود ـ رقم ٧٠٣).

٩٣٩ ـ وعن وَاثِلَةَ بنِ الأسْقَعِ رضيَ اللهُ عنه قال: صَلَّى بِنَا رسولُ اللهِ ﷺ عَلى رَجُلٍ مِنَ المُسْلمينَ، فَسَمِعْتُهُ يقولُ: «اللّهُمَّ! إنَّ فُلانَ ابْنَ فُلانٍ في ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ القَبْرِ؛ وَعَذَابَ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الوَفاءِ والحَمْدِ؛ اللّهُمَّ! فاغفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، إنكَ أَنْتَ الغَفُور الرَّحِيمُ» رواه أبو داود.

۵/ ۹۳۹ حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی' پس میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا' اے اللہ! فلاں بن فلاں تیری امان میں اور تیری حفاظت کی پناہ میں ہے' پس تو اس کو قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے بچا' تو وعدے کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے' اے اللہ' پس تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما' بے شک تو بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے۔ (ابو داؤد) (حوالہ مذکور)

تخريج: سنن أبى داود، كتاب الجنائر، باب الدعاء للميت.

٩٤٠ ـ وعن عبدِ اللهِ بن أبي أَوْفى رضي الله عنهما أَنَّهُ كَبَّرَ عَلى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَهُ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو، ثُمَّ قال: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ هٰكَذَا.

وفي رواية: كَبَّرَ أَرْبَعاً، فَمَكَثَ سَاعَةً حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكَبِّرُ خَمْساً، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمالِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هذا؟ فقال: إِنِّي لا أَزِيدُكُمْ عَلى مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ، أَوْ: هكذا صَنَعَ رسولُ اللهِ ﷺ. رواه الحاكم وقال: حديث صحيح.

۶/ ۹۴۰ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اس میں مرنے والی بیٹی کے لئے مغفرت طلب کرتے اور دعا کرتے رہے۔ پھر فرمایا' رسول اللہ ﷺ اس طرح ہی کیا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے انہوں نے چار تکبیریں کہیں' پھر کچھ دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پانچویں تکبیر کہیں گے پھر انہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا۔ پس جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا' یہ کیا بات ہے؟ تو عبداللہ بن ابی اوفی ؓ نے فرمایا میں تمہارے سامنے اس سے زیادہ نہیں کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا۔ یا (یہ فرمایا) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ (اسے حاکم نے روایت کیا اور کہا' یہ حدیث صحیح ہے)

تخریج: المستدرك١/ ٣٦٠.

۹۴۰۔ فوائد: مذکورہ تمام دعائیں وہ ہیں جو نبی ﷺ نے نماز جنازہ میں پڑھی ہیں۔ اس لئے اگر ان سب کو جمع کرکے پڑھ لیا جائے تو بہت بہتر ہے کیونکہ میت کے لئے خلوص دل سے دعا کرنے کا حکم ہے۔ الحمدللہ اہلحدیث یہ دعائیں پڑھتے اور الحاح و اخلاص سے دعائیں کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر احباب اتنی عجلت سے نماز جنازہ پڑھاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھئے وہ نماز نہیں پڑھاتے' جھٹکا کرتے ہیں۔ ھدا ھم اللہ تعالیٰ۔

دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ نماز جنازہ اونچی آواز سے بھی پڑھنا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ اگر اونچی آواز سے نہ پڑھتے تو صحابہ کو یہ دعائیں بھی یاد نہ ہوتیں۔ تاہم مقتدیوں کا باآواز بلند "آمین" کہنا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول نہیں تھا۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اہلحدیث عوام میں اس کا جو رواج ہے وہ قابل اصلاح ہے۔ نماز جنازہ میں آمین دل میں کہی جائے۔

تیسرے' نماز جنازہ کے بعد میت کی چارپائی کے گرد کھڑے ہوکر دعا کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے' یہ بدعت ہے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔ آپ ؐ نے جنازے کے بعد اس طرح دعا نہیں مانگی۔ نماز جنازہ میں تو دعائیں نہ مانگنا' جو دعاؤں کا محل ہے اور جس میں نبی ﷺ نے خوب دعائیں مانگی ہیں اور نماز کے بعد اپنے خودساختہ طریقے سے دعا مانگنے پر اصرار کرنا بڑا عجیب ہے۔ گویا نماز میں دعا مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ مقصود ہوتی تو سنت کے مطابق نماز میں مانگتے۔ لگتا ہے کہ اصل مقصود اپنی خانہ ساز بدعت پر عمل کرنا ہے اس لئے اس پر

اصرار ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

١٥٨ ـ بابُ الإسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

۱۵۸۔ جنازے کے لے جانے میں جلدی کرنے کا بیان

٩٤١ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عنهُ عَن النَّبيِّ ﷺ قال: «أَسْرِعُوا بالجَنَازَةِ، فإنْ تَكُ صَالِحَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إلَيْهِ، وَإنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ، فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ». متفقٌ عليه. وفي روايةٍ لمُسْلِمٍ: «فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْه».

۱/ ۹۴۱ **حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنازہ لے جانے میں جلدی کرو' اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے آگے بڑھاؤ گے اور اگر وہ اس کے برعکس ہے تو وہ ایک برائی ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو گے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں ہے' تم اسے بھلائی پر پیش کرو گے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة ـ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الإسراع بالجنازة.

۹۴۱۔ فوائد: اس میں جلدی تکفین و تدفین کے حکم کے ساتھ' اس کی حکمت اور فائدہ بھی واضح کردیا' اس لئے جنازے میں غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو اس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا جائے۔

٩٤٢ ـ وعن أبي سعيدٍ الخُدْريِّ رضي اللهُ عنه قَالَ: كَانَ النَّبيُّ ﷺ يَقُولُ: «إذا وُضِعَتِ الجَنَازَةُ، فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلى أَعْنَاقِهِمْ، فَإنْ كَانَتْ صَالِحةً، قالتْ: قَدِّمُوني، وَإنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ لأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا! أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إلَّا الإنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الإنْسَانُ لَصَعِقَ» رواه البخاري.

۲/ ۹۴۲ **حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو لوگوں سے کہتا ہے ہائے ہلاکت و بربادی! تم اسے کہاں لے جارہے ہو۔ اس کی آواز' انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو یقیناً بے ہوش ہوجائے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء.

۹۴۲۔ فوائد: میت کس طرح بولتی ہے؟ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ تاہم اس کا بولنا ناممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے بلوانا چاہے' بلوا سکتا ہے۔ مردے کا یہ بولنا صحیح حدیث سے ثابت ہے اس لئے اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اس سے میت کا عام گفتگو کرنا یا گفتگو سننا اور آنا جانا یا دنیا والوں کی ضروریات پوری کرنا یا مشکلات آسان کرنا وغیرہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ افسوس کچھ لوگ اس قسم کی احادیث سے اس طرح کی باتیں کشید کرتے

اور اسے عقیدۂ اہلسنت مشتہر کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اتباع حق کی توفیق دے۔ آمین

١٥٩ - بَابُ تَعْجِيلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى تَجْهِيزِهِ إِلاَّ أَنْ يَمُوتَ فَجْأَةً فَيُتْرَكَ حَتَّى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهُ

۱۵۹۔ میت کے ذمے قرض کی ادائیگی میں اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا بیان' البتہ اچانک فوت ہونے کی صورت میں توقف کرنا جائز ہے تاکہ موت کا یقین ہوجائے

٩٤٣ - عن أبي هريرةَ رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: «نَفْسُ المُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ». رواه الترمذي وقال: حديث حسنٌ.

۱/ ۹۴۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا' مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے جب تک اسے ادا نہ کردیا جائے۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن ترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء عن النبي ﷺ نفس المؤمن معلقة بدينه.

۹۴۳۔ فوائد: معلق (لٹکے رہنے) کا مطلب ہے کہ اس کی نجات یا عذاب سے دوچار ہونے کا فیصلہ قرض کی ادائیگی تک موقوف رہتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے میت کے ذمے جو قرض ہو' اس کی ادائیگی کرنی چاہیے۔ یہ کس قدر ستم ہے کہ میت کے مال پر قبضے کی فکر تو ہوتی ہے مگر اس کے قرض کی ادائیگی کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

٩٤٤ - وعن حُصَيْنِ بنِ وَحْوَحٍ رضيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ طَلْحَةَ بنَ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقالَ: إِنِّي لا أُرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ المَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا بِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ». رواه أبو داود.

۲/ ۹۴۴ حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ پس (انہیں دیکھ کر) آپ ؐ نے فرمایا' میرا خیال ہے کہ طلحہؓ میں موت کے آثار پیدا ہوگئے ہیں پس (جب یہ فوت ہوجائیں تو) مجھے اس کی اطلاع دینا اور ان کو (دفنانے میں) جلدی کرنا' اس لئے کہ کسی مسلمان کی لاش کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکے رکھنا مناسب نہیں۔

(ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب التعجيل بالجنازة وكراهية حبسها.

۹۴۴۔ فوائد: اس سے واضح ہے کہ بغیر معقول اور شرعی عذر کے جنازے کی تدفین میں تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے۔

١٦٠ - بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

٩٤٥ - عن عليٍّ رَضِيَ اللهُ عنه قال: كُنَّا في جَنَازَةٍ في بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فقعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فنكَسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثم قال: «ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ» فقالوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلى كِتَابِنَا؟ فقال: «اعْمَلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ» وَذَكَرَ تَمَامَ الحديث. متفقٌ عليه.

۱۶۰۔ قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کا بیان

۱/ ۹۴۵ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بقیع الغرقد (قبرستان) میں ایک جنازے کے ساتھ تھے، پس ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے، ہم بھی آپؐ کے گرد بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی، پس آپ نے سر جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کردیا، پھر فرمایا، تم میں سے ہر شخص کا جہنمی اور جنتی ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا، کیا پس ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا (نہیں بلکہ) عمل کرو، پس ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور باقی حدیث بیان کی۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر. . . - وصحيح مسلم، أوائل كتاب القدر.

۹۴۵۔ فوائد: اس سے قبر کے پاس وعظ و نصیحت کرنے کا اثبات ہوا، جیسا کہ امام نوویؒ نے باب باندھا ہے اس وقت دنیا کی بے ثباتی کا حقیقی منظر انسان کے سامنے ہوتا ہے اور دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے، اس لئے اس موقعے پر وعظ و نصیحت کے مؤثر اور کارگر ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ دوسرے اس میں مسئلہ تقدیر کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کی بابت علم ہے کہ اس نے اچھے عمل کرنے ہیں یا برے اور اس نے اپنے علم کے مطابق ہر شخص کا اچھا یا برا انجام لکھ رکھا ہے لیکن اس کے علم یا لکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ عمل کرنے پر مجبور ہے جو اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے، بلکہ یہ تو اللہ کو پہلے سے علم ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے نیکوں کا عمل کرے گا اور خوش انجام ہوگا اور فلاں بدوں کا عمل کرے گا اور انجام بد سے دوچار ہوگا اور جب تک اللہ کے علم اور اس کے لکھے ہوئے تک انسان کی رسائی نہیں ہوتی (اور یہ ہو ہی نہیں سکتی) تو پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے علم پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل صالح کا راستہ چھوڑ دے؟ جبکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ اس کے آخری انجام کی بابت اللہ نے کیا لکھ رکھا ہے؟ بنابریں انسان کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں کہ وہ کسب خیر میں سرگرم اور کوشاں رہے اور اللہ نے اس کو اسی بات کا حکم دیا ہے اور وہ اسی عمل اختیاری پر محاسبہ فرمائے گا نہ کہ اپنے علم پر۔ علاوہ ازیں اس کا یہ اصول بھی ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کام کی توفیق سے نوازتا اور اس کی راہیں اس کے لئے کشادہ کردیتا ہے جس کے لئے اس کو اس نے پیدا کیا ہے۔ پھر کیوں نہ انسان نیکی کا راستہ اپنا کر اللہ سے خیر کی توفیق کا طالب اور آرزو مند رہے؟

١٦١ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهِ

۱۶۱۔ میت کو دفنانے کے بعد اس کے لئے دعا

وَالْقُعُودِ عِنْدَ قَبْرِهِ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ لَهُ وَالاِسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَةِ

کرنے اور چند گھڑی اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر مرحوم کے لئے دعا' استغفار اور قراءت کرنے کا بیان

٩٤٦ ـ عن أبي عَمْرو ـ وقيل: أبو عبدِ الله، وقيل: أبو لَيْلى ـ عُثْمَانَ بن عَفَّانَ رضي الله عنه قال: كَانَ النَّبيُّ ﷺ إذا فَرَغَ مِنْ دَفنِ المَيِّتِ وَقَفَ عَلَيهِ، وقال: «استغفِرُوا لأَخِيكُم وسَلُوا لَهُ التَّثبِيتَ، فَإِنَّهُ الآنَ يُسأَلُ» رواه أبو داود.

۱/ ۹۴۶ **حضرت ابو عمرو** اور بعض کے نزدیک ابو عبداللہ اور بعض کے نزدیک ابو لیلیٰ' عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے' اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو اور اس کے لئے (منکر نکیر کے سوال و جواب میں) ثابت قدمی کی دعا کرو اس لئے کہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ (ابو داؤد)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف.

۹۴۶۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں مردے سے سوال ہوگا' جو مومن ہوگا اللہ تعالیٰ اسے صحیح جواب دینے کی توفیق سے نوازے گا اور وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے اور جس شخص کو رسول بنا کر بھیجا گیا وہ محمد ﷺ ہیں۔ اس کے برعکس دوسرا شخص یہ جواب دینے سے محروم رہے گا اور کہے گا "ھا ھا لا ادری" میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لئے دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنے کی بڑی تاکید ہے۔ اس کے لئے یہ دعاء پڑھی جائے۔ اللھم ثبتہ بالقول الثابت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

٩٤٧ ـ وعن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: إذا دَفنتمُوني، فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبري قَدْرَ مَا تُنحرُ جَزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُها حَتى أَسْتَأْنِسَ بِكم، وَأَعْلَمَ مَاذا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رواه مسلم. وقد سبق بطولِهِ. قال الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ الله: وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهُ شيءٌ مِنَ القُرآنِ، وَإِن خَتَمُوا القُرآن عِنْدَهُ كَانَ حَسَناً.

۲/ ۹۴۷ **حضرت عمرو بن العاص** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب تم مجھے دفنا کر فارغ ہو جاؤ' تو میری قبر کے گرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے فرستادوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

اور یہ روایت تفصیل سے پہلے گزر چکی ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا' مستحب ہے کہ اس کے پاس کچھ حصہ قرآن سے پڑھا جائے اور اگر سارا قرآن ہی وہاں ختم کر دیں تو اچھا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله وکذلك الهجرة والفتح، وقد تقدم في رقم٧١١.

۹۴۷- فوائد: میت کو دفنانے کے بعد، قبر پر کھڑے رہ کر اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنے کی تاکید تو نبی ﷺ نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ ماقبل کی حدیث میں گزرا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی وصیت فرمائی ہے۔ باقی امام شافعیؒ کا جو قول قرآن کریم پڑھنے کی بابت نقل کیا گیا ہے، یہ مسنون طریقہ نہیں ہے، اس کی تلاوت کی بابت نبی ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ مسنون عمل صرف دعا کرنا ہی ہے لہٰذا اسی پر اکتفا کرنا صحیح ہے۔ علاوہ ازیں امام شافعی علیہ الرحمہ کی طرف اس قول کی نسبت بھی مشکوک ہے اس لئے کہ فتح الباری، تفسیر ابن کثیر اور دیگر کتب میں امام شافعی کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی جائز نہیں۔

١٦٢ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالدُّعَاءِ لَهُ

۱۶۲۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے کا بیان

قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ﴾ [الحشر: ١٠].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

فائدۂ آیت: بعد میں آنے والوں سے مراد تابعین اور قیامت تک بعد میں آنے والے تمام مومن ہیں اور ان سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے صحابہ کرامؓ اور وہ تمام مومن ہیں جو پہلے گزر گئے۔ اس میں بعد میں آنے والوں نے اپنے ساتھ اپنے سے پہلوں کے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائی جس سے امام نوویؒ نے استدلال فرمایا کہ میت کے حق میں دعا کرنی جائز ہے۔ اسی طرح احادیث میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان ہے۔ ان دونوں کا فائدہ مرنے والوں کو پہنچتا ہے اس لئے یہ دونوں کام کرنے صحیح ہیں۔ اب احادیث ملاحظہ ہوں:

٩٤٨ - وعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا أَنَّ رَجُلاً قالَ لِلنَّبيِّ ﷺ: إنَّ أُمِّي افتُلِتَتْ نَفْسَهَا وَأُرَاهَا لو تَكَلَّمَتْ، تَصدَّقَتْ، فَهَل لَهَا أَجْرٌ إن تصدَّقْتُ عَنْهَا؟ قال: «نَعَمْ». متفقٌ عليه.

۱/ ۹۴۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، میری ماں اچانک وفات پاگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے کچھ بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرنے کی تلقین کرتی، پس کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: صحیح بخاري، کتاب الجنائز، باب موت الفجاءة ـ وصحیح مسلم، کتاب الزکوة، باب وصول ثواب الصدقة عن المیت إلیه.

۹۴۸- فوائد: اس میں صراحت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب اس کو پہنچے گا، جیسے دعا کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔ صدقہ اور دعا ایصال ثواب کی یہی دو صورتیں ہیں جو جائز ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسومات قل، ساتواں، دسواں اور چہلم وغیرہ ہیں یہ تمام بدعات ہیں جو دراصل ہندووانہ

رسمیں ہیں اور جاہل مسلمانوں میں رواج پاگئی ہیں۔ اسی طرح قرآن خوانی بھی ایصال ثواب کا مسنون طریقہ نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں بے فائدہ ہیں جن سے میت کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میت کو فائدہ صرف منصوص (صحیح ثابت شدہ) طریقوں سے ہی ہوسکتا ہے اور وہ صرف دو ہی ہیں۔ دعا اور صدقہ۔ اور صدقہ بھی وہ جو اولاد کی طرف سے ہو کیونکہ حدیث میں اولاد ہی کی طرف سے صدقے کا ذکر ہے اس لئے غیر اولاد کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ کرنا بھی غیر صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احکام الجنائز' للالبانی۔

٩٤٩ - وعن أَبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إذا مَاتَ الإِنسَانُ انقطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلاثٍ: صَدَقَةٍ جارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَه» رواه مسلم.

۲/ ۹۴۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے' سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا فیض اسے پہنچتا رہتا ہے) ایک صدقہ جاریہ' یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم)

تخریج: صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق من الثواب للمیت بعد وفاته.

۹۴۹- فوائد: یہ تینوں عمل ایسے ہیں جو دراصل انسان کے اپنے عمل ہیں' جو کسی نہ کسی انداز سے اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں جیسے صدقہ جاریہ ہے مثلاً سرائے' ہسپتال' مسجد و مدرسہ اور کنواں وغیرہ بنواجانا۔ یہ وقف کی طرح انسان کے اپنے آثار عمل ہیں۔ ونکتب ماقدموا وآثارھم (سورہ یٰسین ۱۲)۔ کے تحت جب تک ان کا وجود قائم ہے اور لوگ فیض یاب ہوتے رہیں گے' ان کا اجر میت کو ملتا رہے گا۔ اسی طرح وہ علم' جس کی اس نے لوگوں میں نشرو اشاعت کی اور لوگوں نے اس کی اقتداء کی۔ مثلاً قرآن و حدیث پر مبنی کتابیں لکھیں' تبلیغ و دعوت کا کام کیا' مسند درس پر بیٹھ کر ہزاروں شاگردوں کو قرآن و حدیث کا علم پڑھایا اور شب و روز صرف کر کے لوگوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالا تو یہ اس کی سعی اور عمل ہے اور بمصداق حدیث نبوی من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجورمن تبعہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا (ابو دائود کتاب السنہ' باب لزوم السنہ) اقتداء کرنے والوں کا اجر بھی اسے پہنچتا رہے گا۔

اسی طرح اولاد کو نبی ﷺ نے خود انسان کی اپنی کمائی قرار دیا ہے (النسائی کتاب البیوع' باب الحث علی الکسب۔) علاوہ ازیں اس میں اولاد صالح کی دعاؤں کا صلہ ملنے کی بابت کہا گیا ہے جو دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے۔ اس اعتبار سے مُردوں کے لئے ایصال ثواب کا مسئلہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ صدقہ یا خود میت کی طرف سے صدقہ جاریہ' علم نافع اور دعا صرف یہ ایصال ثواب کے مسنون طریقے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور طریقے سے مُردوں کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ تاہم میت کے ذمے اگر حج کرنا یا نذر کے روزے رکھنا ہوں تو حدیث میں ورثاء کو یہ کام دیا گیا ہے کہ وہ میت کی طرف سے ادا کریں کیونکہ ان کی حیثیت قرض کی ہے۔ جس طرح میت کے ذمے قرض ہو تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح حج اس پر فرض ہوچکا ہو اور وہ ادا نہ کرسکے یا اس کی نذر مانی ہو' اسی طرح نذر کے روزے مرنے والے کے ذمے ہوں تو ان کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ یہ قرض ہے' تاہم ان پر دوسری

بدنی عبادات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عبادات و قربات میں قیاس کام نہیں دیتا۔ اس کے لئے تو نص شرعی کی ضرورت ہے۔

١٦٣ - بابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

٩٥٠ - عن أنسٍ رضي الله عنه قال: مَرُّوا بجنَازَةٍ، فأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْراً، فقال النبيُّ ﷺ: «وَجَبَتْ»، ثم مَرُّوا بأُخرى، فأَثْنَوْا عَليها شَرّاً، فقَالَ النَّبيُّ ﷺ: «وَجَبَتْ» فقَالَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ رَضِيَ الله عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: «هذا أَثنيتُمْ عَلَيهِ خَيراً، فَوَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ، وهذا أَثنيتُم عليه شرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنتُم شُهَداءُ اللهِ في الأرضِ» متفقٌ عليه.

۱۶۳۔ میت کی تعریف کرنے کا بیان

۱/ ۹۵۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا تو انہوں نے اس کی اچھے الفاظ میں تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا' واجب ہوگئی۔ پھر وہ ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے برے الفاظ میں اس کی تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا' واجب ہوگئی۔ پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا' یہ شخص جس کی تم نے اچھے الفاظ میں تعریف کی' تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور یہ شخص جس کی تم نے برے الفاظ میں تعریف کی تو اس کے لئے جہنم کی آگ واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس علي الميت - وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فيمن يثني عليه خير أو شر من الموتي.

۹۵۰۔ فوائد: مخلص مومنوں کی رائے چونکہ امانت و دیانت اور تقویٰ کی آئینہ دار ہوتی ہے اس لئے وہ جس کے باطن کی صفائی کی گواہی دے دیں' وہ جنتی اور جس کی بدباطنی کی گواہی دے دیں وہ جہنمی ہوگا' کیونکہ مومن کی بات میں خواہش نفس کی آمیزش نہیں ہوتی تاہم فساق و فجار کا کسی کو اچھا یا برا کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ علاوہ ازیں بعض احادیث میں مُردوں کی برائیاں بیان کرنے سے جو روکا گیا ہے تو اس کا تعلق مومنوں سے ہے یعنی ان کے ایمان و تقویٰ سے بھرپور زندگی کو نظرانداز کرکے' ان کے عمل و کردار کی بعض کوتاہیاں اگر کسی کے علم میں آجائیں تو انہیں اچھالنا اور بیان کرتے پھرنا' جائز نہیں' ان کے اندر خوبیاں بھی ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں۔ انہیں چھوڑ کر محض برائیوں کی تشہیر کرنا نہایت نامناسب ہے۔ شریعت نے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ البتہ کافروں کی یا فسق و فجور کا علانیہ ارتکاب کرنے والوں کی برائیوں کا اظہار جائز ہے تاکہ لوگ کافرانہ طور طریقوں اور فسق و فجور کے مظاہروں سے اجتناب کریں۔

٩٥١ - وعن أَبي الأَسْوَدِ قال: قَدِمْتُ المَدِينَةَ، فَجَلَسْتُ إلى عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فمرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ،

۲/ ۹۵۱ حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ میں مدینے آیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بیٹھ گیا' پس لوگوں کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں کی

فَأُثنِيَ عَلى صَاحِبِها خَيْراً فقال عُمَرُ: وَجَبَت، ثم مُرَّ بِأُخرى، فَأُثنِيَ على صَاحِبِها خيراً، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَت، ثم مُرَّ بالثَّالِثَةِ، فَأُثنِيَ عَلى صَاحِبِها شرًّا، فَقالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ؛ قَالَ أَبو الأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وما وَجَبَتْ يَا أَميرَ المُؤْمِنينَ؟ قال: قُلْتُ كما قَالَ النَّبيُّ ﷺ: «أَيُّمَا مُسلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَربعَةٌ بِخَيرٍ، أَدخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ» فَقُلْنَا: وثَلاثَةٌ؟ قال: «وثَلاثَةٌ» فقلنا: واثنَانِ؟ قال: «واثنَانِ» ثُمَّ لَم نَسأَلْهُ عَنِ الواحِدِ. رواه البخاري.

طرف سے اس کی بابت اچھے کلمات کہے گئے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کی بابت بھی اچھی باتیں کہی گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، واجب ہوگئی، پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی بابت بری باتیں کہی گئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، امیر المومنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپؓ نے فرمایا، میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی ﷺ نے فرمائی ہے کہ جس مسلمان کی بابت چار آدمی بھلائی کی گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا تو ہم نے کہا اور تین آدمی گواہی دیں تو؟ آپؓ نے فرمایا تین آدمی بھی۔ ہم نے کہا اور دو آدمیوں کی گواہی؟ آپؓ نے فرمایا اور دو بھی۔ پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کے بارے میں نہیں پوچھا۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس علي الميّت.

۹۵۱۔ فوائد: اس میں بھی فوت شدہ شخص کے بارے میں اہل ایمان و تقوی کی رائے کو اہمیت و فوقیت دی گئی ہے۔

١٦٤ ـ بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ أَوْلَادٌ صِغَارٌ

۱۶۴۔ اس شخص کی فضیلت کا بیان جس کے چھوٹے بچے فوت ہوجائیں

٩٥٢ ـ عن أنسٍ رضي اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلاثَةٌ لم يَبلُغُوا الحِنْثَ إِلَّا أَدخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ بفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۵۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے قبل فوت ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ان بچوں پر اپنی رحمت کی برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب ـ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه.

۹۵۲۔ فوائد: یہ فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو ایمان کے تقاضوں کے مطابق بچوں کی وفات پر صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔ حنث کے معنی گناہ کے ہوتے ہیں، بلوغت کے لئے حنث کا لفظ اس لئے

استعمال فرمایا ہے کہ بلوغت کے بعد انسان کے اعمال پر ثواب یا گناہ ہوتا ہے۔ قسم توڑنے کو بھی حنث کہتے ہیں کیونکہ قسم کا اعتبار بھی بلوغت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

٩٥٣ - وعن أَبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قال رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا يَمُوتُ لأَحَدٍ مِنَ المُسْلِمِينَ ثَلاثَةٌ مِنَ الوَلَدِ لا تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ القَسَمِ» متفقٌ عليه.

۲ / ۹۵۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں، اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، مگر قسم پوری کرنے کے لئے آگ پر سے گزرے گا۔ (بخاری و مسلم)

وَ«تَحِلَّةُ القَسَمِ» قولُ اللهِ تعالى: ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ [مريم: ٧١] وَالوُرُودُ: هُوَ العُبُورُ عَلى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنْصُوبٌ عَلى ظَهْرِ جَهَنَّمَ. عَافَانَا اللهُ مِنْهَا.

تحلۃ القسم، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "تم میں سے ہر شخص اس جہنم میں وارد ہوگا" (سورۂ مریم ۷۱) اور ورود سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے۔ یہ ایک پل ہے جو جہنم کی پشت پر بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے اس پر سے گزار دے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه.

۹۵۳- فوائد: مطلب یہ ہے کہ پل صراط جہنم کے وسط میں سے گزرتا ہے جس پر سے ہر مومن و کافر کو گزرنا ہوگا۔ مومن تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق کچھ پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے کچھ بجلی اور ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی طرح اور کچھ عمدہ گھوڑوں اور دیگر سواریوں کی طرح گزر جائیں گے، یوں کچھ بالکل صحیح سالم، کچھ زخمی تاہم اکثر اہل ایمان پل عبور کرلیں گے، کچھ کمزور ایمان جہنم میں گر پڑیں گے جنہیں بعد میں شفاعت کے ذریعے سے نکال لیا جائے گا لیکن کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب کے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ جس کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں گے اسے بھی قرآن میں اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مذکورہ قسم پوری کرنے کے لئے اس پل پر سے گزرنا ہوگا۔

٩٥٤ - وعن أَبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ، فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْماً نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ، قَالَ: «اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا»

۳ / ۹۵۴ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا، اے اللہ کے رسول! آپ کی باتیں تو مرد ہی لے گئے (یعنی ان کا سننا سنانا ان ہی کے حصے میں آتا ہے) پس آپ اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے بھی مقرر فرمائیے۔ ہم اس دن آپ کے پاس آئیں، آپ اس میں ہمیں ان باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ کو سکھلائی

فَاجْتَمَعْنَ، فَأَتَاهُنَّ النبيُّ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: «ما مِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلاثَةً مِنَ الْوَلَدِ إِلَّا كَانُوا لَهَا حِجَاباً مِنَ النَّارِ» فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَاثْنَيْنِ» متفقٌ عليه.

ہیں۔ آپ نے فرمایا‘ فلاں فلاں دن تم جمع ہو جاؤ۔ پس وہ اکٹھی ہوئیں تو ان کے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور ان کو ان باتوں کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ کو سکھلائی تھیں‘ پھر آپ نے فرمایا‘ تم میں سے جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیج دے (یعنی فوت ہو جائیں) تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ پس ایک عورت نے کہا اور دو بچوں کا کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔

(بخاری و مسلم)

تخریج: صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب - وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب من يموت له ولد...

۹۵۴۔ فوائد: عورتوں کو بھی وعظ و نصیحت اور دینی علوم سکھلانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور خود مسلمان عورتوں کے اندر بھی دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی بھی اصلاح کر سکیں اور ان بچوں کی بھی جو ان کی گود میں پرورش پاتے ہیں کیونکہ ماں کی گود ہی‘ ایک بچے کے لئے پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہے اور ماں بچے کی پہلی معلمہ۔ اگر اس تعلیم و تربیت گاہ کا ماحول اسلامی ہوگا اور معلمہ‘ اسلامی تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہوگی تو بچے کی نشوونما بھی اسلامی ماحول میں اور مسلمان معلمہ کے زیر سایہ ہوگی۔ آج مسلمان ماؤں کی یہ گودیں اسلامی ماحول اور اسلامی تعلیم سے بیگانہ ہوگئی ہیں تو دیکھ لیجئے ہماری نوجوان نسل اسلام سے بیزار اور اسلامی تہذیب و تمدن سے عاری ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان عورتوں کو اسلامی تعلیم و تربیت دی جائے اور اسلامی علوم سے انہیں آگاہ کیا جائے تاکہ وہ نسل نو کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام کر سکیں۔

١٦٥ - بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُورِ بِقُبُورِ الظَّالِمِينَ وَمَصَارِعِهِمْ وَإِظْهَارِ الافْتِقَارِ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَالتَّحْذِيرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

۱۶۵۔ ظالموں کی قبروں اور ان کے تباہ شدہ کھنڈرات سے گزرتے وقت رونے اور ڈرنے اور اللہ کی طرف سے اپنی احتیاج ظاہر کرنے اور اس میں غفلت کرنے سے اجتناب کرنے کا بیان

٩٥٥ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لأَصْحَابِهِ - يَعْنِي لَمَّا وَصَلُوا الحِجْرَ: دِيَارَ ثَمُودَ -:

۱/ ۹۵۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے‘ جبکہ وہ مقام حجر پر‘ جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے‘ پہنچے۔ ارشاد فرمایا تم ان

«لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلاءِ المُعَذَّبِينَ إلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ، فَلا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ؛ لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ» متفقٌ عليه.

وفي روايةٍ قال: لَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللهِ بالحِجْرِ قال: «لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ» ثُمَّ قَنَّعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتى أَجَازَ الوَادِيَ.

عذاب یافتہ لوگوں کے پاس سے گزرو تو روتے ہوئے گزرنا‘ اگر تم ایسا نہیں کرسکتے تو وہاں سے مت گزرنا‘ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو انہیں پہنچا۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے حضرت ابن عمرؓ نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو فرمایا‘ تم ان لوگوں کے گھروں میں داخل مت ہونا‘ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا‘ کہیں تم کو بھی عذاب نہ آلے جو انہیں پہنچا‘ ہاں تم روتے ہوئے گزرو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور رفتار تیز کردی‘ یہاں تک کہ اس وادی سے آگے بڑھ گئے۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذاب ـ وصحيح مسلم، كتاب الزهد، باب "لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا أنفسهم".

۹۵۵- فوائد: ثمود‘ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے‘ اس کا مسکن مدینے اور شام کے درمیان ہے‘ جب دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے شام کی سرحد کی طرف تشریف لے گئے تو اس تباہ شدہ علاقے سے بھی گزرے اور اس موقعے پر مذکورہ ہدایات اپنے صحابہ کو دیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ معذب قوموں کے علاقوں سے انسان کا گزر ہو تو وہ ان کے کھنڈرات کو صرف تاریخ کا ایک حصہ ہی نہ سمجھے بلکہ اس سے عبرت و موعظت حاصل کرکے اپنے اندر اللہ کا خوف پیدا کرے اور غفلت کا پردہ چاک کرکے اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ ایسے ہولناک انجام سے محفوظ رہے جس میں گزشتہ قومیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مبتلا ہوئیں - اسی طرح اللہ کے نافرمانوں کی صحبت سے بھی انسان اجتناب کرے ورنہ اندیشہ ہے کہ اس کا انجام بھی ان ظالموں کی طرح برا ہی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (سورہ ہود ۱۱۳) تم ظالموں کی طرف مت جھکو‘ ایسا کرو گے تو تم کو دوزخ کی آگ چمٹ جائے گی۔ اعاذنا اللہ منہا

* * *

۷ ـ كِتَابُ السَّفَرِ

١٦٦ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْخُرُوجِ يَوْمَ الْخَمِيسِ أَوَّلَ النَّهَارِ

۱۶۶۔ سفر کے لئے جمعرات کے دن کا انتخاب کرنا اور دن کے ابتداء میں نکلنا مستحب ہے

٩٥٦ ـ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ، أَنَّ النبيَّ ﷺ خَرَجَ في غَزْوَةِ تَبُوكَ يَوْمَ الخَمِيسِ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الخَمِيسِ. متفقٌ عليه. وفي رواية في «الصحيحين»: لقلَّما كَان رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ إلَّا في يَوْمِ الخَمِيسِ.

۱/ ۹۵۶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن مدینے سے باہر نکلے اور آپ جمعرات کے دن ہی سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے علاوہ کسی اور دن میں سفر کریں۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب من أراد غزوة فورَّى بغيرها.

٩٥٧ ـ وعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الغامِدِيِّ الصَّحَابيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ: «اللَّهُمَّ! بَارِكْ لأُمَّتي في بُكُورِها» وَكَانَ إذا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيشاً بَعَثَهُم مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِراً، فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ. رواه أبو داود والترمذيُّ وقال: حديثٌ حسن.

۲/ ۹۵۷ حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میری امت کے لئے اس کے پہلے وقت میں برکت عطا فرما، اور آپ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اسے دن کے ابتدائی حصے میں بھیجتے اور حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے یہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں بھیجا کرتے تھے، پس یہ (اس کی برکت سے) تونگر ہو گئے اور ان کا مال بہت ہوگیا۔

(ابو داؤد ترمذی، حسن)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الابتكار في السفر ـ وسنن ترمذي، أبواب البيوع، باب ما جاء في التبكير في التجارة.

۹۵۷۔ فوائد: ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ سفر تجارت یا اور کوئی کام ہو' ان کا آغاز دن کے پہلے پہر سے کرنا زیادہ مفید اور بابرکت ہے۔ اس وقت انسان تازہ دم اور اس کی قوت عمل وافر ہوتی ہے جو ترقی اور برکت کا باعث بنتی ہے۔

١٦٧ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ وَتَأْمِيرِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَاحِداً يُطِيعُونَهُ

۱۶۷۔ سفر کے لئے ساتھی تلاش کرنے اور کسی ایک کو اپنا امیر بنانے کا استحباب

٩٥٨ ـ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قال رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ أَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُونَ مِنَ الوَحْدَةِ مَا أَعلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ» رواه البخاري.

۱/ ۹۵۸ **حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔ (بخاری)**

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب السير وحده.

۹۵۸۔ فوائد: سفر کسی سواری پر ہو یا پیدل' اسی طرح رات کو ہو یا دن کو۔ دونوں صورتوں میں سفر' سفر ہے اور تنہا سفر کرنا بہرصورت نقصان دہ ہے۔ سواری اور رات کا ذکر عموم کے اعتبار سے ہے کہ سفر کے لئے بالعموم سواری کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اسی طرح اکثر رات کو سفر کیا جاتا ہے' مقصد تنہا سفر کرنے سے روکنا ہے۔

٩٥٩ ـ وعن عمرِو بن شُعَيْبٍ، عن أبيه، عن جدّه رضِي اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلاثَةُ رَكْبٌ». رواه أبو داود، والترمذي، والنسائي بأسانيد صحيحة، وقال الترمذي: حديثٌ حسن.

۲/ ۹۵۹ **حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے' دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔ اسے ابو داوٗد' ترمذی' نسائی وغیرہ نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے'**

(امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الرجل يسافر وحده ـ وسنن ترمذي، رقم الحديث ١٦٧٤.

۹۵۹۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ رفقائے سفر' کم از کم تین ہوں تو زیادہ بہتر ہے' کیونکہ اگر دو ہوں گے تو کسی ایک کو کچھ ہو جائے گا تو پھر یہ تنہا ہی رہ جائے گا۔ ایک یا دو سوار شیطان ہیں' کا مطلب ہے کہ ایک کے ساتھ بھی شیطان ہوتا ہے اور دو کے ساتھ بھی۔ البتہ تین ہونے کی صورت میں یہ قافلہ شیطان کے حملوں سے زیادہ محفوظ رہے گا۔

٩٦٠ ـ وعن أبي سعيدٍ وأبي هُريرةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُما قالا: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إذا خَرَجَ ثَلاثَةٌ في سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ» حديث حسن، رواه أبو داود بإسنادٍ حسن.

۳/ ۹۶۰ حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی کسی سفر میں نکلیں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں' (یہ حدیث حسن ہے' اسے ابو داؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في القوم يسافرون يؤمّرون أحدهم.

۹۶۰- فوائد: کسی ایک کو امیر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہدایت اور اطاعت میں سفر کیا جائے- اس میں متعدد فوائد ہیں- اکثر علماء کے نزدیک یہ امر وجوب کے لئے ہے تاہم بعض نے اسے استحباب کے لئے لیا ہے- پہلی بات زیادہ صحیح ہے-

٩٦١ ـ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُمائَةٍ، وَخَيْرُ الجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلفاً عَنْ قِلَّةٍ». رواه أبو داود والترمذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۹۶۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین (چھوٹا) لشکر چار سو کا ہے اور بہترین (بڑا) لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر محض تعداد کی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو گا-

(ابو داؤد' ترمذی- یہ حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا - وسنن ترمذي، أبواب السير، باب ما جاء في السرايا.

۹۶۱- فوائد: بارہ ہزار کے لشکر کی بابت فرمادیا گیا ہے کہ ایمان اور عزم و ارادہ کی قوت کے ساتھ یہ تعداد اتنی کافی ہے کہ اس کے مقابلے میں کتنی بھی بڑی سے بڑی فوج آجائے یہ محض قلت تعداد کی وجہ سے مار نہیں کھاسکتی- کسی اور وجہ سے مار کھالے اور مغلوب ہوجائے تو اور بات ہے اور ممکن بھی ہے لیکن قلت تعداد اس شکست کا باعث نہیں ہوگی-

١٦٨ ـ بَابُ آدَابِ السَّيْرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِى السَّفَرِ، وَاسْتِحْبَابِ السُّرَى، وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِّ وَمُرَاعَاةِ مَصْلَحَتِهَا، وَأَمْرِ مَنْ قَصَّرَ فِى حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الإِرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۶۸- سفر میں چلنے' ستانے' رات گزارنے اور سفر میں سونے کے آداب اور رات کو چلنے اور جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے آرام و راحت کا خیال رکھنے کا استحباب اور اس شخص کا معاملہ جو جانور کے حقوق میں کوتاہی کرے اور جب جانور میں

إِذَا كَانَتْ تُطِيقُ ذٰلِكَ

٩٦٢ ـ عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الخِصْبِ فَأَعْطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الجَدْبِ، فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُم، فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الهَوَامِّ بِاللَّيْلِ» رواه مسلم. معنى: «أعطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ» أَيْ: ارْفقُوا بِهَا فِي السَّيْرِ لِتَرْعَى فِي حَالِ سَيرِها وقوله: «نِقْيَهَا» هو بكسر النون، وإسكان القاف، وبالياء المثناة من تحتُ وهو: المُخُّ، مَعْنَاهُ: أَسْرِعُوا بِهَا حَتَّى تَصِلُوا المَقصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. و«التَّعْرِيسُ»: النُّزُولُ فِي اللَّيْلِ.

طاقت ہو تو پیچھے بٹھا لینے کا جواز

۱/ ۹۶۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم خوش حالی میں سفر کرو (جبکہ زمین سرسبز و شاداب ہو) تو اونٹ (یعنی سواری کے جانور کو اس کا زمین سے چرنے کا حصہ دو اور جب خشک سالی میں سفر کرو (جبکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین بنجر اور بے سبزہ ہو) تو ان پر بیٹھ کر تیز رفتاری سے چلو اور ان کا گودا (یعنی طاقت) ختم ہونے سے پہلے ان کے ذریعے سے منزل مقصود تک پہنچنے میں جلدی کرو اور جب تم رات کو پڑاؤ ڈالو تو عام راستے سے بچو (یعنی شاہراہ عام پر نہ ٹھہرو) اس لئے کہ یہ جانوروں کا راستہ اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانا ہے۔ (مسلم)

اعطوا الابل حظها من الارض کے معنی ہیں چلنے میں ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو تاکہ چلتے چلتے وہ سبزہ بھی چرتے جائیں۔ نقیھا' نون کے نیچے زیر' قاف ساکن اور اس کے بعد یاء معنی ہیں مغز' گودا اور مطلب ہے کہ ان کو تیز چلاؤ تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں چرنے کا موقعہ نہ ملنے کی وجہ سے ان کا مغز یعنی طاقت ختم ہوجائے اور تعریس کے معنی ہیں رات کو آرام کے لئے پڑاؤ ڈالنا۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب مراعاة مصلحة الدوابّ في السير، والنهي عن التعريس في الطريق.

۹۶۲- فوائد: جس طرح آج کل کاریں' بسیں اور ویگنیں وغیرہ نقل و حمل کے ذرائع ہیں اس طرح ایک زمانے میں اونٹ' خچر اور گھوڑے گدھے وغیرہ جانور باربرداری اور سفر کا ذریعہ تھے۔ اس لئے ان کی بابت حکم دیا گیا کہ راستے میں ان کی خوراک کا بھی خیال رکھنا' اور اگر راستے میں گھاس چارہ ملنے کا امکان نہ ہو تو اسی حساب سے ان کی رفتار تیز رکھنا تاکہ ان کی قوت کار ختم ہونے سے پہلے پہلے تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ۔ دوسری ہدایت یہ دی کہ راستے میں ستانے اور آرام کرنے کے لئے تمہیں رات کو کہیں قیام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو عام راستوں اور گزرگاہوں پر مت ٹھہرو' اس طرح آنے جانے والوں کو بھی تکلیف ہوگی نیز جانوروں اور کیڑوں

مکوڑوں سے بھی تم محفوظ رہو گے۔ مطلب یہ کہ راستے سے ہٹ کر کسی ایک طرف ٹھہرنے کے لئے خیمے لگائے جائیں۔

٩٦٣ ـ وعن أبي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إذا كَانَ في سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلى يَمِينِهِ وَإذا عرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلى كَفِّهِ. رواه مسلم. قال العلماءُ: إنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لِئَلاَّ يَسْتَغْرِقَ في النَّوْمِ، فَتَفُوتَ صَلاةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.

۲ / ۹۶۳ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے اور رات کو کہیں ٹھہرتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح صادق سے کچھ دیر پہلے ٹھہرتے تو اپنا داہنا بازو کھڑا کر لیتے اور اپنا سر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

علماء نے کہا ہے' اپنا بازو اس لئے کھڑا کرتے (یعنی ہاتھ لمبا کرتے) تا کہ نیند میں استغراق نہ ہو تا کہ صبح کی نماز اپنے وقت یا اس کے اول وقت پر ادا کرنے سے نہ رہ جائے۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها.

۹۶۳- فوائد: مطلب یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کا بالخصوص سفر میں' پورا خیال رکھا جائے اور سفر کی تکان یا اپنے آرام و راحت کا ضرورت سے زیادہ احساس کرتے ہوئے نماز کو اس کے وقت پر یا اول وقت پڑھنے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔

٩٦٤ ـ وعن أنسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بالدُّلْجَةِ، فَإنَّ الأَرْضَ تُطْوَى باللَّيْلِ». رواه أبو داود بإسنادٍ حسن. «الدُّلْجَةُ»: السَّيْرُ في اللَّيْلِ.

۳ / ۹۶۴ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم رات کے وقت سفر کرنے کو اختیار کرو' اس لئے کہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابو داؤد' باسناد حسن)

الدلجہ کے معنی ہیں رات کو سفر کرنا۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الدلجة.

۹۶۴- فوائد: اس میں رات کے وقت سفر کرنے کی ترغیب ہے۔

٩٦٥ ـ وعن أبي ثَعْلَبَةَ الخُشَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إذَا نَزَلُوا مَنْزِلاً تَفَرَّقُوا في الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالأَوْدِيَةِ إنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ!» فَلَمْ يَنْزِلُوا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلاً إلاَّ انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إلى بَعْضٍ. رواه أبو داود

۴ / ۹۶۵ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو پہاڑ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں منتشر ہو جانا' شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ جس منزل پر بھی اترتے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہتے (الگ

بإسناد حسن .

الگ نہ ہوتے) (ابو داؤد) اس کی سند حسن ہے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر وسعته.

٩٦٥- فوائد: پہاڑی راستے کو گھاٹی اور دو پہاڑوں کے درمیان گزرگاہ کو وادی کہتے ہیں۔ سفر میں جتنا مل جل کر قریب قریب رہا جائے تو اس اعتبار سے اچھا ہوتا ہے کہ کسی ساتھی کو کچھ ہوجائے تو فورا" دوسرے ساتھی اسے سنبھال لیں۔ الگ الگ گھاٹیوں اور وادیوں میں ڈیرہ لگانے میں اجتماعیت کے یہ فوائد مفقود ہوتے ہیں' اس لئے نبی ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔

٩٦٦ - وعَـنْ سَهْـلِ بـنِ عمـرٍو - وَقِيلَ: سَهْلِ بـنِ الـرَّبِيعِ بـنِ عَمْـرٍو الأَنْصَارِيِّ المَعْرُوفِ بِابْنِ الحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ - رَضِيَ الله عنه، قالَ: مَرَّ رسولُ اللهِ ﷺ بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ؛ فقال: «اتَّقُوا اللهَ في هٰذه البَهائِمِ المُعْجَمةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُوهَا صَالِحَةً» رواه أبو داود بإسناد صحيح.

٥ / ٩٦٦ حضرت سہل بن عمرو اور بعض کے نزدیک ربیع بن عمرو انصاری جو ابن الحنظلیہ کے نام سے مشہور ہیں اور بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت (لاغری کی وجہ سے) اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا' ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ پس تم ان پر سواری بھی اس حال میں کرو کہ یہ ٹھیک ہوں اور ان کا گوشت بھی ان کے تندرست ہونے کی صورت میں کھاؤ۔ (ابو داؤد۔ باسناد صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام علي الدوابّ والبهائم.

٩٦٦- فوائد: اس میں بھی آپ ؑ نے بے زبان جانوروں کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ بھوکے ہونگے یا ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادو گے تو وہ تکلیف تو ضرور محسوس کریں گے لیکن بول کر بتلا نہیں سکیں گے۔ اس لئے از خود ان کی خوراک اور دیگر باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اس میں کوتاہی ہوگی تو عنداللہ اس پر بازپرس ہوگی۔ اسی طرح بیمار اور لاغر جانوروں کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہیے۔ گوشت بھی تندرست اور توانا جانور کا ہی کھانا صحیح ہے اور وہی قوت و توانائی کا باعث ہوتا ہے۔ بیمار جانور کا گوشت کھانے سے تو خود انسان کی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

٩٦٧ - وَعَنْ أَبي جعفرٍ عبدِ اللهِ بن جعفرٍ رَضِيَ الله عنهما قال: أَرْدَفَنِي رسولُ اللهِ ﷺ ذاتَ يَـوْمٍ خلفَـهُ، وَأَسَـرَّ إلَـيَّ حَـدِيثاً لا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَـداً مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسولُ اللهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَـائِـشُ نَخْـلٍ. يَعْنـي: حَـائِـطَ نَخْـلٍ. رواه

٦ / ٩٦٧ حضرت ابو جعفر' عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور میرے ساتھ رازداری سے ایک بات کی جو میں کسی سے بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لئے کسی اونچی چیز (دیوار' ٹیلہ وغیرہ) یا کھجور کے جھنڈ کے ساتھ پردہ کرنا

مسلم هكذا مختصراً.

وزاد فِيهِ البَرْقاني بإسناد مسلم بعد قوله: حَائِشُ نَخْلٍ: فَدَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الأنْصَارِ، فإذا فِيهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى رسولَ اللهِ ﷺ، جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبيُّ ﷺ، فَمَسَحَ سَرَاتَهُ - أَيْ: سَنَامَهُ - وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ؛ فقال: «مَنْ رَبُّ هذا الجَمَلِ، لِمَنْ هٰذَا الجَمَلُ؟» فَجَاءَ فَتًى مِنَ الأنْصَارِ فقالَ: هذا لي يا رسولَ الله! فقالَ: «أَفَلا تَتَّقِي اللهَ في هذه البَهِيمَةِ الَّتي مَلَّكَكَ اللهُ إيَّاهَا؟ فَإنَّهُ يَشْكُو إلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ». ورواه أَبو داود كرواية البَرْقَاني. قولهُ: «ذِفْرَاهُ» هو بكسر الذال المعجمة وإسكان الفاء، وهو لفظٌ مفردٌ مؤنثٌ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: الذِّفْرَى: المَوْضِعُ الَّذي يَعْرَقُ مِنَ البَعِيرِ خَلْفَ الأُذُنِ، وقوله: «تُدْئِبُهُ» أَيْ: تُتْعِبُهُ.

سب سے زیادہ پسند تھا۔ (مسلم نے اسے اسی طرح مختصر روایت کیا ہے)

اور برقانی نے اسی سند مسلم کے ساتھ، حائش نخل کے بعد یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے۔ پھر آپ ایک انصاری آدمی کے باغ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک اونٹ تھا۔ پس جب اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کی کوہان اور کان کے عقبی حصے پر ہاتھ پھیرا تو اس کو قرار آگیا۔ آپ نے پوچھا، اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ پس ایک نوجوان انصاری آیا اور کہا، یارسول اللہ! یہ میرا ہے، تو آپؐ نے فرمایا، کیا تو اس جانور کے بارے میں، جس کا تجھ کو اللہ نے مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتا؟ کیونکہ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور (مشقت زیادہ لے کر) اس کو تھکا دیتا ہے۔

اور ابو داؤد نے بھی برقانی کی روایت کی طرح اسے بیان کیا ہے۔

ذفراہ، ذال کے نیچے زیر اور فاء ساکن ہے، یہ لفظ مفرد اور مونث ہے، اہل لغت نے کہا ہے کہ ذفری، اونٹ کے کان کا وہ پچھلا حصہ ہے جس پر پسینہ آتا ہے اور تدئبہ کے معنی ہیں اس کو تھکا دیتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب مايستتر به لقضاء الحاجة - وسنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام علي الدواب والبهائم.

۹۶۷۔ فوائد: نبی ﷺ نے جو بات اس صحابی سے رازدارانہ انداز میں کہی تھی وہ یقیناً ذاتی نوعیت کی ہوگی ورنہ شریعت کی بات کو تو چھپا کر رکھنا جائز ہی نہیں ہے۔ اس کی باب سے مناسبت واضح ہے اگر جانور دو آدمیوں کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس پر اپنے پیچھے ایک اور آدمی کو بٹھایا جاسکتا ہے۔ جانور کو خوراک کم دینا اور اس سے کام زیادہ لینا، جانور پر ظلم ہے، اسلام نے اسے ناپسند کیا ہے۔ جانور کو خوراک بھی پوری دی جائے اور اس سے محنت و مشقت بھی اس کی طاقت کے مطابق لی جائے۔ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ بیان ہوا ہے کہ ایک تو اونٹ نے آپؐ کو پہچان لیا، پھر آپؐ نے اس کی شکایت کو سنا اور سمجھ بھی لیا۔ دونوں باتوں میں

اعجازی شان نمایاں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

٩٦٨ - وعن أنسٍ رَضيَ اللهُ عَنْهُ قال: كُنَّا إذا نَزَلْنا مَنْزِلاً، لا نُسَبِّحُ حَتَّى نَحُلَّ الرِّحَالَ. رواه أبو داود بإسناد على شرط مسلم. وقوله: «لا نُسَبِّحُ» أَيْ: لا نُصَلِّي النَّافِلَةَ، وَمعناه: أَنَّا - مَعَ حِرْصِنَا عَلى الصَّلاةِ - لا نُقَدِّمُهَا عَلى حَطِّ الرِّحَالِ وَإِرَاحَةِ الدَّوابِّ.

۷ / ۹۶۸ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو اپنی سواریوں کے پالان اتارنے سے پہلے ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (اسے ابو داؤد نے شرط مسلم کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے)

لانسبح کے معنی ہیں' ہم نفلی نماز نہیں پڑھتے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہم باوجود نفلی نماز پڑھنے کا شوق رکھنے کے ہم نماز کو پالان اتارنے اور جانوروں کو آرام پہنچانے پر مقدم نہیں کرتے تھے۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في نزول المنازل.

۹۶۸۔ فوائد: رحال' رحل کی جمع ہے جس کے معنی پالان یا کجاوے کے ہیں یعنی سواری کے جانور پر بیٹھنے کے لئے جو گدی وغیرہ رکھی جاتی ہے تا کہ سوار آرام سے بیٹھ جائے اور اس پر ضروری سامان بھی رکھ لے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی کہیں ستانے کے لئے ٹھہرتے تو سب سے پہلے جانور کو اس بوجھ سے ہلکا کردیتے' تا کہ اسے بھی راحت و آرام مل جائے۔ حتیٰ کہ نماز بھی اس کے بعد پڑھتے۔ اس حدیث سے سفر میں نفلی نماز پڑھنے کا استحباب بھی معلوم ہوا۔

١٦٩ - بابُ إِعانَةِ الرَّفيقِ

۱۶۹۔ رفیق سفر کی مدد کرنے کا بیان

في الباب أحاديثُ كثيرةٌ تقدّمتْ كحديثِ: «وَاللهُ في عَوْنِ العَبْدِ مَا كانَ العَبْدُ في عَوْنِ أَخِيهِ». وحديث: «كلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ» وَأَشْبَاهِهِمَا.

اس باب سے متعلقہ بہت سے حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں جیسے حدیث اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرنے میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے۔ (دیکھئے رقم ۲ / ۲۴۵) اور حدیث کہ ہر نیکی صدقہ ہے دیکھئے رقم ۱۸ / ۱۳۴ اور اس جیسی اور احادیث۔ کچھ حدیثیں یہاں بھی بیان کی جاتی ہیں:

٩٦٩ - وعن أبي سعيد الخُدْرِيِّ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: بَيْنَما نَحْنُ في سَفَرٍ إذ جَاءَ رَجُلٌ عَلى رَاحِلَةٍ لهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَه يَميناً وَشِمَالاً، فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ؛ فَلْيَعُدْ بهِ عَلى مَنْ لا ظَهْرَ لهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ؛

۱ / ۹۶۹ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر پھیر کر دیکھنے لگا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو وہ بطور احسان کے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے

فَلْيَعُدْ بِهِ عَلى مَنْ لا زَادَ لَهُ» فَذكَرَ مِنْ أَصْناف المال ما ذَكَرَهُ، حَتى رَأَينَا أَنَّهُ لا حَقَّ لأحَدٍ منا في فَضْل. رواه مسلم.

پاس زائد توشہ سفر ہے تو وہ اس کے ساتھ اس پر احسان کرے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔ پس اس طرح آپؐ نے مال کی اور بھی قسمیں بیان فرمائیں (کہ جن کے پاس وہ ضرورت سے زائد ہوں تو وہ ضرورت مندوں اور محروموں کو دے دیں) یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت چیز میں کوئی حق نہیں ہے (کہ وہ اسے اپنے پاس جمع کرکے رکھے بلکہ اسے تقسیم کردے) (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول الأموال.

۹۶۹۔ فوائد: آج کل تعاون و تناصر کی جو صورتیں عام ہیں اور ان کی بڑی دھوم ہے' جیسے انشورنس' ہاؤس بلڈنگ' فنانس وغیرہ۔ لیکن ان سب میں سود کی آمیزش ہے۔ اس لئے تعاون کا صرف نام ہی نام ہے حقیقت میں یہ سارے نظام جونکیں ہیں' جو سود کی شکل میں انسان کا سارا خون چوس لیتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے باہمی تعاون کا ایک نہایت مخلصانہ نظام بتلایا ہے اور وہ یہ کہ جس کے پاس جو چیز بھی اس کی ضرورت سے زائد ہے' وہ معاشرے کے ایسے لوگوں کو دے دے جو اس سے محروم ہیں' یہ اگرچہ ایک اخلاقی ہدایت ہے لیکن مسلمانوں کو جس طرح جسد واحد قرار دیا گیا ہے اگر مسلمانوں میں اس کا صحیح احساس و شعور پیدا ہوجائے تو یہ اخلاقی ہدایت بھی نہایت مؤثر اور مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس اخلاقی ہدایت پر انسان کے ایمان و اخلاق کے کمال کا انحصار ہے۔ جس کو ایمان و اخلاق میں کمال کی ضرورت نہیں ہے' وہ یقیناً اس ہدایت کو درخور اعتناء نہ سمجھے تاہم جس کا مقصود کمال ایمان کا حصول ہے وہ اس اخلاقی ہدایت کے تقاضوں سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔

٩٧٠ ـ وعَنْ جابرٍ رضيَ اللهُ عنهُ، عَنْ رسولِ اللهِ ﷺ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فقال: يَا مَعْشَرَ المُهَاجرينَ وَالأنْصَارِ! إنَّ مِنْ إخْوَانِكُمْ قَوْماً، لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ، وَلا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ، أَوِ الثَّلاثَةَ، فَمَا لأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إلا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ، يَعْني: أَحَدهمْ. قال: فَضَمَمْتُ إليَّ اثْنَيْن أَوْ ثَلاثَةً مَا لي إلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدهمْ مِنْ جَملي. رواه أبو داود.

۲/ ۹۷۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد پر جانے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے فرمایا' اے مہاجرین و انصار کی جماعت! تمہارے بھائیوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس مال ہے نہ ان کا کنبہ قبیلہ۔ پس تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دو دو یا تین تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی وہ اس پر باری باری سے سوار ہوتا (یعنی ہر سواری والے نے دو دو' تین تین ساتھی اپنے ساتھ ملالئے اور یکے بعد دیگرے باری باری سواری کرکے سفر کرتے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین

آدمیوں کو ملالیا تھا' میرے اونٹ پر میری باری بھی اس طرح تھی جیسے ان میں سے کسی ایک کی تھی۔ (ابو داؤد)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب الرجل يتحمل بمال غيره يغزو.

۹۷۰۔ فوائد: اس میں ایک تو مسلمانوں کی اس حالت کا بیان ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی کہ جہاد کے موقع پر بھی لشکر میں شامل افراد کی تعداد کے برابر سواریاں نہیں ہوتی تھیں اور یہی حال حربی سامان اور خوراک وغیرہ کا تھا' لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد فزوں تر تھا۔ دوسرے' اس باہمی تعاون کا نمونہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے لئے پیش کیا۔ ان تمام اعتبارات سے صحابہ کرام کا امتیاز نمایاں اور واضح ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضواعنہ۔

٩٧١ - وعنه قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يَتَخَلَّفُ في المَسيرِ، فيُزْجِي الضَّعيفَ ويُرْدِفُ ويَدعُو له. رواه أبو داود بإسناد حسن.

۳/۹۷۱ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (دوران سفر) چلنے میں پیچھے رہتے' پس کمزور کو (سہارا دے کر) چلاتے' یا اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔ (ابو داؤد باسناد حسن)

تخریج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في لزوم الساقة.

۹۷۱۔ فوائد: اس سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کو آگے ہونے کی بجائے پیچھے ہونا چاہیے تاکہ وہ کمزوروں کو سہارا اور بے وسائل لوگوں کو وسائل مہیا کرسکے اور ایسے لوگوں کے لئے دعا بھی کی جائے تاکہ دعا کی برکت سے ان کی کمزوریوں کا ازالہ ہوجائے۔ تاہم ضرورت اور حالات کے مطابق رد و بدل بھی جائز ہے۔ کبھی امیر کے لئے پیچھے چلنا موزوں ہو سکتا ہے کبھی آگے اور کبھی درمیان میں۔ اس لئے اس میں ہر طرح کی گنجائش ہے۔

١٧٠ - بَابُ مَا يَقُولُ إذَا رَكِبَ دَابَّتَهُ لِلسَّفَرِ

۱۷۰۔ سفر میں سواری پر سوار ہوتے وقت پڑھنے کی دعائیں

قال الله تعالى: ﴿ وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْفُلْكِ وَٱلْأَنْعَٰمِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوُۥا عَلَىٰ ظُهُورِهِۦ ثُمَّ تَذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا ٱسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا۟ سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴾ [الزخرف: ١٢-١٤].

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بنائیں تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سیدھے ہوکر بیٹھو' پھر جب تم سیدھے ہوکر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو' پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لئے نرم اور تابع کردیا' ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔

٩٧٢ - وعنِ ابنِ عمرَ رَضيَ الله عنهما، أنَّ رسولَ الله ﷺ، كانَ إذا

۱/۹۷۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہونے کے وقت جب اپنے

اسْتَوَى عَلى بَعِيرِه خَارِجاً إلى سَفَرٍ؛ كَبَّرَ ثَلاثاً، ثُمَّ قالَ: «سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقرِنِينَ، وَإنَّا إلى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ. اللَّهُمَّ! إنَّا نَسْأَلُكَ في سَفرِنَا هٰذَا البِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ العَمَلِ مَا تَرْضَى. اللَّهُمَّ! هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ. اللَّهُمَّ! أَنْتَ الصَّاحِبُ في السَّفَرِ، وَالخَلِيفَةُ في الأَهْلِ. اللَّهُمَّ! إنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ المَنْظَرِ، وَسُوءِ المُنْقَلَبِ في المَالِ وَالأَهْلِ وَالوَلَدِ» وَإذا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: «آيِبونَ تَائِبونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ» رواه مسلم. معنى «مُقْرِنِينَ» مُطِيقِينَ. «والوَعْثاءُ» بفتحِ الواوِ وإسكانِ العين المهملة وبالثاءِ المثلثة وبالمد، وَهيَ: الشِّدَّة. و«الكَآبَة» بِالمَدِّ، وَهِيَ: تَغَيُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزنٍ وَنحوه. «وَالمُنْقَلَبُ»: المَرْجِعُ.

اونٹ پر سیدھے ہوکر بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لئے نرم اور تابع کردیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور ایسے عمل کا' جسے تو پسند کرتا ہے' سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان کردے' اس کی دوری (مسافت) کو لپیٹ دے اور اے اللہ! تو ہی سفر میں (ہمارا) ساتھی اور گھر والوں کا نگران (خلیفہ) ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی سختی سے' دلدوز منظر سے اور واپسی پر مال اور گھر اور اولاد میں بری تبدیلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آپؐ سفر سے واپس تشریف لاتے' تب بھی یہ دعا پڑھتے اور اس کے ساتھ مزید یہ فرماتے' ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں' تیری طرف رجوع کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے۔ (مسلم)

مقرنین کے معنی ہیں' طاقت رکھنے والے۔ الوعثاء' واؤ پر زبر' عین ساکن اور ثاء اور مد' اس کے معنی سختی کے ہیں۔ الکآبتہ' مد کے ساتھ' غم و الم وغیرہ سے نفس انسانی کا متغیر ہوجانا اور المنقلب' لوٹنا۔

تخریج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا ركب إلي سفر الحج وغيره برقم١٣٤٢ .

۹۷۲۔ فوائد: یہ بڑی جامع دعا ہے۔ سفر میں انسان خود بھی خطرات سے محفوظ نہیں ہوتا اور اسی طرح پیچھے گھر میں جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کا مسئلہ بھی بڑا سنگین ہوتا ہے۔ اس دعا میں دونوں ہی کے لئے بڑے اچھے الفاظ میں بارگاہ الٰہی میں حفاظت کی استدعا کی گئی ہے اور جس کا اور جس کے گھر والوں کا اللہ خلیفہ اور محافظ ہو' اس کا کون کچھ بگاڑ سکتا ہے؟ اس لئے یہ دعا سفر پر روانہ ہوتے وقت اور واپسی پر دونوں موقعوں پر پڑھی جائے اور واپسی میں آئبون تائبون..... کا اضافہ کرلیا جائے۔

٩٧٣ ـ وعن عبد الله بن سَرْجِسَ رَضيَ اللهُ عنهُ قالَ: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ إذا سَافَرَ يتَعَوَّذ مِنْ وَعْثاءِ السفَر، وَكآبَةِ المُنْقَلَب، وَالحَوْر بَعْدَ الكَوْنِ، وَدَعْوَةِ المَظْلُومِ، وَسُوءِ المَنْظَرِ في الأَهْلِ وَالمَال. رواه مسلم. هكذا هو في صحيح مسلم: الحَوْرِ بَعْدَ الكَوْنِ، بالنون، وكذا رواه الترمذيُّ، والنسائيُّ. قال الترمذي: ويروى «الكَوْر» بِالراءِ، وَكِلاهُمَا لهُ وَجْهٌ. قالَ العلماءُ: ومعناه بالنونِ والراءِ جميعاً: الرُّجُوعُ مِنَ الاسْتِقَامَةِ أَوِ الزِّيَادَةِ إلى النَّقْصِ. قالوا: وروايةُ الرَّاءِ مَأْخُوذَةٌ مِنْ تَكْوِيرِ العِمَامَةِ، وَهُوَ لَفُّهَا وَجَمْعُهَا، وروايةُ النون، مِنَ الكَوْن، مَصْدَرُ «كانَ يَكُونُ كَوْناً» إذا وُجدَ وَاسْتقرَّ.

٢/ ٩٧٣ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی' ناخوشگوار واپسی' کمال کے بعد تنزل' مظلوم کی بددعاء اور اہل و عیال اور مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے۔ (مسلم)

صحیح مسلم میں اس طرح الحور بعدالکون (نون کے ساتھ) ہے اور اسی طرح اسے ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ الکور' راء کے ساتھ بھی مروی ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا مفہوم صحیح ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ نون (کون) اور راء (کور) دونوں کے معنی ہیں' استقامت یا زیادت سے کمی کی طرف لوٹنا۔ ان کا کہنا ہے کہ کور' تکویر العمامۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں پگڑی کو لپیٹنا اور جمع کرنا' اور کون' کان یکون کا مصدر ہے جس کے معنی وجود اور استقرار کے ہیں (یعنی وجود و ثبات کے بعد کمی سے پناہ مانگتا ہوں)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب الذكر إذا ركب دابّته لسفر حج ـ وسنن أبي داود، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا خرج مسافرا.

٩٧٣- فوائد: الحور کے معنی ہیں پگڑی کے پیچ یا بل کھول دینا اور کور کے ہیں پگڑی کے بل دینا۔ یعنی پگڑی باندھ کر اسے کھول دینا' یہ کنایہ ہے اصلاح کے بعد فساد سے' کسی کام کے صحیح طریقے سے انجام پاجانے کے بعد' اس میں کمی اور کوتاہی کے واقع ہوجانے سے' ایمان کے بعد کفر سے اور اطاعت کے بعد معصیت سے۔ گویا کسی ایک اچھی حالت سے بری حالت کی طرف لوٹنے سے پناہ مانگی۔ تقریباً یہی مفہوم کور کی بجائے کون کا بھی ہے' جس کے معنی وجود و استقرار کے ہیں۔ یعنی اچھی حالت پر استقرار و ثبات کے بعد' اس سے لوٹ آنا یا اس میں کمی واقع ہوجانا۔ اس سے یا اللہ بچاکر رکھنا۔ اس میں مظلوم کی بددعاء سے بھی پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ مظلوم کی بددعاء کو اللہ تعالیٰ فوراً سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان سفر پر روانہ ہونے سے قبل اگر اس نے کسی پر ظلم کیا ہو تو اس کا ازالہ کرے' کہیں ایسا نہ ہو کہ سفر میں مظلوم کی بددعاء اپنا اثر دکھائے تو حالت سفر میں اسے اور زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

٩٧٤ ـ وعن عَلِيِّ بن رَبيعَةَ قال:

٣/ ٩٧٤ حضرت علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں

شَهِدْتُ عليَّ بن أَبي طالب رَضيَ اللهُ عنهُ أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَها، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ في الرِّكَابِ قال: بِسْمِ اللهِ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلى ظَهْرِهَا قال: الحَمْدُ للهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ، ثُمَّ قالَ: الحَمْدُ للهِ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قال: اللهُ أَكْبَرُ، ثَلاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقِيلَ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ! مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قال: رَأَيْتُ النبيَّ ﷺ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ، ثُمَّ ضَحِكَ، فقلتُ: يا رسولَ اللهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قالَ: «إِنَّ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، يَعْلَمُ أَنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي». رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديثٌ حسنٌ، وفي بعض النُّسَخ: حسنٌ صحيحٌ. وهذا لفظ أَبي داود.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا' آپ کے پاس سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا پس جب آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا' بسم اللہ۔ پھر جب اس کی پشت پر سیدھے ہوئے تو فرمایا' الحمد للہ الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ پھر تین مرتبہ الحمدللہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا' پھر کہا' سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی ' انہ لا یغفرالذنوب الاانت (پاک ہے تو اے اللہ! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے' تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں) پھر آپ ہنسے' آپؓ سے پوچھا گیا' امیر المومنین! آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا' میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا' جیسے میں نے کیا ہے' آپؐ ہنسے تو میں نے کہا' یارسول اللہ ! آپ کو ہنسی کس وجہ سے آئی ہے؟ آپ نے فرمایا' تمہارا رب اپنے بندے سے' جب وہ کہتا ہے یااللہ! میرے گناہ معاف کردے' خوش ہوتا ہے' وہ بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔ (ابو داوَد' ترمذی) امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں' حسن صحیح' ہے اور یہ الفاظ ابوداوَد کے ہیں۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا ركب - سنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما ذكر في دعوة المسافر.

۹۷۴- فوائد: رکاب اس آہنی حلقے کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکا رہتا ہے اور جس پر پیر رکھ کر ہی سوار گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ پیر رکھتے وقت بسم اللہ اور بیٹھنے کے بعد مذکورہ دعائیں پڑھی اور اللہ کی تحمید و تکبیر کی جائے۔ علاوہ ازیں اس میں صحابہ کرام کے اس بے مثال جذبے کا بیان ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنے کا ان کے اندر پایا جاتا تھا۔ رضی اللہ عنہم۔

١٧١ - بابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ ۱۷۱۔ مسافر کے بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر

الثَّنَـايَـا وَشِبْهِهَـا وَتَسْبِيحِـهِ إِذَا هَبَـطَ الأَوْدِيَةَ وَنَحْوَهَا، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

اور گھاٹیوں وغیرہ سے اترتے ہوئے تسبیح پڑھنے کا بیان اور تکبیر و تسبیح وغیرہ میں زیادہ زور سے آواز بلند کرنے کی ممانعت

٩٧٥ - عن جابرٍ رَضيَ اللهُ عنه قال: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. رواه البخاري.

۱/ ۹۷۵ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو تکبیر (اللہ اکبر) اور جب نیچے اترتے تو تسبیح (سبحان اللہ) پڑھتے۔ (بخاری)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب التسبيح إذا هبط واديا.

٩٧٦ - وعن ابنِ عُمَرَ رَضيَ اللهُ عنهما قال: كانَ النَّبيُّ ﷺ وَجُيُوشُهُ إذا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. رواه أبو داود بإسناد صحيح.

۲/ ۹۷۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے لشکر جب پہاڑیوں پر چڑھتے تو تکبیر اور جب نیچے اترتے تو تسبیح پڑھتے۔ (ابو داؤد' باسناد صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، برقم٢٥٩٩.

۹۷۶۔ فوائد: بلندی پر چڑھتے ہوئے' انسان کے دماغ میں اپنی بڑائی کا سودا نہ سما جائے' اس لئے اس وقت اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی بڑائی کا اظہار کیا جائے کہ وہی سب سے بڑا اور سب سے بلند و برتر ہے اور سب اس سے پست اور اس کے ماتحت ہیں اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنے کا مطلب ہے کہ اس پستی سے' جس میں ہم اتر رہے ہیں' یا اللہ تو پاک ہے۔ اس پستی سے ہم تیری تنزیہہ و تقدیس بیان کرتے ہیں۔

٩٧٧ - وعنهُ قال: كانَ النَّبيُّ ﷺ إذا قَفَلَ مِنَ الحَجِّ أَوِ العُمْرَةِ كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلاثاً، ثُمَّ قال: «لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ» متفقٌ عليه.

۳/ ۹۷۷ سابق راوی ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس تشریف لاتے تو جب بھی کسی پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر ارشاد فرماتے' پھر پڑھتے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اس کے لئے بادشاہی اور تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹ کر آنے والے' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کردیا' اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کفار کے لشکروں کو اس اکیلے نے شکست دے دی۔ (بخاری و مسلم)

وفي روايةٍ لمسلم: إذا قَفَلَ مِنَ الجيُوشِ أَوِ السَّرَايَا

اور مسلم کی روایت میں ہے جب بڑے لشکروں یا

أَو الحَجِّ أَو العُمْرَةِ. قوْلُهُ: «أَوْفَى» أَي: ارْتفَعَ، وقولهُ: «فَدْفَدٍ» هو بفتح الفاءَين بينهما دالٌ مهملةٌ ساكنةٌ، وَآخِرُهُ دال أخرى، وهو: الغَلِيظُ المُرْتَفِعُ مِنَ الأَرْض.

چھوٹے لشکروں یا حج یا عمرے سے لوٹتے (تو مذکورہ دعا پڑھتے)

اوفی کے معنی ہیں چڑھتے۔ فدفد' دونوں فاء پر زبر' ان کے درمیان دال ساکن اور اس کے آخر میں دال۔ زمین کا سخت بلند حصہ۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، وكتاب العمرة، باب مايقول إذا رجع من الحج أو العمرة أو الغزو برقم١٧٩٧ ـ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا قفل من سفر الحج وغيره، برقم١٣٤٤.

٩٧٨ ـ وعن أَبي هُرَيرَةَ رَضيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رَجُلاً قال: يَا رسولَ اللهِ إِني أُرِيدُ أَن أُسافِرَ فَأَوْصِنِي، قالَ: «عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالتَّكْبِيرِ عَلى كُلِّ شَرَفٍ» فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قال: «اللَّهُمَّ! اطْوِ لَهُ البُعْدَ، وَهَوِّنْ عَلَيهِ السَّفَرَ» رواه الترمِذي وقال: حديث حسن.

۴/ ۹۷۸ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' ایک آدمی نے کہا' یارسول اللہ ! میں سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں' آپ ؐ مجھے وصیت (نصیحت) فرمائیے۔ آپ نے فرمایا' اللہ کے تقویٰ کو لازم پکڑو اور ہر چڑھائی پر اللہ اکبر کہو۔ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی' اے اللہ! اس کے لئے مسافت لپیٹ دے (سفر مختصر کردے) اور اس پر سفر کو آسان فرما دے۔ (ترمذی' حدیث حسن ہے)

تخريج: سنن الترمذي برقم٣٤٤ ـ وصحيح ابن حبان برقم٢٣٧٨، ٢٣٧٩ والمستدرك٢/ ٩٨.

۹۷۸۔ فوائد: مسافر کے لئے مستحب ہے کہ سفر پر روانہ ہونے سے قبل ایسے لوگوں سے دعا کروائے جو علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں ممتاز ہوں اور ایسے اصحاب علم و تقویٰ کو بھی چاہیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کرنے والوں کی خیریت کے لئے خلوص دل سے دعا کریں۔ علاوہ ازیں انہیں تقویٰ کی اور دیگر نیک باتوں کی نصیحت کریں تا کہ وہ سفر میں اللہ کی یاد سے اور اطاعت سے غافل نہ ہوں۔

٩٧٩ ـ وعن أَبي موسى الأشعَرِيِّ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: كنَّا مَعَ النبيِّ ﷺ في سَفَرٍ، فكُنَّا إذَا أَشْرَفْنَا عَلى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فقالَ النبيُّ ﷺ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلى أَنْفُسِكُمْ فإنَّكُمْ لا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلا غَائِباً، إنَّهُ مَعَكُمْ، إنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ» متفقٌ عليه.

۵/ ۹۷۹ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ پس جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو تہلیل و تکبیر یعنی لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں اونچی ہوجاتیں' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے لوگو! اپنے اوپر آسانی کرو' اس لئے کہ تم جس ذات کو پکار رہے ہو وہ بہری ہے اور نہ تم سے غائب اور دور۔ وہ تو تمہارے

«ارْبَعُوا» بِفتحِ الباءِ الموحدةِ، أَي: ارْفُقوا بِأَنْفُسِكم.

ساتھ ہے اور وہ یقیناً سننے والی اور بہت نزدیک ہے۔ **(بخاری و مسلم)** اربعوا باء پر زبر۔ اپنی جانوں کے ساتھ آسانی کرو۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير - وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر.

۹۷۹۔ فوائد: معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر و تہلیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معمول سے زیادہ اونچی آوازیں ہو جاتی تھیں' اس لئے آپؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ زیادہ اونچی آواز میں اللہ کا ذکر کرکے اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو' بلکہ وقار اور سکون سے پست آواز میں اللہ کا ذکر کرو۔ دوسرے' اللہ کی بابت فرمایا کہ وہ تم سے غائب نہیں ہے' تمہارے قریب ہے اور تمہاری باتوں کو سنتا ہے تو یہ اللہ کے علم اور اس کی قدرت کے اعتبار سے ہے' ورنہ وہ خود تو عرش پر مستوی ہے' گو اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو سلام پھرتے ہی اونچی آواز میں لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیتے ہیں یا صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگ جاتے ہیں حتیٰ کہ نمازیوں کے لئے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خود ساختہ مجالس ذکر میں اللہ ھو وغیرہ کی اونچی آواز میں بلکہ اب اسپیکروں پر ضربیں لگاتے ہیں۔ اندازہ کیجئے' ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو کیا تعلیم دے رہے ہیں اور آج کل کے اصحاب جبہ و قبہ کا عمل کیا ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان بدعات سے مسلمانوں کو بچائے اور سنت کے مطابق ہر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

١٧٢ - بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ فِي السَّفَرِ

۱۷۲۔ سفر میں دعا کرنا پسندیدہ ہے۔

٩٨٠ - عن أَبي هُرَيْرَةَ رَضيَ اللهُ عنهُ قالَ: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: «ثَلاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ المَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ المُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الوَالِدِ عَلى وَلَدِهِ» رواه أبو داود، والترمذي وقال: حديث حسن. وليس في رواية أَبي داود: «على ولدِهِ».

۹۸۰/۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تین دعائیں مقبول ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور باپ کی اپنی اولاد کے خلاف دعا۔ (ابو داود' ترمذی) امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابو داود کی روایت میں "علی ولدہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغيب - وسنن ترمذي، أبواب الدعوات، باب ما ذكر في دعوة المسافر، وأوائل أبواب البر والصلة، وأورده الألباني في صحيح الجامع الصغير.

۹۸۰۔ فوائد: مظلوم کی دعا تو اس شخص کے حق میں ہوگی جو اس کی مدد اور فریاد رسی کرے گا اور ظالم کے لئے بددعا۔ اسی طرح مسافر کی دعا اس کے حق میں ہوگی جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا اور بدسلوکی کرنے والے کے لئے بددعا۔ اولاد نافرمان اور گستاخ ہو تو باپ کی اولاد کے لئے بددعاء بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور

دوسری احادیث کے مطابق باپ سے بھی زیادہ ماں کی بددعاء موثر ہے کیونکہ ماں کا حق اولاد پر، باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظلم اور ماں باپ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے تاکہ مظلوم کی اور ماں باپ کی بددعاء سے انسان محفوظ رہے، جن کی دعا اور بددعاء اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔ علاوہ ازیں اس سے پیٹھ پیچھے دعاء کی قبولیت کا بھی اثبات ہوتا ہے، جیسا کہ ابو داؤد کی تبویب سے اور صرف دعاء الوالد کے الفاظ سے واضح ہے۔ کیونکہ ابو داؤد میں علی ولدہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

١٧٣ ـ بابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا خَافَ نَاساً أَوْ غَيْرَهُمْ

۱۷۳۔ لوگوں سے خطرہ ہو تو اس سے بچاؤ کے لئے کون سی دعا پڑھی جائے؟

٩٨١ ـ عن أَبي موسى الأشعَرِيِّ رَضيَ اللهُ عنهُ أنَّ رسولَ اللهِ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْماً قال: «اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ» رواه أبو داود، والنسائي بإسنادٍ صحيحٍ.

۱/ ۹۸۱ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو یہ دعا پڑھتے تھے، اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ذریعے سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ (ابوداؤد، نسائی، باسناد صحیح)

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوما.

امام منذری نے اسے نسائی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

۹۸۱۔ فوائد: نحور، نحر کی جمع، حلق کے قریب ذبح کرنے والی جگہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تیری مدد کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ سمجھتے ہیں، پس تو ہی ان کافروں کے مکروکید کو ہم سے ان کے سینوں کی طرف پھیر دے۔ سفر میں اس دعا کی خاص اہمیت ہے، کیونکہ سفر میں دشمن کی طرف سے نقصان پہنچنے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

١٧٤ ـ بابُ مَا يَقُولُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلاً

۱۷۴۔ جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟

٩٨٢ ـ عن خَوْلَةَ بنتِ حَكِيمٍ رَضيَ اللهُ عنها قالَتْ: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: «مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً ثُمَّ قَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذلكَ» رواه مسلم.

۱/ ۹۸۲ حضرت خولہ بنت حکیم ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی منزل پر اترے، پھر یہ کہے میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے سے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، تو اسے اپنی اس منزل سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغيره، برقم٢٧٠٨.

۹۸۲۔ فوائد: اللہ کے کلمات سے مراد، اس کی ازلی صفات ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ التامات کا مطلب، جن میں کوئی نقص نہیں۔ انسان جہاں بھی قیام کرے، تھوڑا یا لمبا، رات کو یا دن کو، تو یہ دعا پڑھے۔

٩٨٣ ـ وعنِ ابنِ عُمَرَ رَضيَ اللهُ

۲/ ۹۸۳ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ

عَنهمَا قال: كانَ رسولُ اللهِ ﷺ إذا سَافَرَ فَأَقبَلَ اللَّيْلُ قال: «يَا أَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ باللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، أَعُوذُ باللهِ مِنْ شَرِّ أَسَدٍ وَأَسْوَد، وَمِنَ الحَيَّةِ وَالعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ البَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ» رواه أبو داود. «وَالأَسْوَدُ»: الشَّخص، قال الخَطَّابي: «وسَاكِنِ البَلَدِ»: هُمُ الجِنُّ الَّذِينَ هُمْ سُكَّانُ الأَرْضِ. قال: وَالبَلد مِنَ الأَرْضِ مَا كَانَ مَأْوَى الحَيوانِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ. قَال: وَيَحتمِلُ أَنَّ المُرَادَ بِـ«الوَالِدِ»: إبْلِيسُ، وَ «مَا وَلَدَ»: الشَّيَاطِينُ.

رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہو جاتی تو یہ دعا کرتے' اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے' میں تیرے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر ہیں' ان کے شر سے اور جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں اور جو چیزیں تیرے اوپر چلتی پھرتی ہیں' ان سب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' اور میں پناہ مانگتا ہوں شیر سے اور بڑے سانپ (یا افعی صفت شخص) سے اور عام سانپ اور بچھو سے اور اس سرزمین کے رہنے والوں (جنات) اور والد (شیطان یعنی ابلیس) اور اولاد (شیطان کی ذریت) سے۔ (ابو داوٗد)

اسود سے مراد شخص ہے۔ خطابی نے کہا' ساکن البلد سے مراد وہ جن ہیں جو زمین میں رہتے ہیں۔ اور بلد زمین کا وہ حصہ ہے جس میں حیوانات کا ٹھکانا ہو' چاہے اس میں کوئی عمارت اور منزلیں نہ ہوں' امام خطابی نے کہا' احتمال ہے کہ والد سے مراد ابلیس اور وماولد سے شیاطین (یعنی ابلیس کی ذریت) ہو۔

تخريج: سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا نزل المنزل.

۹۸۳۔ فوائد: یہ دعا بھی بڑی جامع ہے جو چیزیں زمین کے اندر ہیں' سے مراد موذی جانور اور حشرات الارض ہیں جو چیزیں تیرے اندر پیدا کی گئی ہیں' سے مراد درخت وغیرہ سے ٹکرانا ہے۔ رات کی تاریکی میں مذکورہ تمام چیزوں سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے' اس لئے رات کو بالخصوص یہ دعا سفر میں پڑھی جائے۔

١٧٥ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ الرُّجُوعَ إِلَى أَهْلِهِ إِذَا قَضَى حَاجَتَهُ

۱۷۵۔ مقصد سفر پورا ہو جانے کے بعد مسافر کے لئے فوراً گھر واپس آ جانا مستحب ہے

٩٨٤ ـ عن أَبي هُرَيرَةَ رَضيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: «السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ العَذَابِ؛ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ، فإذا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ، فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ». متفقٌ عليه. «نَهْمَتُهُ»:

۱/ ۹۸۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' جو تمہارے مسافر کو اس کے کھانے' پینے اور سونے سے روک دیتا ہے (یعنی خاطر خواہ انداز سے یہ کام نہیں ہو پاتے) پس جب تم میں سے کوئی اپنے سفر سے اپنا

مَقْصُودَهُ.

مقصود پورا کرلے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔ (بخاری و مسلم)

نـهـمـتـه کے معنی ہیں، اپنا مقصود۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العمرة، باب السفر قطعة العذاب ـ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب السفر قطعة من العذاب.

۹۸۴۔ فوائد: سفر کو عذاب اس لئے قرار دیا کہ ایک تو اس میں اہل و عیال اور احباب کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑتا ہے۔ دوسرے سفر کی مشقتیں اور کٹھنائیاں الگ برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے انسان کو مقصد سفر پورا ہوتے ہی فوراً گھر واپس آجانا چاہیے۔

١٧٦ ـ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُومِ عَلَى أَهْلِهِ نَهَاراً وَكَرَاهَتِهِ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ

۱۷۶۔ اپنے گھر والوں میں دن کے وقت آنا مستحب اور بغیر ضرورت کے رات کو آنا مکروہ ہے

٩٨٥ ـ عن جابرٍ رَضيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ قال: «إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الغَيْبَةَ فَلا يَطْرُقَنَّ أَهْلَهُ لَيْلاً». وفي روايةٍ أَنَّ رسولَ اللهِ نَهَى أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلاً. متفقٌ عليه.

۱/ ۹۸۵ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کی غیر حاضری (اپنے گھر سے) طویل ہوجائے تو (سفر سے) اپنے گھر والوں کے پاس رات کو نہ آئے۔

ایک اور روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں کے پاس رات کو آئے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العمرة، باب لا يطرق أهله إذا بلغ المدينة ـ وصحيح مسلم كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلا لمن ورد من سفر.

٩٨٦ ـ وعن أَنسٍ رَضيَ اللهُ عنهُ قَالَ: كَانَ رسولُ اللهِ ﷺ لا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلاً، وَكَانَ يَأْتِيهِمْ غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً. متفقٌ عليه. «الطُّرُوقُ»: المَجِيْءُ في اللَّيْلِ.

۲/ ۹۸۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (سفر سے) اپنے گھر والوں کے پاس نہیں آتے تھے اور آپ ان کے پاس صبح یا شام کے وقت تشریف لاتے، (بخاری و مسلم)

الـطـروق کے معنی ہیں، رات کے وقت آنا۔

تخريج: صحيح بخاري، كتاب العمرة، باب الدخول بالعشي ـ صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق وهو الدخول ليلا لمن ورد من سفر.

۹۸۶۔ فوائد: سفر سے رات کو اپنے گھر والوں کے پاس آنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب بغیر اطلاع

کے ہو ورنہ اگر اطلاع کے بعد ہو تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسے آج کل بالعموم اطلاع ہوتی ہی ہے یا پھر ٹیلیفون کے ذریعے سے رابطہ رہتا ہے تاہم جہاں یہ رابطہ نہ ہو' نہ ہو سکتا ہو تو پھر رات کو بغیر اطلاع دیئے گھر والوں کے پاس آنا مکروہ ہے لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے۔

١٧٧ ـ بَابُ مَا يَقُولُهُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَأَى بَلْدَتَهُ

فِيهِ حديثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ في باب تكبيرِ المُسافِرِ إذا صَعِدَ الثَّنَايَا.

۱۷۷۔ جب واپس آئے اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا پڑھے؟

اس میں ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو پہلے' باب تکبیر المسافر اذا صعد الثنایا میں گزری (دیکھئے' ۲/ ۹۷۶)

٩٨٧ ـ وعن أَنَسٍ رَضيَ اللهُ عنهُ قال: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبيِّ ﷺ، حتَّى إذا كُنَّا بظَهْرِ المَدِينَةِ قال: «آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ» فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلكَ حَتَّى قَدِمْنَا المَدِينَةَ. رواه مسلم.

۱/ ۹۸۷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (سفر سے) نبی ﷺ کے ساتھ واپس آئے' یہاں تک کہ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا' آئبون' تائبون' عابدون' لربنا حامدون۔ پس آپؐ برابر یہ کہتے رہے' یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ (مسلم)

تخريج: صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا قفل من سفر الحج وغيره.

۹۸۷۔ فوائد: کسی بھی قسم کے سفر سے جب انسان واپس آئے اور اپنا شہر اسے نظر آنے لگے تو مذکورہ کلمات پڑھنا شروع کردے اور اپنے شہر میں داخل ہونے تک پڑھتا رہے۔

١٧٨ ـ بابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِي فِي جِوَارِهِ وَصَلَاتِهِ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ

۱۷۸۔ سفر سے آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلے وہ اپنی قریبی مسجد میں آئے اور اس میں دو رکعتیں پڑھے۔

٩٨٨ ـ عن كعبِ بنِ مالكٍ رَضيَ اللهُ عنهُ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ إذا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بالمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. متفقٌ عليه.

۱/ ۹۸۸ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الصلاة إذا قدم من سفر ـ وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين في المسجد لمن قدم من سفر أوّل قدومه.

۹۸۸۔ فوائد: یہ دو رکعت نفل بطور شکرانہ ہے کہ خیرو عافیت کے ساتھ انسان اپنے گھر واپس آگیا ہے' ایسے موقعے پر انسان بڑا خوش ہوتا ہے اور مومن کی شان یہی ہے کہ طرب و مسرت کے موقعے پر اللہ کا شکر اور اس

کی تسبیح و تکبیر بیان کرے۔

١٧٩ - بَابُ تَحْرِيمِ سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا

۱۷۹۔ عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

٩٨٩ - عن أَبي هُرَيرَةَ رَضيَ اللهُ عنهُ قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ باللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْها» متفقٌ عليه.

۱/ ۹۸۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کسی عورت کے لئے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، جائز نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر اختیار کرے۔

(بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب تقصير الصلاة - وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم.

۹۸۹۔ فوائد: (۱) اس میں ایک دن اور رات کی مسافت کا ذکر ہے اور بعض روایات میں دو دن اور بعض میں تین دن اور تین راتوں کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے سوال کرنے والے کے حالات اور سوال کی نوعیت کے مطابق مختلف جواب دیئے ہیں۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ایک یا دو اور تین دنوں کا اعتبار نہیں۔ اصل اعتبار سفر کا ہے کہ اتنی مسافت جس کو سفر کہا جاسکے، وہ تنہا عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ اس لئے جب تک خاوند یا محرم ساتھ نہ ہو اسے تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے۔ (۲) بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم غیر واجب سفر کے لئے ہے۔ لیکن جو چیز عورت پر فرض ہو، اس کی ادائیگی کے لئے وہ اکیلی بھی سفر کر سکتی ہے اگر کسی وجہ سے محرم کا ساتھ جانا ممکن نہ ہو جیسے فریضہ حج ہے اگر وہ صاحب استطاعت ہوگئی ہے تو حج اس پر فرض ہے۔ اگر خاوند یا کوئی اور محرم نہیں ہے یا اس کے ساتھ جانے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو وہ قابل اعتماد قافلے کی دیگر عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر جاسکتی ہے۔ تاہم بعض علماء مطلقاً بغیر محرم کے عورت کے سفر کو ناجائز قرار دیتے ہیں، چاہے عام سفر ہو یا برائے حج ہو۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دونوں رائیں تفصیل سے ذکر کی ہیں، لیکن کسی ایک رائے کو ترجیح نہیں دی ہے۔ راقم کے ناقص خیال میں مخصوص حالات میں پہلی رائے پر عمل کرنے کی شرعاً گنجائش موجود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری، کتاب الحج، باب حج النساء وفقہ السنۃ) (۳) محرم سے مراد خاوند کے علاوہ عورت کے وہ قریبی رشتے دار ہیں جن سے اس کا کبھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا اور اسی طرح رضاعی باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا ہیں۔ علاوہ ازیں مدخول بہا بیٹی کا خاوند یعنی داماد ہے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی اس کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے ساتھ سفر پر نہیں جاسکتی۔ (۴) علاوہ ازیں عورت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو سادہ لباس میں ملبوس ہو، باپردہ ہو یعنی اس کی زیب و زینت کا اظہار نہ ہو، ایسا عطر یا سینٹ نہ لگایا ہو جس کی خوشبو لوگوں تک پہنچے اور وہ ادھر متوجہ ہوں، نہ ان کے زیور کی جھنکار سنائی دے۔

٩٩٠ - وعن ابنِ عباسٍ رَضيَ اللهُ عنهما أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يقولُ:

۲ / ۹۹۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَها ذُو مَحْرَمٍ، وَلا تُسَافِرُ المَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ» فقالَ لَهُ رَجُلٌ: يا رسولَ اللهِ! إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ في غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا؟ قال: «انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ» متفقٌ عليه.

کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر اس حالت میں کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتے دار ہو۔ اور عورت محرم رشتے دار کے بغیر سفر نہ کرے۔ تو آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا' اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے؟ اور میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا جاچکا ہے؟ (یعنی اب میرے لئے کیا حکم ہے؟) آپؐ نے فرمایا' جا' تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ (بخاری و مسلم)

تخريج: صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب لا يخلونّ رجل بإمرأة إلا ذو محرم، برقم٥٢٣٣ ـ وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلي حج وغيره برقم١٣٤١.

۹۹۰۔ فوائد: عورت کے ساتھ جبکہ گھر میں اس کے علاوہ اس کا خاوند یا کوئی اور محرم نہ ہو کسی مرد کا تنہائی اختیار کرنا نہایت خطرناک معاملہ ہے' ایسے موقعوں پر شیطان ان کو بہکا سکتا ہے اور وہ بہ اغوائے شیطانی غلط کام میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع کردیا ہے۔ کچھ اور نہیں تو کسی کو ناجائز طور پر بدنام کرنے کا موقع ہی مل سکتا ہے کیونکہ تنہائی بہرحال مظنہ تہمت ہے۔ شریعت اسلامیہ کی اس ہدایت کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بڑا فساد برپا ہے۔ جن گھروں میں اس ہدایت نبوی کے مطابق شرعی پردے کا اہتمام اور غیر محرموں سے اجتناب نہیں ہے' وہاں ایک عورت اپنے ہی دیور یا جیٹھ یا اور قریبی رشتے دار کے عشق میں مبتلا یا ایک مرد اپنی ہی کسی قریبی عزیزہ کے دام محبت کا اسیر بنا ہوتا ہے۔ بلکہ اب تو اس سے بھی بڑھ کر بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کے چکر نے غیر رشتے داروں کے لئے بھی جنسی ہوس پرستی کے راستے چوپٹ کھول دیئے ہیں۔ ایک عورت اپنے خاوند کو چھوڑ کر اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ اور خاوند اپنی بیوی کو چھوڑ کر اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے۔ یہ دوسری بیماری ابھی صرف مغرب زدہ طبقے تک محدود ہے لیکن پہلی کمزوری ہمارے گھروں میں عام ہے' جس نے بے شمار گھروں کا سکون برباد کیا ہوا ہے لیکن پھر بھی مسلمان اپنے مذہب کی ہدایات کے مطابق شرعی پردہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے مذہب کا صحیح شعور اور اس پر عمل کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمائے۔

یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ عورت بغیر محرم کے سفر پر بھی نہیں جاسکتی لیکن جو علماء جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ امر استحباب کے لئے ہے (جواز کے دلائل کے لئے دیکھئے' فقہ السنہ' للسید سابق مصری' ج' ا' ص ۳۳۴) بہرحال جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ بعض دوسرے دلائل کی رو سے مخصوص حالات میں قابل اعتماد قافلے کی عورتوں کے ساتھ کوئی اکیلی عورت بھی سفر حج پر جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کو اپنے بارے میں کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ شوافع وغیرہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ جس طرح

مخصوص حالات میں بالکل ہی تنہا سفر کرسکتی ہے، جیسے قافلے سے بچھڑ جانے کی صورت میں یا مسلمان ہونے کی صورت میں دارالکفر سے ہجرت کرنے کے لئے۔ اسی طرح ناگزیر حالات میں، جبکہ اس کے خیال میں اس کی عزت و عصمت کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ تو قافلے میں شریک دوسری قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر بھی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ ریاض الصالحین کے ترجمے اور فوائد کی پہلی جلد ختم ہوئی۔ دوسری جلد کتاب الفضائل باب فضل قراءۃ القرآن سے شروع ہوگی۔

* * *

ریاض الصالحین (للنووی)

''ریاض الصالحین'' امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی کی ایسی مایہ ناز تالیف ہے جو عوام وخواص میں یکساں مقبول ہے۔ عام آدمی کو جن مسائل کا سامنا ہوتا ہے اس کے ابواب مرتب کر کے پہلے اس موضوع سے متعلق قرآن پاک کی آیات اور پھر صحیح احادیث سے انتخاب کیا گیا ہے۔

یوں تو اس عظیم کتاب کے اردو سمیت مختلف زبانوں میں تراجم کئے گئے' مگر زیرنظر ریاض الصالحین کی خوبی یہ ہے کہ اس کا ترجمہ بڑا شستہ' رواں واضح اور آسان ہے۔ حدیث کے مفہوم کو وضاحت سے سمجھانے کے لئے کم وبیش ہر حدیث کے نیچے اس کی مختصر شرح لکھ دی گئی ہے۔ جس سے اس کتاب کی افادیت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ بلاشبہ علماء' خطباء' واعظین' مختلف حلقوں میں درس دینے والوں اور عوام کو اس کتاب کے مطالعے سے بہت فائدہ ہوگا۔

ہم بفضلہٖ تعالیٰ پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ اس طرز کی شرح پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہے۔

ISBN: 9960-892-84-0 (vol-1)
9 789960 892849